

تفسیر عثمانی

عاشق رازی

تفسیر عثمانی

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رومی علیہ
تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رومی علیہ

انوارِ عنوانات و تشکیلی ترمیم

جناب محمد ولی رازی صاحب
والد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مولانا علیہ

ڈاکٹر، لائسنس یافتہ

لاہور، پاکستان 2243785

اِنَّ الْخَيْرَ نَسَبُ الْاَزْكَوَانِ وَالْاَزْكَوَانِ الْخَيْرُ

تفسیر عثمانی

جلد دوم

پارہ ۱۱ تا ۲۰

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اضافہ عنوانات و تشکیل جدید

جناب محمد ولی رازی صاحب دہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مولانا علیہ

دارالاشاعت

اردو بازار ایم ای جٹ روڈ کراچی پاکستان 2213768

عنوانات، جدید ترتیب و کتابت کے جملہ حقوق ملکیت محفوظ ہیں
متن قرآن کریم استعمال کرنے کے لئے تاج کمپنی لمیٹڈ سے خصوصی معاہدہ کیا گیا

نام کتاب	: تفسیر عثمانی مع اضافہ تفسیری عنوانات
تالیف	: علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ
عنوانات جدیدہ	: جناب مولانا محمود علی رازی ابن مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ
باہتمام اول	: حافظ فضل الرحیم
باہتمام ثانی	: خلیل اشرف عثمانی
تعداد اشاعت	: ۵۰۰
سن اشاعت	: محرم ۱۴۲۸ ہجری فروری ۲۰۰۷ء
مطبع	: اطہر پریس
ناشر	: دارالاشاعت کراچی

﴿..... ملنے کے پتے﴾

ادارہ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی	ادارہ اسلامیات ۱۹۰-انارکلی لاہور
بیت القرآن اردو بازار کراچی	بیت العلوم 20 نا بھر روڈ لاہور
ادارہ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی	مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی	کتب خانہ رشیدیہ - مدینہ مارکیٹ راجہ بازار اوپنڈی

﴿انگلینڈ اور امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD. ISLAMIC BOOKS CENTRE
54-68 LITTLE ILFORD LANE 119-121, HALLI WELL ROAD
MANOR PARK, LONDON E12 5QA BOLTON BL 3NE, U.K.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست عنوانات

تفسیر عثمانی جلد دوم

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۴۹	اللہ کی طرف سے اتمام حجت ضرور ہوتا ہے		۳۵	منافقین کا عذر قبول نہیں	يعتذرون (۱۱)
۵۱	تبوک کے شرکاء کی فضیلت		۳۵	منافقین سے مسلمانوں کا معاملہ	
۵۱	غزوہ تبوک میں رہ جانے والے تین صحابی		۳۷	اعراب منافقین کا حال	
۵۱	حضرت کعب بن مالک کا واقعہ		۳۷	اعراب مومنین کا بیان	
۵۲	تینوں صحابیوں سے معاشرتی مطالبہ		۳۸	سابقین اولین کے فضائل	
۵۳	بچوں کی صحبت		۳۹	اہل مدینہ اور اعراب منافقین	
۵۵	حضرت ابوخیثمہ کا واقعہ		۳۹	منافقین کیلئے بڑا عذاب	
۵۷	حصول علم کی ضرورت و اہمیت		۴۱	تبوک میں رہ جانے والے مسلمان	
۵۷	دشمن کے مقابلے میں سختی		۴۱	صدقات کا بیان	
۵۷	تقویٰ غلبہ کا سبب ہے		۴۱	توبہ اور صدقات	
۵۷	مسلمانوں سے منافقین کا استہزاء		۴۲	بعض متخلفین تبوک کی معافی کا معاملہ	
۵۹	اللہ کی طرف سے منافقین کی آزمائش		۴۲	مسجد ضرار اور منافقین کی سازش	
۵۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات		۴۵	مسجد قباء کی فضیلت	
۵۹	اس آیت کی فضیلت		۴۵	ریبہ کی تفسیر	
۶۱	سورہ یونس (۱۰)		۴۶	مومنین کی نفع بخش تجارت	
۶۱	کتاب حکیم		۴۷	مومنین کی صفات سائون کا مفہوم	
			۴۸	مشرک آباء کیلئے استغفار کی ممانعت	
			۴۹	حضرت ابراہیمؑ کا اپنے والد کیلئے استغفار	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۸۱	توحید کے علاوہ ہر نظریہ ظن و تخمین ہے		۶۱	اللہ کے نزدیک مومنین کا مرتبہ	
۸۱	قرآن اللہ کے سوا کوئی نہیں بنا سکتا		۶۱	چھ دن میں زمین و آسمان کی پیدائش	
۸۳	کفار کو قرآن کریم کا چیلنج		۶۳	نور اور ضیاء کا فرق	
	قرآن کی تکذیب محض ناہنجی اور تعصب کی وجہ سے ہے		۶۳	شمس و قمر کے بعض فوائد	
۸۳	آنحضرت ﷺ کو کفار سے بیزاری کا حکم		۶۳	دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں	
۸۵	کفار اندھے اور بے عقل ہیں		۶۵	اللہ کی نشانیوں سے غفلت	
۸۵	دنیوی زندگی کی حقیقت		۶۵	اہل بہشت کی دعا	
۸۵	آنحضرت ﷺ سے کیے گئے وعدوں کا ایفاء		۶۵	اہل جنت کا سلام	
۸۷	ہر امت کیلئے رسول بھیجا گیا		۶۵	اہل جنت کا شکر	
۸۷	کفار کا مطالبہ عذاب احمقانہ ہے		۶۵	بدکاروں کیلئے اللہ کی ڈھیل	
۸۷	مطالبہ عذاب کی وجہ		۶۷	انسان کی بیباکی اور غفلت	
۸۹	حیات بعد الممات یقینی ہے		۶۷	دوسرے قرآن کا مطالبہ	
۸۹	آخرت میں کفار کا پچھتاوا		۶۹	کفار کے مطالبے کا جواب	
۹۱	قرآن کریم کی بعض اہم صفات		۶۹	آنحضرت ﷺ کی صداقت کی دلیل	
۹۱	اللہ کی نعمت پر خوش ہونا		۶۹	بتوں کی سفارش کا عقیدہ	
۹۱	حلت و حرمت صرف اللہ کا کام ہے		۷۱	حق کی نشانی کا مطالبہ	
۹۲	اللہ کو ہر ذرہ کا علم ہے		۷۱	اہل مکہ کا حیلہ و فریب	
۹۳	اولیاء اللہ کی خوف و حزن سے حفاظت		۷۳	بحری طوفان اور کفار	
۹۳	اولیاء کی تعریف		۷۳	عکرمہ بن ابو جہل کا واقعہ	
۹۵	دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں		۷۵	دنیا کی زندگی کی مثال	
۹۷	عیسائیوں کے شرک کا رد		۷۵	دارالسلام کی دعوت	
۹۷	واقعہ نوح سے عبرت		۷۵	دیدار الہی کی نعمت	
۹۹	حضرت نوح کا پیغمبرانہ یقین		۷۷	آخرت میں کفار کے چہرے	
۹۹	دوسرے پیغمبروں کی تکذیب		۷۷	باطل معبودوں کی کفار سے بیزاری	
۹۹	دلوں پر مہر لگنے کے اسباب		۷۹	اللہ خالق و مالک اور مدبر الامور ہے	
۱۰۱	حضرت موسیٰ کے واقعہ سے استدلال		۸۱	مبدأ و معاد کا اثبات	
			۸۱	ہدایت صرف اللہ کی طرف سے ہے	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۱۲۵	کفار کی نیکیوں کی جزا دنیا میں		۱۰۱	جادو اور معجزہ کا فرق	
۱۲۷	شاہد کی تفسیر		۱۰۳	ساحرین کا جادو	
۱۲۷	نجات کا واحد راستہ قرآن ہے		۱۰۳	حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے	
۱۳۱	کفار اور مومنین کا فرق		۱۰۳	حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے والے	
۱۳۱	حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کا مناظرہ		۱۰۵	بنی اسرائیل کو نماز کا حکم	
۱۳۳	حضرت نوحؑ کی تقریر		۱۰۵	فرعون کے مال و حکومت کی حکمت	
۱۳۵	عذاب کا مطالبہ		۱۰۵	حضرت موسیٰؑ کی بددعا	
۱۳۵	حضرت نوحؑ کا جواب		۱۰۷	غرق کے وقت فرعون کا کلمہ ایمان	
۱۳۵	واقعہ نوحؑ پر کفار مکہ کا اعتراض		۱۰۷	فرعون کی لاش کو عبرت بنایا گیا	
۱۳۵	آنحضرت ﷺ کا جواب		۱۰۹	بنی اسرائیل میں اختلاف اور فرقہ بندی	
۱۳۵	حضرت نوحؑ کی دعا اور اس کا جواب		۱۱۰	قرآن کی حقانیت	
۱۳۷	کشتی بنانے کا حکم		۱۱۱	حضرت یونسؑ کی قوم کا ایمان لانا	
۱۳۷	حضرت نوحؑ کی کشتی		۱۱۳	اللہ کی توفیق کے بغیر ایمان نہیں ملتا	
۱۳۷	قوم کا استہزاء		۱۱۵	آنحضرت ﷺ کی زبان سے توحید کی تعلیم و تاکید	
۱۳۷	تنور سے پانی کا ابلنا		۱۱۷	آنحضرت ﷺ کو تسلی	
۱۳۷	کشتی کے سوار				
۱۳۹	سوار ہونے کی دعا		۱۱۷	سورہ ہود (۱۱)	
۱۳۹	حضرت نوحؑ کا اپنے بیٹے کو سمجھانا		۱۱۷	قرآن کی عظمت و شرف	
۱۴۰	طوفان اور اس کا خاتمہ		۱۱۸	رجوع الی اللہ کے فوائد	
	اپنے بیٹے کے بارے میں حضرت نوحؑ کی دعا		۱۱۹	صحابہ کرام کا ایمان کامل اور حیا	
۱۴۱	کے اسباب		۱۲۱	اللہ تعالیٰ تمام جانداروں کو رزق پہنچاتا ہے	وہامن دآبۃ (۱۲)
۱۴۱	حضرت نوحؑ کی توبہ		۱۲۱	مستقر اور مستودع کے معنی	
۱۴۳	سلامتی اور برکت کا وعدہ		۱۲۱	زمین و آسمان سے پہلے پانی کی تخلیق	
۱۴۳	قوم عاد کو حضرت ہودؑ کی تبلیغ		۱۲۱	تخلیق کی غرض و غایت	
۱۴۵	قوم عاد کا ایمان لانے سے انکار		۱۲۳	آدمی کی ناشکری اور شیخی	
۱۴۵	حضرت ہودؑ پر آسب کا الزام		۱۲۳	آنحضرت ﷺ کی بے مثال عزیمت	
۱۴۷	حضرت ہودؑ کا جواب		۱۲۵	قرآن جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ کفار کو چیلنج	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۱۶۵	قوم کو عذاب کی خبر		۱۴۷	قوم ہوؤ پر عذاب	
۱۶۵	قوم شعیبؑ پر اللہ کا عذاب		۱۴۷	عاد اور قوم ہوؤ پر لعنت	
۱۶۵	حضرت موسیٰؑ کی نشانیاں اور معجزات		۱۴۹	حضرت صالحؑ کا اپنی قوم سے خطاب	
۱۶۵	فرعون کی حالت		۱۴۹	قوم کا اعتراض اور شبہ	
۱۶۷	چھپلی قوموں کی ہلاکت کے اسباب		۱۴۹	حضرت صالحؑ کا جواب	
۱۶۷	ان واقعات سے عبرت پکڑو		۱۵۱	اوٹنی کا نشان	
۱۶۹	ایک اشکال اور اس کا جواب		۱۵۱	قوم کی نافرمانی	
۱۷۱	خیر و شر کے اختلاف کی حکمت		۱۵۱	قوم صالحؑ پر عذاب	
۱۷۱	اوامر پر استقامت کا حکم		۱۵۳	حضرت ابراہیمؑ کے مہمان فرشتے	
۱۷۳	نمازوں کے اوقات		۱۵۳	فرشتوں کا کھانے سے انکار	
۱۷۳	نماز کے فوائد		۱۵۳	حضرت سارہؑ اور حضرت ابراہیمؑ کو بشارت	
۱۷۳	صبر اور صلوة کا تعلق		۱۵۳	حضرت سارہؑ کا تعجب اور اس کا جواب	
۱۷۳	مصلحین کی ضرورت اور اہمیت		۱۵۵	فرشتوں سے حضرت ابراہیمؑ کا مکالمہ	
۱۷۵	تخلیق عالم کی غرض و غایت		۱۵۵	فرشتوں کا حضرت لوطؑ کے پاس آنا	
۱۷۵	قصص قرآن کی حکمت اور فوائد		۱۵۷	قوم لوط کی بے حیائی	
۱۷۵	آنحضرت ﷺ کو توکل کا حکم		۱۵۷	قوم کو حضرت لوطؑ کی فہمائش	
			۱۵۷	حضرت لوطؑ کی گھبراہٹ	
۱۷۷	سورہ یوسف (۱۲)		۱۵۷	حضرت لوطؑ کو فرشتوں کی تسلی	
۱۷۷	عربی میں قرآن کے نزول کی حکمت		۱۵۷	عذاب الہی کی خبر	
۱۷۷	احسن القصص کی وجہ نزول		۱۵۹	قوم لوط پر ذلت و ہلاکت کا عذاب	
۱۷۸	حضرت یوسفؑ کا خواب		۱۵۹	نشان زدہ پتھر	
۱۷۸	برادران یوسفؑ		۱۵۹	حضرت شعیبؑ کی اپنی قوم کو تبلیغ	
۱۷۹	حضرت یوسفؑ کی نبوت کی پیش گوئی		۱۶۱	حلال مال میں برکت	
۱۷۹	حضرت یوسفؑ کو تعبیر خواب کا علم		۱۶۱	حضرت شعیبؑ سے قوم کا استہزاء	
۱۸۱	قصہ یوسف میں نشانیاں ہیں		۱۶۱	حضرت شعیبؑ کا جواب	
۱۸۱	برادران یوسف کا حسد		۱۶۳	قوم شعیبؑ کی ہٹ دھرمی	
۱۸۱	حضرت یوسفؑ کے قتل کا منصوبہ		۱۶۳	حضرت شعیبؑ کا جواب	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۱۹۹	حضرت یوسفؑ کو عتاب آمیز تنبیہ		۱۸۱	یہودا کی تجویز	
۱۹۹	بادشاہ کا خواب		۱۸۳	حضرت یوسفؑ کو ساتھ لیجانے کی درخواست	
۱۹۹	مجرین کا جھوٹا عذر		۱۸۳	حضرت یعقوبؑ کے سامنے بھائیوں کا گریہ	
۱۹۹	بادشاہ کے سامنے حضرت یوسفؑ کا تذکرہ		۱۸۳	بھائیوں کی جھوٹی کہانی	
۱۹۹	قید خانے میں ساتی کی حضرت یوسفؑ سے ملاقات		۱۸۴	حضرت یوسفؑ کا خون آلود کرتہ	
۲۰۰	بادشاہ کے خواب کی تعبیر اور بشارت		۱۸۵	کنوئیں میں حضرت یوسفؑ کے تین دن	
۲۰۲	رہائی کا حکم اور حضرت یوسفؑ کا صبر و تحمل		۱۸۵	بھائیوں کا حضرت یوسفؑ کو فروخت کرنا	
۲۰۳	عورتوں کے واقعہ کی تحقیق پر اصرار		۱۸۶	حضرت یوسفؑ عزیز مصر کے یہاں	
۲۰۳	زلیخا کا اقرار جرم		۱۸۶	حضرت یوسفؑ کو عطائے تمکین	
۲۰۵	حضرت یوسفؑ کا اعلان برأت	وما ابویٰ (۱۳)	۱۸۷	حضرت یوسفؑ کا علم و حکمت	
۲۰۵	عزیز مصر سے حضرت یوسفؑ کی گفتگو		۱۸۷	حضرت یوسفؑ کا کڑا امتحان	
۲۰۵	حضرت یوسفؑ مالیات کے سربراہ		۱۸۷	آپ کی ثابت قدمی اور پاکبازی	
۲۰۵	حضرت یوسفؑ کی حکومت		۱۸۹	زلیخا اور حضرت یوسفؑ کی رغبت "ہم" کا فرق	
۲۰۵	آخرت کا اجر بہتر ہے		۱۸۹	اللہ کی برہان	
	حضرت یوسفؑ کی بھائیوں سے ملاقات اور		۱۸۹	حضرت یوسفؑ کا بھاگنا	
۲۰۷	مدارات		۱۸۹	زلیخا کا الزام	
۲۰۷	بنیامین کو لانے کا حکم		۱۸۹	حضرت یوسفؑ کی صفائی	
۲۰۷	حضرت یوسفؑ کا بھائیوں پر احسان		۱۹۱	ایک شخص کی دانائی اور گواہی	
۲۰۹	حضرت یعقوبؑ سے بیٹوں کی درخواست		۱۹۱	شہر کی عورتوں میں چرچا	
۲۱۱	حضرت یعقوبؑ کا بیٹوں سے عہد		۱۹۱	حضرت یوسفؑ کا بے مثال حسن	
۲۱۱	بیٹوں کو نصیحت		۱۹۳	حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی کی گواہی	
۲۱۱	تقدیر اور تدبیر کو جمع کرنا		۱۹۳	حضرت یوسفؑ کی دعا	
۲۱۳	بنیامین سے حضرت یوسفؑ کا خصوصی معاملہ		۱۹۳	اللہ سے ہمیشہ اچھی چیز مانگنی چاہئے	
۲۱۳	بھائیوں پر چوری کا الزام		۱۹۳	حضرت یوسفؑ کی قید	
۲۱۴	شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا		۱۹۵	دو قیدیوں کے خواب	
۲۱۵	بھائیوں کی تلاشی		۱۹۵	قیدیوں کو حضرت یوسفؑ کی تبلیغ	
۲۱۵	بنیامین کو روکنے کی تدبیر		۱۹۷	قیدیوں کے خواب کی تعبیر	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۲۳۳	سورۃ الرعد (۱۳)		۲۱۵	حضرت یوسفؑ کی توریہ کی حقیقت	
۲۳۳	قرآن ایک واضح حقیقت ہے		۲۱۵	بھائیوں کا حضرت یوسفؑ پر چوری کا الزام	
۲۳۳	بے ستون آسمان		۲۱۷	بھائیوں کی درخواست اور اس کا جواب	
۲۳۳	تسخیر شمس و قمر		۲۱۷	بھائیوں کا آپس میں مشورہ	
۲۳۳	لقائے رب کا یقین		۲۱۹	حضرت یعقوبؑ کا صبر و استقامت	
۲۳۵	پھلوں کے جوڑے		۲۱۹	حضرت یعقوبؑ کی آزمائش	
۲۳۵	زمین کی نعمتوں میں اللہ کی نشانیاں		۲۲۱	بیٹوں کو حضرت یوسفؑ کی تلاش کا حکم اور نصیحت	
۲۳۷	بعث بعد الموت کا انکار اور اس کی سزا		۲۲۱	حضرت یوسفؑ سے بھائیوں کا سوال	
۲۳۷	حق تعالیٰ کا حلم و تدبیر		۲۲۱	حضرت یوسفؑ کا صبر و مروت	
۲۳۷	کفار کا مطالبہ اور اس کا جواب		۲۲۱	حضرت یوسفؑ کو پہچاننا	
۲۳۷	حمل کے مراحل اور اللہ کا علم		۲۲۳	بھائیوں کی ندامت	
۲۳۸	اللہ کا علم محیط		۲۲۳	حضرت یوسفؑ کا عفو و درگزر	
۲۳۹	اللہ کے پہرے دار		۲۲۳	حضرت یوسفؑ کی کرامت	
۲۳۹	قوموں کے عروج و زوال کا قانون		۲۲۳	حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی خوشبو	
۲۳۹	بجلی و بارش میں نشانیاں		۲۲۵	بینائی کی بحالی	
۲۴۰	تسخیر رعد کی توجیہ		۲۲۵	بیٹوں کی ندامت اور معافی	
۲۴۱	بجلی کی کڑک میں نشانیاں		۲۲۵	حضرت یوسفؑ کا استقبال	
۲۴۱	معبودان باطل سے دعا کی مثال		۲۲۵	باپ بیٹوں کا سجدہ تعظیمی	
۲۴۳	مخلوقات کا اللہ کو سجدہ کرنا		۲۲۷	حضرت یوسفؑ کا تذکیر نعمت	
۲۴۵	حق اور باطل کی مثال		۲۲۷	حضرت یوسفؑ کی دعا	
۲۴۵	آخرت کی پریشانی		۲۲۷	ان واقعات کا علم آنحضرت ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے	
۲۴۷	اہل عقل کی صفات		۲۲۹	اللہ کی نشانیوں سے کفار کی غفلت	
۲۴۷	جنت میں اقرباء کی معیت		۲۲۹	توحید خالص کا راستہ میرا راستہ ہے	
۲۴۹	مومنین کا ملین کو فرشتوں کا سلام		۲۳۱	تمام انبیاء مرد تھے	
۲۴۹	اشقیاء کی علامات		۲۳۱	کفار کو تنبیہ	
۲۴۹	دنیا کی خوشحالی سعادت کا معیار نہیں ہے		۲۳۱	انبیاء کی ناامیدی کا مفہوم	
			۲۳۱	قرآن کریم کے اوصاف	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۲۶۳	بنی اسرائیل کی آزمائش		۲۴۹	دنیوی زندگی کی حقیقت	
۲۶۳	شکر سے نعمت بڑھتی ہے		۲۴۹	فرمانشی نشانیوں کا مطالبہ	
۲۶۳	ناشکری سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا		۲۵۱	اللہ کے ذکر میں ہی دلوں کا چین ہے	
۲۶۵	پچھلی قوموں کا علم صرف اللہ کو ہے		۲۵۱	آنحضرت ﷺ کی بعثت نیا واقعہ نہیں ہے	
۲۶۵	کفار کی انبیاء کے ساتھ بدسلوکی		۲۵۱	رحمان سے انکار	
۲۶۵	توحید میں شبہ غیر عقلی ہے		۲۵۱	کفار فرمانشی کتاب پر بھی ایمان نہ لاتے	
۲۶۵	اہل عالم کو اللہ کی دعوت		۲۵۳	کفار کیلئے قارعہ	
۲۶۷	رسالت پر کفار کے اعتراضات		۲۵۳	اللہ ہر شخص کے عمل کی نگرانی کرتا ہے	
۲۶۷	انبیاء تمام بشر تھے مگر کامل بشر		۲۵۳	اللہ کے حصہ دار کہیں موجود نہیں	
۲۶۷	اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ نہیں دکھایا جاسکتا		۲۵۳	شرکاء کا عقیدہ صرف قول ہی قول ہے	
۲۶۷	انبیاء کا توکل اور استقامت		۲۵۵	نزول قرآن سے اہل کتاب اور مسلمانوں کی خوشی	
۲۶۷	رسولوں کو کفار کی دھمکیاں		۲۵۵	آنحضرت ﷺ کی دعوت توحید خالص کی طرف	
۲۶۹	انبیاء سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ		۲۵۷	قرآن کا نزول عربی زبان میں	
۲۶۹	اللہ تعالیٰ سے انبیاء کی استعانت		۲۵۷	علم عظیم کی پیروی کرو	
۲۶۹	دوزخیوں کا پانی		۲۵۷	تمام انبیاء بشر تھے	
۲۶۹	دوزخ کے سخت احوال		۲۵۷	اللہ قضا و قدر کا مالک ہے	
۲۶۹	کفار کے اعمال کی مثال		۲۵۷	تقدیر معلق اور تقدیر مبرم	
۲۷۱	دوسری زندگی کے دلائل		۲۵۹	اللہ کا حکم ضرور پورا ہوتا ہے	
	آخرت میں کفار کی اپنے بڑوں سے مدد کا		۲۵۹	اللہ کی تدبیر غالب ہے	
۲۷۱	سوال انکا جواب		۲۵۹	آنحضرت ﷺ کی صداقت پر اللہ کی گواہی	
۲۷۳	دوزخ میں شیطان کی تقریر		۲۵۹	اہل علم کی گواہی	
۲۷۳	اہل جنت کا حال		۲۶۱	سورۃ ابراہیم (۱۴)	
۲۷۳	کلمہ طیبہ کی مثال				
۲۷۵	کلمہ کفر کی مثال		۲۶۱	قرآن کی عظمت شان	
۲۷۵	مومنین کی قوت کلمہ توحید میں ہے		۲۶۱	کفار کی دنیا کی محبت اور گمراہی	
۲۷۵	کفار کی ناشکری ان کی تباہی ہے		۲۶۱	تمام انبیاء اپنی قوم کی زبان بولتے تھے	
۲۷۷	مومنین کی نصیحت و تنبیہ		۲۶۳	حضرت موسیٰ کی آیات	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۲۹۰	آسمان میں برج		۲۷۷	یوم حساب میں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا	
۲۹۰	اہل نظر کیلئے دلائل توحید		۲۷۷	اللہ تعالیٰ کے انعامات	
۲۹۱	شیاطین اور شہاب ثاقب		۲۷۷	تسخیر بحر و انہار	
۲۹۲	اللہ کے خزانے		۲۷۷	تسخیر شمس و قمر	
۲۹۲	پانی کا حیرت انگیز نظام		۲۷۷	اللہ کی نعمتیں شمار سے باہر ہیں	
۲۹۳	وارث حقیقی		۲۷۹	حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کو یاد کرو	
۲۹۳	اللہ کا علم و قدرت		۲۷۹	دعا کا ایک خاص ادب	
۲۹۳	قصہ آدم و ابلیس		۲۷۹	چٹیل وادی میں حضرت اسمعیلؑ کو چھوڑنا	
۲۹۳	آدمی کس قسم کی مٹی سے بنایا گیا		۲۷۹	حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کی قبولیت	
۲۹۳	لو کی آگ سے جنات کی تخلیق		۲۸۱	حضرت ابراہیمؑ کی اپنے والدین کیلئے دعا کی توجیہ	
۲۹۵	آدمؑ میں اللہ کی روح پھونکنے کا مطلب		۲۸۱	کفار کے اعمال سے اللہ غافل نہیں ہے	
۲۹۵	ابلیس کا استکبار		۲۸۱	محشر میں ظالموں کی حالت	
۲۹۷	ابلیس کو مہلت حیات		۲۸۳	کفار کا مہلت مانگنا	
۲۹۷	ابلیس کا اعلان انتقام		۲۸۳	کفار کو تنبیہ	
۲۹۷	مخلصین پر ابلیس کا قابو نہیں ہوگا		۲۸۳	کفار کے داؤ بیچ	
۲۹۷	جہنم کے سات دروازے		۲۸۵	قیامت میں زمین و آسمان کی تبدیلی	
۲۹۷	متقین اور جنت کی نعمتیں		۲۸۵	دوزخیوں کے کرتے	
۲۹۹	اللہ کی صفات رحمت و غضب		۲۸۵	سرلیح الحساب کے معنی	
۲۹۹	حضرت ابراہیمؑ کے مہمان فرشتے				
۲۹۹	حضرت ابراہیمؑ کا تعجب	۲۸۵	سورۃ الحجر (۱۵)		
۳۰۱	اللہ سے ناامیدی گمراہی ہے		۲۸۶	کفار کو مسلمان نہ ہونے کی حسرت	ربیعاً (۱۴)
۳۰۱	فرشتوں سے حضرت ابراہیمؑ کا سوال		۲۸۷	ہر قوم کی ہلاکت کا وقت معین ہے	
۳۰۱	حضرت لوطؑ اور فرشتے		۲۸۷	آنحضرت ﷺ سے استہزاء	
۳۰۲	قوم لوطؑ پر عذاب کی خبر		۲۸۸	فرشتوں کا نزول حکمت کے مطابق ہوتا ہے	
۳۰۳	قوم لوطؑ کی گستاخی		۲۸۹	حفاظت قرآن کا وعدہ الہی	
۳۰۳	حضرت لوطؑ کی نصیحت		۲۸۹	آنحضرت ﷺ کو تسلی	
۳۰۳	آنحضرت ﷺ کی جان کی قسم		۲۹۰	کفار کی ضد اور ہٹ دھرمی	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۳۱۹	تکبر کا برا انجام		۳۰۵	اہل فراست کیلئے نشانیاں	
۳۱۹	قرآن کریم پر کفار کا تمسخر		۳۰۵	قوم لوط کے کھنڈر	
۳۲۱	کچھلی قوموں کے کفر کا انجام		۳۰۵	اصحاب ایکہ	
۳۲۱	آخرت میں کفار سے خطاب		۳۰۵	قوم شعیب کی بستیاں	
۳۲۱	مستقین سے سوال اور ان کا جواب		۳۰۵	اصحاب حجر	
۳۲۳	اہل جنت کی ہر خواہش پوری ہوگی		۳۰۶	تخلیق میں اللہ کی حکمت	
۳۲۳	کفار کو تنبیہ		۳۰۷	سبح مثانی کی فضیلت و عظمت	
۳۲۵	مشرکین کے دلائل کا رد		۳۰۷	کفار کی دولت پر نظر نہ کرو	
۳۲۵	انبیاء کی بعثت کا مقصد		۳۰۷	مقتسمین کون ہیں	
۳۲۵	ہر قوم کیلئے ہدایت بھیجی گئی		۳۰۹	کفار کے استہزاء کا انجام	
۳۲۷	کفار کی قسمیں		۳۰۹	یقین بمعنی موت	
۳۲۷	دو بارہ زندگی کی حکمت				
۳۲۸	ہجرت کے دنیاوی اور اخروی منافع		۳۱۰	سورۃ النحل (۱۶)	
۳۲۹	اہل ذکر سے استفادہ کا حکم		۳۱۰	اللہ کا حکم آپ کا ہے	
۳۲۹	قرآن کریم کی جامعیت		۳۱۱	انبیاء کی بعثت	
۳۳۱	کیا کفار اللہ کے عذاب سے نڈر ہو گئے		۳۱۱	زمین و آسمان میں توحید کے دلائل	
۳۳۱	عذاب میں تاخیر کی حکمت		۳۱۱	تخلیق انسان میں اللہ کی نشانیاں	
۳۳۱	اشیاء کا سجدہ		۳۱۳	چوپایوں کی تخلیق میں دلائل	
۳۳۱	جانداروں اور فرشتوں کا سجدہ		۳۱۳	باطنی سیاحت	
۳۳۳	ہر نعمت اللہ کی طرف سے ہے		۳۱۵	پھلوں اور میوؤں کی تخلیق	
۳۳۳	اللہ کے لئے بیٹیوں کی نسبت		۳۱۵	سمندر کی تسخیر اور اس کے منافع	
۳۳۵	لڑکیوں کو زندہ گاڑنا		۳۱۶	پہاڑوں کی تخلیق کے فوائد	
۳۳۵	کفار کی مثال بری ہے		۳۱۷	ستاروں کے فوائد	
۳۳۵	اللہ کی ڈھیل وقت معین تک ہے		۳۱۷	پھر باطل معبودوں کی پرستش کس لئے	
۳۳۷	کفار کے جھوٹے دعوے		۳۱۷	اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں	
۳۳۷	آنحضرت ﷺ کو تسلی		۳۱۷	ان کے معبود خود مخلوق ہیں	
۳۳۹	چوپایوں میں عبرت کے نشان		۳۱۹	اللہ تو ایک ہی ہے	
۳۳۹	مشروبات کا بیان				

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۳۵۷	اللہ کا عہد پورا کرو		۳۳۹	بھلوں کے منافع	
۳۵۷	عمل صالح اور حیات طیبہ		۳۳۹	شہد کی مکھی میں اللہ کی نشانیاں	
۳۵۷	قرآن کی تلاوت کا ایک خاص ادب		۳۳۹	شہد کی مکھی کے راستے	
۳۵۷	متکلمین پر شیطان کا زور نہیں چلتا		۳۴۰	شہد میں شفاء ہے	
۳۵۸	سخ کی حقیقت		۳۴۱	بروں سے بھلوں کی تخلیق	
۳۵۹	قرآن روح القدس کا لایا ہوا ہے		۳۴۱	انسانی وجود میں نشانیاں	
۳۵۹	آنحضرت ﷺ پر ایک احمقانہ اعتراض		۳۴۱	رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت	
۳۶۱	قرآن کی فصاحت و بلاغت		۳۴۳	اللہ کیلئے کوئی مثال نہیں	
۳۶۱	کا ذبین		۳۴۳	دو مثالیں	
۳۶۱	مرد کون ہے		۳۴۵	اللہ تمام بھیدوں کو جانتا ہے	
۳۶۳	حضرت عمارؓ کا کلمہ کفر اور توبہ		۳۴۵	قیامت دور نہیں	
۳۶۵	ایک بستی کی مثال		۳۴۷	اپنے وجود میں غور کرو	
۳۶۵	اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو		۳۴۷	پرندوں میں نشانیاں	
۳۶۷	حرام چیزوں کا بیان		۳۴۷	اللہ نے تمہارے مسکن بنائے	
۳۶۷	اپنی رائے سے حلال اور حرام نہ ٹھہراؤ		۳۴۷	مختلف انعامات	
۳۶۷	اشیاء کی تحریم میں حکمت ہے		۳۴۹	جسمانی اور روحانی تربیت کا سامان	
۳۶۷	نافرمانی بے عقلی ہے		۳۴۹	کفر و ناشکری کا انجام	
۳۶۹	حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ		۳۴۹	کفار اور ان کے جھوٹے معبود	
۳۶۹	حضرت ابراہیمؑ شاکر تھے		۳۵۱	باطل معبودوں کا جواب	
۳۶۹	حضرت ابراہیمؑ پر دنیا اور آخرت کے انعامات		۳۵۱	آخرت میں آنحضرت ﷺ کی شہادت	
۳۷۱	یوم سبت کا حکم		۳۵۱	قرآن کریم رحمت و بشارت ہے	
۳۷۱	دعوت کے بنیادی اصول		۳۵۲	قرآن کریم کی جامع ترین آیت	
۳۷۱	انتقام اور صبر		۳۵۲	عدل و احسان	
۳۷۱	اللہ متقین کے ساتھ ہے		۳۵۳	فحشا و منکر	
۳۷۳	سورۃ بنی اسرائیل (۱۷)	سبغۃ الذی (۱۵)	۳۵۳	ایفائے عہد اور قسموں کا پورا کرنا	
۳۷۳	واقعہ اسری		۳۵۵	عہد توڑنے کی مثال	
۳۷۳	واقعہ معراج کی کیفیت		۳۵۵	قوموں کی قوت اور ضعف میں آزمائش ہے	
۳۷۳			۳۵۵	بدعہدی سے بچو	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۳۸۷	زنا اور فواحش کی ممانعت		۳۷۳	معراج کا واقعہ خواب نہیں تھا	
۳۸۷	مسند احمد کی روایت		۳۷۴	معراج جسمانی طور پر ہوئی	
۳۸۷	قتل ناحق کی ممانعت		۳۷۴	شریک کی روایت	
۳۸۹	قتل کا بدلہ		۳۷۴	واقعہ معراج کے عقلی دلائل	
۳۸۹	مال یتیم کے احکام		۳۷۵	مسجد اقصیٰ اور برکات	
۳۸۹	ایفائے عہد کی تاکید		۳۷۵	حضرت موسیٰ اور تورات	
۳۸۹	ماپ تول میں کمی		۳۷۷	توریت کی پیشینگوئی	
۳۸۹	بے تحقیق زبان سے کوئی بات نہ نکالو		۳۷۷	بنی اسرائیل کی قوت کا خاتمہ	
۳۸۹	اکڑ کر مت چلو		۳۷۷	بنی اسرائیل پر دو حملے	
۳۹۱	اللہ کیلئے بیٹیوں کی نسبت		۳۷۸	قرآن ہی سب سے سیدھا راستہ ہے	
۳۹۱	توحید کے عقلی دلائل		۳۷۹	انسان کی ناعاقبت اندیشی	
۳۹۳	ہر شی پاکی بیان کرتی ہے		۳۷۹	دن اور رات میں دو نشانیاں	
۳۹۳	کفار اور نبی کے درمیان پردہ		۳۸۱	انسان کا نامہ اعمال	
۳۹۳	کفار کے حجاب		۳۸۱	نامہ اعمال کی سچائی	
۳۹۳	آنحضرت ﷺ پر مسح ہونے کا الزام		۳۸۱	ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے	
۳۹۵	دوسری زندگی پر تعجب		۳۸۱	بعثت رسول کے بغیر عذاب نہیں دیا جاتا	
۳۹۵	آنحضرت کا جواب		۳۸۱	معذب قوموں کی ہلاکت	
۳۹۵	دوسری زندگی پر عقلی دلیل		۳۸۳	سچے مومنین کا انعام	
۳۹۵	کفار کا استہزاء		۳۸۳	جنت کے درجات	
۳۹۵	قیامت اور یوم حشر		۳۸۳	شرک رسوائی اور بے کسی کا سبب ہے	
۳۹۵	مسلمانوں کو ایک نصیحت		۳۸۵	والدین سے حسن سلوک	
۳۹۷	بعض انبیاء کی بعض پر فضیلت		۳۸۵	والدین کیلئے دعا	
۳۹۷	معبودان باطل کی حقیقت		۳۸۵	قرابت داروں اور دوسرے لوگوں کے حقوق	
۳۹۸	قیامت سے پہلے تمام بستیوں کی ہلاکت		۳۸۵	فضول خرچ کی ممانعت	
۳۹۸	فرمائشی نشانات نہ بھیجنے کی وجہ		۳۸۶	صدقہ و خیرات کے آداب	
۳۹۹	حضرت صالح سے اونٹنی کی فرمائش اور اس کا انجام		۳۸۷	خرچ میں میانہ روی	
۳۹۹	آنحضرت ﷺ کو تسلی		۳۸۷	رزق میں کمی بیشی اللہ کے ہاتھ میں ہے	
۳۹۹	دوزخ کا درخت		۳۸۷	غنا اور فقر میں اللہ کی حکمت ہے	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۴۱۹	حیات بعد الممات کے دلائل		۴۰۱	قصہ آدم و ابلیس سے کفار کی مناسبت	
۴۲۰	انسان کی تنگ دلی اور بخل		۴۰۱	شیطان کے سوار اور پیادے	
۴۲۱	حضرت موسیٰ کے نو معجزے		۴۰۳	مخلصین پر شیطان کا قابو نہیں چلتا	
۴۲۱	حضرت موسیٰ اور فرعون کا مکالمہ		۴۰۳	انسان کی ناشکری	
۴۲۳	فرعون کا انجام		۴۰۴	بنی آدم کی فضیلت	
۴۲۳	نزول قرآن کا حق ہونا		۴۰۵	حشر میں اعمال ناموں کی تقسیم	
۴۲۳	الفاظ پر قرآن کی اہمیت		۴۰۵	دنیا اور آخرت کے اندھے	
۴۲۳	اہل علم پر قرآن کا اثر		۴۰۵	کفار مکہ کی احمقانہ تجویز	
۴۲۴	اسم اللہ اور اسمِ رحمن		۴۰۶	آنحضرت ﷺ کی بے مثال ثابت قدمی	
۴۲۵	نمازوں کی قرأت میں اعتدال		۴۰۷	کلمہ عقاب سے آنحضرت ﷺ کے شرف کا بیان	
۴۲۵	توحید خالص کا بیان		۴۰۷	نمازوں کا بیان	
۴۲۷	سورہ کہف (۱۸)		۴۰۷	ملائکہ لیل و نہار	
۴۲۷	قرآن ہر کجی سے پاک ہے		۴۰۸	آنحضرت کیلئے مقام محمود	
۴۲۷	قرآن کفار کو ڈرسانے کیلئے ہے		۴۰۹	آنحضرت ﷺ کو ایک دعا کی تعلیم	
۴۲۷	کفار کا کذب		۴۰۹	غلبہ حق کی پیشین گوئی	
۴۲۷	آنحضرت ﷺ کو حق تعالیٰ کی تسلی		۴۰۹	قرآن کریم شفا و رحمت ہے	
۴۲۷	احسن عملاً کون لوگ ہیں		۴۰۹	انسان کی عجیب خصلت	
۴۲۸	قیامت میں زمین چٹیل ہو جائے گی		۴۱۰	روح کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے سوال	
۴۲۸	اصحاب کہف کا واقعہ اللہ کی قدرت کا معمولی نمونہ ہے		۴۱۰	عالم امر اور عالم خلق کی علمی تحقیق	
۴۲۹	اصحاب کہف کی جرأت و استقلال		۴۱۲	کن فیکوں کی علمی توجیہ	
۴۲۹	اصحاب کہف کون تھے		۴۱۲	روح کی حقیقت	
۴۲۹	اصحاب رقیم اور اصحاب کہف		۴۱۵	اعجاز قرآن	
۴۳۱	اصحاب کہف کی نیند کی مدت		۴۱۵	قرآن میں مضامین کی تکرار	
۴۳۳	اصحاب کہف کا توکل اور اس کا انعام		۴۱۵	کفار کی فرمائشیں	
۴۳۳	غار کی کیفیت		۴۱۷	میں ایک بشر اور رسول ہوں	
۴۳۳	اصحاب کہف کی نیند اور ان کی ظاہری حالت		۴۱۷	رسولوں کے بشر ہونے کی وجہ	
			۴۱۹	آنحضرت ﷺ کی نبوت پر اللہ کی فعلی شہادت	
			۴۱۹	آخرت میں کفار کا حشر	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۲۵۱	اعمال نامے		۲۳۵	اصحاب کہف کا جاگنا اور گفتگو	
۲۵۱	حشر میں کسی پر ظلم نہیں ہوگا		۲۳۷	اہل شہر کو اصحاب کہف کا علم ہونا	
۲۵۱	ابلیس جن تھا		۲۳۷	اس واقعہ سے آخرت پر استدلال	
۲۵۳	شیاطین کی مذمت		۲۳۷	غار کی جگہ یادگار کی تعمیر	
۲۵۳	مشرکین اور شرکاء کی حالت		۲۳۷	اصحاب کہف کی تعداد	
۲۵۳	انسان جھگڑالو ہے			اصحاب کی تعداد کے بارے میں ابن عباس کی روایت	
۲۵۳	قبول ہدایت سے اب کیا چیز مانع ہے		۲۳۷		
۲۵۵	کفار کے دلوں پر پردے		۲۳۹	اس واقعہ کا نزول اور کلمہ انشاء اللہ کی اہمیت	
۲۵۷	بستیوں کی ہلاکت		۲۳۹	نیند کی مدت	
۲۵۷	حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ کے واقعہ کی اصل وجہ		۲۳۹	اللہ کا علم و قدرت	
۲۵۷	مجمع البحرین کی تحقیق		۲۳۹	آنحضرت ﷺ کو تلاوت وحی کا حکم	
۲۵۷	حضرت یوشعؑ سے حضرت موسیٰؑ کا خطاب		۲۴۱	بعض صحابہ کی مدح اور فضیلت	
۲۵۷	مچھلی کا گم ہونا		۲۴۱	سرداران کفار کی مذمت	
۲۵۹	حضرت خضرؑ سے ملاقات		۲۴۱	حق ظاہر ہو چکا	
۲۵۹	حضرت موسیٰؑ کی درخواست		۲۴۱	دوزخ کا پانی	
۲۵۹	حضرت خضرؑ کی پیشینگوئی		۲۴۳	اہل جنت کی نعمتیں	
۲۵۹	حضرت موسیٰؑ کا وعدہ		۲۴۳	دو شخصوں کی مثال	
۲۶۰	حضرت خضرؑ کی شرائط		۲۴۳	مال و دولت کا نشہ	
۲۶۱	کشتی کا واقعہ		۲۴۵	مال کی وجہ سے آخرت سے انکار	
۲۶۱	حضرت موسیٰؑ کا اعتراض		۲۴۵	اس کے مومن دوست کا جواب	
۲۶۱	لڑکے کا قتل		۲۴۵	ماشاء اللہ لا قوت الا باللہ کے کلمہ کی تلقین	
۲۶۱	حضرت موسیٰؑ کا دوسرا اعتراض		۲۴۷	باغ و اسباب کی تباہی	
۲۶۳	حضرت موسیٰؑ کی آخری درخواست	قال الم (۱۶)	۲۴۷	اپنے شرک پر ندامت	
۲۶۳	دیوار سیدھا کرنے کا واقعہ		۲۴۹	دنیا کی زندگی کی مثال	
۲۶۳	حضرت موسیٰؑ کا تیسرا اعتراض		۲۴۹	مال و اولاد اور باقی رہنے والی نیکیاں	
۲۶۵	لڑکے کے قتل کی حکمت		۲۴۹	قیامت کے دن پہاڑ اور زمین کا حال	
۲۶۵	دیوار سیدھا کرنے کی حکمت		۲۴۹	محشر میں امتوں کی صفیں	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۴۷۷	حضرت یحییٰ کی بشارت		۴۶۷	ذوالقرنین کا واقعہ	
۴۷۹	حضرت زکریا کا تعجب		۴۶۷	مشرق و مغرب کا سفر	
۴۷۹	اللہ کی قدرت کاملہ		۴۶۷	ذوالقرنین کو ایک قوم پر اختیار	
۴۷۹	حضرت زکریا کی زبان بندی		۴۶۷	مشرق کا سفر	
۴۷۹	قوم کو وعظ و نصیحت		۴۶۸	مشرق کی ایک وحشی قوم	
۴۷۹	حضرت یحییٰ کو کتاب پر عمل کا حکم		۴۶۸	تیسرا سفر	
۴۷۹	بچپن میں نبوت		۴۶۸	ایک قوم کی درخواست	
۴۷۹	حضرت یحییٰ کا محبت و تقویٰ		۴۶۹	یا جوج و ماجوج کی قوم	
۴۷۹	حضرت یحییٰ کو اللہ کا سلام		۴۶۹	ایک برزخی مخلوق	
۴۸۱	حضرت مریم کی شرم و عفت		۴۶۹	ذوالقرنین کی آہنی دیوار کہاں ہے	
۴۸۱	حضرت جبرائیل کی آمد		۴۷۱	دیوار کی تعمیر	
۴۸۱	حضرت جبرائیل کی بشارت		۴۷۱	یا جوج و ماجوج دیوار نہیں توڑ سکتے	
۴۸۱	حضرت مریم کا تعجب		۴۷۱	دیوار ٹوٹنے کا وقت	
۴۸۱	قرار حمل		۴۷۱	یا جوج و ماجوج کا خروج	
۴۸۳	درد زہ کی شدید تکلیف		۴۷۳	کفار کی حالت	
۴۸۳	فرشتے کی بشارت		۴۷۳	سب سے زیادہ گھائے والے طالبین دنیا	
۴۸۳	بچہ سے جواب طلبی کا اشارہ		۴۷۳	کفار کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا	
۴۸۳	حضرت مریم کا بچے کی طرف اشارہ		۴۷۵	مومنین صالحین پر انعامات	
۴۸۴	حضرت عیسیٰ کا معجزانہ طور پر کلام کرنا		۴۷۵	اللہ کے کلمات بے شمار ہیں	
۴۸۴	ایک علمی وضاحت		۴۷۵	پیغمبر کا علم بھی متناہی ہوتا ہے	
۴۸۵	حضرت عیسیٰ ابن مریم		۴۷۵	سورہ مریم (۱۹)	
۴۸۶	حضرت عیسیٰ کی انبیت کا رد		۴۷۵	حضرت زکریا علیہ السلام	
۴۸۷	توحید خالص کی تعلیم		۴۷۶	حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا	
۴۸۷	آخرت میں کفار کا دیکھنا سننا		۴۷۷	قربت داروں سے اندیشہ	
۴۸۷	کفار کی غفلت		۴۷۷	اللہ سے اپنے وارث کی دعا	
۴۸۷	حضرت ابراہیم سچے نبی تھے		۴۷۷	انبیاء کی وراثت	
۴۸۹	حضرت ابراہیم کی اپنے والد کو تبلیغ				

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۴۹۹	دنیا میں عمل کی آزادی		۴۸۹	حضرت ابراہیمؑ کے والد کا غصہ	
۴۹۹	کفار کو تنبیہ		۴۸۹	حضرت ابراہیمؑ کی اپنے والد سے جدائی	
۵۰۱	مومنین کی ہدایت میں زیادتی		۴۹۰	والد کیلئے استغفار کا وعدہ	
۵۰۱	ایک مسلمان مزدور اور کافر کا واقعہ		۴۹۱	حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت	
۵۰۱	کافر کا دعویٰ بے بنیاد ہے		۴۹۱	حضرت ابراہیمؑ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات	
۵۰۱	قیامت میں اکیلا آئے گا		۴۹۱	حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی تذکیر	
۵۰۳	اللہ کی طرف سے کفار کو ڈھیل		۴۹۱	رسول اور نبی کا فرق	
۵۰۳	کفار پیا سے ہانکے جائیں گے		۴۹۱	حضرت موسیٰؑ سے حق تعالیٰ کا کلام	
۵۰۳	مومنین کی شفاعت		۴۹۲	حضرت ہارونؑ پر اللہ کی رحمت	
۵۰۳	اللہ کیلئے اولاد کا بہتان		۴۹۳	حضرت اسمعیلؑ کی مدح اور حضرت اسحاقؑ پر فضیلت	
۵۰۳	یہ عقیدہ شدید گستاخی ہے		۴۹۳	حضرت اسمعیلؑ کی گھر والوں کو تبلیغ	
۵۰۳	اس کی بندگی سے کوئی باہر نہیں		۴۹۳	حضرت ادريسؑ علیہ السلام	
۵۰۵	مقبول مومنین کی علامات		۴۹۳	حضرت ادريسؑ کا مقام رفعت	
۵۰۵	قرآن کی بشارت اور انداز		۴۹۳	یہی لوگ انعام والے ہیں	
۵۰۵	پچھلی قوموں کا بے نشان ہونا		۴۹۴	تلاوت قرآن کا ادب	
۵۰۵			۴۹۵	نماز ضائع کرنے والوں کی سزا	
۵۰۵	سورہ طہ (۲۰)		۴۹۵	توبہ کرنے والوں کی فضیلت	
۵۰۵	قرآن مشقت کیلئے نہیں ہے		۴۹۵	جنت کے انعامات	
۵۰۵	قرآن خالق کا کلام ہے		۴۹۵	جنت متقین کی میراث ہے	
۵۰۵	عرش الہی			حضرت جبرائیلؑ کا نزول بھی اللہ کے حکم کے	
۵۰۶	اللہ کی حکومت		۴۹۷	تابع ہے	
۵۰۶	علم الہی کی وسعت		۴۹۷	بعث بعد الموت پر شبہات	
۵۰۷	اللہ کے اسمائے حسنیٰ		۴۹۷	اس شبہ کا جواب	
۵۰۷	حضرت موسیٰؑ کا تفصیلی واقعہ اور اس کا ربط		۴۹۷	کفار پر جہنم کی دہشت	
۵۰۷	طور پر حضرت موسیٰؑ کو آگ کا نظر آنا		۴۹۹	دوزخ پر ہر انسان کا گزر ہوگا	
۵۰۷	حق تعالیٰ کا خطاب		۴۹۹	قرآن کریم پر کفار کا استہزاء	
۵۰۹	وادی طوی		۴۹۹	پچھلی قوموں کی ہلاکت سے عبرت	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۱۷	وجود باری تعالیٰ اور توحید کی تبلیغ		۵۰۹	حضرت موسیٰؑ سے کلام الہی	
۵۱۷	انسان کا آغاز و انجام		۵۰۹	حضرت موسیٰؑ کو نماز کا حکم	
۵۱۷	فرعون کیلئے اتمام حجت		۵۰۹	قیامت کی گھڑی کا اخفاء	
۵۱۹	حضرت موسیٰؑ سے فرعون کا مناظرہ		۵۰۹	قیامت اعمال کی جزا کیلئے ہے	
۵۱۹	حضرت موسیٰؑ کو مقابلہ کی دعوت		۵۰۹	حضرت موسیٰؑ کو بری صحبت سے بچنے کا حکم	
۵۱۹	مقابلے کی تاریخ		۵۰۹	لاٹھی کے بارے میں سوال	
۵۱۹	فرعون کی تیاریاں		۵۰۹	حضرت موسیٰؑ کا جواب	
۵۱۹	مقابلے کے دن حضرت موسیٰؑ کی نصیحت		۵۰۹	لاٹھی کا سانپ بن جانا	
۵۱۹	ساحروں کے باہمی مشورے		۵۱۱	حضرت موسیٰؑ کا طبعی خوف	
۵۲۱	مقابلے کا عزم		۵۱۱	ید بیضاء	
۵۲۱	مقابلے کا آغاز		۵۱۱	حضرت موسیٰؑ کی دعا	
۵۲۱	سحر کی حقیقت		۵۱۱	دعا کی قبولیت	
۵۲۱	حضرت موسیٰؑ کا اندیشہ		۵۱۲	حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا قصہ	
۵۲۱	عصا کو زمین پر ڈالنے کا حکم		۵۱۲	بچہ کو دریا میں ڈالنے کا حکم	
۵۲۱	جادوگر فلاح نہیں پاتا		۵۱۳	حضرت موسیٰؑ پر القائے محبت	
۵۲۳	جادوگروں کا ایمان لانا		۵۱۳	ماں اور بچے کا یکجا ہونا	
۵۲۳	فرعون کی بیچارگی اور غصہ		۵۱۳	قبطنی کا مارا جانا	
۵۲۳	فرعون کی دھمکیاں		۵۱۵	تقدیر کا غالب آنا	
۵۲۳	جادوگروں کا ثبات و استقامت		۵۱۵	ذکر اللہ کی تاکید	
۵۲۵	اللہ کی نافرمانی کا انجام		۵۱۵	فرعون کی طرف بھیجا جانا	
۵۲۵	مومنین کے انعامات		۵۱۵	فرعون سے نرم گفتگو کی تعلیم	
۵۲۵	حضرت موسیٰؑ کو ہجرت کا حکم		۵۱۵	حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کا اندیشہ	
۵۲۵	سمندر کے درمیان خشک راستہ		۵۱۵	حق تعالیٰ کی معیت	
۵۲۵	فرعون کا تعاقب اور ہلاکت		۵۱۵	فرعون کو پیغام دعوت	
۵۲۷	بنی اسرائیل کو نصیحت		۵۱۷	فرعون کا سوال	
۵۲۷	کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ کی عجلت		۵۱۷	وجود صانع کی تقریر	
۵۲۹	قوم کو سامری کا بہکانا		۵۱۷	فرعون کے سوال پر حضرت موسیٰؑ کا جواب	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۲۳	مغرب اور عشاء کی نمازیں		۵۲۹	قوم پر حضرت موسیٰ کا غصہ	
۵۲۳	ظہر کی نماز		۵۲۹	زیورات اور سونے کا پھٹرا	
۵۲۵	کفار کے اسباب عیش پر نظر نہ کیجئے		۵۳۱	قوم کو حضرت ہارون کی تنبیہ	
۵۲۵	نماز کی تاکید		۵۳۱	قوم کی ضد	
۵۲۵	کسب معاش اور نماز		۵۳۱	حضرت ہارون سے حضرت موسیٰ کی باز پرس	
۵۲۵	کفار کا مطالبہ معجزات		۵۳۱	حضرت ہارون کی معذرت	
۵۲۷	آنحضرت ﷺ کی بعثت کفار کیلئے حجت ہے		۵۳۱	سامری سے باز پرس	
۵۲۸	سورہ انبیاء (۲۱)	اقتب للناس (۱۴)	۵۳۳	حضرت جبرائیل کے پاؤں کی مٹی	
			۵۳۳	سامری کی سزا	
۵۲۹	یوم حساب سے غفلت		۵۳۳	پچھلے واقعات سنانے کی حکمت	
۵۲۹	آنحضرت ﷺ کے خلاف کفار کے مشورے		۵۳۵	محشر میں مجرمین کی حالت	
۵۲۹	آنحضرت ﷺ کا کفار مکہ کو جواب		۵۳۵	دنیا کی زندگی پر ندامت	
۵۵۱	قرآن کے سامنے کفار کی بیچارگی اور بدحواسی		۵۳۵	قیامت کے دن پہاڑوں کی حالت	
۵۵۱	پچھلے انبیاء بھی بشر تھے		۵۳۵	رحمن کے ڈر سے آوازوں کا پست ہونا	
۵۵۱	پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت		۵۳۷	کوئی سفارش کام نہیں آئے گی	
۵۵۱	قرآن کریم کی اہمیت		۵۳۷	متکبرین کے سر جھک جائیں گے	
۵۵۳	عذاب کے وقت کا پچھتانا		۵۳۷	قرآن کریم کی تنبیہ صاف ہے	
۵۵۳	عذاب دیکھ کر جرائم کا اعتراف		۵۳۹	آنحضرت ﷺ کو ایک دعا کی تعلیم	
۵۵۳	زمین و آسمان کی تخلیق کو کھیل نہ سمجھو		۵۳۹	حضرت آدم کی بھول	
۵۵۲	حق باطل پر غالب آتا ہے		۵۳۹	حضرت آدم کو شیطان کا اغوا	
۵۵۵	فرشتوں کی عبادت		۵۴۱	جنت سے نکلنے کا حکم	
۵۵۵	اللہ کے سوا کون معبود ہو سکتا ہے		۵۴۱	اللہ سے غفلت دنیاوی زندگی میں تنگی لاتی ہے	
۵۵۵	ایک سے زیادہ خداؤں کا وجود عقلاً ممکن نہیں		۵۴۱	حشر میں اندھا اٹھایا جائے گا	
۵۵۵	اللہ قادر مطلق اور مختار کل ہے		۵۴۳	تاریخ سے عبرت	
۵۵۷	شُرک پر کوئی دلیل نہیں		۵۴۳	اللہ کے ڈھیل دینے کی مصلحت	
۵۵۷	توحید تمام انبیاء میں مشترک ہے		۵۴۳	صبر کی تلقین	
۵۵۷	تمام انبیاء کا ایک ہی پیغام ہے		۵۴۳	فجر اور عصر کی نمازیں	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۶۹	کفار کا اضطراب		۵۵۷	اللہ کا کوئی بیٹا نہیں ہے	
۵۶۹	حضرت ابراہیمؑ کا بتوں کو توڑنا		۵۵۷	وہ اللہ کے بیٹے نہیں مقبول بندے ہیں	
۵۶۹	کفار کا غصہ		۵۵۹	اللہ کے اقتدار سے وہ بھی باہر نہیں ہیں	
۵۶۹	مجمع عام میں حضرت ابراہیمؑ سے باز پرس		۵۵۹	تخلیق کا ابتدائی مادہ	
	حضرت ابراہیمؑ کا مناظرانہ جواب اور شرک		۵۵۹	زندگی کی ابتداء پانی سے	
۵۷۱	کا ابطال		۵۵۹	پہاڑوں میں کشادہ راستے	
۵۷۱	کفار کی شرمندگی		۵۵۹	آسمان کی تخلیق	
۵۷۱	کفار کا جواب		۵۶۱	فلکی سیاروں کا خلا میں تیرنا	
۵۷۱	حضرت ابراہیمؑ کی ملامت		۵۶۱	ہر نفس کیلئے موت یقینی ہے	
۵۷۱	حضرت ابراہیمؑ کو زندہ جلانے کا فیصلہ		۵۶۱	خیر و شر کے ذریعہ آزمائش	
۵۷۱	آگ کو ٹھنڈا ہونے اور سلامتی کا حکم		۵۶۱	کفار کا آنحضرت ﷺ سے استہزاء اور اس کا جواب	
۵۷۱	حق کی صداقت کا اظہار		۵۶۱	انسان کی فطرت میں جلد بازی	
	حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کی شام کی		۵۶۳	کفار آگ کی حقیقت سے بے خبر ہیں	
۵۷۳	طرف ہجرت		۵۶۳	پچھلے انبیاء سے استہزاء اور اس کا انجام	
۵۷۳	آل ابراہیمؑ کی مناقب		۵۶۳	رحمن سے کفار کی غفلت	
۵۷۳	قوم لوطؑ کی بستی		۵۶۳	فرضی معبودوں کی حقیقت	
۵۷۳	حضرت لوطؑ پر رحمت		۵۶۵	کفار کی غفلت اور غرور کی وجہ	
۵۷۵	حضرت نوحؑ کو کرب عظیم سے نجات		۵۶۵	کفار کے مغلوب ہونے کے قرائن	
	در بار داؤدؑ میں مقدمہ اور حضرت سلیمانؑ کا		۵۶۵	کفار بہرے ہیں کہ دعوت حق نہیں سنتے	
۵۷۵	حکیمانہ فیصلہ		۵۶۵	انصاف کی میزان اور وزن اعمال	
۵۷۵	لجن داؤدی کی معجزانہ تاثیر		۵۶۷	حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کو تورات دی گئی	
۵۷۵	پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کی دلیل		۵۶۷	مومنین کی خشیت	
۵۷۵	حضرت داؤدؑ کا زرہیں بنانا		۵۶۷	قرآن مبارک ذکر ہے	
۵۷۷	ہوا پر حضرت سلیمانؑ کی حکومت		۵۶۷	حضرت ابراہیمؑ کو رشد و ہدایت	
۵۷۷	سرکش جنات پر حضرت سلیمانؑ کی حکومت		۵۶۷	حضرت ابراہیمؑ کی دعوت	
۵۷۷	جنات کی تسخیر اللہ کی طرف سے تھی		۵۶۷	آباء و اجداد کی اندھی تقلید	
۵۷۷	حضرت ایوبؑ کی تکلیف اور دعا		۵۶۹	دعوت توحید	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۸۷	تاخیر عذاب کی حکمت اللہ کو معلوم ہے		۵۷۷	ہر ابتلاء غضب نہیں ہوتا	
۵۸۷	آنحضرت ﷺ کی دعا		۵۷۷	حضرت اسمعیلؑ اور یس اور ذوالکفل	
۵۸۹	سورۃ الحج (۲۲)		۵۷۹	حضرت یونسؑ کا قصہ	
۵۸۹	قیامت کے زلزلے اور ان کی شدت		۵۷۹	حضرت یونسؑ کی بددعا	
۵۸۹	اللہ کی باتوں میں جھگڑنے والے		۵۷۹	قوم یونسؑ کی توبہ اور عذاب کا ملنا	
۵۸۹	ہر شیطان کی پیروی کرنے والے		۵۷۹	مچھلی کا حضرت یونسؑ کو نگلنا	
۵۸۹	دو باہ زندگی پر شبہ اور جواب		۵۷۹	حضرت یونسؑ کی دعا اور ربائی	
۵۹۱	تخلیق انسانی کے مختلف مراحل		۵۷۹	حضرت یونسؑ کی اجتہادی غلطی کی حقیقت	
۵۹۱	انسانی عمر کے مختلف مراحل		۵۷۹	اس دعا کی فضیلت	
۵۹۱	مردہ زمین کا زندہ ہونا		۵۷۹	حضرت زکریاؑ کی دعا	
۵۹۳	وجود صانع آخرت اور بعثت بعد الموت کا اثبات		۵۸۱	متصوفین کی ایک غلطی	
۵۹۳	منکرین کے اوہام و ظنون		۵۸۱	توحید تمام امتوں میں مشترک ہے	
۵۹۳	دنیا کی رسوائی اور آخرت کا عذاب		۵۸۱	خود ساختہ اختلافات	
۵۹۵	مذہبین کی حالت		۵۸۱	مومن کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی	
۵۹۵	غیر اللہ کو پکارنا		۵۸۱	معذب قوموں کی ابدی محرومی	
۵۹۵	شرک کا ضرر		۵۸۱	یا جوج اور ماجوج کا خروج	
۵۹۵	مومنین کا انجام		۵۸۳	قیامت میں کفار کی دہشت	
۵۹۷	حاسدین کا غصہ اللہ کی نصرت کو نہیں روک سکتا ہے		۵۸۳	دوزخ کا ایندھن	
۵۹۷	مجوس کا عقیدہ		۵۸۳	دوزخ میں کفار کی حالت	
۵۹۷	قیامت کے دن فیصلہ ہوگا		۵۸۳	اہل جنت کا دوزخ سے بعد	
۵۹۷	مخلوقات کا اللہ کو سجدہ		۵۸۴	اہل جنت کیلئے فرشتوں کا استقبال	
۵۹۹	دو فریق کون ہیں		۵۸۵	قیامت میں آسمانوں کا پھٹنا	
۵۹۹	آگ کے لباس		۵۸۵	دوبارہ تخلیق	
۵۹۹	دوزخ کی سزائیں لوہے کے ہتھوڑے		۵۸۵	مومنین سے وعدہ الہی	
۶۰۱	اہل جنت کے زیورات اور کنگن		۵۸۵	آنحضرت ﷺ تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں	
۶۰۱	اہل جنت کا لباس		۵۸۷	آنحضرت ﷺ کی دعوت توحید	
۶۰۱	اہل جنت کی پاکیزہ گفتگو		۵۸۷	آنحضرت ﷺ کا اتمام حجت	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۶۱۱	جہاد کی حکمت		۶۰۱	اللہ کی راہ سے روکنے والے	
۶۱۱	قانون حفاظت و مدافعت		۶۰۱	حرم شریف میں گناہوں کی سزا	
۶۱۱	مہاجرین کی فضیلت اور ان کے اقتدار کی پیشین گوئی		۶۰۱	خانہ کعبہ کی جگہ	
۶۱۱	سابقہ حالات سے کفار کو تنبیہ		۶۰۱	کعبہ کی بنیاد تو حید پر	
۶۱۳	عبرت کے اسباق		۶۰۳	حج کیلئے حضرت ابراہیمؑ کی پکار	
۶۱۳	آخرت کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے		۶۰۳	منافع حج	
۶۱۳	اللہ کی ڈھیل پر بے فکر نہ ہوں		۶۰۳	ایام معلومات میں ذکر اللہ	
۶۱۴	رسول اللہ کا فرض منصبی		۶۰۳	قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت	
۶۱۴	آیات وحی میں شیطانی شبہات		۶۰۳	بیت اللہ کا طواف	
۶۱۵	آیات محکمات سے شیطانی شبہات کا علاج		۶۰۳	حرمت اللہ کی تشریح	
۶۱۷	اہل باطل کی آزمائش		۶۰۳	حلال جانوروں کی قربانی	
۶۱۷	منکرین قیامت تک دھوکے میں رہیں گے		۶۰۵	غیر اللہ کی قربانی سے اجتناب	
۶۱۹	اللہ کیلئے ہجرت کرنے والوں کے انعامات		۶۰۵	جھوٹی بات سے بچنے کا حکم	
۶۱۹	مظلوم کی مدد کا وعدہ		۶۰۵	شرک کی مثال	
۶۲۱	اللہ کی قدرت کاملہ		۶۰۵	شعائر اللہ کی تعظیم	
۶۲۱	اللہ کی تدبیر اور تصرف		۶۰۵	جانوروں میں انسان کے منافع	
۶۲۳	بحر و بر کی تسخیر		۶۰۵	ہر امت میں قربانی عبادت تھی	
۶۲۳	انسان ناشکر ہے		۶۰۷	مومنین کیلئے خوشخبری	
۶۲۳	آنحضرت ﷺ کو تسلی اور دعوت کا حکم		۶۰۷	مختبین کے اوصاف	
۶۲۵	اللہ تعالیٰ کا علم محیط		۶۰۷	قربانی کے اونٹوں کی تعظیم اور نحر کا طریقہ	
۶۲۵	آباء و اجداد کی اندھی تقلید		۶۰۷	انسان کیلئے جانوروں کی تسخیر	
۶۲۵	آیات قرآن پر کفار کا غیظ و غضب		۶۰۷	قربانی کی روح اور فلسفہ	
۶۲۵	شرک کی مثال		۶۰۹	ذبح کرنے کے وقت کی تکبیر	
۶۲۷	شرکاء اور مشرکین کمزور ہیں		۶۰۹	حج و عمرہ کی رکاوٹیں دور ہو جائیں گی	
۶۲۷	اللہ قوت والا اور زبردست ہے		۶۰۹	کفار سے قتال کا حکم	
۶۲۷	فرشتوں اور انسانوں میں سے اللہ کے پیغمبر		۶۰۹	مسلمانوں کی امداد کا وعدہ	
۶۲۷	مومنین کو عبادت کا حکم		۶۰۹	مہاجرین کی مدد	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۶۳۷	طوفان نوحؑ		۶۲۸	مومنین کو مجاہدہ کا حکم	
۶۳۹	ظالموں کی سفارش نہ کرو		۶۲۸	آنحضرت ﷺ کی فضیلت	
۶۳۹	سواری سے اترنے کی دعا		۶۲۹	دین میں کوئی تنگی نہیں ہے	
۶۴۱	مرنے کے بعد زندہ ہونا		۶۲۹	تمہارا دینی نام مسلم ہے	
۶۴۱	کفار کا عقیدہ		۶۲۹	امت محمدیہ ﷺ کی فضیلت	
۶۴۱	رسول اللہ ﷺ کے دعوے کی تکذیب		۶۲۹	مسلمانوں کو عبادت اور اتحاد کا حکم	
۶۴۳	رسولوں کی آمد کا پیہم سلسلہ				
۶۴۳	فرعون کا کبر و غرور		۶۳۰	سورۃ المومنون (۲۳)	قدا فلاح (۱۸)
۶۴۴	حضرت عیسیٰؑ کی جائے پیدائش		۶۳۰	خشوع کی تعریف	
۶۴۵	ربوہ سے مراد کشمیر نہیں ہے		۶۳۱	صحابہ کرام کی نماز	
۶۴۵	انبیاء کو اکل حلال اور عمل صالح کا حکم		۶۳۱	لغو باتوں سے اعراض	
۶۴۵	تمام انبیاء کا دین و ملت ایک ہے		۶۳۱	ادائے زکوٰۃ کا اہتمام	
۶۴۵	فرقوں کی غلط فہمی		۶۳۱	شرمگاہوں کی حفاظت	
۶۴۵	کفار کو ڈھیل دی گئی		۶۳۳	عہد و امانت کے محافظ	
۶۴۷	کفار کے مال و اولاد کی حقیقت		۶۳۳	نمازوں کی حفاظت	
۶۴۷	مومنین کی خشیت		۶۳۳	مٹی سے پیدا ہونے کا مطلب	
۶۴۷	خیرات کا اصل مفہوم		۶۳۳	انسانی تخلیق کے مراحل	
۶۴۷	شریعت کا کوئی حکم انسانی طاقت سے باہر نہیں		۶۳۳	وجود انسانی کا بقا و فنا	
۶۴۷	آخرت سے غفلت		۶۳۳	سات راستوں کی تخلیق	
۶۴۸	اللہ کی پکڑ کے وقت کفار کی چیخ و پکار		۶۳۵	خلق کی نگرانی	
۶۴۹	کفار کو تنبیہ		۶۳۵	پانی کے ذخائر	
۶۴۹	قرآن میں غور و فکر کی اہمیت		۶۳۵	پھل اور باغات	
۶۴۹	قرآن کا نزول کوئی نیا واقعہ نہیں ہے		۶۳۵	زیتون کا فضل و شرف	
۶۴۹	آنحضرت ﷺ سے کفار کا اعراض ان کی ضد		۶۳۵	چوپایوں کی تخلیق میں انسان کے فوائد	
۶۴۹	کی وجہ سے ہے		۶۳۷	آنحضرت ﷺ پر کفار کے اعتراضات	
۶۴۹	آنحضرت ﷺ حق کے مبلغ ہیں		۶۳۷	آنحضرت ﷺ پر جنون کا الزام	
۶۵۱	نبی کی دعوت بے لوث ہے		۶۳۷	حضرت نوحؑ کی فریاد	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۶۶۳	زنا کرنے والوں کی سزا		۶۵۱	آنحضرت ﷺ کی دعوت صراطِ مستقیم کی طرف ہے	
۶۶۳	محسن کون ہے		۶۵۱	کفار پر آفت	
۶۶۵	مجرم پر ترس کھا کر سزاؤں میں تبدیلی کی ممانعت		۶۵۳	انسانوں کی ناشکری	
۶۶۵	منظر عام پر سزا دینے کا حکم		۶۵۳	اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ	
۶۶۵	فعل زنا کی شاعت		۶۵۳	مرکر دوبارہ زندہ ہو جانے پر کفار کے احمقانہ شکوک	
۶۶۵	زانی اور زانیہ کا نکاح		۶۵۳	اللہ کی حاکمیت کا بیان	
۶۶۵	یعنی زنا مومنین پر حرام ہے		۶۵۵	توحید کے مشاہداتی دلائل	
۶۶۵	پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت کا بیان		۶۵۵	مومنین کو ایک دعا کی ہدایت	
۶۶۵	حدِ قذف کا بیان		۶۵۷	برائی کا جواب بھلائی سے	
۶۶۵	تہمت ثابت نہ کرنے والے فاسق ہیں		۶۵۷	شیطان سے استعاذہ	
۶۶۵	بیویوں پر تہمت		۶۵۷	نزع کے وقت کفار کا پچھتاوا	
۶۶۶	لعان کا قانون		۶۵۷	عالم برزخ	
۶۶۷	لعان کا حکم اللہ کا بڑا فضل ہے		۶۵۷	قیامت میں ایک دوسرے سے بیزاری	
۶۶۸	واقعہ آفک		۶۵۷	قیامت میں حضور ﷺ کے نسبی اور صہری تعلق	
۶۶۸	حضرت صفوان بن معطلؓ		۶۵۷	کافائدہ	
۶۶۸	عبداللہ بن ابی کی شرارت		۶۵۹	دوزخ کی ہولناک سزا	
	سازش کرنے والے تمہاری ہی جماعت کے		۶۵۹	کفار کو ان کی تکذیب پر تنبیہ	
۶۶۹	لوگ ہیں		۶۵۹	کفار کا اعتراف گناہ اور پچھتاوا	
۶۶۹	مسلمان کی تسلی		۶۵۹	کفار کو حق تعالیٰ کا جواب	
۶۶۹	عبداللہ بن ابی کیلئے عذابِ عظیم		۶۶۱	صبر کرنے والوں کا اجر	
۶۷۱	بے ثبوت بہتان کی تصدیق		۶۶۱	دنیا کی زندگی کی حقیقت	
۶۷۱	بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کرنا		۶۶۱	دوسری زندگی کے بغیر حیاتِ دنیا بے مقصد ہے	
۶۷۱	بلا تحقیق بہتان کا چرچا جرمِ عظیم ہے		۶۶۲	ایک استغفار کی تعلیم	
۶۷۱	مسلمانوں کو کہنا چاہئے تھا کہ یہ بہتانِ عظیم ہے		۶۶۲	ان آیات کی فضیلت	
۶۷۳	آئندہ ایسا نہ کرنے کی نصیحت		۶۶۲	سورۃ نور (۲۴)	
۶۷۳	بے حیائی پھیلانے والوں کی سزا		۶۶۲	سورۃ نور کی فضیلت کا بیان	
۶۷۳	مسلمانوں پر اللہ کی رحمت اور فضل		۶۶۲		

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۶۸۷	مسجد کی تعظیم و تطہیر		۶۷۳	شیطان بے حیائی کی تعلیم دیتا ہے	
۶۸۷	رجال اللہ کبھی غافل نہیں ہوتے		۶۷۵	حضرت ابو بکرؓ کی قسم	
۶۸۹	کفار کے اعمال کی مثال		۶۷۵	عفو و درگزر کرنے کی تعلیم	
۶۸۹	مخلوقات اور پرندوں کی تسبیح			ازواج مطہرات پر تہمت لگانے والے اسلام	
۶۹۱	اللہ کی حکومت ہر شے پر حاوی ہے		۶۷۵	سے خارج ہیں	
۶۹۱	بادلوں کے نظام میں اللہ کی نشانیاں		۶۷۵	حشر میں ہاتھ پاؤں اور زبان کی گواہی	
۶۹۱	پہاڑ اور اولے			گندے مرد گندی عورتوں کیلئے اور پاک مرد	
۶۹۱	برق کی چمک		۶۷۷	پاک عورتوں کیلئے	
۶۹۱	دن اور رات کی تبدیلی			دوسرے گھروں میں داخلے کی اجازت کا حکم	
۶۹۱	قدرت کے ان مظاہر کا مطالبہ		۶۷۷	اور آداب	
۶۹۳	ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے		۶۷۷	اجازت نہ ملے تو لوٹ جاؤ	
۶۹۳	منافقین کا بیان		۶۷۷	اجازت سے مستثنیٰ مکانات	
۶۹۳	منافقین کی ہوا پرستی		۶۷۸	نظریں نیچی رکھنے کا حکم	
۶۹۵	مومنین کا طریقہ		۶۷۹	ستر کی حفاظت	
۶۹۵	منافقوں کی جھوٹی قسمیں		۶۷۹	عورتوں کے پردے کا حکم	
۶۹۷	قبول حق کی ذمہ داری پوری کرو		۶۷۹	اور زہنی کا حکم اور طریقہ	
۶۹۷	صحابہ کرام سے حکومت کا وعدہ		۶۸۱	محرم لوگوں کی تفصیل	
۶۹۷	اس وعدے کا ایفاء		۶۸۱	عورتوں کے چلنے پھرنے کے آداب توبہ کا حکم	
۶۹۷	خلفائے اربعہ کی فضیلت		۶۸۱	دوسرے نکاح کا حکم	
۶۹۷	حصول رحمت کا طریقہ		۶۸۳	افلاس کی وجہ سے نکاح کو مت چھوڑو	
۶۹۹	کفار کا ٹھکانہ		۶۸۳	نکاح ہونے تک پاکدامن رہیں	
۶۹۹	اجازت لینے کا مسئلہ		۶۸۳	مکاتبت کا حکم	
۶۹۹	استیذان سے مستثنیٰ اوقات		۶۸۳	غلاموں کی مالی امداد	
۶۹۹	نابالغ لڑکوں کا حکم		۶۸۳	لونڈیوں سے بدکاری کرانا	
۷۰۱	بوڑھی عورتوں کا پردہ		۶۸۳	قرآن کریم میں گزشتہ اقوام کے حالات	
۷۰۱	اللہ پردے کی باتیں بھی جانتا ہے		۶۸۳	اللہ زمین و آسمان کا نور ہے	
۷۰۱	معذوروں کیلئے احکام میں رعایت		۶۸۶	اس مثال کی ایک عمدہ توجیہ	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۷۱۵	تم ایک دوسرے کیلئے آزمائش ہو		۷۰۱	معذوروں کے ساتھ صحابہ کرام کا متقیانہ طریقہ	
۷۱۶	کفار کی جاہلانہ فرمائشیں	وقال الذین (۱۹)	۷۰۳	گھر والوں کے ساتھ کھانے پینے کے آداب	
۷۱۷	کفار کا بدترین تکبر		۷۰۳	صحابہ کرام کو اجازت دینے کا حکم	
۷۱۷	آخرت میں کفار کی حالت		۷۰۵	آنحضرت ﷺ کا لوگوں کو بلانا	
۷۱۷	کفار کے اعمال کی حقیقت		۷۰۵	آنحضرت ﷺ کا خاص ادب	
۷۱۷	حق تعالیٰ کے چتر شاہی اور ملائکہ کا نزول		۷۰۵	مجلس نبوی میں منافقین کا رویہ	
۷۱۹	رحمن کی بادشاہی		۷۰۵	اللہ کا علم محیط	
۷۱۹	کافر کی انتہائی حسرت و ندامت		۷۰۷	سورہ فرقان (۲۵)	
۷۱۹	آنحضرت ﷺ کی شکایت				
۷۱۹	ہر نبی کے دشمن ضرور ہوئے ہیں		۷۰۷	قرآن فرقان ہے	
	قرآن کے یکبارگی نازل نہ ہونے پر کفار کے		۷۰۷	قرآن عالمین کیلئے نذیر ہے	
۷۱۹	شبہات		۷۰۷	تخلیق میں فطری موزونیت	
۷۲۱	قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی حکمت		۷۰۹	مشرکین کا شرک غیر فطری ہے	
۷۲۱	قرآن میں تمام شبہات کا جواب		۷۰۹	کفار کا قرآن پر بے سرو پا اعتراض	
۷۲۱	اصحاب الراس کون تھے		۷۰۹	قرآن پر کفار کا ایک اور اعتراض	
۷۲۳	آنحضرت ﷺ سے استہزاء		۷۰۹	قرآن خود اپنی دلیل ہے	
۷۲۳	خواہش ان کا خدا ہے		۷۰۹	آنحضرت ﷺ کی نبوت پر کھانے پینے سے اعراض	
۷۲۳	کفار چوپاؤں سے بھی بدتر ہیں		۷۱۱	نبوت پر کفار کے جاہلانہ شبہات	
۷۲۵	سائے اور روشنی میں قدرت کے دلائل		۷۱۱	کفار کی حیرانی اور ابدی گمراہی	
۷۲۵	لیل و نہار سے قیامت کا استدلال		۷۱۱	قیامت کا آنا مثل ہے	
۷۲۵	ہواؤں اور پانی میں اللہ کی نشانیاں		۷۱۳	کفار کیلئے دوزخ کا جوش و غضب	
۷۲۵	پانی کی حکیمانہ تقسیم		۷۱۳	کفار زنجیروں میں بندھے ہوں گے	
۷۲۷	آنحضرت ﷺ کو تسلی		۷۱۳	بار بار کی موت	
۷۲۷	میٹھے اور کھاری پانی کے دریاؤں کا سنگم		۷۱۳	مومنین کے انعامات	
۷۲۷	پانی کے قطرے سے انسانی تخلیق		۷۱۳	باطل معبودوں سے سوال	
۷۲۷	آپ کا کام پیغام پہنچانا ہے		۷۱۵	باطل معبودوں کا جواب	
۷۲۷	توکل کی نصیحت		۷۱۵	تمام انبیاء بشر تھے	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۷۳۷	حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا مکالمہ		۷۲۹	رحمن کو اہل خبر سے پوچھو	
۷۳۹	حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو جواب		۷۲۹	رحمن سے کفار کی چڑ	
۷۳۹	رب العالمین کیا ہوتا ہے۔ فرعون کا سوال		۷۲۹	آسمان میں برجوں کی تخلیق	
۷۳۹	حضرت موسیٰؑ کا جواب		۷۲۹	لیل و نہار کی تبدیلی اللہ کی معرفت کیلئے ہیں	
	فرعون کی طرف سے حضرت موسیٰؑ پر جنون		۷۲۹	رحمن کے بندے اور ان کے اوصاف	
۷۴۱	کا الزام		۷۲۹	جہلاء کی بات کا جواب نرمی سے	
۷۴۱	حضرت موسیٰؑ کے دلائل توحید		۷۳۱	رحمن کے بندوں کی رات	
۷۴۱	فرعون کا دعویٰ الوہیت		۷۳۱	خوف جہنم	
۷۴۱	معجزات نبوت کا مظاہرہ		۷۳۱	خرچ میں میانہ روی	
۷۴۱	فرعون کا حواس باختہ ہونا		۷۳۱	قتل کی جائز صورتیں	
۷۴۳	جادو گروں کا اکٹھا ہونا		۷۳۱	جہنم کی وادی آٹام	
۷۴۳	جادو گروں کا فرعون سے مطالبہ اور فرعون کا وعدہ		۷۳۳	توبہ کرنے والوں پر اللہ کا انعام	
۷۴۳	ساحرین کا مظاہرہ		۷۳۳	جھوٹی شہادت	
۷۴۳	عصائے موسیٰؑ کا سانپوں کو نگلنا		۷۳۳	لغوں کاموں سے اعراض	
۷۴۵	ساحرین کا قبول ایمان		۷۳۳	مومنین کا ملین کی دعا	
۷۴۵	ساحرین کی استقامت اور حوصلہ		۷۳۳	جنت میں ان کا مقام	
۷۴۵	حضرت موسیٰؑ کو مصر سے ہجرت کا حکم		۷۳۳	کفار کی تکذیب کا انجام	
۷۴۵	تعاقب کی تیاری		۷۳۵	سورہ شعراء (۲۶)	
۷۴۵	فرعون کا قوم سے خطاب				
۷۴۷	حضرت موسیٰؑ کا تعاقب		۷۳۵	کفار پر آنحضرت ﷺ کی انتہائی شفقت	
۷۴۷	بنی اسرائیل کو خزانوں کا انعام		۷۳۵	اللہ اختیار کو سلب کرنا نہیں چاہتا	
۷۴۷	بنی اسرائیل کی گھبراہٹ		۷۳۵	پند و نصیحت سے اعراض	
۷۴۷	حضرت موسیٰؑ کی تسلی		۷۳۷	کیا یہ زمین میں غور و خوض نہیں کرتے	
۷۴۷	دریا میں بارہ راستے		۷۳۷	حضرت موسیٰؑ کا واقعہ	
۷۴۷	غرق فرعون		۷۳۷	حضرت ہارونؑ کو اپنا نائب بنانے کی درخواست	
۷۴۹	حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ		۷۳۷	حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو فرعون کی طرف بھیجنا	
۷۴۹	دعوت توحید		۷۳۷	بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۷۶۷	قوم شعیب کی گستاخی		۷۴۹	کفار کی آباء پرستی	
۷۶۸	قوم شعیب پر سائبان کا عذاب		۷۴۹	حضرت ابراہیم کا بتوں سے دشمنی کا اعلان	
۷۶۸	قرآن کریم کا نزول قلب رسول پر		۷۴۹	حضرت ابراہیم کا تذکیر نعمت	
۷۶۹	الفاظ اور معافی دونوں وحی کیے گئے		۷۵۱	حضرت ابراہیم کی دعا	
۷۶۹	پچھلی کتابوں میں قرآن کی خبر		۷۵۱	قول صدق عطا فرما	
۷۶۹	علمائے بنی اسرائیل کی گواہی		۷۵۱	باپ کیلئے مغفرت کی دعا	
۷۷۱	عجمی پر قرآن نازل ہوتا تو کبھی نہ مانتے		۷۵۱	دوزخ میں جنت و دوزخ کی قربت	
۷۷۱	قرآن کے کلام الہی ہونے کا کفار کو یقین ہے		۷۵۳	اب فرضی معبود کہاں گئے	
۷۷۱	کفار کا مہلت طلب کرنا		۷۵۳	آخرت میں کفار کا اعتراف گناہ	
۷۷۱	کسی کو مہلت دیئے بغیر عذاب نہیں دیا گیا		۷۵۳	دوبارہ دنیا میں بھیجنے کی درخواست	
۷۷۱	قرآن کسی جن کا لایا ہوا نہیں ہے		۷۵۵	حضرت نوح کی دعوت	
۷۷۲	شیاطین کو دور کر دیا گیا ہے		۷۵۵	حضرت نوح کا جواب	
۷۷۳	اقرباء کو دعوت کا حکم		۷۵۵	حضرت نوح کو قوم کی دھمکی	
۷۷۳	آنحضرت ﷺ کو نصرت کا وعدہ		۷۵۵	حضرت نوح کی دعا	
۷۷۳	شیطان کس پر اترتے ہیں		۷۵۷	قوم عاد کے واقعہ کی تذکیر	
۷۷۳	شیاطین جھوٹی خبریں لاتے ہیں		۷۵۹	حضرت ہود کی دعوت	
۷۷۵	شاعروں کی بات پر بے راہ چلتے ہیں		۷۵۹	قوم عاد کی ضد اور ہٹ دھرمی	
۷۷۵	شاعر تخیل کی وادیوں میں بھٹکتے ہیں		۷۵۹	قوم عاد کی ہلاکت	
۷۷۵	شاعر جو کہتے ہیں کرتے نہیں		۷۶۱	قوم ثمود کی تکذیب اور حضرت صالح کی دعوت	
۷۷۵	کون سے شاعر اس سے مستثنیٰ ہیں		۷۶۱	معجزے کا مطالبہ	
۷۷۷	سورہ نمل (۲۷)		۷۶۱	اونٹنی کا معجزہ	
۷۷۷	کفار دنیا کی رونقوں میں گم ہیں		۷۶۳	اونٹنی کے پاؤں کو کاٹنے کا جرم	
۷۷۷	قرآن کریم کی نعمت اللہ کا فضل عظیم ہے		۷۶۳	حضرت لوط کی دعوت	
۷۷۷	حضرت موسیٰ کا آگ لینے کیلئے پہاڑ پر جانا		۷۶۵	حضرت لوط کی بیوی کی ہلاکت	
۷۷۷	تجلی الہی کی روشنی		۷۶۵	قوم لوط پر عذاب	
۷۷۷	آگ میں تجلی کی حقیقت		۷۶۵	حضرت شعیب کی قوم اصحاب ایکہ	
			۷۶۷	ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۷۹۱	ایک صحابی کا چشم زدن میں تخت لانے کا وعدہ		۷۷۹	حق تعالیٰ کا حضرت موسیٰ سے خطاب	
۷۹۱	کرامت اللہ کا فعل ہے		۷۷۹	عصا کو زمین پر ڈالنے کا حکم	
۷۹۱	حضرت سلیمان کا شکر		۷۸۰	معجزات دیکھ کر بھی انکار	
۷۹۱	تخت کے ذریعے بلقیس کی آزمائش		۷۸۰	حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو علم عطا کیا گیا۔	
۷۹۱	بلقیس کی حق گوئی		۷۸۱	حضرت داؤد کے سچے وارث حضرت سلیمان	
۷۹۳	حضرت بلقیس کا قبول حق		۷۸۱	پرنڈوں کی بولیوں کی عقلی توجیہ	
۷۹۳	حضرت بلقیس کا ایک اور امتحان		۷۸۱	تمام مخلوقات کو خالق کی اجمالی معرفت حاصل ہے	
۷۹۳	حضرت بلقیس کی شرک سے توبہ		۷۸۳	حضرت سلیمان کیلئے جن وانس کے لشکر	
۷۹۳	حضرت صالح کی بعثت		۷۸۳	چیونٹیوں کی بستی پر حضرت سلیمان کا گزر	
۷۹۵	قوم کی فہمائش		۷۸۳	ایک چیونٹی کی بات	
۷۹۵	نومسندین		۷۸۳	چیونٹیوں کی منظم زندگی	
۷۹۵	حضرت صالح کے قتل کی سازش		۷۸۳	حضرت سلیمان کا تبسم اور تعجب	
۷۹۵	نا سمجھی میں اپنی ہلاکت کا سامان		۷۸۳	حضرت سلیمان کی دعا	
۷۹۵	نومسندین کی سازش اور ہلاکت		۷۸۵	بد ہد کے بارے میں سوال	
۷۹۷	شمود کی بستیوں کے کھنڈر		۷۸۵	قوم سبا کی خبر	
۷۹۷	مومنین کے عذاب سے حفاظت		۷۸۵	بلقیس کا تخت	
۷۹۷	قوم لوط کی بے حیائی		۷۸۵	قوم سبا کی آفتاب پرستی	
۷۹۷	قوم لوط کا انجام ان واقعات سے عبرت		۷۸۵	جانوروں کو حق تعالیٰ کی جبلی معرفت	
۷۹۹	خطبہ حمد و ثناء		۷۸۷	حضرت سلیمان کا خط	
۷۹۹	توحید کا بیان		۷۸۷	بلقیس کا اہل دربار سے مشورہ	
۸۰۱	اللہ کی قدرت کے مظاہر		۷۸۷	خط کا مضمون	
۸۰۱	مشرکین کی بے راہ روی	امن خلاق (۲۰)	۷۸۷	اہل دربار کا مشورہ	
۸۰۱	مصیبت کو دور کرنے والا کون ہے		۷۸۹	حضرت سلیمان کیلئے بلقیس کے تحفے	
۸۰۳	اگر سچے ہو شرک کی دلیل لاؤ		۷۸۹	حضرت سلیمان کا جواب	
۸۰۳	اللہ کی قدرت تامہ اور علم محیط		۷۸۹	حملے کا ارادہ	
۸۰۳	عالم الغیب کے الفاظ کا استعمال		۷۸۹	بلقیس کی اطاعت و انقیاد	
۸۰۳	آخرت کا ادراک		۷۹۱	تخت لانے کیلئے جن کا اصرار	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۸۱۷	حضرت موسیٰ آغوش مادر میں		۸۰۵	آخرت پر کفار کا اعتراض	
۸۱۷	اللہ کا وعدہ حق ہے		۸۰۵	عذاب کا وعدہ قریب ہے	
۸۱۷	حضرت موسیٰ اور علم و حکمت		۸۰۵	ہر چیز اللہ کے پاس لکھی ہوئی ہے	
۸۱۹	قبطی کا واقعہ		۸۰۷	قرآن میں بنی اسرائیل کے اختلافات کا فیصلہ	
۸۱۹	قبطی کی موت		۸۰۷	آنحضرت ﷺ کے حق پر ہونے کی گواہی	
۸۱۹	حضرت موسیٰ کا استغفار		۸۰۷	کفار اندھوں اور بہروں جیسے ہیں	
۸۱۹	اسرائیلی اور قبطی کا جھگڑا		۸۰۷	دابۃ الارض کا خروج اور کلام	
۸۲۱	قبطی کا حضرت موسیٰ کا الزام دینا		۸۰۷	حشر میں مکذبین کے جتھے	
۸۲۱	فرعون کے اہل دربار کا مشورہ		۸۰۹	مکذبین سے حق تعالیٰ کی باز پرس	
۸۲۱	حضرت موسیٰ کی مصر سے روانگی		۸۰۹	دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں	
۸۲۱	مدین میں آمد		۸۰۹	نسخ صورتی بار ہوگا	
۸۲۳	دو عورتیں		۸۰۹	پہاڑ روئی کے گالے کی طرح اڑھیں گے	
۸۲۳	عورتوں کی مدد		۸۰۹	اعمال کی خبر	
۸۲۳	حضرت موسیٰ کی دعا		۸۱۱	نیکی کرنے والوں کا بدلہ	
۸۲۳	لڑکی کا حضرت موسیٰ کو دعوت دینا				
۸۲۳	حضرت شعیب سے ملاقات اور مدد کا وعدہ		۸۱۳	سورہ قصص (۲۸)	
۸۲۳	حضرت موسیٰ کی قوت و امانت		۸۱۳	حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ	
۸۲۵	حضرت موسیٰ کا معاہدہ مہر		۸۱۳	بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم	
۸۲۷	طور پر درخت سے آواز کا سننا		۸۱۳	بچوں کا قتل	
۸۲۷	تجلی الہی		۸۱۳	حضرت ابراہیم کی پیشینگوئی	
۸۲۷	معجزہ عصا وید بیضاء		۸۱۳	بنی اسرائیل میں امامت کا ارادہ	
۸۲۹	حضرت ہارون کی رفاقت کی درخواست		۸۱۳	حق تعالیٰ کی مشیت	
۸۲۹	غلبہ و نصرت کا وعدہ		۸۱۵	حضرت موسیٰ کی والدہ کو الہام	
۸۲۹	فرعونیوں کا نبوت سے انکار		۸۱۵	دریا میں بچے کا صندوق	
۸۲۹	حضرت موسیٰ کا جواب		۸۱۵	فرعون کی بیوی حضرت آسیہ	
۸۳۱	فرعون کا استہزاء		۸۱۵	والدہ کی بے قراری	
۸۳۱	فرعون اور اس کی قوم کے غرور کا انجام		۸۱۷	حضرت موسیٰ کی بہن کی نگرانی	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	پارہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۸۴۷	شرک کی دلیل کیا ہے	۸۳۱		دوزخیوں کے امام	
۸۴۷	آخرت میں کفار و حق کا علم	۸۳۳		دنیا میں لعنت	
۸۴۷	قارون کا عبرت و آموز واقعہ	۸۳۳		تورات ہدایت ہے	
۸۴۷	قارون کے خزانے کی کنجیاں	۸۳۳		آنحضرت ﷺ کی نبوت پر استدلال	
۸۴۹	قارون کو نصیحت	۸۳۳		آنحضرت ﷺ کو پچھلے واقعات کا مکمل علم	
۸۴۹	اترانے کی مذمت	۸۳۵		رسالت اللہ کی نعمت ہے	
۸۴۹	مال کا صحیح مصرف	۸۳۵		کفار مکہ کی ہٹ دھرمی	
۸۴۹	یہ مال میرے ہنر کا نتیجہ ہے	۸۳۵		کفار کے اعتراض کا جواب	
۸۴۹	پچھلے اہل مال اور اہل قوت کا انجام	۸۳۷		خواہشات کی پیروی	
	مجرموں سے گناہوں کی باز پرس کی ضرورت	۸۳۷		مومنین کا ایمان بالکتب	
۸۴۹	نہیں ہوگی	۸۳۷		مومنین کیلئے دہرا اجر	
۸۵۱	قارون کی مال پر دنیا داروں کا رشک	۸۳۷		لغو سے اعراض	
۸۵۱	اہل علم کی لوگوں کو نصیحت	۸۳۸		شریر جاہلوں کی بات کا جواب	
۸۵۱	یہ سمجھ صرف صابرین ہی کو ملتی ہے	۸۳۹		ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے	
۸۵۱	قارون کا عبرت ناک انجام	۸۳۹		مکہ مکرمہ امن کی جگہ ہے	
۸۵۱	لوگوں کو عبرت	۸۴۱		تکبر کا انجام تمہارے سامنے ہے	
۸۵۳	آخرت متقین کیلئے ہے	۸۴۱		بغیر بنی بھیجے عذاب نہیں کیا جاتا	
۸۵۳	ہر نیکی کا بدلہ دس گنا	۸۴۱		دنیا کے منافع عارضی ہیں	
۸۵۳	برائی کا بدلہ	۸۴۱		مومن اور کافر برابر نہیں ہیں	
۸۵۳	ہجرت کے وقت آنحضرت ﷺ کو تسلی	۸۴۳		مشرکوں میں شرکاء کا اعتراف	
۸۵۵	آنحضرت ﷺ پر قرآن کا نزول اللہ کی رحمت سے ہے	۸۴۳		مشرکین کو اپنے شرکاء کو پکارنے کا حکم	
۸۵۵	آنحضرت ﷺ کو نصیحت	۸۴۳		انبیاء کے بارے میں سوال	
۸۵۵	ہر شے فانی ہے سوائے اللہ کے	۸۴۳		ایمان و عمل صالح اصل کامیابی ہے	
۸۵۵	سب کو اسی طرف لوٹنا ہے	۸۴۵		حق تعالیٰ کی مشیت و اختیار	
۸۵۷	سورہ عنکبوت (۲۹)	۸۴۵		اللہ تعالیٰ کا علم محیط	
		۸۴۵		روشنی دینے والا کون ہے	
۸۵۷	ہر مومن کا امتحان کیا جاتا ہے	۸۴۵		رات اور اس کا آرام کس نے دیا	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۸۶۵	حضرت ابراہیم کے زندہ جلانے کا فیصلہ		۸۵۷	پچھلے لوگوں کے امتحان اور آزمائش	
۸۶۵	بت پرستی کی اصل غرض و غایت		۸۵۷	دعویٰ ایمان میں سچ اور جھوٹ کی تمیز	
	آخرت میں مشرکین اور شرکاء کی ایک		۸۵۷	برائی کرنے والے اللہ سے نہیں بچ سکتے	
۸۶۷	دوسرے پر لعنت		۸۵۷	مومنوں کا وعدہ بہت قریب ہے	
۸۶۷	حضرت لوط کا ایمان اور ہجرت		۸۵۷	انسان کی طاعت و عبادت اسی کیلئے ہے	
۸۶۷	اولاد ابراہیمی میں دائمی نبوت		۸۵۷	ایمان اور علم صالح کی برکات	
۸۶۷	حضرت ابراہیم پر دنیا اور آخرت کے انعامات		۸۵۹	ماں باپ سے حسن سلوک	
۸۶۷	حضرت لوط کی قوم کو نصیحت		۸۵۹	معصیت میں ماں باپ کی اطاعت کی ممانعت	
۸۶۸	قوم کی علانیہ بے حیائی		۸۵۹	نیک اولاد کا انعام	
۸۶۸	حضرت لوط سے قوم کا استہزاء		۸۵۹	ضعیف الایمان لوگوں کی حالت	
۸۶۹	حضرت لوط کی بددعا		۸۵۹	اللہ دلوں کے حال جانتا ہے	
۸۶۹	بشارت اور عذاب لانے والے فرشتے		۸۵۹	اعمال سے مومن و منافق کی پہچان	
	حضرت ابراہیم کا حضرت لوط کے بارے		۸۶۱	مسلمانوں کے اعمال کی جھوٹی ذمہ داری	
۸۶۹	میں اندیشہ		۸۶۱	حضرت نوح کی عمر ۹۵۰ سال	
۸۶۹	فرشتوں کا جواب		۸۶۱	کشتی نوح نشان عبرت ہے	
۸۷۱	حضرت لوط کے مہمان فرشتے		۸۶۳	جھوٹے اوہام کی پیروی	
۸۷۱	قوم لوط کی تباہی کے نشانات		۸۶۳	رسول ﷺ کے ذمہ صرف پیغام دینا ہے	
۸۷۱	حضرت شعیب کی قوم کو نصیحت		۸۶۳	اپنی ذات میں غور کرو	
۸۷۳	ان قوموں کے غرور کا انجام		۸۶۳	زمین میں چل پھر کر دیکھو	
۸۷۵	مشرکین کی مثال مکڑی کے گھر سے		۸۶۵	خدا کے مجرم کیلئے کوئی پناہ نہیں	
۸۷۵	اللہ کے مثالوں کو عاقل ہی سمجھتے ہیں		۸۶۵	کفار کی اللہ کی رحمت سے مایوسی	
۸۷۵	مخلوقات میں مومن کیلئے نشانیاں				



الْقُرْآنِ

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ لَا

بہانے لائیں گے تمہارے پاس جب تم پھر کر جاؤ گے ان کی طرف تو کہہ

تَعْتَذِرُونَ وَالنَّوْمَانِ تَوَمَّنْ لَكُمْ قَدْ نَبَأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ط

بہانے مت بناؤ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہاری بات ہم کو بتا چکا ہے اللہ تمہارے احوال

وَسَبْرِكُمْ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تَرَدُّونَ إِلَىٰ

اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارے کام اور اس کا رسول پھر تم لوٹائے جاؤ گے طرف

عَلِيمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اُس جاننے والے چھپے اور کھلے کی سو وہ بتائے گا تم کو جو تم

تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾ سَيُحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ

کر رہے تھے اب قسمیں کھائیں گے تمہارے سامنے جب تم پھر کر جاؤ گے

إِلَيْهِمْ لِنُعْرِضُوا عَنْهُمْ ط فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ط إِنَّهُمْ

ان کی طرف تاکہ تم ان سے درگزر کرو تو سو تم درگزر کرو ان سے بے شک وہ لوگ

رِجْسٌ ز وَمَا لَهُمْ فِي جَهَنَّمَ جِزَاءٌ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٤﴾

پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ ان کے کاموں کا

يُحْلِفُونَ لَكُمْ لِنَرْضُوا عَنْهُمْ ه فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ

وہ لوگ قسمیں کھائیں گے تمہارے سامنے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سوا اگر تم راضی ہو گئے ان سے

فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٩٥﴾ الْأَعْرَابُ

تو اللہ راضی نہیں ہوتا نافرمان لوگوں سے گنوار

منافقین کا عذر قبول نہیں | یعنی جیسے تہوک کی طرف روانہ ہونے کے وقت منافقین نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنائے، جب تم مدینہ واپس آؤ گے، اس وقت بھی یہ لوگ اعذارِ باطلہ پیش کر کے تم کو مطمئن بنانا چاہیں گے اور قسمیں کھائیں گے کہ حضرت ہمارا قصدِ مصمم تھا کہ آپ کے ساتھ چلیں، مگر فلاں فلاں موانع و عوائق پیش آ جانے کی وجہ سے مجبور رہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جھوٹی باتیں بنانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تمہارے سب اعذار لغو اور بیکار ہیں۔ ہم کو حق تعالیٰ تمہارے کذب و نفاق پر مطلع کر چکا۔ پھر کس طرح ہم تمہاری لغویات کو باور کر سکتے ہیں۔ اب پچھلے قصہ کو چھوڑو، آئندہ تمہارا طرز عمل دیکھا جائے گا کہ اپنے دعوے کو کہاں تک نباتے ہو، سب جھوٹ سچ ظاہر ہو کر رہے گا اور بہر حال اس ”عالم الغیب والشہادۃ“ سے تو کوئی راز اور عمل یا نیت پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اسی کے یہاں سب کو جانا ہے، وہ جزاء دینے کے وقت تمہارا ہر چھوٹا بڑا، ظاہری و باطنی عمل کھول کر رکھ دے گا اور اسی کے موافق بدلہ دیا جائے گا۔

تہوک سے واپسی کے بعد منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر جو عذر پیش کرتے تھے اس کی غرض یہ تھی کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو اپنی قسموں اور ملمع سازیوں سے راضی و مطمئن کر دیں تاکہ بارگاہ رسالت سے ان پر کوئی عتاب و ملامت اور واروگیر نہ ہو۔ سابق کی طرح یوں ہی معاملہ ابہام میں رہے۔ مسلمان ان سے کچھ تعرض نہ کریں۔ حق تعالیٰ نے فرما دیا کہ بہتر ہے تم ان سے تعرض مت کرو۔ لیکن یہ اغماض و تغافل (تعرض نہ کرنا) راضی و مطمئن ہونے کی بناء پر نہیں، بلکہ ان کے نہایت پلید اور شریر ہونے کی وجہ سے ہے، یہ لوگ اس قدر گندے واقع ہوئے ہیں کہ ان کے پاک و صاف ہونے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ لہذا اس غلاظت کی پوٹ کو دور پھینک دینا اور اس سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے خدا خود ان کو ٹھکانے لگا دے گا۔

منافقین سے مسلمانوں کا معاملہ | بڑی کوشش یہ ہے کہ مکر و فریب اور کذب و دروغ سے مسلمانوں کو خوش کر لیں۔ فرض کیجئے اگر چکنی چڑی باتوں سے مخلوق راضی ہو جائے تو کیا نفع پہنچ سکتا ہے جب کہ خدا ان سے راضی نہ ہو۔ خدا کے آگے تو کوئی چالاکی اور دغا بازی نہیں چل سکتی۔ گویا متنبہ فرما دیا کہ جس قوم سے خدا راضی نہ ہو، کوئی مومن قانت کیسے راضی ہو سکتا ہے۔ لہذا جھوٹی باتوں سے پیغمبر اور ان کے ساتھیوں کو خوش کر لینے کا خط انہیں دماغوں سے نکال دینا چاہئے۔ اگر ان کے ساتھ تغافل و اعراض کا معاملہ کیا گیا ہے تو یہ اس کی دلیل نہیں کہ مسلمان ان سے خوش اور مطمئن ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”جس شخص کا حال معلوم ہو کہ منافق ہے اس کی طرف سے تغافل روا ہے لیکن دوستی اور محبت و یگانگت روا نہیں۔“

أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا

بہت سخت ہیں کفر میں اور نفاق میں اور ای لائق ہیں کہ نہ سیکھیں وہ قاعدے جو

أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٩٤﴾ وَمِنْ

نازل کیے اللہ نے اپنے رسول پر اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور بعضے

الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُّ

گنوار ایسے ہیں کہ شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو تاوان اور انتظار کرتے ہیں

بِكُمُ الدَّوَابِّ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۖ وَاللَّهُ سَمِيعٌ

تم پر زمان کی گردشوں کا اُن ہی پر آئے گردش بری اور اللہ سننے والا

عَلِيمٌ ﴿٩٥﴾ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

جاننے والا ہے اور بعضے گنوار وہ ہیں کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور قیامت

الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ

کے دن پر اور شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو نزدیک ہونا اللہ سے اور دعائیں

الرَّسُولِ ۖ إِلَّا إِنِّي قُرْبَةٌ لَهُمْ ۖ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ

رسول کی سنتا ہے وہ اُن کے حق میں نزدیکی ہے داخل کرے گا اُن کو اللہ

فِي رَحْمَتِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٩٦﴾ وَالسَّابِقُونَ

اپنی رحمت میں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو لوگ قدیم ہیں

الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ

سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو اُن کے

اعراب منافقین کا حال | یہاں تک مدینہ کے منافقین اور مومنین مخلصین کے احوال بیان ہوئے تھے۔ اب کچھ حال دیہاتی بدوؤں کا ذکر کرتے ہیں کہ ان میں بھی کئی طرح کے آدمی ہیں۔ کفار، منافقین اور مخلص مسلمان چونکہ دیہاتی لوگ قدرتی طور پر عموماً تندخو اور سخت مزاج ہوتے ہیں (جیسا کہ حدیث میں ہے "مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا") اور مجالس علم و حکمت سے دور رہنے کی وجہ سے تہذیب و شائستگی کا اثر اور علم و عرفان کی روشنی بہت کم قبول کرتے ہیں، اس لئے ان کا کفر و نفاق شہری کفار و منافقین سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ ان کو ایسے مواقع دستیاب نہیں ہوتے کہ اہل علم و صلاح کی صحبت میں رہ کر دیانت و تہذیب کے وہ قانون اور قاعدے معلوم کریں جو خدا تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام پر نازل کئے۔ علم و معرفت ہی وہ چیز ہے جو انسان کے دل کو نرم کرتی اور مہذب بناتی ہے۔ جو لوگ اس قدر جہالت میں غرق ہیں، ضرور ہے کہ ان کے دل سخت ہوں اور کفر و نفاق کے جس راستے پر پڑ جائیں، بہائم اور درندوں کی طرح اندھا دھند بڑھے چلے جائیں۔ اعراب کی سنگدلی کا ذکر متعدد احادیث میں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی اعرابی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ لوگ اپنے بچوں کا پیار لیتے ہیں، خدا کی قسم میں نے کبھی اپنی اولاد کا پیار نہیں لیا۔ حضور نے فرمایا کہ میں کیا کروں اگر خدا نے تیرے دل میں سے اپنی رحمت کو نکال لیا ہے۔

یعنی اس کا علم بنی آدم کے تمام طبقات پر محیط ہے، وہ اپنی حکمت سے ہر ایک طبقہ کے ساتھ اس کی استعداد و قابلیت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "اعراب کی طبیعت میں بے حکمی، غرض پرستی، اور جہالت شدید ہوتی ہے، سو اللہ حکمت والا ہے ان سے وہ مشکل کام بھی نہیں چاہتا اور درجے بلند بھی نہیں دیتا۔ یعنی اعراب منافقین میں وہ لوگ بھی ہیں جنہیں اگر کسی وقت خدا کے راستے میں کچھ خرچ کرنا پڑ جاتا ہے تو ایسی کراہیت سے خرچ کرتے ہیں جیسے کوئی جرمانہ اور تاوان ادا کرتا ہو۔ وہ ابھی تک اس کے منتظر ہیں کہ مسلمان حوادث دہر سے کسی گردش اور آفت میں پھنس جائیں تو ہم خوب شادیاں بجا لیں۔ یہ خبر نہیں کہ انہیں کی قسمت گردش میں آ رہی ہے۔ اسلام تو غالب و فائق ہو کر رہے گا اور یہ منافقین سخت ذلیل و رسوا ہوں گے۔ خدا ہر ایک کی باتیں اور دعائیں سنتا ہے اور جانتا ہے کہ کون عزت و کامیابی کا اہل ہے اور کون لوگ ذلت اور رسوائی کے مستحق ہیں۔

اعراب مومنین کا بیان | یہاں قرآن کریم کی معجزانہ تاثیر اور نبی کریم ﷺ کی تعلیم کا حیرت انگیز کرشمہ دکھلایا ہے کہ ان ہی درشت مزاج، سنگدل، شند خوگنواروں میں جو کفر و نفاق اور جہل و طغیان کی وجہ سے اس لائق ہی نہ تھے کہ خدا کے بتلائے ہوئے ادب اور قاعدے سمجھ سکیں۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیم اور قرآن کریم کی آواز نے ایسے عارف اور مخلص افراد پیدا کر دیے جو مبداء و معاد سب چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں، خالص قرب الہی حاصل کرنے اور پیغمبر علیہ السلام کی دعا لینے کی غرض سے کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کو بشارت دی کہ بیشک وہ اپنی امیدوں میں حق بجانب ہیں۔ یقیناً ان کو وہ چیز مل کر رہے گی جس کی نیت کی ہے (یعنی قرب الہی) اور خدا ضرور ان کو اپنی رحمت میں جگہ دے گا رہی پیغمبر علیہ السلام کی دعا سے تو وہ اپنے کانوں سے سنتے اور آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص صدقہ وغیرہ لے کر حاضر ہوتا ہے تو حضور اس کو دعائیں دیتے ہیں حضور کی اس دعا کا ثمرہ بھی وہ ہی رحمت و قرب الہی ہے جس کا وعدہ پہلے ہو چکا۔

اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ ۗ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا

پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے

عَنْهُ ۚ وَاعِدٌ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۗ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۰﴾ وَمِمَّنْ

رہا کریں انہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی اور بعض

حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَن

تمہارے گرد کے گنوار منافق ہیں اور بعض لوگ مدینہ والے

مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ ۗ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۖ

اڑ رہے ہیں نفاق پر تو ان کو نہیں جانتا ہم کو وہ معلوم ہیں

سَنُعَذِّبُهُمْ مُّهِرًا ۖ ثُمَّ يَرْدُّونَ إِلَىٰ عَذَابِ عَظِيمٍ ﴿۱۱﴾

ان کو ہم عذاب دیں گے دوبار پھر وہ لوٹائے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف

وَآخِرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا

اور بعض لوگ ہیں اقرار کیا انہوں نے اپنے گناہوں کا ملایا انہوں نے ایک کام نیک

وَآخِرَ سَيْئًا ۗ عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ

اور دوسرا بد قریب ہے کہ اللہ معاف کرے ان کو بے شک اللہ

﴿سابقین اولین کے فضائل﴾ ”اعراب مومنین“ کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ زعماء و اعیان مومنین کا کچھ ذکر کیا جائے یعنی جن مہاجرین نے ہجرت میں سبقت و اولیت کا شرف حاصل کیا، اور جن انصار نے نصرت و اعانت میں پہل کی، غرض جن لوگوں نے قبول حق اور خدمت اسلام میں جس قدر آگے بڑھ کر حصے لئے، پھر جو لوگ نیکو کاری اور حسن نیت سے ان پیش

وقف منزل

تفسیر عثمانی

روانِ اسلام کی پیروی کرتے رہے، ان سب کو درجہ بدرجہ خدا کی خوشنودی اور حقیقی کامیابی حاصل ہو چکی۔ جیسے انہوں نے پوری خوشدلی اور انشراحِ قلب کے ساتھ حق تعالیٰ کے احکام تشریحی اور قضاء تکوینی کے سامنے گردنیں جھکا دیں، اسی طرح خدا نے ان کو اپنی رضا و خوشنودی کا پروانہ دے کر غیر محدود انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ تنبیہ | مفسرین سلف کے اقوال "السَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ" کی تعین میں مختلف ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ مہاجرین و انصار مراد ہیں جو ہجرت سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ بعض کے نزدیک وہ مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں (کعبہ و بیت المقدس) کی طرف نماز پڑھی بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر تک کے مسلمان "سابقین اولین" ہیں۔ بعض حدیبیہ تک اسلام لانے والوں کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ تمام مہاجرین و انصار اطراف کے مسلمانوں اور پیچھے آنے والی نسلوں کے اعتبار سے "سابقین اولین" ہیں ہمارے نزدیک ان اقوال میں چنداں تعارض نہیں "سبقت و اولیت" اضافی چیزیں ہیں۔ ایک ہی شخص یا جماعت کسی کے اعتبار سے سابق اور دوسرے کی نسبت سے لاحق بن سکتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے "فائدہ" میں اشارہ کیا ہے جو شخص یا جماعت جس درجہ میں سابق و اول ہوگی اسی قدر رضائے الہی اور حقیقی کامیابی سے حصہ پائے گی۔ کیونکہ سبقت و اولیت کی طرح رضاء و کامیابی کے بھی مدارج بہت سے ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ اہل مدینہ اور اعراب منافقین | پہلے سے دیہاتی عربوں کا ذکر چلا آ رہا تھا۔ درمیان میں اعرابِ مؤمنین کے تذکرہ سے مہاجرین و انصار کی طرف کلام منتقل ہو گیا اب اس آیت میں خاص "مدینہ" اور اس کے آس پاس رہنے والوں کا بیان ہے یعنی بعض اہل مدینہ اور گرد و پیش کے رہنے والے نفاق کے خوگر ہو چکے اور اسی پر اڑے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ نفاق اس قدر عریق و عمیق ہے کہ ان کے قربِ مکانی اور نبی کریم ﷺ کی کمالِ فطانت و فراست کے باوجود آپ بھی بالتحیین اور قطعی طور پر محض علامات و قرائن سے ان کے نفاق پر مطلع نہیں ہو سکے ان کا ٹھیک ٹھیک تعین صرف خدا کے علم میں ہے۔ جس طرح عام منافقین کا پتہ چہرہ لب و لہجہ اور بات چیت سے لگ جاتا تھا (وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَتِهِمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ) ان کا نفاق اتنا گہرا ہے کہ اس قسم کی ظاہری علامات ان کا پردہ فاش نہیں کرتیں۔

◆ منافقین کیلئے بڑا عذاب | بڑا عذاب دوزخ کا ہے۔ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرَكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (نساء رکوع ۲۱) اس سے قبل کم از کم دو بار ضرور عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ ایک عذاب قبر دوسرا وہ عذاب جو اس دنیوی زندگی میں پہنچ کر رہے گا۔ مثلاً ابن عباسؓ کی ایک روایت کے موافق حضورؐ نے جمعہ کے روز منبر پر کھڑے ہو کر تقریباً چھتیس آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا۔ "اُخْرِجْ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ" یعنی تو منافق ہے مسجد سے نکل جا۔ یہ رسوائی ایک قسم عذاب کی تھی۔ یا پہلے اسی سورت میں گذرا کہ ان کے اموال و اولاد کو حق تعالیٰ نے ان کے حق میں عذاب بنا دیا۔ (فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يَرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا) یا ان میں کے بعض بھوک و غیرہ آفاتِ ارضی و سماوی میں مبتلا ہو کر ذلت کی موت مرے یا اسلام کی ترقی و عروج کو دیکھ کر غیظ کھانا اور دانت پینا، یہ بھی ان کے حق میں سوہان روح تھا۔ میرے نزدیک یہ سب قسم کے عذاب "مرتمن" کے احاطہ میں داخل ہیں۔ اور دو کا عد دیا تو مطلق تعدد کے لئے ہے جیسے "ثُمَّ اَرْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ" میں اور یاد دہار سے مراد نوعی اثبتیت ہے۔ یعنی "عذاب قبر" اور عذاب قبل الموت۔ واللہ اعلم۔

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱﴾ لے ان کے مال میں سے زکوٰۃ ﴿۲﴾ کہ پاک کرے تو ان کو

وَتُزَكِّيَهُمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ

اور بابرکت کرے تو ان کو اس کی وجہ سے اور دعا دے ان کو بے شک تیری دعا ان کے لیے تسکین

لَهُمْ ط وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۰۳﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

ہے اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ﴿۱﴾ کیا وہ جان نہیں چکے کہ اللہ

هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ

آپ قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے اور لیتا ہے زکوٰۃ

وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ النَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۰۴﴾ وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَهُ

اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ﴿۱﴾ اور کہہ کہ عمل کئے جاؤ پھر آگے دیکھ لے گا

اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ط وَسَتُرَدُّونَ

اللہ تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مسلمان اور تم جلد لوٹائے جاؤ گے

إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اس کے پاس جو تمام چھٹی اور کھلی چیزوں سے واقف ہے پھر وہ بتا دے گا تم کو جو کچھ

تَعْمَلُونَ ﴿۱۰۵﴾ وَآخِرُونَ مُرْجُونَ لَأَمْرُ اللَّهِ إِمَّا

تم کرتے تھے ﴿۱﴾ اور بعضے اور لوگ ہیں کہ ان کا کام ڈھیل میں ہے حکم پر اللہ کے یا

يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ

وہ ان کو عذاب دے اور یا ان کو معاف کرے اور اللہ سب کچھ جانتے والا

❖ **تبوک میں رہ جانے والے مسلمان** اہل مدینہ میں اگر ایک طرف یہ منافقین متمررین ہیں جو اپنی شرارتوں اور جرموں کو پردہ نفاق میں چھپاتے اور ان پر سختی سے اڑے رہتے ہیں تو دوسری جانب بعض وہ مسلمان ہیں جن سے بمقتضائے بشریت کوئی خطا و قصور سرزد ہو جائے تو ناام ہو کر بے تامل اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ ان کی بھلائی اور برائی مخلوط (رلی ملی) ہے۔ برائی تو مثلاً یہ ہے کہ نصیر عام کے باوجود نبی کریم ﷺ کی دعوت پر ”غزوہ تبوک“ میں حاضر نہ ہوئے بعدہ اس غیر حاضری پر دل سے پشیمان و متأسف ہونا اور ظاہر اوباطناً توبہ کرنا اور دوسرے اعمال صالحہ (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج یا دوسرے غزوات کی شرکت وغیرہ) بجالانا، یہ سب ان کی بھلائوں کی فہرست میں داخل ہیں۔ ایسے حضرات کو حق تعالیٰ نے معافی کی امید دلائی ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ابولبابہ اور ان کے چند ہمراہیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ جو محض کسل اور تن آسانی کی وجہ سے ”تبوک“ میں حاضر نہ ہوئے۔ لیکن جب تبوک سے حضرت کی واپسی معلوم ہوئی تو غایت ندامت سے ان سب نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک نبی کریم ﷺ اپنے ان مجرموں اور قیدیوں کو معاف کر کے اپنے ہاتھ سے نہ کھولیں گے، اسی طرح بندھے کھڑے رہیں گے۔ آپ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا۔ واللہ جب تک خدا ان کے کھولنے کا حکم نہ دے میں ان کو نہیں کھول سکتا۔ آخر یہ آیات نازل ہوئیں تب آپ نے کھولا اور قبول توبہ کی بشارت دی۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کھلنے کے بعد تکمیل توبہ کے طور پر کچھ مال لے کر حاضر ہوئے کہ خدا کی راہ میں تصدق کریں اس پر انکی آیت نازل ہوئی۔

❖ **صدقات کا بیان** ”صدقہ“ کا ترجمہ مترجم محقق نے ”زکوٰۃ“ کیا ہے۔ لیکن اگر لفظ ”صدقہ“ کو عام رکھا جاتا جو زکوٰۃ و صدقات نافلہ سب کو شامل ہو تو بہتر تھا۔ کیونکہ اکثر روایات کے موافق یہ آیت ان ہی لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو بعد معافی تکمیل توبہ کے طور پر صدقہ لے کر حاضر ہوئے تھے۔ جیسا کہ ابھی پچھلے فائدہ میں نقل کیا جا چکا ہے۔ ہاں عموم الفاظ کو دیکھتے ہوئے حکم کو مورد نص پر مقصور رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اسی لئے سلف رضی اللہ عنہم مسئلہ زکوٰۃ میں بھی اس آیت کو پیش کرتے رہے ہیں۔

❖ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ یعنی اس پر مواخذہ باقی نہیں رہتا۔ لیکن ایک قسم کی روحانی کدورت و ظلمت وغیرہ جو گناہ کا طبعی اثر ہے وہ ممکن ہے باقی رہ جاتی ہو جو بالخصوص صدقہ اور عموماً حسنات کی مباشرت سے زائل ہوتی ہے۔ بایں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ صدقہ گناہوں کے اثرات سے پاک و صاف کرتا اور اموال کی برکت بڑھاتا ہے ”زکوٰۃ“ (کے لغوی معنی نماء یعنی بڑھنے کے ہیں) اور ایک بڑا فائدہ صدقہ کرنے میں یہ تھا کہ صدقہ کرنے والوں کو حضور دعائیں دیتے تھے۔ جن سے دینے والے کا دل بڑھتا اور سکون حاصل کرتا تھا۔ بلکہ آپ کی دعا کی برکت دینے والے کی اولاد اور اولاد تک پہنچتی تھی۔ اب بھی ائمہ کے نزدیک مشروع ہے کہ جو شخص صدقہ لائے امام مسلمین بحیثیت وارث نبی ہونے کے اس کے لئے دعاء کرے۔ البتہ جمہور کے نزدیک لفظ ”صلوٰۃ“ کا استعمال نہ کرے جو حضور کا مخصوص حق تھا۔

❖ **توبہ اور صدقات** یعنی توبہ اور صدقات کا قبول کرنا صرف خدا کے اختیار میں ہے کیونکہ وہ ہی جانتا ہے کہ کس نے اخلاص قلب اور شرائط قبول کی رعایت کے ساتھ توبہ کی یا صدقہ دیا۔ چنانچہ پہلے بعضوں پر عتاب ہو چکا کہ ہمیشہ کے لئے ان کی زکوٰۃ یعنی موقوف ہوئی اور منافقین کے صدقات کو مردود ٹھہرایا گیا اور ان کے حق میں دعاء و استغفار کو بھی بے سود بتلایا۔ بلکہ جنازہ پڑھنے کی ممانعت کر دی۔ جن لوگوں کا یہاں ذکر ہے ان کی توبہ قبول کی اور صدقات قبول کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہ حضور ان کے حق میں (حیًا و مینًا) دعاء کریں۔

❖ یعنی توبہ وغیرہ سے گزشتہ تفصیلات معاف ہو گئیں۔ لیکن آگے دیکھا جائے گا کہ تم کہاں تک صدقہ و استقامت کا عملی ثبوت پیش کرتے ہو۔ اس جہاد میں قصور ہوا تو آئندہ اور جہاد ہونگے۔ پیغمبر علیہ السلام کے یا خلفاء کے روبرو ان میں امتحان ہوگا کہ کیسا عمل کرتے ہو۔ پھر خدا کے یہاں جا کر ہر عمل کا پورا بدلہ مل جائے گا کیونکہ وہ ہی تمام کھلی چھپی چیزوں اور ظاہری عمل اور باطنی نیوٹوں پر مطلع ہے ہر ایک کے ساتھ اس کی واقعی حالت کے موافق معاملہ کرے گا (آیت کی یہ تقریر حضرت شاہ صاحب کے مذاق پر کی گئی ہے کیونکہ اوفق بالسیاق ہے۔ واللہ اعلم)

حَكِيمٌ ﴿١٠٦﴾ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا

حکمت والا ہے اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر اور کفر پر

وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ

اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور گھات لگانے کو اس شخص کی جو لڑ رہا ہے

اللَّهُ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَكَيْهْلِفَنَّ إِنْ أَرَدْنَا

اللہ سے اور اس کے رسول سے پہلے سے اور وہ قسمیں گھائیں گے کہ ہم نے تو

إِلَّا الْحُسْنَىٰ ط وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ

بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں تو نہ کھڑا ہو

فِيهِ أَبَدًا ط مَسْجِدُ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ

اس میں کبھی البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد دھری گئی پر ہیزار گاری پر اول

يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ط فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ

دن سے وہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اس میں اس میں ایسے لوگ ہیں جو دوست رکھتے ہیں

بعض متخلفین تبوک کی معافی کا معاملہ اہل مدینہ میں سے یہاں ایک اور چھوٹی سی جماعت کا ذکر فرمایا ہے اصل یہ ہے کہ متخلفین عن تبوک (یعنی تبوک میں نہ شریک ہونے والے) تین قسم کے تھے۔ ایک منافقین جو ازراہ شک و انفاق علیحدہ رہے۔ دوسرے بعض مؤمنین جو محض سستی اور تن آسانی کی بدولت شریک جہاد نہ ہوئے۔ پھر ان میں دو قسمیں تھیں۔ اکثر وہ تھے جنہوں نے واپسی کی اطلاع پا کر اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا انکا ذکر پچھلی آیات میں گذر چکا۔ صرف تین شخصوں کی جماعت وہ تھی جنہوں نے نہ اپنے کو ستونوں سے بندھوایا نہ کوئی عذر تراشا۔ بس جو واقعہ تھا اور جو قصور ہوا تھا صاف صاف بلا کم و کاست آنحضرت ﷺ کے سامنے عرض کر دیا۔ ان کے بارہ میں یہ آیت وَاخْرُؤْنَ مُرْجُونَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ۔ الخ نازل ہوئی۔ یعنی ان کا معاملہ ابھی ڈھیل میں ہے۔ چند روز خدا کے حکم کا انتظار کرو۔ خواہ ان کو سزا دے یا معاف کرے۔ جو اس کے علم و حکمت کا اقتضاء ہوگا کیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے تانزول حکم الہی اوب دینے کے لئے مسلمانوں کے تعلقات ان تینوں سے منقطع کر دیے۔ پچاس دن تک یہی معاملہ رہا پھر معافی ہوئی لیکن واقعات کی اور تینوں کے ناموں کی تفصیل اگلے رکوع کے خاتمہ پر بیان ہوگی۔

مسجد ضرار اور منافقین کی سازش پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جن سے بظاہر ایک بڑا کام ہو گیا (تسخلف عن الجهاد) مگر سحت اعتقاد اور اعتراف خطا کی بدولت معافی مل گئی۔ یہاں ایسی جماعت کا بیان ہے جنہوں نے بظاہر اچھا کام کیا (تعمیر مسجد) لیکن بداعتقادی کی وجہ سے وبال بن گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلعم مکہ سے ہجرت کر آئے تو اول مدینہ سے باہر "بنی عمرو بن عوف" کے محلہ میں فروکش ہوئے۔ پھر

چند روز بعد شہر مدینہ میں تشریف لے گئے اور مسجد نبوی تعمیر کی، اس محلہ میں جہاں آپ پیشتر نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے مسجد تیار کر لی جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت اکثر ہفتہ کے روز وہاں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے اور بڑی فضیلت اس کی بیان فرماتے تھے۔ بعض منافقین نے چاہا کہ پہلوں کی ضد پر اسی کے قریب ایک اور مکان مسجد کے نام سے تعمیر کریں۔ اپنی جماعت جدا ٹھہرائیں اور بعض سادہ دل مسلمانوں کو مسجد قبا سے ہٹا کر ادھر لے آئیں۔ فی الحقیقت اس ناپاک تجویز کا محرک اصلی ایک شخص ابو عامر راہب خزرجی تھا۔ ہجرت سے پہلے اس شخص نے نصرانی بن کر راہبانہ زندگی اختیار کر لی تھی۔ مدینہ اور اس پاس کے لوگ خصوصاً قبیلہ خزرج اسکے زہد و ورع و عبادت کے معتقد تھے اور بڑی تعظیم کرتے تھے حضور کے قدم میمنت لزوم سے جب مدینہ میں ایمان و عرفان کا آفتاب چمکا تو اس طرح کے درویشوں کا بھرم کھلنے لگا۔ بھلا نور آفتاب کے سامنے چراغ مردہ کو کون پوچھتا۔ ابو عامر یہ دیکھ کر چراغ پا ہو گیا حضور نے اسکو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ میں ٹھیٹھ ملت ابراہیمی لیکر آیا ہوں۔ کہنے لگا کہ میں پہلے سے اس پر قائم ہوں لیکن تم نے اپنی طرف سے ملت ابراہیمی میں اس کے خلاف چیزیں داخل کر دی ہیں۔ حضور نے بہت زور سے اسکی تردید فرمائی۔ آخر اس کی زبان سے نکلا کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہو خدا اس کو وطن سے دور یکے و تنہا غربت و بیکسی کی موت مارے۔ آپ نے فرمایا ”آمین“ خدا ایسا ہی کرے۔ جنگ بدر کے بعد جب اسلام کی جڑیں مضبوط ہو گئیں اور مسلمانوں کا عروج و فروع حاسدوں کی نگاہوں کو خیرہ کرنے لگا۔ ابو عامر کو تاب نہ رہی۔ بھاگ کر مکہ پہنچا۔ تاکہ کفار مکہ کو حضور کے مقابلہ میں چڑھا کر لائے۔ چنانچہ معرکہ احد میں قریش کے ساتھ خود آیا۔ مبارزہ شروع ہونے سے پہلے آگے بڑھ کر انصار مدینہ کو جو عہد جاہلیت میں اس کے بڑے معتقد تھے خطاب کر کے اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ احمق یہ نہ سمجھا کہ پیغمبرانہ تصرف کے سامنے اب وہ پرانا جادو کہاں چل سکتا ہے۔ آخر انصار نے جو اسے پہلے راہب کہہ کر پکارتے تھے جواب دیا کہ اوفاسق دشمن خدا اتری آنکھ خدا کبھی ٹھنڈی نہ کرے۔ کیا رسول خدا کے مقابلہ میں ہم تیرا ساتھ دیں گے؟ انصار کا مایوس کن جواب سن کر کچھ حواس درست ہوئے اور غیظ میں آ کر کہنے لگا کہ اے محمد! (صلعم) آئندہ جو قوم بھی تیرے مقابلہ کے لئے اٹھے گی میں برابر اس کے ساتھ رہوں گا۔ چنانچہ جنگ حنین تک ہر معرکہ میں کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑتا رہا۔ احد میں اسی کی شرارت سے حضور کو چشم زخم پہنچا۔ دونوں صفوں کے درمیان اس نے پوشیدہ طور پر کچھ گڑھے کھدوا دیے تھے۔ وہیں چہرہ مبارک کے زخمی ہونے اور دندان مبارک شہید ہونے کا واقعہ پیش آیا حنین کے بعد جب ابو عامر نے محسوس کر لیا کہ اب عرب کی کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تو بھاگ کر ملک شام پہنچا۔ اور منافقین مدینہ کو خط لکھا کہ میں قیصر روم سے مل کر ایک لشکر جرار محمد (صلعم) کے مقابلہ میں لانے والا ہوں جو چشم زدن میں انکے سارے منصوبے خاک میں ملا دے گا اور مسلمانوں کو بالکل پامال کر کے چھوڑے گا۔ (العیاذ باللہ) تم فی الحال ایک عمارت مسجد کے نام سے بنا لو۔ جہاں نماز کے بہانے سے جمع ہو کر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہو سکیں۔ اور قاصد تم کو وہیں میرے خطوط وغیرہ پہنچا دیا کرے اور میں بذات خود آؤں تو ایک موزوں جگہ ٹھہرنے اور ملنے کی ہو۔ یہ خبیث مقاصد تھے جن کے لئے مسجد ضرار تعمیر ہوئی اور حضور کے روبرو بہانہ یہ کیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم ہماری نیت بری نہیں بلکہ بارش اور سردی وغیرہ میں بالخصوص بیماروں، ناتوانوں اور ارباب حوائج کو مسجد قبا تک جانا دشوار ہوتا ہے۔ اس لئے یہ مسجد بنائی گئی ہے تا نمازیوں کو سہولت ہو اور مسجد قبا میں تنگی مکان کی شکایت نہ رہے حضور ایک مرتبہ وہاں چل کر نماز پڑھ لیس تو ہمارے لئے موجب برکت و سعادت ہو۔ یہ اس لئے کہ حضور کا طرز عمل دیکھ کر بعض سادہ دل مسلمان حسن ظن کی بنا پر ان کے جال میں پھنس جائیں۔ آپ اس وقت تبوک جانے کے لئے پابرجا تھے۔ فرمایا کہ اللہ نے چاہا تو واپسی پر ایسا ہو سکے گا۔ جب حضور تبوک سے واپس ہو کر بالکل مدینہ کے نزدیک پہنچ گئے، تب جبریل یہ آیات لے کر آئے جن میں منافقین کی ناپاک اغراض پر مطلع کر کے مسجد ضرار کا پول کھول دیا گیا۔ آپ نے مالک بن خثعم اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ اس مکان کو (جس کا نام ازراہ خدا و فریب مسجد رکھا تھا) گرا کر پیوند زمین بنا دو۔ انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اس طرح منافقین اور ابو عامر فاسق کے سب ارمان دل کے دل میں رہ گئے اور ابو عامر اپنی دعاء اور حضور کی آمین کے موافق قنسرین (ملک شام) میں تنہا سخت بے کسی کی موت مرا۔ ”فَقَطَعَ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ آیت میں ”مَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ“ سے یہی ابو عامر فاسق مراد ہے۔

يَنْطَهَرُوا ط وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ﴿۱۸﴾ أَفَمَنْ أَسَّسَ

پاک رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو ﴿۱۸﴾ بھلا جس نے بنیاد رکھی

بُنِيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ

اپنی عمارت کی اللہ سے ڈرنے پر اور اُس کی رضامندی پر وہ بہتر یا جس نے

أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرْفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ

بنیاد رکھی اپنی عمارت کی کنارہ پر ایک کھائی کے جو گرنے کو ہے پھر اُس کو لے کر ڈھے پڑا

فِي نَارٍ جَهَنَّمَ ط وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۹﴾

دوزخ کی آگ میں ﴿۱۹﴾ اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ﴿۱۹﴾

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا

ہمیشہ رہے گا اُس عمارت سے جو انہوں نے بنائی تھی شبہ اُن کے دلوں میں مگر

أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۲۰﴾ إِنَّ اللَّهَ

جب ٹکڑے ہو جائیں اُن کے دل کے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۲۰﴾ اللہ نے

اشْتَرَا مِنْ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ

خریدی مسلمانوں سے اُن کی جان اور اُن کا مال اس قیمت پر کہ

لَهُمُ الْجَنَّةُ ط يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلُونَ وَ

اُن کے لیے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور

يُقْتَلُونَ ق وَعَدَّا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ

مرتے ہیں وعدہ ہو چکا اُس کے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل

مسجد قباء کی فضیلت | یعنی اس مسجد میں جس کی بنیاد محض ضد، کفر و نفاق، عداوت اسلام اور مخالفت خدا اور رسول پر رکھی گئی آپ کبھی نماز کے لئے کھڑے نہ ہوں۔ آپ کی نماز کے لائق وہ مسجد ہے جس کی بنیاد اول دن سے تقویٰ اور پرہیزگاری پر قائم ہوئی (خواہ مسجد نبوی ہو یا مسجد قبا) اس کے نمازی گناہوں اور شرارتوں اور ہر قسم کی نجاستوں سے اپنا ظاہر و باطن پاک و صاف رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی لئے خدائے پاک ان کو محبوب رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور نے اہل قبا سے دریافت کیا کہ تم طہارت و پاکیزگی کا کیا خاص اہتمام کرتے ہو، جو حق تعالیٰ نے تمہاری تطہیر کی مدح فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ ڈھیلے کے بعد پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ یعنی عام طہارت ظاہری و باطنی کے علاوہ وہ لوگ اس چیز کا معتاد سے زائد اہتمام رکھتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت میں مسجد قبا کا ذکر ہے۔ لیکن بعض روایات صریح میں ہے کہ ”لَمَسْجِدًا أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ“ سے مسجد نبوی مراد ہے۔ علماء نے اس پر بہت کچھ کلام کیا ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں اسکے متعلق اپنا ناقص خیال ظاہر کر کے روایات میں تطبیق دی ہے یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں۔

یعنی جس کام کی بنیاد تقویٰ، یقین و اخلاص اور خدا کی رضا جوئی پر ہو، وہ نہایت مستحکم اور پائدار ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے جس کام کی بناء شک و نفاق اور مکر و خداع پر ہو، وہ اپنی ناپائداری، بودے پن اور انجام بد کے لحاظ سے ایسا ہے جیسے کوئی عمارت ایک کھائی کے کنارہ پر کھڑی کی جائے کہ ذرا زمین سرکی یا پانی کی تھیٹر کنارہ کو لگی، ساری عمارت دھڑام سے نیچے آرہی اور آخر کار دوزخ کے گڑھے میں جا پہنچی۔

یعنی بظاہر کوئی نیک عمل بھی کریں (جیسے مسجد بنانا) ظلم و ناانصافی کی شامت سے بن نہیں پڑتا۔

ریبہ کی تفسیر | ”ریبہ“ کا ترجمہ کیا ہے ”شبہ“ جس سے مراد نفاق ہے۔ یعنی اس عمل بد کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ ان کے دلوں میں (جب تک موت انہیں پارہ پارہ نہ کر ڈالے) نفاق قائم رہے گا۔ جیسے اسی سورہ میں پہلے گزر چکا۔ ”فَاعْقِبْهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ اِلَى يَوْمٍ يَلْقَوْنَہٗ بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ“ بعض مترجمین نے ”ریبہ“ کے معنی کئے ہیں ”کھٹکنا“ یعنی جو عمارت انہوں نے ناپاک مقاصد کے لئے بنائی تھی۔ مگر حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مطلع کر کے ان کے تمام پلید مقاصد کا خاتمہ کر دیا، اس کا خیال ہمیشہ ان کے دلوں میں کانٹا سا کھٹکتا رہے گا۔ والراجح عند السلف هو الاول كما حكى ابن كثير۔

وَالْقُرْآنِ ط وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنْ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا

اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اور کون سے زیادہ سو خوشیاں کرو

بِذِيْعِكُمْ الَّذِيٰ بِاٰيْعَتُمْ بِهِ ط وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

اُس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اُس سے اور یہی ہے بڑی

الْعَظِيْمُ ۝ التَّائِبُونَ الْعِبَادُونَ الْحَمِدُونَ

کامیابی وہ توبہ کرنے والے ہیں بندگی کرنے والے شکر کرنے والے

السَّائِحُونَ الرَّكْعُونَ السَّجِدُونَ الْاٰمِرُونَ

بے تعلق رہنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے حکم کرنے

بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُونَ

والے نیک بات کا اور منع کرنے والے بُری بات سے اور حفاظت کرنے والے

لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَا

اُن حدود کے جو باندھی اللہ نے اور خوش خبری سنا دے ایمان والوں کو لائق نہیں نبی کو اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا

مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اور اگرچہ وہ ہوں

اَوْلٰى قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ

قربت والے جب کہ کھل چکا اُن پر کہ وہ ہیں

❖ مومنین کی نفع بخش تجارت اس سے زیادہ سود مند تجارت اور عظیم الشان کامیابی کیا ہوگی کہ ہماری حقیر سی جانوں اور فانی اموال کا خداوند قدوس خریدار بنا۔ ہماری جان و مال جو فی الحقیقت اسی کی مملوک و مخلوق ہے محض ادنی ملاہست سے ہماری طرف نسبت کر کے "بیع" قرار دیا جو "عقد بیع" میں مقصود بالذات ہوتی ہے۔ اور جنت جیسے اعلیٰ ترین مقام کو اس کا "شمن" بتلایا جو بیع

تفسیر عثمانی

تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جنت" میں وہ نعمتیں ہوں گی جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی بشر کے قلب پر انکی کیفیات کا خطورہوا اب خیال کرو کہ جان و مال جو برائے نام ہمارے کہلاتے ہیں، انہیں جنت کا ثمن نہیں بنایا نہ یہ کہا کہ حق تعالیٰ "باع" اور ہم مشتری ہوتے، تَلَطَّفَ وَنَوَازَشَ کی حد ہو گئی کہ اس ذرا سی چیز کے (حالانکہ وہ بھی فی الحقیقت اسی کی ہے) معاوضہ میں جنت جیسی لازوال اور قیمتی چیز کو ہمارے لئے مخصوص کر دیا، جیسا کہ "بِالْجَنَّةِ" کی جگہ "بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے۔

آنچہ دروہمت نیاید آں دہد

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد

پھر یہ نہیں کہ ہمارے جان و مال خرید لئے گئے تو فوراً ہمارے قبضہ سے نکال لئے جائیں صرف اس قدر مطلوب ہے کہ جب موقع پیش آئے جان و مال خدا کے راستہ میں پیش کرنے کے لئے تیار رہیں۔ دینے سے بخل نہ کریں خواہ وہ لیس یا نہ لیس۔ اسی کے پاس چھوڑے رکھیں۔ اسی لئے فرمایا "يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ" یعنی مقصود خدا کی راہ میں جان و مال حاضر کر دینا ہے۔ بعدہ ماریں یا مارے جائیں۔ دونوں صورتوں میں عقد بیع پورا ہو گیا اور یقینی طور پر ثمن کے مستحق ٹھہر گئے ممکن ہے کسی کو وسوسہ گذرتا کہ معاملہ تو بیشک بہت سود مند اور فائدہ بخش ہے لیکن ثمن نقد نہیں ملتا۔ اس کا جواب دیا۔ "وَعَدَا عَلَيْهِ حَقًّا فِي السُّورَةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ" یعنی زرتشت کے مارے جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ خدا تعالیٰ نے بہت تاکید و اہتمام سے پختہ دستاویز لکھ دی ہے جس کا خلاف ناممکن ہے۔ کیا خدا سے بڑھ کر صادق القول، راست باز اور وعدہ کا پکا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا اس کا ادھار بھی دوسروں کے نقد سے ہزاروں درجہ پختہ اور بہتر ہوگا پھر مومنین کے لئے خوش ہونے اور اپنی قسمت پر نازاں ہونے کا اس سے بہتر کونسا موقع ہوگا کہ خود رب العزت اُن کا خریدار بنے، اور اس شان سے بنے۔ سچ فرمایا عبد اللہ بن رواحہ نے کہ یہ وہ بیع ہے جس کے بعد اقالت کی کوئی صورت ہم باقی رکھنا نہیں چاہتے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے ہم ناتوانوں کو ان مومنین کے زمرہ میں محشور فرمائے آمین۔

❖ مومنین کی صفات۔ سائحون کا مفہوم | بعض نے "سائحون" سے مراد روزہ دار لئے ہیں۔ کیونکہ روزہ دار کھانے پینے وغیرہ لذائذ و مرغوبات سے بے تعلق ہو کر روحانی مدارج اور ملکوتی مقامات کی سیر کرتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس لفظ کا مصداق مہاجرین ہیں۔ جو گھریار سے بے تعلق ہو کر "دارالاسلام" میں سکونت پذیر ہوتے ہیں۔ بعض نے "مجاہدین" کا ارادہ کیا ہے کہ مجاہد اپنی جان تک سے بے تعلق ہو کر خدا کے راستہ میں قربان ہونے کے لئے نکلتا ہے۔ بعض کی رائے میں یہ لفظ طلبہ علوم کے لئے ہے جو وطن، کنبہ، راحت و آسائش وغیرہ سب کو خیر باد کہہ کر طلب علم کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ بہر حال مترجم محقق نے جو ترجمہ کیا، اس میں ان سب اقوال کی گنجائش ہے مگر اکثر سلف کے نزدیک پہلی تفسیر مختار ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ شاید بے تعلق رہنے سے مراد یہ ہو کہ دنیا میں دل نہ لگائے

❖ یعنی خود درست ہونے کے ساتھ دوسروں کو بھی درست کرتے ہیں۔ گویا ان کا کام ہے عبادت حق اور خیر خواہی خلق۔

❖ یعنی نیکی بدی کی جوحد و حق تعالیٰ نے معین فرمادی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرے۔ خلاصہ یہ کہ بے حکم شرع کوئی قدم نہ اٹھائے۔ یہ سب صفات ان مومنین کی ہوں گی۔ جو جان و مال سے خدا کے ہاتھ پر بک چکے ہیں۔

الْحَكِيمِ ۱۱۳ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا

دوزخ والے ♦ اور بخشش مانگنا ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے سونے تھا مگر

عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ اَنَّهُ

وعدہ کے سبب کہ وعدہ کر چکا تھا اُس سے پھر جب کھل گیا ابراہیم پر کہ وہ

عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأْمِنهُ ۗ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۱۱۴

دشمن ہے اللہ کا تو اُس سے بیزار ہو گیا بے شک ابراہیم بڑا نرم دل تھا تحمل کرنے والا ♦

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰهُمْ حَتّٰى

اور اللہ ایسا نہیں کہ گمراہ کرے کسی قوم کو جب کہ اُن کو راہ پر لا چکا جب تک

يُبَيِّنَ لَكُمْ مَا يَتَّقُونَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۱۱۵ اِنَّ

کھول نہ دے ان پر جس سے اُن کو بچنا چاہئے بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے ♦

اللّٰهُ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طٰيِّبٰتٍ وَيُؤْتِ وَمَا

اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں جلاتا ہے اور مارتا ہے اور

لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٌ ۱۱۶ لَقَدْ

تمہارا کوئی نہیں اللہ کے سوا حمایتی اور مددگار ♦ اللہ

تَابَ اللّٰهُ عَلَ النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ

مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو

♦ مشرک آباء کیلئے استغفار کی ممانعت مومنین جب جان و مال سے خدا کے ہاتھ بچ ہو چکے تو ضروری ہے کہ تمہا اسی کے ہو کر رہیں۔ اعداء اللہ سے جن کا دشمن خدا اور جہنمی ہونا معلوم ہو چکا ہو محبت و مہربانی کا واسطہ نہ رکھیں۔ خواہ یہ دشمنان خدا اُن کے ماں باپ، چچا، تایا اور خاص بھائی بند ہی کیوں نہ ہوں۔ جو خدا کا باغی اور دشمن ہے وہ اُن کا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔ پس جس شخص کی

تفسیر عثمانی

بابت پتہ چل جائے کہ وہ بالیقین دوزخی ہے۔ خواہ وحی الہی کے ذریعہ سے یا اس طرح کہ علانیہ کفر و شرک پر اس کو موت آچکی ہو، اس کے حق میں استغفار کرنا اور بخشش مانگنا ممنوع ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ آپ کے چچا ابوطالب کے حق میں اتری۔ اور بعض نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے چاہا کہ اپنے آباء مشرکین کے لئے جو مرچکے تھے استغفار کریں۔ اس آیت میں ان کو منع کیا گیا۔ بہر حال شان نزول کچھ ہو، حکم یہ ہے کہ کفار و مشرکین کے حق میں جن کا خاتمہ کفر و شرک پر معلوم ہو جائے، استغفار جائز نہیں۔ تنبیہ حضور کے والدین کے بارہ میں علمائے اسلام کے اقوال بہت مختلف ہیں۔ بعض نے ان کو مومن و ناجی ثابت کرنے کے لئے مستقل رسائل لکھے ہیں۔ اور شرح حدیث نے محدثانہ و متکلمانہ بحثیں کی ہیں۔ احتیاط و سلامت روی کا طریقہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ زبان بند رکھی جائے۔ اور ایسے نازک مباحث میں خوض کرنے سے احتراز کیا جائے حقیقت حال کو خدا ہی جانتا ہے اور وہ ہی تمام مسائل کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے۔

◆ حضرت ابراہیم کا اپنے والد کے لئے استغفار سورہ مریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے قبول حق سے اعراض کیا اور ضد و عناد سے حضرت ابراہیم کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا، تو آپ نے والدین کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا۔ "سَلَامٌ عَلَیْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ اِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا" یعنی میں خدا سے تیرے لئے استغفار کروں گا۔ اس وعدہ کے موافق آپ برابر استغفار کرتے رہے چنانچہ دوسری جگہ "وَ اَغْفِرْ لَابِیْ" فرمانے کی تصریح ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ایک مشرک کی حالت شرک پر قائم رہتے ہوئے مغفرت چاہتے تھے، نہیں غرض یہ تھی کہ اللہ اس کو توفیق دے کہ حالت شرک سے نکل کر آغوش اسلام میں آجائے اور قبول اسلام اس کی خطاؤں کے معاف ہونے کا سبب بنے۔ "اِنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِیْهُم مَّا كَانُوْنَ قَبْلَهُ" ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کو قرآن میں پڑھ کر بعض صحابہ کے دلوں میں خیال آیا کہ ہم بھی اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کریں اس کا جواب حق تعالیٰ نے دیا کہ ابراہیم نے وعدہ کی بنا پر صرف اس وقت تک اپنے باپ کے لئے استغفار کیا۔ جب تک یقینی طور سے یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ اسے کفر و شرک اور خدا کی دشمنی پر مرنا ہے۔ کیونکہ مرنے سے پہلے احتمال تھا کہ توبہ کر کے مسلمان ہو جائے اور بخشا جائے پھر جب کفر و شرک پر خاتمہ ہونے سے صاف کھل گیا کہ وہ حق کی دشمنی سے باز آنے والا نہ تھا، تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بالکل بیزار ہو گئے۔ اور دعاء و استغفار وغیرہ ترک کر دیا۔ پہلے نرم دلی اور شفقت سے دعاء کرتے تھے۔ جب توبہ و رجوع کے احتمالات منقطع ہو گئے، تو آپ نے اس کی خیر خواہی سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور اس حادثہ کو پیغمبرانہ صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ حدیث میں ہے کہ محشر میں ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ خدا وندا! تیرا وعدہ ہے کہ مجھے رسوا نہ کرے گا۔ مگر اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ آج میرا باپ سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے۔ اسی وقت ان کے باپ کی صورت مسخ ہو کر ضج (کفتار) کی سی ہو جائے گی اور فرشتے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ شاید یہ اس لئے ہو کہ لوگ اسے پہچان نہ سکیں۔ کیونکہ رسوائی کا دار و مدار شناخت پر ہے جب شناخت نہ رہے گی کہ کیا چیز دوزخ میں پھینکی گئی۔ پھر بیٹے کی رسوائی کا کچھ مطلب نہیں۔

◆ اللہ کی طرف سے اتمام حجت ضرور ہوتا ہے یعنی اتمام حجت اور اظہار حق سے پہلے خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا، مگر اہی یہ ہے کہ جب خدا اپنے احکام صاف کھول کر بیان کر چکا، پھر امثال نہ کیا جائے۔ گویا اشارہ کر دیا کہ جو لوگ ممانعت سے قبل مشرکین کے لئے استغفار کر چکے ہیں ان پر مواخذہ نہیں، لیکن اب اطلاع پانے کے بعد ایسا کرنا گمراہی ہے۔

◆ جب اس کی سلطنت ہے تو اسی کا حکم چلنا چاہئے۔ وہ علم محیط اور قدرت کاملہ سے جو احکام نافذ کرے بندوں کا کام ہے کہ بے خوف و خطر تعمیل کریں۔ کسی کی رو رعایت کو دخل نہ دیں، کیونکہ خدا کے سوا کوئی کام آنے والا نہیں۔

اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ

ساتھ رہے نبی کے مشکل کی گھڑی میں بعد اُس کے کہ قریب تھا کہ دل پھر جائیں

قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ط إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ

بعضوں کے ان میں سے پھر مہربان ہوا ان پر بے شک وہ ان پر مہربان ہے

رَحِيمٌ ۝۱۱۷ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا ط حَتَّىٰ

رحم کرنے والا اور ان تین شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا تھا یہاں تک

إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ

کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے اور تنگ ہو گئیں

عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا

ان پر ان کی جانیں اور سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں اللہ سے مگر

إِلَيْهِ ط ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ط إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ

اسی کی طرف پھر مہربان ہوا ان پر تاکہ وہ پھر آئیں بے شک اللہ ہی ہے مہربان

الرَّحِيمُ ۝۱۱۸ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا

رحم والا اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو

مَعَ الصَّادِقِينَ ۝۱۱۹ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ

ساتھ سچوں کے نہ چاہئے مدینہ والوں کو اور ان کے

حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ

گرد کے گنواروں کو کہ پیچھے رہ جائیں رسول اللہ کے ساتھ سے

❖ **تبوک کے شرکاء کی فضیلت** | مشکل کی گھڑی سے مراد ”غزوہ تبوک“ کا زمانہ ہے جس میں کئی طرح کی مشکلات جمع تھیں۔ سخت گرمی، طویل مسافت، کھجور کا موسم، اس زمانہ کی عظیم الشان سلطنت کے مقابلہ پر فوج کشی، پھر ظاہری بے سرو سامانی ایسی کہ ایک ایک کھجور روزانہ دو دو سپاہیوں پر تقسیم ہوتی تھی۔ اخیر میں یہ نوبت پہنچ گئی کہ بہت سے مجاہدین ایک ہی کھجور کو یکے بعد دیگرے چوس کر پانی پی لیتے تھے۔ پھر پانی کے فقدان سے اونٹوں کی آلائش نچوڑ کر پینے کی نوبت آ گئی۔ سواری کا اتنا قحط تھا کہ دس دس آدمی ایک ایک اونٹ پر اترتے چڑھتے چلے جا رہے تھے۔ یہ ہی وہ جذبہ ایثار و فدا کاری تھا جس نے مٹھی بھر جماعت کو تمام دنیا کی قوموں پر غالب کر دیا۔ **فللہ الحمد والمنۃ۔**

❖ **خدا کی مہربانیاں پیغمبر علیہ السلام پر بے شمار ہیں۔ اور آپ کی برکت سے مہاجرین و انصار پر بھی حق تعالیٰ کی مخصوص توجہ اور مہربانی رہی ہے کہ ان کو ایمان و عرفان سے مشرف فرمایا۔ اتباع نبوی، جہاد فی سبیل اللہ اور عزائم امور کے سرانجام دینے کی ہمت و توفیق بخشی۔ پھر ایسے مشکل وقت میں جبکہ بعض مومنین کے قلوب بھی مشکلات اور صعوبتوں کا ہجوم دیکھ کر ڈگر گانے لگے تھے اور قریب تھا کہ رفاقت نبوی سے پیچھے ہٹ جائیں۔ حق تعالیٰ نے دوبارہ مہربانی اور دستگیری فرمائی کہ ان کو اس قسم کے خطرات و وسوسوں پر عمل کرنے سے محفوظ رکھا اور مومنین کی ہمتوں کو مضبوط اور ارادوں کو بلند کیا۔**

❖ **غزوہ تبوک میں رہ جانے والے تین صحابی** | یہ تین شخص کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع ہیں۔ جو باوجود مومن مخلص ہونے کے محض تن آسانی اور سہل انگاری کی بناء پر بدون عذر شرعی کے تبوک کی شرکت سے محروم رہے۔ جب حضور واپس تشریف لائے تو نہ انہوں نے منافقین کی طرح جھوٹے عذر پیش کئے اور نہ بعض صحابہ کی طرح اپنے آپ کو ستونوں سے باندھا۔ جو واقعہ تھا صاف صاف عرض کر دیا، اور اپنی کوتاہی اور تقصیر کا اعلانیہ اعتراف کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منافقین کی طرف سے بظاہر انماض کر کے انکے بواطن کو خدا کے سپرد کیا گیا۔ ”اصحاب سواری“ کی (یعنی جو مسجد کے ستونوں سے بندھے ہوئے تھے) توبہ قبول کر لی گئی۔ اور ان تینوں کا فیصلہ تادیباً کچھ مدت کے لئے ملتوی رکھا گیا۔ پچاس دن گزرنے کے بعد انکی توبہ قبول ہوئی پیچھے رکھے جانے کا یہی مطلب ہے جیسا کہ بخاری میں خود کعب بن مالک سے نقل کیا ہے۔

❖ **حضرت کعب بن مالک کا واقعہ** | ان تین میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ نہایت شرح و بسط سے عجیب مؤثر طرز میں بیان فرمایا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ملاحظہ کیا جائے۔ یہاں اس کے بعض اجزاء نقل کئے جاتے ہیں۔ کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ تبوک کی مہم چونکہ بہت سخت اور دشوار گزار تھی۔ حضور نے صحابہ کو عام حکم تیاری کا دیا۔ لوگ مقدور و استطاعت کے موافق سامان سفر درست کرنے میں مشغول تھے مگر میں بے فکر تھا کہ جب چاہوں گا فوراً

تیار ہو کر ساتھ چلا جاؤں گا۔ کیونکہ بفضلِ ایزدی اس وقت ہر طرح کا سامان مجھ کو میسر تھا۔ ایک چھوڑ دو سواریاں میرے پاس موجود تھیں۔ میں اسی غفلت کے نشہ میں رہا۔ ادھر نبی کریم ﷺ نے تیس ہزار مجاہدین اسلام کو کوچ کا حکم دیدیا۔ مجھے اب بھی یہ خیال تھا کہ حضور روانہ ہو گئے تو کیا ہے، اگلی منزل پر آپ سے جا ملوں گا۔ آج چلوں کل چلوں اسی امروز و فردا میں وقت نکل گیا۔ حضور نے تبوک پہنچ کر فرمایا ”ما فعل کعب بن مالک“ (کعب بن مالک کو کیا ہوا) بنی سلمہ کا ایک شخص بولا کہ یا رسول اللہ! اس کی عیش پسندی اور اعجاب و غرور نے نکلنے کی اجازت نہ دی۔ معاذ بن جبل نے کہا کہ تو نے بری بات کہی۔ خدا کی قسم ہم نے اس میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا حضور یہ گفتگو سن کر خاموش رہے۔ کعب کہتے ہیں کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد بہت زیادہ وحشت اس سے ہوتی تھی کہ سارے مدینہ میں کپکے منافق یا معذور مسلمان کے سوا مجھے کوئی مرد نظر نہ پڑتا تھا۔ بہر حال اب دل میں طرح طرح کے جھوٹے منصوبے گانٹھنے شروع کئے کہ آپ کی واپسی پر فلاں عذر کر کے جان بچالوں گا۔ مگر جس وقت معلوم ہوا کہ حضور خیر دعائیت سے واپس تشریف لے آئے، دل سے سارے جھوٹ فریب ٹھوگئے اور طے کر لیا کہ سچ کے سوا کوئی چیز اس بارگاہ میں نجات دلانے والی نہیں۔ حضور مسجد میں رونق افروز تھے، اصحاب کا مجمع تھا۔ منافقین جھوٹے حیلے بہانے بنا کر ظاہری گرفت سے چھوٹ رہے تھے کہ میں حضور کے سامنے آیا۔ میرے سلام کرنے پر آپ نے غضب آمیز تبسم فرمایا اور غیر حاضری کی وجہ دریافت کی میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر اس وقت میں دنیا والوں میں سے کسی دوسرے کے سامنے ہوتا تو آپ دیکھتے کہ کس طرح زبان زوری اور چرب لسانی سے جھوٹے حیلے حوالے کر کے اپنے آپ کو صاف بچا لیتا۔ مگر یہاں تو معاملہ ایک ایسی ذات مقدس سے ہے جسے جھوٹ بول کر اگر میں رانسہ بھی کر لوں تو تھوڑی دیر کے بعد خدا اس کو سچی بات پر مطلع کر کے مجھ سے ناراض کر دے گا۔ برخلاف اسکے سچ بولنے میں گوتھوڑی دیر کے لئے آپ کی خفگی برداشت کرنی پڑے گی لیکن امید کرتا ہوں کہ خدا کی طرف سے اس کا انجام بہتر ہوگا۔ اور آخر کار سچ بولنا ہی مجھے خدا اور رسول کے غصہ سے نجات دلائے گا۔ یا رسول اللہ واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس غیر حاضری کا کوئی عذر نہیں، جس وقت حضور کی ہم رکابی کے شرف سے محروم ہوا، اس وقت سے زیادہ فراخی اور مقدرت کبھی مجھ کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ میں مجرم ہوں، آپ کو اختیار ہے جو فیصلہ چاہیں میرے حق میں دیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی۔ اچھا جاؤ اور خدائی فیصلہ کا انتظار کرو۔

تین صحابیوں سے معاشرتی مطالبہ میں اٹھا اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ (ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع) یہ دو شخص بھی میرے ہی جیسے ہیں۔ ہم تینوں کے متعلق آپ نے حکم دیدیا کہ کوئی ہم سے بات نہ کرے۔ سب علیحدہ رہیں۔ چنانچہ کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا تھا، نہ سلام کا جواب دیتا تھا۔ وہ دونوں تو خانہ نشین ہو گئے، شب و روز گھر میں وقف کر یہ وبکا رہتے تھے میں ذرا سخت اور قوی تھا۔ مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوتا۔ حضور کو سلام کر کے دیکھتا تھا کہ جواب میں لب مبارک کو حرکت ہوئی یا نہیں۔ جب میں حضور کی طرف دیکھتا۔ آپ میری طرف سے منہ پھیر لیتے تھے مخصوص اقارب اور محبوب ترین اعزہ بھی مجھ سے بیگانہ ہو گئے تھے۔ اس اثناء میں ایک روز ایک شخص نے بادشاہ ”غسان“ کا خط مجھے دیا۔ جس میں میری مصیبت پر اظہارِ ہمدردی کرنے کے بعد دعوت دی تھی کہ میں اسکے ملک میں آ جاؤں وہاں میری بہت آؤ بھگت ہوگی میں نے پڑھ کر کہا کہ یہ بھی ایک مستقل امتحان ہے۔ آخر وہ خط میں تے نذر آتش کر دیا۔ چالیس دن

گذرنے کے بعد بارگاہ رسالت سے جدید حکم پہنچا کہ میں اپنی عورت سے بھی علیحدہ رہوں چنانچہ اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ اپنے میکے چلی جائے اور جب تک خدا کے یہاں سے میرا کوئی فیصلہ ہو وہیں ٹھہری رہے۔ سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر اسی حالت میں موت آگئی تو حضور میرا جنازہ نہ پڑھیں گے۔ اور فرض کیجئے ان دنوں میں آپ کی وفات ہوگئی تو مسلمان ہمیشہ یہ ہی معاملہ مجھ سے رکھیں گے۔ میری میت کے قریب بھی کوئی نہ آئے گا غرض پچاس دن اسی حالت میں گزرے کہ خدا کی زمین مجھ پر باوجود فراخی کے تنگ تھی بلکہ عرصہ حیات تنگ ہو گیا تھا، زندگی موت سے زیادہ سخت معلوم ہوتی تھی کہ یکا یک جبل سلع سے آواز آئی ”یا کعب بن مالک! بشر“ (اے کعب بن مالک خوش ہو جا) میں سنتے ہی سجدہ میں گر پڑا۔ معلوم ہوا کہ اخیر شب میں حق تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ ہماری توبہ مقبول ہے۔ آپ نے بعد نماز فجر صحابہ کو مطلع فرمایا۔ ایک سوار میری طرف دوڑا کہ بشارت بنائے۔ مگر دوسرے شخص نے پہاڑ پر زور سے لاکارا۔ اسکی آواز سوار سے پہلے پہنچی اور میں نے اپنے بدن کے کپڑے اتار کر آواز لگانے والے کو دیے۔ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لوگ جوق جوق آتے اور مجھے مبارک باد دیتے تھے۔ مہاجرین میں سے حضرت طلحہؓ نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا حضور کا چہرہ خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا آپ نے فرمایا، خدا نے تیری توبہ قبول فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ اس توبہ کا تمہ یہ ہے کہ اپنا کل مال و جائیداد خدا کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ سب نہیں، کچھ اپنے لئے روکنا چاہئے۔ چنانچہ میں نے خیبر کا حصہ الگ کر کے باقی مال صدقہ کر دیا۔ چونکہ محض سچ بولنے سے مجھ کو نجات ملی تھی، اس لئے عہد کیا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، آئندہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا، اس عہد کے بعد بڑے سخت امتحانات پیش آئے۔ مگر الحمد للہ میں سچ کہنے سے کبھی نہیں ہٹا اور نہ انشاء اللہ تازیست ہوں گا۔ یہ واقعہ ہے جسکی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ گویا ان تینوں پر خدا کی پہلی مہربانی تو یہ ہی تھی کہ ایمان و اخلاص بخشنا، نفاق سے بچایا۔ اب نئی مہربانی یہ ہوئی کہ توبہ، نصوح کی توفیق دیکر پھر اپنی طرف کھینچ لیا اور کوتاہیوں کو معاف فرما دیا۔

◆ سچوں کی صحبت | یعنی سچوں کی صحبت رکھو اور انہی جیسے کام کرو۔ دیکھ لو یہ تین شخص سچ کی بدولت بخشے گئے اور مقبول ٹھہرے منافقین نے جھوٹ بولا اور خدا کا ڈر دل سے نکال دیا تو ”درک اسفل“ کے مستحق بنے۔

وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنِ نَفْسِهِ ۗ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُمْ لَا

اور نہ یہ کہ اپنی جان کو چاہیں زیادہ رسول کی جان سے ﴿﴾ یہ اس واسطے کہ

يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ

جہاد کرنے والے نہیں پہنچتی ان کو پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ کی

اللَّهِ وَلَا يَطَّوُّنَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ

راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے کہ خفا ہوں کافر اور نہ چھینتے ہیں

مِنْ عَدُوِّ تَيِّدًا إِلَّا كَتَبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۗ

دشمن سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے ان کے واسطے اس کے بدلے نیک عمل

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۗ وَلَا يُنْفِقُونَ

بے شک اللہ نہیں ضائع کرتا حق نیکی کرنے والوں کا ﴿﴾ اور نہ خرچ کرتے ہیں

نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا

کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا اور نہ طے کرتے ہیں کوئی میدان

إِلَّا كَتَبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣١﴾

مگر لکھ لیا جاتا ہے ان کے واسطے ﴿﴾ تاکہ بدلادے ان کو اللہ بہتر اس کام کا جو کرتے تھے ﴿﴾

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۗ فَلَوْلَا نَفَرْنَا

اور ایسے تو نہیں مسلمان کہ کوچ کریں سارے سو کیوں نہ نکلا

كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین

حضرت ابوخیثمہؓ کا واقعہ | یعنی رسول اللہ ﷺ تو تکلیفیں اٹھائیں اور ہم آرام سے بیٹھے رہیں، ایسا نہیں چاہئے، حدیث میں ہے کہ ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ بھی غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ حضورؐ کی روانگی کے بعد باغ میں گئے وہاں خوشگوار سایہ تھا، حسین و جمیل بیوی سامنے تھی اُس نے پانی چھڑک کر زمین کو خوب ٹھنڈا کر دیا، چٹائی کا فرش کیا۔ تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے اور سرد شیریں پانی حاضر کیا۔ یہ سامان عیش دیکھ کر دفعۃً ابوخیثمہؓ کے دل میں ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ بولے تف ہے اس زندگی پر کہ میں تو خوشگوار سائے، ٹھنڈے پانی اور باغ و بہار کے مزے لوٹ رہا ہوں، اور خدا کا محبوب پیغمبر ایسی سخت لو اور گرمی و تشنگی کے عالم میں کوہ و بیابان طے کر رہا ہے۔ یہ خیال آتے ہی سواری منگائی تلوار جمائل کی نیزہ سنبھالا اور حضورؐ کے نقش قدم پر چل نکلے۔ اونٹنی تیز ہوا کی طرح چل رہی تھی، آخر لشکر کو جا پکڑا۔ حضورؐ نے دور سے دیکھ کر کہ کوئی اونٹنی سوار ریت کے ٹیلے قطع کرتا چلا آ رہا ہے، فرمایا ”کن اباخیثمہ“ (ہو جا ابوخیثمہ) تھوڑی دیر میں سب نے دیکھ لیا کہ وہ ابوخیثمہ ہی تھے۔ رضی اللہ عنہ وعن سائر الصحابة ورضوا عنه۔

یعنی باوجودیکہ ان میں سے اکثر چیزیں (مثلاً بھوک، پیاس لگنا، یا تکلیف پہنچنا) اختیاری کام نہیں ہیں، تاہم نیت جہاد کی برکت سے ان غیر اختیاری چیزوں کے مقابلہ میں اعمال صالحہ انکی فرد حسنات میں درج کر دیئے جائیں گے جن پر خدا اجر نیک مرحمت فرمائے گا۔

خرچ کرنا یا میدان طے کرنا، خود عمل صالح اور اختیاری افعال ہیں۔ اسی لئے یہاں ”اَلَا كُتِبَ لَهُمْ“ فرمایا۔ گذشتہ آیت کی طرح ”اَلَا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ“ نہیں ارشاد ہوا۔ نبی علیہ ابن کثیر۔

یعنی بہترین عمل کی بہترین جزاء دے گا۔

وَلْيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ

اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جب کہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ

يَحْذَرُونَ ﴿١٢٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ

بچتے رہیں ﴿۱۲۴﴾ اے ایمان والو لڑتے جاؤ اپنے

يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۖ وَاعْلَمُوا

نزدیک کے کافروں سے ﴿۱۲۵﴾ اور چاہئے کہ ان پر معلوم ہو تمہارے اندر سختی اور جانو

أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿١٢٦﴾ وَإِذَا مَا أَنْزَلَتْ سُورَةٌ

کہ اللہ ساتھ ہے ڈروالوں کے ﴿۱۲۶﴾ اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت

فِيهِمْ مَّنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيْمَانًا ۚ فَمَا

تو بعضے ان میں کہتے ہیں کس کا تم میں زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان سو جو

الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٧﴾ وَ

لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کا زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان اور وہ خوش وقت ہوتے ہیں اور

أَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ

جن کے دل میں مرض ہے سو ان کے لیے بڑھادی گندگی پر

رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿١٢٨﴾ أَوْلَا يَرَوْنَ

گندگی اور وہ مرنے تک کافر ہی رہے ﴿۱۲۸﴾ کیا نہیں دیکھتے

أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ

کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر برس میں ایک بار یا دو بار پھر بھی

گذشتہ رکوعات میں ”جہاد“ میں نکلنے کی فضیلت اور نہ نکلنے پر ملامت تھی۔ ممکن تھا کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ ہمیشہ ہر جہاد میں تمام مسلمانوں پر نکلنا فرض عین ہے، اس آیت میں فرمادیا کہ نہ ہمیشہ یہ ضروری ہے، نہ مصلحت ہے کہ سب مسلمان ایک دم جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ مناسب یہ ہے کہ ہر قبیلہ اور قوم میں سے ایک جماعت نکلے، باقی لوگ دوسری ضروریات میں مشغول ہوں۔ اب اگر نبی کریم ﷺ بنفس نفیس جہاد کے لئے تشریف لے جا رہے ہوں تو ہر قوم میں سے جو جماعت آپ کے ہمراہ نکلے گی وہ حضور کی صحبت میں رہ کر اور سیکڑوں حوادث و واقعات میں سے گذر کر دین اور احکام دینیہ کی سمجھ حاصل کرے گی اور واپس آ کر اپنی باقی ماندہ قوم کو مزید علم و تجربہ کی بناء پر بھلے برے سے آگاہ کرے گی اور فرض کیجئے اگر حضور خود مدینہ میں رونق افروز رہے تو باقی ماندہ لوگ جو جہاد میں نہیں گئے حضور کی خدمت سے مستفید ہو کر دین کی باتیں سیکھیں گے۔ اور مجاہدین کی غیبت میں جو جوش و معرفت کی باتیں سنیں گے ان سے واپسی کے بعد مجاہدین کو خبردار کریں گے۔ آیت کے الفاظ میں عربی ترکیب کے اعتبار سے دونوں احتمال ہیں۔

کافی ”روح المعانی“ وغیرہ۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”ہر قوم میں سے چاہئے بعضے لوگ پیغمبر کی صحبت میں رہیں تا علم دین سیکھیں اور پچھلوں کو سکھائیں۔ اب پیغمبر اس دنیا میں موجود نہیں لیکن علم دین اور علماء موجود ہیں۔ طلب علم فرض کفایہ ہے اور جہاد بھی فرض کفایہ ہے۔ البتہ اگر کسی وقت امام کی طرف سے تفسیر عام ہو جائے تو ”فرض عین“ ہو جاتا ہے۔ تب تک میں یہ ہی صورت تھی اس لئے پیچھے رہنے والوں سے باز پرس ہوئی۔ واللہ اعلم۔ ابو حیان کے نزدیک یہ آیت جہاد کے لئے نہیں لیکن طلب علم کے بارہ میں ہے۔ جہاد اور طلب علم کی آیات میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں خروج فی سبیل اللہ ہے اور دونوں کی غرض احیاء و اعلائے دین ہے۔ ایک میں تلوار سے دوسرے میں زبان وغیرہ سے۔

❖ **حصول علم کی ضرورت و اہمیت** | جہاد فرض کفایہ ہے جو ترتیب طبعی کے موافق اول ان کفار سے ہونا چاہئے جو مسلمانوں سے قریب تر ہوں بعدہ ان کے قریب رہنے والوں سے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ حلقہ جہاد کو وسیع کرنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے جہاد اسی ترتیب سے ہوئے ”دفاعی جہاد“ میں بھی فقہاء نے یہی ترتیب رکھی ہے کہ جس اسلامی ملک پر کفار حملہ آور ہوں، وہاں کے مسلمانوں پر دفاع واجب ہے اگر وہ کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے متصل رہنے والوں پر وہ کافی نہ ہوں تو پھر جوان سے متصل ہیں۔ اسی طرح اگر ضرورت پڑے تو درجہ بدرجہ مشرق سے مغرب تک جہاد فرض ہونا چلا جائے گا۔

❖ **دشمنان کے مقابلے میں سختی** | مومن کی شان یہ ہے کہ اپنے بھائی کے حق میں نرم اور دشمنان خدا و رسول کے معاملہ میں سخت و شدید ہوتا کہ اسکی نرمی اور ڈھیلا پن دیکھ کر دشمن جری نہ ہو جائے۔ ”اٰذِلَّةٌ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ اَعَزَّةٌ عَلٰی الْكٰفِرِيْنَ (ماندہ، رکوع ۸) وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَنْشَدَا عَلٰى الْكُفٰرِ رَحْمَةً بَيْنَهُمْ (الفح، رکوع ۴) جَاهِدِ الْكُفٰرَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (توبہ، رکوع ۱۰) وَفِي الْحَدِيْثِ اِنَّ صَلَعمَ قَالَ اَنَا الصُّخُوْكَ الْقِتَالِ۔

❖ **تقویٰ غالب کا سبب** | یعنی خدا سے ڈرنے والے کو کسی کافر قوم سے ڈرنے اور دبنے کی کوئی وجہ نہیں۔ جب تک اور جس قدر مسلمان خدا سے ڈرتے رہے اسی وقت تک اور اسی قدر انکو کفار پر غلبہ حاصل ہوتا رہا۔ حق تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنا ڈر پیدا کر دے۔

❖ **مسلمانوں سے منافقین کا استہزاء** | جب کوئی سورت قرآنی نازل ہوتی تو منافقین آپس میں ایک دوسرے سے یا بعض سادہ دل مسلمانوں سے ازراہ استہزاء و تمسخر کہتے کہ کیوں صاحب تم میں سے کس کا ایمان اس سورت نے بڑھایا۔ مطلب یہ تھا کہ (معاذ اللہ) اس سورت میں رکھا ہی گیا ہے۔ کون سے حقائق و معارف ہیں جو ایمان و یقین کی ترقی کا موجب ہوں حق تعالیٰ نے جواب دیا کہ بیشک کلام الہی سن کر مومنین کے ایمان میں تازگی اور ترقی ہوتی ہے اور قلوب مسرور و منشرح ہوتے ہیں۔ ہاں جن کے دلوں میں کفر و نفاق کی بیماری اور گندگی ہے ان کی بیماری و گندگی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ بیماری ان کی جان ہی لیکر چھوڑتی ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لاله روید و در شورہ بوم خس۔ حضرت شاہ صاحب نے دوسری طرح آیت کی تقریر کی ہے۔ یعنی کلام الہی جس مسلمان کے دل کے خطرہ سے موافق پڑتا وہ خوش ہو کر بول اٹھتا کہ سبحان اللہ۔ اس آیت نے میرا ایمان و یقین اور زیادہ کر دیا۔ اسی طرح جب کسی سورت میں منافقین کے پوشیدہ عیوب ظاہر کئے جاتے تو وہ بھی شرمندگی سے کھیانے ہو کر کہتے کہ بیشک اس کلام نے ہمارے یقین و ایمان کو بڑھا دیا۔ لیکن یہ کہنا چونکہ خوشی اور انشراح سے نہ تھا۔ محض رفع خجالت کے لئے کہہ دیتے تھے اس لئے یہ توفیق نہ ہوتی تھی کہ آئندہ توبہ کر کے سچے دل سے حق کی پیروی کریں۔ بلکہ پہلے سے زیادہ اپنے عیب چھپانے کی فکر و تدبیر کرتے تھے۔ یہ ہی بے گندگی پر گندگی۔ عیب دار کو لازم ہے کہ نصیحت سن کر اپنی اصلاح کرے نہ یہ کہ الثنا صحیح سے چھپانے لگے۔

لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذْكُرُونَ ﴿۱۳۶﴾ وَإِذَا مَا أَنْزَلَتْ سُورَةٌ

توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت پکڑتے ہیں اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت

نَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ ۖ هَلْ يَرِيكُمْ مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ

تو دیکھنے لگتا ہے ان میں ایک دوسرے کی طرف کہ کیا دیکھتا ہے تم کو کوئی مسلمان پھر

انصُرْفُوا ۖ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا

پل دیتے ہیں پھیر دیے ہیں اللہ نے دل ان کے اس واسطے کہ وہ لوگ ہیں کہ

يَفْقَهُونَ ﴿۱۳۷﴾ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ

سمجھ نہیں رکھتے آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں کا بھاری ہے

عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ

اس پر جو تم کو تکلیف پہنچے حریص ہے تمہاری بھلائی پر ایمان والوں پر نہایت شفیق

رَحِيمٌ ﴿۱۳۸﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا

مہربان ہے پھر بھی اگر منہ پھیریں تو کہو کہ کافی ہے مجھ کو اللہ کسی کی بندگی نہیں

هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۱۳۹﴾

اس کے سوا اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا

آيَاتُهَا ۱۰۹ ﴿۱۰﴾ سُورَةُ يُونسَ مَكِّيَّةٌ ﴿۱۵۱﴾ رُكُوعَاتُهَا ۱۱

سورہ یونس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو نو آیتیں ہیں اور گیارہ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اللہ کی طرف سے منافقین کی آزمائش | یعنی ہر سال کم از کم ایک دو مرتبہ ان منافقین کو فتنہ اور آزمائش میں ڈالا جاتا ہے مثلاً قحط، بیماری وغیرہ کسی آفت ارضی و سماوی میں مبتلا ہوتے ہیں یا پیغمبر علیہ السلام کی زبانی انکا نفاق علانیہ ظاہر کر کے رسوا کیا جاتا ہے یا جنگ و جہاد کے وقت ان کی بزدلی اور تیرہ باطنی بے نقاب کر دی جاتی ہے مگر وہ ایسے بے حیا اور بد باطن واقع ہوئے ہیں کہ تازیانے کھا کر بھی لٹس سے مس نہیں ہوتے نہ کچھلی خطاؤں سے توبہ کرتے ہیں نہ آئندہ کو نصیحت پکڑتے ہیں۔

جس وقت وحی نازل ہوتی اور منافقین مجلس میں موجود ہوتے تو کلام الہی کا سننا ان پر بہت شاق گذرتا تھا خصوصاً وہ آیات جن میں ان کے عیوب کھولے جاتے تھے۔ اس وقت ایک دوسرے کی طرف کن آنکھیوں سے اشارہ کرتے اور ادھر ادھر دیکھتے کہ مجلس میں کسی مسلمان نے ہم کو پرکھا نہ ہو۔ پھر نظر بچا کر شتاب مجلس سے کھسک جاتے تھے۔ یعنی مجلس نبوی سے کیا پھرے۔ خدا نے ان کے دلوں کو پھیر دیا کہ وہ اپنی جہل و حماقت سے ایمان و عرفان کی باتوں کو سمجھنا اور قبول کرنا نہیں چاہتے۔

آنحضرت ﷺ کی بعض صفات | جس کے حسب و نسب، اخلاق و اطوار اور دیانت و امانت سے تم خوب واقف ہو۔

جس چیز سے تم کو تکلیف یا سختی پہنچے وہ ان پر بہت بھاری ہے۔ ہر ممکن طریقہ سے آپ یہی چاہتے ہیں کہ امت پر آسانی ہو اور دنیوی و اخروی عذاب سے محفوظ رہے۔ اس لئے جو دین آپ لائے وہ بھی سہل اور نرم ہے۔ اور عمال کو آپ یہی نصیحت فرماتے تھے۔ "يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا" (آسانی کرو سختی مت کرو) یعنی تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ ان کے دل میں ہے۔ لوگ دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں، آپ ان کی کمریں پکڑ پکڑ کر ادھر سے ہٹاتے ہیں۔ آپ کی بڑی کوشش اور آرزو یہ ہے کہ خدا کے بندے اصلی بھلائی اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ جہاد وغیرہ کا مقصد بھی خونریزی نہیں بلکہ بحالت مجبوری سخت آپریشن کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کے فاسد و مسموم اعضاء کو کاٹ کر اور خراب جراثیم کو تباہ کر کے امت کے مزاج عمومی کو صحت و اعتدال پر رکھنا ہے۔

جب آپ تمام جہان کے اس قدر خیر خواہ ہیں تو خاص ایمانداروں کے حال پر ظاہر ہے کس قدر شفیق و مہربان ہوں گے۔ اس آیت کی فضیلت | اگر آپ کی عظیم الشان شفقت، خیر خواہی اور دل سوزی کی لوگ قدر نہ کریں تو کچھ پروا نہیں۔ اگر فرض کیجئے ساری دنیا آپ سے منہ پھیر لے تو تنہا خدا آپ کو کافی ہے جسکے سوانہ کسی کی بندگی ہے نہ کسی پر بھروسہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ زمین و آسمان کی سلطنت اور "عرش عظیم" (تخت شہنشاہی) کا مالک وہی ہے۔ سب نفع و ضرر، ہدایت و ضلالت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ فائدہ | ابوداؤد میں ابوالدرداء سے روایت کی ہے کہ جو شخص صبح و شام سات سات مرتبہ حسبی اللہ لا الہ الاہو علیہ توکلت و هو رب العرش العظیم پڑھا کرے، خدا اس کے تمام موم و غموم کو کافی ہو جائیگا۔ باقی عرش کی عظمت کے متعلق اگر تفصیل دیکھنا ہو تو "روح المعانی" میں زیر آیت حاضرہ ملاحظہ کیجئے۔ تم سورۃ التوبۃ بفضل اللہ و حسن توفیقہ۔ اللهم تب علی واجعل لی براءۃ من النار انک انت التواب الرحیم۔

الرَّفِئْتِكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ① أَكَانَ لِلنَّاسِ

الذی یہ آیتیں ہیں کچی کتاب کی کیا لوگوں کو

عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ

تعجب ہوا کہ وحی بھیجی ہم نے ایک مرد پر ان میں سے یہ کہ ڈر سنا دے لوگوں کو

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ

اور خوش خبری سنا دے ایمان لانے والوں کو کہ ان کے لیے پایہ سچا ہے اپنے

رَبِّهِمْ ② قَالَ الْكٰفِرُونَ إِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِينٌ

رب کے یہاں کہنے لگے منکر بیشک یہ تو جادو گر ہے صریح

إِنَّ رَبَّكُمْ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي

تحقیق تمہارا رب اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین

سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا

دن میں پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر کرتا ہے کام کی کوئی

مِنْ شَفِيعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ③ ذٰلِكُمْ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

سفارش نہیں کر سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد وہ اللہ ہے رب تمہارا

فَاعْبُدُوْهُ ④ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ⑤ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ⑥

سو اس کی بندگی کرو کیا تم دھیان نہیں کرتے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تم سب کو

وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا ⑦ اِنَّهٗ يَبْدُوْا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ

وعدہ ہے اللہ کا سچا وہی پیدا کرتا ہے اول بار پھر دوبارہ کرے گا اس کو تاکہ بدلہ دے

سورۃ یونس

کتاب حکیم | یہ آیتیں ایسی مضبوط و محکم کتاب کی ہیں جس کی ہر بات سچی ہے۔ الفاظ اس لئے کہ ہمیشہ تبدیلی و تحریف سے محفوظ رہیں گے۔ علوم اس لئے کہ تمام عقل و حکمت کے موافق ہیں۔ احکام اس وجہ سے کہ آئندہ کوئی دوسری نسخ کتاب آنے والی نہیں۔ اخبار و قصص اس طرح کہ ٹھیک واقعہ کے مطابق ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو، جب کہ خدائے علیم و حکیم نے اس کو اپنے علم کامل کے زور سے اتارا ہے۔

اللہ کے نزدیک مومنین کا مرتبہ | یعنی اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ انسانوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے حق تعالیٰ ایک انسان ہی کو مامور فرمادے اور اس کی طرف وہ پیغام بھیجے جس کی دوسروں کو بلا واسطہ خبر نہ ہو۔ وہ تمام لوگوں کو خدا کی نافرمانی کے مہلک نتائج و عواقب سے آگاہ کرے۔ اور خدا کی بات ماننے والوں کو بشارت پہنچائے کہ رب العزت کے یہاں اعمال صالحہ کی بدولت ان کا کتنا اونچا مرتبہ اور کیسا بلند پایہ ہے۔ اور کیسی سعادت و فلاح ازل سے ان کے لئے لکھی جا چکی ہے۔

یعنی وحی قرآنی کو فوق العادت مؤثر و مبلغ ہونے کی وجہ سے جادو اور اس کے لانے والے کو جادوگر کہتے ہیں۔ چھ دن میں زمین و آسمان کی پیدائش | یعنی اتنے وقت میں جو چھ دن کے برابر تھا۔ اور ایک دن ابن عباس کی تفسیر کے موافق ایک ہزار سال کا لیا جائے گا۔ گویا چھ ہزار سال میں زمین و آسمان وغیرہ تیار ہوئے۔ بلاشبہ حق تعالیٰ قادر تھا کہ آن واحد میں ساری مخلوق کو پیدا کر دیتا لیکن حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ تدریجاً پیدا کیا جائے۔ شاید بندوں کو سبق دینا ہو کہ قدرت کے باوجود ہر کام سوچ سمجھ کر تانی اور متانت سے کیا کریں۔ نیز تدریجی تخلیق میں بہ نسبت دفعۃً پیدا کرنے کے اس بات کا زیادہ اظہار ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فاعل بالاضطرار نہیں بلکہ ہر چیز کا وجود بالکل اس کی مشیت و اختیار سے وابستہ ہے جب چاہے، جس طرح چاہے پیدا کرے۔

سورہ "اعراف" کے ساتویں رکوع کے شروع میں اسی طرح کی آیت گزر چکی اس کا فائدہ ملاحظہ کیا جاوے۔

یعنی مخلوق کے تمام کاموں کی تدبیر و انتظام اسی کے ہاتھ میں ہے۔

یعنی شریک اور حصہ دار تو اس کی خدائی میں کیا ہوتا، سفارش کے لئے بھی اس کی اجازت کے بدون لب نہیں ہلا سکتا۔

یعنی دھیان کرو کہ ایسے رب کے سوا جس کی صفات اوپر بیان ہوئیں دوسرا کون ہے جس کی بندگی اور پرستش کی جاسکے۔ پھر تم کو کیسے جرأت ہوتی ہے کہ اس خالق و مالک شہنشاہ مطلق اور حکیم برحق کے پیغاموں اور پیغامبروں کو محض اوہام و ظنون کی بناء پر جھٹلانے لگو۔

یعنی اسی سے تم سب کا آغاز ہوا، اور اسی کی طرف انجام کار سب کو جانا ہے۔ پھر اس کے احکام و سفراء سے سرتابی کرنا کیسے روا ہو سکتا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِينَ

ان کو جو ایمان لائے تھے اور کیے تھے کام نیک انصاف کے ساتھ اور جو

كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا

کافر ہوئے ان کو پینا ہے کھولتا پانی اور عذاب ہے دردناک اس لیے کہ

يَكْفُرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ

کفر کرتے تھے وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک (چمکتا) اور چاند کو

نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَ

چاندنا اور مقرر کیں اُس کے لیے منزلیں تاکہ پہچانو گنتی برسوں کی اور

الْحِسَابَ ۗ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ يُفَصِّلُ

حساب یوں ہی نہیں بنایا اللہ نے یہ سب کچھ مگر تدبیر سے ظاہر کرتا ہے

الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ

نشانیوں ان لوگوں کے لیے جن کو سمجھ ہے البتہ بدلنے میں رات

وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لآيَاتٍ

اور دن کے اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں

لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا

ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں البتہ جو لوگ امید نہیں رکھتے ہمارے ملنے کی اور خوش ہوئے

بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَأُطْمَأْنِنُوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا

دنیا کی زندگی پر اور اسی پر مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری نشانیوں (قدرتوں) سے

یعنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی ضائع نہ ہو۔

نور اور ضیاء کا فرق | بعض کے نزدیک ”نور“ عام ہے ”ضیاء“ سے ”ضیاء“ خاص اس نور کو کہتے ہیں جو زیادہ تیز اور چمکدار ہو۔ بعض نے کہا کہ جس کی روشنی ذاتی ہو، وہ ضیاء اور جس کی دوسرے سے مستفاد ہو، وہ ”نور“ ہے۔ سورج کی روشنی عالم اسباب میں کسی دوسرے کرہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ چاند کی روشنی البتہ سورج سے مستفاد ہے۔ اور بعض محققین نے دونوں میں یہ فرق بتلایا ہے کہ ”نور“ مطلق روشنی کو کہتے ہیں۔ ”ضیاء“ اور ”ضوء“ اس کے انتشار (پھیلاؤ) کا نام ہے۔ سورج کی روشنی کا پھیلاؤ چونکہ زیادہ ہے۔ اس لئے ”ضیاء“ سے تعبیر فرمایا۔ واللہ اعلم بمرادہ۔

یعنی روزانہ بتدریج گھٹتا بڑھتا ہے۔ ”وَالْقَمَرَ قَدَرْنَا مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ“ (یس، رکوع ۳) علمائے ہیئت نے اس کے دورے کی تقسیم کر کے اٹھائیس منزلیں مقرر کی ہیں۔ جو بارہ بروج پر منقسم ہیں۔ قرآن میں خاص انکی مصطلحات مراد نہیں، مطلق سیر و مسافت کے مدارج مراد ہیں۔

شمس و قمر کے بعض فوائد | یعنی برسوں کی گنتی اور مہینوں اور دنوں کے چھوٹے موٹے حساب سب چاند سورج کی رفتار سے وابستہ کر دیے ہیں۔ اگر چاند سورج نہ ہوں تو دن رات، قمری اور شمسی مہینے، اور سال وغیرہ کیسے متعین ہوں۔ حالانکہ علاوہ دنیوی زندگی اور معاشی کاروبار کے بہت سے احکام شرعیہ میں بھی تعین اوقات کی ضرورت ہے۔

یعنی فلکیات کا سلسلہ یوں ہی کیف ما اتفق نہیں۔ بلکہ بڑے عظیم الشان نظام و تدبیر کے ماتحت اور ہزار ہا فوائد و حکم پر مشتمل ہے۔

یعنی سمجھ دار لوگ مصنوعات کے اس نظام کو دیکھ کر خداوند قادر و حکیم کی ہستی کا سراغ پاتے ہیں۔ اور مادیات کے انتظام سے روحانیت کے متعلق بھی اندازہ کر لیتے ہیں کہ وہاں کی دنیا میں کیسے کیسے چاند سورج خدا نے پیدا کئے ہوں گے۔ انہی کو انبیاء مرسلین کہہ لیجئے۔

دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں | بلاشبہ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز میں خدا کی ہستی اور وحدانیت کے دلائل موجود ہیں۔ وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ آيَةٌ تَذُلُّ عَلَىٰ أَنَّهُ وَاحِدٌ۔ سورہ بقرہ میں پارہ سیقول کے ربع کے قریب ایک آیت گزر چکی جس میں زیادہ بطن و تفصیل سے ان نشانہائے قدرت کا بیان ہوا ہے۔

غَفَلُونَ ﴿٤﴾ أُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥﴾

بے خبر ہیں ﴿۴﴾ ایسوں کا ٹھکانا ہے آگ اور کام کئے اچھے بدلہ اُس کا جو کماتے تھے ﴿۵﴾

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ

البتہ جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے اچھے ہدایت کرے گا اُن کو رب

بِأَيِّمَانِهِمْ ۚ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ

اُن کے ایمان سے ﴿۶﴾ بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں باغوں میں

النَّعِيمِ ﴿٦﴾ دَعَاؤُهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَجِدْتَهُمْ

آرام کے اُن کی دعا اُس جگہ یہ کہ پاک ذات ہے تیری یا اللہ ﴿۷﴾ اور ملاقات اُن کی

فِيهَا سَلَامٌ ۚ وَأُخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ

سلام ﴿۸﴾ اور خاتمہ اُن کی دعا کا اس پر کہ سب خوبی اللہ کو جو پروردگار

الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَعْجَلَهُمْ

سارے جہان کا ﴿۹﴾ اور اگر جلدی پہنچا دے اللہ لوگوں کو بُرائی جیسے کہ جلدی مانگتے ہیں

بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۗ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا

وہ بھلائی تو ختم کر دی جائے اُن کی عمر سو ہم چھوڑے رکھتے ہیں اُن کو

يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١١﴾ وَإِذَا مَسَّ

جن کو امید نہیں ہماری ملاقات کی اُن کی شرارت میں سرگرداں ﴿۱۲﴾ اور جب پہنچے

الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا بِجُبْنِهِ ۖ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۚ

انسان کو تکلیف پکارے ہم کو پڑا ہوا یا بیٹھا یا کھڑا

اللہ کی نشانیوں سے غفلت | یعنی دنیا میں ایسا دل لگایا کہ آخرت کی اور خدا کے پاس جانے کی کچھ خبر ہی نہ رہی۔ اسی چند روزہ حیات کو مقصود و معبود بنا لیا۔ اور قدرت کی جو نشانیاں اوپر بیان ہوئیں، ان میں کبھی غور و تأمل نہ کیا کہ ایسا مضبوط اور حکیمانہ نظام یوں ہی بیکار نہیں بنایا گیا۔ ضرور اس سارے کارخانہ کا کوئی خاص مقصد ہوگا۔ پھر جس نے پہلی مرتبہ ایسی عجیب و غریب مخلوقات پیدا کر دی، اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

یعنی دل و دماغ سے، زبان سے، ہاتھ پاؤں سے، جو کچھ انہوں نے کمائی کی اس کا بدلہ دوزخ کی آگ ہے۔

یعنی ایمان کی بدولت اور اس کی روشنی میں حق تعالیٰ مومنین کو مقصد اصلی (جنت) تک پہنچائے گا۔

اہل بہشت کی دُعا | جنتی جنت کی نعمتوں اور خدا کے فضل و احسان کو دیکھ کر ”سبحان اللہ“ پکاریں گے۔ اور جب خدا سے کچھ مانگنے کی خواہش ہوگی، مثلاً کوئی پرندہ یا پھل دیکھا اور ادھر رغبت ہوئی تو سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کہیں گے۔ اتنا سنتے ہی فرشتے وہ چیز فوراً حاضر کر دیں گے۔ گویا یہ ہی ایک لفظ تمام دعاؤں کے قائم مقام ہوگا۔ دنیا میں بھی بڑے آدمیوں کے یہاں دستور ہے کہ مہمان اگر کسی چیز کو پسند کر کے صرف تعریف کر دے تو غیور میزبان کوشش کرتا ہے کہ وہ چیز مہمان کے لئے مہیا کرے۔

اہل جنت کا سلام | جنتی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ جیسے دنیا میں مسلمانوں کا دستور ہے، نیز فرشتوں کا جنتیوں کو سلام کرنا، بلکہ خود خداوند رب العزت کی طرف سے تحفہ سلام کا آنا قرآن میں منصوص ہے۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ (یس، رکوع ۴) وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ (الرعد، رکوع ۳)

اہل جنت کا شکر | جنت میں پہنچ کر جب دنیوی تفکرات و کمالات کا خاتمہ ہو جائیگا اور محض سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کہنے پر ہر چیز حسب خواہش ملتی رہے گی تو انکی ہر دعا کا خاتمہ ”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ پر ہوگا اور طبعاً ایسا ہی ہونا چاہئے۔

بدکاروں کیلئے اللہ کی ڈھیل | دو آیت پہلے فرمایا تھا کہ جو لوگ غفلت میں پڑے ہیں اور ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ یہاں یہ بتلانا ہے کہ خدا ایسے مجرموں کو دنیا میں فوراً نہیں پکڑتا بلکہ مہلت دیتا ہے۔ حالانکہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ کبھی بے باک و بے حیا بن کر خود اپنے اوپر جلد عذاب آنے کا مطالبہ کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں ”اللَّهُمَّ اِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَامْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ“ (انفال، رکوع ۴)۔ کبھی دنیوی حوادث سے تنگ آ کر اپنے یا اپنی اولاد وغیرہ کے حق میں بددعائیں کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ تجربہ سے ظاہر ہے۔ اب اگر خدا تعالیٰ ان کی درخواست و دُعا کے موافق فوراً ہاتھوں ہاتھ کوئی عذاب یا برائی اس قدر جلد انکو پہنچا دے جتنی جلد وہ بھلائی کے پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں تو بدی کے وبال سے ایک منٹ بھی فرصت نہ پائیں اور رشتہ حیات اسی وقت منقطع ہو جائے، مگر خدا کے یہاں نیکی و بدی دونوں میں حسب مصلحت تاخیر و تحمل ہوتا ہے، تا نیک لوگ تربیت پائیں اور بدکار غفلت میں پڑے رہ کر پیمانہ شرارت لبریز کر لیں۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ صُورَهُ مَرَّكَانَ لَمَّ يَدُ عَنَّا إِلَىٰ

پھر جب ہم کھول دیں اس سے وہ تکلیف چلا جائے گویا کبھی نہ پکارا تھا ہم کو کسی

صُورٍ مَّسَّهُ ۖ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

تکلیف پہنچنے پر اسی طرح پسند آیا ہے بیباک لوگوں کو جو کچھ کر رہے ہیں

وَلَقَدْ اٰهَلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَمَّا ظَلَمُوْا ۗ وَ

اور البتہ ہم ہلاک کر چکے ہیں جماعتوں کو تم سے پہلے جب ظالم ہو گئے حالانکہ

جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۗ

لائے تھے ان کے پاس رسول ان کے کھلی نشانیاں اور ہرگز نہ تھے ایمان لانے والے

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ

یوں ہی سزا دیتے ہیں ہم قوم گنہگاروں کو پھر تم کو ہم نے

خَلِيْفٍ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ

نائب کیا زمین میں ان کے بعد تاکہ دیکھیں

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ

تم کیا کرتے ہو اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے آیتیں ہماری واضح کہتے ہیں

الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِِقَاءَنَا اِنَّتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَا

وہ لوگ جن کو امید نہیں ہم سے ملاقات کی لے آ کوئی قرآن اس کے سوا

اَوْ بَدَّلَهُ ۗ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تَلْفَاۤءٍ

یا اس کو بدل ڈال تو کہہ دے میرا کام نہیں کہ اس کو بدل ڈالوں اپنی طرف

انسان کی بیباکی اور غفلت | یعنی انسان اوّل بیباکی سے خود عذاب طلب کرتا اور برائی اپنی زبان سے مانگتا ہے۔ مگر کمزور اور بودا اتنا ہے کہ جہاں ذرا تکلیف پہنچی گھبرا کر ہمیں پکارنا شروع کر دیا۔ جب تک مصیبت رہی کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حالت میں خدا کو پکارتا رہا۔ پھر جہاں تکلیف ہٹالی گئی، سب کہا سنا بھول گیا۔ گویا خدا سے کبھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ ہی غرور و غفلت کا نشہ، وہ ہی اکڑفوں رہ گئی۔ جس میں پہلے مبتلا تھا۔ حدیث میں ہے کہ تو خدا کو اپنے عیش و آرام میں یاد رکھ، خدا تجھ کو تیری سختی اور مصیبت میں یاد رکھے گا۔ مومن کی شان یہ ہے کہ کسی وقت خدا کو نہ بھولے۔ سختی پر صبر اور فراخی پر خدا کا شکر ادا کرتا رہے یہ ہی وہ چیز ہے جس کی توفیق مومن کے سوا کسی کو نہیں ملتی۔

یعنی اگر ان کی درخواست کے موافق جلدی عذاب نہ آئے یا تکلیف و مصیبت آ کر ٹل جائے تو بے فکر نہیں ہونا چاہئے۔ ظلم و شرارت اور بے ایمانی کی سزا جلد یا بدیر مل کر رہے گی۔ سنت اللہ قدیم سے یہ ہی ہے کہ جب لوگ انبیاء و مرسلین کے کھلے نشان دیکھنے کے بعد بھی ظلم و تکذیب پر کمر بستہ رہے اور کسی طرح ایمان و تسلیم کی طرف نہ جھکے تو آسمانی عذاب نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ ہمیشہ مجرموں کو کسی نہ کسی رنگ میں سزا ملتی رہی۔

یعنی پہلوں کی جگہ اب تم کو زمین پر بسایا تا کہ دیکھا جائے کہ تم کہاں تک خالق و مخلوق کے حقوق پہچانتے ہو۔ اور خدا کے پیغمبروں کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہو۔ نیک و بد جیسے عمل کرو گے اسی کے مناسب تم سے برتاؤ کیا جائے گا۔ آگے اس معاملہ کا ذکر ہے جو قرآن کریم یا پیغمبر علیہ السلام یا خداوند قدوس کے ساتھ انہوں نے کیا۔

دوسرے قرآن کا مطالبہ | قرآن کی عام پسند و نصیحت تو بہت سے پسند کرتے لیکن بت پرستی یا ان کے مخصوص عقائد و رسوم کا رد ہوتا تو وحشت کھاتے اور ناک بھوں چڑھا کر رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ اپنے خدا سے کہہ کر یا تو دوسرا قرآن لے آئیے جس میں یہ مضامین نہ ہوں اور اگر یہ ہی قرآن رہے تو اتنے حصہ میں ترمیم کر دیجئے جو بت پرستی وغیرہ سے متعلق ہے۔ جن لوگوں نے پتھر کی صورتوں پر خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے تھے، ان کی ذہنیت سے کچھ مستبعد نہیں کہ ایک پیغمبر کو اس طرح کے تصرفات و اختیارات کا مالک فرض کر لیں۔ یا یہ کہنا بھی محض الزام و استہزاء کے طور پر ہوگا۔ بہر حال اس کا تحقیقی جواب آگے مذکور ہے۔

نَفْسِي ۚ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۚ إِنْ أَخَافُ إِنْ

میں تابعداری کرتا ہوں اسی کی جو حکم آئے میری طرف میں ڈرتا ہوں اگر

عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ لَوْ شَاءَ

نا فرمانی کروں اپنے رب کی بڑے دن کے عذاب سے کہہ دے اگر اللہ

اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ

چاہتا تو میں نہ پڑھتا اس کو تمہارے سامنے اور نہ وہ تم کو خبر کرتا اس کی کیونکہ

كَبَيْتُ فِيكُمْ عُمَرًا مِّنْ قَبْلِهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾ فَمَنْ

میں رہ چکا ہوں تم میں ایک عمر اس سے پہلے کیا پھر تم نہیں سوچتے پھر

أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۖ

اس سے بڑا ظالم کون یا جھٹلائے اس کی آیتوں کو یا باندھ بہتان

إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ﴿١٧﴾ وَيَعْبُدُونَ مِن

بے شک بھلا نہیں ہوتا گنہگاروں کا اور پرستش کرتے ہیں

دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ

اللہ کے سوا اس چیز کی جو نہ نقصان پہنچا سکے ان کو نہ نفع اور کہتے ہیں

هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۖ قُلْ أَنْتَبِعُونَ اللَّهَ ۖ مَا

یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس تو کہہ کیا تم اللہ کو بتلاتے ہو جو

لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۖ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰ

اس کو معلوم نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہ پاک ہے اور برتر ہے

❖ **کفار کے مطالبے کا جواب** | یعنی کسی فرشتہ یا پیغمبر کا یہ کام نہیں کہ اپنی طرف سے کلام الہی میں ترمیم کر کے ایک شوشہ بھی تبدیل کر سکے۔ پیغمبر کا فرض یہ ہے کہ جو وحی خدا کی طرف سے آئے بلا کم و کاست اس کے حکم کے موافق چلتا رہے۔ وہ خدا کی وحی کا تابع ہوتا ہے۔ خدا اس کا تابع نہیں ہوتا کہ جیسا کلام تم چاہو، خدا کے یہاں سے لا کر پیش کر دے۔ وحی الہی میں ادنیٰ سے ادنیٰ تصرف اور قطع و برید کرنا بڑی بھاری معصیت ہے پھر جو معصوم بندے سب سے زیادہ خدا کا ڈر رکھتے ہیں (انبیاء علیہم السلام) وہ ایسی معصیت و نافرمانی کے قریب کہاں جاسکتے ہیں۔ "اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ غَضِبْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ" میں گویا ان بیہودہ فرمائش کرنے والوں پر تعریض ہوگئی کہ ایسی سخت نافرمانی کرتے ہوئے تم کو بڑے دن کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔

❖ **آنحضرت ﷺ کی صداقت کی دلیل** | یعنی جو خدا چاہتا ہے وہ ہی میں تمہارے سامنے پڑھتا ہوں اور جتنا وہ چاہتا ہے میرے ذریعہ سے تم کو خبردار کرتا ہے۔ اگر وہ اس کے خلاف چاہتا تو میری کیا طاقت تھی کہ خود اپنی طرف سے ایک کلام بنا کر اس کی طرف منسوب کر دیتا۔ آخر میری عمر کے چالیس سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گزرے۔ اس قدر طویل مدت میں تم کو میرے حالات کے متعلق ہر قسم کا تجربہ ہو چکا۔ میرا صدق و عفاف، امانت و دیانت وغیرہ اخلاق حسنہ تم میں ضرب المثل رہے۔ میرا امی ہونا اور کسی ظاہری معلم کے سامنے زانوئے تلمذت نہ کرنا ایک معروف و مسلم واقعہ ہے۔ پھر چالیس برس تک جس نے نہ کوئی قصیدہ لکھا ہو، نہ مشاعروں میں شریک ہوا ہو، نہ کبھی کتاب کھولی ہو نہ قلم ہاتھ میں لیا ہو، نہ کسی درگاہ میں بیٹھا ہو دفعۃً ایسا کلام بنا لائے جو اپنی فصاحت و بلاغت، شوکت و جزالت، جدت اسلوب اور سلاست و روانی سے جن دانس کو عاجز کر دے۔ اس کے علوم و حقائق کے سامنے تمام دنیا کے معارف ماند پڑ جائیں۔ ایسا مکمل اور عالمگیر قانون ہدایت نوع انسان کے ہاتھوں میں پہنچائے جس کے آگے سب پچھلے قانون ردی ہو جائیں۔ بڑی بڑی قوموں اور ملکوں کے مردہ قالب میں روح تازہ پھونک کر ابدی حیات اور نئی زندگی کا سامان بہم پہنچائے۔ یہ بات کس کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ تم کو سوچنا چاہئے کہ جس پاک سرشت انسان نے چالیس برس تک کسی انسان پر جھوٹ نہ لگایا ہو، کیا وہ ایک دم ایسی جسارت کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند قدوس پر جھوٹ باندھنے اور افتراء کرنے لگے؟ ناچار ماننا پڑے گا کہ جو کلام الہی تم کو سناتا ہوں، اس کے بنانے یا پہنچانے میں مجھے اصلاً اختیار نہیں۔ خدا جو کچھ چاہتا ہے میری زبان سے تم کو سناتا ہے۔ ایک نقطہ یا زیر بر تبدیل کرنے کا کسی مخلوق کو حق حاصل نہیں۔

❖ **یعنی گنہگاروں اور مجرموں کو حقیقی کامیابی اور بھلائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اب تم خود فیصلہ کر لو کہ ظالم و مجرم کون ہے اگر (بفرض محال) میں جھوٹ بنا کر خدا کی طرف منسوب کرتا ہوں تو مجھ سا ظالم کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن گذشتہ آیت میں جو دلیل بیان کی گئی اس سے ثابت ہو چکا کہ یہ احتمال بالکل باطل ہے۔ پس جب میرا سچا ہونا ثابت ہے اور تم جہل یا عناد سے خدا کے کلام کو جھٹلا رہے ہو تو اب زمین کے پردہ پر تم سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہو سکتا۔**

❖ **بتوں کی سفارش کا عقیدہ** | وہ معاملہ تو خدا اور پیغمبر کے ساتھ تھا۔ اب ان کی خدا پرستی کا حال سنئے کہ خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جن کے قبضہ قدرت میں نفع و ضرر کچھ بھی نہیں۔ جب پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ بے شک بڑا خدا تو ایک ہے جس نے آسمان زمین پیدا کئے مگر ان اصنام (بتوں) وغیرہ کو خوش رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ سفارش کر کے بڑے خدا سے دنیا میں ہمارے اہم کام درست کرادیں گے اور اگر موت کے بعد دوسری زندگی کا سلسلہ ہو تو وہاں بھی ہماری سفارش کریں گے باقی چھوٹے موٹے کام جو خود ان کے حدود اختیار میں ہیں ان کا تعلق تو صرف ان ہی سے ہے۔ بناءً علیہ ہم کو ان کی عبادت کرنی چاہئے۔

عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً

اس سے جس کو شریک کرتے ہیں ﴿۱۸﴾ اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی امت ہیں

فَاخْتَلَفُوا ط وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ

پچھلے جدا جدا ہو گئے اور اگر نہ ایک بات پہلے ہو چکتی تیرے رب کی تو فیصلہ ہو جاتا

بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۹﴾ وَيَقُولُونَ لَوْلَا

ان میں جس بات میں کہ اختلاف کر رہے ہیں ﴿۱۹﴾ اور کہتے ہیں کیوں نہ

أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۗ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ

اُتری اس پر ایک نشانی اس کے رب سے سو تو کہہ دے کہ غیب کی بات

لِلَّهِ فَإنتظروا ۗ إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿۲۰﴾ وَإِذَا

اللہ ہی جانے، سو منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ﴿۲۰﴾ اور جب

أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا

چکھائیں ہم لوگوں کو مزا اپنی رحمت کا بعد ایک تکلیف کے جو ان کو پہنچی تھی اس وقت

لَهُمْ مَّكْرُفِي آيَاتِنَا ۗ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ط

بنائے لگیں حیلے ہماری قدرتوں میں کہہ دے کہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلے

إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِي

تحقیق ہمارے فرشتے لکھتے ہیں حیلہ بازی تمہاری ﴿۲۱﴾ وہی

يُسَبِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي

تم کو پھراتا ہے جنگل اور دریا میں یہاں تک کہ جب تم بیٹھے

یعنی بتوں کا شفیق ہونا اور شفیق کا مستحق عبادت ہونا دونوں دعوے غلط اور بے اصل ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا کے علم میں وہ ہی چیز ہوگی جو واقعی ہو۔ لہذا تعلیم الہی کے خلاف ان غیر واقعی اور خود تراشیدہ اصول کو حق بجانب ثابت کرنا گویا خدا تعالیٰ کو ایسی چیزوں کے واقعی ہونے کی خبر دینا ہے جن کا وقوع آسمان و زمین میں کہیں بھی اسے معلوم نہیں یعنی کہیں ان کا وجود نہیں۔ ہوتا تو اس کے علم میں ضرور ہوتا۔ پھر اس سے منع کیوں کرتا۔

♦ حق کی نشانی کا مطالبہ | ممکن تھا مشرکین کہتے کہ خدا نے تمہارے دین میں منع کیا ہوگا ہمارے دین میں منع نہیں کیا۔ اس

کا جواب دے دیا کہ اللہ کا دین ہمیشہ سے ایک ہے۔ اعتقادات اللہ میں کوئی فرق نہیں۔ درمیان میں جب لوگ بہک کر جُدا جُدا ہو گئے۔ خدا نے ان کے سمجھانے اور دین حق پر لانے کو انبیاء بھیجے۔ کسی زمانہ اور کسی ملت میں خدا نے شرک کو جائز نہیں رکھا باقی لوگوں کے باہمی اختلافات کو زبردستی اس لئے نہیں مٹایا گیا کہ پہلے سے خدا کے علم میں یہ بات طے شدہ تھی کہ یہ دنیا دار عمل (موقع واردات) ہے۔ قطعی اور آخری فیصلہ کی جگہ نہیں۔ یہاں انسانوں کو کسب و اختیار دے کر قدرے آزاد چھوڑا گیا ہے کہ وہ جو راہ عمل چاہیں اختیار کریں۔ اگر یہ بات پیشتر طے نہ ہو چکی ہوتی تو سارے اختلافات کا فیصلہ ایک دم کر دیا جاتا۔

♦ یعنی جن نشانیوں کی وہ فرمائش کرتے تھے، ان میں سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ صداقت کے نشان پہلے بہتر سے دیکھ چکے ہو۔ فرمائشی نشان دکھلانا ضروری نہیں۔ نہ چنداں مفید ہے۔ آئندہ جو خدا کی مصلحت ہوگی وہ نشان دکھلائے گا۔ اس کا علم خدا ہی کو ہے کہ مستقبل میں کس شان اور نوعیت کے نشان ظاہر کرے گا۔ سو تم منتظر رہو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ ”موضح القرآن“ میں ہے۔ ”یعنی اگر کہیں کہ ہم کا ہے سے جانیں کہ تمہاری بات سچ ہے، فرمایا کہ آگے دیکھو حق تعالیٰ اس دین کو روشنی کرے گا اور مخالف ذلیل ہونگے برباد ہو جائیں گے سو ویسا ہی ہوا۔ سچ کی نشانی ایک بار کافی ہے اور ہر بار مخالف ذلیل ہوں تو فیصلہ ہو جائے۔ حالانکہ فیصلے کا دن دنیا میں نہیں۔“

♦ اہل مکہ کا حیلہ و فریب | اہل مکہ پر حق تعالیٰ نے سات سال کا قحط مسلط کیا۔ جب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو گھبرا کر حضورؐ

سے دعاء کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ یہ عذاب اٹھ جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے آپ کی دعاء سے خدا نے سماں کر دیا، قحط کی بلاء دور ہوئی تو پھر وہی شرارتیں کرنے لگے، خدا کی آیتوں کو جھٹلاتے اور اس کی قدرت و رحمت پر نظر نہ رکھتے۔ بلکہ انعامات الہیہ کو ظاہری اسباب و حیل اور محض بے اصل خیالات و اوہام کی طرف نسبت کرنے لگتے۔ اس کا جواب دیا کہ اچھا تم خوب مکر و فریب اور حیلہ بازی کر لو۔ مگر یہ یاد رہے کہ تمہاری حیلہ بازیاں ایک ایک کر کے لکھی جا رہی ہیں۔ وہ سارا دفتر قیامت کے دن تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ پھر جب تمہاری کوئی حیلہ بازی فرشتوں سے مخفی نہیں، خدا کے علم محیط سے کہاں باہر رہ سکتی ہے۔ تم اپنے مکر و حیلہ سازی پر مغرور ہو، حالانکہ خدا کا جو ابی مکر (تدبیر خفی) تمہارے مکر و تدبیر سے کہیں تیز اور سرلیج الاثر ہے وہ مجرم کی باگ اتنی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے کہ مجرم کو نشہ غفلت میں چور ہو کر سزا کا تصور بھی نہیں آتا۔ جب پیمانہ شقاوت لبریز ہو جاتا ہے تو دفعہ پکڑ کر ٹینٹا دبا دیتا ہے۔ لہذا عاقل کو چاہئے کہ خدا کی نرمی، بربادی اور خوش کن حالات کو دیکھ کر مغرور نہ ہو، نہ معلوم نرمی کے بعد کیسی سختی آنے والی ہے۔ جیسے آگے بحری سفر کی مثال میں بیان فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”سختی کے وقت آدمی کی نظر اسباب سے اٹھ کر صرف اللہ پر رہتی ہے، جہاں سخت گھڑی گذری اور کام بن گیا پھر خدا کو بھول کر اسباب پر آ رہتا ہے۔ ڈرتا نہیں کہ خدا پھر ویسی ہی تکلیف اور سختی کا ایک سبب کھڑا کر دے۔ اسی کے ہاتھ میں سب اسباب کی باگ ہے۔ چنانچہ آگے دریائی سفر کی مثال میں اس کی ایک صورت بیان فرمائی۔“

الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا

کشتیوں میں اور لے کر چلیں وہ لوگوں کو اچھی ہوا سے اور خوش ہوئے اس سے

جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ

آئی کشتیوں پر ہوا تند اور آئی اُن پر موج ہر

مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمُ احْبِطُوا بِهٖمُ دَعَاؤُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ

جگہ سے اور جان لیا انہوں نے کہ وہ گھر گئے پکارنے لگے اللہ کو خالص ہو کر

لَهُ الدِّينَ ۗ لَهُ لَئِنِ اُنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

اُس کی بندگی میں اگر تو نے بچا لیا ہم کو اس سے تو بے شک ہم رہیں گے

الشُّكْرِیْنَ ۚ فَلَمَّا اُنْجَاهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغَوْنَ فِي الْاَرْضِ

شکر گزار پھر جب بچا دیا اُن کو اللہ نے لگے شرارت کرنے اسی وقت زمین میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغَيْكُمُ عَلٰٓءَ اَنْفُسِكُمْ ۗ

ناحق کی سزا لوگو تمہاری شرارت ہے تمہیں پر

مَتَّاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۗ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ

نفع اٹھا لو دنیا کی زندگی کا پھر ہمارے پاس ہی تم کو لوٹ کر آنا پھر ہم بتلا دیں گے

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۚ ۚ اِنَّمَا مِثْلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

جو کچھ کہ تم کرتے تھے دنیا کی زندگی کی وہی مثل ہے

كَمَاۤءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتٌ

جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے پھر ملا نکلا اُس سے سبزہ

بحری طوفان اور کفار | یعنی ابتداء میں ہوا خوشگوار اور موافق تھی۔ مسافر ہنتے کھلتے آرام سے چلے جا رہے تھے کہ یکا یک ایک زور کا طوفانی جھکڑ چلنے لگا اور چاروں طرف سے پانی کے پہاڑ اٹھ کر کشتی (یا جہاز) سے ٹکرانے لگے۔ جب سمجھ لیا کہ ہر طرف سے موت کے منہ میں گھرے ہوئے ہیں۔ بھاگنے اور نکلنے کی کوئی سبیل نہیں، تو سارے فرضی معبودوں کو چھوڑ کر خدائے واحد کو پکارنے لگے جو اصل فطرت انسانی کا تقاضا تھا، ہر چیز سے مایوس ہو کر خالص خدا کی بندگی اختیار کی اور بڑے پکے عہد و پیمان باندھے کہ اگر اس مصیبت سے خدا نے نجات دی تو ہمیشہ اس کے شکر گزار رہیں گے۔ کوئی بات کفرانِ نعمت کی نہ کریں گے لیکن جہاں ذرا امن نصیب ہوا ساحل پر قدم رکھتے ہی شرارتیں اور ملک میں اودھم مچانا شروع کر دیا، تھوڑی دیر بھی عہد پر قائم نہ رہے۔ تنبیہ | اس آیت میں ان مدعیانِ اسلام کے لئے بڑی عبرت ہے جو جہاز کے طوفان میں گھر جانے کے وقت بھی خدائے واحد کو چھوڑ کر غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔

عکرمہ بن ابوجہل کا واقعہ | فتح مکہ کے بعد ابوجہل کا بیٹا عکرمہ مسلمان نہ ہوا تھا۔ مکہ سے بھاگ کر بحری سفر اختیار کیا۔ تھوڑی دور جا کر کشتی کو طوفانی ہواؤں نے گھیر لیا، ناخدا نے مسافروں سے کہا کہ ایک خدا کو پکارو۔ یہاں تمہارے معبود کچھ کام نہ دیں گے۔ عکرمہ نے کہا کہ یہ ہی تو وہ خدا ہے جس کی طرف محمد ﷺ ہم کو بلاتے ہیں۔ اگر دریا میں ربِ محمد کے بدون نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی اس کی دستگیری اور اعانت کے بغیر نجات پانا محال ہے۔ اے خدا! اگر تو نے اس مصیبت سے نکال دیا تو میں واپس ہو کر محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دوں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ اپنے اخلاق کریمہ سے میری تقصیرات کو معاف فرمائیں گے۔ چنانچہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یعنی تمہاری شرارت کا وبال تمہیں پر پڑے گا۔ اگر چند روز شرارتیں کر کے فرض کرو کچھ دنیا کا نفع حاصل کر ہی لیا تو انجام کار پھر خدا کی طرف لوٹنا ہے۔ وہاں تمہارا سب کیا دھرا آگے آئے گا۔ خداوند رب العزت سزا دے کر بتلا دے گا کہ تمہارے کرتوت کیسے تھے۔

الْأَرْضِ بِمَا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا

زمین کا جو کہ کھائیں آدمی اور جانور یہاں تک کہ جب

أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا

پکڑی زمین نے رونق اور مزین ہوگی اور خیال کیا زمین والوں نے

أَنَّهُمْ قَدِرُونَ عَلَيْهَا ۖ أَنشأْنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا

کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے گی ناگاہ پہنچا اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو

فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَبِ بِالْأَمْسِ ۖ كَذٰلِكَ

پھر کر ڈالا اس کو کٹ کر ڈھیر گویا کل یہاں تھی آبادی اسی طرح

نُفِصِلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ ﴿٣٣﴾ وَاللَّهُ يَدْعُوا إِلَىٰ

ہم کھول کر بیان کرتے ہیں نشانیوں کو ان لوگوں کے سامنے جو غور کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے

دَارِ السَّلَامِ ۖ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٥﴾

سلامتی کے گھر کی طرف اور دکھلاتا ہے جس کو چاہے راستہ سیدھا

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ

جنہوں نے کی بھلائی ان کے لیے ہے بھلائی اور زیادتی اور نہ چھے گی ان کے منہ

فَتَرَوْهَا ۖ وَلَا ذُلٌّ ۖ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا

پریا ہی اور نہ رسوائی وہ ہیں جنت والے وہ اسی میں

خَالِدُونَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ

رہا کریں گے اور جنہوں نے کمائیں برائیاں بدلے ملے برائی کا

♦ دنیا کی زندگی کی مثال | بعض نے فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ کے معنی کثرت پیداوار کے لئے ہیں۔ کیونکہ جب زمین کی پیداوار زیادہ قوی ہوتی ہے تو گنجان ہو کر ایک جز دوسرے سے مل جاتا اور لپٹ جاتا ہے۔ بعض نے ”بہ“ کی ”ہا“ کو مصاحبت کے لئے لے کر یہ معنی کئے ہیں کہ زمین کا سبزہ پانی کے ساتھ رمل جاتا ہے۔ کیونکہ نباتات اجزائے مائے کو اپنے اندر جذب کرتے ہیں، جس طرح کھانا انسان کا جزو بدن بنتا ہے۔ ایسے ہی پانی، گویا نباتات کی غذا بنتی ہے۔ مترجم رحمہ اللہ کے صنیع سے مترشح ہوتا ہے کہ اختلاط سے یہ مراد لے رہے ہیں کہ زمین اور پانی کے ملنے سے جو سبزہ نکلتا ہے اس میں آدمی کی اور جانوروں کی خوراک مخلوط (رملی ملی) ہوتی ہے۔ مثلاً گیہوں کے درخت میں دانہ ہے جو انسان کی غذا بنتی ہے اور بھوسہ بھی ہے جو جانوروں کی خوراک ہے۔ اسی طرح درختوں میں پھل اور پتے لگتے ہیں جن میں سے ہر ایک کے کھانے والے علیحدہ ہیں۔

♦ یعنی مختلف الوان و اشکال کی نباتات سے زمین کو پر رونق اور مزین کر دیا اور کھیتی وغیرہ ایسی تیار ہو گئی کہ مالکوں کو کامل بھروسہ ہو گیا کہ اب اس سے پورا فائدہ اٹھانے کا وقت آ گیا ہے۔

♦ یعنی ناگہاں خدا کے حکم سے دن میں یارات میں کوئی آفت پہنچی (مثلاً بگولا آ گیا، یا اولے پڑ گئے یا ٹنڈی دل پہنچ گیا۔ علیٰ ہذا القیاس) اس نے تمام زراعت کا ایسا صفایا کر ڈالا، گویا کبھی یہاں ایک تنکا بھی نہ اگا تھا۔ ٹھیک اسی طرح حیات دنیا کی مثال سمجھ لو کہ خواہ کتنی ہی حسین اور تروتازہ نظر آئے، حتیٰ کہ بیوقوف لوگ اس کی رونق و دلربائی پر مفتون ہو کر اصل حقیقت کو فراموش کر دیں لیکن اس کی یہ شادابی اور زینت و بہجت محض چند روزہ ہے جو بہت جلد زوال و فنا کے ہاتھوں نیا منیا ہو جائے گی۔ حضرت شاہ صاحب نے اس مثال کو نہایت لطیف طرز میں خاص انسانی حیات پر منطبق کیا ہے یعنی پانی کی طرح روح آسمان (عالم بالا) سے آئی، کالبد خاکی میں مل کر قوت پکڑی، دونوں کے ملنے سے آدمی بنا، پھر کام کئے انسانی اور حیوانی دونوں طرح کے۔ جب ہر ہنر میں پورا ہوا اور اس کے متعلقین کو اس پر بھروسہ ہو گیا، ناگہاں موت آ پہنچی جس نے ایک دم میں سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا۔ پھر ایسا بے نام نشان ہوا گویا کبھی زمین پر آباد ہی نہ ہوا تھا (فائدہ) لَيْلًا أَوْ نَهَارًا (رات کو یا دن کو) شاید اس لئے فرمایا کہ رات کا وقت غفلت کا ہے اور دن میں لوگ عموماً بیدار ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب خدا کا حکم آ پہنچے، پھر سوتا ہو یا جاگتا، غافل ہو یا بیدار کوئی شخص کسی حالت میں اس کو روک نہیں سکتا۔

♦ دار السلام کی دعوت | یعنی دنیا کی زائل و فانی زندگی پر مت رتجھو۔ دار السلام (جنت) کی طرف آؤ۔ خدا تم کو سلامتی کے گھر کی طرف بلا رہا ہے اور وہاں تک پہنچنے کا راستہ بھی دکھلا رہا ہے۔ وہ ہی گھر ہے جہاں کے رہنے والے ہر قسم کے رنج و غم، پریشانی، تکلیف، نقصان، آفت، اور فنا و زوال وغیرہ سے صحیح و سالم رہیں گے۔ فرشتے انکو سلام کریں گے۔ خود رب العزت کی طرف سے تحفہ، سلام پہنچے گا۔

♦ دیدار الہی کی نعمت | بھلے کام کرنے والوں کو وہاں بھلی جگہ ملے گی (یعنی جنت) اور اس سے زیادہ بھی کچھ ملے گا۔ یعنی حق تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار ”زِيَادَةٌ“ کی تفسیر ”دیدار مبارک“ سے کئی احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہے اور بہت سے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا ”اے اہل جنت! تمہارے لئے ایک وعدہ خدا کا باقی ہے جو اب پورا کرنا چاہتا ہے۔ جنتی کہیں گے کہ وہ کیا ہے؟ کیا خدا نے اپنے فضل سے ہماری حسنات کا پلہ بھاری نہیں کر دیا۔ کیا اس نے ہمارے چہروں کو سفید اور نورانی نہیں بنایا؟ کیا اس نے ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت جیسے مقام میں نہیں پہنچایا؟ (یہ سب کچھ تو ہو چکا، آگے کوئی چیز باقی رہی) اس پر حجاب اٹھا دیا جائے گا۔ اور جنتی حق تعالیٰ کی طرف نظر کریں گے۔ پس خدا کی قسم کوئی نعمت جو ان کو عطا ہوئی ہے دولت دیدار سے زیادہ محبوب نہ ہوگی نہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر سکے گی۔ رزقنا اللہ سبحانہ و تعالیٰ بمرہ و فضلہ

♦ آخرت میں کفار کے چہرے | یعنی عرصات محشر میں جس طرح کفار فجار کے چہروں پر سخت ذلت و ظلمت چھائی ہوگی۔ جنتیوں کے چہرے اس کے خلاف ہوں گے۔ سیاہی اور رسوائی کیسی وہاں تو نور ہی نور اور رونق ہی رونق ہوگی۔

بِمِثْلِهَا وَتَرَهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَّا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ

اس کے برابر اور ڈھانک لے گی ان کو رسوائی کوئی نہیں ان کو اللہ سے بچانے والا

كَانِبًا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطْعًا مِّنَ الْبَيْلِ مُظْلِمًا

گویا کہ ڈھانک دیے گئے ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٤﴾ وَيَوْمَ

وہ ہیں دوزخ والے وہ اسی میں رہا کریں گے اور جس دن

نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا

جمع کریں گے ہم ان سب کو پھر کہیں گے شرک کرنے والوں کو

مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاءُكُمْ فَزَيْلَانَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ

کھڑے ہو اپنی پٹی جگہ تم اور تمہارے شریک پھر تڑادیں گے ہم آپر میں ان کو اور کہیں گے

شُرَكَاءُ وَهُمْ مَّا كُنْتُمْ إِلَّا نَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٥﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ

ان کے شریک تم ہماری تو بندگی نہ کرتے تھے سوا اللہ کافی ہے

شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ

شاہد ہمارے اور تمہارے بیچ میں ہم کو تمہاری بندگی کی

لَغَفِيلِينَ ﴿٢٦﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ وَ

خبر نہ تھی وہاں جانچ لے گا ہر کوئی جو اس سے پہلے کیا تھا اور

رُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ وَضَلُّ عَنْهُمْ مَّا

رجوع کریں گے اللہ کی طرف جو سچا مالک ہے ان کا اور جاتا رہے گا ان کے پاس سے

یعنی بدی سے زائد نہ ہوگا۔ کم سزا دیں یا بعض برائیوں کو بالکل معاف کر دیں ان کو اختیار ہے۔

یعنی ان کے چہرے اس قدر سیاہ و تاریک ہونگے گویا اندھیری رات کی تہیں ان پر جمادی گئی ہیں (اعاذنا اللہ منها)

یعنی جن کو تم نے اپنے خیال میں خدا کا شریک ٹھہرا رکھا تھا، یا جن کو خدا کے بیٹے بیٹیاں کہتے تھے، مثلاً مسیح علیہ السلام جو نصاریٰ کے نزدیک ”ابن اللہ“ بلکہ ”عین اللہ“ تھے یا ”ملائکتہ اللہ“ یا ”احبار و رہبان“ کہ انہیں بھی ایک حیثیت سے خدائی کا منصب دے رکھا تھا، یا اصنام و اوثان جن پر مشرکین مکہ نے خدائی کے اختیارات تقسیم کر رکھے تھے، سب کو حسب مراتب اپنی اپنی جگہ کھڑے ہونے کا حکم ہوگا۔

باطل معبودوں کی کفار سے بیزاری | یعنی اسی وقت عجیب افراتفری اور نفسی نفسی ہوگی۔ عابدین و معبودین میں جدائی پڑ جائے گی اور دنیا میں اپنے اوہام و خیالات کے موافق جو رشتے جوڑ رکھے تھے، سب توڑ دیے جائیں گے۔ اس ہولناک وقت میں جبکہ مشرکین کو اپنے فرضی معبودوں سے بہت کچھ توقعات تھیں، وہ صاف جواب دے دیں گے کہ تمہارا ہم سے کیا تعلق۔ تم جھوٹ بکتے ہو کہ ہماری بندگی کرتے تھے (تم اپنے عقیدہ کے موافق جس چیز کو پوجتے تھے اس کے لئے وہ خدائی صفات تجویز کرتے تھے، جو فی الواقع اس میں موجود نہیں تھیں تو حقیقت میں وہ عبادت اور بندگی واقعی ”مسیح“ یا ”ملائکتہ“ کی نہ ہوئی اور نہ حقیقت میں بے جان مورتیوں کی پوجا تھی۔ محض اپنے خیال اور وہم یا شیطان لعین کی پرستش کو فرشتے یا نبی یا نیک انسان یا کسی تصویر وغیرہ کے نامزد کر دیتے تھے) خدا گواہ ہے کہ ہماری رضاء یا اذن سے تم نے یہ حرکت نہیں کی۔ ہم کو کیا خبر تھی کہ انتہائی حماقت و سفاہت سے خدا کے مقابلہ میں ہمیں معبود بنا ڈالو گے۔ (تنبیہ) یہ گفتگواگر حضرت ”مسیح“ وغیرہ ذوی العقول مخلوق کی طرف سے مانی جائے تو کوئی اشکال نہیں۔ اور ”اصنام“ (بتوں) کی جانب سے ہو تو کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ مشرکین کی انتہائی مایوسی اور حسرت ناک در ماندگی کے اظہار کے لئے اپنی قدرت کاملہ سے پتھر کی مورتوں کو گویا کر دے۔ ”قَالُوا اَنْطَقْنَا اللّٰهُ الَّذِي اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ“۔ (حکم السجدہ، رکوع ۳۴)

كَانُوا يَفْتَرُونَ ۳۰ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَ

النصف
۲۰۳

جو جھوٹ بنا کر کرتے تھے ۱ تو پوچھ ۲ کون روزی دیتا ہے تم کو ۳ آسمان سے اور

الْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ

زمین سے ۱ یا کون مالک ہے کان ۲ اور آنکھوں کا ۳ اور کون

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

نکالتا ہے زندہ کو ۱ مردہ سے ۲ اور نکالتا ہے مردہ کو

الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۳ فَقُلْ

زندہ سے ۱ اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی ۲ سو بول انہیں گے کہ اللہ ۳ تو تو کہہ

أَفَلَا تَتَّقُونَ ۳۱ فَذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۳۲ فَمَاذَا بَعَدَ

پھر ڈرتے نہیں ہو ۱ سو یہ اللہ ہے رب تمہارا سچا ۲ پھر کیا رہ گیا ہے کے

الْحَقُّ إِلَّا الضَّلَالُ ۳۳ فَأَنِّي تُصْرَفُونَ ۳۴ كَذَلِكَ حَقَّتْ

بھیجے ۱ مگر بھٹکانا ۲ سو کہاں سے لوٹے جاتے ہو ۳ اسی طرح ٹھیک آئی

كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۳۳

بات تیرے رب کی ۱ اُن نافرمانوں پر ۲ کہ یہ ایمان نہ لائیں گے ۳

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ

پوچھ ۱ کوئی ہے تمہاری شریکوں میں ۲ جو پیدا کرے خلق کو ۳ پھر

يُعِيدُهُ ۳ قُلْ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ فَأَنَّى

دوبارہ زندہ کرے ۱ تو کہہ ۲ اللہ پہلے پیدا کرتا ہے ۳ پھر اُس کو دوبارہ لائے گا ۴ سو کہاں

یعنی جھوٹے اور بے اصل توہمات سب رفو چکر ہو جائیں گے۔ ہر شخص بہ راٰی العین مشاہدہ کر لے گا کہ اس سچے مالک کے سوا رجوع کرنے کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ اور ہر ایک انسان کو اپنے تمام برے بھلے اعمال کا اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا وزن رکھتے ہیں۔

آسمان کی طرف سے بارش اور حرارتِ شمس وغیرہ پہنچتی ہے اور زمینی مواد اسکے ساتھ ملتے ہیں تب انسان کی روزی مہیا ہوتی ہے۔

یعنی ایسے عجیب و غریب محیر العقول طریقہ سے کس نے کان اور آنکھ پیدا کی۔ پھر ان کی حفاظت کا سامان کیا۔ کون ہے جو ان تمام توائے انسانی کا حقیقی مالک ہے کہ جب چاہے عطا فرمادے اور جب چاہے چھین لے۔

مثلاً ”نطفہ“ یا ”بیضہ“ سے جاندار کو، پھر جاندار سے نطفہ اور بیضہ کو نکالتا ہے۔ یا روحانی اور معنوی طور پر جو شخص یا قوم مردہ ہو چکی اس میں سے زندہ دل افراد پیدا کرتا ہے اور زندہ قوموں کے خلاف پران کی بدبختی سے موت طاری کر دیتا ہے۔

یعنی دنیا کے تمام کاموں کی تدبیر و انتظام کون کرتا ہے۔

اللہ خالق و مالک اور مدبر الامور ہے | مشرکین کو بھی اعتراف تھا کہ یہ امور کلیہ اور عظیم الشان کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لئے فرمایا کہ جب اصل خالق و مالک اور تمام عالم کا مدبر اسی کو مانتے ہو، پھر ڈرتے نہیں کہ اسکے سوا دوسروں کو معبود بناؤ۔ معبود تو وہی ہونا چاہئے جو خالق کل، مالک الملک، رب مطلق اور متصرف علی الاطلاق ہو۔ اس کا اقرار کر کے کہاں لٹے پاؤں واپس جا رہے ہو۔ جب سچا وہ ہی ہے تو سچ کے بعد بجز جھوٹ کے کیا رہ گیا۔ سچ کو چھوڑ کر جھوٹ اوہام میں بھٹکنا عاقل کا کام نہیں ہو سکتا۔

یعنی اللہ نے ازل سے ان متمرّد سرکشوں کی قسمت میں ایمان نہیں لکھا۔ جس کا سبب علم الہی میں انکی سرکشی اور نافرمانی ہے۔ اس طرح خدا کی لکھی ہوئی بات ان پر فسق و نافرمانی کی وجہ سے راست آئی۔

تُؤْفَكُونَ ﴿۳۲﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَىٰ

پلے جاتے ہو ﴿۳۲﴾ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو راہ بتلائے

الْحَقِّ ۗ قُلْ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ ۗ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَىٰ

الحقؑ کو کہہ دو اللہ راہ بتلاتا ہے حقؑ تو کہہ دو جو کوئی راہ بتلائے

الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمْ مَنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يَهْدِيَ

حقؑ اس کی بات ماننی چاہئے یا اس کی جو آپ نہ پائے راہؑ مگر جب کوئی اور اس کو راہ بتلائے

فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا

سو کیا ہو گیا تم کوؑ کیسا انصاف کرتے ہو ﴿۳۵﴾ اور وہ اکثر چلتے ہیں محض

ظَنًّا ۗ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ

انگل پرؑ سوائے سوائے کام نہیں دیتیؑ حق بات میں کچھ بھی ﴿۳۶﴾ اللہ کو

عَلِيمٌ ۗ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾ وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ

خوب معلوم ہےؑ جو کچھ وہ کرتے ہیںؑ اور وہ نہیں یہ قرآنؑ کہ

يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۗ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ

کوئی بنا لےؑ اللہ کے سوا ﴿۳۷﴾ اور لیکن تصدیق کرتا ہےؑ اگلے

يَدَيْهِ ۗ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ

کلام کی ﴿۳۸﴾ اور بیان کرتا ہے ان چیزوں کو جو تم پر لکھی گئیںؑ جس میں کوئی شبہ نہیںؑ پروردگار

الْعَالَمِينَ ﴿۳۸﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۗ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ

عالم کی طرف سے ﴿۳۸﴾ کیا لوگ کہتے ہیں کہ یہ بنا لایا ہےؑ تو کہہ دوؑ تم لے آؤ ایک ہی سورت

◆ **مبداء و معاد کا اثبات** | یہاں تک ”مبدأ“ کا ثبوت تھا۔ اب ”معاد“ کا ذکر ہے۔ یعنی جب اعتراف کر چکے کہ زمین، آسمان، سمع و بصر، موت و حیات، سب کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا وہ ہی ہے تو ظاہر ہے کہ مخلوق کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا اور دہرا دینا بھی اسی کا فعل ہو سکتا ہے پھر انبیاء علیہم السلام کی زبانی جب وہ خود اس دہرانے کی خبر دیتا ہے تو اس کی تسلیم میں کیا عذر ہے ”مبدأ“ کا اقرار کر کے ”معاد“ کی طرف سے کہاں پلٹے جاتے ہو۔

◆ **ہدایت صرف اللہ کی طرف سے ہے** | ”مبدأ“ و ”معاد“ کے بعد درمیانی وسائے کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح اول پیدا کرنے والا اور دوبارہ جلانے والا وہ ہی خدا ہے، ایسے ہی ”معاد“ کی صحیح راہ بتلانے والا بھی کوئی دوسرا نہیں۔ خدا ہی بندوں کی صحیح اور سچی رہنمائی کر سکتا ہے۔ مخلوق میں کوئی بڑا ہو یا چھوٹا، سب اسی کی رہنمائی کے محتاج ہیں۔ اسی کی ہدایت و رہنمائی پر سب کو چلنا چاہئے۔ بت مسکین تو کس شمار میں ہیں جو کسی کی رہنمائی سے بھی چلنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ بڑے بڑے مقررین (انبیاء و ملائکہ علیہم السلام) بھی برابر یہ اقرار کرتے آئے ہیں کہ خدا کی ہدایت و دستگیری کے بدون ہم ایک قدم نہیں اٹھا سکتے۔ ان کی رہنمائی بھی اسی لئے بندوں کے حق میں قابل قبول ہے کہ خدا بلا واسطہ ان کی رہنمائی فرماتا ہے۔ پھر یہ کس قدر انصافی ہے کہ انسان اس ہادی مطلق کو چھوڑ کر باطل اور کمزور سہارے ڈھونڈے یا مثلاً احبار و رہبان، برہمنوں اور مہنتوں کی رہنمائی پر اندھا دھند چلنے لگے۔

◆ **توحید کے علاوہ ہر نظریہ ظن و تخمین ہے** | جب معلوم ہو چکا کہ ”مبدی“ ”معید“ اور ”ہادی“ وہ ہی اللہ ہے تو اس کے خلاف شرک کی راہ اختیار کرنے والوں کو سوچنا چاہئے کہ ان کے ہاتھ میں کونسی دلیل و برہان ہے جس کی بناء پر ”توحید“ کے مسلک تویم و قدیم کو چھوڑ کر ضلالت کے گڑھے میں گرے جا رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کے پاس سوائے ظنون و ادہام اور انکل پچو باتوں کے کوئی چیز نہیں۔ بھلا انکل کے تیر حق و صداقت کی بحث میں کیا کام دے سکتے ہیں۔

◆ **قرآن اللہ کے سوا کوئی نہیں بنا سکتا** | پچھلی آیات میں فرمایا تھا کہ مشرکین محض ظن و تخمین کی پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ پیروی کے قابل اسکی بات ہے جو صحیح راستہ بتلائے۔ اسی مناسبت سے یہاں قرآن کریم کا ذکر شروع کیا کہ آج دنیا میں وہی ایک کتاب صحیح راستہ بتلانے والی اور ظنون و ادہام کے مقابلہ میں سچے حقائق پیش کرنے والی ہے۔ اس کے علوم و معارف، احکام و قوانین اور معجزانہ فصاحت و جزالت پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ یہ قرآن وہ کتاب نہیں جو خداوند قدوس کے سوا کوئی دوسرا شخص بنا کر پیش کر سکے۔ پورا قرآن تو بجائے خود رہا اس کی ایک سورت کا مثل لانے سے بھی تمام جن و انس عاجز ہیں جیسا کہ آگے آتا ہے۔

◆ **قرآن کا کلام الہی ہونا اس سے ظاہر ہے کہ وہ تمام کتب سماویہ سابقہ کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کرتا، ان کے اصل مضامین کی حفاظت اور ان کی پیشین گوئیوں کی صداقت کا علانیہ اظہار کرتا ہے۔**

◆ **یعنی احکام الہیہ اور ان حقائق و معارف کو جو پچھلی کتابوں میں نہایت اجمالی طور پر مذکور تھیں کافی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کتاب میں عاقل کے لئے شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ ایسا جامع، بلیغ، پر حکمت اور نور صداقت سے بھرا ہوا کلام رب العالمین ہی کا ہو سکتا ہے۔**

مِثْلِهِ ۱۱ وَاَدْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ اِنْ

ایسی اور بلاؤ اور بلاؤ جس کو بلا سکو اللہ کے سوا اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۳۸ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ

تم سچے ہو ﴿۳۸﴾ بات یہ ہے کہ جھٹلانے لگے جس کے سمجھنے پر انہوں نے قابو نہ پایا ﴿۳۸﴾

وَلَمَّا يٰۤاٰتِيْهِمْ تٰوِيْلُهُ ۗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ

اور ابھی آئی نہیں اس کی حقیقت ﴿۳۹﴾ اسی طرح جھٹلاتے رہے اُن سے

قَبْلِهِمْ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۗ ﴿۳۹﴾

اگلے سو دیکھ لے کیسا ہوا انجام گنہگاروں کا اور

مِنْهُمْ مَّنْ يُؤْمِنُ بِهٖ ۗ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَا يُؤْمِنُ بِهٖ ۗ ﴿۳۹﴾

بعضے اُن میں یقین کریں گے قرآن کا اور بعضے یقین نہ کریں گے

رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۗ ﴿۴۰﴾ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِيْ

تیرا رب خوب جانتا ہے ﴿۴۰﴾ شرارت والوں کو ﴿۴۰﴾ اور اگر تجھ کو جھٹلائیں تو کہہ میرے لیے

عَمَلِيْ ۗ وَلَكُمْ عَمَلِكُمْ ۗ اَنْتُمْ بِرَبِّيْۤانَ مِمَّا اَعْمَلُ

میرا کام اور تمہارے لیے تمہارا کام تم پر ذمہ نہیں میرے کام

وَاَنَا بِرَبِّيْۤانَ مِمَّا تَعْمَلُوْنَ ۗ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَبِعُوْنَ

مجھ پر ذمہ نہیں جو تم کرتے ہو ﴿۴۱﴾ اور بعضے اُن میں کان رکھتے ہیں

اِلَيْكَ ۗ اَفَاَنْتَ تَسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۗ ﴿۴۲﴾

تیری طرف کیا تو سناے گا بہروں کو اگر چہ اُن کو سمجھ نہ ہو

❖ کفار کو قرآن کریم کا چیلنج | یعنی اگر میں بنا لایا ہوں تو تم بھی میری طرح بشر ہو سب مل کر ایک سورت جیسی سورت بنا لاؤ۔

ساری مخلوق کو دعوت دو، جن و انس کو جمع کر لو، تمام جہان کے فصیح و بلیغ، پڑھے لکھے اور ان پڑھا اکٹھے ہو کر ایک چھوٹا سا کلام قرآن کی مانند پیش کر دو تو سمجھ لیا جائے گا کہ قرآن بھی کسی بشر کا کلام ہے جس کا مثل دوسرے لوگ لاسکتے ہیں۔ مگر مجال ہے کہ ابد الابد تک کوئی مخلوق ایسا حوصلہ کر سکے۔ قرآن کریم ہی وہ کتاب ہے جس میں تہذیب اخلاق، تمدن و معاشرت، حکومت و سیاست، معرفت و روحانیت، تزکیہ، نفوس، تنویر قلوب، غرضیکہ وصول الی اللہ اور تنظیم و رفاہیت خلائق کے وہ تمام قوانین و طرق موجود ہیں، جن سے آفرینش عالم کی غرض پوری ہوتی ہے۔ اور جنکی ترتیب و تدوین کی ایک امی قوم کے امی فرد سے کبھی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر ان تمام علوم و ہدایات کا تکفل کرنے کے ساتھ اس کتاب کی غلغلہ انداز فصاحت و بلاغت، جامع و موثر اور دلربا طرز بیان، دریا کا ساتھ مؤثر، بہل ممتنع سلاست و روانی، اسالیب کلام کا تفسیر اور اسکی لذت و حلاوت اور شہنشاہانہ شان و شکوہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے بڑے زور شور اور بلند آہنگی سے سارے جہان کو مقابلہ کا چیلنج دے دیا ہے۔ جس وقت سے قرآن کے جمال جہاں آراء نے غیب کی نقاب الٹی اور اولادِ آدم کو اپنے سے روشناس کیا، اس کا برابر یہی دعویٰ رہا کہ میں خدائے قدوس کا کلام ہوں۔ اور جس طرح خدا کی زمین جیسی زمین، خدا کے سورج جیسا سورج، اور خدا کے آسمان جیسا آسمان پیدا کرنے سے دنیا عاجز ہے، اسی طرح خدا کے قرآن جیسا قرآن بنانے سے بھی دنیا عاجز رہے گی۔ قرآن کے مٹانے کی لوگ سازشیں کریں گے، مگر گانٹھیں گے، مقابلہ کے جوش میں کٹ مریں گے۔ اپنی مدد کے لئے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو دعوت دیں گے۔ کوئی حیلہ، کوئی تدبیر، کوئی داؤ بیچ اٹھانہ رکھیں گے، اپنے کو دوسروں کو مصیبت میں ڈالیں گے۔ سارے مصائب و دواہی کا تحمل ان کے لئے ممکن ہوگا مگر قرآن کی چھوٹی سی سورت کا مثل لانا ممکن نہ ہوگا۔

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ يَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَّلَوْ كَانَتْ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظٰهِرًا (بنی اسرائیل، رکوع ۱۰) اس مسئلہ پر ہم نے ”اعجاز القرآن“ کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جسے شوق ہو ملاحظہ کرے۔

❖ قرآن کی تکذیب محض نا فہمی اور تعصب کی وجہ سے ہے | یعنی قرآن کو ”مفسرئی“ کہنا سمجھ کر نہیں، محض جہل و سفاہت اور قلبت تدبر سے ہے۔ تعصب و عناد انہیں اجازت نہیں دیتا کہ ٹھنڈے دل سے قرآن کے حقائق اور وجوہ اعجاز میں غور کریں۔ بد فہمی یا

قوائے فکریہ کے ٹھیک استعمال نہ کرنے کی وجہ سے جب قرآن پاک کے دلائل و عجائب کو پوری طرح نہیں سمجھ سکے، تو جھٹلانا شروع کر دیا۔

❖ بعض مفسرین نے ”تاویل“ کے معنی ”تفسیر“ کے لئے ہیں۔ یعنی مطالب قرآن ان کے دماغ میں نہیں اترے اور بعض نے قرآنی

پیشینگوئیاں مراد لی ہیں۔ یعنی تکذیب کی ایک وجہ بعض سادہ لوحوں کے حق میں یہ بھی ہے کہ مستقبل کے متعلق قرآن نے جو خبریں دی ہیں۔ ان کے وقوع کا ابھی وقت نہیں آیا۔ لہذا وہ منتظر ہیں کہ ان کا ظہور کب ہوتا ہے۔ مگر سوچنا چاہئے کہ یہ وجہ تکذیب کی کیسے ہو سکتی ہے؟ زائد از انکو توقف کی وجہ ہو تو ہو۔

❖ یعنی آگے چل کر ان میں کچھ لوگ مسلمان ہونے والے ہیں۔ انہیں چھوڑ کر جو باقی لوگ شرارت پر قائم رہیں گے، خدا سب کو خوب جانتا ہے۔ موقع پر مناسب مزادے گا۔

❖ آنحضرت ﷺ کو کفار سے بیزاری کا حکم | یعنی اگر ایسے دلائل و براہین سننے کے بعد بھی یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو

کہہ دیجئے کہ ہم اپنا فرض ادا کر چکے، تم سمجھانے پر نہیں مانتے تو اب میرا تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔ تم اپنے عمل کے ذمہ دار ہو میں اپنے عمل کا۔ ہر ایک کو اس کے عمل کا ثمرہ مل کر رہے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ (معاذ اللہ) ”اگر اللہ کا حکم غلط پہنچاؤں تو میں گنہگار ہوں، اور میں سچ لاؤں تم نہ مانو تو گناہ تم پر ہے۔ بہر حال ماننے میں کسی طرح تمہارا نقصان نہیں۔“

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْىَ

کیا تو راہ دکھائے گا اندھوں کو

اور بعضے ان میں نگاہ کرتے ہیں تیری طرف

وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ﴿۳۳﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ

لوگوں پر

اللہ ظلم نہیں کرتا

◆ اگر چہ وہ سوجھ نہ رکھتے ہوں

شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۳۴﴾ وَيَوْمَ

اور جس دن

◆ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہیں

لیکن لوگ

کچھ بھی

يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ

◆ مگر ایک گھڑی دن

گو یا وہ نہ رہے تھے

ان کو جمع کرے گا

يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ط قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِإِِقَاءِ

اللہ سے

بیشک خسارے میں پڑے جنہوں نے جھٹلایا

◆ ایک دوسرے کو پہچانیں گے

اللهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۳۵﴾ وَإِنَّمَا نُرِيكَ بَعْضَ

اور اگر ہم دکھائیں گے تجھ کو کوئی چیز

◆ اور نہ آئے وہ راہ پر

بلنے کو

الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفِّيكَ فَاإِنَّا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ

پھر

سو ہماری ہی طرف ہے ان کو لوٹنا

یا وفات دیں تجھ کو

ان وعدوں میں سے جو کیے ہیں ہم نے ان سے

اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ

اور ہر فرقہ کا

◆ ان کاموں پر جو کرتے ہیں

اللہ شاہد ہے

رَسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

انصاف

فیصلہ ہوا ان میں

پھر جب پہنچا ان کے پاس رسول ان کا

ایک رسول ہے

کفار اندھے اور بے عقل ہیں | بعض لوگ بظاہر قرآن شریف اور آپ کا کلام مبارک سنتے ہیں اور آپ کے معجزات و کمالات دیکھتے ہیں مگر دیکھنا سننا وہ نافع ہے جو دل کے کانوں اور دل کی آنکھوں سے ہو۔ یہ آپ کے اختیار میں نہیں کہ آپ کے بہروں کو اپنی بات سنا دیں۔ بحالیکہ وہ سخت بہرہ پن کی وجہ سے قطعاً کسی کلام کو نہ سمجھ سکتے ہوں یا دل کے اندھوں کو راہ حق دکھلا دیں جبکہ انہیں کچھ بھی نہ سوجھتا ہو۔ ”موضح القرآن“ میں ہے۔ ”یعنی کان رکھتے ہیں یا نگاہ کرتے ہیں اس توقع پر کہ آپ ہمارے دل پر تصرف کر دیں جیسا بعضوں پر ہو گیا، سو یہ بات اللہ کے ہاتھ ہے۔“ بعض مفسرین نے لَا يَعْقِلُونَ سے مطلق عقل کی اور لَا يُبْصِرُونَ سے بصیرت کی نفی مراد لی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے اندھے، بہرے جو علاوہ نہ سننے اور نہ دیکھنے کے ہر قسم کی سمجھ بوجھ سے محروم ہیں۔ ان کو آپ کس طرح سنا اور دکھا کر متوا سکتے ہیں۔

یعنی جن کے دل میں اثر نہیں ہوتا، یہ ان ہی کی تقصیر ہے۔ خود اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے انہوں نے قوائے ادراکیہ کو تباہ کر لیا ہے۔ ورنہ اصل فطرت سے ہر آدمی کو خدا نے سمجھنے اور قبول کرنے کی استعداد بخشی ہے۔

دنیوی زندگی کی حقیقت | یعنی محشر کے ہولناک احوال و حوادث کو دیکھ کر عمر بھر کا عیش و آرام اس قدر حقیر و قلیل نظر آئے گا گویا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرے ہی نہ تھے اور افسوس کریں گے کہ ساری عمر کیسی فضول اور بیکار گزری، جیسے آدمی گھنٹہ دو گھنٹہ یوں ہی گپ شپ میں بیکار گزار دیتا ہے۔ نیز وہاں کی زہرہ گداز مصائب کو دیکھ کر خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں کچھ مدت قیام ہی نہ ہو جو یہ وقت آیا۔ گھڑی دو گھڑی ٹھہرے اور یہاں آچھنسے۔ کاش وہاں کی مدت قیام کچھ طویل ہوتی تو یہ دن اس قدر جلد نہ دیکھنا پڑتا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ برزخ (قبر) میں ٹھہرنے کی مدت کو ایک گھڑی کے برابر سمجھیں گے۔ واللہ اعلم

مگر کچھ مدد نہ کر سکیں گے نفسی نفسی پڑی ہوگی۔ بھائی بھائی کے اور بیٹا باپ کے کام نہ آئے گا۔ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ (المومنون، رکوع ۶) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيهِ وَاُمِّهِ وَاَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ (عبس، رکوع ۱)

باقی جنہوں نے لقاء اللہ کی تصدیق کی اور سیدھی راہ پر چلے وہ سراسر فائدہ میں ہیں۔

آنحضرت ﷺ سے کئے گئے وعدوں کا ایفاء | یعنی ہم نے کفار کو عذاب دینے اور اسلام کو غالب و منصور کرنے کے جو وعدے کئے ہیں، خواہ ان میں سے بعض وعدے کسی حد تک آپ کی موجودگی میں پورے کر کے دکھلا دیے جائیں، جیسے ”بدر“ وغیرہ میں دکھلا دیا۔ یا آپ کی وفات ہو جائے۔ اس لئے آپ کے سامنے ان میں سے بعض کا ظہور نہ ہو۔ بہر صورت یہ یقینی ہے کہ وہ سب پورے ہو کر رہیں گے۔ اگر کسی مصلحت سے دنیا میں ان کفار کو سزا نہ دی گئی تو آخرت میں ملے گی۔ ہم سے بچ کر کہاں بھاگ سکتے ہیں۔ سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور ان کے تمام اعمال ہمارے سامنے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”غلبہ اسلام کچھ حضرت کے روبرو ہوا، اور باقی آپ کی وفات کے بعد خلفاء کے ہاتھوں سے۔ گویا نَتَوَفَّيْنٰكَ میں اس طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔“

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۳۷﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ

اور ان پر ظلم نہیں کرتا اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ

إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۸﴾ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا

اگر تم سچے ہو تو کہہ میں مالک نہیں اپنے واسطے نہ ہے کا

وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ

نہ بھلے گا مگر جو چاہے اللہ ہر فرقہ کا ایک وعدہ ہے جب آئینے گا

أَجَلُهُمْ فَلَا يُسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿۳۹﴾

ان کا وعدہ پھر نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّا

تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر آئینے تم پر عذاب اُس کا راتوں رات یا دن کو تو

ذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ﴿۴۰﴾ أَتُمْ إِذَا مَا وَقَعَ

کیا کر لیں گے اُس سے پہلے گنہگار کیا پھر جب عذاب واقع ہو چکے گا

أَمَنْتُمْ بِهِ طَائِفًا مِّنْكُمْ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿۴۱﴾

تب اُس پر یقین کرو گے اب قائل ہوئے اور تم اُسی کا تقاضا کرتے تھے

ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ

پھر کہیں گے گنہگاروں کو چکھتے رہو عذاب ہمیشگی کا وہی

تُجْرُونَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۴۲﴾ وَيَسْتَنْبِئُونَكَ

بدلتا ہے جو کچھ کماتے تھے اور تمھ سے خبر پوچھتے ہیں

◆ ہر امت کے لئے رسول بھیجا گیا | پہلے اس امت اور اسکے رسول اکرم ﷺ کا ذکر تھا۔ اب عام اقوام و امم کا ضابطہ بتلاتے ہیں کہ ہر جماعت اور فرقہ کے پاس خدا کے احکام پہنچانے والے بھیجے گئے ہیں جن کو ”رسول“ کہیے۔ تاکہ خدا کی حجت تمام ہو، اتمام حجت سے پہلے کسی کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ لوگ عمل پہلے سے کرتے ہیں۔ مگر دنیا میں ان کو سزا رسول پہنچنے اور حجت تمام کرنے کے بعد دی جاتی ہے۔ خدا کے یہاں یہ ظلم اور اندھیر نہیں کہ بدون پیشتر سے آگاہ کرنے اور ملزم ثابت ہونے کے مجرموں کو فیصلہ سنا دیا جائے۔ قیامت میں بھی باقاعدہ پیشی ہوگی، فرد جرم لگائیں گے، گواہ پیش ہو گئے، ہر قوم کے ساتھ ان کے پیغمبر موجود ہوں گے۔ ان کے بیانات وغیرہ کے بعد نہایت انصاف سے فیصلہ ہوگا۔ ”وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِئَتْ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ“ (الزمر، رکوع ۷) مجاہد وغیرہ نے آیت کو قیامت کے احوال پر حمل کیا ہے۔

◆ یعنی عذاب آنے کی جو دھمکیاں دیتے ہو، محض جھوٹ اور بے اصل ہیں۔ اگر واقعی تم سچے ہو تو لے کیوں نہیں آتے۔ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔

◆ یعنی عذاب وغیرہ بھیجنا خدا کا کام ہے، میرے قبضہ اور اختیار میں نہیں۔ میں خود اپنے نفع نقصان کا صرف اسی قدر مالک ہوں جتنا اللہ چاہے۔ پھر دوسروں پر کوئی بھلائی برائی وارد کرنے کا مستقل اختیار مجھے کہاں سے ہوتا۔ ہر قوم کی ایک مدت اور میعاد خدا کے علم میں مقرر ہے۔ جب میعاد پوری ہو کر اس کا وقت پہنچ جائے گا، ایک سیکنڈ کا تخلف نہ ہو سکے گا۔ غرض عذاب کے لئے جلدی مچانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدا کے علم میں جو وقت طے شدہ ہے اس سے ایک منٹ آگے پیچھے نہیں سرک سکتے۔ زخشری کے نزدیک لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ اس سے کنا یہ ہے کہ عذاب کا اپنے وقت معین پر آنا اٹل ہے۔ کنا یہ میں حقیقت تقدم وتأخر کا تقیاً یا اثباتاً اعتبار نہیں ختمہ لہ۔

◆ کفار کا مطالبہ عذاب احمقانہ ہے | یعنی رات کو سوتے ہوئے یا دن میں جب تم دنیا کی دھندوں میں مشغول ہو، اگر اچانک خدا کا عذاب آدبائے تو مجرم جلدی کر کے کیا بچاؤ کر سکیں گے؟ جب بچاؤ نہیں کر سکتے پھر وقت پوچھنے سے کیا فائدہ؟ مترجم رحمہ اللہ نے مَا ذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ کا یہ ترجمہ حضرت شاہ صاحب کے مذاق کے موافق کیا ہے عموماً مفسرین نے یہ مطلب لیا ہے کہ عذاب الہی کے آنے میں کوئی ایسی خوشی اور مزے کی بات ہے، جس کی وجہ سے مجرمین جلدی طلب کر رہے ہیں۔ یا یہ کہ تعجب کا مقام ہے کہ مجرمین کیسی سخت خوفناک چیز کے لئے جلدی مچا رہے ہیں۔ حالانکہ ایک مجرم کے لائق تو یہ تھا کہ وہ آنے والی سزا کے تصور سے کانپ اٹھتا اور ڈر کے مارے ہلاک ہو جاتا۔ (البحر المحیط)۔

◆ مطالبہ عذاب کی وجہ | یعنی عذاب کے لئے جلدی کرنا اس بناء پر ہے کہ انہیں اس کے آنے کا یقین نہیں۔ اس وقت یقین ہوتا تو فائدہ ہو سکتا تھا کہ بچنے کی کوشش کرتے۔ عذاب آچکنے کے بعد یقین آیا تو کیا فائدہ ہوگا۔ اس وقت خدا کی طرف سے کہہ دیا جائے گا کہ اچھا اب قائل ہوتے ہو، اور پہلے سے جھٹلاتے رہے۔ کیونکہ تقاضا کرنا بھی جھٹلانے اور مذاق اڑانے کی نیت سے تھا۔ اس وقت اقرار کرنے سے کچھ نفع نہیں۔ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدُّهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سِنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ (المؤمن، رکوع ۹)

◆ جو کفر و شرک اور تکذیب کرتے رہے تھے، اب ہمیشہ اس کا مزہ چکھتے رہو۔ یہ قیامت میں کہا جائے گا۔

أَحَقُّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ

کیا حق ہے یہ بات تو کہہ البتہ قسم میرے رب کی یہ حق ہے اور تم

بِمُعْجِزِينَ ۵۳ وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي

تھکانہ سکو گے اور اگر ہو ہر شخص گنہگار کے پاس جتنا کچھ ہے

الْأَرْضِ لَا فُتِدَتْ بِهِ وَأَسْرُوا النَّدَامَةَ لِمَا

زمین میں البتہ دے ڈالے اپنے بدلے میں اور چھپے چھپے پچھتاؤں گے جب

رَأَوْا الْعَذَابَ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا

دیکھیں گے عذاب اور ان میں فیصلہ ہوگا انصاف سے اور ان پر

يُظْلَمُونَ ۵۴ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

ظلم نہ ہوگا سن رکھو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں

أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا

سن رکھو وعدہ اللہ کا حق ہے پر بہت لوگ نہیں

يَعْلَمُونَ ۵۵ هُوَ يُجِي وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۵۶

جانتے وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے

يَأْتِيهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ

اے لوگو تمہارے پاس آئی ہے نصیحت تمہارے رب سے

وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ ه وَهُدًى وَرَحْمَةٌ

اور شفاء دلوں کے روگ کی اور ہدایت اور رحمت

وَقَوْلًا لِّبَنِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
وَقَوْلًا لِّبَنِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
-۴۲۵-

حیات بعد الممات یقینی ہے | یعنی غفلت کے نشہ میں چور ہو کر تعجب سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے کہ ہم موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور دائمی عذاب کا مزہ چکھیں گے؟ کیا واقعی ریزہ ریزہ ہو کر اور خاک میں مل کر پھر از سر نو ہم کو موجود کیا جائے گا؟ آپ فرمادیتے تھے کہ تعجب کی کیا بات ہے، یہ چیز تو یقیناً ہونے والی ہے۔ تمہارا مٹی میں مل جانا اور پارہ پارہ ہو جانا خدا کو اس سے عاجز نہیں کر سکتا کہ پہلے کی طرح تمہیں دوبارہ پیدا کر دے اور شرارتوں کا مزہ چکھائے۔ ممکن نہیں کہ اس کے قبضہ سے نکل بھاگو اور فرار ہو کر (معاذ اللہ) اسے عاجز کر سکو۔ تنبیہ | اس آیت کے مشابہ دو آیتیں قرآن کریم میں ہیں۔ ایک سورہ ”سبا“ میں ”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ“ دوسری ”تغابن“ میں ”زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ“۔ یہ دونوں قیامت اور معاد کے متعلق ہیں ان ہی کی مناسبت سے حافظ ابن کثیر نے آیت حاضرہ کو معاد کے متعلق رکھا ہے۔

یعنی اگر روئے زمین کے خزانے فرض کرو اسکے قبضہ میں ہوں تو کوشش کرے کہ یہ سب دے کر خدا کے عذاب سے اپنے کو بچالے۔

آخرت میں کفار کا پچھتاوا | دل میں اپنی حرکتوں پر پشیمان ہونگے اور چاہیں گے کہ لوگوں پر پشیمانی کا اظہار نہ ہو مگر تاکے۔ کچھ دیر آثارِ ندامت ظاہر نہ ہونے دیں گے۔ آخر بے اختیار ظاہر ہو کر رہیں گے۔ اس وقت کہیں گے ”يَحْسِرَتِي عَلَىٰ مَا فَرَطْتُ فِي حَنْبِ اللَّهِ أَوْ يَأْوِيلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا“

یعنی سارے جہان میں حکومت صرف اللہ کی ہے۔ انصاف ہو کر رہے گا۔ کوئی مجرم نہ کہیں بھاگ سکتا ہے، نہ رشوت دے کر چھوٹ سکتا ہے۔

یعنی سوء استعداد، بد فہمی اور غفلت سے اکثر لوگ ان حقائق کو نہیں سمجھتے۔ اسی لئے جو زبان پر آئے بک دیتے ہیں اور جو جی میں آئے کرتے ہیں۔

جلانا اور مارنا جب اسی کا فعل ہے تو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔

لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ

مسلمانوں کے واسطے ﴿۵۷﴾ کہہ اللہ کے فضل سے اور اس کی مہربانی سے سوا ہی پر

فَلْيَفْرَحُوا ۗ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۵۸﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ

اُن کو خوش ہونا چاہئے ﴿۵۸﴾ یہ بہتر ہے اُن چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں ﴿۵۸﴾ تو کہہ بھلا دیکھو

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ

تو اللہ نے جو اتاری تمہارے واسطے روزی پھر تم نے ٹھہرائی اس میں سے

حَرَامًا وَحَلَآلًا ۗ قُلْ أَللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَىٰ

کوئی حرام اور کوئی حلال کہہ کیا اللہ نے حکم دیا تم کو یا اللہ پر

اللَّهِ تَفْتَرُونَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ

افتراء کرتے ہو ﴿۵۹﴾ اور کیا خیال ہے جھوٹ باندھنے والوں کا

عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَذُوُّ

اللہ پر قیامت کے دن ﴿۶۰﴾ اللہ

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۶۰﴾

فضل کرتا ہے لوگوں پر اور لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے ﴿۶۰﴾

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ

اور نہیں ہوتا تو کسی حال میں اور نہ پڑھتا ہے اس میں سے کچھ

قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ

قرآن اور نہیں کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم نہیں ہوتے

قرآن کریم کی بعض اہم صفات | یہ سب صفات قرآن کریم کی ہیں۔ قرآن اول سے آخر تک نصیحت ہے جو لوگوں کو مہلک اور مضر باتوں سے روکتا ہے۔ دلوں کی بیماریوں کے لئے نسخہ شفاء ہے۔ وصول الی اللہ اور رضائے خداوندی کا راستہ بتاتا ہے، اور اپنے ماننے والوں کو دنیا و آخرت میں رحمت الہیہ کا مستحق ٹھہراتا ہے بعض محققین کے نزدیک اس آیت میں نفس انسانی کے مراتب کمال کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جو شخص قرآن کریم سے تمسک کرے ان تمام مراتب پر فائز ہو سکتا ہے۔ (۱) اپنے ظاہر کو نالائق افعال سے پاک کرنا۔ لفظ ”موعظت“ میں اس کی طرف اشارہ ہے (۲) باطن کو عقائد فاسدہ اور ملکات ردیہ سے خالی کرنا جو ”شَفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ“ سے مفہوم ہوتا ہے۔ (۳) نفس کو عقائد حقہ اور اخلاق فاضلہ سے آراستہ کرنا، جس کے لئے لفظ ”ہدیٰ“ زیادہ مناسب ہے، (۴) ظاہر و باطن کی درستی کے بعد انوار رحمت الہیہ کا نفس پر فائز ہونا، جو لفظ ”رحمت“ کا مدلول ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے جو تقریر کی ہے اس میں ان چار لفظوں سے شریعت، طریقت، حقیقت اور نبوت و خلافت کی طرف علی الترتیب اشارہ کیا ہے۔ یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں اور نہ اس قسم کے مضامین خالص تفسیر کی مد میں آسکتے ہیں۔

اللہ کی نعمت پر خوش ہونا | ”فرح“ (خوش ہونا) محمود بھی ہے اور مذموم بھی۔ کسی نعمت پر اس حیثیت سے خوش ہونا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے ملی ہے، محمود ہے۔ جیسے یہاں فرمایا۔ ”فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا“ اور حکام و نیا پر خوش ہونا اور اکڑنا خصوصاً یہ خیال کر کے کہ ہم کو اپنی لیاقت سے حاصل ہوئی ہے، سخت مذموم ہے۔ قارون اپنے مال و دولت کی نسبت کہتا تھا ”أَنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي“ اس کو فرمایا لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

یعنی اصلی چیز خدا کا فضل و رحمت ہے، انسان کو اسی کی تلاش کرنی چاہئے مال و دولت، جاہ و حشم، سب اس کے مقابلہ میں بیچ ہیں۔ حلت و حرمت صرف اللہ کا کام ہے | یعنی قرآن جو نصیحت، شفاء، اور ہدایت و رحمت بن کر آیا ہے وہ ہی استناد اور تمسک کرنے کے لائق ہے۔ احکام الہیہ کی معرفت اور حلال و حرام کی تمیز اسی سے ہو سکتی ہے۔ یہ کیا واہیات ہے کہ خدا نے تو تمہارے انقاع کے لئے ہر قسم کی روزی پیدا کی۔ پھر تم نے محض اپنی آراء و اہوا سے اس میں سے کسی چیز کو حلال، کسی کو حرام ٹھہرا لیا۔ بھلا تحلیل و تحریم کا تم کو کیا حق ہے؟ کیا تم یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ نے ایسا حکم دیا، یا یوں ہی خدا پر افتراء کر رہے ہو۔ اگلی آیت میں صاف اشارہ کر دیا کہ بجز افتراء علی اللہ کے اور کچھ نہیں۔ تنبیہ | جن چیزوں کو حلال و حرام کیا تھا، ان کا مفصل تذکرہ سورہ ”مائدہ“ اور ”انعام“ میں گذر چکا۔ یعنی یہ لوگ روز قیامت کے متعلق کیا خیال کر رہے ہیں کہ کیا معاملہ ان کے ساتھ ہوگا سخت پکڑے جائیں گے، یا سستے چھوٹ جائیں گے۔ عذاب بھگتتا پڑے گا یا نہیں۔ کن خیالات میں پڑے ہیں۔ یاد رکھیں جو دردناک سزا ملنے والی ہے وہ ٹل نہیں سکتی۔

یعنی خدا اپنے فضل سے دنیا میں بہت کچھ مہلت دیتا ہے۔ بہت سی تقصیرات سے درگزر کرتا ہے۔ لیکن بہت لوگ نرمی اور اغماض کو دیکھ کر بجائے شکر گزار ہونے کے اور زیادہ دلیر اور بے خوف ہو جاتے ہیں۔ آخر سزا دینی پڑتی ہے

حلم حق باتو مواسا ہا کند
چوں نتوازد بگذری رسوا کند

شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۗ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ

حاضر تمہارے پاس جب تم مصروف ہوتے ہو اس میں اور غائب نہیں رہتا

سَّرَابِكَ مِنْ مَّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

تیرے رب سے تیرے ذرہ بھر ایک ذرہ بھر زمین میں اور نہ

السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا

آسمان میں اور نہ چھوٹا اس سے اور نہ بڑا جو نہیں ہے

فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٦١﴾ إِلَّا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا

کھلی ہوئی کتاب میں یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ الَّذِينَ آمَنُوا

ڈرے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو لوگ کہ ایمان لائے

وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

اور ڈرتے رہے ان کے لیے ہے خوش خبری دنیا کی زندگی میں

اللہ کو ہر ذرہ کا علم ہے پہلے قرآن کریم کے اوصاف بیان کئے تھے کہ وہ سراپا نور ہدایت، شفا، قلب، نعمت عظمیٰ اور رحمت کبریٰ ہے۔ پھر اشارہ کیا کہ ہدایت و بصیرت کی ایسی صاف روشنی کو چھوڑ کر لوگ اپنے اوہام و خیالات کے اندھیرے میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور خدا پر افتراء کر کے اس کے فضل و انعام کی ناقدری کرتے ہیں۔ اس آیت میں متنبہ کیا کہ لوگ کس حال میں ہیں اور پیغمبر علیہ السلام کی کیا شان ہے۔ آپ شب و روز مالک حقیقی کی وفاداری، اور ہمدردی خلاق کی جن شئون عظیمہ کے مظہر بنتے ہیں، خصوصاً آپ کی جو امتیازی شان قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کے وقت ظاہر ہوتی ہے یعنی قرآن کے ذریعہ سے جو جہاد آپ کر رہے ہیں وہ سب خدا کے حضور میں ہے اور لوگ جو کچھ اچھا یا بُرا معاملہ کرتے ہیں وہ سب بھی خدا کی نظر کے سامنے ہے۔ جس وقت مخلوق کوئی کام شروع کرتی اور اس میں مشغول و منہمک ہو جاتی ہے، خواہ اسے خدا کا تصور نہ آئے، لیکن خدا اس کو برابر دیکھ رہا ہے۔ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ زَمِينَ وَآسْمَانِ مِثْلِهِمْ كَيْفَ يَرَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿٦٤﴾۔ لیکن جو خدا تعالیٰ کے علم محیط سے غائب ہو۔ بلکہ علم الہی سے نیچے اتر کر تمام ”مَآكِنَ وَمَا يَكُونُ“ کا حال ”کتابِ مبین“ (لوح محفوظ) میں ثبت ہے۔ جسے ”عالم تدبیر“ میں ”صحیفہ علم الہی کہنا چاہئے۔ جب حق تعالیٰ پر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز

پوشیدہ نہیں تو ان مکذبین و معاندین کے معاملات و احوال کیسے مخفی رہ سکتے ہیں، پھر روزِ جزاء کی کارروائی کے متعلق یہ کیا خیال کر رہے ہیں۔ وہ خوب سمجھ لیں کہ ان کی ہر چھوٹی بڑی حرکت خدا کے سامنے ہے وہاں کوئی خیانت اور چوری نہیں چل سکے گی۔ ہر عمل کی سزا مل کر رہے گی۔ اور جس طرح دشمنوں کے معاملات اس کے سامنے ہیں، ان کے بالقابل دوستوں کا ذرہ ذرہ حال بھی اس کے علم میں ہے، اگلی آیات میں ان کو بشارت سنائی گئی۔

❖ **اولیاء اللہ کے خوف و حزن سے حفاظت** | ابن کثیر نے روایات حدیثیہ کی بناء پر اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ”اولیاء اللہ“ (خدا کے دوستوں) کو آخرت میں اہوال محشر کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ دنیا کے چھوٹ جانے پر غمگین ہونگے۔ بعض مفسرین نے آیت کو کچھ عام رکھا ہے یعنی ان پر اندیشہ ناک حوادث کا وقوع نہ دنیا میں ہوگا نہ آخرت میں۔ اور نہ کسی مطلوب کے فوت ہونے پر وہ مغموم ہوتے ہیں گویا خوف سے خوفِ حق یا غم سے غمِ آخرت کی نفی مراد نہیں، بلکہ دنیا میں دنیوی خوف و غم کی نفی مراد ہے جس کا احتمال مخالفت اعداء وغیرہ سے ہو سکتا ہے، وہ مومنین کا ملین کو نہیں ہوتا۔ ہر وقت ان کا اعتماد اللہ پر ہوتا ہے اور تمام واقعات تکوینیہ کے خالی از حکمت نہ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس اعتماد و اعتقاد کے استحضار سے انہیں خوف و غم نہیں ستاتا۔ میرے نزدیک ”لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ“ کا مطلب یہ لیا جائے کہ ”اولیاء اللہ“ پر کوئی خوفناک چیز (ہلاکت یا معتد بہ نقصان) دنیا و آخرت میں واقع ہونے والی نہیں۔ اگر فرض کیجئے دنیا میں صورتاً کوئی نقصان پیش بھی آئے تو چونکہ نتیجہ وہ انکے حق میں نفعِ عظیم کا ذریعہ بنتا ہے اس لئے اس کو معتد بہ نقصان نہیں کہا جاسکتا۔ رہا کسی سبب دنیوی یا اخروی کی وجہ سے ان کو کسی وقت خوف لاحق ہونا، وہ آیت کی اس تقریر کے منافی نہ ہوگا کیونکہ آیت نے صرف یہ خبر دی ہے کہ ان پر کوئی خوفناک چیز نہ پڑے گی، یہ نہیں کہا کہ انہیں کسی وقت خوف لاحق نہ ہوگا۔ شاید لَا يَخْزَنُونَ کے مناسب لَا يَخْأَفُونَ نہ فرمانے اور لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ کی تعبیر اختیار کرنے میں یہ ہی نکتہ ہو۔ باقی لَا يَخْزَنُونَ کا تعلق میرے خیال میں مستقبل سے ہے، یعنی موت کے وقت اور موت کے بعد غمگین نہ ہوں گے جیسا کہ فرمایا۔ تَنْزَلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا (حم السجدہ، رکوع ۴) اور فرمایا لَا يَخْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّهُمُ الْمَلَائِكَةُ (الانبیاء، رکوع ۷) واللہ تعالیٰ اعلم بمرادہ

❖ **اولیاء کی تعریف** | ”یہ اولیاء اللہ“ کی تعریف فرمائی یعنی مومن متقی خدا کا ولی ہوتا ہے پہلے کئی مواقع میں معلوم ہو چکا ہے کہ ایمان و تقویٰ کے بہت سے مدارج ہیں۔ پس جس درجہ کا ایمان و تقویٰ کسی میں موجود ہوگا۔ اسی درجہ میں ولایت کا ایک حصہ اس کے لئے ثابت ہوگا۔ پھر جس طرح مثلاً دس بیس روپیہ بھی مال ہے اور پچاس، سو، ہزار، دو ہزار، لاکھ دو لاکھ روپیہ بھی لیکن عرف عام میں دس بیس روپے کے مالک کو ”مالدار“ نہیں کہا جاتا۔ جب تک معتد بہ مقدار مال و دولت موجود نہ ہو۔ اسی طرح سمجھ لیجئے کہ ایمان و تقویٰ کسی مرتبہ میں ہو وہ ولایت کا شعبہ ہے اور اس حیثیت سے سب مومنین فی الجملہ ”ولی“ کہلائے جاسکتے ہیں لیکن عرف میں ”ولی“ اسی کو کہا جاتا ہے جس میں ایک خاص اور ممتاز درجہ ایمان و تقویٰ کا پایا جاتا ہو، احادیث میں کچھ علامات و آثار اس ولایت کے ذکر کئے گئے ہیں۔ مثلاً اُن کو دیکھنے سے خدا یاد آنے لگے یا مخلوق خدا سے ان کو بے لوث محبت ہو، عارفین نے اپنے اپنے مذاق کے موافق ”ولی“ کی تعریفیں کی ہیں جنکی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ط ذَلِكَ

نبی ہے

اللہ کی باتیں

بدلتی نہیں

اور آخرت میں

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ط وَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ م

اور رنج مت کر ان کی بات سے

بڑی کامیابی

إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ط هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ٦٥

وہی ہے سنے والا جاننے والا

اصل میں سب زور اللہ کے لیے ہے

الْأَنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ط

اور جو کوئی ہے زمین میں

اللہ کا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں

سنتا ہے

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اللہ کے سوا شریکوں کو

اور یہ جو پیچھے پڑے ہیں

شُرَكَاءَ ط إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا

اور کچھ نہیں مگر

سو یہ کچھ نہیں مگر پیچھے پڑے ہیں اپنے خیال کے

پکارنے والے

يَخْرُصُونَ ٦٦ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْيَلَّ لِتَسْكُنُوا

کہ چین حاصل کرو

وہی جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو

انگلیں دوڑاتے ہیں

فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ

بے شک اس میں نشانیاں ہیں

اور دن دیا دکھلانے والا

اُس میں

لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ٦٧ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ ط

وہ پاک ہے

ٹھہرا لیا اللہ نے بیٹا

کہتے ہیں

اُن لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں

”اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں کئی طرح کی بشارتیں ہیں مثلاً حق تعالیٰ نے انبیاء کی زبانی جو لا خسوف علیہم وغیرہ کی بشارت دی ہے، یا فرشتے موت کے قریب ان کو کہتے ہیں۔ اَبَشْرُ وَا بِالْجَنَّةِ الَّتِی کُنْتُمْ تُوعَدُونَ (حَم السجدہ، رکوع ۴) یا کثرت سے سچے اور مبارک خواب انہیں نظر آتے ہیں یا ان کی نسبت دوسرے بندگانِ خدا کو دکھائی دیتے ہیں جو حدیث صحیح کے موافق نبوت کے چھیا لیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ یا ان کے معاملات میں خدا کی طرف سے خاص قسم کی تائید و امداد ہوتی ہے یا خواص میں اور کبھی خواص سے گذر کر عوام میں بھی ان کو مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اور لوگ ان کی مدح و ثناء اور ذکرِ خیر کرتے ہیں۔ یہ سب چیزیں دنیوی بشارت کے تحت میں درجہ بدرجہ آسکتی ہیں۔ مگر اکثر روایات میں لَہُمْ الْبَشْرٰی فِی الْحَیْوَۃِ الدُّنْیَا کی تفسیر روایے صالحہ سے کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ رہی بشارتِ اخروی، وہ خود قرآن میں منصوص ہے۔ بُشْرٰکُمْ الْیَوْمَ جَنَّٰتٌ تَجْرِی مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْهَارُ اور حدیث میں بھی یہی تفسیر منقول ہے۔

یعنی اللہ کی باتیں اور اس کے وعدے سب پختہ اور اٹل ہیں۔ جو بشارتیں دی ہیں ضرور پہنچ کر رہیں گی۔

اوپر سے اعدائے مکذبین کا ذکر چلا آتا تھا۔ ان کے بالمقابل دوستوں کا تذکرہ فرمایا اور ان کو دارین میں محفوظ رہنے کی بشارت سنائی۔ اسی سلسلہ میں حضور کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ احمقوں اور شریروں کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں، غلبہ اور زور سب خدا کے لئے ہے وہ اپنے زور تائید سے حق کو غالب و منصور اور مخالفین کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑے گا وہ ان کی سب باتیں سنتا اور سب حالات جانتا ہے۔ یعنی کل زمین و آسمان میں خدائے واحد کی سلطنت ہے، سب جن و انس اور فرشتے اسی کے مملوک و مخلوق ہیں۔ مشرکین کا غیر اللہ کو پکارنا اور انہیں خدائی کا حصہ دار بنانا، محض انکل کے تیر اور وہی تباہی خیالات ہیں۔ ان کے ہاتھ میں نہ کوئی حقیقت ہے نہ حجت و برہان، خالی اوہام و ظنون کی اندھیرویوں میں پڑے ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں | دن رات اور اندھیرے اجالے کا پیدا کرنے والا وہی ایک خدا ہے۔ اسی سے خیر و شر اور تمام متقابل اشیاء کی پیدائش کو سمجھ لو۔ اس میں ”مجوس“ کے شرک کا رد ہو گیا۔ اور ادھر بھی لطیف اشارہ کر دیا کہ جس طرح رات کی تاریکی کے بعد خدا روز روشن کو لاتا ہے اور دن کے اُجالے میں وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو شب کی ظلمت میں دکھائی نہ دیتی تھیں۔ ایسے ہی مشرکین کے اوہام و ظنون کی اندھیرویوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے اس نے قرآن کریم کا آفتاب چمکایا جو لوگوں کو وصول الی اللہ کا ٹھیک راستہ دکھانے والا ہے۔

هُوَ الْغَنِيُّ ۗ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ

وہ بے نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں

اِنَّ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ۗ اَتَقُولُوْنَ عَلٰى

نہیں تمہارے پاس کوئی سندا اس کی کیوں جھوٹ کہتے ہو

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ ﴿٦٨﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ

اللہ پر جس بات کی تم کو خبر نہیں ہے کہہ جو لوگ باندھتے ہیں

عَلٰى اللّٰهِ الْكٰذِبَ لَا يَفْلِحُوْنَ ۙ ﴿٦٩﴾ مَتَّاعٌ فِي الدُّنْيَا

اللہ پر جھوٹ بھلائی نہیں پاتے تھوڑا سا نفع اٹھالینا دنیا میں

ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُنزِقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ

پھر ہماری طرف ہے ان کو لوٹنا پھر چکھائیں گے ہم ان کو سخت عذاب

بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۙ ﴿٧٠﴾ وَاٰتٰلُ عَلَيْهِمْ نَبَا نُوحٍ مِّنْ

بدل ان کے کفر کا اور سنا ان کو حال نوح کا

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يُقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ

جب کہا اپنی قوم کو اے قوم اگر بھاری ہوا ہے تم پر میرا کھڑا ہونا

وَتَذٰكِرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلٰى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاٰجْمِعُوْا

اور نصیحت کرنا اللہ کی آیتوں سے تو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اب تم سب مل کر مقرر کرو

اَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءِكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرَكُمْ عَلَيْكُمْ

اپنا کام اور جمع کرو اپنے شریکوں کو پھرتے رہے تم کو اپنے کام میں

وقف لازم
الثلثة

عیسائیوں کے شرک کا رد | اس میں عیسائیوں کے شرک کا رد ہے۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر وہ واقعی طور پر مسیح کو خدا کا (معاذ اللہ) صلیبی بیٹا سمجھتے ہیں تو اس سے بڑھ کر کیا گستاخی ہوگی۔ خداوند قدوس بالبداہت بیوی بچوں سے پاک ہے۔ اور اگر بیٹے سے مراد متمنی ہے تو خدا کو اس کی ضرورت کیا پیش آئی کہ ایک مخلوق کو متمنی بنائے۔ کیا معاذ اللہ اسے اولاد کی حسرت اور بیٹانہ ہونے کا یہ غم تھا؟ یا فکر تھی کہ اس کے بعد مال و دولت کا وارث اور اس کا نام روشن کرنے والا کون ہوگا؟ یا یہ کہ بڑھاپے اور حرج مرچ میں کس سے سہارا ملے گا؟ (العیاذ باللہ) وہ تو سب سے بے نیاز ہے اور سب ہر وقت اس کے محتاج ہیں۔ اسے بیٹے پوتے یا متمنی وغیرہ کی احتیاج کہاں ہو سکتی ہے؟ سب چیزیں اسکی مملوک و مخلوق ہیں۔ پھر مالک و مملوک اور خالق و مخلوق کے درمیان ان نسبی رشتوں کی کہاں گنجائش ہے۔ یہ بڑی سخت بات ہے کہ خدا کی نسبت محض جہالت سے ایسی جھوٹی اور بے سند باتیں کہی جائیں۔

یعنی خدا پر جھوٹ باندھنے والے خواہ دنیا میں کیسی ہی طاقت رکھتے ہوں اور اپنے ساز و سامان پر مغرور ہوں لیکن انہیں حقیقی بھلائی اور کامیابی ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔ تھوڑے دن دنیا کے مزے اڑالیں، انجام کار ان کا معاملہ خدا کی طرف رجوع ہوگا۔ جہاں سے اپنے جرائم کی پاداش میں نہایت سخت عذاب کا مزہ چکھیں گے۔

واقعہ نوح سے عبرت | یعنی اہل مکہ کو نوح اور اسکی قوم کا حال سنا۔ تاکہ معلوم ہو کہ مکذبین و مفسرین کو حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ان کی اچھل کود اور چمک دمک محض چند روزہ ہے جو انجام کار ہلاکت ابدی پر منتہی ہوتی ہے۔ اہل مکہ کو قوم نوح کا قصہ سن کر عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ اگر وہ خاتم الانبیاء ﷺ کی تکذیب و عداوت اور اپنی شرکیات سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی ویسا ہی ہو سکتا ہے جو نوح کی تکذیب کرنے والوں کا ہوا۔ نیز اس واقعہ کے بیان کرنے میں پیغمبر علیہ السلام کو تسلی دینا ہے کہ آپ ان لوگوں کی دشمنی اور شرارت سے زیادہ دلگیر نہ ہوں۔ ہر نبی کو اس قسم کے حالات کا مقابلہ کرنا پڑا ہے پھر آخر میں حق ہی غالب ہو کر رہا اور حق و صداقت کے دشمن تباہ و برباد کر دیے گئے۔ عام سامعین کو ان واقعات کے ایسے مفصل بیان سے یہ سبق ملتا ہے کہ نبی عربی ﷺ باوجود امی ہونے اور کسی مخلوق کے سامنے ایک منٹ کے لئے بھی زانوئے تلمذتہ نہ کرنے کے پچھلی قوموں کے اس قدر صحیح اور پختہ احوال بیان فرماتے ہیں جو بظاہر بدون تعلیم اور طویل استفادہ کے ممکن نہیں، ناچار ماننا پڑے گا کہ آپ کا معلم کوئی انسان نہیں بلکہ سب انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ یہ تو آپ کی سچائی کی ایک دلیل ہوگی۔

عُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ ﴿٤١﴾ فَإِنْ

شب پھر کر گزرو میرے ساتھ اور مجھ کو مہلت نہ دو پھر اگر

تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتِكُمْ مِّنْ أَجْرٍ طِرَانٍ أَجْرِي إِلَّا عَلَىٰ

مزد پھیرو گے تو میں نے نہیں چاہی تم سے مزدوری میری مزدوری ہے

اللَّهِ ۚ وَأَمَرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٤٢﴾ فَكَذَّبُوهُ

اللہ پر اور مجھ کو حکم ہے کہ رہوں فرماں بردار پھر اس کو جھٹلایا

فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهُ فِي الْفُلِكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلِيفَٰ

سو ہم نے بچا لیا اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور ان کو قائم کر دیا جگہ پر

وَأَعْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ

اور ڈبا دیا ان کو جو جھٹلاتے تھے ہماری باتوں کو سو دیکھ لے کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ﴿٤٣﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا

انجام ان کا جن کو ڈرایا تھا پھر بھیجے ہم نے نوح کے بعد کتنے پیغمبر

إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا

ان کی قوم کی طرف پھر لائے ان کے پاس کھلی دلیلیں سو ان سے یہ نہ ہوا کہا ایمان لے آئیں اس بات پر

كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ

جس کو جھٹلا چکے تھے پہلے سے اسی طرح ہم مہر لگا دیتے ہیں دلوں پر

الْمُعْتَدِينَ ﴿٤٤﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم مُّوسَىٰ وَهَارُونَ

حد سے نکل جانے والوں کے پھر بھیجا ہم نے ان کے پیچھے موسیٰ اور ہارون کو

حضرت نوح کا پیغمبرانہ یقین | یعنی تمہاری خوشی ناخوشی یا موافقت و مخالفت کی مجھے ذرہ برابر پرواہ نہیں تمام پیغمبروں کی طرح میرا بھروسہ صرف خدائے واحد پر ہے اگر تم میری نصیحت و ہمائش سے برامانہ تو مانا کرو۔ میں اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں قصور نہیں کر سکتا۔ تم برامانہ کر مجھ سے دشمنی کرو اور نقصان پہنچانا چاہو تو یہ چیز میرے ارادوں پر قطعاً اثر ڈالنے والی نہیں۔ جو کچھ تمہارے امکان میں ہے شوق سے کر گزرو میرے خلاف مشورہ کر کے کوئی تجویز پختہ کر لو۔ اپنے رفقائے کار بلکہ فرضی معبودوں کو بھی جمع کر کے ایک غیر مشکوک اور غیر مشتبہ رائے پر قائم ہو جاؤ۔ پھر متفقہ طاقت سے اسے جاری کر ڈالو، ایک منٹ کی مہلت بھی مجھ کو نہ دو۔ پھر دیکھ لو کہ پیغمبرانہ استقامت و توکل کا پہاڑ تمام دنیا کی طاقتوں اور تدبیروں کو کچل کر کس طرح پاش پاش کر ڈالتا ہے۔

یعنی تمہارے مقابلہ میں نہ جانی و بدنی تکالیف سے گھبراتا ہوں اور نہ مالی نقصان کی کوئی فکر ہے کیونکہ میں نے خدمتِ تبلیغ و دعوت کا کچھ معاوضہ تم سے کبھی طلب نہیں کیا جو یہ اندیشہ ہو کہ تمہاری ناخوشی سے میری تنخواہ بند ہو جائے گی یا کم از کم تم کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ میری ساری جدوجہد مال کی حرص اور روپیہ کے لالچ سے تھی۔ میں جس کا کام کر رہا اور حکم بجالا رہا ہوں اسی کے ذمہ میری اجرت ہے جب میں اس کا فریاد ہوں اور خدمتِ مفوضہ بے خوف و خطر انجام دیتا ہوں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے فضل و رحمت کے دروازے مجھ پر نہ کھولے رکھے۔

یعنی جسکے پاس چشمِ عبرت ہو وہ دیکھ لے کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔ ان لوگوں کو سیکڑوں برس نوح علیہ السلام نے نصیحت کی، نفع و ضرر سے آگاہ کیا جب کوئی بات مؤثر نہ ہوئی بلکہ الثاعناد و فرار بڑھتا گیا۔ اس وقت خدا نے سخت طوفان پانی کا بھیجا۔ سب مکذبین غرقاب کر دیے گئے۔ صرف نوح علیہ السلام اور چند نفوس جو ان کے ساتھ کشتی پر سوار تھے محفوظ رہے۔ ان ہی سے آگے نسل انسانی چلی۔ اور ڈوبنے والوں کی جگہ یہ ہی آباد ہوئے۔ نوح علیہ السلام کا کچھ قصہ سورۃ اعراف میں گذر چکا۔

دوسرے پیغمبروں کی تکذیب | یعنی نوح کے بعد ہود، صالح، لوط، ابراہیم، شعیت وغیرہ انبیاء کو اپنی اپنی قوم کی طرف کھلے ہوئے نشانات دے کر بھیجا، لیکن جس جہالت اور کفر کی حالت میں وہ لوگ اپنے اپنے پیغمبر کی بعثت سے پہلے تھے اور جن چیزوں کو پیشتر سے جھٹلاتے چلے آ رہے تھے، یہ توفیق نہ ہوئی کہ انبیاء کے تشریف لانے اور سمجھانے کے بعد ان کو مان لیتے۔ بلکہ جن اصول صحیحہ کی تکذیب پہلے قوم نوح کر چکی تھی، ان سمجھوں نے بھی ان کے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جب پہلی مرتبہ منہ سے ”نہ“ نکل گئی، ممکن نہ تھا کہ پھر کبھی ”ہاں“ نکل سکے، اسی بے ایمانی اور تکذیبِ حق پر آخر تک اڑے رہے۔

دلوں پر مہر لگنے کے اسباب | جو لوگ تکذیب و عداوتِ حق میں حد سے نکل جاتے ہیں ان کے دلوں پر مہر لگنے کی یہ ہی صورت ہوتی ہے کہ اول تکذیب کرتے ہیں، پھر اس پر ضد اور اصرار کرتے کرتے محض دشمنی اور عناد کی روش اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ دل کی کلیں بگڑ جاتی ہیں اور قبولِ حق کی استعداد باقی نہیں رہتی۔

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا

فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں دیکر پھر تکبر کرنے لگے اور وہ تھے

قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿٤٥﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا

لوگ گنہگار پھر جب پہنچی ان کو سچی بات ہمارے پاس سے

قَالُوا إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٤٦﴾ قَالَ مُوسَىٰ أَتَقُولُونَ

کہنے لگے یہ تو جاؤ ہے کھلا کہا میں نے کیا تم یہ کہتے ہو

لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ أَسْحَرُ هَذَا وَلَا يُفْلِحُ السَّاجِرُونَ ﴿٤٧﴾

حق بات کو جب وہ پہنچے تمہارے پاس کیا یہ جاؤ ہے اور نجات نہیں پاتے جاؤ کرنے والے

قَالُوا أَجِئْنَا بِتِلْفِئِنَا عَمَّا وَعَدْنَا عَلَيْهِ

بولے کیا تو آیا ہے کہ ہم کو پھیر دے اس رشتہ سے جس پر پایا ہم نے

أَبَاءَنَا وَتَكُونُ لَكُمُ الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ وَمَا

اپنے باپ دادوں کو اور تم دونوں کو سرداری مل جائے اس ملک میں اور ہم

نَحْنُ لَكُمْ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ أَتُوتُونِي

نہیں ہیں تم کو ماننے والے اور بولا فرعون لاؤ میرے پاس

بِكُلِّ سِحْرٍ عَلِيمٍ ﴿٤٩﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ

جو جاؤ گر ہو پڑھا ہوا پھر جب آئے جاؤ گر کہا

لَهُمْ مَوْسَىٰ الْقَوْمَ مَا أَنْتُمْ مُّلقُونَ ﴿٥٠﴾ فَلَمَّا أَلْقُوا

ان کو موسیٰ نے ڈالو جو تم ڈالتے ہو پھر جب انہوں نے ڈالا

یعنی جرائم پیشہ لوگ تھے۔ نافرمانی کی خو قبول حق کی اجازت کہاں دیتی۔ تکبر مانع ہوا کہ خدا کی نشانیوں کو دیکھ کر اس کے سفراء کے سامنے گردن جھکائیں۔ ”وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا“ (النمل، رکوع ۱۴) یہ ہی تکبر تھا۔ جس نے فرعون سے یہ الفاظ کہلوائے۔ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ (شعراء، رکوع ۲۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال | یعنی ”عصا“ اور ”ید بیضا“ وغیرہ کے معجزات دیکھ کر اور موسیٰ علیہ السلام کی نہایت پر تاثیر باتیں سن کر کہنے لگے کہ یہ سب کھلا ہوا جادو ہے کیونکہ ان کے خیال میں تمام فوق العادت چیزوں کا آخری درجہ ”جادو“ ہی ہو سکتا تھا۔

یعنی حق کو جادو کہتے ہو، کیا جادو ایسا ہوتا ہے؟ اور کیا جادو کرنے والے نبوت کا دعویٰ کر کے حق و باطل کی کشمکش سے کامیاب نکل سکتے ہیں۔ سحر اور معجزہ میں تمیز نہ کر سکتا ان کو تاہم فہموں کا کام ہے جو سونے اور پیتل میں تمیز نہ کر سکیں۔ پیغمبر کے روشن چہرے، پاکیزہ اخلاق، نور تقویٰ، پر شوکت و عظمت احوال میں بدیہی شہادت اس کی موجود ہوتی ہے کہ جادوگری اور شعبدہ بازی سے انہیں کوئی دور کی نسبت بھی نہیں۔ پھر پیغمبر کو ”ساحر“ کہنا کس درجہ بے حیائی یاد یوانگی ہے۔

یعنی معاذ اللہ تم دنیا کے حریص اور بدنیت ہو، ایک سیاسی تحریک کو مذہبی رنگ میں پیش کرتے ہو۔ تمہاری غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ مذہبی حیثیت سے ایک انقلاب عظیم برپا کر کے اس ملک میں اپنی حکومت اور سرداری جماؤ۔ اور یہاں کے قدیم سرداروں (قبیلوں) کو برطرف کر دو۔ سو یاد رہے کہ یہ خواہش پوری ہونے والی نہیں۔ ہم لوگ ہرگز تمہاری بات نہ مانیں گے نہ تمہاری بزرگی کبھی تسلیم کریں گے۔

جادو اور معجزہ کا فرق | یہ موسیٰ علیہ السلام کی تقریر کا جواب تھا۔ یعنی رہا سحر اور معجزہ کا جھگڑا، اس کا ہم عملاً تصفیہ کئے دیتے ہیں کہ اس ملک کے بڑے بڑے ماہر جادو گرا کٹھے کئے جائیں، پھر آپ ان کے خوارق کے مقابل اپنے معجزات دکھلائیں۔ دنیا مشاہدہ کر لے گی کہ تم پیغمبر ہو یا (معاذ اللہ) جادوگر ہو۔ اس کے لئے فرعون نے تمام ملک میں گشتی جاری کر دی اور آدمی بھیج دیے کہ مشاق اور ماہر جادوگر جہاں کہیں ہوں فوراً حاضر کئے جائیں۔ اس کا مفصل واقعہ سورہ ”اعراف“ میں گذر چکا، وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

دوسری جگہ مذکور ہے کہ ساحرین نے موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ اپنا کرتب دکھلانے میں تم پہل کرتے ہو یا ہم کریں۔ اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم کو دکھلانا ہے دکھلاؤ کیونکہ باطل کی پوری زور آزمائی اور نمائش کے بعد حق کا آنا اور باطل کو نیچا دکھا کر ملیا میٹ کر دینا زیادہ مؤثر اور غلبہ حق کو زیادہ واضح کرنے والا ہے۔

قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ بِهِيَ إِلَّا السِّحْرُ إِنَّ اللَّهَ

موسیٰ بولا کہ جو تم لائے ہو سوجادو ہے اب اللہ

سَيَبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾

اس کو بگاڑتا ہے بے شک اللہ نہیں سنوارتا شریروں کے کام

وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨٢﴾

اور اللہ سچا کرتا ہے حق بات کو اپنے حکم سے اور پڑے برا مانیں گنہگار

فَمَا أَمِنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّتَهُ مِمَّنْ قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ

پھر کوئی ایمان نہ آیا موسیٰ پر مگر کچھ لڑکے اس کی قوم کے ڈرتے ہوئے

مِمَّنْ فِرْعَوْنُ وَمَلَائِكِهِمْ أَنْ يَفْتِنَهُمْ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ

فرعون سے اور ان کے سرداروں سے کہ کہیں ان کو بچلا نہ دے اور فرعون

لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٨٣﴾ وَقَالَ

چڑھ رہا ہے ملک میں اور اس نے ہاتھ چھوڑ رکھا ہے اور کہا

مُوسَىٰ يَقَوْمِ إِن كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا

موسیٰ نے اے میری قوم اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر تو اسی پر بھروسہ کرو

إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ ﴿٨٤﴾ فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا

اگر ہو تم فرماں بردار تب وہ بولے ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٨٥﴾ وَنَجِّنَا

اے رب ہمارے نہ آڑنا ہم پر زور اس ظالم قوم کا اور چھڑا دے ہم کو

❖ **ساحرین کا جادو** | ساحرین نے اپنی لائٹھیاں اور رسیاں زمین پر پھینک دیں اور تخیل و نظر بندی سے دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہونے لگا گویا تمام میدان زندہ سانپوں سے بھرا ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ”جادو“ یہ ہے وہ جادو نہ تھا جسے فرعون اور اس کے خوشامدیوں نے جادو کہا تھا۔

❖ **حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے** | یعنی بس تم اپنی قوت صرف کر چکے، اب سنبھل جانا کہ خدا اپنی قدرت و رحمت سے یہ سب بنا بنایا کھیل بگاڑتا ہے جو میرے مقابلہ میں پھر کبھی نہیں سنور سکے گا۔ کیونکہ خدا کی عادت و حکمت کے خلاف ہے کہ مصلح و مفسد کے مقابلہ کے وقت جبکہ اس سے مقصود خالص اتمام حجت ہو مفسدوں اور شریروں کی بات سنو اور دے اور کلمہ حق کو پست و مغلوب کر دے۔

❖ **حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والے** | ”بنی اسرائیل“ فرعونیوں کے ہاتھوں سخت مصیبت اور ذلت اٹھا رہے تھے اور پرانی پیشین گوئیوں کے مطابق منتظر تھے کہ فرعون کے مظالم کا خاتمہ کرنے اور اسکی سلطنت کا تختہ الٹنے والا ”اسرائیلی“ پیغمبر مبعوث ہو۔ موسیٰ علیہ السلام ٹھیک اسی شان سے تشریف لائے جس کا انہیں انتظار تھا۔ اس لئے تمام ”بنی اسرائیل“ قدرتی طور پر موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کو نعمت عظمیٰ سمجھتے تھے، وہ دل سے حضرت موسیٰ کو سچا جانتے اور ان کی عزت کرتے تھے۔ مگر اکثر آدمی فرعون اور فرعون کی سرداروں سے خوفزدہ تھے، اسی لئے ابتداء میں شرعی طور پر ایمان نہیں لائے وقت کے منتظر رہے کہ جس وقت حق کا غلبہ ہوگا مسلمان ہو جائیں گے۔ بنی اسرائیل کے تھوڑے سے نوجوانوں نے ہمت کر کے باوجود فرعونیوں سے خائف ہونے کے اپنے اسلام کا اظہار و اعلان کر دیا۔ چند گئے چنے قبیلے بھی جو فرعون کی قوم سے تھے۔ مشرف بایمان ہوئے۔ اخیر میں جب موسیٰ علیہ السلام کا اثر اور حق کا غلبہ بڑھتا گیا، تب پوری قوم بنی اسرائیل کی جو تقریباً چھ لاکھ بالغ مردوں پر مشتمل تھی مسلمان ہو گئی۔ یہاں ابتداء کا قصہ بیان ہوا ہے۔ ان کے سرداروں سے مراد یا تو فرعون کے حکام و عمال ہیں، یا بنی اسرائیل کے وہ سردار مراد ہیں جو خوف یا طمع وغیرہ کی وجہ سے اپنے ہم قوموں کو فرعون کی مخالفت سے ڈراتے دھمکاتے تھے اور بچلا دینے کا مطلب یہ ہے کہ فرعون ایمان لانے کی خبر سن کر سخت ایذا میں پہنچائے جن سے گھبرا کر ممکن ہے بعض ضعیف القلب راہ حق سے بچل جائیں۔

❖ یعنی ان کا خوف کھانا بھی کچھ بیجانہ تھا، کیونکہ اس وقت ملک میں فرعون کی مادی طاقت بہت بڑھ چڑھ کر تھی اور اس کا ظلم و عدوان اور کفر و طغیان حد سے متجاوز ہو چکا تھا۔ کمزوروں کو ستانے کے لئے اس نے بالکل ہاتھ چھوڑ رکھا تھا۔

❖ یعنی گھبرانے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ ایک فرمان بردار مومن کا کام اپنے مالک کی طاقت پر بھروسہ کرنا ہے جسے خدا کی لامحدود قدرت و رحمت پر یقین ہوگا، وہ یقیناً ہر معاملہ میں خدا پر اعتماد کرے گا اور اس اعتماد کا اظہار جب ہی ہو سکتا ہے کہ بندہ اپنے کو بالکل خدا کے سپرد کر دے، اسی کے حکم پر چلے اور تمامی جدوجہد میں صرف اسی پر نظر رکھے۔

❖ موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت پر انہوں نے اخلاص کا اظہار کیا کہ بیشک ہمارا بھروسہ خالص خدا پر ہے۔ اسی سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق نہ بنائے اس طرح کہ یہ ہم پر اپنے زور و طاقت سے ظلم ڈھاتے رہیں اور ہم انکا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ ایسی صورت میں ہمارا دین بھی خطرہ میں ہے۔ اور ان ظالموں یا دوسرے دیکھنے والوں کو یہ ڈینگ مارنے کا موقع ملے گا کہ اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو تم پر ایسا تسلط و تفوق کیوں حاصل ہوتا اور تم اس قدر پست و ذلیل کیوں ہوتے۔ یہ خیال ان گمراہوں کو اور زیادہ گمراہ کر دے گا۔ گویا ایک حیثیت سے ہمارا وجود ان کے لئے فتنہ بن جائے گا۔

بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَ أَوْحَيْنَا

مہربانی فرما کر ان کافروں کو سے اور حکم بھیجا ہم نے

إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَنْ تَبَوَّأَ لِقَوْمِكَ بِمِصْرَ

موسیٰ کو اور اس کے بھائی کو کہ مقرر کرو اپنی قوم کے واسطے مصر میں

بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ

سے گھر اور بناؤ اپنے گھر قبلہ رو اور قائم کرو نماز

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٧﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ

اور خوش خبری دے ایمان والوں کو اور کہا موسیٰ نے اے رب ہمارے تو نے

اتَّيْتَنَا فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي

دی ہے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو رونا اور مال

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَن سَبِيلِكَ

دنیا کی زندگی میں اے رب اس واسطے کہ بہکائیں تیری راہ سے

رَبَّنَا اطِّسْ عَلَآ أَمْوَالِهِمْ وَأَشْدُدْ عَلَآ

اے رب مٹا دے ان کے مال اور سخت کر دے ان کے

قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرُوا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٨٨﴾

دل کہ نہ ایمان لائیں جب تک دیکھ لیں عذاب دردناک

قَالَ قَدْ أُجِيبَتِ دَعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا

فرمایا قبول ہو چکی دعا تمہاری سو تم دونوں ثابت رہو اور مت

یعنی ان کی غلامی اور محکومی سے ہم کو نجات دے اور دولت آزادی سے مالا مال فرما۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”جب فرعون کی ہلاکت کا وقت قریب آیا تو حکم ہوا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو ان میں شامل نہ رکھو اپنا محلہ جدا بساؤ کہ آگے ان پر آفتیں آنے والی ہیں۔ اس وقت تمہاری قوم ظاہری طور پر بھی آفتوں سے الگ تھلگ رہے۔“ مفسرین نے تَبَوُّا لِقَوْمِكُمْ بِمِصْرَ بَيْتًا سے مراد یہ لی ہے کہ اپنے مکانوں میں ٹھہرے رہو اور ان میں سے بعض کو عبادت کے لئے مخصوص کر لو۔

بنی اسرائیل کو نماز کا حکم فرعون نے مسجدیں اور عبادت گاہیں خراب کر دی تھیں کوئی باہر نکل کر خدا کی عبادت نہ کر سکتا تھا۔ بحالت مجبوری حکم ہوا کہ مکان میں کوئی جگہ نماز کے لئے رکھو جو قبلہ رو ہو۔ نماز ترک مت کرو کہ اسی کی برکت سے خدا کی مدد آتی ہے

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ هَجْرَتِ سَابِقَةٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

دنیا میں فتح و نصرت کی اور آخرت میں نجات و رضائے الہی کی۔

یعنی ہر قسم کا سامان رونق و آسائش کا دیا۔ مثلاً حسن صورت، سواری، عمدہ پوشاک، اثاث البیت وغیرہ اور مال و دولت کے خزانے، سونے چاندی وغیرہ کی کانیں عطا فرمائیں۔

فرعون کے مال و حکومت کی حکمت اگر لِيُضِلُّوا میں لام تعلیل لیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ تکوینی طور پر یہ سامان ان

نابکاروں کو اس لئے دیا گیا کہ مغرور ہو کر خود گمراہ ہوں اور دوسروں کو گمراہ کرنے میں خرچ کریں۔ بڑی آزادی سے دل کھول کر زور لگا لیں، آخر میں دیکھ لیں گے کہ وہ کچھ بھی کام نہ آیا۔ جب خالق خیر و شر کا اللہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ ”خلق شر“ میں بھی مجموعہ عالم کے اعتبار سے کوئی حکمت ضرور ہوگی۔ وہ ہی حکمت شریروں کو اس قدر سامان دیے جانے میں سمجھ لیجئے۔

كُلًّا نُمِطُّ هَوَاهُ وَهُوَ لَا يَمُرُّ بِغَيْرِ رَحْمَةٍ مِنَّا لِيُبْرِئَنَّا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ الْمُرْتَدَّةِ (بنی اسرائیل، رکوع ۲) اِنَّمَا نُمِطُّ لَهُمْ لِيُذَوِّدُوْا اِنَّمَا (آل عمران، رکوع ۱۸) بعض مفسرین نے ”لِيُضِلُّوا“ میں ”لام عاقبہ“ لیا ہے جیسے فَالْتَقَطَهُ الْفِرْعَوْنُ لِيَكُونَ لَهَا مِمْسِكَةً وَحَزْنَا لَامِ عَاقِبَةٍ ہے۔ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ یہ سامان دیا تو اس لئے تھا کہ امور خیر میں خرچ کریں اور نعمتوں کو لیکر منعم حقیقی کو پہچانیں۔ اسکے شکر گزار بندے بنیں مگر اسکے برخلاف انہوں نے اپنی بدنیتی سے خدا کی نعمتوں کو لوگوں کے بہکانے اور گمراہ کرنے میں ایسا بے دریغ خرچ کیا گویا وہ اسی کام کے لئے انکو دی گئی تھیں، اس تفسیر پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔

حضرت موسیٰ کی بددعا جب موسیٰ علیہ السلام مدت دراز تک ہر طرح ہدایت کر چکے اور عظیم الشان معجزات دکھلا چکے مگر

معاندین کا جو دو عناد بڑھتا ہی رہا۔ حتیٰ کہ تجربہ اور طول صحبت یا وحی الہی سے پوری طرح ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ کبھی ایمان لانے والے نہیں، تب انکی ہلاکت کی دعاء فرمائی، تا انکی گندگی سے دنیا جلد پاک ہو اور دوسروں کے لئے ان کی بد انجامی درس عبرت بنے۔

آپ نے بددعاء کی کہ خداوند! ان کے اموال کو تباہ اور ملیا میٹ کر دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے جن میں کبھی ایمان و یقین نفوذ نہ کرے۔ بس اسی وقت یقین حاصل ہو جب اپنی آنکھوں سے عذاب الیم کا مشاہدہ کر لیں یہ دعاء ان کے حق میں ایسی سمجھو جیسے ایلیمس کو لعنۃ اللہ یا کفار کو خذلہم اللہ کہا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کی ملعونیت و خذلان کا قطعی فیصلہ پیشتر سے کیا جا چکا ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے آیت کی تقریر دوسری طرز سے کی ہے فرماتے ہیں ”سچے ایمان کی ان سے امید نہ تھی مگر جب کچھ آفت پڑتی تو جھوٹی زبان سے کہتے کہ اب ہم مانیں گے اس میں عذاب کھتم جاتا کام فیصلہ نہ ہوتا۔ دعاء اس واسطے مانگی کہ یہ جھوٹا ایمان نہ لائیں دل ان کے سخت رہیں تا عذاب پڑ چکے اور کام فیصلہ ہو۔“

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ دعا کرتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے۔ اس لحاظ سے ”

دَعَوْتُكُمْ“ فرمایا۔

تَتَّبِعَنَّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۸۹﴾ وَجُوزْنَا

چلو راہ ان کی جو ناواقف ہیں اور پار کر دیا ہم نے

بِذَنبِي إِسْرَاءِ يَلِ الْبَحْرِ فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ

بنی اسرائیل کو دریا سے پھر پیچھا کیا ان کا فرعون نے اور

جُنُودَهُ بَغِيًّا وَعَدَاوًا حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ

اُس کے لشکر نے شرارت سے اور تعدی سے یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا

قَالَ أَمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ

بولا یقین کر لیا میں نے کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پر کہ ایمان لائے

بَنُوا إِسْرَاءِ يَلِ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۹۰﴾ الَّذِينَ

بنی اسرائیل اور میں ہوں فرمانبرداروں میں اب یہ کہتا ہے

وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۹۱﴾

اور تو نا فرمانی کرتا رہا اس سے پہلے اور رہا گمراہوں میں

فَالْيَوْمَ نُنَجِّكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ

سو آج بچائے دیتے ہیں ہم تیرے بدن کو تاکہ ہووے تو اپنے بچپلوں کے واسطے

آيَةً وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا

نشانی اور بے شک بہت لوگ ہماری قدرتوں پر

لَغٰفِلُونَ ﴿۹۲﴾ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَاءِ يَلِ مَبُوءًا

توجہ نہیں کرتے اور جگہ دی ہم نے بنی اسرائیل کو پسندیدہ

یعنی اپنا کام استقلال اور ثابت قدمی سے انجام دیتے رہو۔ اگر قبول دعاء کے آثار دیر سے ظاہر ہوں تو نادان لوگوں کی طرح شتابی مت کرو، وقت مقدر پر یہی ہو کر رہے گا۔ گھبرانے سے کچھ حاصل نہیں۔

غرق کے وقت فرعون کا کلمہ ایمان | موسیٰ علیہ السلام کئی لاکھ بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکلے، فرعون کو خبر ہوئی تو ایک لشکر جرار لیکر تعاقب کیا۔ تاکہ اسکے پیچھے ظلم سے چھوٹنے نہ پائیں۔ بنی اسرائیل جب بحر قلزم کے کنارے پہنچے، تو سخت پریشان ہوئے، آگے سمندر اور پیچھے فرعون کا لشکر دباتا چلا آ رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دی اور حق تعالیٰ کے حکم سے لاشی دریا پر ماری۔ سمندر کا پانی ادھر ادھر کھڑا ہو گیا اور درمیان میں خدا نے بارہ راستے خشک بنا دیے۔ یہ پار ہوئے، ادھر فرعون لشکر سمیت سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ خشک راستے دیکھ کر سب نے اسی میں گھوڑے ڈال دیے۔ جب ایک ایک کر کے تمام فوج دریا کے وسط میں پہنچی، پانی کو حکم ہوا کہ مل جائے فوراً پانی کے طبقات مل گئے، سب لشکر اور سامان موجوں کی نذر ہو گیا۔ فرعون نے دیکھا کہ اب ڈوبتا ہوں، اس وقت گھبرا کر ایمان و اسلام کا لفظ زبان پر لایا کہ شاید بنی اسرائیل کا خدا "ایمان" کا لفظ سن کر دریا کی موجوں سے باہر نکال دے۔ اس پر خدا کی طرف سے ارشاد ہوا **أَلْسَنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ**..... الخ یعنی ساری عمر مخالف ہو کر گمراہی پھیلاتا اور شرارتیں کرتا رہا۔ اب عذاب دیکھ کر یقین لایا اس وقت کا یقین کیا معتبر ہے۔ **فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتِ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ** (المومن، رکوع ۹) **تنبیہ** | قبض روح اور معائنہ عذاب کے وقت ایمان لانا "ایمان غرغره" یا "ایمان باس" یا "ایمان یاس" کہلاتا ہے جو "اہل السنۃ و الجماعت" کے نزدیک نافع نہیں شیخ عبدالوہاب شعرانی نے "کتاب ایواقیت و الجواہر" میں "فتوحات مکہ" سے عبارت نقل کی ہے۔ جس میں ایمان فرعون کی بابت یہ ہی تصریح ہے اور دیباچہ میں لکھا ہے کہ "فتوحات کے" نسخوں میں ملحدین و زنادقہ نے بہت سی عبارتیں مدسوس کر دی ہیں میرے پاس جو نہایت مستند و معتبر نسخہ "فتوحات" کا ہے اس میں ان عبارتوں کا پتہ نہیں واللہ اعلم۔ **فائدہ** | اخیر وقت میں فرعون سے لفظ "اٰمَنْتُ" کہلا کر حضرت موسیٰ کی دعاء **فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِيمَ** کی مقبولیت کا خدا نے مشاہدہ کرا دیا۔

فرعون کی لاش کو عبرت بنایا گیا | "موضح القرآن" میں ہے کہ جیسا بے وقت ایمان لایا، بے فائدہ، ویسا ہی اللہ نے مرے پیچھے اس کا بدن دریا میں سے نکال کر ٹیلے پر ڈال دیا کہ "بنی اسرائیل" دیکھ کر شکر کریں اور پیچھے آنے والے اسکے حال سے عبرت پکڑیں۔ ورنہ اس کو بدن کے نچنے سے کیا فائدہ۔ جیسا بے فائدہ ایمان تھا ویسی ہی بے فائدہ نجات مل گئی۔ جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ فرعون کی لاش آج تک محفوظ چلی آتی ہے لیکن الفاظ قرآنی کی صحت اسکے ثبوت پر موقوف نہیں (اتفاق) بنی اسرائیل کے نجات پانے اور فرعون کے غرق ہونے کا واقعہ "عاشوراء" کے دن ہوا۔ اور اتفاق سے آج بھی جب بندہ یہ سطرین لکھ رہا ہے "یوم عاشوراء ۱۳۲۸ ہجری" ہے۔ خدا ہم کو دنیا و آخرت میں اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور دشمنان دین کا بیڑا غرق کرے۔ آمین۔

صِدْقٍ وَرَزَقْنَهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوا

جگہ اور کھانے کو دیں ستمری چیزیں سو ان میں پھوٹ نہیں پڑی

حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْعِلْمُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ

یہاں تک کہ پہنچی ان کو خبر بے شک تیرا رب ان میں فیصلہ کرے گا

يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ (۹۳) فَإِن

قیامت کے دن جس بات میں کہ ان میں پھوٹ پڑی سو اگر

كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْأَلِ الَّذِينَ

تو ہے شک میں تو پوچھ ان سے کہ اتاری ہم نے تیری طرف

يَقْرءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَاءَكَ

جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے بے شک آئی ہے تیرے پاس

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۗ (۹۴)

حق بات تیرے رب سے سو تو ہرگز مت ہو شک کرنے والا

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ

اور مت ہو ان میں جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی باتوں کو

فَتَكُونَ مِنَ الْخُسِرِينَ ۗ (۹۵) إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ

پھر تو بھی ہو جائے خرابی میں پڑنے والا جن پر ثابت

عَلَيْهِمْ كَلِمَاتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۗ (۹۶) وَلَوْ جَاءَتْهُمْ

ہو چکی بات تیرے رب کی وہ ایمان نہ لائیں گے اگر چہ پہنچیں ان کو

یعنی فرعونوں کو ہلاک کر کے اول ملک مصر دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد عمالقہ کو نکال کر ملک شام دیا گیا۔ دونوں ملک سرسبز و شاداب ہیں جہاں ستھری اور لذیذ چیزوں کی افراط ہے۔ غرض یہ کہ بنی اسرائیل حلال و طیب نعمتوں سے مالا مال کر دیے گئے۔

بنی اسرائیل میں اختلاف اور فرقہ بندی | یعنی مادی انعام و اکرام کے ساتھ دینی و روحانی نعمت سے سرفراز فرمایا کہ تورات شریف کا علم دیا۔ جس میں دن کے اصول و فروع بیان ہوئے تھے۔ اور اگلے پچھلوں کے متعلق خبریں تھیں ان واضح حقائق سے خبردار ہونے کے بعد لائق نہ تھا کہ ایسی صاف چیزوں میں اختلاف کر کے آپس میں پھوٹ ڈالیں اور فرقہ بندی کی نحوست میں گرفتار ہوں۔ مگر باوجود علم صحیح اور خبر صادق پہنچ جانے کے طرح طرح کے اختلافات پیدا کئے اور پھوٹ ڈال کر رہے۔ بعض احکام میں اپنے پیغمبر (موسیٰ علیہ السلام) سے بھی کٹ جتنی کی جیسا کہ ذبح بقر کے واقعہ میں گذرا۔ بعد میں آنے والے پیغمبروں خصوصاً خاتم النبیین ﷺ کی بعض نے تصدیق اور اکثروں نے تکذیب کی، حالانکہ ان کے متعلق بہت سی پیشینگوئیوں پر مطلع ہو چکے تھے۔ بلکہ بعثت محمدی سے پہلے نبی آخر الزماں کی آمد کے منتظر تھے اور مشرکین سے کہتے تھے کہ ہم پیغمبر آخر الزماں کے ساتھ ہو کر تمہاری خبر لیں گے۔ نہ صرف اسی مسئلہ میں اختلاف ہوا بلکہ خود اپنے مذہب میں تحریف کر کے اصول و فروع بدل ڈالے اور رفتہ رفتہ بیسیوں فرقے پیدا ہو گئے۔ مسیح علیہ السلام سے تین سو برس بعد قسطنطنین اعظم جو ایک فلسفی مزاج بادشاہ تھا، ازراہ نفاق دین نصرانیت میں داخل ہوا تو پادریوں نے اسکی خاطر جدید قوانین وضع کئے اور نئی شریعت بنائی۔ اس نے ان کے لئے بڑے بڑے گرجا اور معابد و مشاہد تعمیر کرائے اور اس نئے دین مسیحی کی جو اصلی مسیحیت کو بگاڑ کر تیار کیا گیا تھا خوب اشاعت ہوئی۔ بجز چند تارک الدنیا راہبوں کے جو بستیوں سے الگ جنگلوں اور پہاڑوں میں جا رہے تھے۔ کوئی شخص اصلی دین مسیحی پر قائم نہ رہا تھا۔ صلیب کی پرستش، مشرق کی طرف نماز پڑھنا، کلیساؤں میں مسیح و مریم وغیرہ کی تصاویر پوجنا، خنزیر وغیرہ کو حلال کرنا اور اسی طرح کی تحریفات نے حقیقی مسیحیت کو بالکل مسخ کر ڈالا۔ اور یہ ہی مسخ شدہ مسیحیت ساری دنیا میں پھیل گئی۔ یہ زمانہ تھا جب ملک شام، بیت المقدس، جزیرہ اور بلاد روم پر "نصاری" کا تسلط تھا، تا آنکہ فاروق اعظم کے عہد میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان ممالک کو نصاریٰ کے قبضہ سے نکالا۔ ولله الحمد والمنہ۔

كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٩٤﴾ فَلَوْ كَا

ساری نشانیاں جب تک نہ دیکھ لیں عذاب دردناک ♦ سکیوں

كَانَتْ قَرِيْبَةً اٰمَدْتُ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا اِلَّا قَوْمَ

نہ ہوئی کوئی ہستی کہ ایمان لائی پھر کام آتا ان کو ایمان لانا مگر یونس کی

يُوْنُسَ ط لَمَّا اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ

قوم جب وہ ایمان لائی اٹھالیا ہم نے ان پر سے ذلت کا عذاب

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلَىٰ حِيْنٍ ﴿٩٥﴾ وَكُو

دنیا کی زندگی میں اور فائدہ پہنچایا ہم نے ان کو ایک وقت تک ♦ اور اگر

شَاءَ رَبُّكَ لَا مَنَ مِّنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا

تیرا رب چاہتا ہے شک ایمان لے آتے جتنے لوگ کہ زمین میں ہیں سارے تمام

♦ قرآن کی حقانیت بظاہر یہ خطاب پیغمبر علیہ السلام کو ہے لیکن حقیقت میں آپ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے جو ایک امی کی زبان سے ایسے عظیم الشان حقائق و واقعات سن کر حیرت زدہ رہ جاتے تھے اور جہل و تعصب کی وجہ سے ان کی واقعیت میں شک و تردید کا اظہار کرنے لگتے تھے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ خود اپنی لائی ہوئی چیزوں میں کیسے شک و شبہ کر سکتے تھے اور جس کی طرف تمام دنیا کو دعوت دیتے اور پہاڑ سے زیادہ مضبوط یقین سننے والوں کے قلوب میں پیدا کر دیتے تھے، اسکو خود اپنی زبان سے کیسے جھٹلاتے۔ چند آیات کے بعد صاف فرما دیا قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ..... الخ یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ شک کرنے والے دوسرے لوگ تھے جن کے مقابلہ میں آپ اپنے غیر متزلزل اور اٹل عقیدہ کا اعلان کر رہے ہیں۔ بہر حال ان آیات میں پیغمبر کی زبان سے قرآن کے ہر ایک مخاطب کو متنبہ کیا کہ کفر و تکذیب کی بیماری شک سے شروع ہوتی ہے۔ اگر تم کو قرآن کے بیان کردہ واقعات میں شک و شبہ پیدا ہو تو اس کا فوراً علاج کرو۔ یعنی جو لوگ کتب سابقہ کا علم رکھتے ہیں، ان سے تحقیق کر لو۔ آخر ان میں کچھ آدمی سچے اور انصاف پسند بھی ہیں۔ وہ بتائیں گے کہ نبی امی نے جو کچھ بیان فرمایا کہاں تک درست ہے۔ بلاشبہ جو کچھ آپ لائے وہ سچ کے سوا کچھ نہیں، وہ پروردگار کا اتارا ہوا ہے جس میں شک و تردید کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اگر یہودہ شکوک کا علاج نہ کیا جائے تو چند روز میں شک ترقی کر کے امتراء (جدل) اور امتراء ترقی کر کے تکذیب کی حد تک جا پہنچے گا جس کا نتیجہ خسران و خرابی کے سوا کچھ نہیں۔ تکذیب کے بعد ایک اور درجہ ہے۔ جہاں پہنچ کر دل پر مہر لگ جاتی ہے تکذیب کرتے کرتے قبول حق کی استعداد بھی برباد ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص اگر دنیا جہان کے سارے نشان دیکھ لے تب بھی ایمان نہ لائے۔ اسے عذاب الیم دیکھ کر ہی یقین آئیگا۔ جبکہ اس یقین سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ فائدہ کَلِمَةُ رَبِّكَ (رب کی بات) سے مراد غالباً وہ ہے جو

تفسیر

دوسری جگہ فرمایا۔ ”لَا مَلْئِقٌ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“ یعنی دوزخ کو جن وانس سے بھرونگا۔ جن لوگوں پر بدبختی، سوء استعداد اور شامت اعمال سے یہ بات علم الہی میں ثابت ہو چکی۔ یہاں ان کا ذکر ہے۔

◆ حضرت یونس کی قوم کا ایمان لانا

یعنی جتنی بستیاں تکذیب انبیاء اور شرارتوں کی وجہ سے مستوجب عذاب ٹھہریں، ان میں سے کسی کو ایسی طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذاب الہی سے نجات دیتا۔ صرف یونس علیہ السلام کی قوم کی ایک مثال ہے جس نے ایمان لا کر اپنے کو آسمانی عذاب سے بال بال بچا لیا جو بالکل ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔ خدانے ایمان کی بدولت دنیوی زندگی میں ان پر سے آنے والی بلا ٹال دی اور جس وقت تک انہیں دنیا میں رہنا تھا یہاں کے فوائد و برکات سے منتفع کیا۔ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سرزمین موصل میں اہل نینوا کی طرف مبعوث ہوئے وہاں کے لوگ بت پرست تھے۔ یونس علیہ السلام لگاتار سات سال تک بند و نصیحت کرتے رہے انہوں نے ایک نہ سنی یونانیوں کا انکار و تکذیب بڑھتا رہا۔ آخر حضرت یونس نے تنگ آ کر انکو آگاہ کیا کہ (باز نہ آئے تو) تین دن کے اندر عذاب آنے والا ہے۔ جب تیسری شب آئی یونس علیہ السلام آدھی رات گزرنے پر بستی سے نکل کھڑے ہوئے صبح ہوتے ہی آثار عذاب کے نظر آنے لگے آسمان پر نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھا گیا جس سے سخت دھواں نکلتا تھا۔ وہ انکے مکانوں سے قریب ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ انکی چھتیں بالکل تاریک ہو گئیں۔ یہ آثار دیکھ کر جب انہیں ہلاکت کا یقین ہو گیا تو یونس کی تلاش ہوئی وہ نہ ملے تو سب لوگ عورتوں بچوں سمیت بلکہ مواشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لیکر جنگل میں نکل آئے اور سچے دل سے خدا کی طرف رجوع ہوئے۔ خوف سے چیخیں مارتے تھے اور بڑے اخلاص و تضرع سے خدا کو پکار رہے تھے۔ چاروں طرف آہ و بکاء کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور کہتے جاتے تھے کہ ”اٰمِنًا بِمَا جَاءَ بِہِ یُوْنُسُ“ جو کچھ یونس علیہ السلام لائے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کے تضرع و بکاء پر رحم فرمایا اور آثار عذاب جو ہویدا ہو چکے تھے اٹھائے گئے۔ یہاں پہنچ کر علمائے سلف کے دو قول ہیں۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ ابھی اصلی عذاب کا معائنہ انکو نہ ہوا تھا۔ صرف علامات و آثار نظر آئے تھے۔ ایسے وقت کا ایمان شرعاً معتبر اور نافع ہے۔ ”ایمان باس“ جو معتبر و مقبول نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ عین عذاب کو دیکھ کر اور اس میں پھنس کر ایمان لائے جیسے فرعون نے سمندر کی موجوں میں پھنس کر اقرار کیا تھا۔ بعض علماء کے نزدیک قوم یونس کا ایمان بھی فرعون کی طرح ”ایمان باس“ تھا جو عام ضابطہ کے موافق نافع نہ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خلاف قاعدہ بطور استثناء اس قوم کا یہ ایمان معتبر رکھا۔ فرعون کے ایمان کی طرح رد نہیں فرمایا۔ پھر اختلاف ہوا ہے کہ آیا ان کے ایمان کا معتبر ہونا صرف دنیوی زندگی تک محدود تھا کہ دنیا میں آنے والا عذاب ٹل گیا۔ یا آخرت میں بھی موجب نجات ہوگا۔ ”ابن کثیر“ نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے یعنی دنیا اور آخرت دونوں جگہ مفید و معتبر ہوگا۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب نے نہایت لطیف و دقیق طرز میں آیت کی تفسیر کی ہے۔ یعنی دنیا میں عذاب دیکھ کر یقین لانا کسی کو کام نہیں آیا، مگر قوم یونس کو، اس واسطے کہ ان پر حکم عذاب کا نہ پہنچا تھا۔ حضرت یونس کی شتابی سے محض صورت عذاب کی نمودار ہوئی تھی (تا انکی نظر میں حضرت یونس کی بات جھوٹی نہ ہو) وہ ایمان لائے پھر بچ گئے اور صورت عذاب ہٹالی گئی۔ اسی طرح مشرکین مکہ کہ فتح مکہ میں فوج اسلام ان پر پہنچی قتل و غارت کے لئے۔ لیکن ان کا ایمان قبول ہو گیا اور امان ملی۔ ”حضرت یونس کے قصہ کا بقیہ سورہ ”صافات“ وغیرہ میں آئے گا۔

أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٩٩﴾

اب کیا تو زبردستی کرے گا لوگوں پر کہ ہو جائیں با ایمان

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُوْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ط وَ

اور کسی سے نہیں ہو سکتا کہ ایمان لائے مگر اللہ کے حکم سے اور

يَجْعَلُ الرَّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٠﴾

وہ ڈالتا ہے گندگی ان پر جو نہیں سوچتے

قُلْ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَمَا

تو کہہ دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور کچھ

تُعْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠١﴾

کام نہیں آتی نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو جو نہیں مانتے

فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا

سو اب کچھ نہیں جس کا انتظار کریں مگر انہی کے سے دن جو گذر چکے ہیں

مِنْ قَبْلِهِمْ ط قُلْ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِّنْ

ان سے پہلے تو کہہ اب راہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ

الْمُنْتَظِرِينَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ

راہ دیکھتا ہوں پھر ہم بچا لیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور ان کو جو ایمان لائے اسی طرح

حَقًّا عَلَيْنَا نُنَاجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن

ذمہ ہے ہمارا بچالیں گے ایمان والوں کو کہہ دے اے لوگو اگر

یعنی آپ کو یہ قدرت نہیں کہ زبردستی کسی کے دل میں ایمان اُتار دیں۔ خدا چاہتا تو بیشک سب آدمیوں کے دلوں میں ایمان ڈال سکتا تھا۔ مگر جیسا کہ پہلے متعدد مواضع میں تقریر کی جا چکی ہے، ایسا کرنا اسکی تکوینی حکمت و مصلحت کے خلاف تھا، اس لئے نہیں کیا۔

اللہ کی توفیق کے بغیر ایمان نہیں ملتا | خدا کی مشیت و توفیق اور حکم تکوینی کے بدون کوئی ایمان نہیں لاسکتا۔ اور یہ حکم و توفیق ان ہی کے حق میں ہوتی ہے جو خدا کے نشانات میں غور کریں اور عقل و فہم سے کام لیں۔ جو لوگ سوچنے سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے انہیں خدا تعالیٰ کفر و شرک کی گندگی میں پڑا رہنے دیتا ہے۔

یعنی سوچنے اور غور کرنے والوں کے لئے آسمان و زمین میں خدا کی قدرت و حکمت اور توحید و تفرید کے کیا کچھ نشان موجود ہیں۔ بلکہ ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ اس کی توحید پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن جو کسی بات کو ماننا اور تسلیم کرنا نہیں چاہتے ان کے لئے یہ سب نشانات و دلائل بیکار ہیں اور ڈرانے والے پیغمبروں کی تشبیہ و تنخویف بھی غیر موثر ہے۔

ایسی ضدی اور معاند قوم کے لئے جو کسی دلیل اور نشان کو نہ مانے، اور کچھ باقی نہیں بچا سکے کہ گذشتہ مکذبین پر جو آفات و حوادث نازل ہوئے ہیں، ان کا یہ بھی انتظار کریں۔ سو بہتر ہے تم اور ہم دونوں مل کر اس وقت کا انتظار کرتے ہیں تاکہ صادق و کاذب کا آخری فیصلہ سامنے آجائے۔

یعنی جیسے پہلی قوموں کے ساتھ ہماری عادت رہی ہے کہ مکذبین کو ہلاک کر کے پیغمبروں اور مومنین کو بچایا۔ اسی طرح موجودہ اور آئندہ مومنین کی نسبت ہمارا وعدہ ہے کہ ان کو نجات دیں گے آخرت میں عذاب الیم سے اور دنیا میں کفار کے مظالم اور سختیوں سے ہاں شرط یہ ہے کہ مومنین مومنین ہوں۔ یعنی وہ صفات و خصال رکھتے ہوں جو قرآن و حدیث میں مومنین کی بیان ہوئی ہیں۔

كُنْتُمْ فِي شَكِّ مِّنْ دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ

تم شک میں ہو میرے دین سے تو میں عبادت نہیں کرتا جن کی

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي

تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا اور لیکن میں عبادت کرتا ہوں اللہ کی جو

يَتَوَقَّعُكُمْ ۚ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝۴

توقع لیتا ہے تم کو اور مجھ کو حکم ہے کہ رہوں ایمان والوں میں

وَأَنْ أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ وَلَا تَكُونَنَّ

اور یہ کہ سیدھا کر منہ اپنا دین پر حنیف ہو کر اور مت ہو

مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝۵ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا

شُرک والوں میں اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ

لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا

نہ بھلا کرے تیرا اور نہ بُرا پھرا اگر تو ایسا کرے تو تو بھی اس وقت

مِّنَ الظَّالِمِينَ ۝۶ وَإِنْ يَسْسُكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا

ہو ظالموں میں اور اگر پہنچا دیوے تجھ کو اللہ کچھ تکلیف تو کوئی نہیں

كَاشَفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ

اس کو ہٹانے والا اس کے سوا اور اگر پہنچانا چاہے تجھ کو کچھ بھلائی تو کوئی پھرنے والا نہیں

لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ وَهُوَ

اُس کے فضل کو پہنچائے اپنا فضل جس پر چاہے اپنے بندوں میں اور وہی ہے

آنحضرت ﷺ کی زبان سے توحید کی تعلیم و تاکید | یعنی اگر میرا طریقہ اور مسلک دینی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے اسکی نسبت شکوک و شبہات میں پھنسے ہوئے ہو، تو میں تمہیں اپنے دین کا اصل اصول (جو توحید خالص ہے) سمجھائے دیتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں تمہارے ان فرضی معبودوں کی عبادت سے سخت نفور اور بیزار ہوں جس کے اختیار کرنے کا امکان بھی کبھی میری طرف سے دل میں نہ لانا۔ میری عبادت خالص اس خداوند قدوس کے لئے ہے جسکے قبضہ میں تمہاری سب کی جانیں ہیں کہ جب تک چاہے انہیں جسموں میں چھوڑے رکھے اور جب چاہے ایک دم میں کھینچ لے گویا موت و حیات کا رشتہ جس کے ہاتھ میں ہے بندگی اسی کی ہو سکتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ جو ارح سے اس کی بندگی کی جائے ضروری ہے کہ دل میں اس کی توحید و تفرید پر پورا یقین و ایمان ہو اور ظاہر و باطن میں اسی دین حنیف پر جو ابراہیم خلیل اللہ کا دین ہے پوری ہمت اور توجہ سے مستقیم رہ کر شرک جلی و خفی کا تسمہ نہ لگا رہنے دیا جائے۔ جس طرح عبادت صرف اسی کی کریں، استعانت کے لئے بھی اسی کو پکاریں، کیونکہ ہر قسم کا نفع نقصان اور بھلائی برائی تنہا اسی کے قبضہ میں ہے۔ مشرکین کی طرح ایسی چیزوں کو مدد کے لئے پکارنا جو کسی نفع نقصان کی مالک نہ ہوں سخت بے موقع بات بلکہ ظلم عظیم (یعنی شرک) کا ایک شعبہ ہے۔ اگر بفرض محال نبی سے ایسی حرکت صادر ہو تو ان کی عظیم الشان شخصیت کو لحاظ کرتے ہوئے ظلم اعظم ہوگا۔

الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۱۷﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ

بختے والا مہربان ♦ کہوے اے لوگو پہنچ چکا

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي

حق تم کو تمہارے رب سے اب جو کوئی راہ پر آئے سو وہ راہ پاتا ہے

لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّٰ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَا

اپنے بھلنے کو اور جو کوئی بہکا پھرے سو بہکا پھرے گا اپنے بُرے کو اور میں

أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿۱۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ

تم پر نہیں ہوں مختار ♦ اور تو چل اسی پر جو حکم پہنچے تیری طرف

وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿۱۹﴾

اور صبر کر جب تک فیصلہ کرے اللہ اور وہ ہے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ♦

آيَاتُهَا ۱۳ (۱۱) سُورَةُ هُودٍ مَكِّيَّةٌ (۵۲) رُكُوعَاتُهَا ۱۰

سورہ ہود مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی ایک سو تین آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الرِّفْقِ كِتَابٌ أَحْكَمْتُ آيَاتُهُ ثُمَّ فَصَّلْتُ مِنْ لَدُنِّ

الذکر یہ کتاب ہے کہ جانچ لیا ہے اس کی باتوں کو پھر کھولی گئی ہیں ایک حکمت والے

حَكِيمٍ خَيْرٍ ۚ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّي لَكُمْ

خبردار کے پاس سے ♦ کہ عبادت نہ کرو مگر اللہ کی ♦ میں تم کو

◆ جب ان چیزوں کے پکارنے سے منع کیا جن کے قبضہ میں تمہارا بھلا برا کچھ نہیں تو مناسب ہوا کہ اس کے بالقابل مالک علی الاطلاق کا ذکر کیا جائے جو تکلیف و راحت اور بھلائی برائی کے پورے سلسلہ پر کامل اختیار اور قبضہ رکھتا ہے جسکی بھیجی ہوئی تکلیف کو دنیا میں کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ اور جس پر فضل و رحمت فرمانا چاہے، کسی کی طاقت نہیں کہ اسے محروم کر سکے۔

◆ یعنی حق واضح طور پر دلائل و براہین کے ساتھ پہنچ چکا، جسکے قبول نہ کرنے کا کوئی معقول عذر کسی کے پاس نہیں خدا کی آخری حجت بندوں پر تمام ہو گئی۔ اب ہر ایک اپنا نفع نقصان سوچ لے جو خدا کی بتلائی ہوئی راہ پر چلے گا دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگا۔ جو اسے چھوڑ کر ادھر ادھر بھٹکتا پھرے گا خود پریشان اور ذلیل و خوار رہے گا اپنے بھلے برے کو خوب سمجھ کر ہر شخص اپنے مستقبل کا انتظام کر لے اور جو راستہ پسند ہوا اختیار کرے پیغمبر کوئی مختار بنا کر نہیں بھیجے گئے جو تمہارے افعال کے ذمہ دار اور جواب دہ ہوں۔ انکا کام صرف آگاہ کر دینے اور راستہ بتلا دینے کا ہے۔ اس پر چلنا، چلنے والے کے اختیار میں ہے۔

◆ آنحضرت ﷺ کو تسلی اس میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ لوگ حق کو قبول نہ کریں تو اپنے کو ان کے غم میں نہ گھلائیں۔ آپ خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے رہیے اور تبلیغ وغیرہ کے کام میں لگے رہیے۔ اور جو خداوند اس راستہ میں پہنچیں ان پر صبر کیجئے۔ مخالفین کی ایذا و سانیوں کا تحمل کرتے رہنا چاہئے۔ یہاں تک کہ خدا آپ کے اور ان کے درمیان بہترین فیصلہ کر دے یعنی حسب وعدہ آپ کو منصور و غالب کرے یا جہاد کا حکم بھیج دے۔ تم سورۃ یونس علیہ السلام بمنہ تعالیٰ و فضلہ فللہ الحمد علی ذلک۔

سورۃ ہود

◆ قرآن کی عظمت و شرف | یعنی یہ قرآن کریم وہ عظیم الشان اور جلیل القدر کتاب ہے جسکی آیتیں لفظی و معنوی ہر حیثیت سے نہایت سچی تلی باون تولہ پاؤرتی ہیں۔ نہ ان میں تناقض ہے نہ کوئی مضمون حکمت یا واقعہ کے خلاف ہے نہ باعتبار معجزانہ فصاحت و بلاغت کے ایک حرف پر نکتہ چینی ہو سکتی ہے جس مضمون کو جس عبارت میں ادا کیا ہے محال ہے کہ اس سے بہتر تعبیر ہو سکے۔ الفاظ کی قبا معانی کی قامت پر ذرا بھی نہ ڈھیلی ہے نہ تنگ۔ جن اصول و فروع، اخلاق و اعمال اور قیمتی پسند و نصیحت پر یہ آیات مشتمل ہیں اور جو دلائل و براہین اثبات و دعویٰ کے لئے استعمال کی گئی ہیں۔ وہ سب علم و حکمت کے کانٹے میں تلی ہوئی ہیں۔ قرآنی حقائق و دلائل ایسے مضبوط و محکم ہیں کہ زمانہ کتنی ہی پلٹیاں کھائے ان کے بدلنے یا غلط ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ عالم کے مزاج کی پوری تشخیص کر کے اور قیامت تک پیش آنے والے تغیرات و حوادث کو من کل الوجوہ جانچ تول کر ایسی معتدل اور ابدی غذائے روح، ماندہ قرآنی کے ذریعے سے پیش کی گئی ہے جو تناول کرنے والوں کے لئے ہر وقت اور ہر حالت میں مناسب و ملائم ہو۔ ان تمام حکیمانہ خوبیوں کے باوجود یہ نہیں کہ اجمال و ابہام کی وجہ سے کتاب معمرہ اور چیتاں بن کر رہ جاتی بلکہ معاش و معاد کی تمام مہمات کو خوب کھول کر سمجھایا ہے اور موقع بہ موقع دلائل توحید، احکام، مواظب، نقص، ہر چیز بڑی خوبصورتی اور قرینہ سے الگ الگ رکھی ہے۔ اور تمام ضروریات کا کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ نزولی حیثیت میں بھی یہ حکمت مرعی رہی ہے کہ پورا قرآن ایک دم نہیں اتارا بلکہ وقتاً فوقتاً موقع و مصلحت کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ آیات کا نزول ہوتا رہا۔ قرآن میں ان تمام باریکیوں کو مجتمع دیکھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ مگر حیرت کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر حکیم مطلق اور خیر برحق کے کلام میں سب حکمتیں اور خوبیاں جمع نہ ہونگی تو اور کس کلام میں توقع کی جاسکتی ہے۔

◆ یعنی اس محکم و مفصل کتاب کے نازل کرنے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو صرف خدائے واحد کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے اور اسکے طریقے سکھائے جائیں۔ اسی عظیم و جلیل مقصد کے لئے پہلے انبیاء تشریف لائے تھے۔ ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ“ (الانبیاء، رکوع ۲) ”وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ“ (النحل، رکوع ۵)

مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ۝۶۰ وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ

اسی کی طرف سے ڈرا اور خوش خبری سنا تا ہوں اور یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر

تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ

رجوع کرو اس کی طرف کہ فائدہ پہنچائے تم کو اچھا فائدہ ایک وقت

مَّسِيٍّ وَيُؤْتِكُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۝۶۱ وَإِنْ

مقرر تک اور دیوے ہر زیادتی والے کو زیادتی اپنی اور اگر

تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ۝۶۲

تم پھر جاؤ گے تو میں ڈرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے

إِلَىٰ اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۶۳

اللہ کی طرف ہے تم کو لوٹ کر جانا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

إِلَّا أَنَّهُمْ يُكْفَرُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۝۶۴ أَلَا

سنتا ہے وہ دہرے کرتے ہیں اپنے سینے تاکہ چھپائیں اس سے سنتا ہے

حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ ۚ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ

جس وقت اوڑھتے ہیں اپنے کپڑے جو کچھ چھپاتے ہیں جانتا ہے

وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۶۵

اور جو ظاہر کرتے ہیں وہ تو جاننے والا ہے دلوں کی بات

یعنی جو کتاب کو مانے اور شرک چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرے اسے فلاح دارین کی خوشخبری سناتے ہیں۔ جو نہ مانے اور کفر و شرک اختیار کرے اس کو عذاب الہی سے ڈراتے ہیں۔

رجوع الی اللہ کے فوائد جو پچھلی تفصیلات معاف کرائے اور آئندہ کے لئے خدا کی طرف دل سے رجوع ہو، تو دنیا کی زندگی

اچھی طرح گزرے کیونکہ مومن قانت خواہ کسی حال میں ہو مگر خدا کے فضل و کرم کی بڑی بڑی امیدیں رکھتا ہے وہ حق تعالیٰ کی رضا جوئی اور مستقبل کی عظیم الشان خوشحالی کے تصور میں اس قدر رگن رہتا ہے کہ یہاں کی بڑی بڑی سختیوں کو خاطر میں نہیں لاتا وہ جب خیال کرتا ہے کہ میں اپنی زندگی کے فرائض صحیح طور پر انجام دے رہا ہوں جس کا صلہ مجھ کو ضرور ایک دن عرش والی سرکار سے ملنے والا ہے تو اپنی کامیابی اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد کر کے اس کا دل جوش مسرت سے اچھلنے لگتا ہے۔ اسے دنیا کی تھوڑی سی پونجی میں وہ سکون قلبی اور راحت باطنی نصیب ہوتی ہے جو بادشاہوں کو بیشمار سامانوں اور اموال و خزانوں سے حاصل نہیں ہو سکتی، بلکہ بعض اوقات یہاں کی چند روزہ تکلیفوں اور سختیوں میں وہ لذت پاتے ہیں جو اغنیاء و ملوک اپنے عیش و تنعم میں محسوس نہیں کرتے۔ ایک محب وطن سیاسی قیدی کو اگر فرض کیجئے یقین ہو جائے کہ میری اسیری سے ملک اجنبیوں کی غلامی سے آزاد ہو جائے گا اور مجھے قید سے نکلتے ہی ملک کی جمہوریہ کا صدر بنا دیا جائے گا تو کیا اسے جیل خانہ کی بند کوٹھڑی میں سرور و اطمینان کی کیفیت اس بادشاہ سے زیادہ حاصل نہ ہوگی؟ جس کے لئے ہر قسم کے سامان عیش و طرب فراہم ہیں مگر اندیشہ لگا ہوا ہے کہ وہ ایک ہفتہ کے اندر نہایت ذلت کے ساتھ تخت شاہی سے اتارا جانے والا ہے۔ اس پر دنیا کے جیل خانہ میں ایک مومن قانت کی زندگی کو قیاس کر لو۔

♦ جو جس قدر زیادہ بڑھ کر عمل کرے گا اسی قدر خدا کے فضل سے زیادہ حصہ پائے گا۔ آخرت میں اجر و ثواب اور دنیا میں مزید طمانیت حاصل ہوگی۔

♦ یعنی میری بات نہ مانو گے تو قیامت کا عذاب یقینی ہے، باقی یہ فرمانا کہ ”میں ڈرتا ہوں“ اس سے مقصود حضور کی عام شفقت و ہمدردی، خلائق کا اظہار کرنا ہے۔

♦ سزا دینے کے لئے ضروری ہے کہ مجرم حاضر ہو، حاکم سزا دینے کی پوری قدرت اور کامل اختیار رکھتا ہو۔ مجرمین کی کل کاروائیاں اس کے علم میں ہوں ”إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ“ میں بتلا دیا کہ مجرم و غیر مجرم سب کو خدا کے یہاں حاضر ہونا ہے۔ ”وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ میں قدرت و اختیار کا عموم بیان فرمایا اور ”إِلَّا أَنَّهُمْ يُشْفُونَ صُدُورَهُمْ“ سے ”بِذَاتِ الصُّدُورِ“ تک اس کے علم محیط کی وسعت کو ظاہر کیا کہ خدا ہر کھلی چھپی چیز کو یکساں جانتا ہے حتیٰ کہ دلوں کی تہ میں جو خیالات، ارادے اور نیتیں پوشیدہ ہوتی ہیں ان پر بھی مطلع ہے۔ پھر کوئی مجرم اپنے جرم کو کس طرح اس سے مخفی رکھ کر نجات پاسکتا ہے۔

صحابہ کرام کا ایمان کامل اور حیاء | تنبیہ | ان آیات کی شان نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے صحیح ترین روایت ابن عباس کی بخاری میں ہے کہ بعض مسلمانوں پر حیاء کا اس قدر حد سے زیادہ غلبہ ہوا کہ استنجایا جماع وغیرہ ضروریات بشری کے وقت کسی حصہ بدن کو برہنہ کرنے سے شرماتے تھے کہ آسمان والا ہم کو دیکھتا ہے۔ برہنہ ہونا پڑتا تو غلبہ حیا سے جھکے جاتے اور شرم گاہ کو چھپانے کے لئے سینہ کو دہرا کئے لیتے تھے۔ اس طرح کے آثار کبھی کبھی غایت تادب مع اللہ اور غلبہ حیا سے ناشی ہو سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگ ”صوفیہ“ کی اصطلاح میں ”مغلوب الحال“ کہلاتے ہیں چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی مسئلہ میں ایسا غلو اور تعمق آئندہ امت کو ضیق میں مبتلا کر سکتا تھا اس لئے قرآن نے ”إِلَّا جِئِن يَسْتَعْشُونَ تِبَابَهُمْ“ سے ان کی اصلاح فرمادی یعنی اگر بوقت ضرورت بدن کو کھولنے میں خدا سے حیاء آتی ہے اس لئے جھکے جاتے ہو تو غور کرو کہ کپڑے پہننے کی حالت میں تمہارا ظاہر و باطن کیا خدا کے سامنے نہیں ہے؟ جب انسان اس سے کسی وقت نہیں چھپ سکتا پھر ضروریات بشریہ کے متعلق اس قدر غلو سے کام لینا ٹھیک نہیں۔ واضح ہو کہ ربط آیات کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک آیت کا مضمون دوسری کے مضمون سے مناسبت رکھتا ہو، سبب نزول سے مناسبت رکھنا ضروری نہیں۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ

اور کوئی نہیں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اُس کی روزی اور جانتا ہے

مُسْتَقْرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ط كَلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ⑥

جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے سب کچھ موجود ہے کھلی کتاب میں

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ

اور وہی ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین

أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوكُمْ أَيُّكُمْ

دن میں اور تھا اُس کا تخت پانی پر تاکہ آزمائے تم کو کہ کون تم میں

أَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِنْ قُلْتُمْ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ

اچھا کرتا ہے کام اور اگر تو کہے کہ تم اٹھو گے

بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا

مرنے کے بعد تو البتہ کافر کہنے لگیں یہ کچھ نہیں

إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ⑦ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِلَى

مگر جاؤ وہ کھلا ہوا اور اگر ہم روکے رکھیں اُن سے عذاب کو ایک

أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَيَقُولَنَّ مَا يَحْبِسُهُ ط إِلَّا يَوْمَ

مدت معلوم تک تو کہنے لگیں کس چیز نے روک دیا عذاب کو سنتا ہے جس دن

يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا

آئے گا اُن پر نہ پھیرا جائے گا اُن سے اور گھیر لے گی اُن کو وہ چیز

اللہ تعالیٰ تمام جانداروں کو رزق پہنچاتا ہے | پہلے علم الہی کی وسعت بیان ہوئی تھی یہ اسی مضمون کا تکملہ ہے۔ یعنی زمین پر چلنے والا ہر جاندار جسے رزق کی احتیاج لاحق ہو، اس کو روزی پہنچانا خدا نے محض اپنے فضل سے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے۔ جس قدر روزی جس کے لئے مقدر ہے یقیناً پہنچ کر رہے گی۔ جو وسائل و اسباب بندہ اختیار کرتا ہے، وہ روزی پہنچنے کے دروازے ہیں۔ اگر آدمی کی نظر اسباب و تدابیر اختیار کرتے وقت مسبب الاسباب پر ہو، تو یہ توکل کے منافی نہیں البتہ خدا کی قدرت کو ان اسباب عادیہ میں محصور و مقید نہ سمجھا جائے۔ وہ گاہ بگاہ سلسلہ اسباب کو چھوڑ کر بھی روزی پہنچاتا یا اور کوئی کام کر دیتا ہے بہر حال جب تمام جانداروں کی حسب استعداد غذا اور معاش مہیا کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے تو ضروری ہے کہ اس کا علم ان سب پر محیط ہو ورنہ ان کی روزی کی خبر گیری کیسے کر سکے گا۔

مستقر اور مستودع کے معانی | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”مستقر“ (جہاں ٹھہرتا ہے) بہشت و دوزخ اور اور مستودع (جہاں سوچا جاتا ہے) اس کی قبر ہے۔ پہلے ”وَمَا مِنْ ذَاتِةٍ“ الخ میں دنیوی زندگی کا بیان تھا۔ یہاں برزخ اور آخرت کا بیان ہوا۔ مطلب یہ ہوا کہ خدا ابتداء سے انتہاء تک تمہاری ہستی کے تمام درجات کا علم رکھتا ہے۔ ”مستقر“ و ”مستودع“ کی تعین میں مفسرین کے بہت اقوال ہیں پہلے سورہ ”انعام“ میں بھی ہم کچھ لکھ چکے ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ زمین میں جہاں تک چلے پھرے اس کی منتہائے سیر کو مستقر اور پھر پھر اگر جس ٹھکانے پر آئے اسے ”مستودع“ کہتے ہیں۔ ابن عباس کے نزدیک اس زندگی میں جہاں رہے وہ ”مستقر“ اور موت کے بعد جہاں دفن کیا جائے وہ ”مستودع“ ہے، مجاہد نے ”مستقر“ سے رحم مادر اور ”مستودع“ سے صلب پدر مراد لی ہے۔ عطاء نے اس کے عکس کا دعویٰ کیا بعض متفلسفین کا خیال ہے کہ زمین میں حیوانات کا جو مسکن بالفعل ہے اسے ”مستقر“ اور وجود فعلی سے پہلے جن مواد و مقار میں رہ کر آئے انہیں ”مستودع“ کہا گیا ہے یعنی حق تعالیٰ ان تمام مختلف مواد اور اطوار و ادوار کا عالم ہے جن میں سے کوئی حیوان گذر کر اپنی موجودہ ہیئت کذائی تک پہنچا ہے۔ وہ ہی اپنے علم محیط سے ہر مرتبہ وجود میں اس کی استعداد کے مناسب وجود و کمالات و وجود فائض کرتا ہے۔

یعنی ”لوح محفوظ“ میں جو صحیفہ علم الہی ہے۔ پھر علم الہی میں ہر چیز کیسے موجود نہ ہوگی۔

یہ علم کے بعد قدرت کا بیان ہے۔ اس کی تفسیر سورہ ”اعراف“ کے ساتویں رکوع میں گذر چکی۔

زمین و آسمان سے پہلے پانی کی تخلیق | یعنی آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے پانی مخلوق ہوا جو آئندہ اشیاء کا مادہ حیات بنے والا تھا۔ ”وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ“ (الانبیاء، رکوع ۳) اس وقت عرش خداوندی اسی کے اوپر تھا جیسے اب سموات کے اوپر ہے۔ گویا یہ ایک صورت تھی جو اس حقیقت کو ظاہر کر رہی تھی کہ کائنات کا مادہ اور ذریعہ حیات بالکل یہ رب العرش کے تسلط و تصرف اور قیومیت مطلقہ کے ماتحت ہے۔ واللہ اعلم۔

تخلیق کی غرض و غایت | یعنی اس سارے نظام کی تخلیق و ترتیب سے مقصود تمہارا یہاں بسانا اور امتحان کرنا ہے کہ کہاں تک اس عجیب و غریب نظام اور سلسلہ مصنوعات میں غور کر کے خالق و مالک کی صحیح معرفت حاصل کرتے اور مخلوقات ارضی و سماوی سے منتفع ہو کر محسن شناسی اور سپاس گذاری کا فطری فرض بجالاتے ہو۔ یہ مقام تمہاری سخت آزمائش کا ہے۔ مالک حقیقی دیکھتا ہے کہ تم میں سے کونسا غلام صدق و اخلاص اور سلیقہ مندی سے اچھا کام کرتا اور فرائض بندگی انجام دیتا ہے۔

جب یہ دنیا امتحان و آزمائش کی جگہ ہے تو ضرور ہے کہ اس کے بعد مجازات انعام و انتقام کا سلسلہ ہو، تا شا کرین و کافرین کو اپنے اپنے کئے کا پھل ملے۔ اسی لئے یہاں بعث بعد الموت کا ذکر کیا گیا۔ یعنی کفار مکہ کو یقین نہیں آتا کہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اور اپنے جرائم کی سزا بھگتیں گے۔ جب وہ قرآن میں یا حضور کی زبان سے بعث بعد الموت کا نہایت موثر بیان سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ کا یہ بیان کھلا ہوا جادو ہے جس نے بہت سے لوگوں کو مرعوب و مسحور کر لیا۔ مگر یاد رکھیے ہم پر یہ جادو چلنے والا نہیں۔ (ابن کثیر)

بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۴ ۱ وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً

جس پر ٹھنھے کیا کرتے تھے ۱ اور اگر ہم چکھادیں آدمی کو اپنی طرف سے رحمت

ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ ۲ إِنَّهُ لَيَوْسُّ كُفُورًا ۹ ۱ وَلَئِنْ

پھر وہ چھین لیں اُس سے تو وہ نامیدنا شکر ہوتا ہے اور اگر

أَذَقْنَاهُ نِعْمَاءَ بَعْدَ ضِرَّاءٍ مَسَّنَاهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ

ہم چکھادیں اُس کو آرام بعد تکلیف کے جو پہنچی تھی اُس کو تو بول اٹھے دور ہوئیں

السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۳ إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ۱۰ ۱ إِلَّا الَّذِينَ

برائیاں مجھ سے وہ تو اترانے والا شیخی خور ہے مگر جو لوگ

صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۴ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ

صابر ہیں اور کرتے ہیں نیکیاں اُن کے واسطے بخشش ہے

وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۱۱ ۱ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضُ مَا يُوحَىٰ

اور ثواب بڑا سو کہیں تو چھوڑ بیٹھے گا کچھ چیز اُس میں سے جو وحی آئی

إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا أُنزِلَ

تیری طرف اور تنگ ہوگا اُس سے تیرا جی اس بات پر کہ وہ کہتے ہیں کیوں نہ اُترا

عَلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ ۵ إِنَّمَّا أَنْتَ نَذِيرٌ ۶

اُس پر خزانہ یا کیوں نہ آیا اُس کے ساتھ فرشتہ تو تو ڈرانے والا ہے

وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۱۲ ۱ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۷

اور اللہ ہے ہر چیز کا مددگار کیا کہتے ہیں کہ بنا لیا ہے تو قرآن کو

❖ یعنی جب ان کی شرارتوں پر عذاب الہی سے ڈرایا جاتا ہے، مگر خدا کی حکمت ایک مدت معین تک عذاب کو روک رکھتی ہے تو تکذیب و استہزاء کے طور پر کہتے ہیں کہ وہ عذاب کہاں ہے آخر آتا کیوں نہیں؟ کس چیز نے اسے پکڑ رکھا ہے؟ فرماتے ہیں کیا مذاق کرتے ہو، وقت معین پر جب عذاب آئے گا کسی کے نالے نہ نلے گا اور ہر طرف سے گھیر کر تباہ و برباد کر کے چھوڑے گا۔

❖ آدمی کی ناشکرئی اور شیخی | یعنی اب تو کہتے ہیں عذاب کہاں ہے، کیوں نہیں آتا، لیکن آدمی بودا اور تھڑ دلا اتنا ہے کہ اگر خدا چند روز اپنی مہربانی سے عیش و آرام میں رکھنے کے بعد تکلیف میں مبتلا کر دے تو کچھلی مہربانیاں بھی بھلا دیتا ہے اور نا امید ہو کر آئندہ کے لئے آس توڑ بیٹھتا ہے۔ گذشتہ پر ناشکرئی اور آئندہ سے مایوسی، یہ ہی اس کی زندگی کا حاصل ہے۔

❖ یعنی مصیبت کے بعد اگر خدا آرام و آسائش نصیب کرے تو سمجھتا ہے کہ گویا اب ہمیشہ کے لئے مصائب و تکالیف کا خاتمہ ہو چکا کچھلی کیفیت کبھی لوٹ کر آنے والی نہیں۔ اس وقت غافل و مغرور ہو کر شیخیاں مارتا اور اتراتا پھرتا ہے حالانکہ چاہئے تھا کہ کچھلی حالت یاد کر کے خدا کا شکر ادا کرتا اور اس کے احسان کے سامنے جھک جاتا۔

❖ یعنی جو حال اوپر عام انسانوں کا بیان ہوا، اس سے اللہ کے وہ بندے مستثنیٰ ہیں جو تکلیف و مصیبت کا مقابلہ صبر و استقامت سے کرتے اور امن و راحت کے وقت شکر گزاری کے ساتھ عمل صالح میں مستعدی دکھاتے ہیں۔ ایسے اولوالعزم و فاداروں کی جماعت ہی عظیم الشان بخشش و انعام کی مستحق ہے۔

❖ آنحضرت ﷺ کی بے مثال عزیمت | مشرکین مکہ شرک و بت پرستی کی تردید سے بہت غیظ کھاتے تھے مشرکانہ خرافات پر جس قدر ان کی تمحیق و تجہیل کی جاتی اسی قدر ان کے غصہ کی آگ بھڑکتی تھی۔ کبھی کوشش کرتے تھے کہ آپ کو اس معاملہ میں ذرا ڈھیلا کر دیں اور اس سب سے بڑے اور بنیادی مسئلہ کی تبلیغ میں نرمی اور تساہل برتنے پر آمادہ کریں جب ادھر سے مایوس ہوتے تو محض دق کرنے کو عجب بیہودہ فرمائشیں کرنے لگتے مثلاً یہ کہتے کہ آپ سچے ہیں اور منصب رسالت پر مامور ہو کر آئے ہیں تو آپ کے ساتھ خدا کے یہاں سے مال و دولت کا بڑا خزانہ آنا چاہئے تھا۔ یا آسمان سے ایک فرشتہ آتا جو آپ کے ہمراہ تصدیق کے لئے ہر طرف جایا کرتا۔ "لَوْلَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ كِتَابًا وَجَاءَ مَعَهُ مَلَكَ" (ہود، رکوع ۲۶) گویا جب آپ کی بات منوانے کے لئے نہ مادی طاقت ساتھ ہے نہ روحانی، پھر ہم کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں۔ آپ ان بیہودہ شبہات اور فرمائشوں سے سخت مغموم اور دلگیر ہوتے تھے۔ ممکن ہے کبھی ایسا خیال بھی دل میں گذرتا ہو کہ ان کے معبودوں کے معاملہ میں اگر خدا کی جانب سے اس قدر سختی اختیار کرنے کا حکم نہ رہے، تردید کی جائے مگر فی الحال قدرے نرمی اور رواداری کے ساتھ تو شاید زیادہ موثر اور مفید ہو، یا جو فرمائشیں یہ لوگ کرتے ہیں ان کی یہ ضد بھی کسی حد تک پوری کر دی جائے تو کیا عجب ہے مسلمان ہو جائیں بہر حال وہ ایسا نازک اور پُرخطر وقت تھا کہ تمام دنیا باطل پرستی کے شور سے گونج رہی تھی صرف ایک مقدس ہستی تھی جس کے حلقوم سے حق کی آواز نکل کر باطل کے قلعوں میں زلزلہ ڈالتی تھی۔ آپ چاروں طرف سے مؤذی دشمنوں کے نزع میں گھر رہے تھے۔ کوئی جھلاتا کوئی طعن کرتا کوئی مذاق اڑاتا تھا۔ اس ماحول کا تصور کرو اور اس مبلغ اعظم کی قوت قلب اور ہمت مردانہ کا اندازہ لگاؤ، جس کا تمام تر اعتماد و اتکال ظاہری اسباب سے ہٹ کر خداوند قدوس کے وعدوں پر تھا۔ آپ جب مخزون و دلگیر ہوتے تو صرف اپنے پروردگار کی آواز سے ہی تسلی پاتے اور دنیا کے مقابلہ میں تازہ دم ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے اسی سلسلہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں جن کا حاصل یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کی بیہودہ خرافات اور فرمائشوں کی وجہ سے اس قدر فکر مند اور غمگین نہ ہوں نہ اپنے دل میں ان لوگوں کی مراعات کا خیال لائیں کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ وحی الہی نے جو چیزیں آپ کو سکھائی ہیں اور جس بے خوف و خطر تبلیغ کا حکم دیا ہے اس کے بعض حصہ کو ان لوگوں کی خرافات سے تنگ دل ہو کر چھوڑ بیٹھیں جب یہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ پیغمبرانہ عصمت اور اولوالعزمی مانع ہے تو تنگدل ہونے سے کیا فائدہ۔ آپ کا کام صرف بھلے برے سے آگاہ کر دینا ہے ان کی ہدایت کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔ خدا تعالیٰ جس کے سپرد ہر چیز ہے، ان کا معاملہ بھی اسی کے سپرد کیجئے اور صبر و استقامت کے ساتھ فرائض تبلیغ کی انجام دہی میں ثابت قدم رہیے۔

قُلْ فَاتُوا بَعْشِرَ سُورٍ مِّثْلِهِ مَفْتَرِيَتْ وَ اذْعُوا

اور بٹلا لو

تم بھی لے آؤ ایک دس سورتیں ایسی بنا کر

کہہ دے

مِنْ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۳﴾

اگر ہو تم سچے

اللہ کے سوا

جس کو بٹلا سکو

فَالِمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فاعلموا انما انزل بعلم

کہ قرآن تو اترا ہے اللہ کی

تو جان لو

پھر اگر نہ پورا کریں تمہارا کہنا

اللهِ وَأَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۴﴾

بجرا ب تم حکم مانتے ہو

اور یہ کہ کوئی حاکم نہیں اُس کے سوا

وحی سے

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ

بجھتا دیں گے

اور اُس کی زینت

دنیا کی زندگانی

جو کوئی چاہے

إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿۱۵﴾

کچھ نقصان نہیں

اور اُن کو اس میں

دنیا میں

اُن کے عمل

ہم اُن کو

أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَ

آگ کے سوا

آخرت میں

جن کے واسطے کچھ نہیں

یہی ہیں

وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَ بَطُلُ مَا كَانُوا

جو

اور خراب گیا

یہاں

جو کچھ کیا تھا

اور برباد ہوا

يَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ

اور اُس کے ساتھ ساتھ ہے

اپنے رب کے

بھلا ایک شخص جو ہے صاف راستہ پر

کمایا تھا

❖ قرآن جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ کفار کو چیلنج | یعنی فرمائی معجزے طلب کرتے ہیں، جن کا دیا جانا مصلحت نہیں۔ اور جو سب سے بڑا معجزہ (قرآن) ان کے سامنے ہے، اسے مانتے نہیں، کہتے ہیں یہ تو (معاذ اللہ) تمہاری بنائی ہوئی گھڑت ہے۔ اس کا جواب دیا کہ تم بھی آخر عرب ہو، فصاحت و بلاغت کا دعویٰ رکھتے ہو، سب مل کر ایسی ہی دس سورتیں گھڑ کر پیش کر دو اور اس کام میں مدد دینے کے لئے تمام مخلوق کو بلکہ اپنے ان معبودوں کو بھی بلا لاؤ جنہیں خدائی کا شریک سمجھتے ہو اگر نہ کر سکو اور کبھی نہ کر سکو گے تو سمجھ لو کہ ایسا کلام خالق ہی کا ہو سکتا ہے جس کا مثل لانے سے تمام مخلوق عاجز رہ جائے۔ تو یقیناً یہ وہ کلام ہے جو خدا نے اپنے علم کامل سے پیغمبر پر اتارا ہے۔ بیشک جس کے کلام کا مثل نہیں ہو سکتا اس کی ذات و صفات میں کون شریک ہو سکتا ہے۔ ایسا بے مثال کلام اسی بے مثال خدا کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ کیا ایسے واضح دلائل کے بعد بھی مسلمان ہونے اور خدا کا حکم بردار بننے میں کسی چیز کا انتظار ہے (تنبیہ) اعجاز قرآن کی کچھ تفصیل سورہ "یونس" میں گذر چکی ہے۔ ابتداء میں پورے قرآن سے تحدی کی گئی تھی۔ پھر دس سورتوں سے ہوئی۔ پھر ایک سورت سے جیسا کہ "بقرہ" اور "یونس" میں گذرا۔ گویا ان کا عجز بتدریج نمایاں کیا گیا۔

❖ کفار کی نیکیوں کی جزا دنیا میں | یعنی ایسے واضح ثبوت کے بعد جو شخص قرآن پر ایمان نہیں لاتا، یا اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتا بلکہ دنیا کی چند روزہ زندگی اور فانی ٹیپ ٹاپ ہی کو قبلہ مقصود ٹھہرا کر عملی جدوجہد کرتا ہے۔ اگر بظاہر کوئی نیک کام مثلاً خیرات وغیرہ کرتا ہے تو اس سے بھی آخرت کی بہتری اور خدا کی خوشنودی مقصود نہیں ہوتی محض دنیوی فوائد کا حاصل کر لینا پیش نظر ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی بابت خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین یا منافقین یا دنیا پرست ریاکار مسلمان بتلا دیا کہ دنیا ہی میں ان کا بھگتان کر دیا جائے گا۔ جو اعمال اور کوششیں وہ حصول دنیا کے لئے کریں گے ان کے کم و کیف کو ملحوظ رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ اپنے علم و حکمت سے جس قدر مناسب جانے گا اور دینا چاہے گا یہیں عطا فرمادے گا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر جو خیرات وغیرہ کے کام کرے اسکی یہ فانی اور صوری حسنت جو روح ایمان سے یکسر خالی ہیں، دنیا میں رائگاں نہیں جاتیں ان کے بدلہ میں خدا تعالیٰ تندرستی، مال، اولاد، عزت و حکومت وغیرہ دے کر سب کھاتا ہے باق کر دیتا ہے۔ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کوئی چیز اس کے کام آنے والی نہیں جس کافر کے لئے جس درجہ کی سزا تجویز ہو چکی ہے وہ کبھی اس سے ٹلنے یا کم ہونے والی نہیں۔ "مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلُهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا" (بنی اسرائیل، رکوع ۲۴) ریاکار اور دنیا پرست عالم، متصدق اور مجاہد کے حق میں جو وعید آئی ہے، اس کا حاصل بھی یہ ہی ہے کہ ان سے محشر میں کہا جائے گا کہ جس غرض کے لئے تو نے علم سکھلایا، یا صدق و جہاد کیا وہ دنیا میں حاصل ہو چکی اب ہمارے پاس تیرے لئے کچھ نہیں۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں لے جاؤ (اعاذنا اللہ منها)

❖ یعنی ان اعمال پر دوزخ کے سوا اور کسی چیز کے مستحق نہیں کفار ابدی طور پر اور ریاکار مسلمان محدود مدت کے لئے۔ ہاں خدا تعالیٰ بعض مومنین کو محض اپنے فضل و کرم سے معاف فرمادے، وہ الگ بات ہے۔

❖ یعنی دنیا میں جو کام دنیوی اغراض کے لئے کئے تھے، آخرت میں پہنچ کر ظاہر ہوگا کہ وہ سب برباد ہوئے اور ریاکاری یا دنیا پرستی کے سلسلہ میں بظاہر جو نیکیاں کمائی تھیں، سب یونہی خراب گئیں، یہاں کوئی کام نہ آئی۔

شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۗ

ایک گواہ اللہ کی طرف سے اور اُس سے پہلے گواہ تھی موسیٰ کی کتاب رستہ بتلاتی اور بخشواتی (اوروں کی برابر ہے) ۛ

أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ

یہی لوگ مانتے ہیں قرآن کو اور جو کوئی منکر ہو اُس سے سب فرقوں میں سے

فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۗ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ إِنَّهُ الْحَقُّ

سو دوزخ ہے ٹھکانا اُس کا سو تو مت رہ شبہ میں اُس سے بے شک وہ حق ہے

مِن رَّبِّكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۷﴾

تیرے رب کی طرف سے اور پر بہت سے لوگ یقین نہیں کرتے ۛ

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۗ أُولَٰئِكَ

اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ ۛ وہ لوگ

يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ

رو برو آئیں گے اپنے رب کے گواہی دینے والے اور کہیں گے یہی ہیں

الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَىٰ

جنہوں نے جھوٹ کہا تھا اپنے رب پر ۛ سن لو پھنکار ہے اللہ کی

الظَّالِمِينَ ﴿۱۸﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ

نا انصاف لوگوں پر جو کہ روکتے ہیں اللہ کی راہ سے

وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۗ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿۱۹﴾

اور ڈھونڈتے ہیں اُس میں کجی اور وہی ہیں آخرت سے منکر ۛ

شاہد کی تفسیر | یعنی یہ شخص اور وہ ریاء کا رد نیا پرست جن کا ذکر پہلے ہوا، کیا برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ”بَیِّنَةٌ“ (صاف رستہ) سے مراد وہ رستہ ہے جس پر انسان اپنی اصلی اور صحیح فطرت کے موافق چلنا چاہتا ہے۔ بشرطیکہ گرد و پیش کے حالات و خیالات سے متاثر نہ ہو، اور وہ توحید، اسلام اور قرآن کا راستہ ہے۔ ”فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ“ (روم، رکوع ۴) ”وَفِي الْحَدِيثِ ”كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ“ الخ اور ”شَاهِدٌ مِنْهُ“ (گواہ اللہ کی طرف سے) قرآن عظیم ہے جو گواہی دیتا ہے کہ ”دین فطرت“ (توحید و اسلام) پر چلنے والا بیشک ٹھیک راستہ پر چل رہا ہے ”اور وہ قرآن اپنی حقانیت کا بھی خود گواہ ہے آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ چونکہ قرآن کے لانے والے جبریل امین اور لینے والے محمد ﷺ ہیں۔ اس اعتبار سے ان کو بھی شاہد کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ حضور کی شان تو یہ ہے کہ آپ کے اخلاق و عادات، معجزات، زبان مبارک، چہرہ نورانی، ہر چیز سے شہادت ملتی ہے کہ جس دین کے آپ حامل ہیں وہ بالکل سچا دین ہے آگے ”وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً“ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سے پہلے جو وحی کسی نبی پر نازل کی گئی وہ بھی ”دین فطرت کی صداقت پر گواہ تھی۔ خصوصاً موسیٰ علیہ السلام پر جو عظیم الشان کتاب (تورات) اتاری گئی قرآن سے پیشتر اسے ایک بڑا بھاری شاہد ان لوگوں کی حقانیت کا کہنا چاہئے جو دین فطرت کے صاف راستہ پر چلتے ہیں۔

نجات کا واحد راستہ قرآن ہے | یعنی یہود، نصاریٰ، بت پرست، مجوس، عرب، عجم، یورپ ایشیا کسی فرقہ جماعت اور ملک و ملت سے تعلق رکھتا ہو جب تک قرآن کو نہ مانے گا نجات نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی بعض احادیث میں آپ نے بہت تصریح و تعمیم کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہ خطاب ہر شخص کو ہے جو قرآن سنے یا حضور کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے کہ قرآن کی صداقت اور ”من اللہ“ ہونے میں قطعاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ جو لوگ نہیں مانتے وہ احمق ہیں یا معاند۔ یعنی قرآن جھوٹ اور افتراء نہیں۔ خدا کا سچا پیغام ہے جسکو قبول کرنا ضروری ہے خوب سمجھ لو کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہو سکتا جو خدا پر جھوٹ باندھے۔ مثلاً اس کا کلام نہ ہو اور کہہ دے کہ اس کا کلام ہے یا واقعی اس کا ہو اور خدا بار بار فرمائے کہ میرا کلام ہے مگر باوجود روشن دلائل کے جھٹلاتا رہے اور کہتا رہے کہ اس کا نہیں۔

یعنی محشر میں جب خدا کے سامنے علی رؤس الاشہاد پیش ہونگے اور انکی شرارتوں کے دفتر کھولے جائیں گے اس وقت گواہی دینے والے (ملائکہ، انبیاء، صالحین بلکہ خود ان کے ہاتھ پاؤں) کہیں گے کہ یہ ہی وہ بد بخت ظالم ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹ بکا تھا۔

یہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے یعنی جو لوگ ظلم اور نا انصافی سے خدا کے کلام کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آخرت کے منکر ہیں دوسروں کو خدا کی راہ پر چلنے سے روکتے اور اس تلاش میں رہتے ہیں کہ سیدھے راستے کو میڑھا ثابت کریں۔ ایسے ظالموں پر خدا کی خصوصی لعنت ہے۔

أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا

اور نہیں

وہ لوگ نہیں تھکانے والے زمین میں بھاگ کر

كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءٍ مَّ يُضْعَفُونَ

دونا ہے

کوئی حمایتی

اللہ کے سوا

ان کے واسطے

لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا

اور نہ

نطاقات رکھتے تھے سننے کی

ان کے لیے عذاب

كَانُوا يُبْصِرُونَ ۚ ۝۳۰ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ

اپنی جان

جو کھو بیٹھے

وہی ہیں

دیکھتے تھے

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يُفْتَرُونَ ۚ ۝۳۱ لَا جَرَمَ لَهُمُ

کہ یہ لوگ

اس میں شک نہیں

جو جھوٹ باندھا تھا

اور گم ہو گیا ان سے

فِي الْآخِرَةِ هُمْ الْآخَسِرُونَ ۚ ۝۳۲ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

اور

البتہ جو لوگ ایمان لائے

سب سے زیادہ نقصان میں

یہی ہیں

آخرت میں

عَبِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآخَبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

وہ ہیں جنت کے رہنے

اپنے رب کے سامنے

اور عاجزی کی

کام کئے نیک

الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۚ ۝۳۳ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ

مثال ان دونوں فرقوں کی

وہ اسی میں رہا کریں گے

والے

كَأَنَّهُمْ وَابِعِصْبٍ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِينَ

کیا برابر ہے دونوں کا

اور سنتا

اور دوسرا دیکھتا

اور بہرا

جیسے ایک تو اندھا

۱ یعنی اتنی وسیع زمین میں نہ کہیں بھاگ کر خدا سے چھپ سکتے ہیں اور نہ کوئی مددگار اور حمایتی مل سکتا ہے جو خدا کے عذاب سے بچا دے۔

۲ کیونکہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔

۳ یعنی دنیا میں ایسے اندھے بہرے بنے کہ نہ حق بات سننے کی تاب تھی نہ خدا کے نشانوں کو دیکھتے تھے جنہیں دیکھ کر ممکن تھا راہِ ہدایت پالیتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ اللہ پر جھوٹ بولا بے اصل اور غلط باتیں اس کی طرف منسوب کیں۔ کہاں سے لائے؟ غیب سے سن نہ آتے تھے غیب کو دیکھتے نہ تھے پھر ان کا ماخذ کیا ہے۔

۴ جان کا کھو بیٹھنا، یہ ہی کہ ابدی عذاب میں گرفتار ہوئے اور سب جھوٹے دعوے وہاں پہنچ کر گم ہو گئے۔

۵ منکرین کی بد انجامی کے بالمقابل مومنین کا انجام نیک بیان فرمایا۔ ان کی عاجزی خدا کو پسند آئی اس لئے اپنی دائمی خوشنودی کا مقام عطا فرمایا۔

مَثَلًا أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۴ ۲۳ ۵ وَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ

حال

پھر کیا تم غم نہیں کرتے

اور ہم نے بھیجا نوح کو

اس

قَوْمِهِ زَانِيٍّ لِّكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۶ ۲۴ ۷ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا

کی قوم کی طرف

کہ میں تم کو ذری بات سنا تا ہوں کھول کر

کہ نہ پرستش کرو اللہ کے

اللَّهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمِ الْيَوْمِ ۸ ۲۵ ۹ فَقَالَ

سوا

میں ڈرتا ہوں تم پر

دردناک دن کے عذاب سے

پھر بولے

الْمَلَائِكَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا

سردار

جو کافر تھے

اس کی قوم کے

ہم کو تو تو نظر نہیں آتا

مگر

بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ

ایک آدمی ہم جیسا

اور دیکھتے نہیں کوئی تابع ہوا ہو تیرا

مگر جو

أَرَادْنَا بَادِيَ الرَّأْيِ ۱۰ ۲۶ ۱۱ وَمَا نَرَاكَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ

ہم میں سچ قوم ہیں

بلاتامل

اور ہم نہیں دیکھتے تم کو اوپر اپنے

کچھ

فَضْلٍ بَلْ نُنَظُّكُمْ كَذِبِينَ ۱۲ ۲۷ ۱۳ قَالَ يُقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ

بڑائی

بلکہ ہم کو خیال ہے کہ تم سب جھوٹے ہو

بولو

اے قوم

دیکھو تو

إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيْنَيْهِ مِّنْ رَبِّي وَأَنْتَنِي رَحْمَةً

اگر میں ہوں صاف راستہ پر

اپنے رب کے

اور اس نے بھیجی مجھ پر رحمت

مِّنْ عِنْدِهِ فَعَبَّيْتُ عَلَيْكُمْ ۱۴ ۲۸ ۱۵ أَنْ لِّزِمَكُمُوهَا وَأَنْتُمْ

اپنے پاس سے

پھر اس کو تمہاری آنکھ سے مخفی رکھا

تو کیا ہم تم کو مجبور کر سکتے ہیں اس پر

اور تم

کفار اور موہین کا فرق | یعنی منکرین تو اندھے بہرے ہیں جیسا کہ دو تین آیت پہلے فرمایا تھا ”مَا كَانُوا يَسْتَبْطِئُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ“ پھر جسے نہ خود نظر آئے نہ دوسرے کی سن سکے، اس کا آغاز و انجام کیسے ان روشن ضمیر ایمانداروں کے برابر ہو سکتا ہے جو بصیرت کی آنکھوں سے حق و باطل اور بھلے برے میں تمیز کرتے اور اپنے ہادیوں کی باتیں بگوش ہوش سنتے ہیں۔ غور کرو کہ دونوں کا انجام یکساں کس طرح ہو سکتا ہے؟ آگے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ اسی مضمون کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

یعنی نہایت وضاحت کے ساتھ وہ چیزیں بتلاتا ہوں جن کے ارتکاب پر مہلک عذاب نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔ یا جو اس عذاب سے محفوظ رہنے کے ذرائع ہیں۔

یعنی وڈ، سواع، یغوث یعوق، نسر کی جن کا ذکر سورہ نوح میں آئے گا۔

یعنی غیر اللہ کی پرستش سے باز نہ آنے کی صورت میں سخت عذاب آنے کا ڈر ہے۔ ”درد ناک دن“ سے وہ دن مراد ہے جس میں المناک اور درد انگیز حوادث کا وقوع ہو۔ مثلاً قیامت کا دن یا وہ دن جس میں قوم نوح غرقاب کی گئی۔

حضرت نوح اور ان کی قوم کا مناظرہ | یعنی رسول کو تمام قوم کے مقابلہ میں کوئی نمایاں امتیاز ہونا چاہئے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہماری طرح جنس بشر سے ہو، آسمان کے فرشتے نہیں۔ جس کے سامنے خواہ مخواہ انسانوں کی گردنیں جھک جائیں پھر بشر بھی ایسے نہیں جسے کوئی خاص تفوق اور بڑائی ہم پر حاصل ہوتی مثلاً بڑے دولت مند یا جاہ و حکومت کے مالک ہوتے، جو لوگ تمہارے پیرو ہوئے وہ بھی ماشاء اللہ سب کے سب مفلس، رذیل، پست اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنا بھی ہم جیسے شریفوں کے لئے ننگ و عار کا موجب ہے تو کیا ساری خدائی میں سے تم ہی ملے تھے جنہیں خدا نے اپنے منصب سفارت پر مامور فرمایا۔ آخر ہم تم سے حسب نسب، مال و دولت، خلق و خلق کس بات سے کم تھے؟ جو ہمارا انتخاب اس عہدہ کے لئے نہ ہو گیا۔ کم از کم آپ کا اتباع کرنے والے ہی کوئی معزز اور بڑے آدمی ہوتے۔ بھلا ان موچیوں اور حجاموں کا تابع ہو جانا آپ کے لئے کیا موجب فضل و شرف ہو سکتا ہے؟ اور کس طرح صداقت کی دلیل بن سکتی ہے؟ ایسے سطحی لوگوں کا جن کی پستی اور رذالت بالکل عیاں ہے بے سوچے سمجھے اور بدون غور و تامل کے ظاہری اور سرسری طور پر ایمان لے آنا آپ کا کونسا کمال ہے؟ بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی سب جھوٹے ہو۔ تم نے ایک بات بنائی اور چند بیوقوفوں نے ہاں میں ہاں ملا دی تاکہ اس طرح ایک نئی تحریک اٹھا کر کوئی امتیاز اور بزرگی حاصل کر لیں۔ یہ ان ملعونوں کی تقریر کا ما حاصل تھا۔ نوح علیہ السلام نے جو جواب دیا آگے آتا ہے۔

لَهَا كَرِهُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَقَوْمٍ لَا اسْأَلَكُمْ عَلَيْهِ مَا لَاط

اس سے بیزار ہو ۱ اور اے میری قوم ۲ نہیں مانگتا میں تم سے ۳ اس پر کچھ مال ۴

إِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ

میری مزدوری نہیں ۱ مگر اللہ پر ۲ اور میں نہیں ہانکتے والا ۳

أَمِنُوا أَنَّهُمْ مُلْقُوا رَبَّهُمْ وَلَكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا

ایمان والوں کو ۱ اُن کو ملتا ہے اپنے رب سے ۲ لیکن میں دیکھتا ہوں ۳ تم لوگ ۴

تَجْهَلُونَ ﴿٢٩﴾ وَيَقَوْمٍ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ

جاہل ہو ۱ اور اے قوم ۲ کون چھڑائے مجھ کو ۳ اللہ سے ۴ اگر ۵

طَرَدْتَهُمْ ط أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣٠﴾ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي

اُن کو ہانک دوں ۱ کیا تم دھیان نہیں کرتے ۲ اور میں نہیں کہتا تم کو ۳ کہ میرے پاس ہیں ۴

خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا أَقُولُ إِنِّي

خزانے اللہ کے ۱ اور نہ میں خبر رکھوں غیب کی ۲ اور نہ کہوں ۳ کہ میں ۴

مَلِكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ

فرشتہ ہوں ۱ اور نہ کہوں گا ۲ کہ جو لوگ تمہاری آنکھ میں حقیر ہیں ۳ نہ ۴

يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا ط اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ ﴿٣١﴾

دے گا اُن کو اللہ بھلائی ۱ اللہ خوب جانتا ہے ۲ جو کچھ اُن کے جی میں ہے ۳

إِنِّي إِذَا لِمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٣٢﴾ قَالُوا يُنَوِّرُ قَدْ جَدَلْنَا

یہ کہوں تو میں بے انصاف ہوں ۱ بولے ۲ اے نوح تو نے ہم سے جھگڑا کیا ۳

❖ حضرت نوح کی تقریر | یعنی یہ صحیح ہے کہ پیغمبر کو عام انسانوں سے بالکل ممتاز ہونا چاہئے لیکن وہ امتیاز مال و دولت ملک و حکومت اور دنیا کی ٹیپ ٹاپ میں نہیں، بلکہ اعلیٰ اخلاق، بہترین ملکات، تقویٰ، خدا ترسی، حق پرستی، دردمندی، خلاق اور ان صریح آیات و نشانات پیش کرنے سے ان کو امتیاز حاصل ہوتا ہے جو حق تعالیٰ بطور اتمام حجت و اکمال نعمت ان کے اندر قائم کرتا یا ان کے ذریعہ سے ظاہر فرماتا ہے۔ وہ وحی الہی اور ربانی دلائل و براہین کی روشنی میں صاف راستہ پر چلتے ہیں اور دن رات خدا کی خصوصی رحمتیں ان پر بارش کی طرح برتی ہیں۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ سب چیزیں مجھ میں کھلے طور پر موجود ہوں اور یقیناً موجود ہیں۔ لیکن جس طرح اندھے کو سورج کی روشنی نظر نہیں آتی، تمہاری آنکھیں بھی اس نور الہی کے دیکھنے سے قاصر رہیں، تو کیا ہم زبردستی مجبور کر کے تم سے اس نور اور رحمت کا اقرار کر سکتے ہیں جس سے تم اس قدر نفور و بیزار ہو کہ آنکھ کھول کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ میری بزرگی و برتری جو تم کو نظر نہیں آتی، یہ اس لئے ہے کہ تمہارے دل کی آنکھیں اندھی ہیں یا بند ہیں۔

❖ یعنی میں تبلیغ کے کام کی کوئی تنخواہ تم سے نہیں مانگتا، جو مالی خود غرضی کا شبہ ہو۔ میں اپنے پروردگار کا نوکر ہوں اسی کے یہاں سے مزدوری ملے گی بجز اللہ نہ مجھے تمہارے مال کی طلب ہے نہ ضرورت، پھر غریبوں کو چھوڑ کر مالداروں کی طرف کیوں جھکوں۔ اگر تم میرے اتباع کو محض ان کے افلاس یا پیشہ کی وجہ سے حقیر و ذلیل سمجھتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ میں وہ نہیں جو دولت ایمان کے سرمایہ داروں کو ظاہری خستہ حالی کی بناء پر جانوروں کی طرح دھکے دیکر نکال دوں انہیں ایک روز اپنے پروردگار سے ملنا ہے۔ وہ میری شکایت اس کے دربار میں کریں گے کہ آپ کے پیغمبر نے متکبر دنیا داروں کی خاطر ہم غریب و فاداروں کو نکال دیا تھا۔ میں ظاہر حال کے خلاف یہ کیونکہ سمجھ لوں کہ ان کا ایمان محض ظاہری اور سرسری ہے۔ دلوں کو چیر کر دیکھنا میرا کام نہیں۔ یہ پروردگار کے یہاں پتہ چلے گا کہ ان کے دلوں کی کیا حالت تھی۔

❖ یعنی جہل و حماقت سے انجام پر نظر نہیں کرتے، صرف ان کی ظاہری شکستگی دیکھ کر حقیر سمجھتے ہو۔ اور ایسی مہمل درخواست کرتے ہو کہ ان کو ہٹا دیا جائے تو ہم تمہارے پاس آئیں۔ کیا غربت اور کسب حلال کوئی عیب ہے؟ یہ ہی چیز تو ہے جو حق کے قبول کرنے میں مزاحم نہیں ہوتی۔ عموماً دولت و جاہ کا نشہ انسان کو قبول حق سے محروم رکھتا ہے اسی لئے ہر قل کی حدیث میں آیا کہ انبیاء کے متبعین ضعیف ہوتے ہیں بہر حال تم نہیں جانتے کہ سب کو خدا کے پاس جمع ہونا ہے، وہاں پہنچ کر ظاہر ہوگا کہ اپنے کو ان سے بہتر سمجھنا تمہارا جاہلانہ غرور تھا۔

❖ یعنی میں تمہارے کبر و غرور اور جہالت سے متاثر ہو کر اپنا نقصان کیسے کروں، اگر تمہاری رعایت سے میں نے خدا کے مخلص بندوں کو دھکے دے دیے تو اس کی سزا اور گرفت سے مجھ کو کون بچا سکے گا۔

❖ کفار نے نوح علیہ السلام کو کہا تھا کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو، جتنے اور دولت کے اعتبار سے بھی کچھ امتیاز نہیں رکھتے، اُس کا جواب نہایت متانت و انصاف کے ساتھ دیتے ہیں کہ بیشک جیسا امتیاز تم دیکھنا چاہتے ہو اس کا ہم دعویٰ نہیں رکھتے، بلاشبہ میں ایک بشر ہوں، فرشتہ نہیں۔ نہ خدا نے اپنے سارے خزانے میرے تصرف و اختیار میں دے دیے ہیں، نہ تمام غیب کی باتوں پر مطلع کیا گیا ہوں، لیکن ان تمام باتوں کے اعتراف کے ساتھ تمہاری طرح یہ کبھی نہ کہوں گا کہ جو لوگ تمہاری نگاہ میں معیوب و حقیر ہیں (یعنی میں اور میرے رفقاء) ان کو خدا ہرگز کوئی خیر (بھلائی) نہیں دے سکتا۔ مثلاً ان میں سے کسی کو نبوت و حکمت عطا فرما دے اور باقیوں کو ایمان و عرفان کی دولت سے بہرہ ور کرے۔ خوب سمجھ لو حق تعالیٰ ان کے دلوں کی استعدادات و کیفیات کو پوری طرح جانتا ہے ہر ایک کی استعداد کے مناسب فیض پہنچاتا اور باطنی احوال و کیفیات کے موافق برتاؤ کرتا ہے اس نے جو خاص مہربانی مجھ پر یا میرے ساتھیوں پر کی ہے، وہ تمہاری آنکھ سے پوشیدہ ہے۔ اگر میں یہ کہنے لگوں کہ جو تمہیں بظاہر شکستہ حال اور حقیر دکھائی دیتے ہیں، خدا تعالیٰ نے بھی جو بواطن کا جاننے والا ہے انہیں کوئی عزت و شرف نہیں بخشا تو نہایت بے اصولی اور نا انصافی کی بات ہو گی۔ (تنبیہ)۔ اس آیت کے ابتدائی تین جملے سورہ "الانعام" میں گزر چکے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔

فَاكْثُرَتْ جِدَالَنَا فَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ

اور بہت جھگڑ چکا اب لے آجو تو وعدہ کرتا ہے ہم سے اگر تو

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَأْتِيَكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ

چاہے ﴿﴾ کہا کہ لائے گا تو اس کو اللہ ہی اگر

شَاءَ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نَصِيحَتِيْ

چاہے گا اور تم نہ تھکا سکو گے بھاگ کر ﴿﴾ اور نہ کارگر ہوگی تم کو میری نصیحت

اِنْ اَرَدْتُ اَنْ اَنْصَرَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ

جو چاہوں کہ تم کو نصیحت کروں اگر اللہ چاہتا ہوگا

اَنْ يُغْوِيَكُمْ ط هُوَ رَبُّكُمْ قَدْ وَاٰلِيْهِ تَرْجِعُوْنَ ط ﴿۳۴﴾ اَمْ

کہ تم کو گمراہ کرے وہی ہے رب تمہارا اور اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے ﴿﴾ کیا

يَقُولُوْنَ اَفْتَرَاهُ ط قُلْ اِنْ اَفْتَرَيْتُهُ فَعَلَيْ اِجْرَامِيْ

کہتے ہیں کہ بنا لیا قرآن کو ﴿﴾ کہہ دے اگر میں بنا لیا ہوں تو مجھ پر ہے میرا گناہ

وَ اَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّا تَجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاَوْحٰى اِلٰى نُوْحٍ

اور میرا ذمہ نہیں جو تم گناہ کرتے ہو ﴿﴾ اور حکم ہوا طرف نوح کی

اِنَّهٗ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا

کہ اب ایمان نہ لائے گا تیری قوم میں مگر جو ایمان لاپچکا سو

تَبْتَدِسُ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاَصْنَعِ الْفُلَكَ

غٹکین نہرہ ان کاموں پر جو کر رہے ہیں ﴿﴾ اور بنا کشتی

❖ **عذاب کا مطالبہ** | حضرت نوح قبل از طوفان ساڑھے نو سو برس ان میں رہے۔ شب و روز سرا و علانیہ انہیں نصیحت کرتے، ہر شبہ کا جواب دیتے، تبلیغ و تفہیم اور بحث و مناظرہ کا سلسلہ جاری رہتا۔ اسی جھگڑے میں صدیاں گزر گئیں۔ کفار نے ان کی حقانی بحثوں اور شب و روز کی روک ٹوک سے عاجز ہو کر کہا کہ اب یہ سلسلہ بند کیجئے۔ بس اگر آپ سچے ہیں تو جس عذاب کی دھمکیاں دیتے رہے ہو وہ فوراً لے آؤ تا کہ یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو۔

❖ **حضرت نوح کا جواب** | یعنی یہ چیز میرے قبضہ میں نہیں۔ خدا جس وقت اپنی حکمت کے موافق چاہے گا عذاب نازل کر دے گا۔ ہمارا فرض صرف آگاہ کر دینا تھا۔ باقی عذاب تو ایسی ہولناک اور عظیم الشان چیز ہے، جس کا لے آنا اور دفع کر دینا دونوں پہلو تو اے بشریہ کے دائرہ سے خارج ہیں۔ جب مشیت الہی ہوگی تو کہیں بھاگ کر پناہ نہ لے سکو گے۔ ایسا کون ہے جو خدا کو (معاذ اللہ) تھکا کر عاجز کر سکے۔

❖ **یعنی کفر پر اس قدر اصرار و ضد اور انتہائی شوخ چشتی سے نزول عذاب کی استدعاء پتہ دیتی ہے کہ خدا کا ارادہ یہ ہی ہے کہ تم کو گمراہی میں پڑا رہنے دے اور آخر کار ہلاک کر دے۔ پس اگر تمہاری بد کرداری کے سبب سے خدا نے یہ ہی چاہا تو میں کتنا ہی نصیحت و خیر خواہی کر کے تم کو نفع پہنچانا چاہوں، کچھ نافع اور موثر نہ ہوگا۔ تمہارا رب وہی ہے جسکے ملک و تصرف میں ہر چیز ہے جیسا جس کے ساتھ معاملہ کرے، کوئی روک نہیں سکتا۔ سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ ہی سب کے اعمال کی جزاء و سزا دینے والا ہے (رابط) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”یہاں تک جتنے سوالات و اعتراضات اس قوم کے تھے، وہ ہی تھے حضرت کی قوم کے۔ گویا یہ سب جواب ان کو ملے۔ ایک ان کا نیا دعویٰ تھا، اسے آگے قصہ کے درمیان میں بیان فرماتے ہیں۔**

❖ **واقعہ نوح پر کفار مکہ کا اعتراض** | یہ گفتگو کفار مکہ کی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھی کہ قرآن آپ خود بنا لائے ہیں۔ خدا کا کلام نہیں ہے۔ حضرت نوح کتاب نہ لائے تھے جو ان کی قوم یہ بات کہتی۔ (کذا فی الموضح) لیکن بعض مفسرین نے اس آیت کو بھی نوح کے قصہ کا جزو بتلایا ہے۔ یعنی ان کی قوم نے کہا کہ جن باتوں کو نوح خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ ان کی گھڑنت ہیں۔ بعض نے کہا کہ گفتگو تو اہل مکہ کی حضور سے ہے مگر اس کا تعلق خاص نوح کے قصہ سے تھا گویا وہ کہتے تھے کہ یہ داستان آپ نے جھوٹ بنالی ہے۔ واقعہ میں ان قصوں کی کوئی اصل نہیں۔

❖ **آنحضرت ﷺ کا جواب** | قرآن کو ”مفتری“ کہنے کا تحقیقی جواب اسی سورت میں ایک رکوع پہلے گزر چکا۔ یہاں آخری بات فرمائی یعنی قرآن کا کلام الہی ہونا نہایت واضح و محکم دلائل سے بار بار ثابت کیا جا چکا ہے ایسی روشن چیز کی تکذیب کر کے جو گناہ تم سمیٹ رہے ہو اس کا وبال تم ہی پر پڑے گا۔ اس کی فکر کرو میں کافی تبلیغ کر کے بری الذمہ ہو چکا ہوں۔ اب جو غلطیاں تم کرو اس کا میں ذمہ دار نہیں۔ ہاں بفرض محال اگر میں نے افتراء کیا ہو تو اس کا گناہ مجھ پر پڑ سکتا ہے۔ سو بحمد اللہ ایسا ہوا نہیں۔

❖ **حضرت نوح کی دعا اور اس کا جواب** | جب قوم کی ایذائیں حد سے گذر گئیں، تو نوح علیہ السلام نے سیکڑوں برس ظالموں کی زہرہ گداز جفائیں جھیلنے کے بعد خدا کے آگے شکوہ کیا ”اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَاَنْتَصِرْ“ کہ میں مغلوب و ضعیف ہوں۔ آپ ان سے بدلہ لیجئے۔ ارشاد ہوا کہ جن گئے چنے افراد کی قسمت میں ایمان لانا تھا، لاپچکے۔ آئندہ ان میں کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے لہذا اب آپ ان کی عداوت و تکذیب اور ایذا رسانی سے زیادہ غمگین نہ رہیں۔ عنقریب خدا کی شمشیر انتقام بے نیام ہونے والی ہے جو سب شرارتوں اور شرمیروں کا خاتمہ کر ڈالے گی۔

بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ

روبرو ہمارے اور ہمارے حکم سے اور نہ بات کر مجھ سے ظالموں کے

ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ قَفَاً وَكَلْبًا

حق میں یہ بے شک غرق ہوں گے اور وہ کشتی بنا تا تھا اور جب

مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ط قَالَ

گزرتے اُس پر سردار اُس کی قوم کے ہنسی کرتے اُس سے بولا

إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا

اگر تم ہنستے ہو ہم سے تو ہم ہنستے ہیں تم سے جیسے

تَسْخَرُونَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ

تم ہنستے ہو اب جلد جان لو گے کہ کس پر آتا ہے عذاب

يُخْزِيهِ وَيَجِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۳۹﴾ حَتَّىٰ إِذَا

کہ رسوا کرے اُس کو اور اترتا ہے اُس پر عذاب دائمی یہاں تک کہ جب

جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُورُ ۖ قُلْنَا احْبِلْ فِيهَا مِنْ

پہنچا حکم ہمارا اور جوش مارا تنور نے کہا ہم نے چڑھالے کشتی میں

كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ

ہر قسم سے جوڑا دو عدد اور اپنے گھر کے لوگ مگر جس پر پہلے ہو چکا ہے

الْقَوْلُ وَمَنْ أَمِنَ ط وَمَا أَمِنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿۴۰﴾

حکم اور سب ایمان والوں کو اور ایمان نہ لائے تھے اُس کے ساتھ مگر تھوڑے

❖ **کشتی بنانے کا حکم** | حق تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک کشتی ہمارے روبرو (یعنی ہماری حفاظت و نگرانی میں) ہمارے حکم

اور تعلیم والہام کے موافق تیار کرو۔ کیونکہ عنقریب پانی کا سخت خوفناک طوفان آنے والا ہے۔ جس میں یہ سب ظالمین و مکذبین یقیناً غرق کئے جائیں گے۔ ان کے حق میں اب یہ فیصلہ نافذ ہو کر رہے گا۔ آپ کسی ظالم کی سفارش وغیرہ کے لئے ہم سے کوئی بات نہ کریں۔ آنے والا عذاب بالکل اٹل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب قوم لوط کے حق میں جھگڑنا شروع کیا تھا ان کو بھی اسی طرح کا ارشاد ہوا تھا۔ "يَا اِبْرَاهِيمُ اَعْرِضْ عَنْ هَذَا اِنَّهُ قَدْ جَاءَ اَمْرٌ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ لَآتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ" (ہود، رکوع ۷)

❖ **حضرت نوح کی کشتی** | کہتے ہیں کشتی سا لہا سال میں تیار کی۔ کشتی کیا تھی بڑا جہاز تھا، جس میں الگ الگ درجے تھے۔

مفسرین نے اس کی تفصیل میں بہت سی مبالغہ آمیز اور عجیب و غریب روایات بیان کی ہیں جن میں اکثر اسرارہیلیات ہیں۔

❖ **قوم کا استہزاء** | کہ دیکھو! پیغمبر سے بڑھتی بن گئے۔ کبھی ایک عجیب سی چیز دیکھ کر نوح علیہ السلام سے پوچھتے کہ یہ کیا بناتے ہو؟ آپ

فرمادیتے کہ ایک گھر بنانا ہوں جو پانی پر چلے گا اور ڈوبنے سے بچائے گا۔ وہ سن کر ہنسی اڑاتے کہ خشک زمین پر ڈوبنے کا بچاؤ کر رہے ہیں۔

❖ **حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں** "وہ ہنستے تھے کہ خشک زمین پر غرق کا بچاؤ کرتا ہے۔ یہ ہنستے تھے اس پر کہ موت سر پر کھڑی ہے اور یہ

ہنستے ہیں۔" اسی تفسیر کے موافق مترجم محقق نے "فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ" کا ترجمہ بسینہ حال کیا ہے۔ ابن کثیر وغیرہ "نَسْخَرُ مِنْكُمْ" ارجح

میں استقبال کے معنی مراد لیتے ہیں۔ یعنی آج تم ہمیں احمق بناتے اور ہنستے ہو۔ لیکن وہ زمانہ قریب ہے کہ اس کے جواب میں تمہاری

سماقت و سفاہت پر ہم کو ہنسنے کا موقع ملے گا، جب تم اپنے جرائم کی پاداش میں سزایاب ہو گے۔

❖ **یعنی اب زیادہ تاخیر نہیں۔ جلد آشکارا ہو جائے گا کہ دنیا کارسوا کن اور آخرت کا دائمی عذاب کس پر نازل ہوتا ہے؟**

❖ **تنور سے پانی کا اُبلنا** | یعنی نوح علیہ السلام کشتی تیار کرتے رہے یہاں تک کہ وعدہ کے موافق خدا کا حکم پہنچ گیا۔ "بادلوں" کو کہ

برس پڑیں اور زمین کو کہ ابل پڑے، اور فرشتوں کو کہ تعذیب وغیرہ کے متعلق اپنے فرائض منصبی کا سرانجام کریں۔ آخر اوپر سے بارش

آئی اور نیچے زمین کی سطح سے چشموں کی طرح جوش مار کر پانی ابلنے لگا۔ حتیٰ کہ روٹی پکانے کے توروں میں بھی جہاں آگ بھری ہوتی

ہے، پانی ابل پڑا۔ **تنبیہ** | "تنور" کے معنی میں اختلاف ہے بعض مطلق روٹی پکانے کا تنور مراد لیتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ایک تنور

حضرت حواء سے منتقل ہوتے ہوتے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پہنچا تھا، وہ ان کے گھر میں طوفان کا نشان ٹھہرایا گیا تھا کہ جب

اس سے پانی ابلے کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ بعض کے نزدیک تنور کوئی خاص چشمہ "کوفہ" یا "جزیرہ" میں تھا۔ بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ

"تنور" صبح کے اجالے اور روشنی کو کہا ہے۔ یعنی صبح کی روشنی خوب چمکنے لگے۔ ابو حیان کہتے ہیں "فَاِذَا التَّنُّورُ" ممکن ہے "ظہور

عذاب" اور "شدت ہول" سے کننا یہ ہو جیسے "حمی الوطیس" شدت حرب سے کننا یہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے منقول ہے کہ

"تنور" کے معنی وجہ ارض (سطح زمین) کے ہیں۔ ہم نے اوپر جو تفسیر کی مقدم اسی معنی کو رکھا ہے، اشارہ بعض دوسرے معانی کی طرف

بھی کر دیا۔ حافظ ابن کثیر یہی تفسیر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔ وهذا قول جمهور السلف و علماء الخلف۔

❖ **کشتی کے سوار** | یعنی جن جانوروں کی ضرورت ہے اور نسل باقی رہنی مقدر ہے ان میں سے ایک ایک جوڑا (نر اور مادہ دونوں)

لیکر کشتی پر سوار کر لو۔

❖ **یعنی مقدر ہو چکا ہے کہ وہ ظالموں کے زمرہ میں داخل ہونے کی وجہ سے غرق کئے جائیں گے** "وَلَا تُخَاطَبُنِي فِي الدِّينِ

ظَلَمُوا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُونَ" اس سے مراد ہے نوح کا بیٹا "یام" جس کا لقب کنعان تھا اور کنعان کی والدہ "واعلہ" گھروالوں میں سے

یہ دونوں علیحدہ رہے اور غرق ہوئے۔

❖ **یعنی اسی مرد یا کم و بیش۔**

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِبَهَا وَمُذْرِبَهَا

اور بولا سوار ہو جاؤ اس میں اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور ٹھہرنا

اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ بِرِمْمٍ فِيْ مَوْجٍ

تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان اور وہ لیے جارہی تھی اُن کو لہروں میں

كَأَجْبَالٍ تَفْوِنَادُ نُوْحٍ اِبْنَهُ وَكَانَ فِيْ مَعْرِزٍ

جیسے پہاڑ اور پکارا نوح نے اپنے بیٹے اور وہ ہورہا تھا کنارے

يَبْنِيْ اَرْكَبُ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

اے بیٹے سوار ہو جا ساتھ ہمارے اور مت رہ ساتھ کافروں کے

قَالَ سَاوِيْ اِلَى جَبَلٍ يَّعْصُمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ط قَالَ

بولا جا لگوں گا کسی پہاڑ کو جو بچالے گا مجھ کو پانی سے کہا

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۗ وَحَالٍ

کوئی بچانے والا نہیں آج اللہ کے حکم سے مگر جس پر وہی رحم کرے اور حال ہوگی

بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُهْرَقِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيلَ يَا رِضُ

دونوں میں موج پھر ہو گیا اور بننے والوں میں اور حکم آیا اے زمین

اِنْبَلِعِيْ مَآءَكَ وَيَسْمَآءُ اَقْلَعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءِ وَقُضِيَ

نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا اور سگھا دیا گیا پانی اور ہو چکا

الْاَمْرُ وَاَسْتَوَتْ عَلَ الْجُوْدِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ

کام اور کشتی ٹھہری جو دی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور ہو قوم

سوار ہونے کی دُعا | نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ بنا م خدا کشتی پر سوار ہو جاؤ، کچھ فکر مت کرو اس کا چلنا اور ٹھہرنا سب خدا کے اذن و حکم اور اس کے نام کی برکت سے ہے۔ غرقابی کا کوئی اندیشہ نہیں۔ میرا پروردگار مومنین کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والا اور ان پر بے حد مہربان ہے۔ وہ اپنے فضل سے ہم کو صحیح سلامت اتارے گا۔ اس آیت سے نکلتا ہے کہ کشتی وغیرہ پر سوار ہوتے وقت ”بِسْمِ اللّٰهِ“ کہنا چاہئے۔

حضرت نوح کا اپنے بیٹے کو سمجھانا | یعنی کشتی پہاڑ جیسی موجوں کو چیرتی پھاڑتی بے خوف و خطر چلی جا رہی تھی۔ سوار ہونے کے بعد نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے ”یام“ (کنعان) کو جو اپنے باپ بھائی وغیرہ سارے کنبہ سے کنارے ہو کر کافروں کی صحبت میں تھا، آواز دی کہ ان بد بخت کافروں کی معیت چھوڑ کر ہمارے ساتھ سوار ہو جا! تا اس مصیبت عظمیٰ سے نجات پاسکے۔ (تنبیہ) یا تو نوح علیہ السلام اسے مومن خیال کرتے تھے، اس لئے آواز دی خواہ واقعہ میں مومن نہ ہو یا کافر جانتے ہوں مگر یہ توقع ہوگی کہ ان ہولناک نشانات کو دیکھ کر مسلمان ہو جائے گا۔ یا ”وَأَهْلَكَ“ کے عموم میں داخل سمجھ کر شفقت پدری کے جوش سے ایسا کیا ہو، اور ”إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ“ کو مجمل ہونے کی وجہ سے اس پر منطبق نہ سمجھتے ہوں۔ واللہ اعلم۔

وہ اپنے جہل و غباوت سے ابھی یہ خیال کر رہا تھا کہ جس طرح معمولی سیلابوں میں بعض اوقات کسی بلندی پر چڑھ کر آدمی جان بچا لیتا ہے، میں بھی کسی اونچے پہاڑ پر چڑھ کر جان بچا لوں گا۔

یعنی کس خط میں پڑا ہے۔ یہ معمولی سیلاب نہیں۔ عذاب الہی کا طوفان ہے۔ پہاڑ کی کیا حقیقت کوئی چیز آج عذاب سے نہیں بچا سکتی ہاں خدا ہی کسی پر رحم کرے تو بچ سکتا ہے مگر اس ہنگامہ دار و گیر اور مقام انتقام میں کٹر مجرموں پر رحم کیسا؟ باپ بیٹے کی یہ گفتگو پوری نہ ہوئی تھی کہ پانی کی ایک موج نے درمیان میں حائل ہو کر ہمیشہ کے لئے دونوں کو جدا کر دیا۔

الظَلْمِیْنَ ﴿۳۳﴾ وَنَادَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي

ظالم ﴿۳۳﴾ اور پکارا نوح نے اپنے رب کو کہا اے رب میرا بیٹا ہے

مِنْ أَهْلِیْ وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ

میرے گھر والوں میں اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا

الْحَكِیْمِیْنَ ﴿۳۴﴾ قَالَ یٰنُوحُ إِنَّهُ لَیْسَ مِنْ أَهْلِکَ ۚ إِنَّهُ

حاکم ہے فرمایا اے نوح وہ نہیں تیرے گھر والوں میں اس کے

عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۚ فَلَا تَسْأَلْنِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۗ

کام ہیں خراب سو مت پوچھ (طلب کر) مجھ سے جو تجھ کو معلوم نہیں

إِنِّیْۤ اَعْطُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰہِلِیْنَ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ

میں نصیحت کرتا ہوں تجھ کو کہ نہ ہو جائے تو جاہلوں میں ﴿۳۵﴾ اے رب بولا

إِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْأَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ ۗ

میں پناہ لیتا ہوں تیری اس سے کہ پوچھوں (مانگوں) تجھ سے جو معلوم نہ ہو مجھ کو ﴿۳۶﴾

وَإِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِیْۤ اَكُنُّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۳۶﴾

اور اگر تو نہ بخشے مجھ کو اور رحم نہ کرے تو میں ہوں نقصان والوں میں ﴿۳۶﴾

﴿۳۶﴾ طوفان اور اسکا خاتمہ | ایک مدت تک اس قدر پانی برسا گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور زمین کے پردے پھٹ

پڑے۔ درخت اور پہاڑیاں تک پانی میں چھپ گئیں۔ اصحاب سفینہ کے سوا تمام لوگ جن کے حق میں نوح علیہ السلام نے دعاء کی

تھی ”رَبِّ لَا تَذَرْ عَلٰی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ذٰبِرًا“ (نوح، رکوع ۲) غرق ہو گئے۔ اس وقت خداوند قدوس نے زمین کو حکم دیا

کہ اپنا پانی نکل جا! اور بادل کو فرمایا کہ تھم جا! پھر کیا مجال تھی کہ دونوں اس کے امتثال حکم میں ایک لمحہ کی تاخیر کرتے۔ چنانچہ پانی

خشک ہونا شروع ہو گیا۔ کشتی ”جودی“ پہاڑ پر جا لگی جو بعض کے نزدیک موصل میں تھا۔ اور جو کام خدا نے چاہا (یعنی بحرین کو سزا

دینا) وہ پورا ہو چکا۔ ظالموں کے حق میں کہہ دیا گیا کہ خدا کی رحمت سے دور ہو کر ہمیشہ کے لئے مصیبت و بلاکت کے غار میں پڑے

رہو۔ تنبیہ | اس میں اختلاف ہے کہ ”طوفان نوح“ تمام دنیا میں آیا یا خاص ملکوں میں۔ اس کے فیصلہ کا یہاں موقع نہیں۔ مگر یاد

رہے کہ ”دائرة المعارف“ میں بعض محققین یورپ کے ایسے اقوال و دلائل نقل کئے ہیں جو عموم طوفان کی تائید کرتے ہیں۔ جو لوگ عام طوفان کے قائل ہیں، ان میں سے اکثر کے نزدیک موجودہ دنیا کے کل انسان نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں ”سام“، ”حام“، ”یاقت“ کی اولاد ہیں۔ ”وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ“ طوفان سے جو بچے اور حیوانات ہلاک ہوئے، ان کا ہلاک بطور تعذیب نہ تھا بلکہ جیسے خدا دوسرے اسباب طبیعیہ کے ذریعہ سے ان پر موت وارد کرتا ہے اور وہ ظلم نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں ان کی موت اس ذریعہ سے واقع ہوئی آخرا ب بھی جو سیلاب اور طوفان آتے ہیں ان میں کتنے جانور اور بچے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اپنے بیٹے کے بارے میں حضرت نوح کی دُعا کے اسباب | نوح علیہ السلام نے یہ کس وقت عرض کیا، کنعان کے غرق ہونے سے پہلے یا غرق ہونے کے بعد، دونوں احتمال ہیں۔ نیز کنعان کو اس کی منافقانہ اوضاع و اطوار دیکھ کر غلط فہمی سے مومن سمجھ رہے تھے یا کافر سمجھتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں یہ گزارش کی۔ دونوں باتوں کا امکان ہے۔ اگر مومن سمجھ کر غرقابی سے پہلے عرض کیا تھا تو مقصود اپنی اضطرابی کیفیت کا اظہار اور خدا سے کہہ کر اس کے بچاؤ کا انتظام کرنا تھا۔ اور اگر غرقابی کے بعد یہ گفتگو ہوئی تو محض معاملہ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کی غرض سے اپنا خلجان یا اشکال پیش کیا۔ یعنی خداوند! تو نے میرے گھر والوں کو بچانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور کنعان مومن ہونے کی وجہ سے ”الَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ“ کے استثناء میں بظاہر داخل نہیں۔ پھر اسکی غرقابی کا راز کیا ہے؟ بلاشبہ آپ کا وعدہ سچا ہے۔ کسی کو یہ خیال نہیں گذر سکتا کہ معاذ اللہ وعدہ خلافی کی ہو۔ آپ احکم الحاکمین اور شہنشاہ مطلق ہیں۔ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ کسی کو حق نہیں کہ آپ کے فیصلہ کے سامنے دم مار سکے، یا آپ کو وعدہ خلافی پر مجبور کر دے، نہ کسی کا یہ منصب ہے کہ آپ کے حکم ناطق کے متعلق کسی قسم کی نکتہ چینی کر سکے۔ فقط قلبی اطمینان کے لئے بطریق استعلام و استفسار اس واقعہ کا راز معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ جواب ملا یہ ان گھر والوں میں سے نہیں جن کے بچانے کا وعدہ تھا۔ بلکہ ”الَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ“ میں شامل ہے۔ کیونکہ اسکے عمل خراب ہیں۔ تم کو اسکے کفر و شرک کی خبر نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ پیغمبرانہ فراست کی روشنی میں صریح آثار کفر کے باوجود ایک کافر کا حال مشتہر ہے۔ جس شخص کا واقعی حال تمہیں معلوم نہیں اس کے بارہ میں ہم سے ایسی نامناسب رعایت یا اس طرح کی کیفیت مت طلب کرو۔ مقررین کو لائق نہیں کہ وہ بے سوچے سمجھے ادب ناشناس جاہلوں کی سی باتیں کرنے لگیں۔ آیت کی یہ تقریر اس صورت میں ہے کہ نوح علیہ السلام کنعان کو مومن سمجھتے ہوں اور اگر کافر سمجھتے تھے تو شاید اس درخواست یا سوال کا منشاء یہ ہو کہ ”انجاء“ کے ذکر میں ”اہل“ کو چونکہ عام مومنین سے الگ کر کے بیان فرمایا تھا، اس سے نوح علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ میرے اہل کو اس دنیوی عذاب سے محفوظ رکھنے کے لئے ایمان شرط نہیں اور ”الَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ“ مجمل تھا۔ اس لئے اس کے مصداق کی تعیین نہیں کر سکے۔ بناءً علیہ شفقت پدری کے جوش میں عرض کیا کہ الہ العالمین! میرا بیٹا یقیناً میرے اہل میں داخل ہے جسکے بچانے کا آپ وعدہ فرما چکے ہیں پھر یہ کیوں غرق کیا جا رہا ہے یا غرق کر دیا گیا۔ جواب ملا کہ تمہارا پہلا ہی مقدمہ (اِنَّ اِنْسِي مِنْ اَهْلِي) غلط ہے۔ جس اہل کے بچانے کا وعدہ تھا اس میں یہ داخل نہیں۔ کیونکہ اس کے کرتوت بہت خراب ہیں نیز ”الَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ“ کے مصداق کا تم کو کچھ علم نہیں کہ وہ کون لوگ ہیں۔ پھر جس چیز کا علم تم نہیں رکھتے اس کی نسبت ایسے مجاہد کے رنگ میں سوال یا درخواست کرنا تمہارے لئے زیبا نہیں۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”آدمی وہی پوچھتا ہے جو معلوم نہ ہو۔ لیکن مرضی معلوم ہونی چاہئے۔ یہ کام جاہل کا ہے کہ بڑے کی مرضی پوچھنے کی نہ دیکھے، پھر پوچھے۔ ”مرضی کیوں نہ تھی؟“ اسے ہم فائدہ گذشتہ میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت نوح کی توبہ | حضرت نوح کا نپ اٹھے اور توبہ کی، لیکن یہ نہ کہا کہ پھر ایسا نہ کروں گا کہ اس میں دعویٰ نکلتا ہے۔ بندہ کو کیا مقدور ہے۔ چاہئے اسی کی پناہ مانگے کہ مجھ سے پھر نہ ہو اور دل میں عزم نہ کرنے کا رکھے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور یونس علیہ السلام وغیرہ کی توبہ کے جو الفاظ قرآن میں نقل ہوئے ہیں ان میں یہی ادب ملحوظ رہا ہے۔

قِيلَ يٰ نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَ

علم ہوا اے نوح اتر سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کے ساتھ تجھ پر اور

عَلَىٰ اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۗ وَاُمَّمٌ سَنُنْتَعِهِنَّ ۗ ثُمَّ

ان فرقوں پر جو تیرے ساتھ ہیں اور دوسرے فرتے ہیں کہ ہم فائدہ دیں گے ان کو پھر

يَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ

پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے عذاب دردناک یہ باتیں مجملہ غیب کی

الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ ۗ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ

خبروں کے ہیں کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف نہ تجھ کو ان کی خبر تھی

وَلَا قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۗ فَاصْبِرْ ۗ اِنَّ الْعَاقِبَةَ

اور نہ تیری قوم کو اس سے پہلے سو تو صبر کر البتہ انجام بھلا ہے

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۗ قَالَ يٰ قَوْمِ

ڈرنے والوں کا اور عادی طرف ہم نے بھیجا ان کے بھائی ہود کو اے قوم

اَعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ ۗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا

بندگی کرو اللہ کی کوئی تمہارا حاکم نہیں سوائے اس کے تم سب

مُفْتَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ يٰ قَوْمِ لَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۗ اِنْ اَجْرِيْ

جھوٹ کہتے ہو میں تم سے نہیں مانگتا اس پر مزدوری میری مزدوری

اِلَّا عَلَ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ يٰ قَوْمِ

اسی پر ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر کیا تم نہیں سمجھتے اور اے قوم

مَعَانِقِد ۹۱
اَلْوَقْفُ عَلٰى فَا صَبِرًا حَسَنًا وَ اَلْبِقَى ۱۲

سلامتی اور برکت کا وعدہ | یعنی کشتی سے ”جودی“ پر۔ پھر ”جودی“ سے زمین پر اترے۔ برکتیں اور سلامتی آئندہ تم پر اور ان اقوام پر رہے گی جو تمہارے ساتھیوں سے پیدا ہونے والی ہیں۔ فی الحال جو زمین طوفان سے بالکل اجڑ گئی ہے خدا دوبارہ آباد کر دے گا۔ اور اسکی رونق و برکت پھر عود کر آئے گی۔ ”سلامت“ کے لفظ سے گویا حق تعالیٰ نے تسلی فرمادی کہ پھر ساری نوع انسانی پر قیامت سے پہلے ایسی عام ہلاکت نہ آئے گی، مگر بعضے فرقتے ہلاک ہوں گے۔

یعنی یہ دلائل نبوت میں سے ہے کہ ایک امی کی زبان سے اُمم سابقہ کے ایسے مستند و مفصل واقعات سنوائے جائیں۔

جیسے نوح اور ان کے رفقاء کا انجام بھلا ہوا آپ کے ساتھیوں کا مستقبل بھی نہایت تابناک اور کامیاب ہے۔ آپ کفار کی ایذاؤں پر صبر کریں، گھبرا کر تنگدل نہ ہوں۔ جیسے نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس صبر کیا۔

کہ پتھر کے ”بت“ بھی باختیار حاکم بلکہ معبود ہیں۔ ”سورۃ اعراف“ میں قوم ”ہود“ کا قصہ گذر چکا۔

قوم عاد کو حضرت ہود کی تبلیغ | یعنی تمہارے مال کی مجھے ضرورت نہیں۔ میرا پیدا کرنے والا ہی تمام دنیوی ضروریات اور اخروی اجر و ثواب کا کفیل ہے۔ یہ بات ہر ایک پیغمبر نے اپنی قوم سے کہی تاکہ نصیحت بے لوث اور موثر ہو۔ لوگ ان کی محنت کو دنیوی طمع پر معمول نہ کریں۔

یعنی اس قدر غمی ہو، اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ایک شخص بے طمع بے غرض، محض درد مندی اور خیر خواہی سے تمہارے فلاح دارین کی بات کہتا ہے۔ تم اسے دشمن اور بدخواہ سمجھ کر دست و گریباں ہوتے ہو۔

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ

گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع کرو اسی کی طرف ﴿﴾ چھوڑے گا تم پر آسمان سے

مَدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا

دھاریں ﴿﴾ اور زیادہ دے گا تم کو زور پر زور اور روگردانی نہ کرو

مُجْرِمِينَ ﴿۵۲﴾ قَالُوا يَهُودُ مَا جِئْنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ

گنہگار ہو کر ﴿﴾ بولے اے یہود تو ہمارے پاس کوئی سند لے کر نہیں آیا اور ہم نہیں

بِتَارِكِي الْهَيْتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۵۳﴾

چھوڑنے والے اپنے ٹھا کروں (معبودوں) کو تیرے کہنے سے اور ہم نہیں تجھ کو ماننے والے ﴿﴾

إِنْ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ الْهَيْتِنَا بِسُوءِ عِط

ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تجھ کو آئیب پہنچایا ہے کسی ہمارے ٹھا کروں (معبودوں) نے بُری طرح ﴿﴾

قَالَ إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهَ وَأَشْهَدُ وَأَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا

بولا میں گواہ کرتا ہوں اللہ کو اور تم گواہ رہو کہ میں بیزار ہوں ان سے

نُشْرِكُونَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُونِهِ فَكَيْدُؤُنِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا

جن کو تم شریک کرتے ہو اُس کے سوا سوڈائی کرو میرے حق میں تم سب مل کر پھر

تَنْظُرُونَ ﴿۵۵﴾ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَىٰ اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ ط

مجھ کو مہلت نہ دو میں نے بھروسہ کیا اللہ پر جو رب ہے میرا اور تمہارا

مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ط إِنَّ رَبِّي

کوئی نہیں زمین پر پاؤں دھرنے والا مگر اللہ کے ہاتھ میں ہے چوٹی اُس کی بے شک میرا رب ہے

اس سورت کے شروع میں اسی جملہ کی تفسیر گزر چکی۔

یعنی موقع بہ موقع خوب بارشیں دیگا۔ وہ قوم چونکہ کھیتی، باغ لگانے سے بڑی دلچسپی رکھتی تھی اس لیے ایمان لانے کے ظاہری فوائد و برکات وہ بیان کئے جو ان کے حق میں خصوصی طور پر موجب ترغیب ہوں۔ لکھتے ہیں کہ وہ لوگ تین سال سے خشک سالی اور امساکِ باراں کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ہود علیہ السلام نے وعدہ کیا کہ ایمان لا کر خدا کی طرف رجوع ہو گئے تو یہ مصیبت دور ہو جائے گی۔

یعنی مالی اور بدنی قوت بڑھائے گا، اولاد میں برکت دے گا۔ خوشحالی میں ترقی ہوگی، اور مادی قوت کے ساتھ روحانی و ایمانی قوت کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ بشرطیکہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس کی اطاعت سے مجرموں کی طرح روگردانی نہ کرو۔

قوم عاد کا ایمان لانے سے انکار | یہ انکی کھلی ہٹ دھرمی تھی جو کہتے تھے کہ آپ کوئی واضح سند اور دلیل اپنی صداقت کی نہیں لائے۔ خدا جسے پیغمبری کے عہدہ پر فائز کرے، ضرور ہے کہ اس کو تقرر کی سند اور پروانہ عطا فرمائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو نبی مبعوث ہوا اس کے ساتھ ایسے واضح نشان بھیجے گئے جس پر آدمی ایمان لانا چاہیں تو لا سکتے ہیں۔ اس لئے بالیقین کہا جاسکتا ہے کہ ہود علیہ السلام نے نشان پیش کئے ہونگے، مگر وہ لوگ ہٹ دھرمی اور بے حیائی سے یہ ہی کہتے رہے کہ آپ کوئی کھلا ہوا نشان نہیں لائے (شاید یہ مراد ہو کہ ایسا نشان نہ لائے جو سب کی گردنیں پکڑ کر ایمان لانے پر مجبور کر دے) بہر حال ہم محض تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ نہ کبھی تیری رسالت پر ایمان لا سکتے ہیں۔

حضرت ہودؑ پر آسب کا الزام | یعنی یہ جو تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو اور سارے جہان کو بیوقوف بتلا کر اپنا دشمن بنا رہے ہو۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ہمارے دیوتاؤں میں سے کسی نے آسب پہنچا کر تمہیں مجنون اور پاگل کر دیا ہے (العیاذ باللہ) تم جو ان کی عبادت سے روکتے اور برا بھلا کہتے تھے، انہوں نے اس گستاخی کی سزا دی کہ اب تم بالکل دیوانوں کی سی باتیں کرنے لگے۔

عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۵۶﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْنَاكُمْ

سیدھی راہ پر ﴿۵۶﴾ پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو میں پہنچاؤ کا تم کو

مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ ط وَبِئْسَ تَخْلِيفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ ج

جو میرے ہاتھ بھیجا تھا تمہاری طرف اور قائم مقام کرے گا میرا رب کوئی اور لوگ

وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ط إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿۵۷﴾

اور نہ بگاڑ سکو گے اللہ کا کچھ تحقیق میرا رب ہے ہر چیز پر نگہبان ﴿۵۷﴾

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

اور جب پہنچا ہمارا حکم بچا دیا ہم نے ہود کو اور جو لوگ ایمان لائے تھے اس کے ساتھ

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿۵۸﴾

اپنی رحمت سے اور بچا دیا ان کو ایک بھاری عذاب سے ﴿۵۸﴾

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ

اور یہ تھے عاد کہ منکر ہوئے اپنے رب کی باتوں سے اور نہ مانا اُس کے رسولوں کو

وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿۵۹﴾ وَاتَّبِعُوا فِي هَذِهِ

اور مانا حکم اُن کا جو سرکش تھے مخالف ﴿۵۹﴾ اور پیچھے سے آئی اُن کو اس

الذُّنُبِيَّالْعَنَةَ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ط أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا

دنیا میں پھٹکار اور قیامت کے دن بھی ﴿۶۰﴾ سن لو عاد منکر ہوئے

رَبِّهِمْ ط أَلَا بَعْدَ الْعَادِ قَوْمٌ هُودٌ ﴿۶۰﴾ وَإِلَىٰ ثَبُودِ

اپنے رب سے سن لو پھٹکار ہے عاد کو جو قوم تھی ہود کی ﴿۶۰﴾ اور ثمود کی طرف بھیجا

❖ حضرت ہود کا جواب | یعنی وہ بیچاری پتھر کی مور میں تو مجھے کیا گزند پہنچا سکتیں، تم سب جو بڑے شہ زور، تنومند اور طاقتور نظر آتے ہو اپنے دیوتاؤں کی فوج میں بھرتی ہو کر اور مجھ جیسے یکہ و تنہا پر پوری قوت سے بیک وقت ناگہاں حملہ کر کے بھی میرا بال بینکا نہیں کر سکتے۔ سنو میں خدا کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں اور تم سب بھی اس پر گواہ رہو کہ میں تمہارے جھوٹے دیوتاؤں سے قطعاً بیزار ہوں۔ تم سب جمع ہو کر جو برائی مجھے پہنچاؤ نہ ذرا کوتاہی کرو نہ ایک منٹ کی مجھے مہلت دو۔ اور خوب سمجھ لو کہ میرا بھروسہ خدائے وحدہ لا شریک لہ پر ہے جو میرا رب ہے اور وہی تمہارا بھی مالک و حاکم ہے۔ گو بدنہی سے تم نہیں سمجھتے۔ نہ صرف میں اور تم بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز جو زمین پر چلتی ہے خالص اس کے قبضہ اور تصرف میں ہے گویا ان کے سر کے بال اس کے ہاتھ میں ہیں۔ جدھر چاہے پکڑ کر کھینچے اور پھیر دے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اسکے قبضہ اختیار سے نکل کر بھاگ جائے۔ نہ ظالم اس کی گرفت سے چھوٹ سکتے ہیں نہ سچے اس کی پناہ میں رہ کر رسوا ہو سکتے ہیں۔ بلاشبہ میرا پروردگار عدل و انصاف کی سیدھی راہ پر ہے اس کے ہاں نہ ظلم ہے نہ بے موقع انعام، اپنے بندوں کو نیکی اور خیر کی جو سیدھی راہ اس نے بتلائی، بیشک اسی پر چلنے سے وہ ملتا ہے اور اس پر چلنے والوں کی حفاظت کرنے کے لئے خود ہر وقت وہاں موجود ہے۔

❖ یعنی ایسی صاف اور کھری کھری باتیں سن کر بھی نہ مانو گے تو اب میرا کچھ نقصان نہیں۔ میں فرض تبلیغ پوری طرح ادا کر چکا۔ تم اپنی فکر کر لو۔ ضرور ہے کہ اس قسم کی ہٹ دھرمی اور تعصب و عناد پر آسمان سے عذاب آئے جو تم کو ہلاک کر ڈالے۔ خدا کی زمین تمہاری تباہی سے ویران نہ ہوگی۔ وہ دوسرے لوگوں کو تمہارے اموال وغیرہ کا وارث بنا دے گا۔ تمہارا قصہ ختم کر دینے سے یاد رکھو خدا کا یا اسکے پیغمبروں کا کچھ نہیں بگڑتا نہ اس کا ملک خراب ہوتا ہے۔ جب وہ ہر چیز کا محافظ و نگہبان ہے تو ہر قابل حفاظت چیز کی حفاظت کے سامان اپنی قدرت کاملہ سے کر دے گا۔

❖ قوم ہود پر عذاب | یعنی سات رات اور آٹھ دن مسلسل آندھی کا طوفان آیا جیسا کہ سورۃ "اعراف" میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ مکان گر گئے، چھتیں اڑ گئیں، درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں کے کہیں جا پڑے۔ ہوا ایسی مسموم تھی کہ آدمیوں کی ناک میں داخل ہو کر نیچے سے نکل جاتی اور جسم کو پارہ پارہ کر ڈالتی تھی۔ اس ہولناک عذاب سے ہم نے ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو جو آخر میں چار ہزار تک پہنچ گئے تھے بالکل محفوظ رکھا اور ایمان و عمل صالح کے بدولت آخرت کے بھاری عذاب سے بھی ان کو نجات دے دی۔

❖ یعنی ان کے کھڑے رات کو چشم عبرت سے دیکھو کہ یہ وہ قوم "عاد" تھی جن کے بڑوں نے بہت ظمطراق سے اپنے پروردگار کی باتوں کا مقابلہ کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی۔ اور چھوٹوں نے بڑے شیطانوں کی پیروی کی۔ آخر دونوں تباہ و برباد ہوئے۔ تنبیہاً "رُسُلًا لَّهُ" شاید اس لئے فرمایا کہ ایک کی تکذیب سب پیغمبروں کی تکذیب ہے۔ کیونکہ توحید وغیرہ اصول دین میں سب متفق در ایک در سرے کے مصدق ہیں۔

❖ یعنی خدا کی لعنت (پھینکار) دنیا میں ان کے پیچھے لگا دی گئی کہ جہاں جائیں ساتھ جائے اور قیامت تک جہاں ان کا ذکر ہو لعنت کے ساتھ ہو، بلکہ قیامت کے بعد بھی وہ ان کا پیچھا نہ چھوڑے گی۔ لعنت کا طوق ہمیشہ ان کے گلے میں پڑا رہے گا۔

❖ عاد اور قوم ہود پر لعنت | بعض مفسرین نے کہا کہ قیامت کے دن یوں پکارا جائے گا۔ "الْآنَ عَادًا كَفَرُوا الْخ" تنبیہاً "عاد" کے ساتھ "قوم ہود" کا لفظ یا تو اس لئے بڑھایا کہ دونوں کا تصور سننے والے کے دماغ میں ساتھ ساتھ آئے۔ یعنی "ہود" کا کیا حال تھا، اور یہ اسی کی قوم تھی جس کا حشر یہ ہوا۔ اور ممکن ہے اس پر تنبیہ کرنا ہو کہ "عاد" دو ہیں "اولی" اور "آخری"۔ اسی لئے ایک جگہ فرمایا۔ "وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَى" (النجم، رکوع ۳) یہاں "عاد اولی" مراد ہے جس کی طرف "ہود" مبعوث ہوئے تھے۔ واللہ اعلم۔

أَخَاهُمْ صَالِحًا ۖ قَالَ يُقَوْمُوا عِبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ

آن کا بھائی صالح ۖ بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی

مَنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۗ هُوَ أَنشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَ

حاکم نہیں تمہارا اس کے سوا اسی نے بنایا تم کو زمین سے اور

اسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تَوَبُّوا إِلَيْهِ ۗ

بسیا تم کو اس میں سو گناہ بخشواؤ اس سے اور رجوع کرو اس کی طرف

إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ۖ قَالُوا يَصْلِحُ قَدْ كُنْتَ

تحقیق میرا رب نزدیک ہے قبول کرنے والا ۖ بولے اے صالح تجھ سے تو

فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا أَتَنْهَدُنَا أَنْ نَعْبُدَ

ہم کو امید تھی اس سے پہلے کیا تو ہم کو منع کرتا ہے کہ پرستش کریں

مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّآ لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا

جن کی پرستش کرتے رہے ہمارے باپ دادے اور ہم کو تو شبہ ہے اس میں جس کی طرف تو بلاتا ہے

إِلَيْهِ مُرِيبٌ ۗ قَالَ يُقَوْمُوا أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ

ایسا کہ دل نہیں مانتا ۖ بولا اے قوم بھلا دیکھو تو اگر مجھ کو

عَلَىٰ بَيْنَةٍ مِّنْ رَبِّي ۖ وَأَنْتَنِي مِنْهُ رَحْمَةً ۗ فَمَنْ

مجھ مل گئی اپنے رب کی طرف سے اور اس نے مجھ کو میری رحمت اپنی طرف سے پھر کون

يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ ۗ فَمَا تَزِيدُونَنِي

بچائے مجھ کو اس سے اگر اس کی نافرمانی کروں ۖ سو تم کچھ نہیں بڑھاتے میرا

ان کا قصہ ”اعراف“ میں گذر چکا۔

حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب | یعنی اول آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر زمین سے غذائیں پیدا کیں جن سے نطفہ وغیرہ بنتا ہے جو مادہ ہے آدمی کی پیدائش کا۔

یعنی پیدا کر کے باقی رکھا۔ بقاء کا سامان کیا۔ زمین کے آباد کرنے کی ترکیبیں بتلائیں۔ تدابیر الہام فرمائیں، جب وہ ایسا منعم و محسن ہے تو چاہئے آدمی اسی کی طرف ایمان و طاعت کے ساتھ رجوع کرے اور کفر و شرک وغیرہ جو گناہ کر چکا ہے اُن کی معافی چاہے، وہ ہم سے بالکل نزدیک ہے، ہر بات خود سنتا ہے اور جو توبہ اور استغفار صدق دل سے کیا جائے اُسے سن کر قبول کرتا ہے۔

قوم کا اعتراض اور شبہ | یعنی تجھ سے امید تھی کہ آگے چل کر بڑا فاضل اور نیک مرد ہوگا جس کو معزز بزرگوں کا جانشین سمجھ کر قوم سر پر بٹھائے گی۔ تیری پیشانی سے رشد و صلاح کے آثار ہویدا تھے۔ سب کو توقع تھی، کہ مستقبل قریب میں بڑا فائدہ تجھ سے پہنچے گا۔ رائے و تدبیر، صلاح و مشورہ سے اپنے قومی بھائیوں کی رہنمائی اور نہایت قوت قلب کے ساتھ آبائی مذہب کی حمایت و تائید کرے گا۔ یہ درست ہے کہ ابتداء سے تجھ کو بت پرستی مبغوض تھی اور عام قومی مذہب سے الگ تھلگ رہتا تھا، تاہم تیری سمجھ اور فطری قابلیت پر اعتماد کر کے ہم کو امید رہی کہ آگے چل کر عقل و تجربہ کی پختگی کے بعد یہ روش نہ رہے گی۔ لیکن افسوس یک بیک تو ایسی باتیں کرنے لگا جس نے تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ تو نے ہمارے آباؤ اجداد کے قدیم مذہب کے خلاف علانیہ جہاد شروع کر کے سب توقعات خاک میں ملا دیں۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہم ایک خدا کو لے کر سارے پرانے دیوتاؤں کو چھوڑ بیٹھیں۔ ہمارے نزدیک بزرگوں کی روش کے خلاف ایسا مسلک اختیار کرنا سخت شبہ کی چیز ہے جسے ہمارا دل کسی طرح نہیں مانتا۔ ”موضح القرآن“ میں ہے۔ ”یعنی ہونہار لگتا تھا کہ باپ دادے کی راہ روشن کرے گا۔ تو لگا مٹانے۔“

حضرت صالح کا جواب | یعنی تمہارے شک و شبہ کی وجہ سے میں ایک صاف راستہ کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ خدا نے مجھ کو سمجھ دی اور اپنی رحمت عظیمہ سے منصب پیغمبری عطا کیا۔ اب اگر فرض کیجئے میں اس کی نافرمانی کرنے لگوں اور جن چیزوں کے پہنچانے کا حکم نہ پہنچاؤں تو مجھ کو اس کی سزا سے کون بچالے گا۔

غَيْرَ تَحْسِيرٍ ﴿٦٣﴾ وَيَقَوْمٍ هُدِيَهُ تَائِقَةٌ اللَّهُ لَكُمْ

سوائے نقصان کے ﴿۶۳﴾ اور اے قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لیے

آيَةٌ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا

نشان سو چھوڑ دو اس کو کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور مت ہاتھ لگاؤ اس کو

بِسُوءٍ فَيَأْخُذْكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوهَا

بُری طرح پھر تو آپکڑے گا تم کو عذاب بہت جلد پھر اس کے پاؤں کاٹے

فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكُمْ

تب کہا فائدہ اٹھا لو اپنے گھروں میں تین دن

وَعْدًا غَيْرُ مَكْذُوبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا

وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا ﴿۶۵﴾ پھر جب پہنچا حکم ہمارا چچا یا ہم نے

صَالِحًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَمِن

صالح کو اور جو ایمان لائے اس کے ساتھ اپنی رحمت سے اور

خِزْيِ يَوْمِئِذٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿٦٦﴾

اس دن کی رسوائی سے ﴿۶۶﴾ بے شک تیرا رب وہی ہے زور والا بڑا دوست ﴿۶۶﴾

وَآخِذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْئَةَ فَاصْبَحُوا فِي

اور پکڑ لیا ان ظالموں کو بولناک آواز نے پھر صبح کو رہ گئے

دِيَارِهِمْ جُنُوبٍ ﴿٦٧﴾ كَانُوا لَمْ يَعْنُوا فِيهَا إِلَّا إِنَّ

اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے جیسے کبھی رہے ہی نہ تھے وہاں ﴿۶۷﴾ سن لو

۱ | اونٹنی کا نشان | یعنی بجائے اس کے کہ اپنے سچے خیر خواہ اور محسن کی قدر کرتے مجھے فرائض دعوت و تبلیغ سے رک جانے کا مشورہ دے کر ناقابل تلافی نقصان پہنچانا چاہتے ہو۔ بعض سلف نے اس جملہ کا مطلب یہ لیا ہے کہ تمہاری گفتگو سے مجھ میں کوئی چیز نہیں بڑھتی بجز اس یقین کے کہ تم اپنا سخت نقصان کر رہے ہو۔ مگر سیاق کے مناسب پہلے معنی ہیں۔

۲ | قوم کی نافرمانی | حضرت صالح علیہ السلام سے قوم نے معجزہ طلب کیا تھا۔ وہ انہیں دکھلا دیا۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل اور الفاظ کی تشریح سورہ "اعراف" میں آٹھویں پارہ کے ختم پر گزر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

۳ | یعنی جب حکم عذاب پہنچا تو ہم نے "صالح" اور ان کے ساتھیوں کو بچا دیا۔ اور کاہے سے بچا دیا؟ اُس دن کی رسوائی سے، "وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ" "نَجِينًا" کی شرح و تفصیل ہے؟

۴ | یعنی جسے چاہے ہلاک کر دے اور جسے چاہے بچا دے۔

۵ | قوم صالح پر عذاب | یعنی بے نام و نشان ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ان پر عذاب آیا اس طرح کہ رات کو پڑے سوتے تھے فرشتہ نے چنگھاڑ ماری سب کے جگر پھٹ گئے، بعض آیات میں "رَجْفَةً" کا لفظ آیا ہے۔ یعنی "زلزلہ" یا "کپچی" سے ہلاک ہوئے۔ سورہ "اعراف" میں ہم اس کے متعلق تطبیق کی صورت لکھ چکے ہیں۔

ثَمُودًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِثَمُودَ ۚ ٤٠

ثمود منکر ہوئے اپنے رب سے سن لو پھنکار ہے ثمود کو

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا

اور البتہ آچکے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر بولے

سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ۚ ٤١

سلام وہ بولا سلام ہے پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک بچھرا ملا ہوا

فَلَمَّا رَأَى أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ

پھر جب دیکھا اُن کے ہاتھ نہیں آتے کھانے پر تو کھکا اور دل میں

مِنْهُمْ خِيفَةً ۗ قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ

ان سے ڈرا وہ بولے مت ڈر ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں طرف

قَوْمِ لُوطٍ ۗ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا

قوم لوط کی اور اُس کی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی پھر ہم نے خوش خبری دی اُس کو

بِاسْحَاقَ ۚ وَمِنْ وَّرَائِهِ إِسْحَاقُ يَعْقُوبَ ۗ ٤٢ قَالَتْ

اسحاق کے پیدا ہونے کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی بولی

يُؤْيِلَتِي ۖ أَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا ۗ ٤٣

اے خرابی کیا میں بچہ جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ خاوند میرا ہے بوڑھا

إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۗ قَالُوا أَتَعْجِبِينَ مِنْ أَمْرِ

یہ تو ایک عجیب بات ہے وہ بولے کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے

یعنی جو اپنے پروردگار کی آیات و احکام سے منکر ہو اس کی یہ گت بنتی ہے اور ایسی پھٹکار پڑتی ہے۔ سن کر عبرت حاصل کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان فرشتے | اس سورت کے قصص کی ترتیب "اعراف" کی ترتیب کے موافق ہے۔

صرف قوم لوط کے قصہ سے پہلے یہاں ابراہیم علیہ السلام کا تھوڑا سا قصہ بیان فرمایا ہے۔ مگر تعبیر ایسی رکھی جو ظاہر کرتی ہے کہ مقصود اصلی لوط علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا ہے چونکہ اس میں اور ابراہیم کے قصہ میں کئی طرح کی مناسبت اور تعلق پایا جاتا تھا اس لئے بطور تمہید و توطیہ ابراہیم کا قصہ مذکور ہوا۔ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم کے خال زاد بھائی ہیں جو آپ کے ہمراہ عراق سے ہجرت کر کے آئے۔ ایک ہی جماعت فرشتوں کی دونوں کے پاس بھیجی گئی۔ حضرت ابراہیم نے قوم لوط کی ہلاکت کے مسئلہ میں فرشتوں سے بحث کی جو آگے آتی ہے۔ یہ فرشتے نہایت حسین و جمیل نوجوانوں کی شکل میں لوط علیہ السلام کی طرف جاتے ہوئے حضرت ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے کہ حق تعالیٰ نے انکو اپنا خلیل بنایا ہے اور اس بڑھاپے میں حضرت "سارہ" کے بطن سے بیٹا عطا کرنے والا ہے۔ نیز یہ کہ قوم لوط کے بد معاشوں اور ظالموں کے وجود سے عنقریب دنیا پاک کر دی جائے گی جس میں حضرت ابراہیم و حضرت لوط کے تبعین کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے گا۔ فرشتوں نے ابراہیم کو سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا مگر اول وہلہ میں پہچان نہ سکے۔ جیسے ابتداء حضرت لوط نے بھی ان کو نہیں پہچانا (بلکہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ جبریل آدمی کی شکل میں حضور ﷺ سے سوال و جواب کرتے رہے، جب اٹھ کر چلے گئے تب آپ کو بتلایا گیا کہ یہ جبریل تھے) گویا متنبہ کر دیا کہ نبی کو بھی فرشتہ وغیرہ کا علم ضروری خدا کے دینے سے ہوتا ہے۔ وہ کسی وقت مخفی رکھنا چاہے تو کسی کی قدرت نہیں کہ معلوم کر سکے۔ بہر حال ابراہیم علیہ السلام انہیں آدمی سمجھ کر مہمان نوازی کے لئے اٹھے اور نہایت فریب پکھڑا بھون تل کر سامنے حاضر کیا۔

فرشتوں کا کھانے سے انکار | کہ آخر یہ کون ہیں، کس غرض سے آئے ہیں؟ ہم کھانا پیش کرتے ہیں، یہ اسے ہاتھ نہیں

لگاتے۔ اس وقت کے دستور کے موافق جو مہمان کھانے سے انکار کرتا، سمجھا جاتا تھا کہ یہ کسی اچھے خیال سے نہیں آیا۔ ابراہیم علیہ السلام گھبرائے کہ اگر آدمی ہیں تو کھانے سے انکار کرنا ضرور کچھ معنی رکھتا ہے اور فرشتے ہیں تو نہ معلوم کس مطلب کے لئے بھیجے گئے ہیں، آیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی یا میری قوم کے حق میں کوئی ناخوشگوار چیز لے کر آئے۔ اسی جیسے وہیں میں زبان سے اظہار بھی کر دیا۔ "إِنَّا مِنْكُمْ وَجَلُونَ" (حجر، رکوع ۴) یعنی ہم کو تم سے اندیشہ ہے۔ عموماً مفسرین نے ابراہیم کے خوف کی یہی توجیہات کی ہیں۔ مگر حضرت شاہ صاحب نے میرے نزدیک نہایت لطیف توجیہ کی۔ "فرشتوں کے ساتھ جو عذاب الہی تھا اور شان غضب و انتقام کے مظہر بن کر قوم لوط کی طرف جارہے تھے اس کا طبعی اثر یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ایک طرح کے خوف و خشیت کی کیفیت طاری ہوئی جس کا اظہار انہوں نے "إِنَّا مِنْكُمْ وَجَلُونَ" کہہ کر کیا۔ یعنی ہم کو تم سے ڈر لگتا ہے۔ واللہ اعلم۔

یعنی ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہم فرشتے ہیں جو "قوم لوط" کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آپ کچھ اندیشہ ضرور کا نہ کیجئے۔

حضرت سارہ اور حضرت ابراہیم کو بشارت | یعنی حضرت سارہ جو مہمانوں کی خدمت گذاری یا اور کسی کام کے لئے وہاں کھڑی تھیں اس

ڈر کے رفع ہونے سے خوش ہو کر بس پڑیں۔ حق تعالیٰ نے خوشی پر اور خوشیاں سنائیں کہ تجھ کو اس عمر میں بیٹا ملے گا۔ (الحق علیہ السلام) اور اس کی نسل سے ایک پوتا یعقوب عطا ہوگا۔ جس سے ایک بڑی بھاری قوم بنی اسرائیل اٹھنے والی ہے یہ بشارت حضرت سارہ کو شاید اس لئے سنائی گئی کہ حضرت ابراہیم کے ایک بیٹا (اسمعیل علیہ السلام) حضرت ہاجرہ کے بطن سے پہلے ہی موجود تھا۔ سارہ کو تمنا تھی کہ مجھے بھی بیٹا ملے۔ مگر بوڑھی ہو کر مایوس ہو چکی تھی۔ اس وقت یہ بشارت ملی۔ بعض علماء نے حضرت سارہ کے ہنسنے کی اور بھی توجیہات کی ہیں مگر ظاہر وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ علماء نے "وَمِنْ وَرَاءِ اسْحٰقَ یَعْقُوبَ" سے استدلال کیا ہے کہ حضرت اسحاق "ذبیح" نہ تھے۔ اسمعیل علیہ السلام تھے۔ (راجع ابن کثیر)

یہاں "یا وِیْلٰتٰی" کا لفظ ایسا ہے جیسے ہمارے محاورات میں عورتیں کہہ دیتی ہیں کہ میں "نگوڑی" کیا اس بڑھاپے میں اولاد جنوں

گی۔ حضرت سارہ کی عمر کہتے ہیں اس وقت ننانوے سال تھی اور حضرت ابراہیم سو سال یا اس سے بھی متجاوز تھے۔

حضرت سارہ کا تعجب اور اس کا جواب | یعنی ایسا ہوتا بالکل انوکھی اور عجیب و غریب بات ہوگی۔

اللَّهُ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ط

اللہ کی رحمت ہے اور برکتیں تم پر اے گھر والو

إِنَّهُ حَبِيدٌ مَّجِيدٌ ﴿٤٣﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ

تحقیق اللہ ہے تعریف کیا گیا بڑائیوں والا ﴿۴۳﴾ پھر جب جاتا رہا ابراہیم سے

الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ

ڈر اور آئی اس کو خوش خبری جھگڑنے لگا ہم سے قوم

لُوطٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَلِيمٌ ۖ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ﴿٤٥﴾

لوط کے حق میں ﴿۴۴﴾ البتہ ابراہیم تحمل والا نرم دل ہے رجوع رہنے والا ﴿۴۵﴾

يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرٌ

اے ابراہیم چھوڑ یہ خیال وہ تو آچکا حکم

رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ لَآتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿٤٦﴾

تیرے رب کا اور ان پر آتا ہے عذاب جو لوٹنا یا نہیں جاتا ﴿۴۶﴾

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءًا بِهِمْ وَضَاقَ

اور جب پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس غمگین ہوا ان کے آنے سے اور تنگ ہوا

بِهِمْ ذُرْعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿٤٧﴾ وَجَاءَهُ

دل میں اور بولا آج دن بڑا سخت ہے ﴿۴۷﴾ اور آئی اس کے پاس

قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ط وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ

قوم اس کی دوڑتی بے اختیار اور آگے سے کر رہے تھے

یعنی جس گھرانے پر خدا کی اس قدر رحمتیں اور برکتیں نازل رہی ہیں اور جنہیں ہمیشہ معجزات و خوارق دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا، کیا ان کے لئے یہ کوئی تعجب کا مقام ہے؟ ان کا تعجب کرنا خود قابل تعجب ہے۔ انہیں لائق ہے کہ بشارت سن کر تعجب کی جگہ خدا کی تمہید و تمجید کریں کہ سب بڑائیاں اور خوبیاں اسی کی ذات میں جمع ہیں۔ تنبیہ بعض محققین نے لکھا ہے کہ نمازوں میں جو درود شریف پڑھتے ہیں اُس کے الفاظ میں اس آیت سے اقتباس کیا گیا ہے۔

فرشتوں سے حضرت ابراہیم کا مکالمہ | یعنی ادھر سے مطمئن ہوئے تو فوراً قوم لوط کے مسئلہ میں فرشتوں میں بحث شروع کر دی۔ جس کا خلاصہ سورۃ ”عنکبوت“ میں بیان فرمایا کہ فرشتوں نے ابراہیم کو مطلع کیا کہ ہم ان بستیوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ ابراہیم بولے کہ ان میں تو خود لوط علیہ السلام موجود ہیں (پھر ایک پیغمبر کے ان میں موجود ہوتے ہوئے کیسے ہلاک کئے جاسکتے ہیں؟) فرشتوں نے کہا ہم سب کو جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں۔ لوط اور اس کے متعلقین کو وہاں سے علیحدہ کر کے عذاب نازل کیا جائیگا۔ تقاسیر میں اس بحث کی جو تفصیل بیان ہوئی ہے اللہ جانے کہاں تک صحیح ہیں۔ بہر حال اسی بحث کو مبالغۃ لفظ ”یُجَادِلُنَا“ سے تعبیر فرمایا۔ جس سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی فطری شفقت، نرم خوئی اور رحم دلی سے اس قوم پر ترس کھا کر حق تعالیٰ کی جناب میں کچھ سفارش کرنا چاہتے تھے اسی کا جواب دیا کہ اس خیال کو چھوڑیے ان ظالموں کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اب خدا کا حکم واپس نہیں ہو سکتا۔ عذاب آکر رہے گا جو کسی سفارش یا دعاء وغیرہ سے نہیں ٹل سکتا۔

فرشتوں کا حضرت لوط کے پاس آنا | فرشتے نہایت حسین و جمیل بے ریش و بروت نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ ابتداءً حضرت لوط نے نہ پہچانا کہ فرشتے ہیں۔ معمولی مہمان سمجھے۔ ادھر اُس قوم کی بے حیائی اور خوئے بد معلوم تھی۔ سخت فکر مند اور تنگ دل ہوئے کہ یہ بد معاش ان مہمانوں کا پیچھا کریں گے۔ مہمانوں کو چھوڑنا بھی مشکل اور ان خبیثوں کے ہاتھوں سے چھڑانا بھی دشوار، گویا ساری قوم سے لڑائی مول لینا ہے۔

السَّيِّئَاتِ ۖ قَالَ يُقَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ

بڑے کام ۖ بولا اے قوم یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں یہ پاک ہیں

لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزُونِ فِي ضَيْفِي ۖ أَلَيْسَ

تم کو ان سے سو ڈرو تم اللہ سے اور مت رسوا کرو مجھ کو میرے مہمانوں میں کیا تم میں

مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ۝۴۸ قَالَوَا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا

ایک مرد بھی نہیں نیک چلن ۖ بولے تو تو جانتا ہے ہم کو

فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقِّ ۚ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ۝۴۹

تیری بیٹیوں سے کچھ غرض نہیں اور تجھ کو تو معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں

قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةٌ أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ

کہنے لگا کاش مجھ کو تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی مستحکم

شَدِيدٍ ۝۵۰ قَالَوَا يَلُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ

پناہ میں ۖ مہمان بولے اے لوط ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے ہرگز نہ

يَصِلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ

پہنچ سکیں گے تجھ تک ۖ سولے نکل اپنے لوگوں کو کچھ رات سے

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَمْرَانِكَ ۚ إِنَّهُ مُصِيبُهَا

اور مڑ کر نہ دیکھے تم میں کوئی مگر عورت تیری کہ اس کو پہنچ کر رہے گا

مَا أَصَابَهُمْ ۚ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۚ أَلَيْسَ الصُّبْحُ

جو ان کو پہنچے گا ۖ ان کے وعدہ کا وقت ہے صبح کیا صبح نہیں ہے

❖ قوم لوط کی بے حیائی | یعنی اُس قوم کو نامعقول حرکتوں اور خلاف فطرت فواحش کی جو عادت پڑی ہوئی تھی کہاں چین سے بیٹھنے دیتی، وہ ایسے خوبصورت لڑکوں کی خبر پاتے ہی نہایت بے حیائی کے ساتھ لوط علیہ السلام کے مکان پر اندھا دھند چڑھ دوڑے اور پوری قوت و شدت سے مطالبہ کیا کہ مہمان انکے حوالے کر دیے جائیں کیونکہ ہم پہلے ہی منع کر چکے ہیں کہ تم کسی مرد کو اپنا مہمان نہ بنایا کرو۔ یہاں آنے والے مہمانوں کو ہم پر چھوڑ دو ہم جو چاہیں کریں۔

❖ قوم کو حضرت لوط کی فہمائش | حضرت لوط نے مہمانوں کی آبرو بچانے کے لئے ہر قسم کی کوشش کی۔ آخری بات اس شہوت پرست قوم سے یہ کہی کہ ظالمو! یہ میری بیٹیاں تمہارے لئے حاضر ہیں۔ نکاح ہو جانے پر ان سے بطریق حلال تمتع کر سکتے ہو جو نہایت پاکیزہ اور شائستہ طریقہ ہے۔ خدا سے ڈرنا چاہئے کہ پاک اور مشروع طریقہ کو چھوڑ کر ایسے خلاف فطرت گندے کاموں میں مبتلا ہوتے ہو کم از کم میری ہی رعایت کرو کہ میں ان مقدس مہمانوں کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ ہوں۔ مہمان کی بے عزتی میزبان کی بے عزتی ہے۔ کیا تم میں ایک شخص بھی نہیں جو سیدھی سیدھی باتوں کو سمجھ کر نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کرے تنبیہاً "ہو لاء بناتی" سے مراد عام طور پر اس قوم کی لڑکیاں ہیں جن کو تجوزا "بیٹیاں" کہا گیا۔ کیونکہ پیغمبر امت کے حق میں روحانی باپ ہوتا ہے، اور ویسے بھی محاورات میں قوم کے بڑے بوڑھے سب کی لڑکیوں کو اپنی "بیٹیاں" کہہ کر پکار سکتے ہیں۔ اور اگر خاص لوط علیہ السلام کی بیٹیاں مراد ہوں تو شاید ان میں سے بعض ممتاز لوگوں کے نکاح کے لئے پیش کی ہونگی۔ اس وقت کافر کا نکاح مسلمان عورت سے جائز تھا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ لوط علیہ السلام کا مقصود اس قول سے نکاح وغیرہ کچھ نہ تھا۔ بلکہ ان کی زیادتیوں سے عاجز ہو کر مہمانوں کی آبرو بچانے کی دھن میں انتہائی تواضع سے یہ لفظ کہے۔ تاکہ ان میں غیرت و حیاء کا کچھ شائبہ اور آدمیت کا کوئی ذرہ بھی موجود ہو تو یہ لفظ سن کر جھینپ جائیں۔ اور نرمی اختیار کر لیں، مگر وہ ایسے حیا دار کا ہے کو تھے؟ کان پر جوں بھی نہ رہی تگی۔ پہلے سے زیادہ بے باک ہو کر بے غیرتی کا مظاہرہ کرنے لگے۔

❖ پھر اتنی حجت و تکرار کیوں کر رہا ہے ہم اپنا ناپاک ارادہ پورا کئے بدون نہ نہیں گے۔

❖ حضرت لوط کی گھبراہٹ | لوط علیہ السلام کی زبان سے انتہائی گھبراہٹ اور پریشانی میں بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ کاش مجھ میں بذات خود تم سب سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتی یا کوئی طاقتور اور مضبوط پناہ دینے والا ہوتا۔ یعنی میرا کنبہ اور جتھا یہاں ہوتا۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا "يَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَّقَدْ كَانَ يَأْتِي الْاٰلِي زُرَّكَانٍ شَدِيْدًا" خدا لوط پر رحم فرمائے، بیشک وہ مضبوط مستحکم پناہ حاصل کر رہے تھے۔ یعنی خداوند قدوس کی مگر اس وقت سخت گھبراہٹ اور بے حد ضیق کی وجہ سے ادھر خیال نہ گیا۔ بے ساختہ ظاہری اسباب پر نظر گئی۔ لوط کے بعد جو انبیاء معجوث ہوئے سب بڑے جتھے اور قبیلے والے تھے۔

❖ حضرت لوط کو فرشتوں کی نسلی | جب لوط علیہ السلام کے اضطراب و قلق کی حد ہو گئی، تب مہمانوں نے کہا کہ حضرت آپ کس فکر میں ہیں مطلق پریشان نہ ہوں، ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو ان کو تباہ و ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں یہ خبیث ہمارا تو کیا بگاڑ سکتے آپ تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ تفاسیر میں ہے کہ وہ شریرو لوگ دروازہ توڑ کر یاد یوار پھاند کر اندر گھسے جاتے تھے، تب جبریل علیہ السلام نے خدا سے اجازت لے کر لوط علیہ السلام کو علیحدہ بٹھا دیا اور ایک ذرا بازو ان ملعونوں کی طرف ہلایا۔ جو سب کے سب نپٹ اندھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ بھاگو! لوط کے مہمان تو بڑے چادوگر معلوم ہوتے ہیں۔

❖ عذاب الہی کی خبر | یعنی صبح کو عذاب آنے والا ہے۔ تھوڑی رات رہے آپ اپنے متعلقین کو لے کر یہاں سے تشریف لے جائیے اور اپنے ہمراہیوں کو ہدایت کر دیجئے کہ جلدی کریں اور کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ ہاں تیری عورت کہ وہ ساتھ نہ جائے گی یا پیچھے پھر کر دیکھے گی۔ اس طرح اسی عذاب کی لپیٹ میں آجائے گی جو سب قوم کو پہنچنے والا ہے۔ کہتے ہیں اسی عورت نے قوم کو مہمانوں کی آمد سے مطلع کیا تھا۔

بِقَرِيبٍ ۸۱ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا

کر ڈالی ہم نے وہ ہستی اوپر نیچے

پھر جب پہنچا حکم ہمارا

نزدیک

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَابًا مِّنْ سَبْغِيلٍ ۚ فَسُودَتْ ۚ ۸۲

تھمبہ تھم

نکھر کے

اور برسائے ہم نے اس پر پتھر

مُسَوِّمَةً ۖ عِنْدَ رَبِّكَ ۗ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ

ان ظالموں سے

اور نہیں ہے وہ ہستی

تیرے رب کے پاس

نشان کئے ہوئے

بِبَعِيدٍ ۚ ۸۳ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ

بولا

اور مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو

کچھ دور

يُقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ ۗ وَلَا

اور نہ

کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا

بندگی کرو اللہ کی

اے میری قوم

تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أُرِيكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي

اور

میں دیکھتا ہوں تم کو آسودہ حال

ماپ اور تول کو

گھٹاؤ

أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ۚ ۸۴ وَيُقَوْمٍ أَوْفُوا

پورا کرو

اور اے قوم

عذاب سے ایک گھیر لینے والے دن کے

ڈرتا ہوں تم پر

الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۗ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

لوگوں کو

اور نہ گھٹاؤ

انصاف سے

ماپ اور تول کو

أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۚ ۸۵

فساد

زمین میں

اور مت مچاؤ

ان کی چیزیں

یعنی خوش ہو جائیے اب ان ظالموں کے ہلاک ہونے میں کچھ دیر نہیں ہے صبح ہوتے ہی سب کا صفایا ہو جائے گا۔

قوم لوط پر ذلت و ہلاکت کا عذاب | جبریل علیہ السلام نے ان بستیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب سے نیچے پٹک دیا۔ اس طرح سب بستیاں تہ و بالا ہو گئیں۔ پھر ان کی نکایت اور ذلت و رسوائی کی پوری تکمیل کے لئے اوپر سے جھانوںے اور پتھر برسائے گئے۔ شہر کی آبادی سے الگ جو افراد اس قوم کے جس جگہ تھے وہیں پتھروں سے ہلاک کئے گئے (العیاذ باللہ) تنبیہ | جو سزا اس قوم کو اوپر نیچے کرنے کی ملی وہ ان کی شرمناک حرکت سے ظاہری مناسبت بھی رکھتی ہے۔

”منضود“ کے معنی مترجم محقق نے ”تہ بہ تہ“ کئے ہیں۔ بعض نے یہ معنی لئے کہ پتھر مسلسل یکے بعد دیگرے برس رہے تھے۔

نشان زدہ پتھر | یعنی کوئی خاص علامت ان پر تھی جو عام پتھروں سے ممتاز کر کے ظاہر کرتی تھی کہ یہ عذاب الہی کے پتھر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر پتھر پر اس کا نام درج تھا جس کی ہلاکت کا وہ سبب بنا۔ واللہ اعلم۔

یعنی باعتبار زمانہ کے بھی قریب ہے کیونکہ ”عاد“ و ”ثمود“ اور قوم نوح وغیرہ کے بعد یہ واقعہ ہوا۔ اور باعتبار مکان کے بھی کیونکہ ان کی بستیاں مدینہ اور شام کے درمیان میں تھیں۔ گذرنے والے قافلے وہاں کھنڈرات مشاہدہ کرتے تھے۔ یا اس جملہ ”وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بَبَعِيدٍ“ کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کا عذاب ایسے ظالموں سے اب بھی کچھ دور نہیں۔ ہمیشہ خدا کے غضب سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ تنبیہ | اس قصہ کے بعض اجزاء ”اعراف“ میں گذر چکے ہیں وہاں ملاحظہ کئے جائیں۔

یہ قصہ بھی سورہ ”اعراف“ میں گذر چکا۔
حضرت شعیب کی اپنی قوم کو تبلیغ | یعنی خدا نے فراغت اور آسودگی عنایت کی تو ڈرتے رہو کہیں نافرمانی سے چھن نہ جائے اور آسائش و خوشحالی سلب ہو کر دنیوی یا اخروی عذاب مسلط نہ کر دیا جائے۔

یعنی اب تک جو ظلم و عدوان کا معیار و قانون تھا، اس کی اصلاح کرو۔
یعنی صرف ماپ تول میں نہیں بلکہ کسی چیز میں بھی لوگوں کے حقوق تلف مت کرو۔
یعنی شرک و کفر سے یا کم ناپنے تولنے سے یا دوسری طرح اتلاف حقوق اور ظلم و ستم کر کے زمین میں فساد مت مچاؤ۔ کہتے ہیں وہ لوگ ذکیٹی ڈالتے تھے اور امانت میں خیانت کرتے تھے۔

بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

جو بچ رہے اللہ کا دیا جو بہتر ہے تم کو اگر ہو تم ایمان والے

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝۸۶ قَالُوا يَشْعِيبُ أَصَلَوْتُكَ

اور میں نہیں ہوں تم پر نگہبان بولے اے شعیب کیا تیرے نماز پڑھنے نے

تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ

تجھ کو یہ سکھایا کہ ہم چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے یا چھوڑ دیں کرنا

فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ۝۸۷

جو کچھ کہہ کرتے ہیں اپنے مالوں میں تو ہی بڑا با وقار ہے نیک چلن

قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ بَيْنِنَا مِنْ رَبِّ

بولا اے قوم دیکھو تو اگر مجھ کو سمجھ آگئی اپنے رب کی طرف سے

وَرَزَقْنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ

اور اُس نے روزی دی مجھ کو اور میں نے روزی دی مجھ کو نیک روزی اور میں یہ نہیں چاہتا کہ بعد کو خود کروں

إِلَىٰ مَا أَنهَيْتُمْ عَنْهُ ۖ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا

وہ کام جو تم سے چھڑاؤں میں تو چاہتا ہوں سنوارنا جہاں تک

اسْتَطَعْتُ ۖ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

ہو سکے اور میں آتا ہے اللہ کی مدد سے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے

وَالَيْهِ أُنِيبُ ۝۸۸ وَيَقَوْمٍ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي أَنْ

اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے اور اے قوم نہ کما بھری ضد کر کے یہ کہ

حلال مال میں برکت | ایک ایماندار کے لئے اللہ کا دیا ہوا جو ٹھیک ٹھیک حقوق ادا کر کے بچ رہے گو قلیل ہو، اس کثیر سے بہتر ہے جو حرام طریقہ سے حاصل کیا جائے یا جس میں لوگوں کے حقوق مارے جائیں۔ مال حلال میں جو ٹھیک ماپ تول کر لیا دیا جائے فی الحال برکت ہوتی ہے، اور خدا کے یہاں اجر ملتا ہے۔

یعنی میں نے تم کو نصیحت کر دی۔ آگے اس کا ذمہ دار نہیں کہ تم سے زبردستی عمل کرا کے چھوڑوں۔
حضرت شعیبؑ سے قوم کا استہزاء | یہ بطور استہزاء و تمسخر کہہ رہے تھے، کہ بس زیادہ بزرگ نہ بنئے۔ کیا ساری قوم میں ایک آپ ہی بڑے عقلمند، باوقار اور نیک چلن رہ گئے ہیں؟ باقی ہم اور ہمارے بزرگ سب جاہل اور احمق ہی رہے؟ حضرت شعیب علیہ السلام نماز بہت کثرت سے پڑھتے تھے، کہنے لگے کہ شاید آپ کی نماز یہ حکم دیتی ہے کہ ہم سے باپ دادوں کا پرانا دین چھڑوا دیں اور ہمارے اموال میں ہمارا مالکانہ اختیار نہ رہنے دیں۔ بس آپ اپنی نماز پڑھے جائیے۔ ہمارے مذہبی و دنیاوی معاملات اور ماپ تول کے قصوں میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”جاہلوں کا دستور ہے کہ نیکوں کے کام آپ نہ کر سکیں تو انہیں کو چڑانے لگیں۔ یہ ہی خصلت ہے کفر کی۔“ بعض مفسرین نے ”إِنَّكَ لَا نَتَّ الْخَلِيفَةَ الرَّشِيدُ“ کو استہزاء پر نہیں۔ واقعیت پر حمل کیا ہے۔ یعنی تو ایک سمجھ دار، باوقار، اور نیک چلن آدمی ہے۔ پھر ایسی بے موقع باتیں کیوں کرنے لگا۔ جیسے صالح علیہ السلام کو کہا تھا ”قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا، اَتَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا“ الخ۔

حضرت شعیبؑ کا جواب | یا تو ظاہری روزی مراد ہے۔ یعنی ماپ تول میں کمی بیشی کئے بدون حلال و طیب طریق سے روزی مرحمت فرمائی یا باطنی روزی یعنی علم و حکمت اور نبوت عطا کی، خلاصہ یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ نے مجھ کو فہم و بصیرت دے کر وہ صاف راستہ دکھلا دیا جو تم کو نظر نہیں آتا اور اس دولت سے مالا مال کیا جس سے تمہیں حصہ نہیں ملا تو کیا اس کا حق یہ ہے کہ میں ”معاذ اللہ“ تمہاری طرح اندھا بن جاؤں اور خدا کے احکام سے روگردانی کرنے لگوں، یا تمہارے استہزاء و تمسخر سے گھبرا کر نصیحت کرنا اور سمجھانا چھوڑ دوں؟ ہرگز نہیں۔

یعنی جن بری باتوں سے تم کو روکتا ہوں میری یہ خواہش نہیں کہ تم سے علیحدہ ہو کر خود ان کا ارتکاب کروں مثلاً تمہیں تارک الدنیا بناؤں اور خود دنیا سمیٹ کر گھر میں بھریں، نہیں جو نصیحت تم کو کرتا ہوں میں تم سے پہلے اس کا پابند ہوں، تم یہ الزام مجھ پر نہیں رکھ سکتے کہ میری نصیحت کسی خود غرضی اور ہوا پرستی پر محمول ہے۔ میری تمام تر کوشش یہ ہے کہ تمہاری دینی و دنیوی حالت درست ہو جائے۔ موجودہ ردی حالت سے نکل کر بام ایمان و عرفان پر چڑھنے کی کوشش کرو۔ اس مقصد اصلاح کے سوا دوسرا مقصد نہیں، جسے میں اپنے مقدور و استطاعت کے موافق کسی حال نہیں چھوڑ سکتا، باقی یہ کہ میری بات بن آئے اور اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں، یہ سب خداوند قدوس کے قبضہ میں ہے۔ اسی کی امداد و توفیق سے سب کام انجام پاسکتے ہیں، میرا بھروسہ اسی پر ہے اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

يُصِيبُكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ

پڑے تم پر جیسا کچھ کہ چڑچکا قوم نوح پر یا قوم ہود پر یا

قَوْمَ صَالِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيدٍ ۝۱۹ وَاسْتَغْفِرُوا

قوم صالح پر اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور ہی نہیں اور گناہ بخشو اور

رَبِّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوا إِلَيْهِ ۭ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ ۝۲۰ قَالُوا

اپنے رب سے اور رجوع کرو اس کی طرف البتہ میرا رب ہے مہربان محبت والا بولے

إِنَّا كُنَّا لَنرَاكَ

اے شعیب ہم نہیں سمجھتے بہت باتیں جو تو کہتا ہے اور ہم تو دیکھتے ہیں

فَبِنَا ضَعِيفًا ۭ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ ز وَمَا أَنْتَ

کہ تو ہم میں کمزور ہے اور اگر نہ ہوتے تیرے بھائی بند تو تجھ کو تو ہم سنگسار کر ڈالتے اور ہماری نگاہ میں

عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ۝۲۱ قَالَ يُقَوْمِ أَرْهَطِي ۭ أَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّن

تیری کچھ عزت نہیں بولا اے قوم کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر زیادہ ہے

اللَّهِ ۭ وَاتَّخَذْتُ مَخُوَّةً وَرَاءَكُمْ ظَهْرِي ۭ إِنَّ رَبِّي بِمَا

اللہ سے اور اُس کو ڈال رکھا تم نے پیٹھ پیچھے بھلا کر تحقیق میرے رب کے قابو میں ہے

تَعْمَلُونَ مُجِيبٌ ۝۲۲ وَيَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ

جو کچھ کرتے ہو اور اے میری قوم کیے جاؤ اپنی جگہ

إِنِّي عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۭ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ

میں بھی کام کرتا ہوں آگے معلوم کر لو گے کس پر آتا ہے عذاب

یعنی میری ضد اور عداوت کے جوش میں ایسی حرکتیں مت کرنا جو تم کو گذشتہ اقوام کی طرح سخت تباہ کن عذاب کا مستحق بنا دیں، نوح، ہود اور صالح علیہم السلام کی امتوں پر تکذیب و عداوت کی بدولت جو عذاب آئے وہ پوشیدہ نہیں، اور لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ تو ان سب کے بعد ماضی قریب میں ہوا ہے اس کی یاد تمہارے حافظہ میں تازہ ہوگی ان نظائر کو فراموش مت کرو۔

کیسا ہی پرانا اور کٹر مجرم ہو جب صدق دل سے اس کی بارگاہ میں رجوع ہو کر معافی چاہے وہ اپنی مہربانی سے معاف کر دیتا ہے۔ بلکہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔

قوم شعیب کی ہٹ دھرمی | سمجھتے سب کچھ تھے لیکن عناد اور حق پوشی سے ایسا کہتے تھے کہ تیری بات کچھ نہیں سمجھتے، نہ معلوم کیا مجذوبوں کی بڑھانک رہا ہے (العیاذ باللہ) اور اگر واقعی وہ ایسی سیدھی اور صاف باتیں بے توجہی یا غباوت کی وجہ سے سمجھتے نہ تھے تو یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہوگا۔

یعنی ایک کمزور اور بے حقیقت آدمی خواہ مخواہ سارے جہان کو اپنا دشمن بنا رہا ہے۔ اسے چاہئے اپنے حال پر رحم کھائے، بیٹھے بٹھائے اپنے کو موت کے منہ میں ڈالنے سے کیا فائدہ ہے (تنبیہ) بعض سلف سے ”ضعیف“ کے معنی ”ضریر البصر“ (نا بینا) کے منقول ہیں۔ شاید کسی خاص وقت میں عارضی طور پر ظاہری بینائی جاتی رہی ہو۔ جیسے یوسف علیہ السلام کے فراق میں حضرت یعقوب کا حال ہوا تھا۔ مفسرین نے بعض روایات نقل کی ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام روتے بہت تھے، حتیٰ کہ نگاہ جاتی رہی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ شعیب! اس قدر کیوں روتا ہے؟ جنت کے شوق میں یا دوزخ کے ڈر سے؟ عرض کیا، پروردگار! تیری لقاء کا خیال کر کے روتا ہوں کہ جس وقت آپ کا دیدار ہوگا نہ معلوم میرے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے؟ ارشاد ہوا تجھ کو ہماری لقاء (دیدار) مبارک ہو، اے شعیب! اسی لئے میں نے اپنے کلیم موسیٰ ابن عمران کو تیری خدمت کے لئے کھڑا کر دیا ہے، کہتے ہیں خدا نے ان کی بینائی واپس کر دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بصحتہ۔

یعنی تیرے کنبہ کے لوگ جو ہمارے ساتھ ہیں ان کا خیال آتا ہے ورنہ اب تک تجھے سنگسار کر ڈالتے۔
حضرت شعیب کا جواب | یعنی افسوس اور تعجب ہے کہ خاندان کی وجہ سے میری رعایت کرتے ہو اس وجہ سے نہیں کرتے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں اور صاف و صریح نشانات اپنی سچائی کے دکھلا رہا ہوں گویا تمہاری نگاہ میں میرے خاندان کی عزت اور اس کا دباؤ خداوند قدوس سے زیادہ ہے۔ خدا کی عظمت و جلال کو ایسا بھلا دیا کہ کبھی تمہیں تصور بھی نہیں آتا۔ جو قوم خدا تعالیٰ کو بھلا کر (معاذ اللہ) پس پشت ڈال دے اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے تمامی افعال و اعمال خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کے احاطہ میں ہیں۔ تم کوئی کام کرو اور کسی حالت میں ہو، ایک آن کے لئے بھی اس کے قابو سے باہر نہیں۔

يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۖ وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ

رسوا کرنے والا اور کون ہے جھوٹا اور تاکتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ

رَقِيبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالدِّينَ

تاک رہا ہوں اور جب پہنچا ہمارا حکم بچا دیا ہم نے شعیب کو اور جو

أَمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا ۖ وَآخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا

ایمان لائے تھے اس کے ساتھ اپنی مہربانی سے اور آ پکڑا ان ظالموں کو

الصَّيْبَةَ ۖ فَاصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جُنُودًا ۖ كَانُوا لَمْ

کڑک نے پھر صبح کورہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے گویا

يَعْنُوا فِيهَا ۖ إِلَّا بَعْدَ الْمَدْيَنَ كَمَا بَعَدَتْ ثَمُودُ ﴿۹۵﴾

کبھی وہاں بے ہی نہ تھے کبھی وہاں بے ہی نہ تھے پھنکار ہے مدین کو جیسے پھنکار ہوئی تھی ثمود کو

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۹۶﴾

اور البتہ بھیج چکے ہیں ہم موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور واضح سند دے کر

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ ۖ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ ۗ وَمَا

فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پھر وہ چلے حکم پر فرعون کے اور نہیں

أَمْرَ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

بات فرعون کی کچھ کام کی آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن

فَأُورِدُهُمُ النَّارَ وَيُسَّ الْوَرْدُ الْمُرُودُ ﴿۹۸﴾ وَاتَّبَعُوا

پھر پہنچائے گا ان کو آگ پر اور بردگھاٹ ہے جس پر پہنچے اور پیچھے سے ملتی رہی

قوم کو عذاب کی خبر | یعنی اچھا، تم اپنی ضد اور ہٹ پر جسے رہو، میں خدا کی توفیق سے راہ ہدایت پر ثابت قدم ہوں عنقریب پتہ چل جائے گا کہ ہم میں سے کس کو خدا کا عذاب نصیحت کرتا ہے اور کون جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ اب ہم اور تم دونوں آسمانی فیصلہ کا انتظار کرتے ہیں۔

قوم شعیب پر اللہ کا عذاب | یہاں قوم شعیب کا کڑک (فرشتہ کی چیخ) سے ہلاک ہونا مذکور ہے اور "اعراف" میں "رجھہ" کا لفظ آیا ہے یعنی زلزلہ سے ہلاک ہوئے۔ اور سورۃ شعراء میں "عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ" آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کے بادل سائبان کی طرح ان پر محیط ہو گئے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ تینوں قسم کے عذاب اس قوم کے حق میں جمع کر دیے گئے تھے، پھر ہر سورت میں وہاں کے سیاق کے مناسب عذاب کا ذکر کیا گیا۔ "اعراف" میں تھا کہ ان لوگوں نے شعیب سے کہا کہ ہم تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو اپنی سر زمین سے نکال دیں گے۔ وہاں بتلا دیا کہ جس زمین سے نکالنا چاہتے تھے، اسی کے زلزلہ سے ہلاک ہوئے۔ یہاں ان کے سخت گستاخانہ مقالات کا ذکر تھا، اس لئے بالمقابل آسمانی "صحیحہ" (کڑک) کا ذکر فرمایا۔ گویا عذاب الہی کی ایک کڑک میں ان کی سب آوازیں گم ہو گئیں۔ سورۃ شعراء میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔ "فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِن كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ" یعنی اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دے۔ اس کے مقابلہ میں "عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ" کا تذکرہ فرمایا۔

یعنی دونوں "صحیحہ" سے ہلاک ہوئے۔

حضرت موسیٰ کی نشانیاں اور معجزات | نشانیوں سے غالباً معجزات اور وہ تو آیتیں مراد ہیں، جن کا ذکر "وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ" میں ہوا ہے۔ ان میں سے معجزہ عصا کو جو نہایت ظاہر و قاہر معجزہ تھا شاید "سُلْطَانٌ مُّبِينٌ" (واضح سند) فرمایا "يَا سُلْطَانُ مُّبِينٌ" سے وہ روشن دلائل مراد ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے خدا تعالیٰ کے وجود و توحید وغیرہ کے متعلق پیش کئے جن کا ذکر دوسرے مقامات میں آئے گا۔ اور ممکن ہے سُلْطَانٌ مُّبِينٌ سے اس کے لغوی معنی (یعنی کھلا ہوا غلبہ) مراد لئے گئے ہوں، کیونکہ فرعونوں کے مقابلہ پر بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نمایاں غلبہ اور فتح مبین حاصل ہوتی رہی۔

فرعون کی حالت | یعنی کھلے کھلے نشان دیکھ کر بھی فرعونوں نے پیغمبر خدا کی بات نہ مانی، اسی دشمن خدا کے حکم پر چلتے رہے۔ حالانکہ اس کی کوئی بات ٹھکانے کی نہ تھی، جسے مان کر انسان بھلائی حاصل کر سکتا۔

جس طرح یہاں کفر و تکذیب میں ان کا امام تھا، قیامت کے دن بھی امام رہے گا۔ جو لوگ دنیا میں اس کی اندھی تقلید کر رہے تھے وہ اس کے پیچھے پیچھے آخری منزل (جہنم) تک پہنچ جائیں گے۔ یہ ہی وہ گھاٹ ہے جہاں ٹھنڈے پانی کی جگہ بھسم کر دینے والی آگ ملے گی۔

فِي هَذِهِ لَعْنَةٌ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ط بِئْسَ الرِّفْدُ

اس جہان میں لعنت اور دن قیامت کے بھی برائے نام ہے

الرِّفْدُ ۹۹ ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْقُرْآنِ نَقَصَهُ عَلَيْكَ

جو ان کو ملا یہ تھوڑے سے حالات ہیں بستیوں کے کہ ہم سناتے ہیں تجھ کو

مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ۱۰۰ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ

بعض ان میں سے اب تک قائم ہیں اور بعض کی جڑ کٹ گئی اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن

ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي

ظلم کر گئے وہی اپنی جان پر پھر کچھ کام نہ آئے ان کے ٹھا کر (معبود) جن کو

يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ لَمَّا جَاءَ أَمْرُ

پکارتے تھے سوائے اللہ کے کسی چیز میں جس وقت پہنچا ظلم

رَبِّكَ ط وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ ۱۰۱ وَكَذَلِكَ أَخَذُوا

تیرے رب کا اور نہیں بڑھایا ان کے حق میں سوائے ہلاک کرنے کے اور ایسی ہی ہے پکڑ

رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرْآنَ وَهِيَ ظَالِمَةٌ ط إِنَّ أَخْذَهُ

تیرے رب کی جب پکڑتا ہے بستیوں کو اور وہ ظلم کرتے ہوتے ہیں بے شک اس کی پکڑ

الْيَمُّ شَدِيدٌ ۱۰۲ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِمَنْ خَافَ

دردناک ہے شدت (زور) کی اس بات میں نشانی ہے اس کو جو ڈرتا ہے

عَذَابِ الْآخِرَةِ ط ذَلِكَ يَوْمٌ مَجْجُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَ

آخرت کے عذاب سے وہ ایک دن ہے جس میں جمع ہوں گے سب لوگ اور

یعنی رہتی دنیا تک لوگ فرعون اور فرعونوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔ پھر قیامت میں ملائکہ اللہ اور اہل موقف کی طرف سے لعنت پڑے گی۔ غرض لعنت کا سلسلہ لگا تار ان کے ساتھ ساتھ چلتا رہے گا۔ گویا یہ انعام ہے جو ان کے کارناموں پر دیا گیا۔

یعنی کچھلی قوموں کے قصے جو تم کو سنائے گئے کہ کس طرح انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب اور گستاخیاں کیں، پھر کس طرح تباہ ہوئے، ان میں سے بعض کی بستیاں ابھی آباد ہیں جیسے ”مصر“ جو فرعون کا مقام تھا اور بعض اجڑ گئیں۔ مگر ان کے کچھ کھنڈر باقی ہیں۔ جیسے قوم لوط کی بستیاں، اور بعض کا نشان بھی صفحہ ہستی پر باقی نہ رہا۔

کچھلی قوموں کی ہلاکت کے اسباب | یعنی خدا نے کسی کو بے قصور نہیں پکڑا جو ظلم کا وہم ہو سکے، جب وہ جرائم کے ارتکاب میں حد سے آگے نکل گئے اور اس طرح اپنے کو کھلم کھلا سزا کا مستحق ٹھہرا دیا تب خدا کا عذاب آیا۔ پھر دیکھ لو جن معبودوں (دیوتاؤں) کا انہیں بڑا سہارا تھا اور جن سے بڑی بڑی توقعات قائم کر رکھی تھیں وہ ایسی سخت مصیبت کے وقت کچھ بھی کام نہ آئے۔

باطل معبود کام کیا آتے؟ لٹے ہلاکت کا سبب بنے۔ جب انہیں نفع و ضرر کا مالک سمجھا، امیدیں قائم کیں، چڑھاوے چڑھائے تعظیم اور ڈنڈوت کی، تو یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ تکذیب انبیاء وغیرہ کا جو عذاب ہوتا شرک و بت پرستی کا عذاب اس پر مزید رہا۔

یعنی ظالموں کو بڑی حد تک مہلت دی جاتی ہے۔ جب کسی طرح باز نہیں آتے تو پکڑ کر گلا دبا دیا جاتا ہے۔ مجرم چاہے کہ تکلیف کم ہو، یا اس کی پکڑ سے چھوٹ کر بھاگ نکلے، اس خیال است و مجال است و جنوں۔

ان واقعات سے عبرت پکڑو | یعنی دنیا جو ”دار عمل“ ہے، جب اس میں شرک و کفر اور تکذیب انبیاء پر سزائیں ملتی ہیں اور اس قدر سخت ملتی ہیں تو یہ ایک نشان اس بات کے معلوم کرنے کا ہے کہ آخرت میں جو خالص ”دار جزاء“ ہے کیا کچھ سزا ان جرائم پر ملے گی؟ اور کیا صورت رستگاری کی ہوگی۔ عقلمند آدمی کے لئے جو اپنے انجام کو سوچ کر ڈرتا رہتا ہے۔ اس چیز میں بڑی عبرت و نصیحت ہے۔

ذَلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ

وہ دن ہے سب کے پیش ہونے کا ﴿۱۰۳﴾ اور اُس کو ہم دیر جو کرتے ہیں سوا ایک وعدہ کے لیے

مَّعْدُودٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلُمُ نَفْسٌ إِلَّا بِآذَانِهِ ۚ

جو مقرر ہے ﴿۱۰۴﴾ جس دن وہ آئے گا بات نہ کر سکے گا کوئی جاندار مگر اس کے حکم سے

فِيهِمْ شِقَاقٌ وَسَعِيدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُّوا فِي

سو ان میں بعضے بد بخت ہیں اور بعضے نیک بخت ﴿۱۰۵﴾ سو جو لوگ بد بخت ہیں وہ تو

النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿۱۰۶﴾ خَلِيدِينَ فِيهَا مَا

آگ میں ہیں اُن کو وہاں چیخنا ہے اور دھاڑنا ہمیشہ رہیں اُس میں جب تک

دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ط إِنَّ

رہے آسمان اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بے شک

رَبُّكَ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿۱۰۷﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ سَعِدُوا

تیرا رب کر ڈالتا ہے جو چاہے اور جو لوگ نیک بخت ہیں

فِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ

سو جنت میں ہیں ہمیشہ رہیں اُس میں جب تک رہے آسمان

وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ط عَطَاءٌ غَيْرَ مَجْدُودٍ ﴿۱۰۸﴾

اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بخشش ہے بے انتہا ﴿۱۰۸﴾

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُونَ هُوَ لَآءِ ط مَا يَعْبُدُونَ

سو تو نہ رہ دھوکے میں اُن چیزوں سے جن کو پوجتے ہیں یہ لوگ کچھ نہیں پوجتے

یعنی تمام دنیا کا بیک وقت فیصلہ اسی دن ہوگا جب سارے اولین و آخرین اکٹھے کئے جائیں گے اور کوئی شخص غیر حاضر نہ رہ سکے گا، گویا خدائی عدالت کی سب سے بڑی پیشی کا دن وہ ہی ہوگا۔

یعنی اللہ کے علم میں جو میعاد مقرر ہے وہ پوری ہو جائے گی تب وہ دن آئے گا، تاخیر سے یہ گمان مت کرو کہ یہ محض فرضی اور وہمی باتیں ہیں۔

یعنی کوئی شخص ایسی بات جو مقبول و نافع ہو بدون حکم الہی کے نہ کر سکے گا اور محشر کے بعض مواقف میں تو مطلقاً ایک حرف بھی اذن و اجازت کے بدون منہ سے نہ نکال سکیں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب | ان آیات کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جس قدر مدت آسمان و زمین دنیا میں باقی رہے

اتنی مدت تک اشقیاء دوزخ میں اور سعداء جنت میں رہیں گے مگر جو اور زیادہ چاہے تیرا رب وہ اسی کو معلوم ہے۔ کیونکہ ہم جب طویل سے طویل زمانہ کا تصور کرتے ہیں تو اپنے ماحول کے اعتبار سے بڑی مدت یہی خیال میں آتی ہے۔ اسی لئے ”مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ“ وغیرہ الفاظ محاورات عرب میں دوام کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے بولے جاتے ہیں۔ باقی دوام وابدیت کا اصلی مدلول جسے لامحدود زمانہ کہنا چاہئے وہ حق تعالیٰ ہی کے علم غیر متناہی کے ساتھ مختص ہے جس کو ”مَا شَاءَ رَبُّكَ“ سے ادا کیا۔ دوسرے معنی آیت کے یہ ہو سکتے ہیں کہ لفظ ”مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ“ کو کنا یہ دوام سے مانا جائے۔ یا آسمان و زمین

سے آخرت کا زمین و آسمان مراد لیا جائے۔ جیسے فرمایا ”يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتُ“ (ابراہیم، رکوع ۷) مطلب یہ ہوا کہ اشقیاء دوزخ اور سعداء جنت میں اس وقت تک رہیں گے جب تک آخرت کے زمین و آسمان باقی رہیں، یعنی ہمیشہ۔ مگر جو چاہے تیرا رب تو موقوف کر دے، وہاں ہمیشہ نہ رہنے دے۔ کیونکہ جنتیوں اور دوزخیوں کا خلود بھی اسی کی مشیت و اختیار سے ہے۔ لیکن وہ چاہ چکا کہ کفار و مشرکین کا عذاب اور اہل جنت کا ثواب کبھی موقوف نہ ہوگا۔ چنانچہ فرمادیا ”وَمَا

هُمْ بِبَخَارٍ جِنَّةٍ مِنَ النَّارِ (بقرہ، رکوع ۲۰) اور ”يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِبَخَارٍ جِنَّةٍ مِنْهَا“ (مائدہ، رکوع ۶) اور ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ“ اور ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ“ (نساء، رکوع ۱۸) اس پر تمام اہل اسلام کا اجماع رہا ہے اور ہمارے زمانہ کے

بعض نام نہاد مفسرین نے جو کچھ اس کے خلاف چیزیں پیش کی ہیں وہ یا روایات ضعیفہ و موضوعہ ہیں یا اقوال غریبہ ما اولہ۔ یا بعض آیات و احادیث ہیں جن کا مطلب کوتاہ نظری یا بد فہمی سے غلط سمجھ لیا گیا ہے۔ اگر خدا کی توفیق سے مستقل تفسیر لکھنے کی نوہت آئی، اس میں مفصل کلام کیا جائے گا۔ اختصار کی وجہ سے یہاں گنجائش نہیں، رہا عصاة موحدین کا مسئلہ یعنی جو مسلمان گناہوں کی بدولت

دوزخ میں ڈالے جائیں گے (العیاذ باللہ) ان کے متعلق احادیث صحیحہ نے ہم کو خدا کی مشیت پر مطلع کر دیا ہے کہ ایک دن ضرور ان کو نکال کر جنت میں پہنچائیں گے جہاں سے کسی جنتی کو کبھی نکلنا نہیں۔ شاید اسی لحاظ سے جنتیوں کے ذکر میں ”عَطَاءٌ غَيْرَ مَجْدُودٍ“ اور اشقیاء کے ذکر میں ”إِنَّ رَبَّكَ فَعَالٌ لِمَا يُرِيدُ“ ارشاد ہوا۔ تا معلوم ہو جائے کہ بعض اشقیاء دوزخ سے نکالے

جائیں گے مگر سعید کوئی جنت سے خارج نہ کیا جائے گا۔ (تنبیہ) ”إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ“ سے متنبہ فرمادیا کہ خدا کے ہمیشہ رہنے اور مخلوق کے ہمیشہ رہنے میں فرق ہے، کسی مخلوق کا ہمیشہ رہنا ہمہ وجوہ خدا کی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ جب چاہے فنا کر سکتا ہے۔ نیز یہ جتلا دیا کہ جزاء و سزا دینا اسکے اختیار و مشیت کے تابع ہے۔ ”آریہ سماج“ وغیرہ کے عقیدہ کے موافق وہ اس پر مجبور نہیں۔

إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِّن قَبْلُ ۖ وَإِنَّا لَمُوفُونَ لَهُمُ

مگر ویسا ہی جیسا کہ پوجتے تھے اُن کے باپ دادا سے اس سے پہلے اور ہم دینے والے ہیں اُن کو

نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوصٍ ۚ ﴿١٩﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ

اُن کا حصہ یعنی عذاب سے بلا نقصان اور اہل بیت ہم نے وہی سچی موسیٰ کو

الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ ۖ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

کتاب پھر اُس میں پھوٹ پڑ گئی اور اگر نہ ہوتا ایک لفظ کہ پہلے فرما چکا تھا

مِن رَّبِّكَ لَفُضِيَ بَيْنَهُمْ ۖ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكِّ

تیرا رب تو فیصلہ ہو جاتا اُن میں اور اُن کو اُس میں شبہ ہے

مِنْهُ مُرِيبٍ ۚ ﴿٢٠﴾ وَإِن كُنَّا لَيُوفِينَ لَهُمْ رَأْيًا

کہ مطمئن نہیں ہونے دیتا اور جتنے لوگ ہیں جب وقت آیا پورا دے گا (جھگڑا دے گا) رب تیرا اُن کو

أَعْمَالَهُمْ ۖ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۚ ﴿٢١﴾ فَاسْتَقِمْ

اُن کے اعمال اُس کو سب خبر ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں سو تو سیدھا چلا جا

كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۗ إِنَّهُ

جیسا تجھ کو حکم ہوا اور جس نے توبہ کی تیرے ساتھ اور حد سے نہ بڑھو بے شک وہ

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۚ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ

دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور مت جھگو اُن کی طرف جو

ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۖ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ

ظالم ہیں پھر تم کو لگے گی آگ اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوا

یعنی اتنی مخلوق کا شرک و بت پرستی کے راستہ پر پڑ لینا اور اب تک سزا یاب نہ ہونا، کوئی ایسی چیز نہیں جس سے دھوکہ کھا کر آدمی شبہ میں پڑ جائے۔ یہ لوگ اپنے باپ دادوں کی کورانہ تقلید کر رہے ہیں۔ وہ جھوٹے معبودان کے کیا کام آئے، جو ان کے کام آئیں گے؟ یقیناً ان سب کو آخرت میں عذاب کا پورا حصہ ملے گا۔ جس میں کوئی کمی نہ ہوگی یا کبھی کم نہ کیا جائے گا گویا لفظ ”غَيْرَ مَنْقُوصٍ“ ”عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ“ کے مقابل ہوا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دنیا میں رزق وغیرہ کا جو حصہ مقدر ہے وہ پورا ملے گا۔ پھر شرک کی پوری سزا بھگتیں گے۔

خیر و شر کے اختلاف کی حکمت | موسیٰ علیہ السلام کو تورات دے کر بھیجا تو آپس میں پھوٹ پڑ گئی، کسی نے قبول کیا کسی نے نہ کیا۔ جس طرح آج قرآن عظیم کے متعلق یہی اختلاف ہو رہا ہے۔ بیشک خدا کو قدرت تھی کہ یہ اختلاف و تفریق پیدا نہ ہونے دیتا یا پیدا ہو چکنے کے بعد تمام مکذبین کا فوراً استیصال کر کے سارے جھگڑے ایک دم میں چکا دیتا۔ مگر اس کی حکمت تکوینی اس کو منتفی نہ ہوئی۔ ایک بات اسکے یہاں پہلے سے طے شدہ ہے کہ انسان کو ایک خاص حد تک کسب و اختیار کی آزادی دے کر آزمائے کہ وہ کس راستہ پر چلتا ہے، آیا خالق و مخلوق کا ٹھیک ٹھیک حق پہچان کر خدا کی رحمت و کرامت کا مستحق بنتا ہے یا کجروی اور غلطی کاری سے فطرت صحیحہ کی رہنمائی کو خیر باد کہہ کر اپنے کو غضب و سخط کا مظہر ٹھہراتا ہے۔ ”لَيَسْلُوْكُمْ اَيْكُمُ اَحْسَنُ عَمَلًا“ اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان کی ساخت ایسی بنائی کہ وہ نیکی یا بدی کے اختیار کرنے میں بالکل مجبور و مضطر نہ ہو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں خیر و شر اور نیک و بد کی باہمی آویزش جاری رہے بعدہ مرحوم و مغضوب علیحدہ کئے جائیں۔ تا ”اَلَا مَنْ رَّجِمَ رَبُّكَ“ کے ساتھ ”لَا مُلَانَ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ“ والی بات بھی پوری ہو۔ غالباً یہی وہ کلمہ (لفظ) ہے جو اگر نہ فرما چکا ہوتا تو سب اختلافات کا ایک دم خاتمہ کر دیا جاتا۔ عام لوگ ان حکمتوں کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ آئندہ بھی ان اختلافات کا فیصلہ ہوگا یا نہیں۔

یعنی ابھی وقت نہیں آیا کہ ہر ایک کے عمل کا پورا بھگتان کیا جائے۔ لیکن جب وقت آئے گا تو یقیناً ذرہ ذرہ کا حساب کر دیا جائے گا۔ تاخیر عذاب سے یہ نہ سمجھو کہ اسے تمہارے اعمال کی خبر نہیں۔

اوامہ پر استقامت کا حکم | آپ ان مشرکین کی جھنجھٹ میں نہ پڑیے۔ آپ کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے کفر و غیرہ سے توبہ کر کے آپ کی معیت اختیار کر لی اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، احکام الہیہ پر نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ ہمیشہ جمے رہنا چاہئے۔ عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات، دعوت و تبلیغ وغیرہ، ہر چیز میں افراط یا تفریط سے علیحدہ ہو کر توسط و استقامت کی راہ پر سیدھے چلے جاؤ۔ کسی معاملہ میں افراط و تفریط کی جانب اختیار کر کے حد سے نہ نکلو، اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ ہر آن تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

مِنْ أَوْلِيَاءِ ثُمَّ لَا تُنصِرُونَ ﴿۱۱۳﴾ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي

مددگار پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے اور قائم کر نماز کو دونوں طرف

النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُنَّ

دن کے اور کچھ ٹکڑوں میں رات کے البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں

السَّيِّئَاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرُكَ لِلذَّكْرَيْنِ ۚ وَأَصْبِرْ

برائیوں کو یہ یادگاری ہے یاد رکھنے والوں کو اور صبر کر

فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوْلَا

البتہ اللہ ضائع نہیں کرتا ثواب نیکی کرنے والوں کا سو کیوں نہ

كَانَ مِنَ الْفُرُوقِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ

ہوئے ان جماعتوں میں جو تم سے پہلے تھیں ایسے لوگ جن میں اثر خیر رہا ہو

يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ

کو منع کرتے رہتے بگاڑ کرنے سے ملک میں مگر تھوڑے کہ جن کو

أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ

ہم نے بچالیا ان میں سے اور چلے وہ لوگ جو ظالم تھے وہی راہ جس میں بیش سے رہے تھے

وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْدِكَ

اور تھے گنہگار اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں کہ ہلاک کرے

الْقُرْءِ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَاءَ

بستیوں کو زبردستی سے اور لوگ وہاں کے نیک ہوں اور اگر چاہتا

پہلے ”لَا تَطْفُوا“ میں حد سے نکلنے کو منع کیا تھا اب بتلاتے ہیں کہ جو لوگ ظالم (حد سے نکلنے والے) ہیں، انکی طرف تمہارا ذرا سا میلان اور جھکاؤ بھی نہ ہو۔ ان کی موالات، مصاحبت، تعظیم و تکریم، مدح و ثناء، ظاہری تشبہ، اشتراک عمل، ہر بات سے حسب مقدور محترز رہو، مبادا آگ کی لپٹ تم کو نہ لگ جائے۔ پھر نہ خدا کے سوا تم کو کوئی مددگار ملے گا اور نہ خدا کی طرف سے کوئی مدد پہنچے گی۔

نمازوں کے اوقات | ظالموں کی طرف مت جھکو۔ بلکہ خدائے وحدۃ لا شریک لہ کی طرف جھکو۔ یعنی صبح و شام اور رات کی تاریکی میں خشوع و خضوع سے نمازیں ادا کرو کہ یہ ہی بڑا ذریعہ خدا کی مدد حاصل کرنے کا ہے۔ تنبیہ | دن کے دونوں طرف یعنی طلوع و غروب سے پہلے فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں۔ یا ایک طرف فجر اور دوسری طرف مغرب کو رکھا جائے کہ وہ بھی بالکل غروب کے متصل ہوتی ہے۔ اور بعض سلف کے نزدیک اس میں فجر اور ظہر و عصر تینوں نمازیں داخل ہیں۔ گویا دن کے دو حصے کر کے پہلے حصے میں فجر کو اور دوسرے حصے میں جو نصف النہار سے شروع ہو کر غروب پر ختم ہوتا ہے، دونوں نمازوں (ظہر و عصر) کو شمار کر لیا۔ اور ”زُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ“ سے فقط ”عشاء“ یا ”مغرب و عشاء“ دونوں مراد ہیں۔ ابن کثیر نے یہ احتمال بھی لکھا ہے کہ ”ظرفی النَّهَارِ“ سے فجر و عصر اور ”زُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ“ سے تہجد مراد ہو۔ کیونکہ ابتدائے اسلام میں یہ ہی تین نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ بعدہ تہجد کی فرضیت منسوخ ہوئی اور باقی دو کے ساتھ تین کا اضافہ کیا گیا (واللہ اعلم)

نماز کے فوائد | یعنی نمازوں کا قائم رکھنا، خدا کی یادگاری ہے۔ جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ ”أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي“ یا یہ مطلب ہے کہ ”إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ“ کا ضابطہ یاد رکھنے والوں کے لئے یاد رکھنے کی چیز ہے۔ جسے کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے مومن کو نیکیوں کی طرف خاص ترغیب ہوتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو تین طرح، جو نیکیاں کرے اس کی برائیاں معاف ہوں، اور جو نیکیاں اختیار کرے اس سے جو برائیوں کی چھوٹے، اور جس ملک میں نیکیوں کا رواج ہو وہاں ہدایت آئے اور گمراہی مٹے، لیکن تینوں جگہ وزن غالب چاہئے۔ جتنا میل اتنا صابون۔“

صبر اور صلوة کا تعلق | قرآن کریم میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی امداد و اعانت حاصل کرنے میں دو چیزوں کو خاص دخل ہے۔ صلوة اور صبر وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (بقرہ) یہاں بھی ”صلوة کے بعد ”صبر“ کا حکم فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ مومن خدا کی عبادت و فرمانبرداری میں ثابت قدم رہے اور کسی دکھ درد کی پروا نہ کرے، تب خدا کی مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے اس کے یہاں کسی نیکی کا اجر ضائع نہیں ہوتا، بلکہ اندازہ سے زائد ملتا ہے۔

مصلحین کی ضرورت اور اہمیت | یہ پچھلوں کا حال سنا کر امت محمدیہ کو ابھارا گیا ہے کہ ان میں ”امر بالمعروف“ اور ”نہی عن المنکر“ کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں۔ گذشتہ قومیوں میں اس لئے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش و عشرت کے نشہ میں چور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے رہے اور بڑے با اثر آدمی جن میں کوئی اثر خیر کا باقی تھا انہوں نے منع کرنا چھوڑ دیا، اس طرح کفر و عصیان اور ظلم و طغیان سے دنیا کی جو حالت بگڑ رہی تھی اس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا۔ چند گنتی کے آدمیوں نے ”امر بالمعروف“ کی کچھ آواز بلند کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ منع کرنے والے عذاب سے محفوظ رہے باقی سب قوم تباہ ہو گئی۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں ”نیک لوگ غالب ہوتے تو قوم ہلاک نہ ہوتی۔ تھوڑے تھے سو آپ بچ گئے۔“ حدیث صحیح میں ہے کہ جب ظالم کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے نہ روکا جائے اور لوگ ”امر بالمعروف“ و ”نہی عن المنکر“ ترک کر بیٹھیں، تو قریب ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا عام عذاب بھیجے جو کسی کو نہ چھوڑے (العیاذ باللہ)۔

یعنی جس بستی کے لوگ اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں، نیکی کو رواج دیں، ظلم و فساد کو روکیں تو خداوند قدوس کی یہ شان نہیں کہ خواہ مخواہ انہیں زبردستی پکڑ کر ہلاک کر دے۔ عذاب اسی وقت آتا ہے جب لوگ کفر و عصیان یا ظلم و طغیان میں حد سے نکل جائیں۔

رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ

تیرا رب کر ڈالتا لوگوں کو ایک رستہ پر اور ہمیشہ رہتے ہیں

مُخْتَلِفِينَ ۱۱۸ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ ۗ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ

اختلاف میں مگر جن پر رحم کیا تیرے رب نے اور اسی واسطے اُن کو پیدا کیا ہے

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لِأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ

اور پوری ہوئی بات تیرے رب کی کہ البتہ بھردوں گا دوزخ جنوں سے

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۱۱۹ وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ

اور آدمیوں سے اکٹھے اور سب چیز بیان کرتے ہیں ہم تیرے پاس

أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُنَبِّئُ بِهِ فُؤَادَكَ ۖ وَجَاءَكَ فِي

رسولوں کے احوال سے جس سے تسلی دیں تیرے دل کو اور آئی تیرے پاس

هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ ۖ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ۱۲۰ وَ قُلْ

اس سورت میں تحقیق بات اور نصیحت اور یادداشت ایمان والوں کو اور کہہ دے

لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ أَعْمَلُوا عَلٰٓى مَا كَانْتُمْ ط إِنَّا

اُن کو جو ایمان نہیں لاتے کام کئے جاؤ اپنی جگہ پر ہم بھی

عَمَلُونَ ۱۲۱ ۗ وَانْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ۱۲۲ ۗ وَ لِلّٰهِ غَيْبُ

کام کرتے ہیں اور انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں اور اللہ کے پاس ہے چھپی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ

بات آسمانوں کی اور زمین کی اور اسی کی طرف رجوع ہے سب کام کا سوا اسی کی بندگی کر

❖ یعنی جیسا کہ بارہا پہلے لکھا جا چکا ہے خدا تعالیٰ کی حکمت تکوینی اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ ساری دنیا کو ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا۔ اسی لئے حق کے قبول کرنے نہ کرنے میں ہمیشہ اختلاف رہتا ہے اور رہے گا۔ مگر فی الحقیقت اختلاف اور پھوٹ ڈالنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے صاف و صریح فطرت کے خلاف حق کو جھٹلایا۔ اگر فطرت سلیمہ کے موافق سب چلتے تو کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ اسی لئے ”إِلَّا مَن رَّجِمَ رَبُّكَ“ سے متنبہ فرمادیا کہ جن پر خدا نے ان کی حق پرستی کی بدولت رحم کیا وہ اختلاف کرنے والوں سے مستثنیٰ ہی۔

❖ تخلیق عالم کی غرض و غایت | یعنی دنیا کی آفرینش سے غرض یہ ہی ہے کہ حق تعالیٰ کی ہر قسم کی ”صفات جمالیہ“ و ”قہریہ“ کا ظہور ہو، اس لئے مظاہر کا مختلف ہونا ضروری ہے تاکہ ایک جماعت اپنے مالک کی وفاداری و اطاعت دکھا کر رحمت و کرم اور رضوان و غفران کا مظہر بنے۔ جو اَلَا مَن رَّجِمَ رَبُّكَ کی مصداق ہے اور دوسری جماعت اپنی بغاوت و غداری سے اس کی صفت عدل و انتقام کا مظہر بن کر جس دوام کی سزا بھگتے۔ جس پر خدا کی یہ بات پوری ہو ”لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْمَجْتَبِئَاتِ النَّاسِ أَجْمَعِينَ“ بہر حال آفرینش عالم کا تشریحی مقصد عبادت ہے، ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الناریات، رکوع ۳) اور تکوینی غرض یہ ہے کہ تشریحی مقصد کو اپنے کسب و اختیار سے پورا کرنے اور نہ کرنے والے دو گروہ ایسے موجود ہوں جو حق تعالیٰ کی صفات جلالیہ یا بالفاظ دیگر لطف و قہر کے مورد و مظہر بن سکیں۔ درکار خانہ عشق از کفر ناگزیر است دوزخ کرا بسوزد گر بولہب نہ باشد پھر لطف و کرم کے مظاہر بھی اپنے مدارج استعداد و عمل کے اعتبار سے مختلف ہونگے۔ گہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

❖ **قصص قرآن کی حکمت اور فوائد** | اوپر بہت سے انبیاء و رُسل کے قصص مذکور ہوئے تھے، اب ختم سورت پر ذکر قصص کی بعض حکمتوں پر تنبیہ فرماتے ہیں۔ یعنی گذشتہ اقوام و رُسل کے واقعات سن کر پیغمبر علیہ السلام کا قلب بیش از بیش ساکن و مطمئن ہوتا ہے اور اُمت کو تحقیقی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ جن میں نصیحت و تذکیر کا بڑا سامان ہے۔ آدمی جب سنتا ہے کہ میرے ابنائے نوع پہلے فلاں جرائم کی پاداش میں ہلاک ہو چکے ہیں تو ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ فلاں راستہ اختیار کرنے سے پچھلوں کو نجات ملی تو طبعاً اس کی طرف دوڑتا ہے۔ فی الحقیقت قرآن کریم میں قصص کا حصہ اس قدر موثر و مذکور واقع ہوا ہے کہ کوئی شخص جس میں تھوڑا سا آدمیت کا جز ہو اور خوف خدا کی ذرا سی ٹیس دل میں رکھتا ہو انہیں سن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ باقی قصص یا بعض دوسرے مضامین کی تکرار جو قرآن کریم میں پائی جاتی ہے اس پر ہم نے رسالہ ”القاسم“ کے ابتدائی دور میں ایک مستقل مضمون لکھا ہے اسے ملاحظہ کر لیا جائے۔

❖ **آنحضرت ﷺ کو توکل کا حکم** | اس مضمون کی آیات پہلے اسی سورت میں گذر چکی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میری بات نہیں مانتے تو بہتر ہے تم اپنی ضد پر جھے رہو، میں اپنے مقام پر مستقیم ہوں۔ نیز تم میرے لئے حوادث دہر کا انتظام کرتے رہو، میں تمہارے انجام بد کا منتظر ہوں۔ چند روز میں پتہ چل جائے گا کہ ظالموں کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ ”يَتَرَبَّصُّونَ بِكُمُ الدَّوَابِرَ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ“

وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۝ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ ۱۳ ۝ ۴

جو کام تم کرتے ہو

اور تیرا رب بے خبر نہیں

اور اسی پر بھروسہ رکھ

آيَاتُهَا ۱۱ ۝ سُورَةُ يُوسُفَ مَكِّيَّةٌ (۵۳) ۝ رُكُوعَاتُهَا ۱۲

سورۃ یوسف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الرَّحْمٰتِ تِلْكَ اٰیٰتِ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ ۱ ۝ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ

ہم نے اس کو اتارا ہے

واضح کتاب کی

یہ آیتیں ہیں

الر

قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ۲ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ

ہم بیان کرتے ہیں

تاکہ تم سمجھ لو

قرآن عربی زبان کا

عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ هٰذَا

یہ

اس واسطے کہ بھیجا ہم نے تیری طرف

بہت اچھا بیان

تیرے پاس

الْقُرْءَانَ ۝ ۳ ۝ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝ ۴

البتے بے خبروں میں

اس سے پہلے

اور تو تھا

قرآن

اِذْ قَالَ یُوسُفُ لِاَبِيْهِ يَا اَبَتِ اِنِّیْ رَاٰیْتُ اَحَدَ عَشَرَ

گیارہ

میں نے دیکھا خواب میں

اے باپ

اپنے باپ سے

جس وقت کہا یوسف نے

یعنی آپ ان کے کفر و شرارت سے دلگیر نہ ہوں اپنا کام کئے جائیں اور ان کا فیصلہ خدا کے حوالہ کریں، اس سے آسمان وزمین کی کوئی بات چھپی نہیں، سب معاملات ہر پھر کراہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ وہاں ان کو پتہ لگ جائے گا کہ وہ کس خطا میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ تو دل و جان سے اپنے پروردگار کی بندگی اور فرمانبرداری میں لگے رہیے۔ اور تمہارا اس کی اعانت پر بھروسہ رکھیے۔ وہ تمہارے مخلصانہ اعمال سے

بے خبر نہیں اُنکے مناسب تم سے معاملہ کرے گا۔ حدیث میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ! آپ پر بڑھاپے کے آثار بہت جلد آگئے؟ فرمایا "شَيِّئِي هُوَ وَ اَخْوَاتُهَا" "سورۃ ہود اور اُس کی بہنوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورہ ہود کی جس آیت نے آپ کو بوڑھا کر دیا یہ تھی۔ "فَاسْتَقَمُّ كَمَا اُمِرْتُ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ" "رزقنا اللہ سبحانہ و تعالیٰ الا ستقامۃ علی دینہ و سنۃ نبیہ صلعم۔ تم سورۃ ہود بفضلہ و منہ۔"

سورۃ یوسف

جس کا من عند اللہ ہونا بالکل واضح ہے اور جن احکام و شرائع یا مواظب و نصائح پر وہ مشتمل ہے نہایت روشن اور صاف ہیں۔

عربی میں قرآن کے نزول کی حکمت | یعنی عربی زبان جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح و وسیع اور منضبط و پر شوکت زبان

ہے، نزول قرآن کے لئے منتخب کی گئی۔ جب خود پیغمبر عربی ہیں تو ظاہر ہے کہ دنیا میں اس کے اولین مخاطب عرب ہونگے۔ پھر عرب

کے ذریعہ سے چاروں طرف یہ روشنی پھیلے گی۔ اسی کی طرف "لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ" میں اشارہ فرمایا کہ تمہاری زبان میں اتارنے کی

ایک وجہ یہ ہے کہ تم جو پیغمبر علیہ السلام کی قوم ہو اول اس کے علوم و معارف کا مزہ چکھو پھر دوسروں کو چکھاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابن

کثیر لکھتے ہیں۔ "اَنْزَلَ اَشْرَفَ الْكُتُبِ بِاَشْرَفِ اللُّغَاتِ عَلٰى اَشْرَفِ الرُّسُلِ بِسَفَارَةِ اَشْرَفِ الْمَلَائِكَةِ وَ كَانَ

ذٰلِكَ فِیْ اَشْرَفِ بَقَاعِ الْاَرْضِ وَ اِبْتِداءِ اَنْزَالِهِ فِیْ اَشْرَفِ شَهْوَرِ السَّنَةِ وَ هُوَ رَمَضَانُ فَكَمُلَ مِنْ كُلِّ الْوُجُوهِ."

احسن القصص کی وجہ نزول | یعنی اس وحی کے ذریعہ سے جو قرآن کی صورت میں ہم پر نازل ہوتی ہے۔ ہم ایک نہایت اچھا

بیان نہایت حسین طرز میں تم کو سناتے ہیں۔ جس سے اب تک اپنی قوم کی طرح تم بھی بے خبر تھے۔ گویہ واقعہ کتب تاریخ اور بائبل میں

پہلے سے مذکور تھا مگر محض ایک افسانہ کی صورت میں تھا۔ قرآن کریم نے اس کے ضروری اور مفید اجزاء کو ایسی عجیب ترتیب اور بلیغ و مؤثر

انداز میں بیان فرمایا۔ جس نے نہ صرف پہلے تذکرہ نویسوں کی کوتاہیوں پر مطلع کیا بلکہ موقع بہ موقع نہایت ہی اعلیٰ نتائج کی طرف

رہنمائی کی اور قصہ کے ضمن میں علوم و ہدایات کے ابواب مفتوح کر دیے۔ یہ بات کہ خداوند قدوس کی تقدیر کو کوئی چیز نہیں روک سکتی، اور

خدا جب کسی پر فضل کرنا چاہے تو سارا جہان مل کر بھی اپنی ساری امکانی تدابیر سے اسے محروم نہیں کر سکتا، صبر و استقامت و نیوی و اخروی

کامیابی کی کلید ہے، حسد و عداوت کا انجام خذلان و نقصان کے سوا کچھ نہیں، عقل انسانی بڑا شریف جو ہرے جس کی بدولت آدمی بہت

سی مشکلات پر غالب آتا اور اپنی زندگی کو کامیاب بنا لیتا ہے، اخلاقی شرافت اور پاکدامنی انسان کو دشمنوں اور حاسدوں کی نظر میں بھی

آخر کار معزز بنا دیتی ہے۔ یہ اور اس قسم کے بے شمار حقائق ہیں جن پر اس احسن القصص کے ضمن میں متنبہ فرمایا ہے۔ سورۃ یوسف کا

شان نزول مفسرین نے اس سورت کی شان نزول میں کئی روایتیں نقل کی ہیں۔ سب کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے

مشرکین مکہ کے ذریعہ سے امتحاناً یہ سوال کیا کہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد تو شام میں رہتی تھی، پھر "بنی اسرائیل" مصر میں کیسے پہنچ

گئے جو موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے مقابلہ کی نوبت آئی۔ شاید مسلمانوں کو بھی ایک مفصل تاریخی واقعہ جو بصائر و عبرت سے مملو ہونے کا

اشتیاق ہوا ہوگا۔ ادھر اس قصہ کے ضمن میں جن احوال و حوادث کا تذکرہ ہونے والا تھا، وہ کئی طرح نبی کریم ﷺ اور آپ کی قوم کے

حالات سے مشابہت رکھتے تھے۔ اور ان کا ذکر آنحضرت ﷺ کے حق میں موجب تسکین خاطر اور آپ کی قوم کے حق میں موجب

عبرت تھا۔ ان وجوہ سے یہ پورا واقعہ کافی بسط و تفصیل سے قرآن کریم میں بیان فرمایا۔ تا پوچھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ اسرائیل

(یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام) اور ان کی اولاد کے شام سے مصر آنے کا سبب حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہوا ہے۔ پھر وہیں

ان کی نسل پھیلی اور بڑھتی رہی تا آنکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آکر فرعون اور قبطیوں کی غلامی سے انہیں نجات دلائی۔

كُوكِبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ﴿۴﴾

ستاروں کو اور سورج کو اور چاند کو دیکھا میں نے ان کو اپنے واسطے سجدہ کرتے ہوئے

قَالَ يَبْنِي لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ

کہا اے بیٹے مت بیان کرنا خواب اپنا اپنے بھائیوں کے آگے

فَيَكِيدُوكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ

پھر وہ بنا تمیں گے تیرے واسطے کچھ فریب البتہ شیطان ہے انسان کا صریح

مُبِينٌ ﴿۵﴾ وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ

دشمن اور اسی طرح برگزیدہ کرے گا تجھ کو تیرا رب اور سکھائے گا

مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ

تجھ کو ٹھکانے پر لگانا باتوں کا اور پورا کرے گا اپنا انعام تجھ پر

وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ

اور یعقوب کے گھر پر جیسا پورا کیا ہے تیرے دو باپ دادوں پر اس سے

قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحٰقَ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۶﴾

پہلے ابراہیم اور اسحاق پر البتہ تیرا رب خبردار ہے حکمت والا

حضرت یوسف کا خواب یعنی گیارہ ستارے اور چاند سورج میرے آگے جھک رہے اور پست ہو رہے ہیں۔ یہ خواب لڑکیں میں دیکھا تھا۔ سچ ہے ”ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔“

یعنی شیطان ہر وقت انسان کی گھات میں لگا ہے۔ وسوسہ اندازی کر کے بھائیوں کو تیرے خلاف اکسادے گا۔ کیونکہ خواب کی تعبیر بہت ظاہر تھی، اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جو بہر حال خاندان نبوت میں سے تھے، ایسے واضح خواب کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہ تھا کہ گیارہ ستارے گیارہ بھائی ہیں اور چاند سورج ماں باپ ہیں گویا یہ سب کسی وقت یوسف علیہ السلام کی عظمت شان کے سامنے سر جھکائیں گے۔

برادران یوسف چنانچہ آخر سورت میں ”يَا بَتُّ هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا“ کہہ کر اسی طرف

اشارہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام خواب سے پیشتر ہی یہ محسوس کرتے تھے کہ یوسف کے ساتھ باپ کی خصوصی محبت کو دیکھ کر اس کے علاقائی بھائی دل ہی دل میں کڑھتے ہیں۔ اب انہوں نے خیال کیا کہ اگر کہیں یہ خواب سن پائے تو شیطان حسد کی آگ ان کے دلوں میں بھڑکا دے گا اور جوشِ حسد میں آنکھیں بند کر کے ممکن ہے وہ کوئی ایسی حرکت کر گزریں جو یوسف کی اذیت اور خود ان کی رسوائی اور بد انجامی کا موجب ہو۔ اس لئے آپ نے یوسف علیہ السلام کو منع فرما دیا کہ اپنا خواب بھائیوں کے روبرو ظاہر نہ کریں۔ یوسف کا ایک حقیقی بھائی ”بنیامین“ تھا، اس کے سامنے ذکر کرنے کی بھی اجازت نہیں دی، گو اس سے برائی کا کچھ اندیشہ نہ تھا، لیکن یہ ممکن تھا کہ وہ سن کر بے احتیاطی سے دوسروں کے سامنے تذکرہ کر دے۔ اور اس طرح یہ خبر لوگوں میں شائع ہو جائے۔ تنبیہ | حافظ ابن تیمیہ نے ایک مستقل رسالہ میں لکھا ہے کہ قرآن، لغت اور عقلی اعتبارات میں سے کوئی چیز اس خیال کی تائید نہیں کرتی کہ برادرانِ یوسف انبیاء تھے، نہ رسول کریم ﷺ نے اس کی خبر دی نہ صحابی رضی اللہ عنہم میں کوئی اس کا قائل تھا۔ بھلا عقوق والدین، قطع رحم، مسلمان بھائی کے قتل پر اقدام کرنا، اس کو غلام بنا کر بیچ ڈالنا اور بلاؤ کفر کی طرف بھیج دینا، پھر صریح جھوٹ اور حیلے بنانا وغیرہ ایسی حرکات شیعہ کیا کسی نبی کی طرف (خواہ قبل از بعثت ہی سہی) منسوب کی جاسکتی ہیں (العیاذ باللہ)۔ جن لوگوں نے برادرانِ یوسف کی نبوت کا خیال ظاہر کیا ہے، ان کے پاس لفظ ”اسباط“ کے سوا کوئی دلیل نہیں حالانکہ ”اسباط“ خاص صلبی اولاد کو نہیں بلکہ اقوام و امم کو کہتے ہیں۔ اور ”بنی اسرائیل“ کی اسباط پر تقسیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہوئی ہے۔

❖ حضرت یوسف کی نبوت کی پیشینگوئی | یعنی جس طرح ایسا اچھا خواب دکھلایا، اسی طرح محض جاذبہ رحمت سے اپنی بارگاہِ قرب میں تجھ کو خصوصی مقام عطا فرمائے گا۔ چنانچہ نبوت عطا فرمائی اور طرح طرح کی ظاہری و باطنی نوازشیں کیں۔

❖ حضرت یوسف کو تعبیر خواب کا علم | مثلاً تعبیر رؤیا، یعنی خواب سن کر اس کے اجزاء کو ذہانت و فراست سے ٹھکانے پر لگا دینا۔ یا ہر بات کے موقع و محل کو سمجھنا، اور معاملات کے عواقب و نتائج کو فوراً پرکھ لینا۔ یا خدا اور پیغمبروں کے ارشادات اقوام و امم کے قصص اور کتب منزلہ کے مضامین کی تہ تک پہنچ جانا، یہ سب چیزیں ”تاویل الاحادیث“ کے تحت میں مندرج ہو سکتی ہیں۔

❖ یعنی اخروی نعمتوں کے ساتھ دنیوی نعمتیں عطا فرمائے گا۔ نبوت کے ساتھ بادشاہت میں حصہ دے گا اور شہداء و محسن سے نجات دیکر خوشحالی و فراغِ بالی کی زندگی نصیب کرے گا۔

❖ یعقوب کے گھرانے کو دنیوی کمزوریاں اور مادی تکلیفوں سے رہائی دے گا اور آئندہ ان کی نسل سے بڑے بڑے پیغمبر اور بادشاہ پیدا کرے گا۔ حضرت یعقوب نے تو اضعاف اپنا نام نہیں لیا۔ اپنے والد حضرت اسحاق اور ان کے والد حضرت ابراہیم کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابراہیم کو خدا نے اپنا خلیل اور نبی بنایا، ان کے دشمن نمرود کو ہلاک کیا، آگ کے شعلوں کو ان کے لئے گلزار بنا دیا، حضرت اسحاق کو نبوت عطاء کی۔ پھر ان کے صلب سے حضرت یعقوب جیسا نبی پیدا کیا۔ جس سے تمام انبیائے بنی اسرائیل کا سلسلہ چلا۔ حدیث صحیح میں ہے۔ الکَرِیم ابن الکَرِیم ابن الکَرِیم ابن الکَرِیم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔ تنبیہ | حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو پیشین گوئی کی اس کا کچھ حصہ تو غالباً حضرت یوسف کے خواب سے سمجھے اور اس سے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ایسا موزوں و مبارک خواب دیکھا اور کچھ حضرت یوسف کے خصائل و شمائل سے یا وحی الہی کے ذریعہ سے مطلع ہوئے ہونگے۔

❖ یعنی وہ ہر ایک کی مناسبت و استعداد سے باخبر ہے۔ اپنی حکمت سے اسی کے مناسب فیض پہنچاتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٍ لِّلسَّاعِدِينَ ﴿٥﴾

البتہ ہیں یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں نشانیاں پوچھنے والوں کے لیے

إِذْ قَالُوا لِيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنََّا وَ

جب کہنے لگے البتہ یوسف اور اُس کا بھائی زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہم سے اور

نَحْنُ عَصَبُهُ ط إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلِيلٍ مُّبِينٍ ﴿٨﴾ اِقْتُلُوا

ہم اُن سے قوت والے لوگ ہیں البتہ ہمارا باپ صریح خطا پر ہے مار ڈالو

يُوسُفَ أَوْ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهٌ أَبِيكُمْ

یوسف کو یا پھینک دو کسی ملک میں کہ خالص رہے تم پر توجہ تمہارے باپ کی

وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ﴿٩﴾ قَالَ قَائِلٌ

اور ہو رہنا اس کے بعد نیک لوگ بولا ایک بولنے والا

مِنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَالْقَوْهَ فِي غَيْبَتِ الْجُبِّ

اُن میں مت مار ڈالو یوسف کو اور ڈال دو اُس کو گناہ کنوئیں میں

يَلْتَقِطُهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ﴿١٠﴾

کہ اٹھالے جائے اُس کو کوئی مسافر اگر تم کو کرنا ہے

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا

بولے اے باپ کیا بات ہے کہ تو اعتبار نہیں کرتا ہمارا یوسف پر اور ہم تو

لَهُ لَنُصِحُّونَ ﴿١١﴾ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعُ وَيَلْعَبُ وَ

اُس کے خیر خواہ ہیں بھیج اُس کو ہمارے ساتھ گل کو خوب کھائے اور کھیلے اور

❖ قصہ یوسف میں نشانیاں ہیں | یعنی جو لوگ اس طرح کے واقعات دریافت کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہتے ہیں ان کے لیے

یوسف اور ان کے بھائیوں کی سرگذشت میں ہدایت و عبرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ اس قصہ کو سن کر قلوب میں حق تعالیٰ کی عظیم قدرت و حکمت کا نقش جم جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی صداقت کا بین ثبوت ملتا ہے کہ آپ باوجود اُمی ہونے اور کسی کتاب یا معلم سے استفادہ نہ کرنے کے ایسے سچ و منضبط تاریخی حقائق کا انکشاف فرما رہے ہیں۔ جن کے بیان کی بجز اعلام ربانی کے کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً قریش مکہ کے لئے (جو یہود کے اکسانے سے اس قصہ کے متعلق حضور سے سوال کر رہے تھے) اس واقعہ میں بڑا عبرت آموز سبق ہے کہ جس طرح حضرت یوسف کو بھائیوں نے گھر سے نکالا۔ ازراہ حسد قتل یا جلا وطن کرنے کے مشورے کئے۔ طرح طرح سے ایذائیں پہنچائیں۔ اہانت و استخفاف میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ آخر ایک دن آیا کہ یوسف کی طرف نادم و محتاج ہو کر آئے۔ یوسف علیہ السلام کو خدا نے دین و دنیا کے اعلیٰ مناصب پر فائز کیا اور انہوں نے اپنے عروج و اقتدار کے وقت بھائیوں کے جرائم سے چشم پوشی کی اور نہایت دریا دلی سے سب کے قصور معاف کر دیے۔ ٹھیک اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی برادری نے آپ کے متعلق ناپاک منصوبے باندھے، دکھ پہنچائے، عزت و آبرو پر حملے کئے، حتیٰ کہ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ لیکن جلد وہ دن آنے والا تھا جب وطن سے علیحدہ ہو کر آپ کی کامیابی اور رفعت شان کا آفتاب چمکا، اور چند سال کے بعد فتح مکہ کا وہ تاریخی دن آپ پہنچا جبکہ آپ نے اپنے قومی اور وطنی بھائیوں کی گزشتہ تقصیرات پر بعینہ حضرت یوسف والے کلمات "لَا تُشْرِبْ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" فرما کر قلم غنوج کھینچ دیا۔

❖ برادران یوسف کا حسد | حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف اور ان کے بیٹے بھائی بنیامین سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے کیونکہ یہ دونوں

اپنے علاقائی بھائیوں سے چھوٹے تھے، والدہ کا انتقال ہو چکا تھا اور خاص حضرت یوسف کی نسبت اپنے نور فرست یا الہام ربانی سے سمجھ چکے تھے کہ انکا مستقبل نہایت ورخشاں ہے اور نبوت کا خاندانی سلسلہ ان کی ذات سے وابستہ ہونے والا ہے۔ خود یوسف علیہ السلام کا حسن صورت و سیرت اور کمال ظاہری و باطنی پدر بزرگوار کی محبت خصوصی کو اپنی طرف جذب کرتا تھا۔ دوسرے بھائیوں کو یہ چیز ناگوار تھی۔ وہ کہتے تھے کہ وقت پر کام آنے والے تو ہم ہیں۔ ہمارا ایک طاقتور جتنا ہے جو باپ کی ضعیفی میں کام آسکتا ہے۔ ان چھوٹے لڑکوں سے کیا امید ہو سکتی ہے؟ ان ہی خیالات کے ماتحت اپنے والد بزرگوار کی نسبت کہتے تھے کہ وہ اس معاملہ میں سخت غلطی اور صریح خطا پر ہیں۔ اپنے نفع و نقصان کا صحیح موازنہ نہیں کرتے۔

❖ حضرت یوسف کے قتل کا منصوبہ | یعنی رشک و حسد کی آگ اندر ہی اندر سلتی رہی۔ آخر آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف کی موجودگی

میں ممکن نہیں کہ والد بزرگوار کی خصوصی محبت و توجہ کو ہم اپنی طرف کھینچ سکیں، اس لئے یوسف کا قصہ ہی یہاں سے ختم کر دینا چاہئے خواہ قتل کر دیا کسی دور دراز ملک کی طرف پھینک دو جہاں سے واپس نہ آسکے۔ جب وہ نہ رہیں گے تو باپ کی ساری توجہات اور مہربانیوں کے ہم ہی تنہا حقدار رہ جائیں گے۔ بنیامین کے معاملہ کو غالباً ان کے یہاں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ گویا اس کی محبت کو یوسف کی محبت کا ضمیر سمجھتے تھے۔

❖ یعنی ایک مرتبہ قتل وغیرہ کا گناہ کرنا پڑے گا۔ اس سے فارغ ہو کر توبہ کر لیں گے اور خوب نیک بن جائیں گے، گویا رند کے رند رہے ہاتھ

سے جنت نہ گئی۔ بعض مفسرین نے "وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ" کے معنی یہ لئے ہیں کہ یوسف کے بعد ہمارے سب کام

ٹھیک اور درست ہو جائیں گے کیونکہ پدر بزرگوار کا دست شفقت یوسف سے مایوس ہو کر صرف ہمارے ہی سروں پر رہا کرے گا۔

❖ یہود کی تجویز | یہ کہنے والا "یہودا" تھا یعنی قتل کرنا بہت سخت بات ہے اور ہمارا مقصد بدون اس کے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر تم یوسف کو

یہاں سے علیحدہ کرنا چاہتے ہو تو آسان صورت یہ ہے کہ اس کو سستی سے دور کسی گنہگار کنوئیں میں ڈال دو۔ ابو حیان نے بعض اہل اہت سے نقل کیا ہے

کہ "غِيَابَتِ الْجُبِّ" اس طاقتور وغیرہ کو کہتے ہیں جو کنوئیں (باؤلی) میں پانی سے ذرا اوپر بنا ہوا ہو۔ غرض یہ تھی کہ ہم خواہی نہ خواہی عبد اہلاک کرنے

کا گناہ اپنے سر نہ لیں۔ ایسے کنوئیں میں ڈال دینے کے بعد بہت ممکن ہے کوئی مسافر ادھر سے گذرے اور خبر پا کر کنوئیں سے نکال لے

جائے۔ اس صورت میں ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا اور خون ناحق میں ہاتھ رنگیں نہ کرنے پڑیں گے گویا سانپ مر جائے گا اور لاشی نہ ٹوٹے گی۔

❖ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے بھی باپ سے اس قسم کی درخواست کر چکے تھے مگر ان کا دل ان کے ساتھ بھیجنے پر مطمئن نہیں ہوا۔

إِنَّا لَهُ لَكٰفِطُونَ ﴿۱۲﴾ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنَّ تَذٰهَبُوا

ہم تو اس کے نگہبان ہیں ﴿۱۲﴾ بولا مجھ کو غم ہوتا ہے اس سے کہ تم اس کو لے جاؤ

بِهِ وَآخَافُ أَنَّ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ

اور ڈرتا ہوں اس سے کہ کھا جائے اس کو بھیڑیا اور تم اس سے

غٰفِلُونَ ﴿۱۳﴾ قَالُوا لَيْنَ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا

بے خبر ہو ﴿۱۳﴾ بولے اگر کھا گیا اس کو بھیڑیا اور ہم ایک جماعت ہیں قوت ور تو تو ہم

إِذَا الْخٰسِرُونَ ﴿۱۴﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَآجَمَعُوا أَن يَجْعَلُوهُ

نے سب کچھ گنوا دیا ﴿۱۴﴾ پھر جب لے کر چلے اس کو اور متفق ہوئے کہ واپس اس کو

فِي غَيْبَتِ الْجُبِّ ۗ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ

گناہم کنوئیں میں اور ہم نے اشارہ کر دیا اس کو کہ تو بتائے گا ان کو ان کا یہ کام

هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۵﴾ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً

اور وہ سمجھ کو نہ جانیں گے ﴿۱۵﴾ اور آئے اپنے باپ کے پاس اندھیرا پڑے

يَبْكُونَ ﴿۱۶﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا

روتے ہوئے ﴿۱۶﴾ کہنے لگے اے باپ ہم لگے دوڑنے آگے نکلنے کو اور چھوڑا

يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَآكَلَهُ الذِّئْبُ ۗ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ

یوسف کو اپنے اسباب کے پاس پھر اس کو کھا گیا بھیڑیا ﴿۱۷﴾ اور تو باور نہ کرے گا

لَنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِينَ ﴿۱۷﴾ وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ

ہمارا کہنا اور اگرچہ ہم سچے ہوں ﴿۱۷﴾ اور لائے اس کے کرتے پر لہو لگا کر

❖ حضرت یوسف کو ساتھ لے جانے کی درخواست | یعنی ایسے خوبصورت بچے کے قومی گھر میں خالی پڑے رہنے سے بیکار ہوئے جاتے

ہیں۔ مناسب ہے کہ ہمارے ساتھ اس کو بکریاں چرانے کے لئے جنگل بھیج دیجئے۔ وہاں جنگل کے پھل میوے خوب کھائے گا اور کھیل کود سے جسمانی ورزش بھی ہو جائے گی۔ کہتے ہیں ان کا کھیل بھاگ دوڑ اور تیر اندازی تھی۔ اور ویسے بھی بچوں کے لئے مناسب حد تک کھیلنا جیسا کہ ابو حیان نے کہا ہے نشاط و شگفتگی کا موجب ہے، غرض یعقوب علیہ السلام سے یوسف کو ساتھ لیجانے کی پرزور درخواست کی اور نہایت موکد طریقہ سے اطمینان دلایا کہ ہم برابر اس کی حفاظت کریں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ خود یوسف کو بھی جداگانہ طور پر ساتھ چلنے اور باپ سے اجازت لینے کی ترغیب دی۔

❖ یعنی یوسف کی جدائی اور تمہارے ساتھ جانے کا تصور ہی مجھے غمگین بنائے دیتا ہے اس پر یہ خوف مزید رہا کہ بچہ ہے۔ تمہاری بے خبری اور غفلت میں بھیڑیا وغیرہ کوئی درندہ نہ پھاڑ کھائے۔ لکھا ہے کہ اس جنگل میں بھیڑیے کثرت سے تھے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ان کو آگے چل کر بھیڑیے کا بہانہ کرنا تھا وہ ہی ان کے دل میں خوف آیا۔" بعض تحقیقین کا خیال یہ ہے کہ "أَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ" فرمانا حضرت یعقوب جیسے پیغمبر کے درجہ توکل و تفویض سے ذرا نازل بات تھی۔ اس کا جواب یہ ملا کہ لڑکوں نے گویا ان کے منہ میں سے بات پکڑ لی۔ جو اندیشہ ظاہر کیا تھا وہ ہی واقعہ بنا کر لے آئے۔

❖ یعنی اگر ہماری جیسی طاقتور جماعت کی موجودگی میں چھوٹے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے تو جھوٹا ہم بالکل ہی گئے گذرے ہوئے۔ اس سے بڑھ کر کیا خسارہ ہوگا کہ دس گیارہ تو مند بھائیوں کی آنکھوں کے سامنے سے ایک کمزور بچہ بھیڑیے کے منہ میں پہنچ جائے۔ ایسا ہو تو کہنا چاہئے کہ ہم نے اپنا سب کچھ گنوا دیا۔

❖ مفسرین نے بہت سے درمیانی قصے نہایت درو انگیز اور رقت خیز پیرایہ میں نقل کئے ہیں جنہیں سن کر پتھر کا کلیجہ موم ہو جائے۔ خدا جانے وہ کہاں تک صحیح ہیں۔ قرآن کریم اپنے خاص نصب العین کے اعتبار سے اس قسم کی تفصیل کو زیادہ درخور اعتناء اور لائق ذکر نہیں سمجھتا کیونکہ ان اجزاء سے کوئی مہم مقصد متعلق نہیں ہے۔ قرآن کریم اپنے سامعین کے دلوں میں وہ رقت پیدا کرنا چاہتا ہے جس کا نشاء خاص ایمان و عرفان ہو۔ عام رقت جو ہر کافر و مومن بلکہ حیوانات تک میں طبعاً مشترک ہے اس پر عام خطباء کی طرح زور ڈالنا قرآن کی عادت نہیں۔ یہاں بھی اس نے درمیانی واقعات حذف کر کے آخری بات بتلا دی کہ برادران یوسف یوسف کو بطائف اکیلے باپ کے پاس سے لے گئے اور ٹھہری ہوئی قرارداد کے موفق کنوئیں میں ڈالنے کا تہیہ کر لیا۔ اس وقت ہم نے یوسف کو اشارہ کیا جس کی دوسروں کو مطلق خبر نہیں ہوئی کہ گھبراؤ نہیں، ایک وقت آیا چاہتا ہے کہ یہ سب کارروائیاں تم ان کو یاد دلاؤ گے اور اس وقت تم ایسے بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ پر ہو گے کہ یہ تم کو پہچان نہ سکیں گے یا طول عہد کی وجہ سے تم کو شناخت نہ کر سکیں گے۔ یہ خدائی اشارہ خواب میں ہوایا بیداری میں، بطریق الہام ہوایا فرشتہ کے ذریعہ سے، اس کی تفصیل قرآن میں نہیں۔ البتہ ظاہر الفاظ کو دیکھ کر کہا گیا ہے کہ وحی کا آنا چالیس برس کی عمر پر موقوف نہیں ہے کیونکہ حضرت یوسف اس وقت بہت کم عمر تھے۔ واللہ اعلم۔

❖ حضرت یعقوب کے سامنے بھائیوں کا گریہ | یا تو گھر پہنچتے پہنچتے اندھیرا ہو گیا یا جان بوجھ کر اندھیرے سے آئے کہ دن کے اجالے میں باپ کو منہ دکھانا زیادہ مشکل تھا اور رات کی سیاہ چادر بے حیائی، سنگدلی اور جھوٹی آہ و بکاء کی کسی حد تک پردہ داری کر سکتی تھی۔ اعمش نے خوب فرمایا کہ برادران یوسف کا گریہ و بکاء سننے کے بعد ہم کسی شخص کو محض چشم اشکبار سے سچا نہیں سمجھ سکتے۔

❖ بھائیوں کی جھوٹی کہانی | یعنی ہم نے حفاظت میں کچھ کوتاہی نہیں کی، ہمارے کپڑے لٹے وغیرہ قابل حفاظت چیزیں جہاں رکھی تھیں وہیں یوسف کو بٹھلایا اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کو بھاگ دوڑ شروع کی۔ بس ذرا آنکھ سے اوجھل ہونا تھا کہ بھیڑیے نے یوسف کو آدو بچا۔ اس موقع پر اتنی ذرا سی دیر میں احتمال بھی نہ تھا کہ بھیڑیا پہنچ کر فوراً یوسف کو شکار کر لے گا۔

❖ یعنی یوسف کے معاملہ میں پہلے ہی سے آپ کو ہماری طرف بدگمانی ہے۔ اگر آپ کے نزدیک ہم بالکل سچے بھی ہوں تب بھی اس معاملہء خاص میں کسی طرح ہماری بات کا یقین نہیں کر سکتے۔

كَذِبٌ ۖ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبِرْ

جھوٹ ۱۱ بولا یہ ہرگز نہیں بلکہ بناوی ہے تم کو تمہارے جیوں نے ایک بات اب صبری

جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿۱۸﴾ وَجَاءَتْ

بہتر ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو ۱۷ اور آیا

سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَةً ۖ قَالَ يَبِشْرَءِ

ایک قافلہ پھر بھیجا اپنا پانی بھرنے والا اُس نے لٹکایا اپنا ڈول کہنے لگا کیا خوشی کی بات ہے

هَذَا عِلْمٌ ۖ وَأَسْرَوْهُ بِضَاعَتِهِ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾

یہ ہے ایک لڑکا اور چھپایا اُس کو تجارت کا مال سمجھ کر ۱۸ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ۱۹

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخِيسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۖ وَكَانُوا فِيهِ

اور بیچ آئے اُس کو بھائی ناقص قیمت کو گنتی کی چونیاں ۱۹ اور ہو رہے تھے اُس سے

مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿۲۰﴾ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ

بیزار ۲۰ اور کہا جس شخص نے خرید کیا اُس کو مصر سے

لَا مَرَاتِنَهُ أَكْرَمَىٰ مَثْوَاهُ عَلَيْهِ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ

اپنی عورت کو آبرو سے رکھ اُس کو شاید ہمارے کام آئے یا

۱۱ ایک بکری یا ہرن وغیرہ ذبح کر کے اس کا خون یوسف کی قمیص پر چھڑک لائے تھے وہ جھوٹا خون پیش کر کے باپ کو یقین دلانے لگے، کہ بھیڑیے کے زخمی کرنے سے یہ کرتے خون آلود ہو گیا۔

۱۲ حضرت یوسف کا خون آلود کرتے بھلا جس کو شام میں بیٹھ کر مصر سے یوسف کے کرتے کی خوشبو آتی تھی وہ بکری کے خون پر یوسف کے خون کا گمان کب کر سکتا تھا۔ انہوں نے سنتے ہی جھٹلا دیا۔ اور جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہ کہنے لگے کہ وہ بھیڑیا واقعی بڑا حلیم و متین ہو گا جو یوسف کو لے گیا اور خون آلود کرتے کو نہایت احتیاط سے صحیح و سالم اتار کر رکھ گیا۔ سچ ہے۔ ”دروغ گورا حافظ نہ باشد“ خون کے چھینٹے تو دیے مگر یہ خیال نہ رہا کہ قمیص کو بے ترتیبی سے نوچ کر اور پھاڑ کر پیش کرتے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاف طور پر فرما دیا کہ یہ سب تمہاری سازش اور اپنے دلوں سے تراشی ہوئی باتیں ہیں۔ بہر حال میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں

جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہوگا نہ تم سے انتقام کی کوشش۔ صرف اپنے خدا سے دعاء کرتا ہوں کہ اس صبر میں میری مدد فرمائے اور اپنی اعانت غیبی سے جو باتیں تم ظاہر کر رہے ہو، ان کی حقیقت اس طرح آشکارا کر دے کہ سلامتی کے ساتھ یوسف سے دوبارہ ملنا نصیب ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ جس امتحان میں وہ مبتلا کئے گئے ہیں وہ پورا ہو کر رہے گا اور ایک مدت معین کے بعد اس مصیبت سے نجات ملے گی۔ فی الحال ڈھونڈنے یا انتقامی تدابیر اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں یوسف ابھی ملیں گے نہیں ہاں دوسرے بیٹے ساری دنیا میں رسوا ہو جائیں گے اور ممکن ہے کہ طیش میں آ کر خود یعقوب علیہ السلام کو ایذا پہنچانے کی کوشش کریں۔ کذا قال الامام الرازی فی الکبیر۔ واللہ اعلم۔

◆ کنویں میں حضرت یوسفؑ کے تین دن | کہتے ہیں تین روز تک یوسف علیہ السلام کنوئیں میں رہے۔ قدرت الہی نے حفاظت کی۔ ایک بھائی یہودا کے دل میں ڈال دیا کہ وہ ہر روز کنوئیں میں کھانا پہنچاتا تھا۔ ویسے بھی سب بھائی خبر رکھتے تھے کہ مرے نہیں۔ کسی دوسرے ملک کا مسافر نکال لے جائے تو ہمارے درمیان سے یہ کاشا نکل جائے۔ سچ ہے۔ گل است سعدی و در چشم دشمنان خارا است آخر مدین سے مصر کو جانے والا ایک قافلہ ادھر سے گذرا، انہوں نے کنواں دیکھ کر اپنا آدمی پانی بھرنے کو بھیجا اس نے ڈول پھانسا تو حضرت یوسف چھوٹے تو تھے ہی ڈول میں ہو بیٹھے اور رسی ہاتھ سے پکڑ لی کھینچنے والے نے ان کا حسن و جمال دیکھ کر بے ساختہ خوشی سے پکارا کہ یہ تو عجیب لڑکا ہے بڑی قیمت کو بکے گا۔

◆ یعنی کھینچنے والے نے اس واقعہ کو دوسرے ہمراہیوں سے چھپانا چاہا کہ اوروں کو خبر ہوگی تو سب شریک ہو جائیں گے۔ شاید یہ ظاہر کیا کہ یہ غلام اس کے مالکوں نے مجھ کو دیا ہے تا مصر کے بازار میں فروخت کروں۔

◆ یعنی بھائی بے وطن کرنا چاہتے تھے اور قافلہ والے بیچ کر دام وصول کرنے کا ارادہ کر رہے تھے اور خدا تعالیٰ خزائن مصر کا مالک بنانا چاہتا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو ان کا رورائیوں کو ایک سیکنڈ میں روک دیتا، لیکن اس کی مصلحت تاخیر میں تھی، اس لئے سب چیزوں کو جانتے اور دیکھتے ہوئے انہیں ڈھیل دی گئی۔

◆ بھائیوں کا حضرت یوسفؑ کو فروخت کرنا | بھائیوں کو خبر ہوئی کہ قافلہ والے نکال لے گئے۔ وہاں پہنچے اور ظاہر کیا کہ یہ ہمارا غلام بھاگ آیا ہے چونکہ اسے بھاگنے کی عادت ہے اس لئے ہم رکھنا نہیں چاہتے، تم خریدو تو خرید سکتے ہو۔ مگر بہت سخت نگرانی رکھنا کہیں بھاگ نہ جائے کہتے ہیں اٹھارہ درہم یا کم و بیش میں بیچ ڈالا۔ اور نو بھائیوں نے دو دو درہم (تقریباً آٹھ آٹھ آنے) بانٹ لئے۔ ایک بھائی یہودا نے حصہ نہیں لیا۔

◆ یعنی اس قدر رازاں بیچنے سے تعجب مت کرو۔ وہ اتنے بیزار تھے کہ مفت ہی دے ڈالتے تو مستبعد نہ تھا۔ جو پیسے مل گئے غنیمت سمجھا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں آیت میں اس بیچ کا ذکر ہے جو قافلہ والوں نے مصر پہنچ کر کی۔ اگر ایسا ہو تو کہا جائے گا کہ پڑی ہوئی چیز کی قدر نہ کی اور یہ اندیشہ رہا کہ پھر کوئی آ کر دعویٰ نہ کر بیٹھے۔ نیز آبق (بھگوڑا) ہونے کا عیب سن چکے تھے، اس لئے سستے داموں بیچ ڈالا۔ والظاہر ہوا اول۔ واللہ اعلم۔

نَتَّخِذُهُ وُلَدًا ۙ وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ ۚ

ہم کر لیں اس کو بیٹا ♦ اور اسی طرح جگہ دی ہم نے یوسف کو اس ملک میں

وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۗ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ

اور اس واسطے کہ اس کو سکھائیں کچھ ٹھکانے پر بیٹھانا باتوں کا (کل درست کرنی باتوں کی) ♦ اور اللہ طاقتور رہتا ہے اپنے

أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ

کام میں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ♦ اور جب پہنچ گیا

أَشُدَّهُ آتَيْنَهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۗ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۲﴾

اپنی قوت کو دیا ہم نے اس کو حکم اور علم ♦ اور ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ہم نیکی والوں کو ♦

وَرَأَوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ

پھسلا یا اس کو اس کی عورت نے جس کے گھر میں تھا اپنا جی تھامنے سے اور بند کر دیے

الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْبْ لَكَ ۗ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ

دروازے اور بولی شتابی کر ♦ کہا خدا کی پناہ وہ عزیز

رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ

مالک ہے میرا اچھی طرح رکھا ہے مجھ کو بے شک بھلائی نہیں پاتے جو لوگ کہ بے انصاف ہوں ♦ اور اہل

♦ حضرت یوسف عزیز مصر کے یہاں کہتے ہیں مصر پہنچ کر نیلام ہوا۔ عزیز مصر جو وہاں کا مدار المہام تھا، اس کی بولی پر معاملہ ختم ہوا۔ اس نے اپنی عورت (زلیخا یا راعیل) سے کہا کہ نہایت پیارا، قبول صورت، اور ہونہار لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ اس کو پوری عزت و آبرو سے رکھو۔ غلاموں کا معاملہ مت کرو۔ شاید بڑا ہو کر ہمارے کام آئے۔ ہم اپنا کاروبار اس کے سپرد کر دیں۔ یا جب اولاد نہیں ہے تو بیٹا بنالیں۔

♦ حضرت یوسف کو عطائے تمکین | یعنی ہم نے اپنی قدرت کاملہ اور تدبیر لطیف سے یوسف کو بھائیوں کی حاسدانہ نختیوں اور کنوئیں کی قید سے نکال کر عزیز مصر کے یہاں پہنچا دیا۔ پھر اس کے دل میں یوسف کی محبت و وقعت القاء فرمائی اس طرح ہم نے ان

کو مصر میں ایک معزز جگہ دی اور اہل مصر کی نظروں میں انکو وجیہ و محبوب بنا دیا۔ تا یہ چیز آئندہ ترقیات اور سر بلند یوں کا پیش خیمہ ہو۔ اور بنی اسرائیل کو مصر میں بسانے کا ذریعہ بنے۔ ساتھ ہی یہ بھی منظور تھا کہ عزیز مصر کے یہاں رہ کر بڑے سرداروں کی صحبت دیکھیں تا سلطنت کے رموز و اشارات سمجھنے اور تمام باتوں کو ان کے ٹھکانے پر بٹھانے کا کامل سلیقہ اور تجربہ حاصل ہو (تنبیہ) اسی سورت کے پہلے رکوع میں ”تاویل الاحادیث“ کا لفظ گزر چکا ہے۔ اس کی تفسیر وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

❖ حضرت یوسف کا علم و حکمت | یعنی بھائیوں نے یوسف کو گرانا چاہا، خدا نے ان کو آسمان رفعت پر پہنچا دیا۔ اکثر لوگ کوتاہ نظری سے دیکھتے نہیں کہ انسانی تدبیروں کے مقابلہ میں کس طرح خدا کا بند و بست غالب آتا ہے۔

❖ یعنی جب یوسف کے تمام قوی حد کمال کو پہنچ گئے تو خدا کے یہاں سے عظیم الشان علم و حکمت کا فیض پہنچا۔ نہایت مشکل عقدے اپنی فہم رسا سے حل کرتے، بڑی خوبی اور دانائی سے لوگوں کے نزاعات چکاتے، دین کی باریکیاں سمجھتے، جو زبان سے کہتے وہ کر کے دکھاتے۔ سفیہانہ اخلاق سے قطعاً پاک و صاف اور علم شراعی کے پورے ماہر تھے۔ تعبیر رؤیا کا علم تو ان کا مخصوص حصہ تھا۔

❖ جو لوگ فطرت کی رہنمائی یا تقلید صالحین اور توفیق ازلی سے نواب و حوادث پر صابر رہ کر عمدہ اخلاق اور نیک چال چلن اختیار کرتے ہیں، حق تعالیٰ ان پر ایسے ہی انعام فرماتا ہے۔

❖ حضرت یوسف کا کڑا امتحان | ادھر تو الطافِ غیبیہ حضرت یوسف کی عجیب و غریب طریقہ سے تربیت فرما رہے تھے۔ ادھر عزیز کی بیوی (زلیخا) نے ان کے سامنے ایک نہایت ہی مزلہ الاقدام موقع امتحان کا کھڑا کر دیا۔ یعنی حضرت یوسف کے حسن و جمال پر زلیخا مفتون ہو گئی اور دکشی و ہوشربائی کے سارے سامان جمع کر کے چاہا کہ یوسف کے دل کو انکے قابو سے باہر کر دے۔ ایک طرف عیش و نشاط کے سامان، نفسانی جذبات پورے کرنے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں، یوسف علیہ السلام کا ہر وقت زلیخا کے گھر میں موجود رہنا، اس کا نہایت محبت اور پیار سے رکھنا، تنہائی کے وقت خود عورت کی طرف سے ایک خواہش کا بیتابانہ اظہار کسی غیر کے آنے جانے کے سب دروازے بند، دوسری طرف جوانی کی عمر، قوت کا زمانہ، مزاج کا اعتدال، تجرد کی زندگی، یہ سب دوائی و اسباب ایسے تھے جن سے لکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہو جاتا۔ حضرت یوسف کی بے مثال ثابت قدمی مگر خدا نے جس کو محسن قرار دے کر علم و حکمت کے رنگ میں رنگین کیا اور پیغمبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچایا، اس پر کیا مجال تھی کہ شیطان کا قابو چل جاتا۔ اس نے ایک لفظ کہا ”معاذ اللہ“ (خدا کی پناہ) اور شیطانی جال کے سارے حلقے توڑ ڈالے۔ کیونکہ جس نے خدا کی پناہ لی اس پر کس کا وار چل سکتا ہے؟

❖ آپ کی ثابت قدمی اور پاکبازی | یعنی خدا کی پناہ میں ایسی قبیح حرکت کیسے کر سکتا ہوں؟ علاوہ بریں ”عزیز“ میرا مربی ہے جس نے مجھے ایسی عزت و راحت سے رکھا، کیا میں اپنے محسن کے ناموس پر حملہ کروں؟ ایسی محسن کشی اور بے انصافی کرنے والے کبھی بھلائی اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے نیز جب ظاہری مربی کا ہم کو اس قدر پاس ہے تو سمجھ لو کہ اس پروردگار حقیقی سے ہمیں کس قدر شرمانا اور حیا کرنا چاہئے جس نے محض اپنے فضل سے ہماری تربیت فرمائی اور اپنے بندوں کو ہماری خدمت و راحت رسائی کے لئے کھڑا کر دیا۔ (تنبیہ) بعض مفسرین نے ”اِنَّهٗ رَبِّیْ“ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کی ہے۔

هَمَّتْ بِهِ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهِ ۝

عورت نے فکر کیا اُس کا اور اُس نے فکر کیا عورت کا اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَآءَ ۝ اِنَّهُ مِنْ

یوں ہی ہوا تاکہ ہٹائیں ہم اُس سے برائی اور بے حیائی البتہ وہ ہے

عِبَادِنَا الْمُخْلِصِيْنَ ۝۳۳ ۚ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ ۚ

ہمارے برگزیدہ بندوں میں اور دونوں دوڑے دروازہ کو اور عورت نے چیر ڈالا اُس کا کرت

مِنْ دُبُرٍ وَّالْفَيَآسِیْدَ هَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَاؤُ

چھپے سے اور دونوں مل گئے عورت کے خاوند سے دروازہ کے پاس بولی اور کچھ سزا نہیں

مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْءًا اِلَّا اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ

ایسے شخص کی جو چاہے تیرے گھر میں برائی مگر یہی کہ قید میں ڈالا جائے یا عذاب

اَلِيْمٌ ۝۳۵ ۚ قَالَ هِيَ رَاوَدْتَنِيْ عَنْ نَفْسِيْ وَشَهِدَ شَآهِدٌ

درناک یوسف بولا اسی نے خواہش کی مجھ سے کہ نہ تماموں اپنے جی کو اور گواہی دی ایک گواہ نے

مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ

عورت کے لوگوں سے اگر بے کرتا اُس کا پھٹا آگے سے تو عورت سچی ہے

وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۳۶ ۚ وَاِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ

اور وہ ہے جھوٹا اور اگر بے کرتا اُس کا پھٹا

دُبُرٍ فَكَذٰبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۳۷ ۚ فَلَمَّا رَا قَمِيصَهُ

چھپے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے پھر جب دیکھا عزیز نے کرتا اُس کا

◆ زلیخا اور حضرت یوسف کی رغبت ”ہم“ کا فرق | یعنی عورت نے پھانسی کی فکر کی اور اس نے فکر کی کہ عورت کا داؤ چلنے نہ پائے اگر اپنے رب کی حجت و قدرت کا معائنہ نہ کرتا تو ثابت قدم رہنا مشکل تھا۔ بعض مفسرین نے ”وہم بہا“ کو ”وَلَقَدْ هَمَّتْ بِه“ سے علیحدہ کر کے ”لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّه“ سے متعلق کیا ہے۔ جیسے ”اِنْ كَاذَّبْتَ لَسُبِّدِي بِه لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا“ کی ترکیب ہے۔ اس وقت مقصود یوسف کے حق میں ”ہم“ کا ثابت کرنا نہیں، بلکہ نفی کرنا ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا کہ عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور یوسف بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے پروردگار کی قدرت و حجت نہ دیکھ لیتا۔ بعض نے ”وہم بہا“ میں لفظ ”ہم“ کو بمعنی میلان و رغبت کے لیا ہے۔ یعنی یوسف کے دل میں کچھ رغبت و میلان بے اختیار پیدا ہوا۔ جیسے روزہ دار کو گرمی میں ٹھنڈے پانی کی طرف طبعاً رغبت ہوتی ہے لیکن نہ وہ پینے کا ارادہ کرتا ہے نہ بے اختیار رغبت کچھ مضر ہے۔ بلکہ باوجود رغبت طبعی کے اس سے قطعاً محترز رہنا مزید اجر و ثواب کا موجب ہے اسی طرح سمجھ لو کہ ایسے اسباب و دوائی قویہ کی موجودگی سے طبع بشری کے موافق بلا اختیار ارادہ یوسف علیہ السلام کے دل میں کسی قسم کی رغبت و میلان کا پایا جانا نہ عصمت کے منافی ہے نہ ان کے مرتبہ کو گھٹاتا ہے۔ بلکہ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ کی حدیث ہے کہ اگر بندہ کا میلان کسی برائی کی طرف ہو لیکن اس پر عمل نہ کیا تو اس کے فرد حسنات میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ اس نے (باوجود رغبت و میلان) میرے خوف سے اس برائی کو ہاتھ نہ لگایا۔ بہر حال باوجود اشتراک لفظی کے زلیخا کے ”ہم“ اور یوسف کے ”ہم“ میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے دونوں کے ”ہم“ کو ایک ہی لفظ میں جمع نہیں کیا اور نہ زلیخا کے ”ہم“ پر ”لام“ اور ”قد“ داخل کیا گیا۔ بلکہ سیاق و سباق میں بہت سی دلائل یوسف علیہ السلام کی طہارت و نزاہت پر قائم فرمائیں جو غور کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ تفصیل ”روح المعانی“ اور ”کبیر“ وغیرہ میں موجود ہے۔

◆ اللہ کی برہان | ”برہان“ دلیل و حجت کو کہتے ہیں یعنی اگر یوسف علیہ السلام اس وقت اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو قلبی میلان پر چل پڑتے۔ دلیل کیا تھی؟ زنا کی حرمت و شناعیت کا وہ عین الیقین جو حق تعالیٰ نے اُن کو عطا فرمایا۔ یاد رہے دلیل جو خود انہوں نے زلیخا کے مقابلہ میں ”اِنَّهٗ رَبِّیْ اَحْسَنُ مَشَٰوٰی اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظَّٰلِمُوْنَ“ کہہ کر پیش کی۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آئے کہ انگی دانتوں میں دبائے سامنے کھڑے ہیں۔ بعض نے کہا کہ کوئی غیبی تحریر نظر پڑی جس میں اس فعل سے روکا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

◆ یہ برہان دکھانا اور ایسی طرح ثابت قدم رکھنا اس لئے تھا کہ یوسف ہمارے برگزیدہ بندوں میں ہیں۔ لہذا کوئی چھوٹی بڑی بُرائی خواہ ارادہ کے درجہ میں ہو یا عمل کے، ان تک نہ پہنچ سکے۔

◆ حضرت یوسف کا بھاگنا | آگے یوسف تھے کہ جلدی دروازہ کھول کر نکل جائیں۔ اور پیچھے زلیخا انہیں روکنے کے لئے تعاقب کر رہی تھیں۔ اتفاقاً یوسف کے قمیص کا پچھلا حصہ زلیخا کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے پکڑ کر کھینچنا چاہا کھینچتا ہی میں کرت پھٹ گیا۔ مگر یوسف جوں توں کر کے مکان سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ادھر یہ دونوں آگے پیچھے دروازہ پہنچے، ادھر عورت کا خاوند عزیز مصر بھی پہنچ گیا۔ عورت نے فوراً بات بنانی شروع کی۔

◆ زلیخا کا الزام | عورت نے الزام یوسف پر رکھا کہ اس نے مجھ سے برا ارادہ کیا۔ ایسے شخص کی سزا یہ ہونی چاہئے کہ جیلخانہ بھیجا جائے یا کوئی اور سخت مار پڑے۔

◆ حضرت یوسف کی صفائی | اب یوسف کو واقعہ ظاہر کرنا پڑا کہ عورت نے میرے نفس کو بے قابو کرنا چاہا۔ میں نے بھاگ کر جان بچائی۔ یہ جھگڑا ابھی چل رہا تھا کہ خود عورت کے خاندان کا ایک گواہ عجیب طریقہ سے یوسف کے حق میں گواہی دینے لگا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیر خوار بچہ تھا، جو خدا کی قدرت سے حضرت یوسف کی براءت و وجاہت عند اللہ ظاہر کرنے کو بول پڑا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ بچہ نہیں کوئی مرد انا تھا جس نے ایسی پتہ کی بات کہی۔ واللہ اعلم۔

قَدْ مِنْ دُبْرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِ كُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَ كُنَّ

پہچا ہوا پیچھے سے کہا بے شک ایک فریب ہے تم عورتوں کا البتہ تمہارا فریب

عَظِيمٌ ۖ (۲۸) يُوسُفُ أَعْرَضُ عَنْ هَذَا اسكنته ۖ وَاسْتَغْفِرِي

بڑا ہے یوسف جانے دے اس ذکر کو اور عورت تو بخشو

لِذُنُوبِكِ ۖ إِنَّكَ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِينَ ۖ (۲۹) ۚ وَقَالَ نِسْوَةٌ

اپنا گناہ بے شک تو ہی گنہگار تھی اور کہنے لگیں عورتیں

فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ ۚ

اُس شہر میں عزیز کی عورت خواہش کرتی ہے اپنے غلام سے اُس کے جی کو

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۖ إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۖ (۳۰)

فریفتہ ہو گیا اُس کا دل اُس کی محبت میں ہم تو دیکھتے ہیں اُس کو صریح خطا پر

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ ۖ وَأَعْتَدَتْ

پھر جب سنا اُس نے اُن کا فریب بلوا بھیجا اُن کو اور تیار کی

لَهُنَّ مِّنْكَأ ۖ وَأَنْتَ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا ۚ وَ

اُن کے واسطے ایک مجلس اور وہی اُن کو ہر ایک کے ہاتھ میں اور ایک چھری اور

قَالَتْ أَخْرِجْ عَلَيَّهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ ۖ وَقَطَّعْنَ

بولی یوسف نکل آ اُن کے سامنے پھر جب دیکھا اُس کو شہدہ گئیں اور کاٹ ڈالے

أَيْدِيَهُنَّ ۖ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا ۖ إِنْ هَذَا

اپنے ہاتھ اور کہنے لگیں حاشا للہ نہیں یہ شخص آدمی یہ تو

◆ ایک شخص کی دانائی اور گواہی | اگر گواہ شیر خوار بچہ تھا جیسا کہ بعض معتبر روایات میں ہے تب تو اس کا بولنا اور ایسی گواہی دینا جو انجام کار یوسف کے حق میں مفید ہو، خود مستقل دلیل یوسف کی سچائی کی تھی۔ کرتہ کا آگے یا پیچھے سے پھٹنا ہونا شہادت سے زائد بطور ایک علامت اور قرینہ کے سمجھنا چاہئے۔ اور اگر گواہ کوئی مرد دانا تھا تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خارجی طریقہ سے حقیقت حال پر مطلع ہو چکا تھا مگر اس نے نہایت دانائی سے ایسے پیرایہ میں شہادت دی جو دفعہ کسی کی جانبداری پر بھی محمول نہ ہو اور آخر کار یوسف کی براءت ثابت کر دے۔ جو پیرایہ اظہار واقعہ کا اس نے اختیار کیا وہ غیر جانبداروں کے نزدیک نہایت معقول تھا۔ کیونکہ اگر عورت کے دعوے کے موافق یوسف نے (معاذ اللہ) اسکی طرف اقدام کیا تو ان کا چہرہ عورت کی طرف ہوگا تو ظاہر یہ ہے کہ کشمکش میں کرتہ بھی سامنے سے پھٹے اور اگر یوسف کا کہنا صحیح ہے کہ عورت مجھ کو اپنی طرف بلاتی تھی، میں دروازہ کی طرف بھاگا، اس نے پکڑنے کے لئے میرا تعاقب کیا تو کھلی ہوئی بات ہے کہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوگا کیونکہ اس صورت میں یوسف اسکی طرف متوجہ نہیں تھے بلکہ ادھر سے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔ بہر حال جب دیکھا گیا کہ کرتہ آگے سے نہیں پیچھے سے پھٹا ہے۔ تو عزیز نے سمجھ لیا کہ یہ سب عورت کا مکر و فریب ہے، یوسف تصور وار نہیں۔ چنانچہ اس نے صاف کہہ دیا کہ زلیخا کی پر فریب کارروائی اسی قسم کی ہے جو عموماً عورتیں کیا کرتی ہیں۔ اس نے یوسف سے استدعا کی کہ جو ہونا تھا ہو چکا آئندہ اس کا ذکر مت کرو کہ سخت رسوائی اور بدنامی کا موجب ہے۔ اور عورت کو کہا کہ یوسف سے یا خدا سے اپنے قصور کی معافی مانگ، یقیناً قصور تیرا ہی تھا۔

◆ شہر کی عورتوں میں چرچا | یعنی شدہ شدہ شہر کی عورتوں نے کہنا شروع کیا کہ عزیز کی عورت اپنے نو جوان غلام پر مفتون ہو گئی۔ چاہتی ہے کہ اس کے نفس کو بے قابو کر دے۔ غلام کی محبت اس کے دل کی تہ میں پیوست ہو چکی ہے۔ حالانکہ ایسے معزز عہدہ دار کی بیوی کے لئے یہ سخت شرمناک بات ہے کہ وہ ایک غلام پر گرنے لگے۔ ہمارے نزدیک اس معاملہ میں وہ علانیہ غلطی پر ہے۔

◆ عورتوں کی گفتگو کو مکر (فریب) اس لئے کہا کہ مکاروں کی طرح چھپ چھپ کر یہ باتیں کرتی تھیں۔ اور زلیخا پر طعن کر کے گویا اپنی پارسائی کا اظہار مقصود تھا۔ حالانکہ یوسف کے بمثال حسن و جمال کا شہرہ جس عورت کے کان میں پڑتا تھا، اس کی دید کا اشتیاق دل میں چٹکیاں لینے لگتا تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ زلیخا پر طعن و تشنیع اور نکتہ چینی کرنے والیوں کے دلوں میں یہ ہی غرض پوشیدہ ہو کہ زلیخا کو غصہ دلا کر کسی ایسی حرکت پر آمادہ کر دیں جو یوسف کے دیدار کا سبب بن جائے۔ یا زلیخا کے دل میں اس کی نفرت بٹھا کر اپنی طرف مائل کرنے کا موقع نکالیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ زلیخا نے بعض عورتوں کو اس معاملہ میں اپنا راز دار بنایا ہو۔ اس نے رازداری کی جگہ پردہ داری اور خوردہ گیری شروع کر دی بہر حال ان کی گفتگو کو لفظ "مکر" سے ادا کرنے میں یہ سب احتمالات ہیں۔

◆ حضرت یوسف کا بے مثال حسن | یعنی دعوت کر کے ان عورتوں کو بلوا بھیجا اور کھانے پینے کی ایک مجلس ترتیب دی جس میں بعض چیزیں چاقو سے تراش کر کھانے کی تھیں۔ چنانچہ کھانے اور میوے وغیرہ ان کے سامنے چن کر ہر ایک عورت کے ہاتھ میں ایک چاقو دے دیا۔ تا تراشنے کے قابل چیزوں کے کھانے میں کسی کو کلفت انتظار اٹھانا نہ پڑے۔ یہ سب سامان درست کر کے اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جو کہیں قریب ہی موجود تھے آواز دی کہ ادھر نکل آئے۔ نکلنا تھا کہ بجلی سی کوند گئی، تمام عورتیں یوسف کے حسن و جمال کا دفعہ مشاہدہ کرنے سے ہوش و حواس کھو بیٹھیں۔ اور مدہوشی کے عالم میں چہریوں سے پھلوں کی جگہ ہاتھ کاٹ لئے۔ گویا قدرت نے یہ ایک مستقل دلیل یوسف علیہ السلام کی نزاہت و صداقت پر قائم فرمادی کہ جس کے جمال بمثال کی ذرا سی جھلک نے دیکھنے والی عورتوں کے حواس گم کر دیے۔ بحالیکہ یوسف نے آنکھ اٹھا کر بھی ان کے حسن و خوبی کی طرف نہ دیکھا تو یقیناً واقعہ یوں ہی ہوا ہوگا کہ زلیخا اس کے جمال ہو شر با کو دیکھ کر ہوش و خرد کھو بیٹھی۔ اور وہ معصوم فرشتہ کی طرح اپنا دامن عفت بچاتا ہوا صاف نکل گیا۔

إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنِنِي فِيهِ ط

کوئی فرشتہ ہے بزرگ ﴿۳۱﴾ بولی یہ وہی ہے کہ طعنہ دیا تھا تم نے مجھ کو اُس کے واسطے ﴿۳۱﴾

وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ط وَلَئِن لَّمْ

اور میں نے لینا چاہا تھا اُس سے اُس کا جی پھر اُس نے تمام رکھا ﴿۳۲﴾ اور بے شک اگر نہ

يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ الصَّغِيرِينَ ﴿۳۲﴾

کرے گا جو میں اُس کو کہتی ہوں توقید میں پڑے گا اور ہوگا بے عزت ﴿۳۲﴾

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ج

یوسف بولا اے رب مجھ کو قید پسند ہے اُس بات سے جس کی طرف مجھ کو بلاتی ہیں

وَالْأَنْتَ تَصْرِفُ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ

اور اگر تو نہ دفع کرے گا مجھ سے اُن کا فریب تو مائل ہو جاؤں گا اُن کی طرف اور ہو جاؤں گا

الْجَاهِلِينَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ط

بے عقل ﴿۳۳﴾ سو قبول کر لی اُسکی دعا اُس کے رب نے پھر دفع کیا اُس سے اُن کا فریب ﴿۳۳﴾

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَأَ لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاوَا

البتہ وہی ہے سنے والا خبردار ﴿۳۴﴾ پھر یوں کچھ میں آیا لوگوں کی اُن نشانیوں کے دیکھنے پر

الْآيَاتِ لَيَسْجُنَنَّهُ حَتَّىٰ حَبِيبٍ ﴿۳۵﴾ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ

کہ قید رکھیں اُس کو ایک مدت ﴿۳۵﴾ اور داخل ہوئے قید خانہ میں اُس کے ساتھ

فَتَيْنِ ط قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ه و

دو جوان کہنے لگا اُن میں سے ایک میں دیکھتا ہوں کہ میں نچورتا ہوں شراب

یعنی حسن و جمال اور نورانی صورت کے اعتبار سے فرشتہ معلوم ہوتا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔
 قَوْمٌ إِذَا قُوبِلُوا كَانُوا امْلَاقًا حَسَنًا وَإِنْ قُوبِلُوا كَانُوا عَفَّارِينَ يَا حَيَاءُ وَعِفَّتٌ أَوْ يَأْكُدُ امْنِيَّ جُوْجُوْرَ اُوْرچَالِ اُوْحَالِ سَے
 ٹپک رہی تھی اسے دیکھ کر کہا کہ یہ آدمی نہیں کوئی معصوم فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔

اب زلیخا کو موقع ملا کہ عورتوں کے طعن و تشنیع کا تیراں ہی کی طرف لوٹا دے۔ گویا اس وقت ”فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنِّي فِيهِ“ کہہ کر
 وہ اس شعر کا خلاصہ ادا کر رہی تھی۔ این است کہ خوں خوردہ و دل بردہ بے را۔ بسم اللہ اگر تاپ نظر بہت کے را

حضرت یوسف کی پاکدامنی کی گواہی | مجمع کا رنگ دیکھ کر زلیخا بالکل ہی کھل پڑی اور واقعہ کا صاف صاف اظہار کر دیا کہ
 بیشک میں نے ان کا دل لینا چاہا تھا، مگر اس بندہ خدا نے ایسا مضبوط تھا سے رکھا کہ کسی طرح نہ دیا۔ یہ خدا تعالیٰ نے شہر کی عورتوں کے
 مجمع میں حضرت یوسف علیہ السلام کی کمال عصمت و عفت اور غایت نزاہت و طہارت کا اقبالی ثبوت پیش کر دیا۔ یہ حال اس
 وقت وہ ہی تھا جو کسی نے کہا ہے۔ لَا تَخَفْ مَا صَنَعَتْ بَكَ الْآسُفَاقُ، وَاشْرَحْ هَوَاكُ، عَطَشًا عَشَاقُ،

زلیخا کی اس گفتگو میں کچھ تو عورتوں پر اپنی معذوری اور نامرادی کا اظہار تھا۔ اس کی ہمدردی حاصل کر سکے۔ اور کچھ یوسف علیہ السلام
 کو تکامانہ دھمکیوں سے مرعوب کرنا تھا کہ وہ خوفزدہ ہو کر آجیے۔ اس کی مطلب برآری پر آمادہ ہو جائیں حالانکہ
 عتقاً شکار کس نہ تو دمام باز چیں کاجا ہمیشہ باد بدستت دام را

حضرت یوسف کی دُعاء | معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا کا مایوسانہ غصہ اور مظلومانہ انداز بیان اس کی ہم جنسوں پر اثر کر گیا۔ یا پہلے
 ہی سے کچھ ملی بھگت ہوگی، بہر حال لکھا ہے کہ اب عورتوں نے یوسف کو سمجھانا شروع کیا کہ تم کو اپنی محسنہ اور سیدہ کا کہنا ماننا چاہئے۔
 آخر اس غریب پر اتنا ظلم کیوں کرتے ہو، پھر یہ بھی سوچ لو کہ نافرمانی کا نتیجہ کیا ہوگا۔ خواہ مخواہ مصیبت سر پر لینے سے کیا فائدہ۔ کہتے
 ہیں کہ بظاہر زبان سے وہ زلیخا کی سفارش کر رہی تھیں مگر دل ہر ایک کا یوسف کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ یوسف نے جب دیکھا کہ
 یہ عورت بے طرح پیچھے پڑی ہے اور شیطان ہر طرف اپنا جال بچھانے لگا ہے تو نہایت عزم و استقلال اور پیغمبرانہ استقامت سے بار
 گاہ احدیت میں درخواست کی کہ مجھے ان کے مکر و فریب سے بچائیے۔ اگر اس سلسلہ میں قید ہونا پڑے تو میں قید کو ارتکاب معصیت
 پر ترجیح دیتا ہوں۔ اگر آپ میری دستگیری نہ فرمائیں گے تو ڈر ہے کہ بے عقل ہو کر ان کی ابلہ فریبوں کی طرف نہ جھک پڑوں۔ یہاں
 یوسف علیہ السلام کی زبانی یہ جملہ دیا کہ انبیاء کی عصمت بھی حق تعالیٰ کی دستگیری سے ہے اور یہ کہ وہ اپنی عصمت پر مغرور نہیں ہوتے
 بلکہ عصمت کا جو منشاء ہے (حفاظت و صیانت الہی) اسی پر نظر رکھتے ہیں۔

یعنی ان کو عصمت و عفت پر پوری طرح ثابت قدم رکھا کسی کا فریب چلنے نہ دیا۔

اللہ سے ہمیشہ اچھی چیز مانگنی چاہیے | یعنی سب کی دعائیں سنتا ہے اور خبر رکھتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”ظاہر
 معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مانگے سے قید میں پڑے لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنا ہی قبول فرمایا کہ ان کا فریب دفع کر دیا، باقی قید ہونا تھا قسمت
 میں۔ آدمی کو چاہئے کہ گھبرا کر اپنے حق میں برائی نہ مانگے، پوری بھلائی مانگے گو ہوگا وہی جو قسمت میں ہے۔“ ”ترمدی میں ہے کہ
 ایک شخص کو حضور نے یہ دعاء مانگتے سنا۔ ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الصَّبْرَ“ (اے اللہ میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں) آپ نے
 فرمایا ”سَأَلْتَ اللَّهَ الْبَلَاءَ فَاسْأَلْهُ الْعَافِيَةَ“ (تو نے اللہ سے بلاء طلب کی کیونکہ صبر تو بلاء پر ہوگا۔ اب تو اس سے عافیت مانگ)

حضرت یوسف کی قید | یعنی باوجودیکہ حضرت یوسف کی براءت و نزاہت کے بہت سے نشان دیکھ چکے تھے۔ پھر بھی انکی مصلحت یہ
 ہوئی کہ یوسف کو ایک مدت تک قید میں رکھا جائے۔ تاکہ عام لوگ سمجھیں کہ قصور یوسف ہی کا تھا، عورت بیچاری مفت میں بدنام ہوئی۔ گویا
 عورت نے قید کی جو دھمکی دی تھی اسے پورا کرا کے چھوڑا۔ ان لوگوں کی غرض تو یہ ہوگی کہ عورت سے یہ بدنامی زائل ہو، یعنی ایک مدت تک
 یوسف اس کی نظر سے دور رہیں، اور عورت کا مطلب یہ ہوگا کہ شاید قید کی سختیاں اٹھا کر یوسف کچھ نرم پڑ جائیں۔ اس طرح اپنا مطلب نکال سکوں۔

قَالَ الْاٰخِرَانِيَّ اَرِنِيْ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاسِيْ خُبْرًا تَاْكُلُ

اور دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ اٹھارہ ہا ہوں اپنے سر پر روٹی کہ جانور

الطَّيْرِ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَاوِيلِهِ اِنَّا نَرِيْكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

کھاتے ہیں اس میں سے بتلا ہم کو اس کی تعبیر ہم دیکھتے ہیں تجھ کو نیکی والا

قَالَ لَا يَأْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقُنِيْهِ اِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَاوِيلِهِ

بولا نہ آنے پائے گا تم کو کھانا جو ہر روز تم کو ملتا ہے مگر بتا چکوں گا تم کو اس کی تعبیر

قَبْلَ اَنْ يَّآتِيْكُمَا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ط اِنِّيْ

میں نے اس کے آنے سے پہلے یہ علم ہے کہ مجھ کو سکھایا میرے رب نے

تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ

چھوڑا دین اس قوم کا کہ ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور آخرت سے وہ لوگ

كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاَتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَائِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ

منکر ہیں اور پکڑائیں نے دین اپنے باپ دادوں کا ابراہیم اور اسحاق

وَيَعْقُوْبَ ط مَا كَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط

اور یعقوب کا ہمارا کام نہیں کہ شریک کریں اللہ کا کسی چیز کو

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن بہت

النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ يٰصٰحِبِ السِّجْنِ اءَا رَبَّابٌ

لوگ احسان نہیں مانتے اے رفیقو قید خانہ کے بھلا کئی معبود

♦ **دو قیدیوں کے خواب** یعنی اسی زمانہ میں دونو جوان قیدی جیل خانہ میں لائے گئے۔ جن میں ایک بادشاہ مصر (اریان بن الولید) کا نائبی اور دوسرا ساقی (شراب پلانے والا تھا)۔ دونوں بادشاہ کو زہر دینے کے الزام میں ماخوذ تھے۔ قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کی مروت و امانت، راست گوئی، حسن اخلاق، کثرت عبادت، معرفت تعبیر اور ہمدردی خلاق کا چرچا تھا۔ یہ دونوں قیدی حضرت یوسف سے بہت مانوس ہو گئے اور بڑی محبت کا اظہار کرنے لگے۔ ایک روز دونوں نے اپنا اپنا خواب بیان کیا۔ ساقی نے کہا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں۔ نائبی نے کہا کہ میرے سر پر کئی ٹوکڑے ہیں جس میں سے پرندے نوج کر کھارے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کو بزرگ دیکھ کر تعبیر مانگی۔

♦ **قیدیوں کو حضرت یوسف کی تبلیغ** یوسف علیہ السلام نے اول ان کو تسلی دی کہ بیشک خوابوں کی تعبیر تمہیں بہت جلد معلوم ہوا چاہتی ہے روزمرہ جو کھانا تم کو ملتا ہے اسکے آنے سے پیشتر میں تعبیر بتلا کر فارغ ہو جاؤں گا۔ لیکن تعبیر خواب سے زیادہ ضروری چیز پہلے تم کو سنانا ہوں۔ وہ یہ کہ تعبیر وغیرہ کا یہ علم مجھ کو کہاں سے حاصل ہوا۔ سو یاد رکھو کہ میں کسٹ پیسہ ور کا ہن یا منجم نہیں بلکہ میرے علم کا سرچشمہ وحی اور الہام ربانی ہے جو مجھ کو حق تعالیٰ نے اسکی مدد سے عطا فرمایا کہ میں نے ہمیشہ سے کافروں اور باطل پرستوں کے دین و ملت کو چھوڑے رکھا اور اپنے مقدس آباء و اجداد (حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب) جیسے انبیاء و مرسلین کے دین تو حید پر چلا اور ان کا اسوہ حسنہ اختیار کیا۔ ہمارا سب سے بڑا اور مقدم ^{مط} نظر یہ ہی رہا کہ دنیا کی کسی چیز کو کسی درجہ میں بھی خدا کا شریک نہ بنائیں نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں، نہ ربوبیت و معبودیت میں۔ صرف اسی کے آگے جھکیں، اسی سے محبت کریں، اسی پر بھروسہ رکھیں۔ اور اپنا جینا مرنا سب اسی ایک پروردگار کے حوالہ کر دیں۔ بہر حال یوسف علیہ السلام نے موقع مناسب دیکھ کر نہایت مؤثر طرز میں ان قیدیوں کو ایمان و توحید کی طرف آنے کی ترغیب دی۔ پیغمبروں کا کام یہ ہی ہوتا ہے کہ دعوت و تبلیغ حق کا کوئی مناسب موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ ان قیدیوں کے دل میری طرف متوجہ اور مجھ سے مانوس ہیں۔ قید کی مصیبت میں گرفتار ہو کر شاید کچھ نرم بھی ہوئے ہونگے۔ لاؤ ان حالات سے فرض تبلیغ کے ادا کرنے میں فائدہ اٹھائیں۔ اول ان کو دین کی باتیں سکھلائیں۔ پھر تعبیر بھی بتلا دیں گے۔ یہ تسلی پہلے کر دی کہ کھانے کے وقت تک تعبیر معلوم ہو جائے گی تا وہ نصیحت سے اکتائیں نہیں۔ (تنبیہ) بہت سے مفسرین نے ”لَا يَأْتِيكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْرُؤْنَ فِي بُيُوتِكُمْ“ مگر مترجم محقق نے پہلی تفسیر اختیار کی ہے واللہ اعلم۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں ”حق تعالیٰ نے قید میں یہ حکمت رکھی کہ ان کا دل کافروں کی محبت سے (یعنی کافر جوان کی محبت و مدارات کرتے تھے، اس سے) ٹوٹا تو دل پر اللہ کا علم روشن ہوا۔ چاہا کہ اول ان کو دین کی بات سنادیں پیچھے تعبیر خواب کہیں۔ اس واسطے تسلی کر دی، تانا گھبرائیں۔ کہا کہ کھانے کے وقت تک وہ بھی بتا دوں گا۔

♦ یعنی ہمارا خالص توحید اور ملت ابراہیمی پر قائم رہنا نہ صرف ہمارے حق میں بلکہ سارے جہان کے حق میں رحمت و فضل ہے، کیونکہ خاندان ابراہیمی ہی کی شمع سے سب لوگ اپنے دلوں کے چراغ روشن کر سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ بہت سے لوگ خدا کی اس نعمت عظیمہ کی قدر نہیں کرتے۔ چاہئے یہ تھا کہ اس کا احسان مان کر راہ توحید پر چلتے وہ الٹی ناشکری کر کے شرک و عصیان کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔

مُنْفَرِقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۳۹ مَا تَعْبُدُونَ

کچھ نہیں پوجتے ہو

یا اللہ کیلئے زبردست

بہتر

جد اجد ا

مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمَّيْتُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ

اور تمہارے باپ دادوں نے

جو رکھ لئے ہیں تم نے

مگر نام ہیں

سوائے اُس کے

مَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ سُلْطٰنٍ إِلَّا لِيُحْكُمَ إِلَّا لِلَّهِ أَمْرًا

حکومت نہیں ہے کسی کی سوائے اللہ کے

کہا آسند

نہیں اتاری اللہ نے اُن کی

تَعْبُدُوا إِلَّا آيَاهُ ۝ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِن اَكْثَرُ

پر بہت

یہی ہے راستہ سیدھا

نہ پوجو مگر اسی کو

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ يٰصَاحِبِ السِّجْنِ اَمَّا اَحَدُ كَمَا

ایک جو ہے تم دونوں میں

اے رفیقو قید خانہ کے

نہیں جانتے

لوگ

فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا ۝ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصَدَّبُ فَتَاكُلُ

سو پلائے گا اپنے خاوند (مالک) کو شراب

اور دوسرا جو ہے

سو پلائے گا اپنے خاوند (مالک) کو شراب

الطَّيْرُ مِنْ رَاسِهِ ۝ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيْنَ ۝

جس کی تحقیق تم چاہتے تھے

فیصل ہوا وہ کام

اس کے سر میں سے

جانور

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ اَنَّهُ نَاجٍ مِنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ ۝

میرا ذکر کرنا اپنے خاوند (مالک) کے پاس

اُس کو جس کو گمان کیا تھا کہ بچے گا اُن دونوں میں

اور کہہ دیا یوسف نے

فَاَنسَاهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ

کئی

قید میں

پھر رہا

ذکر کرنا اپنے خاوند سے

سو بھلا دیا اُس کو شیطان نے

یعنی مختلف انواع و اشکال کے چھوٹے بڑے دیوتا جن پر تم نے خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے ہیں ان سے لو لگانا بہتر ہے یا اس اکیلے زبردست خدا سے جس کو ساری مخلوق پر کلی اختیار اور کامل تصرف و قبضہ حاصل ہے اور جس کے آگے نہ کسی کا حکم چل سکتا ہے نہ اختیار نہ اسے کوئی بھاگ کر ہر اسکتا ہے نہ مقابلہ کر کے مغلوب کر سکتا ہے۔ خود سوچو کہ سرعبودیت ان میں سے کس کے سامنے جھکا یا جائے۔

یعنی یوں ہی بے سند اور بے ٹھکانے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں جن کے نیچے حقیقت ذرہ برابر نہیں۔ ان ہی نام کے خداؤں کی پوجا کر رہے ہو۔ ایسے جہل پر انسان کو شرمانا چاہئے۔

یعنی قدیم سے اللہ انبیاء علیہم السلام کی زبانی یہ ہی حکم بھیجتا رہا کہ خدا کی عبادت میں کسی کو سر یک مت کرو۔ ”وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ الْهَيْهَاتَ وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ الْهَيْهَاتَ يَعْذُونَ“ (زخرف۔ رکوع ۴)

یعنی تو حید خالص کے راستہ میں ایچ پیچ کچھ نہیں۔ سیدھی اور صاف سڑک ہے جس پر چل کر آدمی بے کھٹکے خدا تک پہنچتا ہے۔ لیکن بہت لوگ حماقت یا تعصب سے ایسی سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔

قید یوں کے خواب کی تعبیر | فرض تبلیغ ادا کرنے کے بعد یوسف علیہ السلام نے ان کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی، کہ جس نے خواب میں شراب پلاتے دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بیداری میں بادشاہ کو شراب پلائے گا۔ اور جس نے سر پر سے جانوروں کو روٹیاں کھاتے دیکھا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سولی دیا جائے گا۔ پھر جانور اسکے سر سے نوح نوح کر کھائیں گے۔ قضا و قدر کا فیصلہ یہ ہی ہے جو کسی کے نالے نل نہیں سکتا۔ جو بات تم پوچھتے تھے وہ میں نے بتلا دی۔ یہ بالکل طے شدہ امر ہے۔ جس میں تخلف نہیں ہو سکتا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ساقی زہر خورانی کی تہمت سے بری ہو گیا، اور خباز (نانبائی) کو جرم ثابت ہونے کی وجہ سے سزائے موت دی گئی۔

یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے جیسے ”الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلاقُوا رَبِّهِمْ“ میں یعنی یوسف علیہ السلام کو دونوں میں سے جس شخص کی بابت یقین تھا کہ بری ہو جائے گا جب وہ قید خانہ سے نکلا تو فرمایا اپنے بادشاہ کی خدمت میں میرا بھی ذکر کرنا کہ ایک ایسا شخص بے قصور قید خانہ میں برسوں سے پڑا ہے۔ مبالغہ کی ضرورت نہیں۔ میری جو حالت تو نے مشاہدہ کی ہے بلا کم و کاست کہہ دینا۔

سِنِينَ ۴۲ وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَمۡ سَبۡعَ بَقَرَاتٍ

برس ۴۲ اور کہا بادشاہ نے میں خواب میں دیکھتا ہوں سات گائیں

سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبۡعَ عَجَافٍ ۖ وَسَبۡعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ

موٹی اُن کو کھاتی ہیں سات گائیں ذیلی اور سات بالیں ہری

وَأُخۡرَىٰ رِيۡبِيۡسٍ ۖ يَأَيُّهَا الْمَلَأُ أَفۡتُونِي فِي رُءۡيَايَ إِن

اور دوسری سوکھی ۴۳ اے دربار والو تعبیر کہو مجھ سے میرے خواب کی اگر

كُنۡتُمْ لِلرُّءۡيَا تَعۡبِرُونَ ۚ ۴۳ قَالُوا أَضۡغَاثُ أَحۡلَامٍ ۖ وَمَا

ہو تم خواب کی تعبیر دیتے والے ۴۳ بولے یہ خیالی خواب ہیں اور

نَحۡنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحۡلَامِ بِعُلَمَآءِ ۖ وَقَالَ الَّذِي نَجَا

ہم کو ایسے خوابوں کی تعبیر معلوم نہیں ۴۴ اور بولا وہ جو بچا تھا

مِنْهُمَا وَإِذۡ كَرِهَٰ أُمۡمَةٌ أَنَا أَنۡبِئُكُم بِتَأْوِيلِهِ

اُن دونوں میں سے اور یاد آ گیا اُس کو مدت کے بعد میں بتاؤں تم کو اُس کی تعبیر

فَارۡسِلُونِ ۚ ۴۵ يُوۡسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفۡتِنَا فِي

سو تم مجھ کو بھیجو ۴۵ جا کر کہا اے یوسف اے سچے حکم دے ہم کو اس خواب میں

سَبۡعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبۡعَ عَجَافٍ ۖ وَسَبۡعِ

سات گائیں موٹی اُن کو کھائیں سات ذیلی اور سات

سُنُبُلَاتٍ خُضْرٍ ۖ وَأُخۡرَىٰ رِيۡبِيۡسٍ ۖ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ

بالیں ہری اور دوسری سوکھی تاکہ لے جاؤں میں لوگوں کے پاس

حضرت یوسف کو عتاب آمیز تشبیہ یعنی شیطان نے چھوٹے والے قیدی کے دل میں مختلف خیالات و وساوس ڈال کر ایسا

غافل کیا کہ اسے بادشاہ کے سامنے اپنے محسن بزرگ (یوسف علیہ السلام) کا تذکرہ کرنا یاد ہی نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف کو کئی سال اور قید میں رہنا پڑا۔ مدت دراز کے بعد جب بادشاہ نے ایک خواب دیکھا اور اس کی تعبیر کسی کی سمجھ میں نہ آئی تب اس شخص کو یوسف علیہ السلام یاد آئے جیسا کہ آگے آتا ہے "وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ" "بھلانے کی نسبت شیطان کی طرف اس لئے کی گئی کہ وہ القائے وساوس وغیرہ کا ذریعہ ہے جو سب بنتا ہے نسیان کا۔ حضرت موسیٰ کے رفیق مفر نے کہا تھا "وَمَا آتَسَانِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكَرَهُ" (کہف، رکوع ۹) لیکن ہر ایک شرمیں حق تعالیٰ کوئی خیر کا پہلو رکھ دیتا ہے۔ یہاں بھی گو اس نسیان کا نتیجہ تطویل قید کی صورت میں ظاہر ہوا۔ تاہم حضرت شاہ صاحب کی نکتہ آفرینی کے موافق اس میں یہ تشبیہ ہو گئی کہ ایک پیغمبر کا دل ظاہری اسباب پر نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ بلکہ ابن جریر اور بغوی وغیرہ نے بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ وہ فَاَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ کی ضمیر یوسف علیہ السلام کی طرف راجع کرتے ہیں۔ گویا "أَذْكَرُنِي عِنْدَ رَبِّكَ" کہنا ایک طرح کی غفلت تھی جو یوسف علیہ السلام کو دس ہولی۔ انہوں نے قیدی کو کہا کہ اپنے رب سے میرا ذکر کرنا حالانکہ چاہئے تھا کہ سب ظاہری سہارے چھوڑ کر وہ خود اپنے رب سے فریاد کرتے۔ بیشک کشف شدائد کے وقت مخلوق سے ظاہری استعانت اور اسباب کی مباشرت مطلقاً حرام نہیں ہے۔ لیکن ابرار کی حسنات مقربین کی سیئات بن جاتی ہیں۔ جو بات عامۃ الناس بے کھٹکے کر سکتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے منصب عالی کے اعتبار سے وہ ہی بات ایک قسم کی تقصیر بن جاتی ہے۔ امتحان و ابتلاء کے موقع پر انبیاء کی شان رفیع اسی کو مقتضی ہے کہ رخصت پر نظر نہ کریں، انتہائی عزیمت کی راہ چلیں۔ چونکہ حضرت یوسف (علیہ السلام) کا "أَذْكَرُنِي عِنْدَ رَبِّكَ" کہنا عزیمت کے خلاف تھا، اس لئے عتاب آمیز تشبیہ ہوئی کہ کئی سال تک مزید قید اٹھانی پڑی اور اسی لئے "انساء" کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ زیادہ تفصیل روح المعانی میں ہے۔

بادشاہ کا خواب وہ سوکھی بالیں ہری بالوں پر لپٹتی ہیں اور انہیں خشک کر دیتی ہیں۔ یہ خواب بادشاہ مصر "ریان بن الولید" نے دیکھا۔ جو آخر کار حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا اور ظاہری عروج کا سبب بنا۔ یوسف علیہ السلام کے قصہ میں جا بجا اس پر تشبیہ فرمایا ہے کہ خدا جب کوئی بات چاہتا ہے غیر متوقع طریقہ سے اسکے ایسے اسباب فراہم کر دیتا ہے جن کی طرف آدمی کا خیال نہیں جاتا۔ یعنی اگر اس فن میں کچھ مہارت رکھتے ہو تو میرے خواب کی تعبیر بتلاؤ۔

معبورین کا جھوٹا عذر معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس فن سے جاہل تھے۔ اپنے جہل کا صاف لفظوں میں اقرار کرنے سے شرمائے تو یوں بات بنا دی کہ یہ کوئی خواب نہیں، محض پریشان خیالات ہیں، بسا اوقات انسان کو نیند میں ایسی صورتیں ٹھیل ہو جاتی ہیں جو لائق اعتناء نہیں، نہ ہم ایسے خوابوں کی تعبیر کا علم رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ علم تعبیر رؤیا کے اصول کے ماتحت نہیں ہوتے۔

بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف کا تذکرہ اب خواب کے سلسلہ میں ساقی کو جو قید سے چھوٹ کر آیا تھا مدت کے بعد حضرت یوسف یاد آئے اس نے بادشاہ اور اہل دربار سے کہا کہ اگر مجھے ذرا جانے کی اجازت دو تو میں اس خواب کی تعبیر لاسکتا ہوں۔ قید خانہ میں ایک مقدس بزرگ فرشتہ صورت موجود ہے جو فن تعبیر کا ماہر ہے (ممکن ہے اس نے اپنے خواب کا قصہ بھی ذکر کیا ہو) میں تعبیر لینے کے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں چنانچہ اجازت دی گئی۔ اس نے یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ عرض کیا جو آگے آتا ہے۔

قید خانے میں ساقی کی حضرت یوسف سے ملاقات "إِنَّهَا الصِّدِّيقُ" کہنے سے یہ غرض تھی کہ آپ مجسم سچ ہیں۔ جو بات کبھی آپ کی زبان سے نکلی سچ ہو کر رہی امید ہے جو تعبیر اس خواب کی دیں گے ہو بہو پوری ہو کر رہے گی۔ یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے صدق و دیانت کا نقش کس طرح عام و خاص کے قلوب پر بیٹھ جاتا ہے۔

لَعَلَّكُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۳۶﴾ قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَابَّاجًا

شاید ان کو معلوم ہو ﴿۳۶﴾ کہا تم کھیتی کرو گے سات برس سات برس جم کر

فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا

سو جو کاٹو اس کو چھوڑ دو اس کی بال میں مگر تھوڑا سا جو

تَأْكُلُونَ ﴿۳۷﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ

تم کھاؤ ﴿۳۷﴾ پھر آئے گا اس کے بعد سات برس سختی کے

يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَحْصِنُونَ ﴿۳۸﴾

کھا جائیں گے جو رکھا تم نے ان کے واسطے مگر تھوڑا سا جو روک رکھو گے بچ کے واسطے

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَ

پھر آئے گا اس کے پیچھے ایک برس اس میں مینڈر سے گالوگوں پر اور

فِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿۳۹﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۚ فَلَمَّا

اس میں رس نچوڑیں گے ﴿۳۹﴾ اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اس کو میرے پاس، پھر جب

جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَسْأَلْهُ مَا بَالُ

پہنچا اس کے پاس بھیجا ہوا آدمی کہا لوٹ جا اپنے خاندان (مالک) کے پاس اور پوچھ اس سے کیا حقیقت ہے

یعنی خواب کی تعبیر اور اس کے ذریعہ سے آپ کی قدر و منزلت معلوم ہو۔

بادشاہ کے خواب کی تعبیر اور بشارت | یوسف علیہ السلام نے تعبیر بتلانے میں دیر نہ کی نہ کوئی شرط لگائی، نہ اس شخص کو شرمندہ کیا کہ تجھ کو اتنی مدت کے بعد اب میرا خیال آیا۔ اس سے انبیاء علیہم السلام کے اخلاق و مروت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پھر وہ صرف خواب کی تعبیر مانگتا تھا۔ آپ نے تین چیزیں عطا فرمائیں۔ تعبیر، تدبیر و توشیح، آپ کے کلام کا حاصل یہ تھا کہ سات موٹی گائیں اور سات

ہری بالیس سات برس ہیں، جن میں متواتر خوشحالی رہے گی، کھیتوں میں خوب پیداوار ہوگی، حیوانات و نباتات خوب بڑھیں گے۔ اس کے بعد سات سال قحط ہوگا جس میں سارا کچھ دودھ لٹھا کر ختم کر ڈالو گے۔ صرف آئندہ تخم ریزی کے لئے کچھ تھوڑا سا باقی رہ جائے گا۔ یہ سات سال دہلی گائیں اور سوکھی بالیس ہیں جو موٹی گائیں اور ہری بالوں کو ختم کر دیں گی۔ تعبیر بتلانے کے دوران میں حضرت یوسف نے ازراہ شفقت و ہمدردی خلائق ایک تدبیر بھی تلقین فرمادی کہ اول سات سال میں جو پیداوار ہو اسے بڑی حفاظت سے رکھو اور کفایت شعاری سے اٹھاؤ۔ کھانے کے لئے جس قدر غلہ کی ضرورت ہو اسے الگ کر لو اور تھوڑا تھوڑا احتیاط سے کھاؤ۔ باقی غلہ بالوں میں رہنے دو تا اس طرح کیڑے وغیرہ سے محفوظ رہ سکے۔ اور سات سال کی پیداوار چودہ سال تک کام آئے۔ ایسا نہ کرو گے تو قحط کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگا۔ یہ تعبیر و تدبیر بتلانے کے بعد انہیں بشارت سنائی جو غالباً آپ کو وحی سے معلوم ہوئی ہوگی یعنی سات سال قحط رہنے کے بعد جو سال آئے گا اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے فریاد رسی ہوگی اور خوب مینہ برسے گا۔ کھیتی باڑی، پھل میوے نہایت افراط سے پیدا ہونگے، جانوروں کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے۔ انگور وغیرہ نچوڑنے کے قابل چیزوں سے لوگ شراب کشید کریں گے۔ یہ آخری بات سائل کے حسب حال فرمائی۔ کیونکہ وہ یہ ہی کام کرتا تھا۔

النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ

اُن عورتوں کی جنہوں نے کاٹے تھے ہاتھ اپنے میرا رب تو انکا فریب

عَلَيْهِنَّ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُمْ إِذْ رَأَوْتَنَّ يَوْسُفَ عَنْ نَفْسِهِ ط

سب جانتا ہے کہا بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلانا چاہا یوسف کو اس کے نفس کی حفاظت سے

تَمَا وَحَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ ط قَالَتِ امْرَأَتُ

بولیں حاشا اللہ ہم کو معلوم نہیں اُس پر کچھ برائی بولی عورت

الْعَزِيزِ الَّتِي حَصَّصَ الْحَقُّ لَنَا رَأَوْنَاهُ عَنْ نَفْسِهِ

عزیز کی اب کھل گئی سچی بات میں نے پھسلانا چاہا تھا اُس کو اس کے جی سے

وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ

اور وہ سچا ہے یوسف نے کہا یہ اس واسطے کہ عزیز معلوم کر ليوے کہ میں نے اُس کی چوری نہیں کی

بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِبِينَ ۝

چھپ کر اور یہ کہ اللہ نہیں چلاتا (چلنے دیتا) فریب دغا بازوں کا

رہائی کا حکم اور حضرت یوسف کا صبر و تحمل | بادشاہ کچھ تو پہلے ہی ساتی کے تذکرے سے حضرت یوسف کا معتقد ہو گیا تھا۔ اب جو ایسی موزوں و دلنشین تعبیر اور رعایا کی ہمدردی کی تدبیر سنی تو ان کے علم و فضل، عقل و دانش اور حسن اخلاق کا سکہ اس کے دل پر بیٹھ گیا۔ فوراً حکم دیا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لاؤ، تا اس کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوں اور اس کے مرتبہ اور قابلیت کے موافق عزت کروں۔ قاصد پیام شاہی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر یوسف کی نظر میں اپنی دینی و اخلاقی پوزیشن کی برتری اور صفائی اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی عزت و وجاہت سے زیادہ اہم تھی۔ آپ جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کی نسبت لوگوں کی ادنیٰ بدگمانی بھی ہدایت و ارشاد کے کام میں بڑی بھاری رکاوٹ ہے۔ اگر آج میں بادشاہ فرمان کے موافق چپ چپاتے قید خانہ سے نکل گیا اور جس جھوٹی تہمت کے سلسلہ میں ساہا سال قید و بند کی مصائب اٹھائیں اس کا

تفسیر عثمانی

قطعاً طور پر استیصال نہ ہوا تو بہت ممکن ہے کہ بہت سے ناواقف لوگ میری عصمت کے متعلق تردد اور شبہ میں پڑے رہ جائیں اور حاسدین کچھ زمانہ کے بعد ان ہی بے اصل اثرات سے فائدہ اٹھا کر کوئی اور منصوبہ میرے خلاف کھڑا کر دیں۔

عورتوں کے واقعہ کی تحقیق پر اصرار | ان مصالحوں پر نظر کرتے ہوئے آپ نے حکم شاہی کے انتشار میں جلدی نہ کی بلکہ نہایت صبر و استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے قاصد کو کہا کہ تو اپنے مالک (بادشاہ) سے واپس جا کر دریافت کر کہ تجھ کو ان عورتوں کے قصہ کی کچھ حقیقت معلوم ہے جنہوں نے دعوت کے موقع پر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ حضرت یوسف کو ان عورتوں کے ناموں کی تفصیل کہاں معلوم ہوگی۔ یہ خیال کیا ہوگا کہ ایسا واقعہ ضرور عام شہرت حاصل کر چکا ہے۔ اس لئے واقعہ کے ایک ممتاز جزء (ہاتھ کاٹنے) کو ظاہر کر کے بادشاہ کو توجہ دلائی کہ اس مشہور و معروف قصہ کی تفتیش و تحقیق کرے۔ غالباً اب وہ عورتیں بتلا دیں گی کہ تقصیر کس کی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صحیحین کی حدیث میں حضرت یوسف کے کمال صبر و تحمل کی اس طرح داد دی ہے۔ ”لَوْلَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثْتُ يُوسُفُ لَا جَبْتُ الدَّاعِيَ“ (اگر میں اتنی مدت قید میں رہتا جتنا یوسف رہے تو بلانے والے کی اجابت کرتا یعنی فوراً ساتھ ہو لیتا) محققین کہتے ہیں کہ اس میں حضرت یوسف کے صبر و تحمل کی تعریف اور لطیف رنگ میں اپنی عبودیت کا ملکہ کا اظہار ہے۔ ہم نے اس مضمون کی تفصیل شرح صحیح مسلم میں کی ہے۔ یہاں اختصار کی وجہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتے۔

حضرت یوسف نے ”سب کا فریب“ فرمایا، اس واسطے کہ ایک کا فریب تھا اور سب اس کی مددگار تھیں اور اصل فریب والی کا نام شاید حق پرورش کی وجہ سے نہیں لیا۔ حیاء کی وجہ سے گول مول فرمایا۔ کیونکہ جانتے تھے کہ اصل حقیقت آخر کھل کر رہے گی۔ کذابی الموضح۔

بادشاہ نے دریافت کرنے کا ایسا عنوان اختیار کیا گویا وہ پہلے سے خبر رکھتا ہے تا یہ دیکھ کر انہیں جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہو۔ نیز یوسف علیہ السلام کی استقامت و صبر کا اثر پڑا ہوگا کہ بدون اظہار براءت کے جیل سے نکلنا گوارا نہیں کرتے اور ”إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِمْ عَلِيمٌ“ کہہ کر ان کے ”کید“ کا اظہار فرما رہے ہیں۔ ادھر ساقی وغیرہ نے واقعات سنائے ہونگے ان سے بھی یوسف کی نزاہت اور عورتوں کے مکائد کی تائید ملی ہوگی۔

زلیخا کا اقرارِ جرم | سب عورتوں کی متفقہ شہادت کے بعد خود زلیخا نے بھی صاف اقرار کر لیا کہ قصور میرا ہے۔ یوسف بالکل سچے ہیں۔ بیشک میں نے ان کو اپنی جانب مائل کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ ایسے کاہے کو تھے کہ میرے داؤ میں آجاتے۔

یعنی اتنی تحقیق و تفتیش اس لئے کرائی کہ پیغمبرانہ عصمت و دیانت بالکل آشکارا ہو جائے اور لوگ معلوم کر لیں کہ خائسوں اور دغا بازوں کا فریب اللہ چلنے نہیں دیتا۔ چنانچہ عورتوں کا فریب نہ چلا۔ آخر حق ہو کر رہا۔

وَمَا أُبْرِي نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ

اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو بے شک جی تو سکھاتا ہے بُرائی

إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۵۲﴾ وَقَالَ

مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے بے شک میرا رب بخشنے والا ہے مہربان اور کہا

الْمَلِكُ اتُّوْنِي بِهِ ۚ اسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهُ

بادشاہ نے لے آؤ اس کو میرے پاس میں خالص کر رکھوں اس کو اپنے کام میں پھر جب بات چیت کی اس سے

قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ﴿۵۳﴾ قَالَ

کہا واقعی تُو نے آج سے ہمارے پاس جگہ پائی معتبر ہو کر یوسف نے کہا

اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۚ إِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْمُ ﴿۵۴﴾

مجھ کو مقرر کر ملک کے خزانوں پر میں نگہبان ہوں خوب جاننے والا

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ ۚ يَتَّبِعُونَ مِنْهَا

اور یوں قدرت دی ہم نے یوسف کو اُس زمین میں جگہ پکڑتا تھا اس میں

حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ

جہاں چاہتا پہنچادیتے ہیں ہم رحمت اپنی جس کو چاہیں اور ضائع نہیں کرتے ہم

أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۵﴾ وَلَا جُرْأَخِرَةَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ

بد بھلائی والوں کا اور ثواب آخرت کا بہتر ہے اُن کو جو

آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۵۶﴾ وَجَاءَ إِخْوَتُهُ يُوسُفَ

ایمان لائے اور ہے پرہیزگاری میں اور آئے بھائی یوسف کے

حضرت یوسف کا اعلان براءت | چونکہ حضرت یوسف نے اپنی براءت پر بہت زیادہ زور دیا۔ ممکن تھا کوئی سسطھی آدمی اس سے فخر و ناز اور غرور و اعجاب کا شبہ کرنے لگتا اس لئے اپنی نزاہت کی حقیقت کھول دی کہ میں کوئی شیخی نہیں مارتا نہ پاک صاف رہنے میں اپنے نفس پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔ محض خدا کی رحمت و اعانت ہے جو کسی نفس کو برائی سے روکتی ہے۔ یہ ہی رحمت خصوصی عصمت انبیاء علیہم السلام کی کفیل و ضامن ہے ورنہ نفس انسانی کا کام عموماً برائی کی ترغیب دینا تھا۔ خدا تعالیٰ کی خصوصی توفیق و دستگیری نہ ہوتی تو میرا نفس بھی دوسرے نفوس بشریہ کی طرح ہوتا۔ "إِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" سے اشارہ کر دیا، کہ نفس امارہ جب توبہ کر کے "لوامة" بن جائے تو خدا اس کی پچھلی تقصیرات معاف فرما دیتا ہے۔ بلکہ رفتہ رفتہ اپنی مہربانی سے "نفس مطمئنہ" کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔ تنبیہ | حافظ ابن تیمیہ اور ابن کثیر وغیرہ نے "ذَلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّي لَمْ اَخْنُ" سے "غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" تک زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے یعنی زلیخانے "اَنَارَ وَاذْنَهُ عَنْ نَفْسِهِ" کا اقرار کر کے کہا کہ اس اقرار و اعتراف سے عزیز کو یہ معلوم کرانا ہے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے کوئی بڑی خیانت نہیں کی۔ بیشک یوسف کو پھسلانا چاہتا تھا مگر میری مراد اُن پر کارگر نہیں ہوئی۔ اگر میں نے مزید خیانت کی یہ کہ تیرا سرور اس کا پردہ فاش ہو کر رہتا۔ کیونکہ خدا خائسوں کے مکر و فریب کو چلنے نہیں دیتا۔ ہاں میں اپنے نفس کو یہ نہیں سمجھتی، جتنی عظمت مجھ سے ہوئی اس کا اقرار کر رہی ہوں۔ دوسرے آدمیوں کی طرح نفس کی شرارتوں سے من بھی پال نہیں۔ ان سے تو یوسف جیسا پاکباز انسان ہی محفوظ رہ سکتا ہے۔ جس پر خدا کی خاص مہربانی اور رحمت ہے۔ ابو حیان نے بھی اس کو زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے۔ لیکن "لِيَعْلَمَ" اور "لَمْ اَخْنُ" کی ضمیریں بجائے عزیز کے یوسف کی طرف راجع کی ہیں۔ یعنی اپنی خطا کا صاف اقرار اس لئے کرتی ہوں کہ یوسف کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں کوئی غلط بات نہیں کہی نہ اپنے جرم کو ان کی طرف منسوب کیا۔ واللہ اعلم۔

یعنی میرا مشیر خاص رہے گا۔

عزیز مصر سے حضرت یوسف کی گفتگو | کچھ پہلے سے معتقد ہو چکا تھا۔ بالمشافہ باتیں سن کر بالکل ہی گرویدہ ہو گیا اور حکم دے دیا کہ آج

سے آپ ہمارے پاس نہایت معزز و معتبر ہو کر رہیں گے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "اب عزیز کا علاقہ مقوق کیا اپنی صحبت میں رکھا۔"

حضرت یوسف مالیات کے سربراہ | یعنی دولت کی حفاظت بھی پوری کرونگا اور اس کی آمد و خرچ کے ذرائع اور حساب و کتاب سے

خوب واقف ہوں۔ یوسف نے خود درخواست کر کے مالیات کا کام اپنے سر لیا۔ تا اس ذریعہ سے عامہ و خلاق کو پورا نفع پہنچا سکے۔ خصوصاً آنے والے خوفناک قحط میں نہایت خوش انتظامی سے مخلوق کی خبر گیری اور حکومت کی مالی حالت کو مضبوط رکھ سکے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا کی عقل بھی کامل رکھتے ہیں۔ اور یہ کہ ہمدردی خلاق کے لئے مالیات کے قصوں میں پڑنا شان نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں سمجھتے نیز ایک آدمی اگر نیک نیتی سے یہ سمجھے کہ فلاں منصب کا میں اہل ہوں اور دوسروں سے یہ کام اچھی طرح بن نہ پڑے گا تو مسلمانوں کی خیر طلبی اور نفع رسانی کی غرض سے اس کی خواہش یا درخواست کر سکتا ہے۔ اور اگر حسب ضرورت اپنے بعض خصال حسد اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کرنا پڑے تو یہ ناجائز مدح سرائی میں داخل نہیں۔ عبدالرحمن بن سمرہ کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص از خود امارت طلب کرے تو اس کا پارسی کے کندھوں پر ڈال دیا جاتا ہے (یعنی اعانت مددگار نہیں ہوتی) یہ اس وقت ہے جب طلب کرنا محض نفس پروری اور جاہ پسندی وغیرہ اغراض کی بناء پر ہو۔ واللہ اعلم۔

حضرت یوسف کی حکومت | جہاں چاہتے اترتے اور جو چاہتے تصرف کرتے۔ گویا ریان بن الولید برائے نام بادشاہ تھا۔ حقیقت میں

یوسف بادشاہی کر رہے تھے۔ اور "عزیز" کہہ کر پکارے جاتے تھے۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بادشاہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ نیز اسی زمانہ میں عزیز مصر کا انتقال ہوا تو اس کی عورت زلیخانے آپ سے شادی کر لی۔ واللہ اعلم۔ محدثین اس پر اعتماد نہیں کرتے۔

آخرت کا اجر بہتر ہے | جو بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے خدا اس کو دنیا میں بھی بیٹھا پھیل دیتا ہے۔ خواہ ثروت و حکومت یا لذت عیش،

حیات طیبہ، اور غنائے قلبی۔ حضرت یوسف کو یہ سب چیزیں عنایت فرمائیں۔ رہا آخرت کا اجر سو وہ ایک ایماندار و پرہیزگار کے لئے دنیا کے اجر سے کہیں بہتر ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ جواب ہوا ان کے سوال کا کہ اولاد ابراہیم اس طرح "شام" سے مصر میں آئی اور بیان

ہوا کہ بھائیوں نے حضرت یوسف کو گھر سے دور پھینکا تا ذلیل ہو۔ اللہ نے عزت دی اور ملک پر اختیار دیا۔ ایسا ہی ہوا ہمارے حضرت کو۔"

فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا

پھر داخل ہوئے اُس کے پاس تو اُس نے پہچان لیا اُن کو اور وہ نہیں پہچانتے اور جب

جَهَّزَهُمْ بِجَهَّازِهِمْ قَالَ اِنتُونِي بِاَخِي لَكُمْ مِّنْ

تیار کر دیا اُن کو اُن کا اسباب کہا لے آئیو میرے پاس ایک بھائی جو تمہارا ہے

اَبِيكُمْ ۙ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّي اُوْفِي الْكَيْلِ وَاَنَا خَيْرُ

باپ کی طرف سے تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا دیتا ہوں ماپ اور خوب طرح

الْمُنْزِلِينَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ

اُتارتا ہوں مہمانوں کو پھر اس کو نہ لائے میرے پاس تو تمہارے لئے بھرتی نہیں

عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونَ ﴿۶۰﴾ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ

میرے نزدیک اور میرے پاس نہ آئیو بولے ہم خواہش کریں گے

اَبَاهُ وَاِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا

اُس کے باپ سے اور ہم کو یہ کام کرنا ہے کہہ دیا اپنے خدمت گاروں کو رکھ دو

بِضَاعَتِهِمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا اِذَا انْقَلَبُوا

اُن کی پونجی اُن کے اسباب میں شاید اُس کو پہچانیں جب پھر کر پہنچیں

اِلَى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا

اپنے گھر شاید پھر آجائیں پھر جب پہنچے

اِلَى اَبِيهِمْ قَالُوا يَا اَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَارْسِلْ

اپنے باپ کے پاس بولے اے باپ روک دی گئی ہم سے بھرتی سوچ

حضرت یوسفؑ کی بھائیوں سے ملاقات اور مدارات | موضح القرآن میں ہے ”جب حضرت یوسف ملک ”مصر“ پر مختار ہوئے خواب کے موافق سات برس خوب آبادی کی اور ملک کا اناج بھرتے گئے۔ پھر سات برس کے قحط میں ایک بھاؤ میاں نہ باندھ کر بکوا یا اپنے والوں کو اور پردیسیوں کو سب کو برابر مگر پردیسی کو ایک اونٹ سے زیادہ نہ دیتے تھے۔ اس میں خلق پچی قحط سے اور خزانہ بادشاہ کا بھر گیا۔ ہر طرف خبر تھی کہ مصر میں اناج سستا ہے ان کے بھائی خریدنے کی غرض سے آئے۔ ان کے تن و توش، پینات، وضع قطع میں چنداں تغیر نہ ہوا تھا۔ ادھر حضرت یوسف برابر اپنے باپ بھائیوں کا تفقد کرتے رہے ہونگے اور وہاں پہنچنے پر اُنکا نام و نشان بھی دریافت کر لیا ہوگا جیسا کہ سلاطین و اعیان سے ملاقات کرنے میں عموماً ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض تفاسیر میں ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنا نام و نسب وغیرہ بیان کیا۔ ہاں یوسف علیہ السلام جدائی کے وقت چونکہ بہت چھوٹے تھے اور بھائیوں کو پہلے سے ادھر خیال بھی نہ تھا، نہ بادشاہوں۔ کہ یہاں عام آدمیوں کی یہ جرات ہو سکتی ہے۔ کہ ان کا نام و نسب وغیرہ دریافت کریں۔ اس لئے وہ یوسف کو نہ پہچان سکے۔

بنیامین کو لانے کا حکم | حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کی خوب مدارات اور مہمانداری کی۔ ایک ایک اونٹنی کس غلہ دیا۔ یہ خاص مہربانی اور اخلاق دیکھ کر کہتے ہیں انہوں نے درخواست کی کہ ہمارے ایک علاقائی بھائی (بنیامین) کو بوڑھے غمزدہ باپ نے تسکین خاطر کے لئے اپنے پاس روک لیا ہے کیونکہ اس کا دوسرا یعنی بھائی (یوسف) جو باپ کو بے حد محبوب تھا مدت ہوئی کہیں جنگل میں ہلاک ہو چکا ہے۔ اگر بنیامین کے حصہ کا غلہ بھی ہم کو مرحمت فرمائیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح غائب کا حصہ دینا خلاف قاعدہ ہے تم پھر آؤ تو بنیامین کو ساتھ لاؤ تب اس کا حصہ پاسکو گے۔ میرے اخلاق اور مہمان نوازی کو تم خود مشاہدہ کر چکے ہو، کیا اس کے بعد تمہیں اپنے چھوٹے بھائی کے لانے میں کچھ تردد ہو سکتا ہے؟

یعنی نہ لائے تو سمجھا جائے گا کہ تم جھوٹ بول کر اور دھوکہ دے کر خلاف قاعدہ ایک اونٹ زیادہ لینا چاہتے تھے اس کی سزا یہ ہوگی کہ آئندہ خود تمہارا حصہ بھی سوخت ہو جائے گا بلکہ میرے پاس یا میرے قلمرو میں آنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

یعنی گو باپ سے اس کا جدا کرنا سخت مشکل ہے تاہم ہماری یہ کوشش ہوگی کہ باپ کو کسی تدبیر سے راضی کر لیں۔ امید ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر رہیں گے۔

حضرت یوسفؑ کا بھائیوں پر احسان | یعنی جو پونجی دے کر غلہ خریدا تھا، حکم دیا کہ وہ بھی خفیہ طور پر ان کے اسباب میں رکھ دو تا گھر پہنچ کر جب اسباب کھولیں اور دیکھیں کہ غلہ کے ساتھ قیمت بھی واپس دے دی گئی تو دوبارہ ادھر آنے کی ترغیب مزید ہو کہ ایسے کریم بادشاہ کہاں ملتے ہیں۔ اور ممکن ہے قیمت نہ موجود ہونے کی بناء پر دوبارہ آنے سے مجبور رہیں اس لئے قیمت واپس کر دی۔ بعض نے کہا کہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے قیمت لینا مروت و کرم کے خلاف سمجھا۔

مَعَنَا أَخَانًا نَكْتَلُ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِيظُونَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ

ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو کہ بھرتی لے آئیں اور ہم اُس کے نگہبان ہیں ﴿۶۳﴾ کہا میں کیا

أَمْنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنْتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ ط

اعتبار کروں تمہارا اس پر مگر وہی جیسا اعتبار کیا تھا اُس کے بھائی پر اس سے پہلے

قَالَ اللَّهُ خَيْرٌ حَفِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿۶۴﴾ وَكَمَا

سوال اللہ بہتر ہے نگہبان اور وہی ہے سب مہربانوں سے مہربان ﴿۶۴﴾ اور جب

فَتَحُوا مَنَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَ عَتَمَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ط

کھولی اپنی چیز بست پائی اپنی پونجی کہ پھیر دی گئی ان کی طرف

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ط هَذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا

بولے اے باپ ہم کو اور کیا چاہیے (دے جو ہم چاہتے ہیں) یہ پونجی ہماری پھیر دی ہے ہم کو

وَنَسِيرُ أَهْلِنَا وَنَحْفَظُ أَخَانًا وَنَزِدَادُ كَيْلٍ بَعِيرٍ ط

اب جائیں تو رسد لائیں ہم اپنے گھر کو اور خرداری کریں گے اپنے بھائی کی اور زیادہ لیویں بھرتی ایک اونٹ کی ﴿۶۵﴾

ذَلِكَ كَيْلٌ بَسِيرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ

وہ بھرتی آسان ہے ﴿۶۵﴾ کہا ہرگز نہ بھیجوں گا اُس کو تمہارے ساتھ یہاں تک

تَوْتُونَ مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ لَتَأْتِنِي بِهِ إِلَّا أَن

کہ دو مجھ کو عہد خدا کا کہ البتہ پہنچا دو گے اُس کو میرے پاس مگر یہ کہ

يُحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّا اتَّوهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ

کھیرے جاؤ (گھر جاؤ) تم سب پھر جب دیا اُس کو سب نے عہد بولا اللہ

حضرت یعقوبؑ سے بیٹوں کی درخواست | یعنی یوسف کی طرح اس کے متعلق کچھ تردد نہ کیجئے اب ہم چوکنے ہو گئے ہیں پوری طرح حفاظت کریں گے۔

یعنی یہی الفاظ ”وَأَنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ تم نے یوسف کو ساتھ لے جاتے وقت کہے تھے۔ پھر تمہارے وعدہ پر کیا اعتبار ہو۔ ہاں اس وقت ضرورت شدید ہے۔ جس سے انماض نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے تمہارے ساتھ بھیجنا ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ سو میں اس کو خدا کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ وہ ہی اپنی مہربانی سے اس کی حفاظت کرے گا۔ اور مجھ کو یوسف کی جدائی کے بعد دوسری مصیبت سے بچائے گا۔

یعنی بنیامین کا حصہ۔

یعنی ایسی آسان بھرتی کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ جس طرح ہو بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ بعض نے ”ذَلِكَ كَيْلٌ يَّسِيرٌ“ کا اشارہ پہلے جو غلہ لائے تھے اس کی طرف کیا ہے اور ”يَسِيرٌ“ کو بمعنی قلیل لیا ہے۔ یعنی جو پہلے لائے ہیں وہ حاجت کے اعتبار سے تھوڑا ہے۔ قحط کے زمانہ میں کہاں تک کام دے گا۔ لہذا ضروری ہے کہ جس طرح بن پڑے ہم دوبارہ جائیں اور سب کا حصہ لے کر آئیں۔

مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ يَبْنَى لَا تَدْخُلُوا

ہماری باتوں پر نگہبان ہے اور کہا اسے بیو نہ داخل ہونا

مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ ط

ایک دروازہ سے اور داخل ہونا کئی دروازوں سے جدا جدا

وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا

اور میں نہیں بچا سکتا تم کو اللہ کی کسی بات سے حکم کسی کا نہیں سوائے

لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٦٧﴾

اللہ کے اسی پر مجھ کو بھروسہ ہے اور اسی پر بھروسہ چاہئے بھروسہ کرنے والوں کو

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمُ ط مَا كَانَ

اور جب داخل ہوئے جہاں سے کہا تھا ان کے باپ نے کچھ نہ

يُغْنِي عَنْهُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةٌ فِي

بچا سکتا تھا ان کو اللہ کی کسی بات سے مگر ایک خواہش تھی

نَفْسٍ يَعْقُوبَ قَضِيهَا ط وَإِنَّهُ لَدُوْعٌ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ

یعقوب کے جی میں سو پوری کر چکا اور وہ تو خبردار تھا جو کچھ ہم نے اُس کو سکھایا

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا

لیکن بہت لوگوں کو خبر نہیں اور جب داخل ہوئے

عَلَى يُوْسُفَ أَوْءَى إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا

یوسف کے پاس اپنے پاس رکھا اپنے بھائی کو کہا تحقیق میں ہوں

یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں سے عہد | یعنی اگر تقدیر الہی سے کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جس میں تم سب گھر جاؤ اور نکلنے کی کوئی سبیل نہ رہے تب تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ہاں اپنے مقدور اور زندگی بھر بنیامین کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرو گے۔ یہ پختہ عہد و پیمان اور قسمیں لے کر زیادہ تاکید و اہتمام کے طور پر فرمایا ”اللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُولُ وَكِيلٌ“ یعنی جو کچھ عہد و پیمان ہم اس وقت کر رہے ہیں وہ سب خدا کے سپرد ہیں۔ اگر کسی نے خیانت اور بد عہدی کی وہ ہی سزا دے گا، یا یہ کہ قول و قرار تو اپنے مقدور کے موافق پختہ کر رہے ہیں لیکن ان باتوں سے جو مقصد اصلی ہے وہ خدا کی حفاظت و نگہبانی سے ہی پورا ہو سکتا ہے۔ خدا نہ چاہے تو سارے اسباب و تدابیر رکھی رہ جائیں، کچھ نہ ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”ظاہری اسباب بھی پختہ کر لئے اور بھروسہ اللہ پر رکھا۔ یہی حکم ہے ہر کسی کو۔“

بیٹوں کو نصیحت | برادران یوسف پہلی مرتبہ جو مصر گئے تھے عام مسافروں کی طرح بلا امتیاز شہر میں داخل ہو گئے تھے لیکن یوسف علیہ السلام کی خاص توجہات و الطاف کو دیکھ کر یقیناً وہاں کے لوگوں کی نظریں ان کی طرف اٹھنے لگی ہوں گی۔ اب دوبارہ جانا خاص شان و اہتمام سے بلکہ کہنا چاہئے کہ ایک طرح کی یوسف کی دعوت پر تھا۔ بنیامین جس کی حفاظت و محبت حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف کے بعد بہت کرتے تھے۔ بھائیوں کے ہمراہ تھے یعقوب علیہ السلام کو خیال گذرا کہ ایک باپ کے گیارہ وجیہ و خوش رو بیٹوں کا خاص شان سے بھیأت اجتماعی شہر میں داخل ہونا خصوصاً اس برتاؤ کے بعد جو عزیز مصر (یوسف) کی طرف سے لوگ پہلے مشاہدہ کر چکے تھے، ایسی چیز ہے جس کی طرف عام نگاہیں ضرور اٹھیں گی۔ ”العیین حق“ نظر لگ جانا ایک حقیقت ہے (اور آج کل مسمریزم کے عجائبات تو عموماً اسی قوت نگاہ کے کرشمے ہیں) یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو نظر بد اور حسد وغیرہ مکروہات سے بچانے کے لئے یہ ظاہری تدبیر تلقین فرمائی کہ متفرق ہو کر معمولی حیثیت سے شہر کے مختلف دروازوں سے داخل ہوں، تاکہ خواہی نہ خواہی پبلک کی نظریں ان کی طرف نہ اٹھیں ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ میں کوئی تدبیر کر کے قضاء و قدر کے فیصلوں کو نہیں روک سکتا۔ تمام کائنات میں حکم صرف خدا کا چلتا ہے۔ ہمارے سب انتظامات حکم الہی کے مقابلہ میں بیکار ہیں۔ ہاں تدبیر کرنا بھی اسی نے بھجایا ہے اور جائز رکھا ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ بچاؤ کی تدبیر کر لے مگر بھروسہ خدا پر رکھے گویا لڑکوں کو سنایا کہ میری طرح تم بھی تہ دل سے خدا کی حفاظت پر بھروسہ رکھو۔ تدابیر پر مغرور نہ بنو۔

یعنی مختلف دروازوں سے علیحدہ علیحدہ۔

تقدیر اور تدبیر کو جمع کرنا | یعنی جس طرح کہا تھا داخل ہوئے تو اگرچہ نظر یا ٹوک نہ لگی۔ لیکن تقدیر اور طرف سے آئی (بنیامین کو الزام سرقہ کے سلسلہ میں روک لیا گیا) تقدیر دفع نہیں ہوتی۔ سو جن کو علم ہے ان کو تقدیر کا یقین اور اسباب کا بچاؤ دونوں حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن بے علم سے ایک ہو تو دوسرا نہ ہو، یا ہمہ تن اسباب پر اتکا کر کے تقدیر کا انکار کر بیٹھتا ہے یا تقدیر پر یقین رکھنے کے یہ معنی سمجھ لیتا ہے کہ اسباب کو معطل کر دیا جائے، البتہ عارف اور باخبر لوگ تقدیر و تدبیر کو جمع کرتے اور ہر ایک کو اس کے درجہ میں رکھتے ہیں۔

أَخُوكَ فَلَا تَبْتِئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾

بھائی تیرا سو غمگین مت ہو ان کاموں سے جو انہوں نے کئے ہیں

فَلَبَّأَ جَهَّزَهُمْ بِجَهَّازِهِمْ جَعَلَ السَّقَايَةَ فِي

پھر جب تیار کر دیا ان کے واسطے اسباب ان کا رکھ دیا پینے کا پیالہ

رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيُّهَا الْعَيْرِ إِنَّكُمْ

اسباب میں اپنے بھائی کے پھر پکارا پکارنے والے نے اے قافلہ والو تم تو

لَسْرِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا وَقَبِلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾

البتہ چور ہو کہنے لگے منہ کر کے ان کی طرف تمہاری کیا چیز گم ہو گئی

قَالُوا نَفَقِدُ صُورَاءَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ

بولے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا پیمانہ اور جو کوئی اُس کو لائے اُس کو ملے ایک بوجھ اونٹ کا

وَإِنَّا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا نَالَهُ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا

اور میں ہوں اُس کا ضامن بولے قسم اللہ کی تم کو معلوم ہے ہم

لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا

شرارت کرنے کو نہیں آئے ملک میں اور نہ ہم کبھی چور تھے بولے

فَمَا جَزَاءُهَا إِنْ كُنْتُمْ كَذِبِينَ ﴿٧٤﴾ قَالُوا جَزَاءُهَا

پھر کیا سزا ہے اُس کی اگر تم نکلے جھوٹے کہنے لگے اُس کی سزا یہ کہ

مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاءُهَا كَذَلِكَ

جس کے اسباب میں سے ہاتھ آئے وہی اُس کے بدلے میں جائے ہم یہی

بنیامین سے حضرت یوسفؑ کا خصوصی معاملہ | حضرت یوسفؑ نے بنیامین کے ساتھ ممتاز معاملہ کیا۔ اور خلوت میں آہستہ سے آگاہ کر دیا کہ میں تیرا حقیقی بھائی (یوسف) ہوں۔ جو مظالم ان علاقائی بھائیوں نے ہم پر کئے کہ مجھے باپ سے جدا کر کے کنویں میں ڈالا۔ غلام بنا کر بیچا۔ اور ہمارے باپ بھائی وغیرہ کو فراق کے صدمہ میں مبتلا کیا یا اب یہاں آتے ہوئے تمہارے ساتھ کوئی سختی کی، ان باتوں سے غمگین مت ہو۔ وقت آ گیا ہے کہ ہمارے سب غم غلط ہو جائیں اور سختیوں کے بعد حق تعالیٰ راحت و عزت نصیب فرمائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”اس بھائی کو جو یوسفؑ نے آرزو سے بلایا اور اس کو حسد ہوا۔ اس سفر میں اس کو بات بات پر جھڑکتے اور طعنے دیتے۔ اب حضرت یوسفؑ نے تسلی کر دی۔

بھائیوں پر چوری کا الزام | یعنی جب یوسف علیہ السلام کے حکم سے ان کا غلہ لدا یا اور سامان سفر تیار کیا گیا تو ایک چاندی کا پیالہ اپنے بھائی بنیامین کے اسباب میں بلا اطلاع رکھ دیا۔ جس وقت قافلہ روانہ ہونے لگا، محافظین کو پیالہ کی تلاش ہوئی۔ آخر ان کا شبہ اسی قافلہ پر گیا۔ قافلہ تھوڑی دور نکلا تھا کہ محافظین میں سے کسی نے آواز دی کہ ٹھہرو۔ تم لوگ یقیناً چور معلوم ہوتے ہو۔ تنبیہ | اگر یہ لفظ یوسف کے حکم سے کہے گئے تو یہ مطلب ہوگا کہ کوئی مال چراتا ہے، تم وہ ہو جنہوں نے باپ کی چوری سے بھائی کو بیچ ڈالا۔

یعنی ہم کو خواہ مخواہ چور کیوں بناتے ہو۔ اگر تمہاری کوئی چیز گم ہوئی ہے وہ بتلاؤ ہم ابھی کہیں گے نہیں ہمارے اسباب میں تلاش کر لو۔

محافظین نے کہا، بادشاہ کے پانی پینے کا پیالہ یا غلہ ناپنے کا پیمانہ گم ہو گیا ہے۔ اگر بدون حیل و حجت کے کوئی شخص حاضر کر دے گا تو غلہ کا ایک اونٹ انعام پائے گا۔ میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

یعنی مصر میں ہمارا چال چلن عام طور پر معلوم ہے کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ ہم نے یہاں کبھی کچھ شرارت کی؟ نہ ہم شرارتوں کے لئے یہاں آئے۔ اور نہ چوروں کے خاندان سے ہیں۔

محافظین نے کہا کہ تم فضول جتیتیں کر رہے ہو۔ اگر مال مسروقہ تمہارے پاس سے برآمد ہو گیا تو کیا کرو گے۔

نَجْرِي الظَّالِمِينَ ﴿۴۵﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ

سزا دیتے ہیں ظالموں کو ﴿۴۵﴾ پھر شروع کیس یوسف نے ان کی خرجیاں دیکھتی اپنے بھائی کی

أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ أَخِيهِ ط كَذَلِكَ

خرجی سے پہلے آخر کو وہ برتن نکالا ﴿۴۶﴾ اپنے بھائی کی خرجی سے ﴿۴۷﴾ یوں

كذنا ليوسف ط مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ

واؤبتا دیا ہم نے یوسف کو ﴿۴۸﴾ وہ ہرگز نہ لے سکتا تھا اپنے بھائی کو دین (قانون) میں

الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ط نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ

اُس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ﴿۴۹﴾ ہم درجے بلند کرتے ہیں جس کے

نَشَاءُ ط وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿۵۰﴾ قَالُوا إِنْ يَسْرِقْ

چاہیں ﴿۵۱﴾ اور ہر جاننے والے سے اوپر ہے ایک جاننے والا ﴿۵۲﴾ کہنے لگے اگر اُس نے چرایا

فَقَدْ سَرَقَ آخِرُ لَهُ مِنْ قَبْلُ فَاسْرَهَا يَوْسُفُ

تو چوری کی تھی اُس کے ایک بھائی نے بھی اس سے پہلے ﴿۵۳﴾ تب آہستہ سے کہا یوسف نے

فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ج قَالَ أَنْتُمْ شَرُّ

اپنے جی میں اور اُن کو نہ بتایا کہا جی میں کہ تم بدتر ہو

مَكَانًا وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ ﴿۵۴﴾ قَالُوا يَا أَيُّهَا

درجہ میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کرتے ہو ﴿۵۵﴾ کہنے لگے اے

﴿۵۶﴾ شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا یہ شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا تھی۔ یعنی جس کے پاس سے چوری نکلے وہ ایک سال تک غلام ہو کر رہے۔ برادران یوسف نے اپنے قانون شرعی کے موافق بے تامل سزا کا ذکر کر دیا۔ کیونکہ انہیں پورا یقین تھا کہ ہم چور نہیں۔ نہ چوری کا مال ہمارے پاس سے برآمد ہو سکتا ہے۔ اس طرح اپنے اقرار سے خود پکڑے گئے۔

◆ **بھائیوں کی تلاشی** یعنی اس گفتگو کے بعد محافظین ان کو ”عزیز مصر“ (یوسف علیہ السلام) کے پاس لے گئے اور سب ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے تفتیش کا حکم دیا۔ پہلے دوسرے بھائیوں کی خرجیاں (زمبیلیں اور بیگ وغیرہ) دیکھے گئے، پیالہ برآمد نہ ہوا۔ اخیر میں بنیامین کے اسباب کی تلاشی ہوئی، چنانچہ پیالہ اس میں سے نکل آیا۔

◆ یایوں تدبیر کی ہم نے یوسف کے لئے۔

◆ **بنیامین کو روکنے کی تدبیر** یعنی بھائیوں کی زبان سے آپ ہی نکلا کہ جس کے پاس مال نکلے غلام بنا لو۔ اس پر پکڑے گئے ورنہ حکومت مصر کا قانون یہ نہ تھا۔ اگر ایسی تدبیر نہ کی جاتی کہ وہ خود اپنے اقرار میں بندھ جائیں تو ملکی قانون کے موافق کوئی صورت بنیامین کو روک لینے کی نہ تھی۔

◆ یعنی جسے چاہیں حکمت و تدبیر سکھلائیں۔ یا اپنی تدبیر لطیف سے سر بلند کریں۔ دیکھو وہ ہی لوگ جنہوں نے باپ کی چوری سے یوسف کو چند درہم میں بیچ ڈالا تھا۔ آج یوسف کے سامنے چوروں کی حیثیت میں کھڑے ہیں۔ شاید اس طرح ان کی پچھلی غلطیوں کا کفارہ کرنا ہوگا۔

◆ **حضرت یوسف کے تور یہ کی حقیقت** یعنی دنیا میں ایک آدمی سے زیادہ دوسرا، دوسرے سے زیادہ تیسرا جاننے والا ہے مگر سب جاننے والوں کے اوپر ایک جاننے والا اور ہے جسے ”عالم الغیب والشہادہ“ کہتے ہیں۔ تشبیہ واضح ہو کہ اس تمام واقعہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے کوئی لفظ خلاف واقعہ نہیں نکلا۔ نہ کوئی حرکت خلاف شرع ہوئی۔ زیادہ سے زیادہ انہوں نے ”تور یہ“ کیا، ”تور یہ“ کا مطلب ہے یا ایسی بات کہنا یا کرنا جس سے دیکھنے سننے والے کے ذہن میں ایک ظاہری اور قریبی مطلب آئے لیکن متکلم کی مراد دوسری ہو جو ظاہری مطلب سے بعید ہے۔ اگر یہ ”تور یہ“ کسی نیک اور محمود مقصد کے لئے کیا جائے تو اس کے جائز بلکہ محمود ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور کسی مذموم و فبیح غرض کے لئے ہو تو وہ ”تور یہ“ نہیں دھوک اور فریب ہے۔ یہاں حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ یعقوب علیہ السلام کے ابتلاء و امتحان کی تکمیل کر دی جائے۔ یوسف کے بعد بنیامین بھی ان سے جدا ہوں۔ ادھر مدت کے پھٹنے ہوئے دو یعنی بھائی آپس میں مل کر رہیں۔ یوسف کو امتحان کی گھائیوں سے نکالنے کے بعد اول علاقہ بھائیوں پھر یعنی بھائی پھر والد بزرگوار اور سب کنبہ سے بتدریج ملائیں۔ دوسری طرف برادران یوسف سے جو غلطیاں ہوئی تھیں کچھ ٹھوکریں کھا کر وہ بھی غفور رحم کے دروازہ پر پہنچ جائیں۔ اور نہ معلوم کیا کیا حکمتیں ہونگی جن کی وجہ سے یوسف علیہ السلام کو تھوڑا سا ”تور یہ“ کرنے کی ہدایت ہوئی۔ انہوں نے پیالہ اپنے بھائی کے اسباب میں رکھا۔ پھر نہ کسی پر اس کی چوری کا الزام لگایا نہ یہ کہا کہ ہم فلاں کو چوری کی سزا میں پکڑتے ہیں۔ صورتیں ایسی پیدا ہوتی چلی گئیں جن سے آخر میں بنیامین کے لئے اپنے بھائی کے پاس عزت و راحت کے ساتھ رہنے کی سبیل نکل آئی۔ مصلحتاً بعض ایسے الفاظ پیشک استعمال کئے جن کے معنی متبادر مراد تھے یا بعض چیزوں پر سکوت کیا جن کی نسبت اگر کچھ بولتے تو راز فاش ہو کر اصل مقصد فوت ہو جاتا۔ واللہ اعلم۔

◆ یہ اشارہ یوسف علیہ السلام کی طرف تھا۔ اپنی پاکبازی جتانے کے لئے محض ناحق کوشی اور عناد سے بنیامین کے جرم کو پختہ کر دیا اور اتنی مدت کے بعد بھی یوسف معصوم پر جھوٹی تہمت لگانے سے نہ شرمائے مفسرین نے اس موقع پر کئی قصے بیان کئے ہیں جن کی طرف برادران یوسف نے چوری کے لفظ میں اشارہ کیا تھا۔ ان کے نقل کی یہاں حاجت نہیں۔

◆ **بھائیوں کا حضرت یوسف پر چوری کا الزام** یعنی ایسا سخت لفظ سن کر بھی یوسف بے قابو نہیں ہوئے، کیونکہ مصلحت خداوندی افشائے راز کو مقتضی نہ تھی۔ یوسف نے بات کو دل میں رکھا۔ جواب دیکر ان کے اتہام کی حقیقت نہ کھولی۔ اپنے جی میں کہا ”انتم شرمکانتا واللہ اعلم بما تصفون“ یعنی انا چور کو تو ال کو ڈانٹے، مجھے چور بناتے ہو؟ حالانکہ تم نے ایسی چوری کی کہ بھائی کو باپ سے چرا کر بیچ ڈالا۔ باقی میری چوری کا حال اللہ کو معلوم ہے۔ بعض مفسرین نے قال انتم شرمکانتا۔ الخ کا مطلب یہ لیا ہے کہ یوسف نے ان کو خطاب کر کے کہا کہ تم بڑے ہی بدترین لوگ ہو۔ ابھی تو کب رہے تھے ”وما کُنَّا سارقین“ ہم چوروں میں کے نہیں۔ جب ایک بھائی کے اسباب میں سے مال برآمد ہوا تو اس کے ساتھ دوسرے غیر حاضر بھائی کو بھی ملوث کرنے لگے گویا چوری کرنا تمہارا خاندانی پیشہ ہے (العیاذ باللہ) خدا خوب جانتا ہے کہ تم اپنے بیان میں کہاں تک سچے ہو۔ وہ ہی تم کو غلط بیانیوں کی سزا دے گا۔

الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا

عزیز اس کا ایک باپ ہے بوڑھا بڑی عمر کا سوکھ لے ایک کو ہم میں سے

مَكَانَهُ ۚ إِنَّا نَرِيكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۴۸﴾ قَالَ مَعَاذَ

اُس کی جگہ ہم دیکھتے ہیں تو ہے احسان کرنے والا بولا اللہ

اللَّهِ أَنْ نَأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهُ ۚ

پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس کے پاس پائی ہم نے اپنی چیز

إِنَّا إِذَا لَظَلِمُونَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا اسْتَبَسَّوْا مِنْهُ خَلَصُوا

تو تو ہم ضرور بے انصاف ہوئے پھر جب ناامید ہوئے اُس سے اکیلے ہو بیٹھے

نَجِيًّا ۗ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ

مشورہ کرنے کو بولا اُن میں کا بڑا کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے

قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْتَقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ

لیا ہے تم سے عہد اللہ کا اور پہلے

مَا فَرَطْتُمْ فِي يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ أُبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ

جو تصور کر چکے ہو یوسف کے حق (قصہ) میں سو میں تو ہرگز نہ سرکوں گا اس ملک سے

حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۚ وَهُوَ خَيْرٌ

جب تک کہ علم دے مجھ کو باپ میرا یا قضیہ چکا دے اللہ میری طرف اور وہ ہے سب سے بہتر

الْحٰكِمِينَ ﴿۵۰﴾ اِرْجِعُوْا اِلٰى اٰبِئِكُمْ فَقُولُوْا يَا اٰبَا نَا

چکانے والا پھر جاؤ اپنے باپ کے پاس اور کہو اے باپ

بھائیوں کی درخواست اور اس کا جواب | یعنی بوڑھے باپ کو بڑا صدمہ پہنچے گا، وہ ہم سب سے زیادہ اس کو اور اس کے بھائی یوسف کو چاہتے تھے۔ یوسف کے بعد اب اسی سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں۔ آپ اگر اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ آپ ہمیشہ مخلوق پر احسانات کرتے ہیں اور ہم پر خصوصی احسان فرماتے رہے ہیں۔ امید ہے کہ ہم کو اپنے کرم سے مایوس نہ فرمائیں گے۔

یعنی خدا پناہ میں رکھے، کہ ہم کسی کو بے سبب دوسرے کے بدلے میں پکڑنے لگیں۔ ہم تو صرف اسی شخص کو روکیں گے جس کے پاس سے اپنی چیز ملی ہے۔ (وہ بنیامین ہے جو عینی بھائی ہونے کی حیثیت سے ہمارے پاس رہے گا) یہاں بھی اَلَا مَنْ وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهُ“ کی جگہ ”اَلَا مَنْ سَرَقَ“ نہیں فرمایا جو مختصر تھا۔ کیونکہ واقعہ کے خلاف ہوتا۔

یعنی مجرم کے بدلہ میں بے قصور کو پکڑیں تو تمہارے خیال اور قانون کے موافق ہم بے انصاف ٹھہریں گے۔

بھائیوں کا آپس میں مشورہ | جب حضرت یوسف کا جواب سن کر مایوس ہو گئے تو مجمع سے ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ اکثروں کی رائے ہوئی کہ وطن واپس جانا چاہئے۔ ان میں جو عمر یا عقل وغیرہ کے اعتبار سے بڑا تھا اس نے کہا کہ باپ کے سامنے ہم کیا منہ لے کر جائیں گے، جو عہد ہم سے لیا تھا اس کا کیا جواب دیں گے۔ ایک تقصیر تو پہلے یوسف کے معاملہ میں کر چکے ہیں جس کا اثر آج تک موجود ہے۔ اب بنیامین کو چھوڑ کر سب کا چلا جانا سخت بے حمیت ہوگی۔ سو واضح رہے کہ بندہ تو کسی حال میں سے ٹلنے والا نہیں۔ الا یہ کہ خود والد بزرگوار مجھ کو یہاں سے چلے جانے کا حکم دیں یا اس درمیان میں قدرت کی طرف سے کوئی فیصلہ ہو جائے۔ مثلاً تقدیر سے میں یہیں مرجاؤں یا کسی تدبیر سے بنیامین کو چھڑالوں۔ تنبیہ | یہ کہنے والا غالباً وہ ہی بھائی تھا جس نے یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں بھی نرم مشورہ دیا تھا ”لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ“

إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ، وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا

تیرے بیٹے نے تو چوری کی اور ہم نے وہی کہا تھا جو ہم کو خبر تھی

وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَفِظِينَ ﴿۸۱﴾ وَسَأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي

اور ہم کو غیب کی بات کا دھیان نہ تھا اور پوچھ لے اسی بستی سے

كُنَّا فِيهَا وَالْعَيْرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا وَإِنَّا

جس میں ہم تھے اور اُس قافلہ سے جس میں ہم آئے ہیں اور ہم

لَصَادِقُونَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا

بے شک سچ کہتے ہیں بولا کوئی نہیں بنا لی ہے تمہارے جی نے ایک بات

فَصَبِرْ جَوِيلًا ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۖ

اب صبر ہی بہتر (کام آئے) ہے شاید اللہ لے آئے میرے پاس اُن سب کو

إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ

وہی ہے خبردار حکمتوں والا اور اُلٹا پھرا اُن کے پاس سے اور بولا

يَا سَفِي عَلَى يَوْسُفَ وَأَبْيَضْتُ بَيْنَهُ مِنَ الْحُزْنِ

اے افسوس یوسف پر اور سفید ہو گئیں آنکھیں اُس کی غم سے

فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَوْنَا نَدُّكَ يَوْسُفَ

سو وہ آپ کو گھونٹ رہا تھا کہنے لگے قسم اللہ کی تو نہ چھوڑے گا یوسف کی یاد کو

حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ ﴿۸۵﴾

جب تک کہ کھل جائے یا ہو جائے مُردہ

❖ یعنی مجھے چھوڑ دو اور تم سب جا کر باپ سے عرض کرو کہ ایسا واقعہ پیش آیا، جسکی کوئی توقع نہ تھی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یعنی تم کو قول دیا تھا اپنی دانست پر یہ کیا خبر تھی کہ بنیامین چوری کر کے پکڑا جائے گا۔ یا ہم نے چور کو پکڑ رکھنا بتایا اپنے دین کے موافق۔ یہ نہ معلوم تھا کہ بھائی چور ہے۔“

❖ یعنی آپ معتبر آدمی بھیج کر اس بستی والوں سے تحقیق کر لیں جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ نیز دوسرے قافلہ والوں سے دریافت فرمائیں جو ہمارے ساتھ رہے اور واپس آئے ہیں۔ آپ کو ثابت ہو جائے گا کہ ہم اپنے بیان میں بالکل سچے ہیں۔

❖ حضرت یعقوب کا صبر و استقامت | پہلی باریکی بے اعتباری سے اس مرتبہ بھی حضرت یعقوب نے بیٹوں کا اعتبار نہ کیا۔ لیکن نبی کا کام جھوٹ نہیں۔ بیٹوں کی بنائی بات تھی۔ حضرت یوسف بھی بیٹے تھے۔ ”کذافی الموضح۔ گویا“ لَكُمْ ” کا خطاب جنس انبیا کی طرف ہوا۔ واللہ اعلم۔ بعض مفسرین نے یہ مطلب لیا ہے کہ تم یہاں سے حفاظت کے کیسے وعدے کر کے اصرار کے ساتھ لے گئے وہاں پہنچ کر اتنا بھی نہ کہا کہ اسکے اسباب میں سے پیالہ برآمد ہونے سے چوری کیسے ثابت ہو گئی، شاید کسی اور نے چھپا دیا ہو۔ مدافعت تو کیا کرتے یہ کہہ کر کہ پہلے اسکے بھائی نے بھی چوری کی تھی اس کے جرم کو پختہ کر دیا۔ تمہارے دل میں کھوٹ نہ ہوتا تو یہ طرز عمل اختیار نہ کرتے۔ اب باتیں بنانے کے لئے آئے ہو۔ بہر حال میں تو اس پر بھی صبر ہی کرونگا کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لاؤنگا۔ خدا کی قدرت و رحمت سے کیا بعید ہے کہ یوسف، بنیامین، اور وہ بھائی جو بنیامین کی وجہ سے رہ گیا ہے سب کو میرے پاس جمع کر دے۔ وہ سب کے احوال سے خبردار ہے اور ہر ایک کے ساتھ اپنی حکمت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر قسم کے یاس انگیز احوال اور مرورد ہونے کے بعد بھی انبیاء کے قلوب مایوس نہیں ہو سکتے۔ وہ ہمیشہ خدا کی رحمت واسعہ پر اعتماد کرتے اور الطاف و من کے امیدوار رہتے ہیں۔

❖ نیاز خم کھا کر پرانا زخم ہرا ہو گیا۔ بے اختیار پکارا ٹھے ”یا اَسْفٰی عَلٰی یُوْسُفَ“ (ہائے افسوس یوسف)

❖ یعنی بے رونق یا بے نور ہو گئیں۔ علی اختلاف القولین۔

❖ حضرت یعقوب کی آزمائش | حدیث میں ہے ”نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ اَشَدُّ بَلَاءً ثُمَّ اَلَا مَثَلُ فَاَلَا مَثَلُ“ یعنی انبیاء کی

جماعت حق تعالیٰ کی طرف سے سخت ترین امتحانوں میں مبتلا کی جاتی ہے۔ پھر امتحان کی اقسام ہیں۔ ہر نبی کو حق تعالیٰ اپنی حکمت اور اس کی استعداد کے موافق جس قسم کے امتحان میں چاہے مبتلا کرتا ہے۔ یعقوب علیہ السلام کے قلب میں یوسف کی فوق العادت محبت ڈال دی پھر ایسے محبوب اور ہونہار بیٹے کو جو خاندان ابراہیمی کا چشم و چراغ تھا، ایسے دردناک طریقے سے جدا کیا گیا۔ غمزدہ اور زخم خوردہ یعقوب کے جگر کو اس روح فرسا صدمہ نے کھالیا تھا۔ وہ کسی مخلوق کے سامنے نہ حرف شکایت زبان پر لاتے تھے نہ کسی سے انتقام لیتے، نہ غصہ نکالتے۔ غم کی بات منہ سے نہ نکلتی۔ ہاں جب اپنے کو بہت گھونٹتے تو دل کا بخار آنکھوں کی راہ سے ٹپک پڑتا۔ بیسیوں برس تک چشم گریاں اور سینہ بریاں کے باوجود ادائے فرائض و حقوق میں کوئی خلل نہ پڑنے دیا ان کا دل جتنا یوسف کے فراق میں روتا تھا، اتنا ہی خدا کے حضور میں زیادہ گڑگڑاتا تھا۔ درد و غم کی شدت اور اشکباری کی کثرت جس قدر ان کی بصارت کو ضعیف کرتی اسی قدر نور بصیرت کو بڑھا رہی تھی۔ بے تابی و اضطراب کا کیسا ہی طوفان اٹھتا، دل پکڑ کر اور کلیجہ مسوس کر رہ جاتے زبان سے اُف نہ نکالتے، بنیامین کی جدائی سے جب پرانے زخم میں نیا چرکالگا تو اس وقت بے اختیار ”یا اَسْفٰی عَلٰی یُوْسُفَ“ صرف اتنا لفظ زبان سے نکلا۔ بقول حضرت شاہ صاحب ”ایسا دردتنی مدت دبار کھنا پیغمبر کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے۔“

قَالَ إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ

بولتا میں تو کھولتا ہوں اپنا اضطراب اور غم اللہ کے سامنے اور جانتا ہوں

اللَّهُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۸۶﴾ يَبْنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ

اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ﴿۸۶﴾ اے بیٹو جاؤ اور تلاش کرو

يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَأْيِسُوا مِنَ رُوحِ اللَّهِ إِنَّهُ

یوسف کی اور اس کے بھائی کی اور نا امید مت ہو اللہ کے فیض سے بے شک

لَا يَأْيِسُ مِنَ رُوحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُونَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا

نا امید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں ﴿۸۷﴾ پھر جب

دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلُنَا

داخل ہوئے اس کے پاس بولے اے عزیز پڑی ہم پر اور ہمارے گھر پر

الضَّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعِنَا فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ

سختی اور لائے ہیں ہم پونجی ناقص سو پوری دے ہم کو بھرتی اور

تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۗ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ﴿۸۸﴾

خیرات کر ہم پر اللہ بدلہ دیتا ہے خیرات کرنے والوں کو ﴿۸۸﴾

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ

کہا کچھ تم کو خبر ہے کہ کیا کیا تم نے یوسف سے اور اس کے بھائی سے ﴿۸۹﴾ جب تم کو

جُهَلُونَ ﴿۸۹﴾ قَالُوا آءِ إِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ ۗ قَالَ أَنَا

سمجھ نہ تھی ﴿۸۹﴾ بولے کیا سچ تو ہی ہے یوسف ﴿۸۹﴾ کہا میں

❖ موضح القرآن میں ہے۔ یعنی کیا تم مجھ کو صبر سکھاؤ گے؟ بے صبر وہ ہے جو مخلوق کے آگے خالق کے بھیجے ہوئے درد کی شکایت کرے۔ میں تو اسی سے کہتا ہوں جس نے درد دیا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ (یوسف زندہ ہے ضرور ملے گا اور اس کا خواب پورا ہو کر رہے گا) یہ مجھ پر آزمائش ہے دیکھوں کس حد پر پہنچ کر بس ہو۔

❖ بیٹوں کو حضرت یوسفؑ کی تلاش کا حکم اور نصیحت | یعنی حق تعالیٰ کی مہربانی اور فیض سے ناامید ہونا کافروں کا شیوہ ہے۔ جنہیں اس کی رحمت و اسعہ اور قدرت کاملہ کی صحیح معرفت نہیں ہوتی۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کے برابر مایوس کن حالات پیش آئیں تب بھی خدا کی رحمت کا امیدوار رہے اور امکانی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے۔ جاؤ کوشش کر کے یوسف کا کھوج لگاؤ اور اس کے بھائی بنیامین کے چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو۔ کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ ہم سب کو پھر جمع کر دے۔ تیسرے بھائی کا ذکر شاید اس لئے نہیں کیا کہ وہ باختیار خود محض بنیامین کی وجہ سے رکا ہے۔ بنیامین چھوٹ جائے تو وہ کیوں پڑا رہے گا۔

❖ حضرت یوسفؑ سے بھائیوں کا سوال | باپ کے فرمانے پر مصر کو پھر روانہ ہوئے۔ کیونکہ یوسف کا یہ معلوم نہ تھا۔ یہ خیال کیا ہوگا کہ جس کا یہ معلوم ہے (بنیامین) پہلے اسکی فکر کریں اور قحط کی وجہ سے غلہ کی ضرورت ہے، عزیز کو ادھر بھی توجہ دلائیں، اگر دینے لینے کے معاملہ میں کچھ نرم پایا تو بنیامین کے متعلق گفت و شنید کریں گے۔ چنانچہ پہلی بات انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ ہی کہی کہ اے عزیز مصر! آج کل قحط و ناداری کی وجہ سے ہم پر اور ہمارے گھر پر بڑی سختی گزر رہی ہے۔ سب اسباب گھر کا بک گیا۔ کچھ نمکی اور حقیر سی پونجی رہ گئی ہے وہ غلہ خریدنے کے لئے ساتھ لائے ہیں آپ کے مکارم اخلاق اور گذشتہ مہربانیوں سے امید ہے کہ ہماری ناقص چیزوں کا خیال نہ فرمائیں گے اور تھوڑی قیمت میں غلہ کی مقدار گذشتہ کی طرح پوری دلوادیں گے۔ یہ رعایت حقیقت میں ایک طرح کی خیرات ہوگی جو آپ ہم پر کریں گے یا اس کے علاوہ ہم کو بطور خیرات ہی کچھ دیدہ بچھے خدا آپ کا بھلا کرے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ حال سن کر رو پڑے، شفقت و رحمتی کا چشمہ دل میں جوش مار کر آنکھوں سے اہل پڑا۔ اس وقت حق تعالیٰ کے حکم سے اپنے تئیں ظاہر کیا کہ میں کون ہوں اور تم نے میرے ساتھ جو معاملہ کیا تھا، اس کے بعد میں کس مرتبہ پر پہنچا ہوں، اگلی آیت میں اسی اظہار کی تمہید ہے (تنبیہ) بعض نے تصدق کے معنی مطلق احسان کرنے کے لئے ہیں۔ جیسے ”قصر صلوة“ کی حدیث میں ”صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ“

❖ یعنی دونوں میں جدائی ڈالی اور دونوں سے پیر رکھا۔

❖ حضرت یوسفؑ کا صبر و مروت | اللہ اکبر۔ صبر اور مروت و اخلاق کی حد ہوگئی کہ تمام عمر بھائیوں کی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لائے۔ اتنا سوال بھی اس لئے کیا کہ وہ لوگ اپنے ذہنوں میں بیسیوں برس پہلے کے حالات کو ایک مرتبہ متحضر کر لیں تا ماضی و حال کے موازنہ سے خدا تعالیٰ کے ان احسانات کی حقیقت روشن ہو، جو یوسفؑ پر ان مصائب و حوادث کے بعد ہوئے جن کی طرف آگے ”قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا“ میں اشارہ ہے۔ پھر سوال کا پیرایہ ایسا نرم اختیار کیا۔ جس میں ان کے جرم سے زیادہ معذرت کا پہلو نمایاں ہے یعنی جو حرکت اس وقت تم سے صادر ہوئی نا سنجھی اور بیوقوفی سے ہوگئی۔ تمہیں کیا معلوم تھا کہ یوسفؑ کا خواب پورا ہو کر اور ہلال ایک روز بدر بنگر رہے گا۔

❖ حضرت یوسفؑ کو پہچاننا | ممکن ہے اس سوال سے گھبرائے ہوں کہ اتنی مدت کے بعد یہ کون گھر کا بھیدی نکل آیا۔ پھر عزیز مصر کو یوسفؑ کے قصہ سے کیا مطلب۔ غیر معمولی مہربانیوں اور بنیامین کے ساتھ خصوصی برتاؤ پہلے سے دیکھ ہی رہے تھے۔ اس سوال نے دفعۃً ان کا ذہن ادھر منتقل کر دیا ہو کہ کہیں یوسفؑ جسے ہم نے مصری قافلہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا یہ ہی تو نہیں ہے۔ جب ادھر توجہ ہوئی تو بغور دیکھا ہوگا اور ممکن ہے یوسفؑ نے خود بھی اپنے کو اس دفعہ زیادہ واضح طور پر پیش کیا ہو، یا تصریحاً کہہ دیا ہو کہ میں یوسفؑ ہوں۔ غرض وہ سخت متعجب و حیرت زدہ ہو کر بول اٹھے۔ ”ءَاِنَّكَ لَآتَىٰ يُوسُفَ“ (سچ بتاؤ کیا تم ہی یوسف ہو؟)

يُوسُفُ وَهَذَا أَخِي زَقَدْنَا مِنَ اللَّهِ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَنْ

یوسف ہوں اور یہ ہے میرا بھائی ♦ اللہ نے احسان کیا ہم پر ♦ البتہ جو کوئی

يَتَّقُ وَيَصْبِرُ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٠﴾

ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ ضائع نہیں کرتا حق نیکی والوں کا ♦

قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ أَتَرَكْنَا اللَّهَ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخٰطِئِينَ ﴿٩١﴾

بولے قسم اللہ کی البتہ پسند کر لیا تجھ کو اللہ نے ہم سے اور ہم تھے جو کئے والے ♦

قَالَ لَا تَتْرِبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ز

کہا کچھ الزام نہیں تم پر آج بخشے اللہ تم کو ♦

وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿٩٢﴾ إِذْ هَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا

اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان ♦ لے جاؤ یہ کرتے میرا

فَالْقَوَّةُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بِصِيرَاءٍ وَأَنْتُنِي بِأَهْلِكُمْ

اور ڈالو اس کو منہ پر میرے باپ کے کہ چلا آئے آنکھوں سے دیکھتا ہوا اور لے آؤ میرے پاس گھرا پنا

أَجْمَعِينَ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ

سارا ♦ اور جب جدا ہوا قافلہ کہا ان کے باپ نے

إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تَفْتِدُونِ ﴿٩٤﴾

میں پاتا ہوں یوسف کی ♦ اگر نہ کہو مجھ کو کہ بوڑھا بہک گیا ♦

قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلٰلِكَ الْقَدِيمِ ﴿٩٥﴾ فَلَمَّا أَنْ

لوگ بولے قسم اللہ کی تو تو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے ♦ پھر جب پہنچا

- ۱ یعنی جس سے مجھ کو جدا کیا تھا آج میرے پاس بیٹھا ہے۔
- ۲ جدائی کو ملاپ سے، ذلت کو عزت سے، تکلیف کو راحت سے، تنگی کو عیش سے بدل دیا۔ جو غلام بنا کر چند دراہم میں فروخت کیا گیا تھا، آج خدا نے اسے ملک مصر کی حکومت بخشی۔
- ۳ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”جس پر تکلیف پڑے اور وہ شرع سے باہر نہ ہو اور گھبرائے نہیں تو آخر بلا سے زیادہ عطا ہو۔
- ۴ **بھائیوں کی ندامت** یعنی تجھ کو ہر حیثیت سے ہم پر فضیلت دی اور تو اسی لائق تھا، ہماری غلطی اور بھول تھی کہ تیری قدر نہ پہچانی، آخر تیرا خواب سچا اور ہمارا حسد بیکار ثابت ہوا۔
- ۵ **حضرت یوسف کا عفو و درگزر** یوسف علیہ السلام بھائیوں سے اتنا بھی سنا نہیں چاہتے تھے فرمایا، یہ تذکرہ مت کرو آج میں تمہیں کوئی الزام نہیں دیتا۔ تمہاری سب غلطیاں معاف کر چکا ہوں۔ جو لفظ میں نے کہے محض حق تعالیٰ کا احسان اور صبر و تقویٰ کا نتیجہ ظاہر کرنے کی نیت سے کہے آج کے بعد تمہاری تقصیر کا ذکر بھی نہ ہوگا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ تم نے جو خطائیں خدا تعالیٰ کی کی ہیں، وہ بھی معاف کر دے۔
- ۶ میری مہربانی بھی اسی کی مہربانی کا ایک پرتو ہے۔
- ۷ **حضرت یوسف کی کرامت** یعنی میں بحالت موجودہ شام کا سفر نہیں کر سکتا۔ تم جاؤ والدین اور اپنے سب متعلقین کو یہاں لے آؤ۔ چونکہ والد بزرگوار کی نسبت وحی سے یا بھائیوں کی زبانی معلوم ہوا ہوگا کہ بینائی نہیں رہی یا نگاہ میں فرق آ گیا ہے، اس لئے اپنا قیص دے کر فرمایا کہ یہ ان کی آنکھوں کو لگا دینا بینائی بحال ہو جائیگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”ہر مرض کی اللہ کے ہاں دوا ہے۔ آنکھیں گئی تھیں ایک شخص کے فراق میں، اسی کے بدن کی چیز ملنے سے چنگی ہوئیں۔ یہ کرامت تھی حضرت یوسف علیہ السلام کی“ اور کرامت نہ کہیں تب بھی آجکل واقعات و مشاہدات کی بنا پر یہ بات مان لی گئی ہے کہ کسی سخت صدمہ یا غیر معمولی خوشی کے اثر سے بعض نابینا دفعۃً بینا ہو گئے ہیں۔
- ۸ **حضرت یعقوب کو یوسف کی خوشبو** خدا کی قدرت یوسف مصر میں موجود ہیں کبھی نہ کہا کہ یوسف کی خوشبو آتی ہے۔ کیونکہ خدا کو امتحان پورا کرنا تھا۔ اب بلانے کی ٹھہری تو ادھر قافلہ یوسف کا قیص لیکر مصر سے نکلا ادھر پیراہن یوسف کی خوشبو یعقوب کے مشام جان کو معطر کرنے لگی۔ ایک یہ کیا پورا واقعہ ہی عجیب قدرت کا ایک مرقع ہے۔ یعقوب جیسے مشہور و معروف پیغمبر شام میں رہیں اور یوسف جیسی جلیل القدر شخصیت مصر میں بادشاہت کرے۔ یوسف کے بھائی کئی مرتبہ مصر آئیں، خود یوسف کے مہمان بنیں اس کے باوجود خداوند قدوس کی حکمت غامضہ اور مشیت قاہرہ کا ہاتھ باپ کو بیٹے سے بیسیوں برس تک علیحدہ رکھے اور خون کے آنسو رلا کر امتحان کی تکمیل کرائے، ”جَلَّتْ قُدْرَتُهُ وَعَزَّ سُلْطَانُهُ“
- ۹ یعنی یہ بات کہتے ہوئے جھجکتا ہوں۔ کیونکہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی کہہ دو گے، بڑھاٹھیا گیا ہے۔
- ۱۰ یعنی یوسف کی محبت اس کے زندہ ہونے اور دوبارہ ملنے کا یقین تیرے دل میں جاگزیں ہے۔ وہ ہی پرانے خیالات ہیں جو یوسف کی خوشبو بن کر دماغ میں آتے ہیں۔

جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْفَهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بِصَبْرٍ ۗ

خوشخبری والا ڈالا اس نے وہ کرتے اس کے منہ پر پھر لوٹ کر ہو گیا دیکھنے والا

قَالَ الْمَاقِلُ لَكُمْ ۗ إِنِّي أَخْلَعُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا

بولا میں نے نہ کہا تھا تم کو کہ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو

تَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا

تم نہیں جانتے بولے اے باپ بخشو ہمارے گناہوں کو بے شک ہم تھے

خٰطِئِينَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ

چوکنے والے کہا دم لو بخشواؤں گا تم کو اپنے رب سے وہی ہے

الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٩٨﴾ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُونُسَ أَوَّءَ

بخشنے والا مہربان پھر جب داخل ہوئے یوسف کے پاس جگدی

إِلَيْهِ أَبِيهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن شَاءَ اللَّهُ

اپنے پاس اپنے ماں باپ کو اور کہا داخل ہو مصر میں اللہ نے چاہا

أَمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ أَبُوبِهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ

تو دل جمعی سے اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور سب گرے اس کے آگے

سُجَّدًا ۗ وَقَالَ يَا أَبَتِ هَذَا تَأْوِيلُ رُءْيَايَ مِنْ

سجدہ میں اور کہا اے باپ یہ بیان ہے میرے اس پہلے

قَبْلُ زَقَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۗ وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ

خواب کا اس کو میرے رب نے سچ کر دیا اور اُس نے انعام کیا مجھ پر جب

۱ **بینائی کی بحالی** | یعنی بینائی واپس آگئی، دوبارہ حسب سابق نظر آنے لگا۔

۲ یعنی میں نے کہا نہ تھا یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ آخر بیچ ہوا۔ یا بیٹوں کو کہا تھا کہ یوسف کو تلاش کرو۔ اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ ہم سب کو پھر اکٹھا کر دے۔ دیکھ لو وہ ہی صورت ہوئی۔

۳ **بیٹوں کی ندامت اور معافی** | یعنی توجہ اور دعا کر کے خدا سے ہمارے گناہ معاف کرائیے ہم سے بڑی بھاری خطائیں ہوئی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ پہلے آپ معاف کر دیں۔ پھر صاف دل ہو کر بارگاہ رب العزت سے معافی دلوائیں کیونکہ جو خود نہ بخشے وہ خدا سے کہاں بخشوائے گا۔

۴ **حضرت یوسف کا استقبال** | یعنی قبول کی گھڑی آنے دو، اس وقت اپنے مہربان خدا کے آگے تمہارے لئے ہاتھ اٹھاؤنگا، کہتے ہیں جمعہ کی شب یا تہجد کے وقت کا انتظار تھا۔

۵ شہر سے باہر استقبال کو نکلے۔ ماں باپ کو اپنے قریب جگہ دی (اس میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ حضرت یوسف کی والدہ پیشتر وفات پا چکی تھیں۔ جیسا کہ سابق فوائد میں گزر چکا یہاں خالہ کا ذکر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ والدہ حیات تھیں۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر تشریف لائی تھیں) سب کو فرمایا شہر میں چلو، قحط وغیرہ کا اب کچھ اندیشہ مت کرو۔ انشاء اللہ بالکل دلجمعی اور راحت وطمینان سے رہو گے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ الفاظ شہر میں پہنچ کر کہے۔ گویا ”أَدْخُلُوا مِصْرَ“ الخ کے معنی ہوئے مصر میں قیام کرو بے کھٹکے۔

۶ **باپ بیٹوں کا سجدہ تعظیمی** | یوسف نے اپنی طرف سے والدین کی تعظیم کی، تخت پر بٹھایا لیکن خدا کو یوسف کی جو تعظیم کرانی تھی اسے یوسف کب روک سکتے تھے۔ اس وقت کے دستور کے موافق ماں باپ اور سب بھائی یوسف علیہ السلام کے آگے سجدہ میں گر پڑے۔ یہ سجدہ تعظیمی تھا، جو بقول حافظ عماد الدین ابن کثیر آدم کے زمانہ سے مسیح علیہ السلام کے عہد تک جائز رہا۔ البتہ شریعت محمدیہ نے ممنوع و حرام قرار دیا۔ جیسا کہ احادیث کثیرہ اس پر شاہد ہیں بلکہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے ”وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ الخ“ سے حرمت کا اشارہ نکالا ہے۔ بعض مفسرین نے اس جگہ سجدہ کے معنی متبادر مراد نہیں لئے۔ محض جھک جانے کے معنی لئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سجدہ یوسف کو نہ تھا بلکہ یوسف کی عزت و عظمت دیکھ کر سب نے خدا کے سامنے سجدہ شکر ادا کیا۔ اس تقدیر پر ”وَخَرُّوْا لَہٗ مِیْنَ لَاسِبِیْہِ ہُوْگَا۔ یعنی یوسف کے عروج و اقتدار کے سبب سے خدا کے آگے سجدہ میں گر پڑے۔ تنبیہ | تعظیم اور عبادت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ غیر اللہ کی تعظیم کلیہ ممنوع نہیں، البتہ غیر اللہ کی عبادت شرک جلی ہے۔ جس کی اجازت ایک لمحہ کے لئے کبھی نہیں ہوئی، نہ ہو سکتی ہے ”سجود عبادت“ یعنی غیر اللہ کو کسی درجہ میں نفع و ضرر کا مستقل مالک سمجھ کر سجدہ کرنا شرک جلی ہے جس کی اجازت کبھی کسی ملت سماوی میں نہیں ہوئی۔ ہاں ”سجود تعظیم“ یعنی عقیدہ مذکورہ بالا سے خالی ہو کر محض تعظیم و تکریم کے طور پر سر بسجود ہونا شرائع سابقہ میں جائز تھا۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اس کی بھی جڑ کاٹ دی۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اقسام شرک پر جو دقیق بحث کی ہے اسے دیکھنا چاہئے۔

۷ یعنی میرا اس میں کچھ دخل نہیں۔ خواب کی تعبیر پوری ہوئی تھی وہ خدا نے پوری کر دکھائی۔

أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ

مجھ کو نکالا قید خانہ سے اور تم کو لے آیا گاؤں سے بعد

بَعْدَ أَنْ نَزَعَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۗ إِنَّ

اس کے کہ جھگڑا ڈال چکا تھا شیطان مجھ میں اور میرے بھائیوں میں میرا

رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ ۗ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿۱۱﴾

رب تدبیر سے کرتا ہے جو چاہتا ہے بے شک وہی ہے خبردار حکمت والا

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمَلِكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ

اے رب تو نے دی مجھ کو کچھ حکومت اور سکھایا مجھ کو

تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۗ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ قَف

کچھ پھیرنا باتوں کا اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے

أَنْتَ وَلِيٌّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا

تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں موت دے مجھ کو اسلام پر

وَأَلْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿۱۲﴾ ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ

اور ملا مجھ کو نیک بختوں میں یہ خبریں ہیں غیب کی

نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۗ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ

ہم بھیجتے ہیں تیرے پاس اور تو نہیں تھا اُن کے پاس جب وہ ٹھہرانے لگے اپنا کام

وَهُمْ يَمْكُرُونَ ﴿۱۳﴾ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ

اور فریب کرنے لگے اور اکثر لوگ نہیں ہیں یقین کرنے والے اگرچہ

﴿ حضرت یوسفؑ کا تذکیر نعمت | خدا تعالیٰ کے احسانات ذکر فرمائے اور اسکی تدبیر لطیف کی طرف توجہ دلانی کہ کس طرح مجھ کو قید سے نکال کر ملک کا حاکم مختار بنا دیا اور اس جھگڑے کے بعد جو شیطان نے ہم بھائیوں میں ڈال دیا تھا جب کہ کوئی امید دوبارہ ملنے کی نہ رہی تھی، کیسے اسباب ہمارے ملاپ کے فراہم کر دیے اس موقع پر اپنی مصائب و تکالیف کا کچھ ذکر نہ کیا، نہ کوئی حرف شکایت زبان پر لائے، بلکہ بھائیوں کے واقعہ کی طرف بھی ایسے عنوان سے اشارہ کیا کہ کسی فریق کی زیادتی یا تقصیر ظاہر نہ ہونے پائے۔ مبادا بھائی سن کر محبوب ہوں۔ اللہ اکبر، یہ اخلاق پیغمبروں کے سوا کس میں ہوتے ہیں۔

﴿ اسی سورت کے پہلے رکوع میں ”تَاوِيلَ الْاَحَادِيثِ“ کی تفسیر گزر چکی۔

﴿ حضرت یوسفؑ کی دعاء | یا تو لقاء اللہ کے شوق میں فی الحال موت کی تمنا کی یا یہ مطلب ہے کہ جب کبھی موت آئے اسلام (یعنی کامل تسلیم و رضا) پر آئے۔ تنبیہ | حدیث میں آیا ہے کہ کوئی شخص کسی مصیبت اور تکلیف سے گھبرا کر موت کی تمنا نہ کرے۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ جب لقاء اللہ یا اور کسی غرض صالح کی وجہ سے موت کی تمنا کر سکتا ہے جیسے ساحرین فرعون نے دعا کی تھی ”رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَقَّنَا مُسْلِمِينَ“ یا حضرت مریم نے کہا تھا ”يَا لَيْتَنِي مِثُّ قَبَلِ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًا مِّنْ سَيِّئَاتِ اُولٰٓئِكَ“ اور مسند احمد میں حدیث ہے ”وَإِذَا أَرَدْتُ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَأَبْصُرُنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُونٍ“ اور مسند احمد میں حدیث ہے ”يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْفِتَنِ“ حضرت علیؑ نے ہجوم فتن کے وقت دعاء کی ”اللَّهُمَّ خُذْنِي إِلَيْكَ فَقَدْ سَمِعْتُهُمْ وَسَمِعْتَنِي“ امام بخاریؒ کو جب امیر خراسان کے ساتھ جھگڑا پیش آیا تو یہ دعا کرنی پڑی۔ ”اللَّهُمَّ تَوَقَّفْنِي إِلَيْكَ“ حدیث میں ہے کہ خروج دجال کے وقت ایک شخص کسی قبر پر گزریگا اور فتن (زلزل) کو دیکھ کر کہے گا ”يَا لَيْتَنِي مَكَانَكَ“ کاش کہ میں تیری جگہ ہوتا۔

﴿ یہ لفظ ایسے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ مرض الموت میں فرماتے تھے ”اللَّهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْاَعْلَى“۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں علم کامل پایا، دولت کامل پائی، اب شوق ہوا اپنے باپ دادا کے مراتب کا۔ گویا الْحَقِيقِي بِالصَّالِحِينَ سے یہ غرض ہوئی کہ میرا مرتبہ الحق و ابراہیمؑ کے مراتب سے ملادے۔ حضرت یعقوبؑ کی زندگی تک ملکی انتظامات میں رہے۔ ان کی وفات کے بعد اپنے اختیار سے چھوڑ دیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری لاش ”شام“ لے جا کر دفن کرنا۔ چنانچہ جنازہ وہیں لے گئے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئیگا جب ”بنی اسرائیل“ مصر سے نکلیں گے۔ اس وقت میری لاش بھی اپنے ہمراہ لے جائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکلے، حضرت یوسفؑ کا تابوت بھی ساتھ لے گئے۔ واللہ اعلم۔

﴿ ان واقعات کا علم آنحضرتؐ کی نبوت کی دلیل ہے | یعنی برادران یوسفؑ جب ان کو باپ سے جدا کرنے اور کنوئیں میں ڈالنے کے مشورے اور تدبیریں کر رہے تھے آپ ان کے پاس نہیں کھڑے تھے کہ ان کی باتیں سنتے اور حالات کا معائنہ کرتے۔ پھر ایسے صحیح واقعات بجز وحی الہی کے آپ کو کس نے بتائے۔ آپ رسمی طور پر پڑھے لکھے نہیں، کسی ظاہری معلم سے استفادہ کی نوبت نہیں آئی پھر یہ حقائق جن کی اس قدر تفصیل بائبل میں بھی نہیں، آپ کو خدا کے سوا کس نے معلوم کرائیں۔

بِؤْمِنِينَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ

تو کتنا ہی چاہے ﴿۱۰۳﴾ اور تو مانگتا نہیں ان سے اس پر کچھ بدلہ یہ تو

هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَآيِنٌ مِّنْ آيَاتِهِ فِي

اور کچھ نہیں مگر نصیحت اور کچھ نہیں مگر نصیحت سارے عالم کو ﴿۱۰۴﴾ اور بہتری نشانیاں ہیں

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَبُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا

آسمانوں اور زمین میں جن پر گذر ہوتا رہتا ہے انکا اور وہ ان پر

مُعْرِضُونَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ

دھیان نہیں کرتے ﴿۱۰۵﴾ اور نہیں ایمان لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ ہی

مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۶﴾ أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ

شریک بھی کرتے ہیں ﴿۱۰۶﴾ کیا نڈر ہو گئے اس سے کہ آڈھانگے ان کو ایک آفت

عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ

اللہ کے عذاب کی یا آہنچے قیامت اچانک اور ان کو

لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُوا إِلَى اللَّهِ قَفًّا

خبر نہ ہو ﴿۱۰۷﴾ کہہ دے یہ میری راہ ہے بلا تائہوں اللہ کی طرف

عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا

کچھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے اور اللہ پاک ہے اور

أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا

میں نہیں شریک بتانے والوں میں ﴿۱۰۸﴾ اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے وہ

۵۴۰

وَقَفَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ۱۲

یعنی باوجودیکہ آپ کی صداقت پر ایسی واضح دلائل موجود ہیں، پھر بھی اکثر لوگ وہ ہیں جو کسی طرح ایمان لانے والے نہیں۔

یعنی نہیں مانتے نہ مانیں آپ کا کیا نقصان ہے کچھ تبلیغ کی تنخواہ تو آپ ان سے مانگتے نہ تھے کہ وہ بند کر لیں گے نصیحت اور فہمائش تھی سو ہو گئی اور ہو رہی ہے۔

اللہ کی نشانیوں سے کفار کی غفلت | یعنی جس طرح آیات تنزیلیہ سن کر آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ ایسے ہی آیات تکوینیہ دیکھ کر خدا کی توحید کا سبق حاصل نہیں کرتے اصل یہ ہے کہ ان کا سننا اور دیکھنا محض سرسری ہے۔ آیات اللہ میں غور و فکر کرتے تو کچھ فائدہ پہنچتا۔ جب دھیان نہیں تو ایمان کہاں سے ہو۔

یعنی زبان سے سب کہتے ہیں کہ خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے باوجود کوئی بتوں کو خدائی کا حصہ دار بنا رہا ہے چنانچہ مشرکین عرب ”تلبیہ“ میں یہ لفظ کہتے تھے ”لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمَلِكُهُ وَمَا مَلَكَ“ کوئی اس کے لئے بیٹیاں تجویز کرتا ہے۔ کوئی اسے روح و مادہ کا محتاج بتاتا ہے کسی نے احبار اور ہبان کو خدائی کے اختیارات دے دیے ہیں بہت سے تعزیہ پرستی، قبر پرستی پیر پرستی کے خس و خاشاک سے توحید کے صاف چشمہ کو مگر کر رہے ہیں۔ ریا اور ہوا پرستی سے تو کتنے موحدین ہیں جو پاک ہو گئے۔ غرض ایمان کا زبانی دعویٰ کر کے بہت کم ہیں جو عقیدہ یا عمل کے درجہ میں شرک جلی یا خفی کا ارتکاب نہیں کرتے (اعاذنا اللہ من سائر انواع الشریک)

یعنی ایسے بے فکر و بے خوف کیوں ہو رہے ہیں۔ کیا انہوں نے عذاب الہی یا قیامت کے ہولناک حوادث سے محفوظ رہنے کا کچھ انتظام کر لیا ہے؟

توحید خالص کا راستہ میرا راستہ ہے | یعنی میرا راستہ یہ ہی خالص توحید کا راستہ ہے میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں کہ سب خیالات و اوہام کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف آئیں، اس کی توحید، اس کی صفات و کمالات اور اس کے احکام وغیرہ کی صحیح معرفت صحیح راستہ حاصل کریں۔ میں اور میرے ساتھی اس سیدھے راستے پر، حجت و برہان اور بصیرت و وجدان کی روشنی میں چل رہے ہیں۔ خدا نے مجھ کو ایک نور دیا جس سے سب ہمراہیوں کے دماغ روشن ہو گئے۔ یہاں کسی کی اندھی تقلید نہیں۔ خالص توحید کا راہروہر قدم پر اپنے باطن میں معرفت و بصیرت کی خاص روشنی اور عبودیت محضہ کی خاص لذت محسوس کر کے بے ساختہ پکاراٹھتا ہے ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا آتَانَا مِنَ الشَّرِّ كَيْفَ“۔

رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ ۗ أَفَلَمْ يَسِيرُوا

سب مرد ہی تھے کہ وحی بھیجتے تھے ہم ان کو بستوں کے رہنے والے سو کیا ان لوگوں نے نہیں سیر کی

فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ

ملک کی کہ دیکھ لیتے کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا

مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ وَكَدَّارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ اتَّقَوْا ۗ

جو ان سے پہلے تھے اور آخرت کا گھر تو بہتر ہے پرہیز کرنے والوں کو

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۰۹﴾ حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْعَسَ الرُّسُلُ وَ

کیا اب بھی نہیں سمجھتے ﴿۱۰۹﴾ یہاں تک کہ جب نا امید ہونے لگے رسول اور

ظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا ۖ فَنُجِّىٰ

خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی ان کو ہماری مدد پھر بچا دیا

مَنْ نَّشَاءُ ۗ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۱۰﴾

جن کو ہم نے چاہا اور پھرتا نہیں عذاب ہمارا قوم گنہگار سے ﴿۱۱۰﴾

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ

البتہ ان کے احوال سے اپنا حال قیاس کرنا ہے عقل والوں کو ﴿۱۱۱﴾

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي

کچھ بنائی ہوئی بات نہیں لیکن موافق ہے اس کلام کے جو

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَ

اس سے پہلے ہے اور بیان ہر چیز کا اور ہدایت اور

تمام انبیاء مرد تھے | یعنی پہلے بھی ہم نے آسمان کے فرشتوں کو نبی بنا کر نہیں بھیجا انبیائے سابقین ان ہی انسانی بستیوں کے رہنے والے مرد تھے۔ پھر دیکھ لو ان کے جھٹلانے والوں کا دنیا میں کیا حشر ہوا۔ حالانکہ دنیا میں کافروں کو بھی بسا اوقات عیش نصیب ہو جاتا ہے اور آخرت کی بہتری تو خالص ان ہی کے لئے ہے جو شرک و کفر سے پرہیز کرتے ہیں۔ یہ تنبیہ ہے کفار مکہ کو کہ اگلوں کے احوال سے عبرت حاصل کریں | تنبیہ | اس آیت سے نکلتا ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی۔ حضرت مریم کو بھی قرآن نے صدیقہ کا مرتبہ دیا ہے۔ نیز آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بوادی (جنگلی گنواروں) میں سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

کفار کو تنبیہ | یعنی تاخیر عذاب سے دھوکہ مت کھاؤ۔ پہلی قوموں کو بھی لمبی مہلتیں دی گئیں۔ اور عذاب آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ منکرین بالکل بے فکر ہو کر بیش از بیش شرارتیں کرنے لگے۔ یہ حالات دیکھ کر پیغمبروں کو ان کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہی، ادھر خدا کی طرف سے ان کو ڈھیل اس قدر دی گئی کہ مدت دراز تک عذاب کے کچھ آثار نظر نہ آتے تھے۔ غرض دونوں طرف کے حالات و آثار پیغمبروں کے لئے یاس انگیز تھے۔ یہ منظر دیکھ کر کفار نے یقینی طور پر خیال کر لیا کہ انبیاء سے جو وعدے ان کی نصرت اور ہماری ہلاکت کے کئے گئے تھے سب جھوٹی باتیں ہیں۔ عذاب وغیرہ کا ڈھکوسلہ صرف ڈرانے کے واسطے تھا۔

انبیاء کی ناامیدی کا مفہوم | کچھ بعید نہیں کہ ایسی مایوس کن اور اضطراب انگیز حالت میں انبیاء کے قلوب میں بھی یہ خیالات آنے لگے ہوں کہ وعدہ عذاب کو جس رنگ میں ہم نے سمجھا تھا وہ صحیح نہ تھا۔ یا وسوس و خطرات کے درجہ میں بے اختیار یہ وہم گزرنے لگے ہوں کہ ہماری نصرت اور منکرین کی ہلاکت کے جو وعدے کئے گئے تھے کیا وہ پورے نہ کئے جائیں گے؟ جیسے دوسری جگہ فرمایا "وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصُرُ اللَّهُ"۔ (بقرہ۔ رکوع ۲۶) جب مجرمین کی بے خونی اور انبیاء کی تشویش اس حد تک پہنچ گئی اس وقت ناگہاں آسمانی مدد آئی۔ پھر جس کو خدا نے چاہا (یعنی فرمانبردار مومنین کو) محفوظ و مصون رکھا۔ اور مجرموں کی جڑ کاٹ دی۔ (تنبیہات تنبیہ ۱) اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت و مہربانی سے ناامیدی کفر ہے لیکن ظاہری حالات و اسباب کے اعتبار سے ناامیدی کفر نہیں۔ یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ فلاں چیز کی طرف سے جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے مایوسی ہے لیکن حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے مایوسی نہیں۔ آیت "حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ" میں یہ ہی مایوسی مراد ہے جو ظاہری حالات و آثار کے اعتبار سے ہو ورنہ پیغمبر خدا کی رحمت سے کب مایوس ہو سکتے ہیں۔ (تنبیہ ۲) کفر کا وسوسہ کفر نہیں نہ کسی درجہ میں ایمان یا عصمت کے منافی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے دلوں میں ایسی چیزیں (بے اختیار) پاتے ہیں جن کے زبان پر لانے سے ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کیا ایسا پاتے ہو؟ عرض کیا ہاں "فرمایا" ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ "یہ تو کھلا ہوا ایمان ہے۔"

قرآن کریم کے اوصاف | یعنی یہ کوئی افسانہ یا ناول نہیں۔ تاریخی حقائق ہیں۔ جن سے عقل مندوں کو سبق لینا چاہئے۔

رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۳﴾

رحمت ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں

آیاتھا ۲۳ ﴿۱۳﴾ سُورَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ (۹۶) رُكُوعَاتُهَا ۶

سورہ رعد مدینہ میں نازل ہوئی اور جس میں تینتالیس آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْمَرَّتْ نِكَ آيَةُ الْكِتَابِ وَالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ

المرّت یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور جو کچھ اُترا تجھ پر

مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۴﴾

تیرے رب سے سو حق ہے لیکن بہت لوگ نہیں مانتے

اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّيُّوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ

اللہ وہ ہے جس نے اونچے بنائے آسمان بغیر ستون دیکھتے ہو پھر

اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط

قائم ہوا عرش پر اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو

كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ط يُدَبِّرُ الْأُمْرَ يُفَصِّلُ

ہر ایک چلتا ہے وقت مقرر پر (تک) تدبیر کرتا ہے کام کی ظاہر کرتا ہے

الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ﴿۱۵﴾ وَهُوَ الَّذِي

نشانیاں کہ (تا کہ) شاید تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو اور وہی ہے

❖ یعنی قرآن کریم جس میں یہ قصص بیان ہوئے کوئی جھوٹی بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ تمام پہلی سچائیوں کی تصدیق کرنے والا اور ہر ضروری چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ چونکہ ایماندار اس سے نفع اٹھاتے ہیں اس لحاظ سے ان کے حق میں خاص طور پر ذریعہ ہدایت و رحمت ہے۔ نفعنا اللہ بعلومہ و رزقنا تلاوتہ اناء اللیل و اناء النهار و جعلہ حُجَّةً لَّنَا لَا عَلینَا آمین۔ تم سورۃ یوسف علیہ السلام بعون اللہ تعالیٰ۔

سورۃ الرعد

❖ قرآن ایک واضح حقیقت | یعنی جو کچھ اس سورت میں پڑھا جانے والا ہے وہ عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں۔ یہ کتاب جو آپ پر پروردگار کی طرف سے اتاری گئی۔ یقیناً حق و صواب ہے لیکن جائے تعجب ہے کہ ایسی صاف اور واضح حقیقت کے ماننے سے بھی بہت لوگ انکار کرتے ہیں۔

❖ بے ستون آسمان | یعنی اس دنیا کی ایسی عظیم الشان، بلند اور مضبوط چھت خدا نے بنائی جسے تم دیکھتے ہو۔ اور لطف یہ ہے کہ کوئی ستون یا کھمبہ یا گرڈ رکھائی نہیں دیتا۔ جس پر اتنی بڑی ڈاٹ کھڑی کی گئی بجز اس کے کیا کہا جائے کہ محض قدرت کے غیر مرئی ستون کے سہارے اس کا قیام ہے ”وَيُمسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ“ (حج رکوع ۹۷) کشش اجسام کا نظریہ اگر صحیح ہو تو وہ اس آیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ کشش کو عرفاً عمڈ نہیں کہتے اور اگر عمڈ کہا جائے تو مرئی نہیں ہے۔ ”رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْحَسَنِ وَقَتَادَةَ وَغَيْرِ وَاحِدٍ أَنَّهُمْ قَالُوا لَهَا عُمْدَةٌ وَلَكِنْ لَا نَرِي (ابن کثیر) یعنی ان بزرگوں نے فرمایا کہ آسمانوں کے ستون ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتے۔ واللہ اعلم۔

❖ استوی علی العرش کے متعلق ”سورۃ اعراف“ آٹھویں پارہ کے آخر میں کلام کیا گیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔
❖ تسخیر شمس و قمر | یعنی سورج اپنا دور ایک سال میں اور چاند ایک ماہ میں پورا کرتا ہے۔ یا ”لَا جَلَّ مُسَمًّى“ کے معنی وقت مقرر تک کے لئے جائیں تو یہ مطلب ہوگا کہ چاند سورج اسی طرح چلتے رہیں گے قیامت تک۔

❖ لقائے رب کا یقین | یعنی جس نے ایسی عظیم الشان مخلوقات کو پیدا کیا اسے تمہارا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ نیز ایک باخبر، مدبر، بیدار مغز اور طاقتور گورنمنٹ باغیوں اور مجرموں کو ہمیشہ کے لئے یوں ہی آزاد نہیں چھوڑے رکھتی۔ نہ وفادار امن پسند رعایا کی راحت رسانی سے انماض کر سکتی ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ خداوند قدوس جو زمین و آسمان کے تحت کا تہما مالک اور اپنی تدبیر و حکمت سے تمام مخلوقات علوی و سفلی کا انتظام یا حسن اسلوب قائم رکھنے والا ہے مطیع و عاصی کو یوں ہی مہمل چھوڑے رکھے۔ ضرور ہے کہ ایک دن وفاداروں کو وفاداری کا صلہ ملے اور مجرم اپنی سزا کو پہنچیں۔ پھر جب اس زندگی میں مطیع و عاصی کے درمیان ہم ایسی صاف تفریق نہیں دیکھتے تو یقیناً ماننا پڑیگا کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جس میں سب کو آسمانی عدالت کے سامنے حاضر ہو کر عمر بھر کے اعمال کا پھل چکھنا ہوگا۔

مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ

جس نے پھیلائی زمین اور رکھے اس میں بوجھ (پہاڑ) اور ندیاں اور

كُلِّ الشَّجَرِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغُثِّي

ہر میوے کے رکھے اس میں جوڑے دودھ قسم ڈھانکتا ہے

الْبَلَّ النَّهَارَ وَإِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۳﴾

دن پر رات کو اس میں نشانیاں ہیں ان کے واسطے جو کہ دھیان کرتے ہیں

وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُّتَجَوِّرَاتٌ وَمِنْ أَعْنَابٍ وَ

اور زمین میں کھیت ہیں مختلف ایک دوسرے سے متصل (پاس پاس) اور باغ ہیں انگور کے اور

زُرْعٍ وَنَخِيلٍ صِنَوَانٍ وَغَيْرِ صِنَوَانٍ يُسْقَى بِمَاءٍ

کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں ایک کی جڑ دوسری سے ملی ہوئی اور بعضی بن ملی ان کو پانی بھی ایک ہی

وَاحِدٍ قَفٌّ وَنُفُضٌّ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْأَكْلِ ط

دیا جاتا ہے اور ہم ہیں کہ بڑھا دیتے ہیں ان میں ایک کو ایک سے میووں میں

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۴﴾ وَإِنْ تَعْجَبْ

ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان کو جو غور کرتے ہیں اور اگر تو عجب بات چاہے

فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ إِذَا كُنَّا تُرَابًا إِنْ كُنَّا لَفِي خَلْقٍ

تو عجب ہے ان کا کہنا کہ کیا جب ہو گئے ہم مٹی کیا تھے سرے

جَدِيدٍ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ

بنائے جائیں گے وہی ہیں جو منکر ہو گئے اپنے رب سے اور وہی ہیں

یعنی پہاڑ جو ایک جگہ کھڑے ہیں اور دریا جو ہر وقت چلتے رہتے ہیں۔

پھلوں کے جوڑے | یعنی چھوٹا، بڑا، کھٹا، میٹھا، سیاہ و سفید، گرم سرد اور جدید تحقیق کے موافق ہر ایک میں نرمادہ بھی پائے جاتے ہیں۔

اس کے معنی سورہ اعراف میں آٹھویں پارے کے خاتمہ پر بیان ہو چکے وہاں دیکھ لیا جائے

زمین کی نعمتوں میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں | بلند آسمانوں کے مقابل پست زمین کا ذکر کیا۔ آسمان کے ساتھ چاند سورج کا بیان ہوا تھا کہ ہر ایک کی رفتار الگ ہے اور ہر ایک کا کام جداگانہ ہے۔ ایک کی گرم و تیز شعاعیں جو کام کرتی ہیں دوسرے کی ٹھنڈی اور دھیمی چاندنی سے وہ بن نہیں پڑتا۔ اسی طرح یہاں زمین کے مختلف احوال اور اس سے تعلق رکھنے والی مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا۔ کہیں پہاڑ کھڑے ہیں کہیں دریا رواں ہیں، جو میوے اور پھل پیدا ہوتے ہیں ان میں بھی شکل، صورت، رنگ، مزہ، چھوٹے بڑے بلکہ نرمادہ کا اختلاف ہے۔ کبھی زمین دن کے اجالے سے روشن ہو جاتی ہے کبھی رات کی سیاہ نقاب منہ پر ڈال لیتی ہے۔ پھر طرفہ تماشایہ ہے کہ چند قطعات زمین جو ایک دوسرے سے متصل ہیں، ایک پانی سے سیراب ہوتے ہیں، ایک سورج کی شعاعیں سب کو پہنچتی ہیں ایک ہی ہوا سب پر چلتی ہے۔ اس کے باوجود اس قدر مختلف پھول پھل لاتے ہیں اور باہم پیداوار کی کمی زیادتی کا اتنا فرق ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ غور و فکر کر نیوالے ان نشانوں کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ ایک ہی ابر رحمت کی آبیاری یا ایک ہی آفتاب ہدایت کی موجودگی میں انسانوں کے مادی و روحانی احوال کا اختلاف بھی کچھ مستبعد و مستنکر نہیں ہے اور یہ کہ لامحدود قدرت کا کوئی زبردست ہاتھ آسمان سے زمین تک تمام مخلوق کے نظام ترکیبی کو اپنے قبضہ میں لئے ہوئے ہے۔ جس نے ہر چیز کی استعداد کے موافق اس کے دائرہ عمل و اثر کی بہت مضبوط حد بندی کر رکھی ہے۔ پھر ایسے لامتناہی قدرت و اختیار رکھنے والے خدا کو کیا مشکل ہے کہ ہم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے اور اس عالم کے مخلوط عناصر کی کیمیاوی تحلیل کر کے ہر خیر و شر کو اس کے مستقر میں پہنچا دے۔

یعنی اس سے زیادہ عجیب بات کیا ہوگی کہ جس نے اول ایک چیز بنائی وہ دوبارہ بنانے پر قادر نہ ہو؟
(العیاذ باللہ)

الْأَعْلَىٰ فِي أَعْنَاقِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۗ

کہ طوق ہیں اُن کی گردنوں میں اور وہ ہیں دوزخ والے

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ

وہ اسی میں رہیں گے برابر اور جلد مانگتے ہیں تجھ سے برائی کو

قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلَتُ ۗ

پہلے بھلائی سے اور گزر چکے ہیں اُن سے پہلے بہت سے عذاب (مثالیں)

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ ۗ وَ

اور تیرا رب معاف بھی کرتا ہے لوگوں کو باوجود اُن کے ظلم کے اور

إِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ وَيَقُولُ الَّذِينَ

تیرے رب کا عذاب بھی سخت ہے اور کہتے ہیں

كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا

کافر کیوں نہ اتری اُس پر کوئی نشانی اُس کے رب سے تیرا کام

أَنْتَ مُنذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا

تو ڈر سنا دیتا ہے اور ہر قوم کے لیے ہوا ہے راہ بتانے والا اللہ جانتا ہے جو

تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيصُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ

پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ اور جو سگڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِإِقْدَارٍ ۝ عِلْمُ الْغَيْبِ وَ

اور ہر چیز کا اُس کے یہاں اندازہ ہے جاننے والا پوشیدہ اور

بعث بعد الموت کا انکار اور اس کی سزا | گویا یہ لوگ ”بعث بعد الموت“ کا انکار کر کے خداوند قدوس کی شہنشاہی سے منکر ہیں۔ تو ایسے باغیوں کا انجام یہ ہی ہونا ہے کہ گلے میں طوق اور ہاتھ پاؤں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر ابدی جیلخانہ میں ڈال دیے جائیں جو حقیقت میں ایسے ہی مجرموں کے لئے بنایا گیا ہے۔

یعنی حق کو قبول نہیں کرتے جس سے دنیا و آخرت کی بھلائی ملے کفر اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں عذاب لے آؤ۔

حق تعالیٰ کا حلم و تدبیر | یعنی پہلے بہتیری قوموں پر عذاب آچکے ہیں۔ تم پر لے آنا کیا مشکل تھا، بات صرف اتنی ہے کہ تیرا پروردگار اپنی شانِ حلم و غفو سے ہر چھوٹے بڑے جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کے ظلم و ستم دیکھتا اور درگزر کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب مظالم اور شرارتوں کا سلسلہ حد سے گزر جاتا ہے اس وقت اس کے تباہ کن عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔

یعنی جو نشانی ہم مانگتے ہیں وہ کیوں نہیں اتری جسے دیکھ کر ہم ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے۔

کفار کا مطالبہ اور اس کا جواب | یعنی آیات کا اتارنا آپ کے قبضہ میں نہیں، یہ تو خدا کا کام ہے جو آیت پیغمبر کی تصدیق کے لئے مناسب ہو دکھلائے۔ آپ کا فرض اسی قدر ہے کہ خیر خواہی کی بات سنا دیں اور برائی کے مہلک انجام سے لوگوں کو آگاہ کر دیں۔ پہلے بھی ہر قوم کی طرف معجزہ دکھلانا پیغمبر کے قبضہ میں نہیں ہادی ”راہ بتانے والے“ اور نذیر ڈرانے والے آتے رہے ہیں۔ ان میں سے کسی کا یہ دعویٰ نہیں ہوا کہ جو نشان معاندین طلب کریں گے ضرور دکھلا کر رہیں گے ہاں خدا کی راہ دکھانا ان کا کام تھا وہ ہی آپ کا ہے۔ البتہ وہ خاص خاص قوم کے لئے ہادی تھے آپ دنیا کی ہر قوم کے لئے ہیں۔

کہ مذکر ہے یا مونث، پورا ہے یا ادھورا، اچھا ہے یا برا، وغیر ذلک من الاحوال حمل کے مراحل اور اللہ کا علم | یعنی حاملہ کے پیٹ میں ایک بچہ ہے یا زیادہ، پورا بن چکا ہے یا ناتمام ہے تھوڑی مدت میں پیدا ہوگا یا زیادہ میں۔ غرض پیٹ کے گھٹنے بڑھنے کے تمام اسرار و اسباب اور اوقات و احوال کو پوری طرح جانتا ہے۔ اور اپنے علم محیط کے موافق ہر چیز کو ہر حالت میں اس کے اندازہ اور استعداد کے موافق رکھتا ہے۔ اسی طرح اس نے جو آیات انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے اتاری ہیں ان میں خاص اندازہ اور مصالح و حکم ملحوظ رہی ہیں۔ جس وقت جس قدر بنی آدم کی استعداد و صلاحیت کے مطابق نشانات کا ظاہر کرنا مصلحت تھا اس میں کمی نہیں ہوئی۔ باقی قبول کرنے اور منتفع ہونے کے لحاظ سے لوگوں کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسے حوامل کے پیٹ سے پیدا ہونے والوں کے احوال تفاوت استعداد و تربیت کی بناء پر مختلف ہوتے ہیں۔

الشَّهَادَةِ الْكَبِيرِ الْمُتَعَالِ ۙ سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسْرَ

ظاہر کا سب سے بڑا برتر ♦ برابر ہے تم میں جو آہستہ

الْقَوْلِ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَالْ

بات کہے اور جو کہے پکار کر اور جو چھپ رہا ہے رات میں اور

سَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۙ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ

جو گلیوں میں پھرتا ہے دن کو ♦ اُس کے پیروں والے ہیں بندہ کے آگے سے اور

مِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَ لَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ

پیچھے سے اُس کی نگہبانی کرتے ہیں اللہ کے حکم سے ♦ اللہ

لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ط وَإِذَا

نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت کو جب تک وہ نہ بدلیں جو اُن کے جیوں میں ہے اور جب

أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا أَفَلَا مَرَدٌّ لَهُ ۚ وَمَا لَهُمْ

چاہتا ہے اللہ کسی قوم پر آفت پھر وہ نہیں پھرتی اور کوئی نہیں اُن کا

مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَّالٍ ۙ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ الْبَرْقَ خَوْفًا

اُس کے سوا مددگار ♦ وہی ہے کہ تم کو دکھلاتا ہے بجلی ڈر کو (ڈرانے کو)

وَطَمَعًا ۙ يُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۙ وَيُسِجُّ الرِّعْدُ

اور اُمید کو اور اُٹھاتا ہے بادل بھاری ♦ اور پڑھتا ہے گرجنے والا

♦ یہ علم الہی کی لامحدود وسعت و احاطہ کا بیان ہوا۔ یعنی دنیا کی کوئی کھلی چھپی چیز اس سے پوشیدہ نہیں اور تمام عالم اس کے زیر تصرف ہے۔

♦ اللہ کا علم محیط | علم الہی کا عموم بیان کر کے لحاظ مناسبت مقام خاص احوال مکلفین کی نسبت بتلاتے ہیں کہ تمہارے ہر قول

و فعل کو ہمارا علم محیط ہے۔ جو بات تم دل میں چھپاؤ یا آہستہ کہو اور جو علانیہ پکار کر کہو، نیز جو کام رات کی اندھیری میں پوشیدہ ہو کر کرو اور جو دن دہاڑے برسر بازار کرو، دونوں کی حیثیت علم الہی کے اعتبار سے یکساں ہے۔ بعض مفسرین نے آیت کو تین قسم کے آدمیوں پر مشتمل بتلایا ہے ”مَنْ أَسْرَأَ الْقَوْلَ“ جو بات کو چھپائے (جو ظاہر کرے) ”مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ“ (جو اپنا کام رات کو چھپائے مثلاً شب کو چوری کرنا اور دن کو ظاہر کرے مثلاً دن میں نمازیں پڑھنا) اللہ تعالیٰ کو سب یکساں طور پر معلوم ہیں۔

❖ اللہ کے پہرے دار | یعنی ہر بندہ کے ساتھ خدا کے فرشتے مامور ہیں جن میں بعض اس کے سب اگلے پچھلے اعمال لکھتے ہیں اور بعضے خدا کے حکم کے موافق ان بلاؤں کے دفع کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جن سے حق تعالیٰ بندہ کو بچانا چاہتا ہے جس طرح اس عالم میں خدا کی عام عادت ہے کہ جو چیز پیدا کرنا چاہے اس کے ظاہری اسباب مہیا کر دیتا ہے ایسے ہی اس نے کچھ باطنی اسباب و ذرائع پیدا کئے ہیں جن کو ہماری آنکھیں نہیں دیکھتیں لیکن مشیت الہی کی تنفیذ ان کے واسطے سے ہوتی ہے۔

❖ قوموں کے عروج و زوال کا قانون | یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اس کی طرف سے ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا۔ جب تک وہ اپنی روش اللہ کے ساتھ نہ بدلے۔ جب بدلتی ہے تو آفت آتی ہے پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی۔ نہ کسی کی مدد اس وقت کام دیتی ہے۔ تنبیہ | یہاں قوموں کے عروج و زوال کا قانون بتایا ہے، اشخاص و افراد کا نہیں۔ قوم کی اچھی بری حالت متعین کرنے میں اکثریت اور غلبہ کا لحاظ ہوتا ہے۔

❖ بجلی و بارش میں نشانیاں | پہلے بندوں کی حفاظت کا ذکر تھا، پھر بد اعمالیوں سے جو آفت و مصیبت آتی ہے اس کا ذکر ہوا، معلوم ہوا کہ خدا کی ذات شان انعام و انتقام دونوں کی جامع ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں بعض ایسے نشانہائے قدرت کی طرف توجہ دلائی جن میں بیک وقت امید و خوف کی دو متضاد کیفیتیں پیدا کرنے کی صلاحیت ہے یعنی جب بجلی چمکتی ہے تو امید بندھتی ہے کہ بارش آئیگی۔ اور ڈر بھی لگتا ہے کہ کہیں گر کر ہلاکت کا سبب نہ بن جائے۔ بھاری بادل پانی کے بھرے ہوئے آتے ہیں تو خوشی ہوتی ہے کہ بارانِ رحمت کا نزول ہوگا، ساتھ ہی فکر رہتی ہے کہ پانی کا طوفان نہ آجائے، ٹھیک اسی طرح انسان کو چاہئے کہ رحمت الہی کا امیدوار رہے مگر مکر اللہ سے مامون اور بے فکر نہ ہو۔

بِحَمْدِهِ وَالْمَلَكَةِ مِنْ خِيفَتِهِ وَ يُرْسِلُ

خوبیاں اُس کی اور سب فرشتے اُس کے ڈر سے اور بھیجتا ہے

الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ

کڑک بجلیاں پھر ڈالتا ہے جس پر چاہے اور یہ لوگ جھگڑتے ہیں

فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ۝ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۝

اللہ کی بات میں اور اُس کی آن (پکڑ) سخت ہے اسی کا پکارنا سچ ہے

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ

اور جن لوگوں کو کہ پکارتے ہیں اُس کے سوا وہ نہیں کام آتے اُن کے

بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطٍ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا

کچھ بھی مگر جیسے کسی نے پھیلائے دونوں ہاتھ پانی کی طرف کہ آپہنچے اُس کے منہ تک اور وہ

هُوَ بِبَالِغِهِ ۝ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝

کبھی نہ پہنچے گا اُس تک اور جتنی پکار ہے کافروں کی سب گمراہی ہے

تسبیح رعد کی توجیہ یعنی گرجنے والا بادل یا فرشتہ زبان "حال" یا "قال" سے حق تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا

يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (بنی اسرائیل رکوع ۵) اور تمام فرشتے بیت و خوف کے ساتھ اس کی حمد و ثنا اور تسبیح

و تحمید میں مشغول رہتے ہیں۔ (جدید تحقیق تنبیہ) "رعد" و "برق" وغیرہ کے متعلق آجکل کی تحقیق یہ ہے کہ بادلوں میں "قوت کهربائیہ

موجبہ" پائی جاتی ہے اور زمین میں کهربائیہ سالب۔ جو بادل زمین سے زیادہ نزدیک ہو اس میں گاہ بگاہ زمین کی سالب کهربائیہ

سرایت کر جاتی ہے۔ پھر اس بادل کے اوپر بسا اوقات وہ بادل گزرتے ہیں جن میں کهربائیہ موجبہ موجود ہے۔ اور یہ قاعدہ تجربہ سے

معلوم ہو چکا ہے کہ مختلف قسم کے "کهربائیہ" رکھنے والے دو جسم جب محاذی ہوں تو ہر ایک اپنے اندر دوسرے کی "کهربائیہ" کو جذب

کرتا ہے تاکہ دونوں کی کهربائیہ متحد ہو جائے۔ اسی قاعدہ سے اوپر نیچے والے بادل جب ایک دوسرے کی قوت کهربائیہ کو اپنی طرف

کھینچتے ہیں تو دونوں کے مل جانے سے شدید حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس حرارت شدیدہ سے دونوں بادلوں کے جسم کے مناسب

ایک آتشیں شعلہ اٹھتا ہے جو صاعقہ کہلاتا ہے اسی صاعقہ کی چمک اور روشنی برق کہلاتی ہے اور ہوا میں اس کے سرایت کرنے سے جو آواز

نکلتی ہے وہ رعد ہے۔ کهربا کا یہ ہی آتشیں شرارہ کبھی بادلوں اور ہواؤں کو پھاڑ کر نیچے گرتا ہے جس کے نہایت عجیب و غریب افعال و آثار

مشاہدہ کئے گئے ہیں، علاوہ اس کے کہ وہ مکانوں کو گراتا پہاڑوں کو شق کرتا اور جانداروں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اس نے نہایت احتیاط سے ایک آدمی کے بدن سے کپڑے اتار کر کسی درخت کی شاخ پر رکھ دیے ہیں مگر پہننے والے کے جسم کو کچھ صدمہ نہیں پہنچا۔ (وائرۃ المعارف فرید وجدی) جسے دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ بجلی کے اس آتشیں شعلہ میں کوئی ذی شعور اور ذی اختیار قوت غیر مرئی طریقہ سے کام کر رہی ہے۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ اوپر بیان کئے ہوئے نظریہ کا انکار کریں۔ لیکن یہ بیان کرنے والے خود اقرار کرتے ہیں کہ ”روح“ کی طرح ”قوت کہربائیہ“ کی اصل حقیقت پر بھی اس وقت تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے ارباب کشف و شہود کا بیان یہ ہے کہ تمام نظام عالم میں ظاہری اسباب کے علاوہ باطنی اسباب کا ایک عظیم الشان سلسلہ کار فرما ہے جو کچھ ہم یہاں دیکھتے ہیں وہ صرف صورت ہے لیکن اس صورت میں جو غیر مرئی حقیقت پوشیدہ ہے اس کے ادراک تک عام لوگوں کی رسائی نہیں۔ صرف باطنی آنکھ رکھنے والے اسے دیکھتے ہیں۔ آخر تم جو نظریات بیان کرتے ہو (مثلاً یہ ہی قوت کہربائیہ کا موجب سالبہ ہونا وغیرہ) اس کا علم بھی چند حکمائے طبیعیین کے سوا بلا واسطہ کس کو ہوتا ہے۔ کم از کم اتنا ہی وثوق انبیاء کے مشاہدات و تجربات پر کر لیا جائے تو بہت سے اختلافات مٹ سکتے ہیں۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرے نوا میں طبیعیہ کی طرح بادلوں اور بارشوں کے انتظامات پر بھی فرشتوں کی جماعتیں تعینات ہیں جو بادلوں کو مناسب مواقع پر پہنچانے اور ان سے حسب ضرورت و مصلحت کام لینے کی تدبیر کرتی ہیں۔ اگر تمہارے بیان کے موافق بادل اور زمین وغیرہ کی ”کہربائیہ“ کا مدبر کوئی غیر مرئی فرشتہ ہو تو انکار کی کوئی وجہ ہے؟ جس کو تم ”شرارہ کہربائیہ“ کہتے ہو چونکہ وہ فرشتہ کے خاص تصرف سے پیدا ہوتا ہے۔ لہذا اسے وحی کی زبان میں مخاریق من نار (فرشتہ کا آتشیں کوڑا) کہہ دیا گیا تو کیا قیامت ہو گئی۔ اس کی شدت اور سخت اشتعال سے جو گرج اور کڑک پیدا ہوئی اگر حقیقت کو لحاظ کرتے ہوئے اسے فرشتہ کی ڈانٹ سے تعبیر فرمایا تو یہ نہایت ہی موزوں تعبیر ہے۔ بہر حال ”سائنس“ نے جس چیز کی محض صورت کو سمجھا۔ ”وحی“ نے اس کی روح اور حقیقت پر مطلع کر دیا۔ کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ دونوں کو ایک دوسرے کا حریف مقابل قرار دے لیا جائے۔ علامہ محمود آلوسی نے بقرہ کے شروع میں اس پر معقول بحث کی ہے۔ فلیراجع۔

بجلی کی کڑک میں نشانیاں | ان جھگڑنے والوں پر عذاب کی بجلی نہ گرا دے۔ حدیث میں ہے کہ حضور نے عرب کے ایک متکبر رئیس کے پاس آدمی بھیجا کہ اسے میرے پاس بلا لاؤ۔ قاصد نے اس کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ تجھے بلاتے ہیں کہنے لگا رسول اللہ کون ہے؟ اور اللہ کیا چیز ہے؟ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا؟ (العیاذ باللہ) تین مرتبہ یہی گفتگو کی۔ تیسری مرتبہ جب وہ یہ گستاخانہ کلمات بک رہا تھا، ایک بادل اٹھا فوراً بجلی گری اور اس کی کھوپڑی سر سے جدا کر دی۔ بعض روایات میں ہے کہ عامر بن طفیل اور ابن ربیعہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہم اسلام لاتے ہیں بشرطیکہ آپ کے بعد خلافت ہم کو ملے آپ نے انکار فرما دیا۔ دونوں یہ کہہ کر اٹھے کہ ہم ”مدینہ“ کی وادی کو آپ کے مقابلہ میں پیدل اور سواروں سے بھر دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ اس کو روک دے گا اور انصار مدینہ روکیں گے۔ وہ دونوں چلے، راستہ میں اربد پر بجلی گری اور عامر طاعون کی گلٹی سے ہلاک ہوا۔ فائدہ | رعد کی آواز سن کر کہنا چاہئے ”سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ اللَّهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَلِكَ“

معبودان باطل سے دعاء کی مثال | یعنی پکارنا اسی کو چاہئے جو ہر قسم کے نفع و ضرر کا مالک ہے عاجز کو پکارنے سے کیا حاصل؟ اللہ کے سوا کون ہے جس کے قبضہ میں اپنا یا دوسروں کا نفع و ضرر ہے؟ غیر اللہ کو اپنی مدد کے لئے بلانا ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا کنوئیں کی من پر کھڑا ہو کر پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور خوشامد کرے کہ میرے منہ میں پہنچ جا۔ ظاہر ہے قیامت تک پانی اس کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں۔ بلکہ اگر پانی اس کی مٹھی میں ہو تب بھی خود چل کر منہ تک نہیں جا سکتا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ کافر جن کو پکارتے ہیں بعض محض خیالات و اوہام ہیں، بعض جن اور شیاطین ہیں، اور بعض چیزیں ہیں کہ ان میں کچھ خواص ہیں۔ لیکن اپنے خواص کی مالک نہیں۔ پھر ان کے پکارنے سے کیا حاصل؟ جیسے آگ یا پانی اور شاید ستارے بھی اسی قسم میں ہوں۔

وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمانوں اور زمین میں خوشی سے اور

كَرْهًا وَّظَلُّهُمْ بِالْغُدُوِّ وَّالْاَصَالِ ۝۵ قُلْ مَنْ رَبُّ

زور سے اور ان کی پرچھائیاں صبح اور شام پوچھ کون ہے رب

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ قُلِ اللّٰهُ ۝ قُلْ اَفَاَتَّخَذُ ثَمُ مِّنْ

آسمان اور زمین کا کہہ دے اللہ ہے کہہ پھر کیا تم نے پکڑے ہیں

دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۝

اُس کے سوا ایسے حمایتی جو مالک نہیں اپنے بھلے اور بُرے کے

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّاَعْمٰی وَّالْبَصِيْرَةُ ۝ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي

کہہ کیا برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھنے والا یا کہیں برابر ہے

الظُّلُمٰتِ وَّالنُّوْرِ ۝ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوْا

اندھیرا اور اجالا کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اللہ کے لیے شریک کہ انہوں نے کچھ پیدا کیا ہے

كَخَلَقِهٖۤ فَتَشَابَهَ اَخْلَقْتُ عَلَيْهِمْ ۝ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ

جیسے پیدا کیا اللہ نے پھر مشتبہ ہو گئی پیدائش اُن کی نظر میں کہہ اللہ ہے پیدا کرنے والا

كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۱۶ اَنْزَلَ مِنَ السَّمٰوٰتِ

ہر چیز کا اور وہی ہے اکیلا زبردست اتارا اُس نے آسمان سے

مَآءٍ فَمَا سَالَتْ اَوْدِيَةًۭ بِقَدْرِهَا فَاَحْتَمَلَ السَّبِيْلُ

پانی پھر بہنے لگے نالے اپنی اپنی موافق پھر اوپر لے آیا وہ نالا

مخلوقات کا اللہ کو سجدہ | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”جو اللہ پر یقین لایا خوشی سے سر رکھتا ہے اس کے حکم پر اور جو نہ یقین لایا آخر اُس پر بھی بے اختیار اسی کا حکم جاری ہے اور پر چھائیاں صبح اور شام زمین پر پسر جاتی ہیں یہی ہے انکا سجدہ۔“ مطلب یہ ہے کہ جو ابرہوں یا اعراض کوئی چیز اللہ کے حکم تکوینی سے باہر نہیں ہو سکتی۔ اُس کے نفوذ و اقتدار کے سامنے سب منقاد اور سر بسجود ہیں۔ سایہ کا گھٹنا بڑھنا داہنے بائیں مائل ہونا سب اسی کے ارادہ اور مشیت سے ہے۔ صبح شام کا ذکر شاید اس لئے کیا کہ ان وقتوں میں زمین پر سایہ کا پھیلاؤ زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

یعنی جب ربوبیت کا اقرار صرف خدا کے لئے کرتے ہو پھر مدد کے لئے دوسرے حمایتی کہاں سے تجویز کر لئے۔ حالانکہ وہ ذرہ برابر نفع نقصان کا مستقل اختیار نہیں رکھتے۔

یعنی موحد و مشرک میں ایسا فرق ہے جیسے بینا اور نابینا میں اور تو حید و شرک کا مقابلہ ایسا سمجھو جیسے نور کا ظلمت سے۔ تو کیا ایک اندھا مشرک جو شرک کی اندھیرویوں میں پڑا ٹانگ ٹوئیاں مار رہا ہو اس مقام پر پہنچ سکتا ہے جہاں ایک موحد کو پہنچنا ہے جو فہم و بصیرت اور ایمان و عرفان کی روشنی میں فطرت انسانی کے صاف راستہ پر چل رہا ہے؟ ہرگز دونوں ایک نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔

یعنی جیسی مخلوقات خدا تعالیٰ نے پیدا کی، کیا تمہارے دیوتاؤں نے ایسی کوئی چیز پیدا کی ہے جسے دیکھ کر ان پر خدائی کا شبہ ہونے لگا۔ وہ تو ایک مکھی کا پر اور ایک مچھر کی ٹانگ بھی نہیں بنا سکتے بلکہ تمام چیزوں کی طرح خود بھی اسی اکیلے زبردست خدا کی مخلوق ہیں۔ پھر ایسی عاجز و مجبور چیزوں کو خدائی کے تحت پر بٹھا دینا کس قدر گستاخی اور شوخ چٹھی ہے۔

زَبَدًا رَّابِيًا ۖ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ

جھاگ پھولا ہوا اور جس چیز کو دھونکتے ہیں آگ میں

ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُ ۙ كَذَلِكَ يَضْرِبُ

واسطے زیور کے یا اسباب کے اُس میں بھی جھاگ ہے ویسا ہی یوں بیان کرتا ہے (تھہراتا ہے)

اللَّهُ الْحَقُّ وَالْبَاطِلُ ۗ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۗ

اللہ حق اور باطل کو سوہ جھاگ تو جاتا رہتا ہے سوکھ کر

وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۗ كَذَلِكَ

اور وہ جو کام آتا ہے لوگوں کے سو باقی رہتا ہے زمین میں اس طرح

يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ۙ لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ

بیان کرتا ہے اللہ مثالیں جنہوں نے مانا اپنے رب کا حکم

الْحُسْنَىٰ ۗ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَّا

اُن کے واسطے بھلائی ہے اور جنہوں نے اُس کا حکم نہ مانا اگر اُن کے پاس ہو جو کچھ

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَا وَابٍ ۗ

کہ زمین میں ہے سارا اور اتنا ہی اُس کے ساتھ اور تو سب دیویں (دے ڈالیں) اپنے بدلہ (چھڑوائی) میں

أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ ۗ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ ۙ وَ

اُن لوگوں کے لیے ہے بُرا حساب اور ٹھکانا اُن کا دوزخ ہے اور

بِئْسَ الْبِهَادُ ۙ ۝۱۸ ۚ أَفَمَنْ يَعْلَمُ نَبَأَ نُزُلِ إِلَيْكَ

وہ بُری (برا پھوننا) آرام کی جگہ ہے بھلا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھ اُترا تجھ پر

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ صُلْحِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

النصف

❖ **حق اور باطل کی مثال** | آسمان کی طرف سے بارش اتری جس سے ندی نالے بہہ پڑے۔ ہر نالے میں اس کے ظرف اور گنجائش کے موافق جتنا خدا نے چاہا پانی جاری کر دیا چھوٹے میں کم بڑے میں زیادہ۔ پانی جب زمین پر رواں ہوا تو مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے سے گدلا ہو گیا۔ پھر میل کچیل اور جھاگ پھول کر اوپر آیا۔ جیسے تیز آگ میں چاندی تانبا، لوہا، اور دوسری معدنیات پگھلاتے ہیں تاز یور، برتن اور ہتھیار وغیرہ تیار کریں اس میں بھی اسی طرح جھاگ اٹھتا ہے مگر تھوڑی دیر بعد خشک یا منتشر ہو کر جھاگ جاتا رہتا ہے اور جو اصلی کارآمد چیز تھی (یعنی پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات) وہ ہی زمین میں یا زمین والوں کے ہاتھ میں باقی رہ جاتی ہے۔ جس سے مختلف طور پر لوگ منفعہ ہوتے ہیں۔ یہ ہی مثال حق و باطل کی سمجھ لو۔ جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو قلوب بنی آدم اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں۔ پھر حق اور باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو میل ابھر آتا ہے۔ بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبا لیتا ہے لیکن اس کا یہ ابال عارضی اور بے بنیاد ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس کے جوش و خروش کا پتہ نہیں رہتا۔ خدا جانے کدھر گیا۔ جو اصلی اور کارآمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوئی تھی (یعنی حق و صداقت) بس وہ ہی رہ گئی دیکھو! خدا کی بیان کردہ مثالیں کیسی عجیب ہوتی ہیں۔ کیسے موثر طرز میں سمجھایا کہ دنیا میں جب حق و باطل بھڑتے ہیں یعنی دونوں کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے تو گوبرائے چندے باطل اونچا اور پھولا ہوا نظر آئے، لیکن آخر کار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر و غالب ہو کر رہیگا۔ کسی مومن کو باطل کی عارضی نمائش سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ اسی طرح کسی انسان کے دل میں جب حق اتر جائے کچھ دیر کے لیے اوہام و وساوس زور شور دکھلائیں تو گھبرانے کی بات نہیں تھوڑی دیر میں یہ ابال بیٹھ جائیگا اور خالص حق ثابت و مستقر رہیگا۔ گزشتہ آیات میں چونکہ توحید و شرک کا مقابلہ کیا گیا تھا اس مثال میں حق و باطل کے مقابلہ کی کیفیت بتلا دی آگے دونوں کا انجام بالکل کھول کر بیان کرتے ہیں۔

❖ یعنی ایمان و عمل صالح اختیار کیا ان کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے، حقیقی خوشی اور قلبی طمانیت و سکون ان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

❖ **آخرت کی پریشانی** | یعنی یہاں تو خیر جس طرح گزرے لیکن آخرت میں ان کی حالت ایسی پریشانی اور گھبراہٹ کی ہوگی کہ اگر تمام دنیا کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں بلکہ اسی قدر اور بھی تو تمنا کریں گے کہ ہم یہ سب فدیہ میں دیکر اس پریشانی سے چھوٹ جائیں۔ **وَإِنِّي لَهُمْ ذَلِك** یعنی حساب میں کسی قسم کی رعایت اور درگزر نہ ہوگی ایک ایک بات پر پوری طرح پکڑے جائیں گے۔

مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَى ۖ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

تیرے رب سے حق ہے برابر ہو سکتا ہے اس کے جو کہ اندھا ہے سمجھتے وہی ہیں

أُولُوا الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا

جن کو عقل ہے ♦ وہ لوگ جو پورا کرتے ہیں اللہ کے عہد کو اور نہیں

يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۚ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ

توڑتے اس عہد کو ♦ اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کو اللہ نے فرمایا

بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ

ملانا ♦ اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں بُرے

الْحِسَابِ ۖ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأُ

حساب کا ♦ اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا خوشی کو اپنے رب کی اور

أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً

قائم رکھی نماز اور خرچ کیا ہمارے دیے میں سے پوشیدہ (چھپے) اور ظاہر (کھلے) ♦

وَيَدْرَأُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى

اور کرتے ہیں بُرائی کے مقابلہ میں بھلائی ♦ ان لوگوں کے لیے ہے آخرت کا

الدَّارِ ۚ جَنَّتٌ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ

گھر باغ ہیں رہنے کے ♦ داخل ہوں گے ان میں اور جو نیک ہوئے ان کے

آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ

باپ دادوں میں اور جوڑوں میں اور اولاد میں ♦ اور فرشتے آئیں

❖ مومن و کافروں دونوں کا الگ الگ انجام ذکر فرمانے کے بعد متنبہ کرتے ہیں کہ ایسا ہونا عین عقل و حکمت کے موافق ہے۔ کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک نپٹ اندھا جسے کچھ نظر نہ آئے یوں ہی اناپ شناپ اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھا رہا ہو، اس شخص کی برابری کر سکتا ہے جس کے دل کی آنکھیں کھلی ہیں اور پوری بصیرت کے ساتھ حق کی روشنی سے مستفید ہو رہا ہے۔

❖ **اہل عقل کی صفات** یعنی اللہ سے جو عہد ازل میں ہو چکا ہے (عہد است) جس پر انسان کی فطرت خود گواہ ہے اور جو انبیاء کی زبانی عہد لئے گئے ان سب کو پورا کرتے ہیں۔ کسی کو توڑتے نہیں۔ نیز بذات خود کسی معاملہ میں خدا سے یا بندوں سے جو عہد و پیمانہ باندھتے ہیں (بشرطیکہ معصیت نہ ہو) اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

❖ یعنی صلہ رحم کرتے ہیں۔ یا ایمان کو عمل کے ساتھ یا حقوق العباد کو حقوق اللہ کے ساتھ ملاتے ہیں، یا اسلامی اخوت کو قائم رکھتے ہیں۔ یا انبیاء علیہم السلام میں تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں۔

❖ یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تصور کر کے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اور یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں جب ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا، کیا صورت پیش آئے گی۔

❖ یعنی مصائب و شدائد اور دنیا کی مکروہات پر صبر کیا۔ کسی سختی سے گھبرا کر طاعت کے راستہ سے قدم نہیں ہٹایا نہ معصیت کی طرف جھکے اور یہ صبر و استقلال محض حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دکھلایا، اس لئے نہیں کہ دنیا انہیں بہت صابر اور مستقل مزاج کہے۔ نہ اس لئے کہ بجز صبر کے چارہ نہ رہا تھا مجبور ہو گئے تو صبر کر کے بیٹھ رہے۔

❖ پوشیدہ کو شاید اس لئے مقدم رکھا کہ پوشیدہ خیرات کرنا افضل ہے۔ الا یہ کہ کہیں مصلحت شرعی علانیہ دینے میں ہو۔

❖ یعنی برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں۔ سختی کے مقابلہ میں نرمی برتتے ہیں۔ کوئی ظلم کرتا ہے یہ معاف کرتے ہیں (بشرطیکہ معافی سے برائی کے ترقی کرنے کا اندیشہ نہ ہو) بدی سے بچ کر نیکی اختیار کرتے ہیں۔ اگر کبھی کوئی برا کام ہو جاتا ہے تو اس کے مقابلہ میں بھلا کام (یعنی توبہ اور اس گناہ کی تلافی) کرتے ہیں۔

❖ یعنی جن میں ہمیشہ رہیں گے

❖ **جنت میں اقرباء کی معیت** ”آباء“ کا لفظ تغلیباً کہا ہے جس میں امہات (مائیں) بھی شامل ہیں۔ یہ جنت کی بشارت کے ساتھ مزید خوشخبری سنائی کہ ایسے کالمیلین کو جن کی خصال اوپر بیان ہوئیں جنت میں ایک نعمت و مسرت یہ حاصل ہوگی کہ وہ اور ان کے ماں باپ، اولاد، بیویاں، جو اپنی نیکی کی بدولت دخول جنت کے لائق ہوں سب اکٹھے رہیں گے۔ حتیٰ کہ ان متعلقین میں سے اگر کوئی کم رتبہ ہوگا تو حق تعالیٰ اپنی نوازش و مہربانی سے درجہ بڑھا کر اس مرد کامل سے نزدیک کر دیگا۔ ”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ“ (طور۔ رکوع ۱) اس سے معلوم ہوا کہ بدون ایمان و عمل صالح کے محض کالمیلین کی قرابت کافی نہیں ہاں ایمان و عمل صالح موجود ہو تو تعلق قرابت سے کچھ ترقی درجات ممکن ہے۔ واللہ اعلم۔

عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۚ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ

ان کے پاس ہر دروازے سے کہیں گے سلامتی تم پر بدلے اس کے کہ تم نے صبر کیا سو خوب ملا

عُقْبَةَ الدَّارِ ۚ وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ

عاقبت کا گھر اور جو لوگ توڑتے ہیں عہد اللہ کا مضبوط

مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَ

کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو فرمایا اللہ نے جوڑنا اور

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ

فساد اٹھاتے ہیں ملک میں ایسے لوگ ان کے واسطے ہے لعنت اور ان کے لیے ہے

سُوءُ الدَّارِ ۚ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَ

برا گھر اللہ کشادہ کرتا ہے روزی جس کو چاہے اور

يَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

تنگ کرتا ہے اور فریفتہ ہیں دنیا کی زندگی پر اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں

فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ۚ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كُنَّا

آخرت کے آگے مگر متاع (مال) حقیر اور کہتے ہیں کافر کیوں نہ

أُنزِلَ عَلَيْنَا آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ

اُتری اُس پر کوئی نشانی اُس کے رب سے کہہ دے اللہ گمراہ کرتا ہے (بچلاتا ہے)

يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنَاصِبُ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا

جس کو چاہے اور راہ دکھلاتا ہے اپنی طرف اُس کو جو رجوع ہوا وہ لوگ جو ایمان لائے

- ❖ **مومنین کا ملین کو فرشتوں کا سلام** | صحیح حدیث میں جنت کے آٹھ دروازے بیان ہوئے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کا ملین کی تعظیم و تکریم کے لئے خدا کے پاک فرشتے ہر طرف سے تحائف و ہدایا لیکر حاضر ہوں گے۔ احادیث میں ہے کہ خلق اللہ میں سے اول وہ فقراء مہاجرین جنت میں داخل ہو گئے جو تختوں اور لڑائیوں میں سینہ سپر ہوتے اور خندہ بندی کے وقت کام آتے تھے۔ جو حکم ان کو ملتا اس کی تعمیل کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے۔ دنیا کی حاجتیں اور دل کے ارمان دل ہی میں لیکر یہاں سے رخصت ہو گئے۔ قیامت کے دن حق تعالیٰ فرمایا گا میرے وہ بندے کہاں ہیں (حاضر ہوں) جو میرے راستے میں لڑے، میرے لئے تکلیفیں اٹھائیں اور جہاد کیا۔ جاؤ جنت میں بے کھٹکے داخل ہو جاؤ۔ پھر ملائکہ کو حکم ہوگا کہ میرے ان بندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کرو۔ وہ عرض کریں گے خداوند اہم تیری بہترین مخلوق ہیں کیا ہم بارگاہ قرب کے رہنے والوں کو حکم دیتے ہیں کہ ان زمینی باشندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کریں۔ ارشاد ہوگا، ہاں یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے تو حید پر جان دی، دنیا کے سب ارمان اپنے سینوں میں لیکر چلے آئے، میرے راستے میں جہاد کیا اور ہر تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے رہے۔ یہ سن کر فرشتے ہر طرف سے ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور کہیں گے "سَلَامٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَبِعَمِّ عُقُوبِ الدَّارِ" حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سال کے آغاز میں قبور شہداء پر تشریف لے جاتے اور فرماتے سَلَامٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَبِعَمِّ عُقُوبِ الدَّارِ یہی طرز عمل ابو بکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم کا رہا۔
- ❖ **اشقیاء کی علامات** | سعداء کے مقابل یہاں اشقیاء کی عادات و خصائص اور آخری انجام بتلایا ہے۔ ان کا کام یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بد عہدی کریں، جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم تھا، انہیں توڑیں، ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائیں، دوسروں پر اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے نہ رکھیں۔ یہ ہی لوگ ہیں جو خدا کی رحمت سے دور پھینک دیے گئے اور سب سے زیادہ برے مقام پر پہنچنے والے ہیں۔
- ❖ **دنیا کی خوشحالی سعادت کا معیار نہیں ہے** | یعنی دنیا کے عیش و فراخی کو دیکھ کر سعادت و شقاوت کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ نہ یہ ضروری ہے کہ جس کو دنیا میں خدا نے رزق اور پیسہ زیادہ دیا ہے وہ اس کی بارگاہ میں مقبول ہو۔ بہت سے مقبول بندے بطور آزمائش و امتحان یہاں عسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں اور مردود مجرموں کو ڈھیل دی جاتی ہے وہ مزے اڑاتے ہیں۔ یہ ہی دلیل اس کی ہے کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جہاں ہر شخص کو اس کے نیک و بد اعمال کا پورا پورا پھل مل کر رہے گا۔ بہر حال دنیا کی تگلی و فراخی مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتا۔
- ❖ **دنوی زندگی کی حقیقت** | یعنی اسی کو مقصود سمجھ کر اترتے اور اڑتے ہیں۔ حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی محض ہیچ ہے جیسے ایک شخص اپنی انگلی سے سمندر کو چھوئے تو وہ تری جو انگلی کو پہنچی ہے سمندر کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے۔ دنیا کی آخرت کے مقابل اتنی بھی حقیقت نہیں۔ لہذا عقل مند کو چاہئے کہ فانی پر باقی کو مقدم رکھے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا آخرت کی گھتی ہے بذات خود مقصود نہیں۔ یہاں کے سامانوں سے اس طرح جمع کرو جو آخرت کی کامیابی کا وسیع بنے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا۔
- ❖ **فرما کسی نشانیوں کا مطالبہ** | سیکڑوں نشان دکھتے تھے مگر وہ ہی مرنے کی ایک ٹانگ پکڑی ہوئی تھی کہ جو ہم کہتے جا میں وہ نشان دکھاؤ۔ مثلاً مکہ کے پہاڑوں کو ذرا اپنی جگہ سے سرکا کر کھیتی پاڑی کے لئے زمین وسیع کر دو۔ یا زمین کو پھاڑ کر چشمے اور نہریں نکال دو یا ہمارے پرانے بزرگوں کو دوبارہ زندہ کر کے ہم سے بات چیت کر دو۔ غرض کوئی نشان ایسا دکھاؤ جو ہم کو ایمان لانے پر مجبور کر دے۔ اس کا جواب دیا کہ بے شک خدا ایسے نشان دکھلانے پر قدرت رکھتا ہے لیکن اس کی حکمت و عادت مقتضی نہیں کہ تمہاری فرمائش پوری کیا کرے پیغمبروں کی تصدیق کے لئے جس قدر ضرورت ہے اس سے زائد نشانات دکھلا چکا اور دکھلا رہا ہے۔ دوسرے سیکڑوں معجزات سے قطع نظر کر کے اکیلا قرآن ہی کیسا عظیم الشان نشان پیغمبر کی صداقت کا ہے۔ جب تم ان نشانوں کو دیکھ کر راہ راست پر نہ آئے اور حق کی طرف رجوع نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ قدیم قانون کے موافق خدا کی مشیت یہی ہے کہ تم کو تمہاری پسند کردہ گمراہی میں چھوڑے رکھے۔ بلاشبہ اگر تم اتنے بڑے بڑے نشان دیکھ کر اس کی طرف رجوع ہوتے تو وہ اپنی عادت کے موافق تم کو آگے بڑھاتا اور حقیقی کامیابی تک پہنچنے کی راہیں دکھاتا۔ جب تم نے خود یہ نہ چاہا تو اس کی حکمت بھی اسی کو مقتضی ہے کہ تمہیں مجبور نہ کرے۔ پھر فرمائش نشان دکھلانے کی کیا ضرورت رہی بلکہ نہ دکھلانے میں تمہارا فائدہ ہے کیونکہ سنت اللہ یہ ہے کہ فرمائش نشان اسی وقت دکھلائے جاتے ہیں جب کسی قوم کا تباہ کرنا مقصود ہو۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا، اے محمد! اگر تم چاہو تو ہم ان کو فرمائش نشان دکھلا دیں، اس پر بھی نہ مانیں تو ایسا عذاب بھیجا جائے گا جو دنیا میں کسی پر نہ آیا ہو۔ اور اگر تم چاہو تو رحمت و توبہ کا دروازہ کھلا رکھیں۔ آپ نے دوسری شق کو اختیار فرمایا چنانچہ یہی معاندانہ فرمائش کرنے والے بہت سے بعد کو مسلمان ہو گئے۔

وَتَطْمِئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ

اور چین پاتے ہیں اُن کے دل اللہ کی یاد سے ﴿۲۷﴾ سنتا ہے اللہ کی یاد ہی سے

تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿۲۸﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

چین پاتے ہیں دل ﴿۲۸﴾ جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے اچھے

طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَا بٍ ﴿۲۹﴾ كَذَلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي

خوشحالی (خوبی) ہے اُن کے واسطے اور اچھا ٹھکانا ﴿۲۹﴾ اسی طرح تجھ کو بھیجا ہم نے ایک

أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوا عَلَيْهِمْ

امت میں کہ گذر چکی ہیں اس سے پہلے بہت امتیں تاکہ سناوے تو اُن کو

الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ ۗ قُلْ

جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف ﴿۳۰﴾ اور وہ منکر ہوتے ہیں رحمن سے ﴿۳۰﴾ تو کہہ

هُوَ رَبِّي ۗ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ

وہی رب میرا ہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف

مَتَابٍ ﴿۳۱﴾ وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ

آتا ہوں رجوع کر کے ﴿۳۱﴾ اور اگر کوئی قرآن ہوا ہو تاکہ چلیں اُس سے پہاڑ یا

قُطِعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كَلِمَةٌ بِهِ الْمَوْتُ ۗ بَلْ لِيَّلَهُ

ٹکڑے ہووے اُس سے زمین یا بولیں (بولنے لگیں) اُس سے مُردے تو کیا ہوتا بلکہ سب کام

الْأَمْرُ جَمِيعًا ۗ أَفَلَمْ يَأْتِئِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ لَوْ

تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں ﴿۳۲﴾ سو کیا خاطر جمع نہیں ایمان والوں کو اس پر اگر

❖ اللہ کے ذکر میں ہی دلوں کا چین ہے | یہ خدا کی طرف رجوع ہونے والوں کا بیان ہوا۔ یعنی ان کو دولتِ ایمان نصیب ہوتی ہے اور ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے چین اور اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ سب سے بڑا ذکر تو قرآن ہے۔ ”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“۔ جسے پڑھ کر ان کے دلوں میں یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے شہادت اور وساوسِ شیطانیہ دور ہو کر سکون و اطمینان میسر آتا ہے۔ ایک طرف اگر حق تعالیٰ کی عظمت و مہابت دلوں میں خوف و خشیت پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف لامحدود رحمت و مغفرت کا ذکر قلبی سکون و راحت کے سامان بہم پہنچاتا ہے۔ غرض ان کا دل ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کی طرف جم جاتا ہے اور ذکر اللہ کا نور ان کے قلوب سے ہر طرح کی دنیوی وحشت اور گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے۔

❖ یعنی دولت، حکومت، منصب، جاگیر یا فرمائشی نشانات کا دیکھ لینا، کوئی چیز انسان کو حقیقی سکون و اطمینان سے ہم آغوش نہیں کر سکتی۔ صرف یادِ الہی سے جو تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے وہ ہی ہے جو دلوں کے اضطراب و وحشت کو دور کر سکتا ہے۔

❖ مترجم محقق نے ”طوبی“ کے لغوی معنی لئے ہیں اسی کے اندر جنت کا وہ درخت بھی آگیا جسے حدیث صحیح میں ”طوبی“ کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔

❖ آنحضرتؐ کی بعثت نیا واقعہ نہیں ہے | یعنی جس طرح ہم اپنی طرف رجوع ہونے والوں کو کامیابی کی راہ دکھاتے ہیں۔ اسی طرح اس امت کی رہنمائی کے لئے ہم نے تجھے مبعوث کیا۔ تا جو کتاب اپنی رحمت کاملہ سے تجھ پر اتاری ہے آپ ان کو پڑھ کر سنا دیں۔ آپ کا پیغمبر بنا کر بھیجا جانا کوئی انوکھی بات نہیں پہلی امتوں کی طرف بھی پیغمبر بھیجے جا چکے ہیں جو اس وقت تکذیب کرنے والوں کا حشر ہوا ان لوگوں کو بھی پیش نظر رہنا چاہئے۔

❖ رحمان سے انکار | یعنی رحمان نے اپنی رحمت کاملہ سے قرآن اتارا ”الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ“ اور آپ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا۔ مگر انہوں نے سخت ناشکری اور کفرانِ نعمت پر کمر باندھ لی۔ رحمان کا حق ماننے سے منکر ہو گئے بلکہ اس نام سے ہی وحشت کھانے لگے۔ اسی لئے ”حدیبیہ“ کے صلحنامہ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنے پر جھگڑا کیا ”وَإِذْ قِيلَ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمٰنُ“۔ (فرقان۔ رکوع ۵)

❖ یعنی جس رحمن سے تم انکار کرتے ہو وہ ہی میرا رب ہے اور وہ ہی اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ ”قُلْ ادْعُوا اللّٰهَ أَوْ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی“۔ (بنی اسرائیل۔ رکوع ۱۲) میرا آغاز و انجام سب اسی کے ہاتھ میں ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں۔ نہ تمہارے انکار و تکذیب سے مجھے ضرر کا اندیشہ ہے نہ اس کی امداد و اعانت سے مایوس ہوں۔

❖ کفار فرمائشی کتاب پر بھی ایمان نہ لاتے | یہاں قرآن سے مراد عام کتاب ہے جیسا کہ ایک حدیث صحیح میں ”زبور“ پر لفظ قرآن کا اطلاق ہوا ہے یعنی اگر کوئی کتاب ایسی اتاری جاتی جس سے تمہارے یہ فرمائشی نشان پورے ہو جاتے تو وہ بجز اس قرآن کے اور کونسی ہو سکتی تھی۔ یہ ہی قرآن ہے جس نے روحانی طور پر پہاڑوں کی طرح جسے ہوئے لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا۔ قلوب بنی آدم کی زمینوں کو پھاڑ کر معرفتِ الہی کے چشمے جاری کر دیے۔ وصولِ الی اللہ کے راستے برسوں کی جگہ منٹوں میں طے کرائے۔ مردہ قوموں اور دلوں میں ابدی زندگی کی روح پھونک دی۔ جب ایسے قرآن سے تم کو شفا و ہدایت نصیب نہ ہوئی تو فرض کرو تمہاری طلب کے موافق اگر یہ قرآن مادی اور حسی طور پر بھی وہ سب چیزیں دکھلا دیتا جن کی فرمائش کرتے ہو۔ تب ہی کیا امید تھی کہ تم ایمان لے آتے اور نئی جہتیں اور کج بحثیاں شروع نہ کرتے تم ایسے ضدی اور سرکش واقع ہوئے ہو کہ کسی نشان کو دیکھ کر ایمان لانے والے نہیں۔ اصل یہ ہے کہ سب کام (ہدایت و اضلال) اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ جسے وہ نہ چاہے قیامت تک ہدایت نہیں ہو سکتی لیکن وہ اسی کو چاہتا ہے جو اپنی طرف سے قبولِ حق کی خواہش اور تڑپ رکھتا ہو۔

يَشَاءُ اللَّهُ لَهْدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۖ وَلَا يَزَالُ

چاہے اللہ تو راہ پر لائے سب لوگوں کو ﴿۱﴾ اور برابر پہنچتا رہے گا

الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ

منکروں کو اُن کی کرتوت پر صدمہ (دھڑکا) یا اترے گا

قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا

اُن کے گھر سے نزدیک جب تک کہ پہنچے وعدہ اللہ کا بے شک اللہ

يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿۳۱﴾ ۴ وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْ بِرُسُلٍ مِّنْ

خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ ﴿۳۱﴾ اور ٹھٹھا کر چکے ہیں کتنے رسولوں سے

قَبْلِكَ فَأَمَلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتَهُمْ فَكَيْفَ

تجھ سے پہلے سو ڈھیل دی میں نے منکروں کو پھر اُن کو پکڑ لیا سو کیا

كَانَ عِقَابٍ ﴿۳۲﴾ ۵ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا

تھا میرا بدلہ ﴿۳۲﴾ بھلا جو لیے کھڑا ہے ہر کسی کے سر پر جو کچھ

كَسَبَتْ ۖ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ ۖ قُلْ سَمُّوهُمْ ۖ أَمْ

اُس نے کیا ہے (اوروں کے برابر ہو سکتا ہے) اور مقرر کرتے ہیں اللہ کے لیے شریک ﴿۳۲﴾ کہہ اُن کا نام لو ﴿۳۲﴾ یا

تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بظَاهِرٍ مِّنْ

اللہ کو بتلاتے ہو جو وہ نہیں جانتا زمین میں ﴿۳۲﴾ یا کرتے ہو اوپر ہی اوپر

الْقَوْلِ ۖ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرَهُمْ وَصَدُّوا

باتیں ﴿۳۲﴾ یہ نہیں بلکہ بھلے بھلا دیے ہیں منکروں کو اُن کے فریب اور وہ روک دیے گئے ہیں

شاید بعض مسلمانوں کو خیال گزرا ہوگا کہ ایک مرتبہ ان کی فرمائش ہی پوری کر دی جائے شاید ایمان لے آئیں ان کو سمجھایا کہ خاطر جمع رکھو اگر خدا چاہے تو بدون ایک نشان دکھلائے ہی سب کو راہ راست پر لے آئے۔ لیکن یہ اس کی عادت و حکمت کے خلاف ہے اس نے انسان کو ایک حد تک کسب و اختیار کی آزادی دے کر ہدایت کے کافی اسباب فراہم کر دیے، جو چاہے ان سے مشتق ہو۔ کیا ضرورت ہے کہ ان کی فرمائش پوری کی جائیں باوجود کافی سامان ہدایت موجود ہونے کے اگر معاندین نہیں مانتے اور اپنے ایمان کو بیہودہ فرمائشوں پر معلق کرتے ہیں۔ تو ہم نے یہ ارادہ بھی نہیں کیا کہ ساری دنیا کو ضرور منوا ہی دیا جائے "آخِرَ لَآءِ غَلَائِ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ" والی بات بھی تو پوری ہو کر رہے گی۔

❖ **کفار کیلئے قارعہ** یعنی یہ کفار مکہ فرمائشی نشانوں سے ماننے والے نہیں۔ یہ تو اس طرح مانیں گے کہ برابر کوئی آفت و مصیبت خود ان پر یا ان کے آس پاس والوں پر پڑتی رہے گی۔ جسے دیکھ کر یہ عبرت حاصل کریں۔ مثلاً جہاد میں مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ قتل ہونگے کچھ قید کیے جائیں گے کچھ دوسری طرح کے مصائب کا شکار ہونگے، یہ ہی سلسلہ رہے گا۔ جب تک خدا کا وعدہ پورا ہو یعنی مکہ فتح ہو اور جزیرۃ العرب "شُرک کی گندگی سے پاک و صاف ہو جائے بے شک خدا کا وعدہ اٹل ہے، پورا ہو کر رہے گا۔ بعض مفسرین نے اَوْتَحِلْ قَرِيْبًا مِّنْ ذَا رِهْمِمْ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف خطاب مانا ہے یعنی آپ ان کی بستی کے قریب اتریں گے جیسا کہ حدیبیہ میں ہوا۔ اس وقت "قارعہ" سے وہ سرایا مراد ہونگے جن میں آپ پہ نفس نفیس شریک نہ ہوتے تھے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ آیت تمام کفار کے حق میں عام ہے۔ مکہ والوں کی تخصیص نہیں واللہ اعلم

❖ یعنی سزا ملنے میں دیر ہو تو مت سمجھو کہ چھوٹ گئے، گزشتہ مجرموں کو بھی پہلے ڈھیل دی گئی، پھر جب پکڑا تو دیکھ لو کیا حشر ہوا۔ آج تک ان کی تباہی کی داستانیں زبانوں پر ہیں۔

❖ **اللہ ہر شخص کے عمل کی نگرانی کرتا ہے** یعنی جو خدا ہر شخص کے ہر عمل کی ہر وقت نگرانی رکھتا ہے، ایک لمحہ کسی سے غافل نہیں۔ ذرا کوئی شرارت کرے اسی وقت تشبیہ کر سکتا اور سزا دے سکتا ہے کیا مجرم اس سے چھوٹ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں؟ یا اس کی مثل پتھر کی وہ مورتیاں ہو سکتی ہیں جو نہ دیکھتی ہیں نہ سنتی ہیں۔ نہ اپنے یا دوسرے کے نفع و ضرر کا کچھ اختیار رکھتی ہیں۔ تعجب ہے کہ ایسے خدا کی موجودگی میں انسان ایسی عاجز و حقیر مخلوق کے آگے سر جھکائے اور اس کو خدائی کے اختیارات تفویض کر دے۔ اس ظلم کی بھی کوئی انتہا ہے کہ علیم کل اور ہمہ صفت موصوف خدا کے شریک وہ ہوں جنہیں خود اپنے وجود کی خبر نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ جو کچھ ہم خفیہ یا علانیہ کرتے ہیں سب خدا کی آنکھ کے سامنے ہے۔ لوگوں کی ان شرکانہ گستاخیوں سے وہ بے خبر نہیں۔ جلد یا بدیر سزا مل کر رہے گی۔

❖ **اللہ کے حصہ دار کہیں موجود نہیں** یعنی ذرا آگے بڑھ کر ان شرکاء کے نام تو لو اور پتے تو بتاؤ، کیا خداوند قدوس کی یہ صفات سن کر جو اوپر بیان ہوئیں کوئی حیا دار ان پتھروں کا نام بھی لے سکتا ہے؟ اور بے حیائی سے لات و عزائی کے نام لینے لگو تو کیا کوئی عاقل ادھر التفات کر سکتا ہے؟

❖ یعنی خدا کو تمام روئے زمین پر اپنی خدائی کا کوئی شریک (حصہ دار) معلوم نہیں (کیونکہ ہے ہی نہیں جو معلوم ہو) کیا تم اسے وہ چیز بتلاؤ گے جسے وہ نہیں جانتا؟ (العیاذ باللہ) تشبیہ | زمین کی قید اس لئے لگائی کہ بت پرستوں کے نزدیک شرکاء (اصنام) کی قیام گاہ یہ ہی زمین تھی۔ ابو حیان نے لَا يَعْلَمُ کی ضمیر فنا کی طرف لوٹائی ہے یعنی کیا خدا کو بتلاتے ہو کہ آپ کی خدائی کے حصہ دار وہ بت ہیں جو ادنیٰ سا علم بھی نہیں رکھتے۔

❖ **شرکاء کا عقیدہ صرف قول ہی قول ہے** پہلے فرمایا تھا ان شرکاء کا ذرا نام لو، پھر متنبہ فرمایا کہ جس چیز کا واقعہ میں ثبوت ہی نہیں اس کا نام کیا لیا جاسکتا ہے۔ اب بتلاتے ہیں کہ کسی چیز کو خدا کا شریک ٹھہرانا خالی الفاظ اور صوت محض ہے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہیں۔ مجر ظن و تخمین اور باطل اوہام سے چند بے معنی الفاظ یا معنی نہیں بن جاتے۔ شاید بظاہر مِّنَ الْقَوْلِ میں ادھر بھی اشارہ ہو کہ جو

شرکانہ باتیں وہ کر رہے ہیں اگر کوہانہ تقلید و تعصب سے خالی ہو کر اپنے ضمیر کی طرف رجوع کریں تو خود ان کا ضمیر بھی ان لغویات سے انکار کرے گا۔ اس لئے کہنا چاہئے کہ یہ سب اوپر اوپر کی باتیں ہیں۔ جن کو انسانی ضمیر اور انسان فطرت دونوں مردود ٹھہرا چکے ہیں۔

عَنِ السَّبِيلِ ۖ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۳۳

راہ سے ۖ اور جس کو گمراہ کرے اللہ ۖ سو کوئی نہیں اُس کو راہ بتانے والا ۖ

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ ۖ

اُن کو مار پڑتی ہے ۖ دنیا کی زندگی میں ۖ اور آخرت کی مار ۖ تو بہت ہی سخت ہے

وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ وَّاقٍ ۝۳۴ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي

اور کوئی نہیں اُن کو ۖ اللہ سے بچانے والا ۖ جس کا ۖ حال جنت کا ۖ

وَعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ كُلُّهَا

وعدہ ہے پر ہیزگاروں سے ۖ بہتی ہیں اُس کے نیچے ۖ نہریں ۖ میوہ اُس کا

دَائِمٌ ۖ وَظِلُّهَا ۖ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا ۖ وَعُقْبَى

ہمیشہ ہے ۖ اور سایہ بھی ۖ یہ بدلہ ہے ۖ اُن کا جو ڈرتے رہے ۖ اور بدلہ

الْكَافِرِينَ النَّارُ ۝۳۵ وَالَّذِينَ اتَّيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ

منکروں کا ۖ آگ ہے ۖ اور وہ لوگ جن کو ہم نے دی ہے کتاب ۖ خوش ہوتے ہیں

بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ ۖ مَنْ يُنْكِرْ بَعْضَهُ ۖ

اُس سے جو نازل ہوا ۖ تجھ پر ۖ اور بعض فرقے ۖ نہیں مانتے اُس کی بعضی بات ۖ

قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۖ

کہہ ۖ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے ۖ کہ بندگی کروں اللہ کی ۖ اور شریک نہ کروں اُس کا

إِلَيْهِ أَدْعُوا وَإِلَيْهِ مَابٍ ۝۳۶ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ

اسی کی طرف بلا تا ہوں ۖ اور اسی کی طرف ہے میرا ٹھکانا ۖ اور اسی طرح ۖ اتارا ہم نے

یعنی کچھ بھی نہیں شرک کی حمایت میں اُن کی یہ مستعدی اور توحید کے مقابلہ میں اس قدر جدوجہد خالی نفس کا دھوکہ اور شیطان کا فریب ہے۔ اسی نے ان کو راہِ حق سے روک دیا ہے۔

یعنی جسے خدا ہدایت کی توفیق نہ دے اسے کون راہ پر لاسکتا ہے اور وہ اسی کو توفیق دیتا ہے جو باختیارِ خود ہدایت کے دروازے اپنے اوپر بند نہ کر لے۔

مجاہدین کے ہاتھوں سے یا بلا واسطہ قدرت کی طرف سے۔

یعنی بے سزا دیے چھوڑیگا نہیں۔ پھر وہاں کی سزا کا کیا پوچھنا۔

جس کی کوئی نوع کبھی ختم نہ ہوگی اور ہمیشہ وہی ملے گا جس کی خواہش کریں گے۔ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ (واقعہ۔ رکوع ۱)

یعنی سایہ بھی ہمیشہ آرام دہ رہے گا۔ نہ کبھی دھوپ کی تپش ہوگی نہ سردی کی تکلیف۔ ”لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا“ (دہر رکوع ۱)

یعنی خدا سے ڈر کر شرک و کفر کو چھوڑے رکھا۔

اہل حق اور اہل باطل کا انجام ایک دوسرے کے بالتقابل بیان فرمایا۔ وَبَصِلَتْهَا تَتَبَّنُ الْأَشْيَاءَ۔ نزول قرآن سے اہل کتاب اور مسلمانوں کی خوشی | جن کو اب قرآن دیا ہے (یعنی

مسلمان) اور جن کو پہلے ”تورات“ و ”انجیل“ وغیرہ دی گئی یعنی (یہود و نصاریٰ) اس چیز کو سن کر خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی مسلمانوں کا خوش ہونا تو ظاہر ہے کہ وہ اسی کتاب کو فلاح دارین کی کلید جانتے تھے، باقی یہود و نصاریٰ میں جو لوگ اہل علم و انصاف اور فی الجملہ حق پرست تھے ان کے لئے بھی ایک طرح مسرت کا موقع تھا کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ قرآن کریم کیسی فراخ دلی سے ان کی اصل کتابوں کی تصدیق اور ان کے انبیاء کی تعریف و تعظیم میں رطب اللسان ہے بلکہ سچے احبار و رہبان کے وجود کو بھی معرض مدح میں پیش کرتا ہے۔ ”ذَلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِيَسِينَ وَرُهْبَانًا“۔ چنانچہ اسی قسم کے منصف ذوق پرست یہود و نصاریٰ آخر کار مشرف باسلام ہوئے۔

یعنی یہود و نصاریٰ یا عرب کے جاہلوں میں وہ جماعتیں بھی ہیں جو قرآن سے اس لئے ناخوش ہیں کہ انہیں اس کی بعض چیزوں سے انکار ہے اور یہ وہی چیزیں ہیں جو ان کی تحریف و تبدیل یا آراء و اہواء کے خلاف قرآن نے بیان کی ہیں

آنحضرت کی دعوت توحید خالص کی طرف | یعنی کوئی خوش ہو یا ناخوش، میں تو اسی

خدائے وحدہ لا شریک لہ کی بندگی کرتا ہوں جس کو سب انبیاء اور ملل بالاتفاق مانتے چلے آئے۔ اسی کے احکام و مرضیات کی طرف ساری دنیا کو دعوت دیتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ میرا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، وہیں میرا ٹھکانا ہے وہ ہی مجھ کو آخر کار غالب و منصور اور مغلوب و رسوا کرے گا۔ لہذا کسی کے خلاف و انکار کی مجھے قطعاً پروا نہیں۔

حُكْمًا عَرَبِيًّا وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ مَا

یہ کلام حکم عربی زبان میں ♦ اور اگر تو چلے ♦ ان کی خواہش کے موافق بعد اس

جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَّوَلِيٍّ وَلَا

علم کے جو تجھ کو پہنچ چکا ♦ کوئی نہیں تیرا اللہ سے ♦ حمایتی ♦ اور نہ

وَإِقِ ۴۲) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا

بچانے والا ♦ اور بھیج چکے ہیں ہم کتنے رسول ♦ تجھ سے پہلے ♦ اور ہم نے دی تھیں

لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ

ان کو جوڑویں ♦ اور اولاد ♦ اور نہیں ہو کسی رسول سے ♦ کہ

يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ لِكُلِّ آجَلٍ كِتَابٌ ۴۳)

وہ لے آئے کوئی نشانی ♦ مگر اللہ کے اذن سے ♦ ہر ایک وعدہ ہے لکھا ہوا ♦

يُبْحُوا لِلَّهِ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ ۚ وَعِنْدَهُ أُمُّ

مٹاتا ہے اللہ ♦ جو چاہے ♦ اور باقی رکھتا ہے ♦ اور اسی کے پاس ہے اصل

الْكِتَابِ ۴۴) وَإِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ

کتاب ♦ اور اگر دکھلا دیں ہم تجھ کو ♦ کوئی وعدہ ♦ جو ہم نے کیا ہے ان سے

أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاءُ وَعَلَيْنَا

یا تجھ کو اٹھالیوں ♦ سو تیرا ذمہ تو پہنچا دینا ہے ♦ اور ہمارا ذمہ ہے

الْحِسَابُ ۴۵) أَوْلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا

حساب لینا ♦ کیا وہ نہیں دیکھتے ♦ کہ ہم چلے آتے ہیں ♦ زمین کو گھٹاتے

﴿ قرآن کا نزول عربی زبان میں | یعنی جیسے پیشتر دوسری کتاب اتاری گئیں۔ اس وقت یہ قرآن اتارا جو عظیم الشان معارف و حکم پر مشتمل اور حق و باطل کا آخری فیصلہ کرنے والا ہے۔ پھر جس طرح ہر پیغمبر کو اسی زبان میں کتاب دی گئی جو اس کی قومی زبان تھی۔ ایسے ہی محمد عربی ﷺ کو عربی قرآن دیا گیا۔ بلاشبہ قرآن جیسی معجز و جامع کتاب ایسی ہی زبان میں نازل ہونی چاہئے تھی، جو نہایت بلغ، وسیع، جامع، منضبط، واضح، پرمغز اور پر شوکت ہونے کی وجہ سے ام اللسنہ اور مملکت اللغات کہلانے کی مستحق ہے۔

﴿ علم عظیم کی پیروی کرو | یعنی کسی کے انکار و ناخوشی کی ذرہ بھر پروا نہ کرو۔ حق تعالیٰ نے جو علم عظیم تم کو دیا ہے اسکی پیروی کرتے رہو اگر بالفرض تم ان لوگوں کی خواہشات کی طرف جھک گئے تو اس کے وبال سے کون بچا سکتا ہے۔ یہ خطاب ہر طالب حق کو ہے اور اگر حضور مخاطب ہیں تو آپ کو سامنے رکھ کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے جیسا کہ پہلے متعدد مواضع میں اس کی نظائر گزر چکیں۔

﴿ تمام انبیاء بشر تھے | یعنی پیغمبر عربی ﷺ کو نبی کتاب اور نئے احکام دیکر بھیجنا کیا اچنبھے کی بات ہو گئی جو اتنی جتیں نکالی جاتی ہیں۔ آخر ان سے پہلے بھی ہم نے جو پیغمبر بھیجے وہ آسمان کے فرشتے نہ تھے اسی دنیا کے رہنے والے آدمی تھے۔ جو کھانا کھاتے، اپنی ضروریات اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے اور بیوی بچے رکھتے تھے۔ ان میں کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ لوگ جو نشانی مانگتے ضرور دکھلا دیتا۔ بلکہ موجودہ پیغمبر کی طرح ہر چیز میں خدائی اذن کے منتظر رہتے تھے۔ وہ ہی نشان دکھاتے اور وہی احکام سناتے تھے جس کا اذن خدا کے یہاں سے ہوتا۔ خدائی اذن کا حال یہ ہے کہ اس کے یہاں ہر زمانہ اور ہر قرن کے مناسب جداگانہ حکم لکھا ہوا ہے۔ اور ایک وعدہ ٹھہرا ہوا ہے جس کو نہ کوئی نبی بدل سکتا ہے نہ فرشتہ۔ پھر جب ہر ایک پیغمبر اپنے زمانہ کے مناسب احکام لائے۔ اور اپنی صداقت کے نشان دکھانے میں پبلک کی خواہشات کے پابند نہیں رہے۔ نہ اپنے کو جو انج بشریہ اور تعلقات معاشرت سے پاک اور برتر ظاہر کیا تو ان ہی چیزوں کا محمد رسول اللہ ﷺ میں پایا جانا انکار نبوت کی دلیل کیسے بن سکتی ہے؟

﴿ اللہ قضا و قدر کا مالک ہے | یعنی اپنی حکمت کے موافق جس حکم کو چاہے منسوخ کرے، جسے چاہے باقی رکھے۔ جس قوم کو چاہے منائے جسے چاہے اس کی جگہ جمادے۔ جن اسباب کی تاثیر چاہے بدل ڈالے جن کی چاہے نہ بدلے۔ جو وعدہ چاہے شرائط کی موجودگی میں ظاہر کرے جو چاہے شرائط کے نہ پائے جانے کی بنا پر موقوف کر دے۔ غرض ہر قسم کی تبدیل و تغیر، محو و اثبات، نسخ و احکام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ قضا و قدر کے تمام دفاتر اسی کے قبضہ میں ہیں اور سب تفصیلات و دفاتر کی جڑ جسے ام الکتاب کہنا چاہئے اسی کے پاس ہے یعنی علم ازلی محیط جو ہر قسم کے تبدیل و تغیر سے قطعاً منزہ و مبرئ اور لوح محفوظ کا ماخذ ہے۔

﴿ تقدیر معلق اور تقدیر مبرم | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے بعض اسباب ظاہر ہیں بعض چھپے ہیں۔ اسباب کی تاثیر کا ایک طبعی اندازہ ہے، جب اللہ چاہے اس کی تاثیر اندازہ سے کم یا زیادہ کر دے۔ جب چاہے ویسی ہی رکھے۔ آدمی کبھی کنکر سے مرتا ہے اور کبھی گولی سے بچتا ہے اور ایک اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہے جو ہرگز نہیں بدلتا۔ اندازے کو تقدیر کہتے ہیں۔ یہ دو تقدیریں ہوتی ہیں ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی۔ جو تقدیر بدلتی ہے اس کو معلق اور جو نہیں بدلتی اس کو مبرم کہتے ہیں۔ جن احادیث و آثار سے بعض افاضل کو قضاے مبرم کے بدلنے کا شبہ ہوا ہے ان کے متعلق یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ انشاء اللہ مستقل تفسیر میں لکھا جائے گا۔ اگر خدا نے توفیق دی۔ وہو الموفق والمستعان۔

﴿ یعنی جو وعدے ان سے کئے گئے ہیں، ہم کو اختیار ہے کہ ان میں سے بعض آپ کے سامنے پورے کر دیں۔ یا آپ کی وفات کے بعد ظاہر کریں، نہ آپ کو ان کے ظہور کی فکر میں پڑنا چاہئے اور نہ تاخیر و امہال دیکھ کر ان لوگوں کو بے فکر ہونا چاہئے۔ خدا کے علم میں ہر چیز کا ایک وقت مناسب ہے جس کے پہنچنے پر وہ ضرور ظاہر ہو کر رہے گی۔ آپ اپنا فرض (تبلیغ) ادا کئے جائیں۔ تکذیب کرنے والوں کا حساب ہم خود بیباق کر دیں گے۔

مِنْ أَطْرَافِهَا ۖ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۗ

اس کے کناروں سے ۱ اور اللہ حکم کرتا ہے ۲ کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اس کا حکم ۳

وَهُوَ سَرِيعٌ الْحِسَابِ ۚ ۴ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ

اور وہ جلد لیتا ہے ۵ حساب ۶ اور فریب کر چکے ہیں ۷ جو ان سے

قَبْلِهِمْ فَلِئِنَّ الْمَكْرَ جَمِيعًا يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ

پہلے تھے ۸ سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب ۹ جانتا ہے ۱۰ جو کچھ کماتا ہے ۱۱ ہر ایک

نَفْسٍ ۖ وَسَيَعْلَمُ الْكُفْرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۚ ۱۲ وَيَقُولُ

جی ۱۳ اور اب معلوم کئے لیتے ہیں کافر ۱۴ کہ کس کا ہوتا ہے پچھلا گھر ۱۵ اور کہتے ہیں

الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۗ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا

کافر ۱۶ تو بھیجا ہوا نہیں آیا ۱۷ کہہ دے ۱۸ اللہ کافی ہے ۱۹ گواہ

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۚ ۲۰

میرے ۲۱ اور تمہارے بیچ میں ۲۲ اور جس کو خبر ہے کتاب کی ۲۳

آيَاتُهَا ۚ ۵۲ ﴿۱۳﴾ سُورَةُ الْاِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ (۲۲) ﴿رُكُوْعَاتُهَا ۳﴾

سورۃ ابراہیم مکہ میں اتری اور اس کی باون آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الرِّفْ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ

الرف یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اتاری تیری طرف ۲۴ کہ تو نکالے لوگوں کو ۲۵ اندھیروں سے

اللہ کا حکم ضرور پورا ہوتا ہے | یعنی سر زمین مکہ کے آس پاس اسلام کا اثر پھیلتا جاتا اور کفر کی عملداری گھٹتی جاتی ہے۔ بڑے بڑے قبائل اور اشخاص کے قلوب پر اسلام کا سکہ بیٹھ رہا ہے۔ اوس و خزرج کے دل حق و صداقت کے سامنے مفتوح ہو رہے ہیں۔ اس طرح ہم آہستہ آہستہ کفر کی حکومت کو دباتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا یہ روشن آثار ان مکذبین کو نہیں بتلاتے کہ خدا کا فیصلہ ان کے مستقبل کے متعلق کیا ہو چکا ہے۔ ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اسلام آج جس رفتار سے بڑھ رہا ہے وہ کسی طاقت سے رکنے والا نہیں۔ لہذا انجام بنی اسی میں ہے کہ آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھیں۔

یعنی اس کا تکوینی حکم اور فیصلہ اٹل ہے۔ جب وقت آجائے تو کس کی طاقت ہے کہ ایک منٹ کے لئے ملتوی کر کے پیچھے ڈال دے۔

یعنی جہاں حساب کا وقت آن پہنچا پھر دیر نہ لگے گی۔ یا جو چیز یقیناً آنے والی ہے اسے جلد ہی سمجھو۔
اللہ کی تدبیر غالب ہے | وہ نہ چاہے تو سب فریب رکھے رہ جائیں، یا یہ کہ خدا ان کے فریب کا توڑ کرتا ہے مگر اصل میں خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں اگر برائی کے لئے کی جائے بری ہے اور برائی کو دور کرنے کے لئے ہو تو اچھی ہے۔ یعنی انہوں نے چھپ چھپ کر ناپاک تدبیریں کیں لیکن خدا کی تدبیر سب پر غالب رہی، اس نے وہ تدبیریں ان ہی پر الٹ دیں ”وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّءُ إِلَّا بِأَهْلِهِ“ (فاطر۔ رکوع ۵)

یعنی جس سے کوئی حرکت و سکون اور کھلا چھپا کام پوشیدہ نہیں اس کے آگے کسی کا مکر کیا چل سکتا ہے وہ ان مکاروں کو خوب مزا چکھائے گا۔

یعنی جیسے اگلوں نے اپنے مکر کا انجام دیکھ لیا، موجودہ کفار کو بھی قدر عافیت معلوم ہوا چاہتی ہے۔
آنحضرت کی صداقت پر اللہ کی گواہی | یعنی تمہارے جھٹلانے سے کچھ نہیں ہوتا جبکہ خداوند قدوس میری صداقت کے بڑے بڑے نشان دکھلا رہا ہے قرآن جو اس کا کلام ہے جیسے اپنے کلام الہی ہونے کی شہادت دیتا ہے، اسی طرح میرے پیغمبر برحق ہونے کا گواہ ہے۔ اگر آنکھیں کھول کر دیکھو تو سخت ناموافق حالات میں سچ کا اس شان سے پھیلتے جانا اور دشمنوں تک کے دلوں میں گھر کرنا اور جھوٹ کا مغلوب و مقہور ہو کر سمٹتے رہنا خدا کی طرف سے کھلی ہوئی گواہی میری حقانیت کی ہے۔

اہل علم کی گواہی | یعنی جن کو قرآن کا علم اور اس کے حقائق کی خبر ہو گئی ہے وہ بھی دل سے گواہ ہیں کہ میں نے کچھ جھوٹ نہیں بنایا۔ نیز جنہیں پہلی کتب سماویہ اور ان کی پیشین گوئیوں کی اطلاع ہے ان کے دل گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ ٹھیک ان پیشین گوئیوں کے مطابق تشریف لائے ہیں جو سیکڑوں برس پیشتر موسیٰ اور مسیح کر چکے تھے۔ علیہما و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام، اے خدا! تو گواہ رہ کہ جس چیز کی گواہی تو نے اور تیری کتاب والوں نے دی، یہ عاجز خاطر بھی صدق دل سے اُس کی گواہی دیتا ہے۔ تم سورۃ الرعد بعون اللہ و حسن توفیقہ۔

إِلَى النُّورِ ۵ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ

اجالے کی طرف ان کے رب کے حکم سے ۵ رستہ (راہ) پر (کی طرف) اُس زبردست

الْحَبِيدِ ۱۰ اللَّهُ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي

خوبیوں والے اللہ کے جس کا ہے جو کچھ کہ موجود ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے

الْأَرْضِ ۶ وَوَيْلٌ لِلْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ۷

زمین میں ۶ اور مصیبت ہے کافروں کو ۷ ایک سخت عذاب سے ۷

الَّذِينَ يُسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ

جو کہ پسند رکھتے ہیں زندگی دنیا کی آخرت سے

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَعُودُنَهَا عِوَجًا ۸ وَلِيكَ

اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور تلاش کرتے ہیں (نکالنا چاہتے ہیں) اُس میں کجی وہ

فِي ضَلِيلٍ بَعِيدٍ ۹ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا

راستہ بھول کر جا پڑے ہیں دور ۹ اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر

بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۱۰ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ ۱۱

بولی بولنے والا اپنی قوم کی تاکہ ان کو سمجھائے ۱۰ پھر راستہ بھلاتا ہے (بھٹکاتا ہے) اللہ جس کو چاہے

وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۱۲ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۱۳ وَلَقَدْ

اور راستہ دکھلاتا ہے (دیتا ہے) جس کو چاہے اور وہ ہے زبردست حکمتوں والا ۱۳ اور

أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ

بھیجا تھا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر کہ نکال اپنی قوم کو اندھیروں سے

سورۃ ابراہیم

❖ **قرآن کی عظمت شان** | یعنی اس کتاب کی عظمت شان کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہئے کہ ہم اس کے اتارنے والے اور آپ جیسی رفیع الشان شخصیت اس کی اٹھانے والی ہے اور مقصد بھی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے جس سے بلند تر کوئی مقصد نہیں ہو سکتا وہ یہ کہ خدا کے حکم و توفیق سے تمام دنیا کے لوگوں کو خواہ عرب ہوں یا عجم، کالے ہوں، یا گورے مزدور ہوں یا سرمایہ دار، بادشاہ ہوں یا رعایا۔ سب کو جہالت و اوبام کی گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر معرفت و بصیرت اور ایمان و ایقان کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے۔

❖ یعنی صحیح معرفت کی روشنی میں اس راستہ پر چل پڑیں جو زبردست و غالب، ستودہ صفات، شہنشاہ مطلق اور مالک الکل خدا کا بتایا ہوا اور اس کے مقامِ رضا تک پہنچانے والا ہے۔

❖ یعنی جو لوگ ایسی کتاب نازل ہونے کے بعد کفر و شرک اور جہالت و ضلالت کی اندھیری سے نہ نکلے ان کو سخت عذاب اور ہلاکت خیز مصیبت کا سامنا ہے، آخرت میں یا دنیا میں بھی۔

❖ **کفار کی دنیا کی محبت اور گمراہی** | یہ کافروں کا حال بیان فرمایا کہ ان کا اور ہنسا بچھونا یہ ہی دنیا ہے آخرت کے مقابلہ میں اسی کو پسند کرتے اور ترجیح دیتے ہیں۔ شب و روز اسی کی محبت میں غرق رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی چاہتے ہیں کہ دنیا کی محبت میں پھنسا کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے راستہ سے روک دیں۔ اسی لئے یہ فکر رہتی ہے کہ خدا کے دین میں کوئی عیب نکالیں اور سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں۔ فی الحقیقت یہ لوگ راستہ سے بھٹک کر بہت ہی دور جا پڑے ہیں جن کے واپس آنے کی توقع نہیں۔ خدا کی سخت مار پڑے گی تب آنکھیں کھلیں گی۔

❖ **تمام انبیاء اپنی قوم کی زبان بولتے تھے** | یعنی جس طرح آپ کو ہم نے لوگوں کی ہدایت کے لئے یہ عظیم الشان کتاب عطا فرمائی، پہلے بھی ہر زمانہ میں سامان ہدایت بہم پہنچاتے رہے ہیں۔ چونکہ طبعی ترتیب کے موافق ہر پیغمبر کے اولین مخاطب اسی قوم کے لوگ ہوتے ہیں جس میں سے وہ پیغمبر اٹھایا جاتا ہے اس لئے اسی کی قومی زبان میں وحی بھیجی جاتی رہی۔ تا احکام الہیہ کے سمجھنے سمجھانے میں پوری سہولت رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت میں گو تمام جن و انس شامل ہیں، تاہم جس قوم میں سے آپ اٹھائے گئے اس کی زبان عربی تھی اور ترتیب طبعی کے موافق شیوع ہدایت کی یہ ہی صورت مقدر تھی کہ آپ کے اولین مخاطب اور مقدم ترین شاگرد ایسی سہولت اور خوبی سے قرآنی تعلیمات و حقائق کو سمجھ لیں اور محفوظ کر لیں کہ ان کے ذریعہ سے تمام اقوام عالم اور آنے والی نسلیں درجہ بدرجہ قرآنی رنگ میں رنگی جاسکیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عربوں نے اپنے نبی کی صحبت میں رہ کر اپنی قومی زبان میں جس سے انہیں سجد شغف تھا، قرآنی علوم پر کافی دسترس پائی، پھر وہ مشرق و مغرب میں پھیل پڑے اور روم و فارس پر چھا گئے۔ اس وقت قدرت نے عجمی قوموں میں ایسا زبردست جوش اور داعیہ کلام الہی کی معرفت اور زبان عربی میں مہارت حاصل کرنے کا پیدا فرما دیا کہ تھوڑی مدت کے بعد وہ قرآنی علوم کی شرح و تبیین میں اپنے معاصر عربوں سے گئے سبقت لے گئے بلکہ عموماً علوم دینیہ و ادبیہ کا مدار ثریا تک پرواز کرنے والے عجمیوں پر رہ گیا۔ اس طرح خدا کی حجت بندوں پر تمام ہوتی رہی اور وقتاً فوقتاً قرآنی ہدایات سے مستفید ہونے کے اسباب فراہم ہوتے رہے فالحمد للہ علی ذالک۔ بہر حال خاتم الانبیاء ﷺ کے خاص قوم عرب میں سے اٹھائے جانے کی اگر کچھ وجوہ موجود ہیں (اور یقیناً ہیں) تو ان ہی وجوہ کے نتیجہ میں اس سوال کا جواب بھی آجاتا ہے کہ قرآن عربی زبان میں اتار کر خداوند عالم نے عربوں کی رعایت کیوں کی؟

❖ یعنی تبیین و ہدایت کے سامان مکمل کر دیے پھر جس نے ان سامانوں سے منتفع ہونا چاہا اس کی دستگیری فرما کر راہ پر لگا دیا جس نے روگردانی کی اسے گمراہی میں چھوڑے رکھا۔ وہ زبردست اور غالب ہے چاہے تو سب کو زبردستی راہ ہدایت پر لگا دے لیکن اس کی حکمت مقتضی ہوئی کہ انسان کو کسب و اختیار کی ایک حد تک آزادی دے کر رحمت و غضب دونوں کے مظاہر کو دنیا میں باقی رہنے دے۔

إِلَى النُّورِ ۝ وَذَكَرَهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ طَرَانًا فِي ذَلِكِ

اُجالے کی طرف اور یاد دلا اُن کو دن اللہ کے البتہ اس میں

لَايَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ

نشانیوں ہیں اُس کو جو صبر کرنے والا ہے شکر گزار (حق ماننے والا) اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو

اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ آلِ

یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر جب چھڑا دیا تم کو فرعون کی

فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيَدَّبُّوْنَ

قوم سے وہ پہنچاتے تھے تم کو بُرا عذاب اور ذبح کرتے

أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَجِيبُونَ نِسَاءَكُمْ فِي ذَلِكُمْ بِلَاءٌ مِّنْ

تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رکھتے تمہاری عورتوں کو اور اُس میں مدد ہوتی

رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ

تمہارے رب کی طرف سے بڑی اور جب سنا دیا تمہارے رب نے اگر احسان مانو گے

لَا زِيْدَ لَكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ وَ

تو اور بھی دوں گا تم کو اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب البتہ سخت ہے اور

قَالَ مُوسَى إِنَّ تَكْفُرًا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

کہا موسیٰ نے اگر کفر کرو گے (منکر ہو گے) تم اور جو لوگ زمین میں ہیں

جَمِيعًا ۝ فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ

سارے تو اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں والا کیا نہیں پہنچی تم کو خبر

حضرت موسیٰ کی آیات | نشانیاں دیکر یعنی معجزات دیکر جو ”آیات تسعہ“ کے نام سے مشہور ہیں یا آیات تورات مراد ہوں۔ اور یاد دلاؤ انکو دن اللہ کے یعنی ان دنوں کے واقعات یاد دلاؤ جب ان پر شدائد و مصائب کے پہاڑ ٹوٹے پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے نجات دی اور اپنی مہربانی مہذول فرمائی کیونکہ دونوں قسم کے حالات سننے سے صابر و شاکر بندوں کو عبرت حاصل ہوتی ہے کہ مصیبت کے وقت گھبرانا اور راحت کے وقت اترانا نہیں چاہئے جو لوگ پہلے کامیاب ہوئے ہیں وہ سختیوں پر صبر اور نعمائے الہیہ پر شکر کرنے سے ہوئے ہیں۔ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا وَادْمَرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ (اعراف۔ رکوع ۱۶)

مثلاً تم کو غلام بنا رکھا تھا اور سخت بیگاریں لیتے تھے۔

بنی اسرائیل کی آزمائش | کہ تم کو غلامی کی ذلت سے نکالا اور دولت آزادی سے مالا مال کیا۔ ”بلاء“ کے اصل معنی آزمائش کے ہیں۔ تکلیف و راحت دونوں حالتوں میں بندے کے صبر و شکر کی آزمائش ہے وَنَبَلُّوْكُمْ بِالْشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (الانبیاء، رکوع ۳) وَبَلَّوْنَا هُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ (اعراف۔ رکوع ۲۱) چونکہ فرعونوں سے نجات دینا بڑی نعمت تھی تو یہاں آزمائش انعام سے ہوئی جسے مترجم محقق نے بطور حاصل معنی لفظ مدد سے تعبیر کیا۔ اس قسم کی آیت سورۃ بقرہ اور اعراف میں گذر چکی ہے وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

شکر سے نعمت بڑھتی ہے | موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے یعنی وہ وقت بھی یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے اعلان فرما دیا کہ اگر احسان مان کر زبان و دل سے میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو اور زیادہ نعمتیں ملیں گی۔ جسمانی و روحانی اور دنیوی و اخروی ہر قسم کی۔

موجودہ نعمتیں سلب کر لی جائیں گی اور ناشکری کی مزید سزا الگ رہی۔ حدیث میں ہے کہ حضور کی خدمت میں ایک سائل آیا آپ نے اسے ایک کھجور عنایت فرمائی۔ اس نے نہ لیا یا پھینک دی۔ پھر دوسرا سائل آیا اس کو بھی ایک کھجور دی وہ بولا سبحان اللہ تمرۃ من رسول اللہ صلعم یعنی رسول اللہ کا تبرک ہے۔ آپ نے جاریہ کو حکم دیا کہ ام سلمہ کے پاس جو چالیس درہم رکھے ہیں وہ اس شکر گزار سائل کو دلوادے۔

ناشکری سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا | یعنی کفران نعمت کا ضرر تم ہی کو پہنچے گا۔ خدا کا کچھ نہیں بگڑتا اسے تمہارے شکر یوں کی کیا حاجت ہے۔ کوئی شکر ادا کرے یا نہ کرے، بہر حال اس کے حمید و محمود ہونے میں کچھ کمی نہیں آتی۔ صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے، جن و انس سب کے سب ایک اعلیٰ درجہ کے متقی شخص کے نمونہ پر ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں کچھ بڑھ نہیں جاتا۔ اور اگر سب اگلے پچھلے جن و انس مل کر بفرض مجال ایک بدترین انسان جیسے ہو جائیں (العیاذ باللہ) تو اس سے میرے ملک میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی۔

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۝

ان لوگوں کی جو پہلے تھے تم سے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود

وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ۝

اور جو ان سے پیچھے ہوئے کسی کو ان کی خبر نہیں مگر اللہ کو

جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي

آئے ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر پھر لوٹائے (الٹے دے لئے) انہوں نے اپنے ہاتھ

أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَإِنَّا

اپنے منہ میں اور بولے ہم نہیں مانتے جو تم کو دے کر بھیجا اور ہم کو

لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ۝ قَالَتْ

تو شبہ ہے اُس راہ میں جس کی طرف تم ہم کو بلا تے ہو خلیجان میں ڈالنے والا بولے

رُسُلَهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝

ان کے رسول کیا اللہ میں شبہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین

يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُخْرِكُم إِلَىٰ

وہ تم کو بلا تا ہے تاکہ بخشے تم کو کچھ گناہ تمہارے اور ڈھیل دے تم کو ایک

أَجَلٍ مُّسَمًّى ۝ قَالُوا إِنَّا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۝

وعدہ تک جو ٹھہر چکا ہے کہنے لگے تم تو یہی آدمی ہو ہم جیسے

تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا

تم چاہتے ہو کہ روک دو ہم کو ان چیزوں سے جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے

◆ **چھپلی قوموں کا علم صرف اللہ کو ہے** | یہ موسیٰ علیہ السلام کے کلام کا تہہ ہے یا اسے چھوڑ کر حق تعالیٰ نے اس امت کو خطاب فرمایا ہے بہر حال اس میں بتلایا کہ جو بے شمار قومیں پہلے گزر چکیں ان کے تفصیلی پتے اور احوال بجز خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ البتہ چند قومیں جو عرب والوں کے یہاں زیادہ مشہور تھیں ان کے نام لیکر اور بقیہ کو **وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ** میں درج کر کے متنب فرماتے ہیں کہ ان اقوام کا جو کچھ حشر ہوا کیا وہ تم کو نہیں پہنچا۔ تعجب ہے اتنی قومیں پہلے تباہ ہو چکیں اور ان کے حال سے ابھی تک تمہیں عبرت حاصل نہ ہوئی۔ **تنبیہ** ابن عباس نے **لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ** کو پڑھ کر فرمایا **كَذَّبَ النَّسَابُونَ** (یعنی انساب کی پوری معرفت کا دعویٰ رکھنے والے جھوٹے ہیں) **عروہ بن الزبیر** فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی کو نہیں پایا جو معد بن عدنان سے اوپر (تحقیقی طور پر) نسب کا حال بتاتا ہو **وَاللَّهُ أَعْلَمُ**۔

◆ **کفار کی انبیاء کے ساتھ بدسلوکی** | یعنی کفار فرط غیظ سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگے جیسے دوسری جگہ ہے۔ **غَضُّوا عَلَيْكُمْ** **إِلَّا نَأْمِلَ مِنَ الْعِظِّ** یا انبیاء کی باتیں سن کر فرط تعجب سے ہاتھ منہ پر رکھ لئے، یا ہاتھ منہ کی طرف لیجا کر اشارہ کیا کہ بس چپ رہے یا ہماری اس زبان سے اس جواب کے سوا کوئی توقع نہ رکھو جو آگے آرہا ہے۔ یا پیغمبر کی باتیں سن کر ہنستے تھے اور کبھی ہنسی کے دبانے کو منہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ **أَسَدِنَهُمْ** کی ضمیر کفار کی طرف اور **أَفْوََاهِهِمْ** کی رسل کی طرف راجع ہو، یعنی ملعونوں نے اپنے ہاتھ پیغمبروں کے منہ میں اڑا دیے کہ وہ بالکل بول نہ سکیں یا دونوں ضمیریں رسل کی طرف ہوں یعنی گستاخانہ طور پر انبیاء کے ہاتھ پکڑ کر انہی کے منہ میں ٹھونس دیے بعض کے نزدیک یہاں "ایدی" سے مراد نعمتیں ہیں۔ یعنی جو عظیم الشان نعمتیں انبیاء نے پیش کی تھیں۔ مثلاً شراعیع الہیہ وغیرہ وہ ناقدری سے ان ہی کی طرف لوٹا دیں کسی کو قبول نہ کیا جیسے ہمارے محاورات میں کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کی چیز اس کے منہ پر ماری۔ بہر حال کوئی معنی لئے جائیں سب کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے نعمت خداوندی کی ناقدری کی اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول نہ کی ان کے ساتھ بڑی بے رُخی بلکہ گستاخی سے پیش آئے۔

◆ **توحید میں شبہ غیر عقلی ہے** | یعنی خدا کی ہستی اور وحدانیت تو ایسی چیز نہیں جس میں شک و شبہ کی ذرا بھی گنجائش ہو، انسانی فطرت خدا کے وجود پر گواہ ہے۔ علویات و سفلیات کا عجیب و غریب نظام شہادت دیتا ہے کہ اس مشین کے پرزوں کو وجود کے سانچے میں ڈھالنے والا، پھر انہیں جوڑ کر نہایت محکم و منظم طریقہ سے چلانے والا بڑا زبردست ہاتھ ہونا چاہئے جو کامل حکمت و اختیار سے عالم کی مشین کو قابو میں کئے ہوئے ہے۔ اسی لئے کٹر سے کٹر مشرک کو بھی کسی نہ کسی رنگ میں اس بات کے اعتراف سے چارہ نہیں رہا کہ بڑا خدا جس نے آسمان و زمین وغیرہ کرات پیدا کئے وہ ہی ہو سکتا ہے جو تمام چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں سے اونچے مقام پر براجمان ہو۔ انبیاء کی تعلیم یہ ہے کہ جب انسانی فطرت نے ایک علیم و حکیم قادر و توانا منبع الکلمات خدا کا سراغ پالیا پھر اوہام و ظنون کی دلدل میں پھنس کر اس سادہ فطری عقیدہ کو کھلونا یا پھیستاں کیوں بنایا جاتا ہے۔ وجدان شہادت دیتا ہے کہ ایک قادر مطلق اور **عَالِمُ الْكُلِّ** خدا کی موجودگی میں کسی پتھر یا درخت یا انسانی تصویر یا سیارہ فلکی یا اور کسی مخلوق کو الوہیت میں شریک کرنا فطرت صحیحہ کی آواز کو دبانے یا بگاڑنے کا مرادف ہے کیا خداوند قدوس کی ذات و صفات میں معاذ اللہ کچھ کمی محسوس ہوئی جس کی مخلوق خداؤں کی جمعیت سے تلافی کرنا چاہتے ہو۔

◆ **اہل عالم کو اللہ کی دعوت** | یعنی ہم نہیں بلاتے۔ فی الحقیقت ہمارے ذریعہ سے وہ تم کو اپنی طرف بلا رہا ہے کہ توحید و ایمان کے رستہ چل کر اس کے مقام قرب تک پہنچو۔ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز آ کر ایمان و ایقان کا طریق اختیار کر لو تو ایمان لانے سے پیشتر کے سب گناہ (بجز حقوق و زواجر کے) معاف کر دئے گا۔ پھر ایمان لانے کے بعد جیسا عمل کرو گے اس کے موافق معاملہ ہوگا۔

◆ **یعنی کفر و شرارت پر قائم رہنے کی صورت میں جو جلد تباہ کئے جاتے اس سے محفوظ ہو جاؤ گے اور جتنی مدت دنیا میں رہو گے سکون و اطمینان کی زندگی گزارو گے۔** **يُمَتِّعُكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا** اور **فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً** وغیرہ نصوص کے موافق۔

فَاتُونَا بِسُلْطِنٍ مُّبِينٍ ﴿۱۰﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ

سولاۃ کوئی سند کھلی ہوئی ♦ ان کو کہا ان کے رسولوں نے ہم

نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ

تو یہی آدمی ہیں جیسے تم لیکن اللہ احسان کرتا ہے اپنے بندوں میں جس

مِنْ عِبَادِهِ ۗ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطِنٍ إِلَّا

پرچا ہے ♦ اور ہمارا کام نہیں کہ لے آئیں تمہارے پاس سند مگر

بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۱﴾

اللہ کے حکم سے اور اللہ پر بھروسہ چاہئے ایمان والوں کو ♦

وَمَا لَنَا إِلَّا أَنْ نَتَّوَكَّلَ عَلَىٰ اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ۗ

اور ہم کو کیا ہوا کہ بھروسہ نہ کریں اللہ پر اور وہ بھلا چکا ہم کو ہماری راہیں ♦

وَلَنْصَبِرَنَّ عَلَىٰ مَا أَدْبَرْتُمُونَا ۗ وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

اور ہم صبر کریں گے ایذا پر جو تم ہم کو دیتے ہو اور اللہ پر بھروسہ چاہئے

الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۱۲﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ

بھروسے والوں کو ♦ اور کہا کافروں نے اپنے رسولوں کو

لَنْخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوْدَنَّ فِي مِلَّتِنَا ۗ فَأَوْلَٰئِ

ہم نکال دیں گے تم کو اپنی زمین سے یا لوٹ آؤ ہمارے دین میں ♦ تب حکم بھیجا

إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنْهَلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ﴿۱۳﴾ وَلَنْسُكِّنَنَّكُمْ

ان کو ان کے رب نے ہم غارت کریں گے ان ظالموں کو اور آباد کریں گے تم کو

رسالت پر کفار کے اعتراضات | یعنی اچھا خدا کی بخت کو چھوڑیے۔ آپ اپنی نسبت کہیں، کیا آپ آسمان کے فرشتے ہیں؟ یا نوع بشر کے علاوہ کوئی دوسری نوع ہیں؟ جب کچھ نہیں ہم ہی جیسے آدمی ہو تو آخر کس طرح آپ کی باتوں پر یقین کر لیں، آپ کی خواہش یہ ہوگی کہ ہم کو قدیم مذہب سے ہٹا کر اپنا تابع بنا لیں تو خاطر جمع رکھئے یہ کبھی نہ ہوگا۔ اگر آپ اپنا امتیاز ثابت کرنا اور اس مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو کوئی ایسا کھلا ہوا نشان یا خدائی سرٹیفکیٹ دکھلائیے جس کے سامنے خواہی نہ خواہی سب کی گردنیں جھک جائیں اور یہی اسی وقت ممکن ہے جب ہماری فرمائش کے موافق معجزات دکھلائیں۔

انبیاء تمام بشر تھے مگر کامل بشر | یعنی تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ ہم نہ فرشتے ہیں نہ کوئی اور مخلوق، بلکہ نفس بشریت میں تم ہی جیسے ہیں لیکن نوع بشر کے افراد میں احوال و مدارج کے اعتبار سے کیا زمین و آسمان کا تفاوت نہیں۔ آخر اتنا تو تم بھی مشاہدہ کرتے ہو کہ حق تعالیٰ نے جسمانی، دماغی، اخلاقی اور معاشی حالات کے اعتبار سے بعض انسانوں کو بعض پر کس قدر فضیلت دی ہے۔ پھر اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے اپنے بعض بندوں کو ان کی فطری قابلیت اور اعلیٰ ماکات کی بدولت روحانی کمال اور باطنی قرب کے اس بلند مقام پر پہنچا دیا جسے ”مقام نبوت“ یا ”منصب رسالت“ کہتے ہیں تو اس میں کیا اشکال و استبعاد ہے؟ بہر حال دعویٰ نبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اپنی نسبت بشر کے سوا کوئی دوسری نوع ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ہاں اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بعض پر ایک خصوصی احسان فرماتا ہے جو دوسروں پر نہیں ہوتا۔

اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ نہیں دکھایا جاسکتا | یعنی اب رہا سند اور سرٹیفکیٹ لانے کا قصہ، سو خدا کے حکم سے ہم پہلے ہی اپنی نبوت کی سند اور روشن نشانیاں دکھلا چکے ہیں۔ کما قال ”جاءتہم رسلہم بالبینات“ جو آدمی ماننا چاہے اس کے اطمینان کے لئے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔ باقی رہا تمہاری فرمائش پوری کرنا، تو یہ چیز ہمارے قبضہ میں نہیں۔ نہ ہماری تصدیق عقلاً اس پر موقوف ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جو سند اور نشان چاہے، تم کو دکھلائے گا۔ فرمائی نشانیاں دیکھنے سے ایمان نہیں آتا، اللہ کے دینے سے آتا ہے۔ لہذا ایک ایمان دار کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اگر تم نہ مانو گے اور ہماری عداوت و ایذا رسانی پر تیار ہو گے تو ہمارا بھروسہ اسی خدا کی مہربانی اور امداد پر رہے گا۔ یعنی حق تعالیٰ ہم کو جام توحید و عرفان پلا کر حقیقی کامیابی کے راستے بتا چکا، پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم اس پر توکل نہ کریں۔

انبیاء کا توکل اور استقامت | یعنی تم خواہ کتنی ہی ایذا پہنچاؤ، خدا کے فضل سے ہمارے توکل میں فرق نہیں پڑسکتا۔ متوکلین کا یہ کام نہیں کہ سختیاں دیکھ کر توکل اور استقامت کی راہ سے ہٹ جائیں۔ رسولوں کو کفار کی دھمکیاں | یعنی اپنے توکل وغیرہ کو رہنے دو، زیادہ بزرگی مت جتاؤ۔ بس اب دو باتوں میں سے ایک بات ہو کر رہے گی۔ یا تم (بعثت سے پہلے کی طرح) چپ چاپ ہم میں رل مل کر رہو گے اور جن کو تم نے بہکایا ہے وہ سب ہمارے پرانے دین میں واپس آئیں گے۔ ورنہ تم سب کو ملک بدر اور جلا وطن کیا جائے گا۔

الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ ۖ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَ

اس زمین میں ان کے پیچھے ۱۱ یہ ملتا ہے اُس کو جو ڈرتا ہے کھڑے ہونے سے میرے سامنے اور

خَافَ وَعَبِيدٍ ۱۲ ۖ وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ

ڈرتا ہے میرے عذاب کے وعدہ سے ۱۲ اور فیصلہ (فتح) لگے مانگنے پیغمبر ۱۳ اور نامراد ہوا ہر ایک سرکش

عَنِيبٍ ۱۴ ۖ مِّنْ وَّرَآئِهِ جَهَنَّمُ ۖ وَيُسْفَىٰ مِنْ مَّاءٍ

ضدی (خند کرنے والا) ۱۴ پیچھے اُس کے دوزخ ہے اور پلائیں گے اُس کو پانی

صَدِيدٍ ۱۵ ۖ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ

پیپ کا ۱۵ گھونٹ گھونٹ پیتا ہے اُس کو اور گلے سے نہیں اتار سکتا ۱۶ اور چلی آتی ہے اس پر

الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ۖ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِنْ

موت ۱۷ ہر طرف (جگہ) سے اور وہ نہیں مرتا اور

وَّرَآئِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۱۸ ۖ مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا

اُس کے پیچھے عذاب ہے سخت ۱۸ حال اُن لوگوں کا جو منکر ہوئے

بِرَبِّهِمْ ۖ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ ۖ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي

اپنے رب سے اُن کے عمل ہیں جیسے وہ راکھ کہ زور کی چلے اُس پر ہوا

يَوْمٍ عَاصِفٍ ۖ لَا يَفْقِدُونَ مِنْهَا كَسَبُوا عَلٰٓىٰ شَيْءٍ ۖ

آندھی کے دن کچھ اُن کے ہاتھ میں نہ ہوگا اپنی کمائی میں سے

ذَٰلِكَ هُوَ الصَّلٰٓءُ الْبَعِيدُ ۱۹ ۖ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ

یہی ہے بہک کر دور جا پڑنا ۱۹ تو نے کیا نہیں دیکھا کہ اللہ نے بنائے

◆ انبیاء سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ | یعنی یہ تم کو کیا نکالیں گے ہم ہی ان ظالموں کو تباہ کر کے ہمیشہ کے لئے یہاں سے نکال دیں گے کہ پھر کبھی واپس نہ آسکیں۔ اور ان کی جگہ تم کو اور تمہارے مخلص وفاداروں کو زمین میں آباد کریں گے۔ دیکھ لو کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے مکہ سے نکالنا چاہا، وہ ہی نکالنا آخر اس کا سبب بن گیا کہ وہاں اسلام اور مسلمانوں کا دائمی تسلط ہوا اور کافر کا نشان باقی نہ رہے۔

◆ یعنی مذکورہ بالا کامیابی ان لوگوں کے لئے ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں یہ خیال کر کے کہ وہ ہماری تمام حرکتوں کو برابر دیکھ رہا ہے اور ایک دن حساب دینے کے لئے اس کے سامنے کھڑا ہونا ہے جہاں اس کے بے پناہ عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

◆ اللہ سے انبیاء کی استعانت | یعنی پیغمبروں نے خدا سے مدد مانگی اور فیصلہ چاہا۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے کہا تھا "فَاَفْتَحْ"

بَيْتِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي اِلْحٰ" لوط علیہ السلام نے کہا رَبِّ نَجِّنِي وَاهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ " شعیب علیہ السلام نے عرض کیا " رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ " موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی رَبَّنَا اِنَّكَ فِرْعَوْنٌ وَمَلَاةُ اِلْحٰ" اور کفار نے بھی جب دیکھا کہ اتنی طویل مدت سے عذاب کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں لیکن اسکے آثار کچھ نظر نہیں آتے تو استہزاء اور تمسخر سے کہنے لگے رَبَّنَا عَجَلْ لَنَا قِطْنًا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ " (ص - رکوع ۲۷) اور اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَامْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوْ نَبِّئْنَا بِعَذَابِ الْيَوْمِ (انفال - رکوع ۴) یہ تو قریش کے مقولے ہیں، قوم نوح نے کہا تھا فَاتِنَابَمَا تَعَذَّلْنَا " قوم شعیب نے کہا " فَاسْقُطْ عَلَيْنَا كِسْفًا " وغیر ذالک۔ غرض دونوں طرف سے فیصلہ کی جلدی ہونے لگی۔

◆ یعنی پیغمبروں کا خدا کو پکارنا تھا کہ مدد آئی اور ہر ایک سرکش اور ضدی نامراد ہو کر رہ گیا۔ جو کچھ خیالات پکار کھے تھے، ایک ہی پکڑ میں کا فور ہو گئے نہ وہ رہے نہ ان کی توقعات رہیں۔ ایک لمحہ میں سب کا خاتمہ ہوا۔

◆ دوزخیوں کا پانی | یعنی یہ تو یہاں کا عذاب تھا اس کے بعد آگے دوزخ کا بھیانک منظر ہے جہاں شدت کی تشنگی کے وقت ان کو

پپ پاپیپ جیسا پانی پلایا جائے گا۔

◆ یعنی خوشی سے کہاں پی سکیں گے۔ حدیث میں ہے کہ فرشتے لوہے کے گرز ہر پر مار کر زبردستی منہ میں ڈالیں گے۔ جس وقت منہ کے قریب

کریں گے شدت حرارت سے دماغ تک کی کھال اتر کر نیچے لنگ پڑے گی، منہ میں پینچ کر گلے میں پھنسے گا، بڑی مصیبت اور تکلیف کے ساتھ ایک ایک گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اتاریں گے۔ پیٹ میں پہنچنا ہوگا کہ آنتیں کٹ کر باہر آ جائیں گی۔ " وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاءَهُمْ " (محمد رکوع ۲) وَ اِنْ يَنْتَعِبْتُمْ اِنْعَامًا اِمْعَاءٌ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهُ " (کہف رکوع ۴) (اعاذنا اللہ منہا وسائر المؤمنین)

◆ دوزخ کے سخت احوال | یعنی اس کا پینا کیا ہوگا ہر طرف سے موت کا سامنا کرنا ہوگا، سر سے پاؤں تک ہر عضو بدن پر

سکرات موت طاری ہونگے، شش جہت سے مہلک عذاب کی چڑھائی ہوگی، اس زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے۔ لیکن موت بھی نہیں آئے گی۔ جو سب تکلیفوں کا خاتمہ کر دے۔ ایک عذاب کے پیچھے دوسرا تازہ عذاب آتا رہے گا۔ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَا لَهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ (نساء - رکوع ۸) ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى (اعلیٰ - رکوع ۱) سچ ہے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا۔

◆ کفار کے اعمال کی مثال | بعض کفار کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ آخر ہم نے دنیا میں بہت سے اچھے کام صدقہ خیرات کی مد میں کئے

ہماری خوش اخلاقی لوگوں میں مشہور ہوئی، بہتر سے آدمیوں کی مصیبت میں کام آئے اور کسی نہ کسی عنوان سے خدا کی پوجا بھی کی، کیا یہ سب کیا کرایا اور دیا لیا اس وقت کام نہ آئے گا؟ اس کا جواب اس تمثیل میں دیا۔ یعنی جسے خدا کی صحیح معرفت نہیں۔ محض فرضی اور وہمی خدا کو پوجتا ہے اس کے تمام اعمال محض بے روح اور بے وزن ہیں۔ وہ محشر میں اسی طرح اڑ جائیں گے جس طرح آندھی کے وقت جب زور کی ہوا چلے تو راکھ کے ذرات اڑ جاتے ہیں، اس وقت کفار نیک عمل سے بالکل خالی ہاتھ ہونگے حالانکہ وہ ہی موقع ہوگا جہاں نیک عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اللہ اکبر! یہ کیسی حسرت کا وقت ہوگا کہ جن اعمال کو ذریعہ قرب و نجات سمجھے تھے وہ راکھ کے ڈھیر کی طرح عین اس موقع پر بے حقیقت ثابت ہوئے جب دوسرے لوگ اپنی نیکیوں کے ثمر شیریں سے لذت اندوز ہو رہے ہیں۔ کہ بازار چنداں کے آگندہ تر تہی دست رادل پراگندہ تر۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِالْحَقِّ ۗ إِنَّ يَئِسَٰ بُرْهَانَ يَذُوبُ بِكُمْ وَ

آسمان اور زمین جیسی چاہئے اگرچاہے تم کو لے جائے اور

يَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۗ ﴿١٩﴾ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ

لانے کوئی پیدائش (مخلوق) نئی اور یہ اللہ کو کچھ

بِعَزِيْزٍ ۗ ﴿٢٠﴾ وَيَرْزُوا لِلَّهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعْفُوْا لِلَّذِيْنَ

مشکل نہیں اور سامنے کھڑے ہوں گے اللہ کے سامنے پھر کہیں گے کمزور

اسْتَكْبَرُوْا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ

بڑائی والوں کو ہم تو تمہارے تابع تھے سو بچاؤ گے

عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا كُوْهُدٰنَا

ہم کو اللہ کے کسی عذاب سے کچھ وہ کہیں گے اگر ہدایت کرتا (راہ پر لانا) ہم کو اللہ

اللّٰهُ لَهٰدِيْنَكُمْ سَوَآءٍ عَلَيْنَا اَجْرَعْنَا اَمْ صَبْرُنَا مَا

تو البتہ ہم تم کو ہدایت کرتے (راہ پر لاتے) اب برابر ہے ہمارے حق میں ہم بے قراری کریں یا صبر کریں

لَنَا مِنْ مَّحِيْبٍ ۗ ﴿٢١﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ

ہم کو نہیں خلاصی اور بولا شیطان جب فیصل ہو چکا

الْاَمْرٰنَ اللّٰهُ وَعَدَاكُمْ وَعَدَّ الْحَقُّ وَعَدَدْتُكُمْ

سب کام بے شک اللہ نے تم کو دیا تھا سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا

فَاَخْلَفْتُمْ ۗ وَمَا كَانَ لِيْ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا

پھر (سو) جھوٹا کیا اور میری تم پر کچھ حکومت نہ تھی مگر

دوسری زندگی کے دلائل | یعنی شاید کفار کو یہ خیال گزرے کہ جب مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے پھر دوبارہ زندگی کہاں۔ قیامت اور عذاب و ثواب وغیرہ سب کہانیاں ہیں، ان کو بتلایا کہ جس خدا نے آسمان و زمین کامل قدرت و حکمت سے پیدا کئے اسے تمہارا ازسرنو دوبارہ پیدا کرنا، یا کسی دوسری مخلوق کو تمہاری جگہ لے آنا کیا مشکل ہے؟ اگر آسمان و زمین کے محکم نظام کو دیکھ کر یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے اور قائم رکھنے والا کوئی صانع حکیم ہے جیسا کہ لفظ بالحق میں تشبیہ فرمائی تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اشرف المخلوقات (انسان) کو محض بے نتیجہ پیدا کیا ہوگا اور اس کی تخلیق و ایجاد سے کوئی عظیم الشان مقصد متعلق نہ ہوگا یقیناً اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہونی چاہئے جس میں آدم کی پیدائش کا مقصد عظیم اکمل و اتم طریقہ سے آشکارا ہو۔

یعنی سب سے بڑی عدالت میں پیشی ہوگی۔

آخرت میں کفار کی اپنے بڑوں سے مدد کا سوال | یہ اتباع اپنے متبوعین سے کہیں گے۔ یعنی دنیا میں تم بڑے بن کر بیٹھے تھے اور ہم نے تمہاری بہت تابعداری کی تھی۔ آج اس مصیبت کی گھڑی میں کچھ تو کام آؤ، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ عذاب الہی کے کسی حصہ کو ہم سے ذرا ہلکا کر دو۔ یہ دوزخ میں جانے کے بعد کہیں گے یا میدان حشر میں، ابن کثیر نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے لقولہ تعالیٰ وَاذِيتَحَا جُؤْنَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعْفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا آ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا۔ الآیۃ وغیر ذالک من الآیات . واللہ اعلم۔

ان کا جواب | یعنی اگر خدا دنیا میں ہم کو ہدایت کی توفیق دیتا تو ہم تم کو بھی اپنے ساتھ سیدھے راستہ پر لے چلتے۔ لیکن ہم نے ٹھوکر کھائی تو تمہیں بھی لے ڈوبے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس وقت اگر خدا تعالیٰ ہم کو اس عذاب سے نکلنے کی کوئی راہ بتلاتا تو ہم تمہیں وہ ہی راہ بتا دیتے۔ اب تو تمہاری طرح ہم خود مصیبت میں مبتلا ہیں، اور مصیبت بھی ایسی جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ نہ صبر کرنے اور خاموش رہنے سے فائدہ، نہ گھبرانے اور چلانے سے کچھ حاصل۔

أَنْ دَعَوْتَكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي، فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا

یہ کہ میں نے بلایا تم کو پھر تم نے مان لیا میری بات کو سوال الزام نہ دو مجھ کو اور الزام دو

أَنْفُسِكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِحِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِحِي إِيَّاي

اپنے آپ کو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچوں نہ تم میری فریاد کو پہنچو میں

كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ

منکر ہوں (مجھ کو قبول نہیں) جو تم نے مجھ کو شریک بنایا تھا اس سے پہلے البتہ جو ظالم ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۲۱ وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

ان کے لیے ہے عذاب دردناک اور داخل کئے گئے جو لوگ ایمان لائے تھے اور کام کئے تھے

الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

نیک باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں

فِيهَا بِأَذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۝۲۲ أَلَمْ تَرَ

ان میں اپنے رب کے حکم سے ان کی ملاقات ہے وہاں سلام تو نے دیکھا

كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ

کیسی بیان کی اللہ نے ایک مثال بات سحری جیسے ایک درخت

طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝۲۳

سحرا اس کی جڑ مضبوط ہے اور ٹہنے (شاخیں) ہیں آسمان میں

تَوْتِي أَكَلَهَا كُلِّ حِينٍ بِأَذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ

لاتا ہے پھل اپنا ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے اور بیان کرتا ہے اللہ

❖ **دوزخ میں شیطان کی تقریر** | یعنی حساب کتاب کے بعد جب جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کا فیصلہ ہو چکے گا اس وقت کفار دوزخ میں جا کر یا داخل ہونے سے پہلے ابلیس لعین کو الزام دیں گے کہ مردود تو نے دنیا میں ہماری راہ ماری اور اس مصیبت میں گرفتار کرایا۔ اب کوئی تدبیر مثلاً سفارش وغیرہ کا انتظام کر۔ تاکہ عذاب الہی سے رہائی ملے۔ تب ابلیس ان کے سامنے لیکچر دے گا جس کا حاصل یہ ہے کہ بے شک حق تعالیٰ نے صادق القول پیغمبروں کے توسط سے ثواب و عقاب اور دوزخ و جنت کے متعلق سچے وعدے کئے تھے جن کی سچائی دنیا میں دلائل و براہین سے ثابت تھی اور آج مشاہدے سے ظاہر ہے۔ میں نے اس کے بالمقابل جھوٹی باتیں کہیں اور جھوٹے وعدے کئے۔ جن کا جھوٹ ہونا وہاں بھی ادنیٰ فکر و تامل سے واضح ہو سکتا تھا اور یہاں تو آنکھ کے سامنے ہے۔ میرے پاس نہ حجت و براہان کی قوت تھی نہ ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک جھوٹی بات کے ماننے پر مجبور کر دیتا، بلاشبہ میں نے بدی کی تحریک کی اور تم کو اپنے مشن کی طرف بلایا، تم جھپٹ کر خوشی سے آئے اور میں نے جدھر شہ دی ادھر ہی اپنی رضا و رغبت سے چل پڑے۔ اگر میں نے اغوا کیا تھا تو تم ایسے اندھے کیوں بن گئے کہ نہ دلیل سنی نہ دعوے کو پرکھا آنکھیں بند کر کے پیچھے ہو لئے۔ انصاف یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ تم اپنے نفسوں پر ملامت کرو۔ میرا جرم اغواء بجائے خود رہا لیکن مجھے مجرم گردان کر تم کیسے بری ہو سکتے ہو۔ آج تم کو مدد دینا تو درکنار، خود تم سے مدد لینا بھی ممکن نہیں۔ ہم اور تم دونوں اپنے اپنے جرم کے موافق سزا میں پکڑے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک دوسرے کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا۔ تم نے اپنی حماقت سے دنیا میں مجھ کو خدائی کا شریک ٹھہرایا (یعنی بعض تو براہ راست شیطان کی عبادت کرنے لگے اور بہتوں نے اس کی باتوں کو ایسی طرح مانا اور اس کے احکام کے سامنے اس طرح سر تسلیم و انقیاد خم کیا جو خدائی احکام کے آگے کرنا چاہئے تھا) بہر حال اپنے جہل و غباوت سے جو شرک تم نے کیا تھا اس وقت میں اس سے منکر اور بیزار ہوں۔ **یا بُمَآئِشْرَ کُتْمُونِی** "میں بائے سبیت لیکر یہ مطلب ہو کہ تم نے مجھ کو خدائی کا رتبہ دیا اس سبب سے میں بھی کافر بنا۔ اگر میری بات کوئی نہ پوچھتا تو میں کفر و طغیان کے اس درجہ میں کہاں پہنچتا۔ اب ہر ایک ظالم اور مشرک کو اپنے کئے کی سزا اور دناک عذاب کی صورت میں بھگتنا چاہئے۔ شور مچانے اور الزام دینے سے کچھ حاصل نہیں۔ گزشتہ آیت میں **ضعفاء و مستکبرین** (عوام اور لیڈروں) کی گفتگو نقل کی گئی تھی اسی کی مناسبت سے یہاں دوزخیوں کے مہالیدر (ابلیس لعین) کی تقریر نقل فرمائی چونکہ عوام کا الزام اور ان کی استدعا دونوں جگہ یکساں تھی شاید اسی لئے شیطان کی گفتگو کے وقت اس کا ذکر ضروری نہیں معلوم ہوا۔ واللہ اعلم۔ مقصود ان مکالمات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ لوگ اس افراتفری کا تصور کر کے شیاطین الانس والجن کے اتباع سے باز رہیں۔

❖ یہ بطور مقابلہ کفار کی سزا کے بعد مومنین کا انجام بیان فرمایا۔

❖ **اہل جنت کا حال** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ دنیا میں "سلام" دعا ہے سلامتی مانگنے کی، وہاں سلام کہنا مبارکباد ہے سلامتی ملنے پر۔

❖ یعنی دیکھئے اور غور کیجئے، کیسی باموقع اور معنی خیز مثال ہے۔ عقل مند جس قدر اس میں غور کرے سیکڑوں باریکیاں نکلتی چلی آئیں۔

❖ "ستھری بات" میں کلمہ توحید، معرفت الہی کی باتیں، ایمان و ایمانیات، قرآن، حمد و ثنا، تسبیح و تہلیل، سچ بولنا سب داخل ہے۔

❖ اکثر روایات و آثار میں یہاں "ستھرے درخت" کا مصداق کھجور کو قرار دیا ہے، گو دوسرے ستھرے درخت بھی اس کے تحت میں

مندرج ہو سکتے ہیں۔

❖ **کلمہ طیبہ کی مثال** | یعنی اس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں پھیلی ہوں کہ زور کا جھکڑ بھی جڑ سے نہ اکھیڑ سکے اور چوٹی آسمان

سے لگی ہو یعنی شاخیں بہت اونچی اور زمینی کشافتوں سے دور ہوں۔

❖ یعنی کوئی فصل پھل سے خالی نہ جائے یا فرض کیجئے بارہ مہینے صبح و شام اس پر تازہ پھل لگا کرے۔

الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ

مثالیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ فکر کریں (سوچیں) اور مثال

كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ

گندی بات کی جیسے درخت گندا اکھاڑ لیا (پھینکا) اس کو

فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللَّهُ

زمین کے اوپر سے کچھ نہیں اس کو ٹھہراؤ (جماؤ) مضبوط کرتا ہے اللہ

الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي

ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور

الْآخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۖ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا

آخرت میں اور بچلا دیتا ہے (راہ بھلا دیتا ہے) اللہ بے انصافوں کو اور کرتا ہے اللہ جو

يَشَاءُ ﴿۲۷﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا

چاہے تو نے نہ دیکھا ان کو جنہوں نے بدل کیا اللہ کے احسان کا ناشکری

وَاحْلَوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا

اور اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں جو دوزخ ہے داخل ہوں گے اس میں

وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّوْا عَنْ

اور وہ بُرا ٹھکانا ہے اور ٹھہرائے اللہ کے لیے مقابل کہ بہکائیں لوگوں کو

سَبِيلِهِ ۖ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ

اس کی راہ سے تو کہہ مزا اڑالو پھر تم کو لوٹنا ہے طرف آگ کی کہہ دے

❖ کلمہ کفر کی مثال | کلمہ کفر، جھوٹی بات اور ہر ایک کلام جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو "کلمہ خبیثہ" میں داخل ہے۔

❖ اکثر نے اس سے حنظل (اندراجن) مراد لیا ہے گو عموم لفظ میں ہر خراب درخت شامل ہو سکتا ہے۔

❖ یعنی جڑ کچھ نہ ہو، ذرا اشارہ سے اکھڑ جائے۔ گویا اس کے بودے پن اور ناپائیداری کو ظاہر فرمایا، دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ مسلمانوں کا دعوائے توحید و ایمان پکا اور سچا ہے جس کے دلائل نہایت صاف و صحیح اور مضبوط ہیں، موافق فطرت ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں قلوب کی پہنائیوں میں اتر جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کی شاخیں آسمان قبول سے جا لگتی ہیں۔ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (فاطر۔ رکوع ۲۴) اس کے لطیف و شیریں ثمرات سے موحدین کے کام و دہن ہمیشہ لذت اندوز ہوتے ہیں۔ الغرض حق و صداقت اور توحید و معرفت کا سد ابھار درخت روز بروز پھولتا پھلتا اور بڑی پائیداری کے ساتھ اونچا ہوتا رہتا ہے اس کے برخلاف جھوٹی بات اور شرک و کفر کے دعوائے باطل کی جڑ بنیاد کچھ نہیں ہوتی۔ ہوا کے ایک جھٹکے میں اکھڑ کر جا پڑتا ہے۔ ناحق بات ثابت کرنے میں خواہ کتنے ہی زور لگائے جائیں، لیکن انسانی ضمیر اور فطرت کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں دل کی گہرائی میں نہیں پہنچتیں۔ تھوڑا دھیان کرنے سے غلط معلوم ہونے لگتی ہے۔ اسی لئے مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے یعنی سچ کی طرح اپنے پاؤں نہیں چلتا۔ نہ اس سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔ امام فخر الدین رازی نے صوفیاء کے طرز پر ان مثالوں کے بیان میں بہت اظہار سے کام لیا ہے۔ یہاں اس کے نقل کی گنجائش نہیں۔

❖ مومنین کی قوت کلمہ توحید میں ہے | یعنی حق تعالیٰ توحید و ایمان کی باتوں سے جن کی مضبوطی و پائیداری پچھلی مثال میں ظاہر کی گئی مومنین کو دنیا و آخرت میں مضبوط و ثابت قدم رکھتا ہے۔ رہی قبر کی منزل جو دنیا و آخرت کے درمیان برزخ ہے اس کو ادھر یا ادھر جس طرف چاہیں شمار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ سلف سے دونوں قسم کے اقوال منقول ہیں۔ غرض یہ ہے کہ مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمہ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسی ہی آفات و حوادث پیش آئیں، کتنا ہی سخت امتحان ہو، قبر میں نکیرین سے سوال و جواب ہو، محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو، ہر موقع پر یہی کلمہ توحید ان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔

❖ بے انصافوں سے مراد یہاں کفار و مشرکین ہیں، وہ دنیا میں بھی بچلے اور آخر تک بچلتے رہیں گے کبھی حقیقی کامیابی کا راستہ ہاتھ نہ لگے گا۔

❖ یعنی اپنی حکمت کے موافق جیسا معاملہ جس کے ساتھ مناسب ہوتا ہے کرتا ہے۔

❖ کفار کی ناشکری انکی تباہی ہے | اس سے کفار و مشرکین کے سردار مراد ہیں، خصوصاً رؤسائے قریش جن کے ہاتھ میں اس وقت عرب کی باگ تھی یعنی حق تعالیٰ نے ان پر کیسے احسان کئے، ان کی ہدایت کے لئے پیغمبر علیہ السلام کو بھیجا، قرآن اتارا، اپنے حرم اور بیت کا مجاور بنایا۔ عرب کی سرداری دی، انہوں نے ان نعمتوں اور احسانات کا بدلہ یہ کیا کہ خدا کی ناشکری پر کمر بستہ ہو گئے، اس کی باتوں کو جھٹلایا، اس کے پیغمبر سے لڑائی کی، آخر اپنی قوم کو لیکر تباہی کے گڑھے میں جا گرے۔

❖ یعنی خدا کے احسانات سے متاثر ہو کر منعم حقیقی کی شکرگزاری اور اطاعت شعاری میں لگتے، یہ تو نہ ہوا، اٹلے بغاوت پر کمر بستہ ہو گئے، خدا کے مقابل دوسری چیزیں کھڑی کر دیں جن پر خدائی اختیارات تقسیم کئے اور عبادت جو خدائے واحد کا حق تھا، وہ مختلف عنوانوں سے ان کے لئے ثابت کرنے لگے، تا اس سلسلہ میں اپنے ساتھ دوسروں کی راہ ماریں اور انہیں بہکا کر اپنے دام سیادت میں پھنسانے رکھیں۔

❖ یعنی بہتر ہے بیوقوفوں کو جال میں پھنسا کر چند روز جی خوش کر لو اور دنیا کے مزے اڑا لو، مگر تاکے آخر دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنا ہے۔ کیونکہ اس مزے اڑانے کا یہ ہی نتیجہ ہوگا۔ گویا یہ جملہ ایسا ہوا جیسے ایک طبیب کسی بد پرہیز مریض کو خفا ہو کر کہے "كُلْ مَا تَرِيدُ فَإِنَّ مَصِيرَكَ إِلَى الْمَوْتِ" جو تیرا جی چاہے کھا کیونکہ ایک دن یہ مرض تیری جان لے کر رہے گا۔

لِعِبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ يُنْفِقُوا

میرے بندوں کو جو ایمان لائے ہیں قائم رکھیں نماز اور خرچ کریں

مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ

ہماری دی ہوئی روزی میں سے پوشیدہ اور ظاہر (چھپے اور کھلے) پہلے اس سے کہ آئے

يَوْمًا لَا يَبِيعُ فِيهِ وَلَا خِلٌّ ۗ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ

وہ دن جس میں نہ سودا (خرید و فروخت) ہے نہ دوستی اللہ وہ ہے جس نے بنائے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ

آسمان اور زمین اور اتارا آسمان سے پانی پھر اس سے نکالی

بِهِ مِنَ الشَّجَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۗ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ

روزی تمہاری میوے اور کہنے میں کیا (کام میں دیں تمہارے کشتیاں کہ چلیں) تمہارے کشتی کو

لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۗ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ۗ

کہ چلے دریا میں اس کے حکم سے اور کام میں لگایا (دیں) تمہارے ندیوں (ندیاں) کو

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَايِبِينَ ۗ وَسَخَّرَ لَكُمُ

اور کام میں لگادیا تمہارے سورج اور چاند کو ایک دستور پر برابر اور کام میں لگادیا تمہارے

الْبَيْتَ وَالنَّهَارَ ۗ وَأَنْتُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ

رات اور دن کو اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی اور اگر

تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا ۗ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ

گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو بے شک آدمی بڑا بے انصاف ہے

❖ **مومنین کو نصیحت و تنبیہ** کفار کے احوال ذکر کرنے کے بعد مومنین مخلصین کو متنبہ فرماتے ہیں کہ وہ پوری طرح بیدار رہیں، وظائف عبودیت میں ذرا فرق نہ آنے دیں، دل و جان سے خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کریں کہ وہ بھی بہترین عبادت ہے۔ نمازوں کو ان کے حقوق و حدود کی رعایت کے ساتھ خشوع و خضوع سے ادا کرتے رہیں۔ خدا نے جو کچھ دیا ہے اس کا ایک حصہ خفیہ یا علانیہ مستحقین پر خرچ کریں۔ غرض کفار جو شرک اور کفرانِ نعمت پر تلے ہوئے ہیں ان کے بالمقابل مومنین کو جان و مال سے حق تعالیٰ کی طاعت و شکرگزاری میں مستعدی دکھلانا چاہئے۔

❖ **یوم حساب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا** یعنی نماز اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ نیکیاں اس دن کام آئیں گی، بیع و شراء یا محض دوستانہ تعلقات سے کام نہ نکلے گا۔ یعنی نہ وہاں نیک عمل کہیں سے خرید کر لاسکو گے نہ کوئی ایسا دوست بیٹھا ہے جو بدون ایمان و عمل صالح کے محض دوستانہ تعلقات کی بنا پر نجات کی ذمہ داری کر لے (ربط) پہلے کفار کی ناشکری کا ذکر تھا، پھر مومنین کو مراسم طاعت کی اقامت کا حکم دیکر شکرگزاری کی طرف ابھارا۔ آگے چند عظیم الشان نعمائے الہیہ کا ذکر فرماتے ہیں جو ہر مومن و کافر کے حق میں عام ہیں، تا انہیں سن کر مومنین کو شکرگزاری کی مزید ترغیب ہو اور کفار بھی غور کریں تو اپنے دل میں شرمائیں کہ وہ کیسے بڑے منعم و محسن شہنشاہ سے بغاوت کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں خدا تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت کے دلائل بھی بیان ہو گئے۔ ممکن ہے انہیں سن کر کوئی عاقل منصف شرکیات سے باز آجائے، یا عظمت و جبروت کے نشانات میں غور کر کے اس کی گرفت اور سزا سے ڈر جائے۔

❖ **اللہ تعالیٰ کے انعامات** یعنی آسمان کی طرف سے پانی اتارا، یا یہ مطلب ہو کر بارش کے آنے میں بخارات وغیرہ ظاہری اسباب کے علاوہ غیر مرئی سماوی اسباب کو بھی دخل ہے۔ دیکھو آفتاب کی شعاعیں تمام اشیاء کی طرح آتشیں شیشہ پر بھی پڑتی ہیں لیکن وہ اپنی مخصوص ساخت اور استعداد کی بدولت انہی شعاعوں سے غیر مرئی طور پر اس درجہ حرارت کا استفادہ کرتا ہے جو دوسری چیزیں نہیں کرتیں۔ چاند سمندر سے کتنی دور ہے، مگر اس کے گھٹنے بڑھنے سے سمندر کے پانی میں جزر و مد پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر بادل بھی کسی سماوی خزانہ سے غیر محسوس طریقہ پر مستفید ہوتا ہو تو انکار کی کوئی وجہ ہے

❖ یعنی حق تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت و حکمت سے پانی میں ایک قوت رکھی جو درختوں اور کھیتوں کے نشوونما اور بار آور ہونے کا سبب بنتی ہے۔ اسی کے ذریعے سے پھل اور میوے ہمیں کھانے کو ملتے ہیں۔

❖ **تسخیر بحر و انہار** یعنی سمندر کی خوفناک لہروں میں ذرا سی کشتی پر سوار ہو کر کہاں سے کہاں پہنچتے ہو اور کس قدر تجارتی یا غیر تجارتی فوائد حاصل کرتے ہو، یہ خدا ہی کی قدرت اور حکم سے ہے کہ سمندر کے تھپڑوں میں ذرا سی ڈونگی کو ہم جدھر چاہیں لئے پھرتے ہیں۔

❖ **تسخیر شمس و قمر** یعنی ندیوں میں پانی کا آنا اور کہیں سے کہیں پہنچنا گو کشتی کی طرح تمہارے کہنے میں نہیں، تا ہم تمہارے کام میں وہ بھی لگی ہوئی ہیں۔ اسی طرح چاند سورج جو ایک معین نظام اور ضابطہ کے موافق برابر چل رہے ہیں، کبھی تھکتے نہیں نہ رفتار میں فرق پڑتا ہے۔ یارات اور دن ایک دوسرے کے پیچھے ٹھہری ہوئی عادت کے موافق ہمیشہ چلے آتے ہیں یہ سب چیزیں گو اس معنی سے تمہارے قبضہ میں نہیں کہ تم جب چاہو اور جدھر چاہو ان کی قدرتی حرکت و تاثیر کو پھیر دو تا ہم تم بہت سے تصرفات و تدابیر کر کے ان کے اثرات سے بے شمار فوائد حاصل کرتے ہو اور انسانی تصرف و تدبیر سے قطع نظر کر کے بھی وہ قدرتی طور پر ہر وقت تمہاری کسی نہ کسی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، تم سوتے ہو، وہ تمہارا کام کرتے ہیں، تم چین سے بیٹھے ہو، وہ تمہارے لئے سرگرداں ہیں۔

❖ یعنی جو چیزیں تم نے زبانِ قال یا حال سے طلب کیں، ان میں سے ہر چیز کا جس قدر حصہ حکمت و مصلحت کے موافق تھا مجموعی طور پر تم سب کو دیا۔

❖ **اللہ کی نعمتیں شمار سے باہر ہیں** یعنی خدا کی نعمتیں اتنی بے شمار بلکہ غیر متناہی ہیں کہ اگر تم سب مل کر اجمالاً ہی گنتی شروع کرو تو تھک کر اور عاجز ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس موقع پر امام رازی نے نعمائے الہیہ کا بی شمار ہونا، اور علامہ ابوالسعود نے ان کا غیر متناہی ہونا ذرا بسط سے بیان فرمایا ہے اور صاحب روح المعانی نے ان کے بیانات پر مفید اضافہ کیا۔ یہاں اس قدر تطویل کی گنجائش نہیں۔

كَفَّارٌ ۴ ﴿۳۳﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ

ناشکر ﴿۳۳﴾ اور جس وقت کہا ابراہیم نے ﴿۳۳﴾ اے رب کروے اس شہر کو

أَمِنًا وَأَجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۗ رَبِّ

امن والا اور دور رکھ مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم پوجیں مورتوں کو ﴿۳۴﴾ اے رب

إِنَّهُمْ أَضَلُّنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۖ فَمَنْ تَبِعَنِي

انہوں نے گمراہ کیا (گمراہی میں ڈالا) بہت لوگوں کو ﴿۳۵﴾ سو (جو کوئی تیرے رستے پر چلا) جس نے پیروی کی میری

فَإِنَّهُ مِنِّي ۗ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۴ ﴿۳۶﴾

سو وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہنا مانا سو تو بخشنے والا مہربان ہے ﴿۳۶﴾

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ ذِي

اے رب میں نے بسایا ہے اپنی ایک اولاد کو میدان میں کہ جہاں

زُرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ

کھیتی نہیں تیرے محترم (حرمت والے) گھر کے پاس اے رب ہمارے تاکہ قائم رکھیں نماز کو

فَأَجْعَلْ أَعْيُنُنَا وَقَافِرًا مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْتُفِقَهُمْ

سورکھ بعضے لوگوں کے دل کہ مائل ہوں (جھکتے رہیں) ان کی طرف اور روزی دے ان کو

مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا

میوں سے شاید وہ شکر کریں ﴿۳۷﴾ اے رب ہمارے تو تو جانتا ہے جو کچھ

نُخْفِي وَمَا نَعْلُنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ

ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کچھ کرتے ہیں دکھا کر (کھول کر) اور مخفی نہیں اللہ پر کوئی چیز

یعنی جنس انسان میں بہترے بے انصاف اور ناسپاس ہیں، جو اتنے بیشمار احسانات دیکھ کر بھی منعم حقیقی کا حق نہیں پہچانتے۔

حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کو یاد کرو | روسائے قریش جن کی ناشکر گزاری اور شرک و کفر کا بیان اوپر اَلَمْ تَرَ اَلَّذِیْنَ

بَدَلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِلَیْهِمْ ہوا تھا، انہیں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر متنبہ کرتے ہیں کہ تم جن کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے کعبہ اللہ اور حرم شریف کے مجاور بنے بیٹھے ہو، انہوں نے اس کعبہ کی بنیاد خالص توحید پر رکھی تھی، ان ہی کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے یہ شہر مکہ آباد کیا اور پتھر لیے ریگستان میں ظاہری و باطنی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیے۔ وہ دنیا سے یہ ہی دعائیں اور وصیتیں کرتے ہوئے رخصت ہوئے کہ ان کی اولاد شرک کا طریقہ اختیار نہ کرے۔ اب تم کو سوچنا اور شکر مانا چاہئے کہ کہاں تک ان کی وصایا کا پاس کیا یا ان کی دعا سے حصہ پایا اور کس حد تک خدا تعالیٰ کے احسانات پر شکر گزار ہوئے۔

یعنی مکہ کو حرم آمن بنا دے (چنانچہ خدا نے بنا دیا) نیز مجھ کو اور میری اولاد کو ہمیشہ بت پرستی سے دور رکھ۔ غالباً یہاں اولاد سے خاص صلیبی اولاد مراد ہے سو آپ کی صلیبی اولاد میں یہ مرض نہیں آیا اور اگر عام ذریت مراد ہو تو کہا جائے گا کہ دعا بعض کے حق میں قبول نہیں ہوئی۔ باوجودیکہ حضرت ابراہیم معصوم پیغمبر تھے،

دعاء کا ایک خاص ادب | مگر یہ دعا کا ادب ہے کہ دوسروں سے پہلے آدمی اپنے لئے دعا کرے۔ اس قسم کی دعائیں جو انبیاء سے

منقول ہوں ان میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ پیغمبروں کی عصمت بھی خود ان کی پیدا کی ہوئی نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی حفاظت و صیانت سے ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ اسی کی طرف التجا کرتے ہیں جو انکی عصمت کا ضامن و کفیل ہوا ہے۔ تنبیہ | حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعائیں مکہ کی آبادی اور تعمیر کعبہ کے بعد کی ہیں۔ سورہ بقرہ میں اول پارہ کے ختم پر جس دعا کا ذکر ہے وہ البتہ بنائے کعبہ کے وقت حضرت اسمعیل کی معیت میں ہوئی۔ یہ دعائیں اس کے بہت زمانہ بعد پیرانہ سالی میں کی گئیں۔

یعنی یہ پتھر کی مورتیاں بہت آدمیوں کی گمراہی کا سبب ہوئیں۔

یعنی جس نے توحید خالص کا راستہ اختیار کیا اور میری بات مانی وہ میری جماعت میں شامل ہے۔ جس نے کہنا نہ مانا اور ہمارے راستہ سے علیحدہ ہو گیا تو آپ اپنی بخشش اور مہربانی سے اس کو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں۔ آپ کی مہربانی ہو تو وہ ایمان لا کر اپنے کورحمت خصوصی اور نجات ابدی کا مستحق بنا سکتا ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ آپ کو قدرت ہے اسے بھی بحالت موجودہ بخش دیں گو آپکی حکمت سے اس کا وقوع نہ ہو۔ تنبیہ | سورہ مائدہ کے آخر میں ہم نے حضرت خلیل کے اس قول اور ترجمہ علیہ السلام کے مقولے میں فرق بیان کیا ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

چھیل وادی میں حضرت اسمعیل کو چھوڑنا | یعنی اسمعیل علیہ السلام کو۔ کیونکہ دوسری اولاد حضرت اسحاق وغیرہ شام میں

تھے۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے آپ حضرت اسمعیل کو بحالت شیر خواری اور ان کی والدہ ہاجرہ کو یہاں چھیل میدان میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بعدہ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں پہنچے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمعیل کی تشنگی اور ہاجرہ کی بیتابی کو دیکھ کر فرشتے کے ذریعہ سے وہاں زمزم کا چشمہ جاری کر دیا۔ جرہم کے خانہ بدوش لوگ پانی دیکھ کر اتر پڑے اور ہاجرہ کی اجازت سے وہیں بسنے لگے۔ اسمعیل علیہ السلام جب بڑے ہوئے تو اسی قبیلہ میں ان کی شادی ہوئی۔ اس طرح جہاں آج مکہ ہے ایک بستی آباد ہو گئی۔ حضرت ابراہیمؑ کا ونگاہ ملک شام سے تشریف لایا کرتے تھے اور اس شہر اور شہر کے باشندوں کے لئے دعا فرماتے، کہ خداوند امین نے اپنی ایک اولاد کو اس شہر اور چھیل آبادی میں تیرے حکم سے تیرے معظّم و محترم گھر کے پاس لا کر بسایا ہے تا یہ اور اس کی نسل تیرا اور تیرے گھر کا حق ادا کریں تو اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل ادھر متوجہ کر دے کہ وہ یہاں آئیں جس سے تیری عبادت ہو اور شہر کی رونق بڑھے، نیز ان کی روزی اور جمععی کے لئے غیب سے ایسا سامان فرما دے کہ (غلہ اور پانی جو ضروریات زندگی ہیں ان سے گزر کر) عمدہ میوے اور پھلوں کی یہاں افراط ہو جائے تاکہ یہ لوگ اطمینان قلب کے ساتھ تیری عبادت اور شکر گزاری میں لگے رہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کی قبولیت | حق تعالیٰ نے یہ سب دعائیں قبول فرمائیں۔ آج تک ہر سال ہزاروں لاکھوں آدمی مشرق و مغرب سے کھنچ کھنچ کر وہاں جاتے ہیں۔ اعلیٰ قسم کے میوے اور پھلوں کی مکہ میں وہ افراط ہے جو شاید دنیا کے کسی حصہ میں نہ ہو۔ حالانکہ خود مکہ میں ایک بھی شہر دار و درخت موجود نہ ہوگا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں اَفْتَدَہٗ مِّنَ النَّاسِ (کچھ آدمیوں کے دل) کہا تھا، ورنہ سارا جہاں ٹوٹ پڑتا۔

فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿٣٨﴾ أَحْمَدُ لِلَّهِ الَّذِي

زمین میں نہ آسمان میں ﴿﴾ شکر ہے اللہ کا جس نے

وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي

بخشا مجھ کو اتنی بڑی عمر میں اسمعیل اور اسحاق بے شک میرا رب

لَسَبِّعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٩﴾ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ

سنتا ہے دعا کو ﴿﴾ اے رب میرے کر مجھ کو کہ قائم رکھوں نماز اور

ذُرِّيَّتِي قَبُولِ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴿٤٠﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَ

میری اولاد میں سے بھی اے رب میرے ﴿﴾ اور قبول کر میری دعا ﴿﴾ اے ہمارے رب بخش مجھ کو اور

لِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾ وَلَا

میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب ﴿﴾ اور ہرگز

تَحْسَبَنَّ اللَّهُ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ه إِنََّّمَا

مت خیال کر کہ اللہ بے خبر ہے ان کاموں سے جو کرتے ہیں بے انصاف ﴿﴾ ان کو تو

يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴿٤٢﴾ مُهْطِعِينَ

ڈھیل دے رکھی ہے (چھوڑ رکھا ہے) اس دن کے لیے کہ پتھر ا جائیں گی (کھلی رہ جائیں گی) آنکھیں ﴿﴾ دوڑتے ہوں گے

مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۗ وَ

اوپر اٹھائے اپنے سر پھر کر نہیں آئیں گی ان کی طرف ان کی آنکھیں اور

أَفْدَتْهُمُ هَوَاءٌ ﴿٤٣﴾ وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ

دل ان کے اڑ گئے ہوں گے ﴿﴾ اور ڈرادے لوگوں کو اس دن سے کہ آئے گا ان پر

❖ یعنی زمین و آسمان کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں۔ پھر ہمارا ظاہر و باطن کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ یہ جو فرمایا ”جو ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کرتے ہیں دکھا کر اس میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں لیکن تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔ الفاظ عام ہیں جو سب کھلی چھپی چیزوں کو شامل ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ظاہر میں دعا کی سب اولاد کے واسطے اور دل میں دعا منظور تھی پیغمبر آخرا الزمان کی۔

❖ یعنی بڑھاپے میں اسحق سارہ کے اور اسمعیل ہاجرہ کے لطن سے غیر متوقع طور پر عنایت کئے۔ جیسے آپ نے اولاد کے متعلق میری دعا رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ سنی یہ دعائیں بھی قبول فرمائیں۔

❖ یعنی میری ذریت میں ایسے لوگ ہوتے رہیں جو نمازوں کو ٹھیک طور پر قائم رکھیں۔

❖ یعنی میری سب دعائیں قبول فرمائیں۔

❖ حضرت ابراہیم کی اپنے والدین کیلئے دعاء کی توجیہ یہ دعا غالباً اپنے والد کے حالت کفر پر مرنے کی خبر موصول

ہونے سے پہلے کی۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ اسے اسلام کی ہدایت کر کے قیامت کے دن مغفرت کا مستحق بنا دے۔ اور اگر مرنے کی خبر ملنے کے بعد دعا کی ہے تو شاید اس وقت تک خدا تعالیٰ نے آپ کو مطلع نہیں کیا ہوگا کہ کافر کی مغفرت نہیں ہوگی۔ عقلاً کافر کی مغفرت محال نہیں، سمعاً متمنع ہے۔ سو اس کا علم سمع پر موقوف ہوگا اور قبل از سمع امکان عقلی معتبر رہے گا۔ بعض شیعہ نے یہ لکھا ہے کہ قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو جو کافر کہا گیا ہے وہ ان کے حقیقی باپ نہ تھے بلکہ چچا وغیرہ کوئی دوسرے خاندان کے بڑے تھے۔ واللہ اعلم۔

❖ ایک رکوع پہلے بہت سے نعمائے عظیمہ کا ذکر کر کے فرمایا تھا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (انسان بڑا ظالم اور ناشکر گزار ہے) بعدہ حضرت ابراہیم کا قصہ سنا کر کفار مکہ کو بعض خصوصی نعمتیں یاد دلائیں۔ اور ان کے ظلم و شرک کی طرف اشارہ کیا۔

کفار کے اعمال سے اللہ غافل نہیں ہے | اس رکوع میں متنبہ فرماتے ہیں کہ اگر ظالموں کو سزا ملنے میں کچھ دیر ہو تو یہ مت سمجھو کہ خدا ان کی حرکات سے بے خبر ہے، یاد رکھو ان کا کوئی چھوٹا بڑا کام خدا سے پوشیدہ نہیں۔ البتہ اس کی عادت نہیں ہے کہ مجرم کو فوراً پکڑ کر تباہ کر دے۔ وہ بڑے سے بڑے ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ یا اپنے جرائم سے باز آ جائے یا ارتکاب جرائم میں اس حد تک پہنچ جائے کہ قانونی حیثیت سے اس کے مستحق سزا ہونے میں کسی طرح کا خفا باقی نہ رہے۔ تنبیہ | لَا تَحْسَبَنَّ كَاخْتَابِ هِرَاسِ شَخْصٍ كُوْهُ جَسَ اِيَا خِيَالٍ كَز رَسَلْتَا هُو۔ اور اگر حضور کو خطاب ہے تو آپ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہوگا کہ جب حضور کو فرمایا کہ ایسا خیال مت کرو۔ حالانکہ ایسا خیال آپ کے قریب بھی نہ آ سکتا تھا تو دوسروں کے حق میں اس طرح کا خیال کس قدر واجب الاحترام ہونا چاہئے۔

❖ یعنی قیامت کے دن ہول اور دہشت سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

❖ محشر میں ظالموں کی حالت | یعنی محشر میں سخت پریشانی اور خوف و حیرت سے اوپر کو سر اٹھائے ٹٹنکی باندھے گھبرائے ہوئے

چلے آئیں گے۔ جدھر نظر اٹھ گئی ادھر سے ہٹے گی نہیں، ہکا بکا ہو کر ایک طرف دیکھتے ہونگے۔ ذرا پلک بھی نہ جھپکے گی۔ دلوں کا حال یہ ہوگا کہ عقل و فہم اور بہتری کی توقع سے یکسر خالی اور فرط دہشت و خوف سے اڑے جا رہے ہونگے۔ غرض ظالموں کے لئے وہ سخت حسرتناک وقت ہوگا۔ رہے مومنین قانتین سوان کے حق میں دوسری جگہ آچکا ہے ”لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ

الْمَلَائِكَةُ“ (الانبیاء رکوع ۷)

الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ

عذاب ♦ تب کہیں گے ظالم اے رب ہمارے مہلت دے ہم کو تھوڑی

قَرِيبٍ لَا يَجِبُ دَعْوَتَكَ وَتَتَّبِعِ الرَّسُلَ ۖ أَوْلَمْ تَتَكُونُوا

مدت تک کہ ہم قبول کر لیں تیرے بلائے کو اور پیروی کر لیں رسولوں کی ♦ کیا تم پہلے

أَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۗ وَسَكَنْتُمْ فِي

قسم نہ کھاتے تھے کہ تم کو نہیں دنیا سے ٹلنا (کچھ زوال) ♦ اور آباد تھے تم

مَسْكِنٍ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ

بستیوں میں انہی لوگوں کی جنہوں نے ظلم کیا اپنی جان پر اور کھل چکا تھا تم کو کہ کیسا کیا

فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمْ الْأَمْثَالَ ۗ وَقَدْ مَكَرُوا

ہم نے ان سے اور تھلائے ہم نے تم کو سب قسے ♦ اور یہ بنا چکے ہیں

مَكَرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرَهُمْ ۖ وَإِنْ كَانَ مَكْرَهُمْ

اپنا داؤ اور اللہ کے آگے ہے ان کا داؤ ♦ اور نہ ہو گا ان کا داؤ

لِنَزُولٍ مِنْهُ الْجِبَالُ ۗ فَلَا تَحْسِبَنَّ اللَّهُ مُخْلِِفًا

کٹل جائیں اس سے پہاڑ ♦ سو خیال مت کر کہ اللہ خلاف کرے گا

وَعْدِهِ رُسُلَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ۗ يَوْمَ

اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے ♦ بے شک اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا ♦ جس دن

تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ وَبَرَزُوا

بدلی جائے اس زمین سے اور زمین اور بدلے جائیں آسمان اور لوگ نکل کھڑے ہوں

۱ یا تو قیامت کا دن اور عذابِ اخروی مراد ہے یا موت کا وقت اور اس کے سکرات و قبضِ روح کی شدت یا دنیوی عذاب سے ہلاک ہونے کا دن ارادہ کیا جائے۔

۲ کفار کا مہلت مانگنا | اگر یہ کہنا دنیا میں عذاب یا موت کی شدت دیکھ کر ہوتی تو مطلب ظاہر ہے کہ ابھی چند روز کی ہم کو اور مہلت دیجئے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ اپنا رویہ درست کر لیں گے۔ یعنی حق کی دعوت کو قبول کر کے انبیاء کی پیروی اختیار کریں گے کما قال تعالیٰ حَتَّىٰ اِذَا جَاءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْ دَاعِمِلٌ صَالِحًا (المومنون رکوع ۶) اور اگر ان کا یہ مقولہ قیامت کے دن ہوگا۔ تب مہلت طلب کرنے کے معنی یہ ہونگے کہ ہم کو دوبارہ تھوڑی مدت کے لئے دنیا میں بھیج دیجئے، پھر دیکھئے ہم کیسی وفاداری دکھلاتے ہیں کما قال تعالیٰ وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا ابْصُرْنَا وَ سَمِعْنَا فَا رْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا (السجدہ رکوع ۲)

۳ یعنی تم وہ ہی تو ہو جن میں کے بعض مغرور و بے باک زبانِ قال سے اور اکثر زبانِ حال سے قسمیں کھاتے تھے کہ ہماری شان و شکوہ کو کبھی زوال نہیں، نہ کبھی مر کر خدا کے پاس جانا ہے۔ ”وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اِيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَن يَّمُوْتُ“ (نحل رکوع ۵) یہ ان کے جواب میں خدا کی طرف سے کہا جائے گا۔

۴ کفار کو تنبیہ | یعنی تمہارے پچھلے ان ہی بستیوں میں یا ان کے آس پاس آباد ہوئے جہاں اگلے ظالم سکونت رکھتے تھے۔ اور ان ہی کی عادات و اطوار اختیار کریں، حالانکہ تاریخی روایات اور متواتر خبروں سے ان پر روشن ہو چکا تھا کہ ہم اگلے ظالموں کو کیسی کچھ سزا دے چکے ہیں اور ہم نے اممِ ماضیہ کے یہ قصے کتب سماویہ میں درج کر کے انبیاء علیہم السلام کی زبانی ان کو آگاہ بھی کر دیا تھا، مگر انہیں ذرہ بھر عبرت نہ ہوئی۔ اسی سرکشی، عناد اور عداوتِ حق پر اڑے رہے۔ حِكْمَةٌ بِالْعِثَّةِ فَمَا تَعْنِ الشُّذُرُ (القمر رکوع ۱)

۵ کفار کے داؤ تہیج | یعنی سب اگلے پچھلے ظالم اپنے اپنے داؤ کھیل چکے ہیں۔ انبیاء کے مقابلہ میں حق کو دبانے اور مٹانے کی کوئی تدبیر اور سازش انہوں نے اٹھا نہیں رکھی۔ ان کی سب تدبیریں اور داؤ گھات خدا کے سامنے ہیں اور ایک ایک کر کے محفوظ ہیں وہ ہی ان کا بدلہ دینے والا ہے۔

۶ یعنی انہوں نے بہترے داؤ کر کے دیکھ لئے مگر خدا کی حفاظت کے آگے سب ناکام رہے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی مکاریاں پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ٹلا دیں یعنی انبیاء علیہم السلام اور شرائعِ حقہ جو پہاڑوں سے زیادہ مضبوط و مستقیم ہوتے ہیں ان کی مکاریوں سے ڈگمگا جائیں؟ حاشا وکلا۔ اس تفسیر کے موافق ”وَ اِنْ كَانْ مَكْرُهُمْ الْخِيَا نٌ“ نافیہ ہوگا، اور آیت کا مضمون ”وَلَا تَسْمِسُ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا، اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا“ (بنی اسرائیل رکوع ۴) کے مشابہ ہوگا۔ بعض مفسرین نے ”اِنْ“ شرطیہ اور واؤ وصلیہ لے کر آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے داؤ چلے جو حفاظتِ الہی کے سامنے ہیج ثابت ہوئے۔ اگرچہ ان کے داؤ فی حد ذاتہ ایسے زبردست تھے جو ایک مرتبہ پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا ڈالیں۔

۷ یعنی وہ وعدہ جو اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا اور كَتَبَ اللّٰهُ لَا غَلْبَانَ اَنَا وَرُسُلِيْ وغیرہ آیات میں کیا گیا ہے۔

۸ نہ مجرم اس سے چھوٹ کر بھاگ سکتا ہے نہ وہ خود ایسے مجرموں کو سزا دے بدون چھوڑ سکتا ہے۔

لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۳۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ

سامنے اللہ اکیلے زبردست کے ﴿۳۸﴾ اور دیکھے تو گنہگاروں کو اس دن

مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۳۹﴾ سَرَابِيلُهُمْ مِّنْ قِطْرَانِ

باہم جکڑے ہوئے زنجیروں میں ﴿۳۹﴾ کرتے ان کے ہیں گندھک کے ﴿۳۹﴾

وَتَغْشَىٰ وُجُوهُهُمُ النَّارُ ﴿۴۰﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ

اور ڈھانکے لیتی ہے ان کے منہ کو آگ ﴿۴۰﴾ تاکہ بدلہ دے اللہ ہر ایک

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾

جی کو اس کی کمائی کا بے شک اللہ جلد کرنے والا ہے ﴿۴۱﴾ حساب

هَذَا بَلَاءٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذِرُوا بِهِ وَيَعْلَمُوا أَنَّمَا

یہ خبر پہنچا دینی ہے لوگوں کو اور تاکہ چونک جائیں اس سے اور تاکہ جان لیں کہ

هُوَ إِلَهٌُ وَاحِدٌ ۗ وَليَدَّكُرْ أُولَٰئِكَ الْأَبَابِ ﴿۴۲﴾

معبود وہی ہے ایک ہے اور تاکہ سوچ لیں عقل والے ﴿۴۲﴾

آيَاتُهَا ۹۹ ﴿۱۵﴾ سُورَةُ الْحَجْرِ مَكِّيَّةٌ ﴿۵۳﴾ رُكُوعَاتُهَا ۶

سورہ حجر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی نشانوے آیتیں ہیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الرَّتْفِ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُّبِينٍ ﴿۱﴾

آلہ یہ آیتیں ہیں کتاب کی ﴿۱﴾ اور واضح قرآن کی ﴿۱﴾

قیامت میں زمین و آسمان کی تبدیلی | قیامت کو یہ زمین و آسمان بہیأت موجودہ باقی نہ رہیں گے، یا تو ان کی ذوات ہی بدل دی جائیں گی یا صرف صفات میں تغیر ہوگا اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شاید متعدد مرتبہ تبدیل و تغیر کی نوبت آئے گی۔ واللہ اعلم۔ سامنے کھڑے ہونے کا مطلب وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفَاءُ لَخِ كَتُمَّ بِنُفُسِهِمْ وَالَّذِينَ حَبِطَتِ اُذُنُهُمْ لَخِ كَتُمَّ بِنُفُسِهِمْ وَالَّذِينَ حَبِطَتِ اُذُنُهُمْ لَخِ كَتُمَّ بِنُفُسِهِمْ۔

یعنی ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم اکٹھے زنجیروں میں باندھے جائیں گے کما قال تعالیٰ اُحْشِرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا اَوْ اَزْوَاجِهِمْ (صافات رکوع ۲) وقال تعالیٰ وَاذِ النُّفُوسُ زُوِّجَتْ (تکویر رکوع ۱) دوزخیوں کے کرتے | جس میں آگ بہت جلد اور تیزی سے اثر کرتی ہے اور سخت بدبو ہوتی ہے پھر جیسی جہنم کی آگ ویسی ہی وہاں کی گندھک سمجھ لیجئے۔

چہرہ چونکہ حواس و مشاعر کا محل اور انسان کے ظاہری اعضا میں سب سے اشرف عضو ہے اس لئے اس کو خصوصیت سے ذکر فرمایا جیسے دوسری جگہ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ میں قلب کا ذکر کیا ہے۔

سریع الحساب کے معنی | یعنی جس بات کا پیش آنا بالکل یقینی ہے، اسے دور مت سمجھو کما قال تعالیٰ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ (الانبیاء رکوع ۱) یا یہ مطلب ہے کہ جس وقت حساب ہوگا پھر دیر نہ لگے گی۔ تمام اولین و آخرین جن وانس کے ذرہ ذرہ عمل کا حساب بہت جلد ہو جائے گا۔ کیونکہ نہ خدا پر کوئی چیز مخفی ہے نہ اس کو ایک شان دوسری شان سے مشغول کرتی ہے۔ مَا خَلَقَكُمْ وَلَا يَعْشُقُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمن رکوع ۳)

یعنی خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اور خدا سے ڈر کر اس کی آیات میں غور کریں جس سے اس کی وحدانیت کا یقین حاصل ہو اور عقل و فکر سے کام لیکر نصیحت پر کار بند ہوں۔ تم سورة ابراهيم عليه السلام وللہ الحمد والمنة

سورة الحجر

یعنی یہ اس جامع اور عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں جس کے مقابلہ میں کوئی دوسری کتاب ”کتاب“ کہلانے کی مستحق نہیں۔

اور اس قرآن کی آیتیں ہیں جس کے اصول نہایت صاف، دلائل روشن، احکام معقول، وجوہ اعجاز واضح اور بیانات شگفتہ اور فیصلہ کن ہیں، لہذا آگے جو کچھ بیان کیا جانے والا ہے مخاطبین کو پوری توجہ سے سنانا چاہئے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿۱﴾

کسی وقت آرزو کریں گے یہ لوگ جو منکر ہیں کیا اچھا ہوتا جو ہوتے مسلمان

ذُرَّهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ

چھوڑ دے ان کو کھالیں اور برت لیں (فائدہ اٹھائیں) اور امید میں (پر بھولے) لگے رہیں سو آئندہ

يَعْلَمُونَ ﴿۲﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرِيْبَةٍ إِلَّا وَلَهَا

معلوم کر لیں گے اور کوئی بستی ہم نے غارت نہیں کی مگر اس کا وقت

كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ﴿۳﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا

لکھا ہوا تھا مقرر نہ سبقت کرتا ہے کوئی فرق اپنے وقت مقرر سے اور نہ

يَسْتَأْخِرُونَ ﴿۴﴾ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ

پہنچے رہتا ہے اور لوگ کہتے ہیں اے وہ شخص کہ تجھ پر اترا ہے

الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿۵﴾ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَكَةِ

قرآن (نصیحت) تو بے شک دیوانہ ہے کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس فرشتوں کو

إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ مَا نُنزِّلُ الْمَلَكَةَ

اگر تو سچا ہے ہم نہیں اتارتے فرشتوں کو

﴿۱﴾ کفار کو مسلمان نہ ہونے کی حسرت | یعنی آج منکرین نے قرآن و اسلام جیسی عظیم الشان نعمت الہیہ کی قدر نہیں کی لیکن ایسا وقت آنے والا ہے جب یہ لوگ اپنی محرومی پر ماتم کریں گے اور دستِ حسرت مل کر کہیں گے کاش ہم مسلمان ہوتے! وہ وقت کب آئے گا؟ اس میں اختلاف ہوا ہے ہم ابن الانباری کے قول کے موافق اس کو عام رکھتے ہیں یعنی دنیا و آخرت میں جو مواقع کافروں کی نامرادی اور مسلمانوں کی کامیابی کے پیش آتے رہیں گے ہر موقع پر کفار کو رہ کر اپنے مسلمان ہونے کی تمنا اور نعمت اسلام سے محروم رہ جانے کی حسرت ہوگی۔ اس سلسلہ میں پہلا موقع تو جنگ بدر کا تھا جہاں کفار مکہ نے مسلمانوں کی طرف کھلا ہوا غلبہ اور تائید غیبی دیکھ کر اپنے دلوں میں محسوس کیا کہ جس اسلام نے فقراے مہاجرین اور اوس و خزرج کے کاشکاروں کو اونچی ناک والے قریشی سرداروں پر غالب کیا، افسوس ہم اس دولت سے محروم ہیں۔ اسی طرح اسلامی فتوحات و ترقیات کی ہر ایک منزل پر کفار کو اپنی

تہی دستی و حرمان پر پچھتانا اور دل سے اشک حسرت بہانے کا موقع ملتا رہا۔ انتہائی حسرت و افسوس کا مقام وہ ہوگا جب فرشتہ جان نکالنے کے لئے سامنے کھڑا ہے اور عالم غیب کے حقائق آنکھوں سے نظر آرہے ہیں۔ اس وقت ہاتھ کاٹیں گے اور آرزو کریں گے کہ کاش ہم نے اسلام قبول کر لیا ہوتا کہ آج عذاب بعد الموت سے محفوظ رہ سکتے۔ اس سے بھی بڑھ کر یا اس انگیزہ نظرہ وہ ہوگا جو طبرانی کی حدیث میں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے بہت سے آدمی اپنے گناہوں کی بدولت جہنم میں جائیں گے اور جب تک خدا چاہے گا وہاں رہیں گے۔ بعدہ مشرکین ان پر طعن کریں گے کہ تمہارے ایمان و توحید نے تم کو کیا فائدہ دیا؟ تم بھی آج تک ہماری طرح دوزخ میں ہو، اس پر حق تعالیٰ کسی موحد کو جہنم میں نہ چھوڑے گا۔ یہ فرما کر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھی ”رَبَّمَا يَوْذُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ“ گویا یہ آخری موقع ہوگا جب کفار اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے۔

❖ یعنی جب کوئی نصیحت کارگر نہیں تو آپ انکے غم میں نہ پڑیے بلکہ چند روز انہیں بہائم کی طرح کھانے پینے دیجئے۔ یہ خوب دل کھول کر دنیا کے مزے اڑالیں اور مستقبل کے متعلق لمبی چوڑی امیدیں باندھتے رہیں عنقریب وقت آیا چاہتا ہے جب حقیقت حال کھل جائے گی اور اگلا پچھلا کھایا پیاسا سب نکل جائے گا۔ چنانچہ کچھ تو دنیا ہی میں مجاہدین کے ہاتھوں حقیقت کھل گئی۔ اور پوری تکمیل آخرت میں ہو جائے گی۔

❖ ہر قوم کی ہلاکت کا وقت معین ہے | یعنی جس قدر بستیاں اور قومیں پہلے ہلاک کی گئیں، خدا کے علم میں ہر ایک کی ہلاکت کا ایک وقت معین تھا جس میں نہ بھول چوک ہو سکتی تھی نہ غفلت اور نہ خدا کا وعدہ ٹل سکتا تھا جب کسی قوم کی میعاد پوری ہوئی اور تعذیب کا وقت آپہنچا، ایک دم میں غارت کر دی گئی۔ موجودہ کفار بھی امہال و تاخیر عذاب پر مغرور نہ ہوں۔ جب ان کا وقت آئے گا خدائی سزا سے بچ نہ سکیں گے۔ جو تاخیر کی جارہی ہے اس میں خدا کی بہت حکمتیں ہیں۔ مثلاً ان میں سے بعض کا یا بعض کی اولاد کا ایمان لانا مقدر ہے۔ فوری عذاب کی صورت میں اس کے وقوع کی کوئی صورت نہیں۔

❖ یعنی امم مہلکہ کی تخصیص نہیں بلکہ ہر قوم کے عروج و زوال یا موت و حیات کی جو میعاد مقرر ہے وہ اس سے ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔

❖ آنحضرتؐ سے استہزاء | مشرکین مکہ یہ الفاظ محض بطریق استہزاء و استخفاف کہتے تھے یعنی آپ سب سے آگے بڑھ کر خدا کے یہاں سے قرآن لے آئے، دوسروں کو احمق و جاہل بتلانے لگے بلکہ ساری دنیا کو الٹی میٹم دیا، اس پر یہ دعویٰ ہے کہ آخر میں ہی غالب ہونگا اور ایک وقت آئے گا کہ منکرین حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہو جاتے۔ یہ کونسی عقل و ہوش کی باتیں ہیں؟ کھلی ہوئی دیوانگی ہے اور جو پڑھ کر سناتے ہو مجنون کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ (العیاذ باللہ)

❖ اگر بارگاہ احدیت میں آپ کو ایسا ہی قرب حاصل ہے اور ساری قوم میں سے خدا نے منصب رسالت کے لئے آپ کا انتخاب کیا ہے تو فرشتوں کی خدائی فوج آپ کے ساتھ کیوں نہ آئی۔ جو کھلم کھلا آپ کی تصدیق کرتی اور ہم سے آپ کی بات منواتی، نہ مانتے تو فوراً سزا دیتی۔

إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذَا مُنْظَرِينَ ① إِنَّا نَحْنُ

مگر کام پورا (ٹھیک) کر کے اور اس وقت نہ ملے گی ان کو مہلت ♦ ہم نے

نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ② وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا

آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں ♦ اور ہم بھیج چکے ہیں رسول

مِن قَبْلِكَ فِي شِعَابِ الْأَوَّلِينَ ③ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّن

تجھ سے پہلے اگلے فرقوں میں اور نہیں آتا ان کے پاس

رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ④ كَذَلِكَ نَسُكُّهُ

کوئی رسول مگر کرتے رہے ہیں اس سے ہنسی ♦ اسی طرح ہٹھادیتے ہیں ہم اس کو

فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ⑤ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ

دل میں گنہگاروں کے ♦ یقین نہ لائیں گے اس پر اور ہوتی آئی ہے

سُنَّتُهُ الْأَوَّلِينَ ⑥ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ

رسم پہلوں کی ♦ اور اگر ہم کھول دیں ان پر دروازہ آسمان سے

فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرَجُونَ ⑦ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكَّرَتْ

اور سارے دن اس میں چڑھتے رہیں تو بھی یہی کہیں گے کہ باندھ دیا ہے

♦ فرشتوں کا نزول حکمت کے مطابق ہوتا ہے | یعنی ماننے والوں کے لئے اب بھی کافی سے زائد نشان موجود ہیں۔ باقی

جن کا ارادہ ہی ماننے کا نہیں وہ فرشتوں کے آنے پر بھی نہ مانیں گے پھر ان کے اتارنے میں کیا فائدہ ہے۔ حق تعالیٰ فرشتوں کو زمین

پر اپنی حکمت کے موافق کسی غرض صحیح کے لئے بھیجتے ہیں، یوں ہی بے فائدہ تماشا دکھانا مقصود نہیں ہوتا۔ عموماً عادت اللہ یہی ہے کہ

جب کسی قوم کی سرکشی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور سارے مراحل تقسیم و ہدایت کے طے ہو جاتے ہیں تو فرشتوں کی فوج اس کے ہلاک

کرنے کے لئے بھیجی جاتی ہے پھر اس کو قطعاً مہلت نہیں دی جاتی۔ اگر تمہاری خواہش کے موافق فرشتے اتارے جائیں تو اس سے

صرف یہ ہی ایک مقصد ہو سکتا ہے کہ تم کو بلا تاخیر ہلاک کر دیا جائے جو فی الحال حکمت الہی کے موافق نہیں کیونکہ ابھی اس کا وقت نہیں

آیا، یہ تو آخری صورت ہے جو سب منزلیں طے ہو چکیں اور سب کام ختم کئے جانے کے بعد ظہور پذیر ہوتی ہے۔

♦ **حفاظت قرآن کا وعدہ الہی** | یعنی تمہارا استہزاء و تعنت اور قرآن لانے والے کی طرف جنون کی نسبت کرنا، قرآن و حامل قرآن پر قطعاً اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو اس قرآن کے اتارنے والے ہم ہیں اور ہم ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے جس شان اور ہیبت سے وہ اترا ہے بدون ایک شوشہ یا زبر زبر کی تبدیلی کے چار دانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ و مصون رکھا جائے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول و احکام کبھی نہ بدلیں گے، زبان کی فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کی مویشگافیاں کتنی ہی ترقی کر جائیں، پر قرآن کی صورتی و معنوی اعجاز میں اصلاً ضعف و انحطاط محسوس نہ ہوگا۔ تو میں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے یا گم کر دینے میں ساعی ہوں گی۔ لیکن اس کے ایک نقطہ کو گم نہ کر سکیں گی۔ حفاظت قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدہ الہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب و مغرور مخالفوں کے سر نیچے ہو گئے۔ ”میوز“ کہتا ہے ”جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔ ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں۔“ واقعات بتلاتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے ایسا رہا کیا جس نے قرآن کے علوم و مطالب اور غیر منقضی عجائب کی حفاظت کی۔ کاتبوں نے رسم الخط کی، قاریوں نے طرزِ ادا کی، حافظوں نے اس کے الفاظ و عبارات کی وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک زیر زبر تبدیل نہ ہو سکا۔ کسی نے قرآن کے رکوع گن لئے۔ کسی نے آیتیں شمار کیں، کسی نے حروف کی تعداد بتلائی حتیٰ کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کر ڈالا۔ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لحد اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جاسکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظ قرآن کی موجود نہ رہی ہو۔ خیال کرو آٹھ دس سال کا ہندوستانی بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جزء کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی ضخیم کتاب جو مشابہات سے پر ہے، کس طرح فر فر سنا دیتا ہے۔ پھر کسی مجلس میں ایک بڑے باوجاہت عالم و حافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا اعراب کی فرو گذاشت ہو جائے تو ایک بچہ اس کو ٹوک دیتا ہے۔ چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے لگا کرتے ہیں، ممکن نہیں کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں۔ حفظ قرآن کے متعلق یہ ہی اہتمام و اعتناء عہد نبوت میں سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے۔ اسی کی طرف ”وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ فرما کر اس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی۔

♦ **آنحضرت کو تسلی** | آپ کو تسلی دی گئی کہ ان کی تکذیب و استہزاء سے دلگیر نہ ہوں، یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ منکرین کی عادت رہی ہے کہ جب کوئی پیغمبر آیا اس کی ہنسی اڑائی، کبھی مجنون کہا۔ کبھی محض دق کرنے کے لئے لغو اور زور از کار مطالبے کرنے لگے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہا تھا ”إِنَّ رَسُولَكُمْ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ“ (شعراء رکوع ۲) اور وہ ہی فرشتوں کی فوج لانے کا مطالبہ کیا جو قریش آپ سے کر رہے تھے۔ ”لَوْلَا أَلْقَىٰ عَلَيْهِ آسُورَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِينَ“۔ (زخرف رکوع ۵)

♦ یعنی جو لوگ ارتکابِ جرائم سے باز نہیں آتے ہم ان کے دلوں میں اسی طرح استہزاء و تکذیب کی عادت جاگزیں کر دیتے ہیں۔ جب ان کے دل میں کانوں کے راستہ سے وحی الہی جاتی ہے تو ساتھ ساتھ تکذیب بھی چلی جاتی ہے۔

♦ یعنی ہمیشہ یوں ہی جھٹلاتے اور ہنسی کرتے آئے ہیں اور سنت اللہ یہ رہی ہے کہ متمرّدین ہلاک و رسوا کئے جاتے رہے اور انجام کار حق کا بول بالا رہا۔

أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ ﴿١٥﴾ ۴ وَلَقَدْ

ہماری نگاہ کو نہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو ہوا ہے اور ہم نے

جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ﴿١٦﴾ ۴ وَ

بنائے ہیں آسمان میں برج اور رونق دی اس کو دیکھنے والوں کی نظر میں اور

حَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ﴿١٧﴾ ۴ إِلَّا مَنْ اسْتَرَقَ

محفوظ رکھا ہم نے اس کو ہر شیطان مُردود سے مگر جو چوری سے

السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ سِهَابٌ مُبِينٌ ﴿١٨﴾ ۴ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا

سن بھاگا سوا اس کے پیچھے پڑا انگارہ چمکتا ہوا اور زمین کو ہم نے پھیلا یا

وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

اور رکھ دیے اس پر بوجھ (پہاڑ) اور اگائی اس میں ہر چیز

مَّوْزُونٍ ﴿١٩﴾ ۴ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ

اندازے سے اور بنا دیے تمہارے واسطے اس میں معیشت کے اسباب اور وہ چیزیں

لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ﴿٢٠﴾ ۴ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا

جن کو تم روزی نہیں دیتے اور ہر چیز کے ہمارے پاس

﴿١﴾ کفار کی ضد اور ہٹ دھرمی یعنی فرشتوں کا اتارنا تو اس قدر عجیب نہیں، اگر ہم آسمان کے دروازے کھول کر خود انہیں اوپر چڑھادیں اور یہ دن بھر اسی شغل میں رہیں، تب بھی ضدی اور معاند لوگ حق کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ اس وقت کہہ دیجئے کہ ہم پر نظر بندی یا جادو کیا گیا ہے۔ شاید ابتداء میں نظر بندی سمجھیں اور آخر میں بڑا جادو قرار دیں۔

﴿٢﴾ آسمان میں "برج" سے یہاں بڑے بڑے سیارات مراد ہیں بعض نے منازل شمس و قمر کا ارادہ کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ برج وہ آسمانی قلعے ہیں جن میں فرشتوں کی جماعتیں پہرہ دیتی ہیں۔

﴿٣﴾ اہل نظر کے لئے دلائل توحید یعنی آسمان کو ستاروں سے زینت دی۔ رات کے وقت جب بادل اور گردوغبار نہ ہو، بیشمار ستاروں کے قہموں سے آسمان دیکھنے والوں کی نظر میں کسی قدر خوبصورت اور پر عظمت معلوم ہوتا ہے اور غور و فکر کرنے والوں کے

لئے اس میں کتنے نشان حق تعالیٰ کی صنعت کاملہ، حکمت عظیمہ اور وحدانیت مطلقہ کے پائے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان سے فرشتے اتارنے یا ان کو آسمان پر چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اگر ماننا چاہیں تو آسمان وزمین میں قدرت کے نشان کیا تھوڑے ہیں جنہیں دیکھ کر سمجھ دار آدمی تو حید کا سبق بہت آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ ایسے روشن نشان دیکھ کر انہوں نے کیا معرفت حاصل کی؟ جو آئندہ توقع رکھی جائے۔

❖ شیاطین اور شہاب ثاقب | یعنی آسمانوں پر شیاطین کا کچھ عمل دخل نہیں چلتا۔ بلکہ بعثت محمدی ﷺ کے وقت سے تو ان کا گذر

بھی وہاں نہیں ہو سکتا۔ اب انتہائی کوشش ان کی یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ قائم کر کے آسمان کے قریب پہنچیں اور عالم ملکوت کے نزدیک ہو کر اخبار غیبیہ کی اطلاعات حاصل کریں، اس پر بھی فرشتوں کے پہرے بٹھا دیے گئے ہیں کہ جب شیاطین ایسی کوشش کریں اوپر سے آتشبازی کی جائے۔ نصوص قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوینی امور کے متعلق آسمانوں پر جب کسی فیصلہ کا اعلان ہوتا ہے اور خداوند قدوس اس سلسلہ میں فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا ہے تو وہ اعلان ایک خاص کیفیت کے ساتھ اوپر سے نیچے کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے آخر سماء دنیا پر اور بخاری کی ایک روایت کے موافق ”عنان“ (بادل) میں فرشتے اس کا ندا کرہ کرتے ہیں۔ شیاطین کی کوشش ہوتی ہے کہ ان معاملات کے متعلق غیبی معلومات حاصل کریں، اسی طرح جیسے آج کوئی پیغام بذریعہ وائرلیس ٹیلیفون جا رہا ہو اسے بعض لوگ راستہ میں جذب کرنے کی تدبیر کرتے ہیں، ناگہاں اوپر سے بم کا گولہ (شہاب ثاقب) پھٹتا ہے۔ اور ان غیبی پیغامات کی چوری کرنے والوں کو مجروح یا ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔ اسی دوادوش اور ہنگامہ دار و گیر میں جو ایک آدھ بات شیطان کو ہاتھ لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہونے سے پیشتر بڑی عجلت کے ساتھ دوسرے شیاطین کو اور وہ شیاطین اپنے دوست انسانوں کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاہن لوگ اسی ادھوری سی بات میں سیکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر عوام کو غیبی خبریں بتلاتے ہیں۔ جب وہ ایک آدھ سماوی بات سچی نکلتی ہے تو انکے معتقدین اسے ان کی سچائی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور جو سیکڑوں بنائی ہوئی خبریں جھوٹی ثابت ہوتی ہیں ان سے اغماض و تغافل برتا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث نے یہ واقعات بیان کر کے متنبہ کر دیا کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹی سے چھوٹی سچائی کا سرچشمہ بھی وہ ہی عالم ملکوت ہے۔ شیاطین الجن والانس کے خزانہ میں بجز کذب و افتراء کوئی چیز نہیں۔ نیز یہ کہ آسمانی انتظامات اس قدر مکمل ہیں کہ کسی شیطان کی مجال نہیں وہاں قدم رکھ سکے یا باوجود انتہائی جدوجہد کے وہاں کے انتظامات اور فیصلوں پر معتد بہ دسترس حاصل کر لے۔ باقی جو ایک آدھ جملہ ادھر ادھر کا فرشتوں سے سن بھاگتا ہے، حق تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ اس کی قطعاً بندش کر دی جائے۔ وہ چاہتا تو اس سے بھی روک دیتا، مگر یہ بات اس کی حکمت کے موافق نہ تھی۔ آخر شیاطین الجن والانس کو جن کی بابت اسے معلوم ہے کہ کبھی اغواء و اضلال سے باز نہ آئیں گے اتنی طویل مہلت اور مغویانہ اسباب و وسائل پر دسترس دینے میں کچھ نہ کچھ حکمت تو سب کو ماننی پڑے گی۔ اسی طرح کی حکمت یہاں بھی سمجھ لو | تنبیہ | شیاطین ہمیشہ شہابوں کے ذریعہ سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں۔ مگر جس طرح قطب جنوبی اور شمالی کی بلند تر چوٹی کی تحقیق کرنے والے مرتے رہتے ہیں اور دوسرے انکا یہ انجام دیکھ کر اس مہم کو ترک نہیں کرتے۔ اسی پر شیاطین کی مسلسل جدوجہد کو قیاس کر لو۔ یہ واضح رہے کہ قرآن و حدیث نے یہ نہیں بتلایا کہ شہب کا وجود صرف رجم شیاطین ہی کے لئے ہوتا ہے۔ ممکن ہے ان کے وجود سے اور بہت سے مصالح و ابستہ ہوں اور حسب ضرورت یہ کام بھی لیا جاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❖ یعنی نوکر چاکر حیوانات وغیرہ جن سے کام اور خدمت ہم لیتے ہیں اور روزی ان کی خدا کے ذمہ ہے۔

خَزَائِنَهُ وَمَا نُزِّلُ لَهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝۲۱ ۚ وَأَرْسَلْنَا

خزانے ہیں اور اتارتے ہیں ہم اندازہ معین پر (ٹھہرے ہوئے اندازہ پر) اور چلائیں ہم نے

الرِّيحَ لَوَاقِحَ فَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ

ہوائیں اوس بھری (بوجھل کرنے والی ابر کی) پھر اتارا ہم نے آسمان سے پانی پھر تم کو وہ پلایا

وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ۝۲۲ ۚ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَ

اور تمہارے پاس نہیں اس کا خزانہ اور ہم ہی ہیں جلانے والے اور

نُحْيِي وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ۝۲۳ ۚ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

مارنے والے اور ہم ہی ہیں پیچھے رہنے والے اور ہم نے جان رکھا ہے

الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ۝۲۴

آگے بڑھنے والوں کو تم میں سے اور جان رکھا ہے پیچھے رہنے والوں کو

وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ بِحَشْرِهِمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝۲۵ ۚ وَلَقَدْ

اور تیرا رب وہی اکٹھا کر لائے گا ان کو بے شک وہی ہے حکمتوں والا خبردار اور

خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَبِآءٍ مَّسْنُونٍ ۝۲۶

بنایا ہم نے آدمی کو کھنکھناتے (بجنے والی مٹی سے) سے ہوئے گارے سے (جو مٹی سے سڑے ہوئے گارے سے)

وَالْجِبَانَ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُومِ ۝۲۷ ۚ وَإِذْ

اور جان کو بنایا ہم نے اس سے پہلے لو کی آگ سے اور جب

اللہ کے خزانے یعنی جو چیز جتنی مقدار میں چاہے پیدا کر دے، نہ کچھ تعب ہوتا ہے نہ تکان، ادھر ارادہ کیا ادھر وہ چیز موجود ہوئی۔

گویا تمام چیزوں کا خزانہ اس کی لامحدود قدرت ہوئی جس سے ہر چیز حکمت کے موافق ایک معین نظام کے ماتحت ٹھہرے ہوئے اندازہ پر بلا کم و کاست نکلی چلی آتی ہے۔

پانی کا حیرت انگیز نظام یعنی برساتی ہوائیں، بھاری بھاری بادلوں کو پانی سے بھر کر لاتی ہیں، ان سے پانی برستا ہے جو نہروں

چشموں اور کنوؤں میں جمع ہو کر تمہارے کام آتا ہے۔ خدا چاہتا تو اسے پینے کے قابل نہ چھوڑتا، لیکن اس نے اپنی مہربانی سے کس قدر شیریں اور لطیف پانی تمہارے بارہ مہینہ پینے کے لئے زمین کے مسام میں جمع کر دیا۔

یعنی نہ اوپر بارش کے خزانہ پر تمہارا قبضہ ہے، نہ نیچے چشمے اور کنوئیں تمہارے اختیار میں ہیں۔ خدا جب چاہے بارش برسائے، نہ تم روک سکتے ہو نہ اپنے حسب خواہش لا سکتے ہو اور اگر کنوؤں اور چشموں کا پانی خشک کر دے یا زیادہ نیچے اتار دے کہ تمہاری دسترس سے باہر ہو جائے تو کیسے قابو حاصل کر سکتے ہو۔

♦ **وارث حقیقی** | یعنی دنیا فنا ہو جائے گی، ایک خدا اپنی کامل صفات کے ساتھ باقی رہے گا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”ہر کوئی مر جاتا ہے اور اس کی کمائی اللہ کے ہاتھ میں رہتی ہے۔“

♦ یعنی اگلا پچھلا کوئی شخص یا اس کے اعمال ہمارے احاطہ علمی سے باہر نہیں، حق تعالیٰ کو ازل سے ہر چیز کا تفصیلی علم ہے، اسی کے مطابق دنیا میں پیش آتا ہے اور اسی کے موافق آخرت میں تمام مخلوق کا انصاف کیا جائے گا۔ **تنبیہ** | آگے بڑھنا اور پیچھے رہنا عام ہے۔ ولادت میں ہو یا موت میں، یا اسلام میں، یا نیک کاموں میں، صفوف صلوٰۃ میں آگے پیچھے رہنا بھی نیک کام کے ذیل میں آگیا۔

♦ **اللہ کا علم و قدرت** | یعنی ایک ایک ذرہ اس کے علم میں ہے۔ جب اسکی حکمت مقتضی ہوگی کہ سب کو بیک وقت انصاف کے لئے اکٹھا کیا جائے تو کچھ دشواری نہ ہوگی۔ قبر کی مٹی، جانوروں کے پیٹ، سمندر کی تہ، ہوائی فضا میں یا جہاں کہیں کسی چیز کا کوئی جز ہو گا، وہ اپنے علم محیط اور قدرت کاملہ سے جمع کر دے گا۔

♦ **قصہ آدم و ابلیس** | آیات آفاقہ کے بعد بعض آیات انفسیہ کو بیان فرماتے ہیں جس کے ضمن میں شاید یہ تنبیہ بھی مقصود ہے کہ جس ذات منبع الکلمات نے تم کو ایسے انوکھے طریقہ سے اول پیدا کیا، دوبارہ پیدا کر کے ایک میدان میں جمع کر دینا کیا مشکل ہے۔

♦ **آدمی کس قسم کی مٹی سے بنایا گیا؟** | آدمی کی پیدائش کے متعلق یہاں دو لفظ فرمائے ”صلصال“ (بجنے والی کھنکھاتی مٹی جو

آگ میں پکنے سے اس حالت کو پہنچتی ہے اسی کو دوسری جگہ ”کالتخار“ فرمایا) اور ”حَمًا مَّسْنُونًا“ (سزا ہوا گارا جس سے بو آتی ہو) خیال یہ ہوتا ہے کہ اول سے ہوئے گارے سے آدم کا پتلا تیار کیا، پھر جب خشک ہو کر اور پک کر کھن کھن بننے لگا، تب مختلف تطورات کے بعد اس درجہ پر پہنچا کہ انسانی روح پھونکی جائے۔ روح المعانی میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

كَأَنَّهُ سُبْحَانَهُ أَفْرَغَ الْحَمَّاءَ فَصَوَّرَ مِنْ ذَلِكَ تَمَثَّالَ إِنْسَانٍ أَجُوفٍ فَيَسَّ حَتَّى إِذَا انْقَرَصَتِ ثُمَّ غَيَّرَهُ طَوْرًا بَعْدَ طَوْرٍ حَتَّى نَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں مٹی پانی میں ترکی اور خمیر اٹھایا کہ کھن کھن بولنے لگی، وہ ہی بدن ہوا انسان کا۔ اس کی خاصیتیں سختی اور بوجھ اس میں رہ گئیں اسی طرح گرم ہوا کی خاصیت (حدت و خفت) جن کی پیدائش میں رہی۔ راغب اصفہانی نے ایک طویل مضمون کے ضمن میں متنبہ کیا ہے کہ ”حَمًا مَّسْنُونًا“ اور ”طِينًا

لَا زِبَ“ وغیرہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ مٹی اور پانی کو ملا کر ہوا سے خشک کیا اور ”تخار“ کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ کسی درجہ میں آگ سے پکایا گیا یہ ہی ناری جزء آدمی کی شیطنت کا منشاء ہے۔ اسی مناسبت سے ایک جگہ فرمایا ”خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ

الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ“ راغب کا یہ مضمون بہت طویل اور دلچسپ ہے، افسوس ہے ہم اس کا خلاصہ بھی یہاں درج نہیں کر سکتے۔

♦ **لو کی آگ سے جنات کی تخلیق** | یعنی لطیف آگ ہوا ملی ہوئی۔ کما قال وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارِ (الرحمن رکوع ۱) یا یوں کہوتیز ہوا جو آگ کی طرح جلانے والی ہو، جسے ہمارے یہاں ”لو“ کہتے ہیں۔ بہر حال آدمیوں کا باپ ایسے مادہ سے پیدا کیا گیا جس میں عنصر ترابی غالب تھا اور جنوں کا باپ اس مادہ سے پیدا ہوا جس میں ناری عنصر کا غلبہ تھا، ابلیس بھی اسی قسم میں تھا۔

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ

کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر

صَلٰٓصَالٍ مِّنْ حَمٰٓئِ مَّسْنُوْنٍ ۝۲۸ فَاِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ

کھٹکھٹاتے سے ہوئے گارے سے پھر جب ٹھیک کروں اُس کو اور پھونک دوں

فِيْهِ مِّنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝۲۹ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ

اس میں اپنی جان سے تو گر پڑا اِس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے ♦ تب سجدہ کیا ان فرشتوں نے

كُلُّهُمْ اٰجْمَعُوْنَ ۝۳۰ اِلَّا اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ

سب نے مل کر مگر ابلیس نے نہ مانا کہ ساتھ ہو

السَّٰجِدِيْنَ ۝۳۱ قَالَ يَاۤ اِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ

سجدہ کرنے والوں کے فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھ کو کہ ساتھ نہ ہوا

السَّٰجِدِيْنَ ۝۳۲ قَالَ لَمَّا كُنْتُ لَآسُجِدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ

سجدہ کرنے والوں کے بولا میں وہ نہیں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو جس کو تو نے بنایا

مِّنْ صَلٰٓصَالٍ مِّنْ حَمٰٓئِ مَّسْنُوْنٍ ۝۳۳ قَالَ فَاخْرِجْ مِنْهَا

کھٹکھٹاتے سے ہوئے گارے سے فرمایا تو تو نکل یہاں سے ♦

فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝۳۴ وَاِنَّ عَلٰٓيْكَ اللّٰعْنَةَ اِلٰی يَوْمِ

تجھ پر مارے ♦ اور تجھ پر پھینکا ہے اس دن تک

الدِّيٰنِ ۝۳۵ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْ اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۳۶

کہ انصاف ہو ♦ بولا اے رب تو مجھ کو ڈھیل دے اس دن تک کہ مردے زندہ ہوں

آدم میں اللہ کی رُوح پھونکنے کا مطلب | یعنی آدم کا پتلا ٹھیک کر کے اس قابل کر دوں کہ رُوح انسانی فائض کی جاسکے پھر اس میں جان ڈال دوں جس سے ایک جماد انسان بن جاتا ہے، اس وقت تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ سب سجدہ میں گر پڑو تنبیہ | ”روح“ (جان) کی اضافت جو اپنی طرف کی، یہ محض تشریف و تکریم اور رُوح انسانی کا امتیاز ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ یعنی وہ خاص ”جان“ جس میں نمونہ ہے میری صفات (علم و تدبیر وغیرہ) کا، اور جو اصل فطرت سے مجھے یاد کرنے والی اور بسبب خصوصی لطافت کے مجھ سے نسبتاً قریبی علاقہ رکھنے والی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے دوسرے عنوان سے اس اضافت پر روشنی ڈالی ہے فرماتے ہیں اگر آفتاب کو قوت گویائی مل جائے اور وہ کہے کہ میں نے اپنے نور کا فیض زمین کو پہنچایا، تو کیا یہ لفظ (اپنا نور) غلط ہوگا؟ جب یہ کہنا صحیح ہے حالانکہ نہ آفتاب زمین میں حلول کرتا ہے نہ اس کا نور اس سے جدا ہوتا ہے، بلکہ زمین سے لاکھوں میل دور رہ کر بھی روشنی کی باگ اسی کے قبضہ میں ہے، زمین کا کچھ اختیار نہیں چلتا، بجز اس کے کہ اس سے بقدر اپنی استعداد کے نفع حاصل کرتی رہے، تو وراء الورا خدا کا یہ فرمانا کہ میں نے آدم میں اپنی رُوح پھونکی، حلول و اتحاد وغیرہ کی دلیل کیسے بن سکتی ہے۔ ”روح“ کے متعلق مناسب کلام انشاء اللہ آئندہ ”وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي“ میں کیا جائے گا۔

یعنی جنت سے یا آسمان سے یا اس مقام عالی سے نکل جہاں اب تک پہنچا ہوا تھا۔

ابلیس کا استکبار | یعنی مردود و مطرود ہے یا ”رجیم“ سے اشارہ اسی طرف ہو جو پہلے گذرا کہ شہب سے شیاطین کا رجم کیا جاتا ہے۔ گویا اس لفظ میں اسکے شبہ کا جواب دیا گیا کہ تیرا وجود سے انکار کرنا شرف عنصری کی بناء پر نہیں۔ فضل و شرف تو اسی کے لئے ہے جسے خدا تعالیٰ سرفراز فرمائے۔ ہاں تیرے ابا و استکبار کا منشاء وہ شقاوت و بدبختی ہے جو تیری سوء استعداد کی وجہ سے مقدر ہو چکی ہے۔

یعنی قیامت کے دن تک خدا کی پھٹکار اور بندوں کی طرف سے لعنت پڑتی رہے گی۔ اس طرح آنا فانا خیر سے بعید تر ہوتا رہے گا۔ جب قیامت تک توفیق خیر کی نہ ہوگی تو اس کے بعد تو کوئی موقع ہی نہیں کیونکہ آخرت میں ہر شخص وہ ہی کاٹے گا جو یہاں بویا ہے۔ یا یوں کہو کہ قیامت کے دن تک لعنت رہے گی۔ اس کے بعد جو بیشمار قسم کے عذاب ہونگے وہ لعنت سے کہیں زیادہ ہیں، یا ”السی یوم الدین“ کا لفظ دوام سے کنایہ ہو۔

قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۳۷﴾ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ

فرمایا کہ تو تجھ کو ڈھیل دی اسی مقرر وقت کے

الْمَعْلُومِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ

دن تک ﴿۳۸﴾ بولا اے رب جیسا تو نے مجھ کو راہ سے کھودیا میں بھی ان سب کو بہا رہیں دکھاؤں گا

فِي الْأَرْضِ وَلَا أُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۳۹﴾ إِلَّا عِبَادَكَ

زمین میں اور راہ سے کھودوں گا ان سب کو مگر جو تیرے

مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿۴۱﴾

چنے ہوئے بندے ہیں ﴿۴۰﴾ فرمایا یہ راہ ہے مجھ تک سیدھی ﴿۴۱﴾

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَنٌ إِلَّا مَنْ

جو میرے بندے ہیں تیرا ان پر کچھ زور نہیں مگر

اتَّبَعَكَ مِنَ الْغُوثِينَ ﴿۴۲﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ

جو تیری راہ چلا جہنم کے ہوؤں میں ﴿۴۲﴾ اور دوزخ پر وعدہ ہے

أَجْمَعِينَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ

ان سب کا ﴿۴۳﴾ اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ کے واسطے ان میں سے

جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿۴۴﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۴۵﴾

ایک فرقہ ہے بانٹا ہوا ﴿۴۴﴾ پرہیزگار ہیں باغوں میں اور چشموں میں ﴿۴۵﴾

أَدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ إِمْنِينَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ

کہیں گے ان کو جاؤ ان میں سلامتی سے خاطر جمع (بے کھٹکے) سے ﴿۴۶﴾ اور نکال ڈالی ہم نے جو ان کے پیوں میں تھی

◆ ابلیس کو مہلت حیات | یعنی اس وقت تک تجھے ڈھیل دی جاتی ہے جی کھول کر ارمان نکال لے۔ اس واقعہ کی تفصیل ”بقرة“ اور ”اعراف“ میں گذر چکی ہے۔ ہم نے ”اعراف“ کے دوسرے رکوع میں اس کے اجزاء پر جو کچھ کلام کیا ہے اسے ملاحظہ کر لیا جائے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

◆ ابلیس کا اعلان انتقام | یعنی دنیا کی بہاریں دکھلا کر خواہشات نفسانی کے جال میں پھنساؤ نگا اور تیرے مخصوص و منتخب بندوں کے سوا سب کو راہ حق سے ہٹا کر رہونگا۔ یہ کلمات لعین نے جوش انتقام میں کہے۔ مطلب یہ تھا کہ آپ کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتا، لیکن جس کی وجہ سے میں دور پھینکا گیا ہوں اپنی قدرت اور بساط کے موافق اس کی نسلوں تک سے بدلہ لیکر چھوڑوں گا۔ سورہ ”اعراف“ میں اس موضوع پر ہم نے جو کچھ لکھا ہے ملاحظہ کیا جائے۔

◆ یعنی بیشک بندگی اور اخلاص کی راہ سیدھی میرے تک پہنچتی ہے اور یہ ہی میرا صاف اور سیدھا راستہ ہے جس میں کوئی ہیر پھیر نہیں کہ جو بندے عبودیت و اخلاص کی راہ اختیار کریں گے وہ ہی شیطان لعین کے تسلط سے مامون رہیں گے۔ اور جو ملعون کی پیروی کریں گے اس کے ہمراہ دوزخ میں جائیں گے۔ بعض مفسرین نے ”هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ“ کو تہدید پر حمل کیا ہے۔ یعنی اول ملعون! لوگوں کو صراطِ مستقیم سے گمراہ کر کے کہاں بھاگے گا وہ کونسا راستہ ہے جو ہماری طرف نہ جاتا ہو۔ پھر ہماری سزا سے بچ کر کدھر جا سکتا ہے اس وقت کلام ایسا ہوگا جیسے کہتے ہیں ”اَفْعَلْ مَا شِئْتَ فَطَرْنَاكَ عَلَيَّ“ اور قرآن میں دوسری جگہ فرمایا ”اِنَّ رَبَّكَ لَبَا لِمِرْصَادٍ“ واللہ اعلم

◆ مخلصین پر ابلیس کا قابو نہیں ہوگا | یعنی بیشک چنے ہوئے بندوں پر جن کا ذکر اوپر ہوا تیرا کچھ زور نہ چلے گا یا یہ مطلب ہو کہ کسی بندے پر بھی تیری زبردستی نہیں چل سکتی۔ ہاں جو خود ہی بہک کر اپنی جہالت و حماقت سے تیرے پیچھے ہو لیا وہ اپنے اختیار سے خراب و برباد ہوا۔ جیسے پہلے خود شیطان کا مقولہ گذر چکا ”وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاَسْتَجِبْتُمْ لِيَ“ (ابراہیم رکوع ۴)

◆ یعنی تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لئے دوزخ کا جلیخانہ تیار ہے تم سب اسی گھاٹ اتارے جاؤ گے۔

◆ جہنم کے سات دروازے | بعض سلف نے ”سَبْعَةُ ابْوَابٍ“ سے دوزخ کے سات طبقے اوپر نیچے مراد لئے ہیں، چنانچہ ان کے نام ابن عباس نے یہ بتلائے ہیں جہنم ۱، سعیر ۲، لظی ۳، حطمہ ۴، سقر ۵، جیم ۶، ہاویہ ۷، اور لفظ ”جہنم“ ایک خاص طبقہ اور مجموعہ طبقات دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک سات دروازے مراد ہیں، جن سے الگ الگ دوزخی داخل ہوں گے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”جیسے بہشت کے آٹھ دروازے ہیں نیک عمل والوں پر بانٹے ہوئے، ویسے ”دوزخ کے سات دروازے ہیں بد عمل والوں پر بانٹے ہوئے۔ شاید بہشت کا ایک دروازہ زیادہ اس لئے ہے کہ بعض موحدین نرے فضل سے جنت میں جائیں گے بغیر عمل کے۔ باقی عمل میں دروازے برابر ہیں۔“

◆ متقین اور جنت کی نعمتیں | جو لوگ کفر و شرک اور معاصی و ذنوب سے پرہیز کرتے ہیں، وہ حسب مراتب جنت کے باغوں میں رہیں گے جہاں بڑے قرینے سے چشمے اور نہریں بہتی ہوں گی شیطان کے قبعین کے بعد یہ عبادِ مخلصین کا انجام بیان فرمایا۔ یعنی فی الحال تمام آفات و عیوب سے صحیح و سالم اور آئندہ ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی فکر، پریشانی، گھبراہٹ اور خوف و ہراس سے بے کھٹکے۔

مَنْ غَلَّ إِخْوَانًا عَلَى سُرِّ مُتَقَبِلِينَ ۝ لَا يَسْهُمُ

خفلی بھائی ہو گئے ♦ تختوں پر بیٹھے آسنے سامنے ♦ نہ پہنچے گی ان کو

فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ۝ نَبِيٌّ عِبَادِي

وہاں کچھ تکلیف اور نہ ان کو وہاں سے کوئی نکالے ♦ خبر سنا دے میرے بندوں کو

أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ

کہ میں ہوں اصل بخشنے والا مہربان اور یہ بھی کہ میرا عذاب وہی عذاب

الْأَلِيمُ ۝ وَنَبِّئُهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ۝ إِذْ دَخَلُوا

دردناک ہے ♦ اور حال سنا دے ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا ♦ جب چلے آئے

عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۝ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ۝ قَالُوا

اس کے گھر میں اور بولے (کہا انہوں نے) سلام وہ بولا ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے ♦ بولے

لَا تَوْجَلُ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝ قَالَ ابَشِّرْهُمُونِي

ڈر مت ہم تجھ کو خوش خبری سناتے ہیں ایک ہوشیار لڑکے کی ♦ بولا کیا خوش خبری سناتے ہو مجھ کو

عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فِيمَ تُبَشِّرُونَ ۝ قَالُوا

جب پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا ♦ اب کا ہے پر خوش خبری سناتے ہو بولے

بَشْرُكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْفٰنِطِينَ ۝ قَالَ وَمَنْ

ہم نے تجھ کو خوش خبری سنائی تھی (کچی) سومت ہو تو نا امیدوں میں بولا اور کون

♦ یعنی جنت میں پہنچ کر اہل جنت میں باہم کوئی گذشتہ کدورت باقی نہ رہے گی۔ بالکل پاک و صاف کر کے داخل کئے جائیں گے، نہ وہاں ایک کو دوسرے پر حسد ہوگا، بلکہ بھائی بھائی ہو کر انتہائی محبت و الفت سے رہیں گے۔ ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر مسرور و محفوظ ہوگا۔ اس کا کچھ بیان سورہ اعراف آٹھویں پارہ کے اخیر ربع میں گذر چکا۔

یعنی عزت و کرامت کے تختوں پر آسنے سامنے بیٹھ کر باتیں کریں گے، ملاقات وغیرہ کے وقت ایسی نشست نہ ہوگی جس میں کوئی آگے کوئی پیچھے ہو۔

حدیث میں ہے کہ جنتیوں سے کہا جائے گا، اے اہل جنت! اب تمہارے لئے یہ ہے کہ ہمیشہ تندرست رہو، کبھی بیماری نہ ستائے، ہمیشہ زندہ رہو کبھی موت نہ آئے۔ ہمیشہ آرام سے مقیم رہو، کبھی سفر کی تکلیف اٹھانی نہ پڑے۔

اللہ کی صفات رحمت و غضب | ”بحرین“ اور ”متقین“ کا الگ الگ انجام بیان فرما کر یہاں تشبیہ کی ہے کہ ہر ایک صورت میں حق تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت و شان کا ظہور ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ اصل سے اپنی تمام مخلوق پر بخشش اور مہربانی کرنا چاہتا ہے اور حقیقت میں اصل مہربانی اسی کی ہے، تمام دنیا کی مہربانیاں اسکی مہربانی کا پرتو ہیں لیکن جو شخص خود شرارت و بدکاری سے مہربانی کے دروازے اپنے اوپر بند کر لے تو پھر اسکی سزا بھی ایسی سخت ہے جس کے روکنے کی کوئی تدبیر نہیں۔ سعدیؒ نے خوب فرمایا

بہتہد یدگر بر کشد تیغ حکم

وگر در دہد یک صلای کرم

بمانند کرد بیاں صم و بکم

عزازیل گوید نصیب برم

آگے ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جس میں فرشتوں کے اترنے کا ذکر ہے۔ وہ ہی فرشتے ایک جگہ خوشخبری سناتے اور دوسری جگہ پتھر برساتے تھے، تا معلوم ہو کہ خدا کی دونوں صفتیں (رحمت و غضب) پوری ہیں۔ بندوں کو چاہئے نہ دلیر ہوں، نہ آس توڑیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے مہمان فرشتے | ”مہمان“ اس لئے کہا کہ ابراہیمؑ ابتداءً انہیں مہمان ہی سمجھے، بعد میں کھلا کہ فرشتے ہیں۔ دوسری جگہ آیا ہے ”وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً“ یعنی خوف کو دل میں چھپایا تو کہا جائے گا کہ ابتداءً میں چھپانے کی کوشش کی۔ آخر ضبط نہ کر سکے، زبان سے ظاہر کر دیا۔ یا یہ مطلب ہو کہ باوجود چھپانے کے خوف کے آثار چہرہ وغیرہ پر اس قدر عیاں تھے گویا کہہ رہے تھے کہ ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ یہ ڈر کس بات کا تھا؟ اس کی تفصیل سورہ ہود میں گذر چکی وہاں ملاحظہ کی جائے۔ اور اس واقعہ کے دوسرے اجزاء پر بھی جو کلام کیا گیا ہے ضرورت ہے کہ ایک مرتبہ مراجعت کر لی جائے۔

یعنی ڈرنے کی ضرورت نہیں بلکہ خوش ہونے کا موقع ہے۔ اس بڑھاپے میں ہم تم کو اولاد کی خوشخبری سناتے ہیں۔ اولاد بھی کیسی؟ لڑکا نہایت ہوشیار، بڑا عالم، جسے پیغمبرانہ علوم دیکر منصب نبوت پر فائز کیا جائے گا۔ ”وَيَسِّرُنَا لِنَبِيٍّ مِّنَ الصَّالِحِينَ“

(الصفافات رکوع ۳۴)

حضرت ابراہیمؑ کا تعجب | چونکہ غیر متوقع اور غیر معمولی طور پر خوشخبری سنی، تو اپنی پیرانہ سالی کو دیکھتے ہوئے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب آدمی کوئی مسرت انگیز خبر خلاف توقع غیر معمولی طریقہ سے اچانک سنے تو باوجود یقین آ جانے کے اسے خوب کھو کر ید کر در یافت کرتا اور لہجہ تعجب کا اختیار کر لیتا ہے، تا خبر دینے والا پوری تاکید و تصریح سے خوشخبری کو دہرائے جس میں نہ کسی قسم کی غلط فہمی کا احتمال رہے نہ تاویل و التباس کا۔ گویا اظہار تعجب سے بشارت کو خوب واضح اور پختہ کرانا اور تکرار سماع سے لذت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرز میں حضرت ابراہیمؑ نے اظہار تعجب فرمایا۔ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں۔

”قال متعجباً من كبره و كبر زوجته و متحققاً للوعد فاجابوه مؤكدين لما بشره به بتحقيقاً و بشارة بعد بشارة“ چونکہ سطح کلام سے ناامیدی کا تو ہم ہو سکتا تھا۔ جو اکابر خصوصاً اولوالعزم پیغمبروں کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے ملائکہ نے ”فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ“ کہہ کر تشبیہ کی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”معلوم ہوا کہ کالمین بھی (کسی درجہ میں) ظاہری اسباب پر خیال رکھتے ہیں۔“

حضرت ابراہیمؑ کا تعجب | چونکہ غیر متوقع اور غیر معمولی طور پر خوشخبری سنی، تو اپنی پیرانہ سالی کو دیکھتے ہوئے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب آدمی کوئی مسرت انگیز خبر خلاف توقع غیر معمولی طریقہ سے اچانک سنے تو باوجود یقین آ جانے کے اسے خوب کھو کر ید کر در یافت کرتا اور لہجہ تعجب کا اختیار کر لیتا ہے، تا خبر دینے والا پوری تاکید و تصریح سے خوشخبری کو دہرائے جس میں نہ کسی قسم کی غلط فہمی کا احتمال رہے نہ تاویل و التباس کا۔ گویا اظہار تعجب سے بشارت کو خوب واضح اور پختہ کرانا اور تکرار سماع سے لذت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرز میں حضرت ابراہیمؑ نے اظہار تعجب فرمایا۔ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں۔

”قال متعجباً من كبره و كبر زوجته و متحققاً للوعد فاجابوه مؤكدين لما بشره به بتحقيقاً و بشارة بعد بشارة“ چونکہ سطح کلام سے ناامیدی کا تو ہم ہو سکتا تھا۔ جو اکابر خصوصاً اولوالعزم پیغمبروں کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے ملائکہ نے ”فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ“ کہہ کر تشبیہ کی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”معلوم ہوا کہ کالمین بھی (کسی درجہ میں) ظاہری اسباب پر خیال رکھتے ہیں۔“

حضرت ابراہیمؑ کا تعجب | چونکہ غیر متوقع اور غیر معمولی طور پر خوشخبری سنی، تو اپنی پیرانہ سالی کو دیکھتے ہوئے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب آدمی کوئی مسرت انگیز خبر خلاف توقع غیر معمولی طریقہ سے اچانک سنے تو باوجود یقین آ جانے کے اسے خوب کھو کر ید کر در یافت کرتا اور لہجہ تعجب کا اختیار کر لیتا ہے، تا خبر دینے والا پوری تاکید و تصریح سے خوشخبری کو دہرائے جس میں نہ کسی قسم کی غلط فہمی کا احتمال رہے نہ تاویل و التباس کا۔ گویا اظہار تعجب سے بشارت کو خوب واضح اور پختہ کرانا اور تکرار سماع سے لذت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرز میں حضرت ابراہیمؑ نے اظہار تعجب فرمایا۔ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں۔

”قال متعجباً من كبره و كبر زوجته و متحققاً للوعد فاجابوه مؤكدين لما بشره به بتحقيقاً و بشارة بعد بشارة“ چونکہ سطح کلام سے ناامیدی کا تو ہم ہو سکتا تھا۔ جو اکابر خصوصاً اولوالعزم پیغمبروں کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے ملائکہ نے ”فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ“ کہہ کر تشبیہ کی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”معلوم ہوا کہ کالمین بھی (کسی درجہ میں) ظاہری اسباب پر خیال رکھتے ہیں۔“

حضرت ابراہیمؑ کا تعجب | چونکہ غیر متوقع اور غیر معمولی طور پر خوشخبری سنی، تو اپنی پیرانہ سالی کو دیکھتے ہوئے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب آدمی کوئی مسرت انگیز خبر خلاف توقع غیر معمولی طریقہ سے اچانک سنے تو باوجود یقین آ جانے کے اسے خوب کھو کر ید کر در یافت کرتا اور لہجہ تعجب کا اختیار کر لیتا ہے، تا خبر دینے والا پوری تاکید و تصریح سے خوشخبری کو دہرائے جس میں نہ کسی قسم کی غلط فہمی کا احتمال رہے نہ تاویل و التباس کا۔ گویا اظہار تعجب سے بشارت کو خوب واضح اور پختہ کرانا اور تکرار سماع سے لذت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرز میں حضرت ابراہیمؑ نے اظہار تعجب فرمایا۔ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں۔

يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ﴿٥٦﴾ قَالَ فَمَا

آس توڑے اپنے رب کی رحمت سے مگر (وہی) جو گمراہ ہیں ﴿٥٦﴾ بولا پھر کیا

خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٧﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا

مہم ہے تمہاری اے اللہ کے بھیجے ہوئے ﴿٥٧﴾ بولے ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں

إِلَى قَوْمٍ مَّجْرِمِينَ ﴿٥٨﴾ إِلَّا آلَ لُوطٍ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ

ایک قوم گنہگار پر مگر لوط کے گھر والے ہم ان کو بچالیں گے

أَجْمَعِينَ ﴿٥٩﴾ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِنَّهَا لَمِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٦٠﴾

سب کو مگر ایک اس کی عورت ہم نے ٹھیرالیا وہ ہے رہ جانے والوں میں ﴿٦٠﴾

فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ﴿٦١﴾ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ

پھر جب پہنچے لوط کے گھر وہ بھیجے ہوئے بولا تم لوگ ہو

مُنْكَرُونَ ﴿٦٢﴾ قَالُوا بَلْ جَعَلْنَاكَ بِمَا كَانُوا فِيهِ

اوپرے (جن سے کھٹکا ہوتا ہے، اور طرح کے) ﴿٦٢﴾ بولے نہیں پر ہم لے کر آئے ہیں تیرے پاس وہ چیز جس میں

يَمْتَرُونَ ﴿٦٣﴾ وَآتَيْنَاكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٦٤﴾

وہ جھگڑتے تھے ﴿٦٣﴾ اور ہم لائے ہیں تیرے پاس سچی بات اور ہم سچ کہتے ہیں ﴿٦٤﴾

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا

سو لے نکل اپنے گھر کو کچھرات رہے سے اور تو چل ان کے پیچھے اور

يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَامضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ﴿٦٥﴾

مڑ کر نہ دیکھے تم میں سے کوئی ﴿٦٥﴾ اور چلے جاؤ جہاں تم کو حکم ہے ﴿٦٥﴾

❖ اللہ سے ناامیدی گمراہی ہے | یعنی رحمت البیہ سے ناامید تو عام مسلمان بھی نہیں ہو سکتے۔ چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام کو معاذ اللہ یہ نوبت آئے۔ محض اسباب عادیہ اور اپنی حالت موجودہ کے اعتبار سے ایک چیز عجیب معلوم ہوئی، اس پر میں نے اظہار تعجب کیا ہے کہ خدا کی قدرت اب بڑھاپے میں مجھے اولاد ملے گی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”عذاب سے نڈر ہونا اور فضل سے ناامید ہونا دونوں کفر کی باتیں ہیں یعنی آگے کی خبر اللہ کو ہے۔ ایک بات پر دعویٰ کرنا یقین کر کے کہ یوں نہیں ہو سکتا یہ ہی کفر کی بات ہے باقی محض دل کے خیال و تصور پر پکڑ نہیں جب منہ سے دعویٰ کرے تب گناہ ہوتا ہے۔“

❖ فرشتوں سے حضرت ابراہیمؑ کا سوال | یعنی کیا محض یہ بشارت سنانے کے لئے ہی بھیجے گئے ہو۔ یا کوئی اور مہم ہے جس پر مامور ہو کر آئے ہو۔ غالباً قرآن سے ابراہیم علیہ السلام سمجھے کہ اصل مقصد تشریف آوری کا کچھ اور ہے۔ ممکن ہے جو خوف انہیں دیکھ کر پیدا ہوا تھا اسی سے خیال گذرا ہو کہ خالص بشارت لانے والوں کو دیکھ کر خوف کیسا ضرور کوئی دوسری خوفناک چیز بھی انکے ساتھ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

❖ یعنی وہ باقی کفار کے ساتھ عذاب میں مبتلا رہے گی۔ - تنبیہ | ظاہر یہ ہے کہ ”قَدَرْنَا أَنهَآ لِمَنَ الْغَیْبِیْنَ“ مقولہ ملائکہ کا ہے جو عذاب لیکر آئے تھے چونکہ اس وقت وہ قضا و قدر کا فیصلہ نافذ کرنے کے لئے سرکاری ڈیوٹی پر آئے تھے اس لئے تقدیر (ٹھہرانے) کی نسبت نیابتاً اپنی طرف کر دی۔ اور ممکن ہے ”قَدَرْنَا لِح“ حق تعالیٰ کا کلام ہو۔ تب کوئی اشکال نہیں۔

❖ حضرت لوطؑ اور فرشتے | یا تو یہ مطلب تھا کہ تم مجھے غیر معمولی سے آدمی معلوم ہوتے ہو جنہیں دیکھ کر خواہ مخواہ دل کھٹکتا ہے۔ یہ شاید ویسا ہی کھٹکا ہوگا جو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں پیدا ہوا تھا یا یہ غرض ہو کہ تم اس شہر میں اجنبی ہو، تم کو یہاں کے لوگوں کی خوئے بد معلوم نہیں، دیکھئے وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں، یا یہ اس وقت فرمایا جب لوگوں نے فرشتوں کو حسین لڑکے سمجھ کر لوط کے مکان پر چڑھائی کی۔ لوط علیہ السلام انہیں مہمان سمجھتے ہوئے امکانی مدافعت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آخر میں نہایت حسرت سے فرمایا ”لَوَ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّةٌ اَوْ اِوْیِ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ“ اس وقت تنگ ہو کر اور گھبرا کر ان مہمانوں سے کہنے لگے کہ تم عجیب طرح کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ میں تمہاری آبرو بچانے کے لئے خون پسینہ ایک کر رہا ہوں لیکن تم میری امداد کے لئے ذرا ہاتھ بھی نہیں ہلاتے۔

❖ یعنی گھبراؤ مت۔ ہم آدمی نہیں ہیں، ہم تو آسمان سے وہ چیز لیکر آئے ہیں جس میں یہ لوگ تم سے جھگڑا کرتے تھے۔ یعنی مہلک عذاب جس کی تم دھمکی دیتے اور یہ انکار کرتے تھے۔

❖ یعنی اب آپ بالکل مطمئن ہو جائیے۔ یہ بالکل سچی اور اٹل بات ہے جس میں قطعاً جھوٹ کا احتمال نہیں۔
❖ یعنی جب تھوڑی رات رہے اپنی گھر والوں کو بستی سے لیکر نکل جائیے اور آپ سب کے پیچھے رہنے تاکہ پورا اطمینان رہے کہ کوئی رہ تو نہیں گیا یا راستہ سے واپس تو نہیں ہوا۔ اس صورت میں آپ کا قلب مطمئن رہے گا اور دل جمعی سے خدا کے ذکر و شکر میں مشغول رہتے ہوئے رفقاء کی دیکھ بھال رکھیں گے۔ دوسری طرف آپ کے پیچھے ہونے کی وجہ سے آگے چلنے والوں کو آپ کا رعب مانع ہوگا کہ پیچھے مڑ کر دیکھیں۔ اس طرح وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ کا پورا اتشال ہو سکے گا اور وہ لوگ خطرہ کے مقام سے بعید رہیں گے اور آپ کو اپنا ظاہری پشتیاں سمجھیں گے۔

❖ یعنی ملک شام میں یا اور کہیں امن کی جگہ جو خدا نے ان کے لئے مقرر کی ہوگی۔

وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَلِكَ الْأَمْرَ إِنَّ دَابِرَهُمْ هُوَ لَا

اور مقرر کر دی ہم نے اس کو یہ بات کہ ان کی جز

مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ﴿٦٦﴾ وَجَاءَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ

کٹے گی صبح ہوتے اور آئے شہر کے لوگ

لَيَسْتَبْشِرُونَ ﴿٦٧﴾ قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ﴿٦٨﴾

خوشیاں کرتے لوط نے کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھ کو رسوا مت کرو

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزُونِ ﴿٦٩﴾ قَالُوا أَوْلَمْ نَنْهَكَ

اور ڈرو اللہ سے اور میری آبرو مت کھو بولے کیا ہم نے تجھ کو منع نہیں کیا

عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ

جہان کی حمایت سے بولا یہ حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو

فَاعِلِينَ ﴿٧١﴾ لَعَنُوكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٢﴾

کرنا ہے قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی سستی (نشے) میں مدہوش ہیں

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّبْحَةُ مُشْرِقِينَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَلَيْهَا

پھر آ پکڑا ان کو چنگھاڑنے سورج نکلنے وقت (ہی) پھر کر ڈالی ہم نے وہ بستی

سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ﴿٧٤﴾

اوپر تلے اور برسائے ان پر پتھر کھنکر (کنکر) کے

◆ قوم لوط پر عذاب کی خبر | یعنی لوط علیہ السلام کو ملائکہ کے توسط سے ہم نے اپنا قطعی فیصلہ سنا دیا کہ عذاب کچھ دور نہیں۔ ابھی صبح کے وقت اس قوم کا بالکلہاں استیصال کر دیا جائے گا۔ شاید یہ مطلب ہو کہ صبح ہوتے ہی عذاب شروع ہو جائے گا اور اشراق تک سب معاملہ ختم کر دیا جائے گا، کیونکہ وہ دوسری جگہ ”مُصْبِحِينَ“ کے بجائے ”مُشْرِقِينَ“ کا لفظ آیا ہے۔

یعنی جب سنا کہ لوط کے یہاں بڑے حسین و جمیل لڑکے مہمان ہیں تو اپنی عادت بد کی وجہ سے بڑے خوش ہوئے اور دوڑتے ہوئے ان کے مکان پر آئے اور لوط سے مطالبہ کیا کہ انہیں ہمارے حوالہ کر دو۔ **تنبیہاً** ”وَجَاءَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ الْخَلْجُ“ میں ”واو“ مطلق جمع کے لئے ہے، یہاں ترتیب واقعات بیان میں ملحوظ نہیں سورہ ہود اور اعراف میں یہ قصہ گزر چکا ہے اسے دیکھ لیا جائے اور وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔

❖ کیونکہ مہمان کی فضیحت میزبان کی رسوائی ہے۔

❖ یعنی خدا سے ڈر کر یہ بے حیائی کے کام چھوڑ دو اور اجنبی مہمانوں کو دق مت کرو۔ آخر میں تم میں رہتا ہوں، میری آبرو کا تمہیں کچھ پاس کرنا چاہئے میں مہمانوں کی نظر میں کس قدر حقیر ہونگا جب یہ سمجھیں گے کہ بستی میں ایک آدمی بھی ان کی عزت نہیں کرتا نہ ان کا کہنا مانتا ہے۔

❖ **قوم لوط کی گستاخی** | یعنی ہم بے آبرو نہیں کرتے آپ خود بے آبرو ہوتے ہیں۔ جب ہم منع کر چکے کہ تم لمسی اجنبی کو پناہ مت دو نہ اپنا مہمان بناؤ۔ ہم کو اختیار ہے باہر سے آنے والوں کے ساتھ جس طرح چاہیں پیش آئیں۔ پھر آپ کو کیا ضرورت پیش آئی کہ خواہ مخواہ ان نوجوانوں کو اپنے یہاں ٹھہرا کر فضیحت ہوئے۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ اجنبی مسافروں کو اپنے افعالِ شنیعہ کا تختہ مشق بناتے ہوں گے اور حضرت لوط علیہ السلام اپنے مقدور کے موافق غریب مسافروں کی حمایت اور ان اشقیاء کی نالائق حرکتوں سے باز رکھتے ہوئے۔

❖ **حضرت لوط کی نصیحت** | یعنی بیشک تم نے مجھ کو اجنبی لوگوں کی حمایت سے روکا لیکن میں پوچھتا ہوں آخر اس روکنے کا منشاء کیا ہے؟ یہ ہی ناکہ میں تمہاری خلاف فطرت شہوت رانی کے راستہ میں حائل ہوتا ہوں۔ تو خود غور کرو کیا قضائے شہوت کے حلال موقع تمہارے سامنے موجود نہیں جو ایسی بیہودہ حرام کاری کے مرتکب ہوتے ہو؟ یہ تمہاری بیویاں (جو میری بیٹیوں کے برابر ہیں) تمہارے گھروں میں موجود ہیں، اگر تم میرے کہنے کے موافق عمل کرو اور قضائے شہوت کے مشروع و معقول طریقہ پر چلو، تو حاجت برآری کے لئے وہ کافی ہیں۔ یہ کیا آفت ہے کہ حلال اور ستھری چیز کو چھوڑ کر حرام کی گندگی میں ملوث ہوتے ہو۔

❖ **آنحضرت کی جان کی قسم** | ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو ہے۔ یعنی تیری جان کی قسم لوط کی قوم غفلت اور مستی کے نشہ میں بالکل اندھی ہو رہی تھی وہ بڑی لاپرواہی سے حضرت لوط کی نصیحت بلکہ لجاجت کو ٹھکرارہے تھے۔ ان کو اپنی قوت کا نشہ تھا، شہوت پرستی نے ان کے دل و دماغ مسخ کر دیے تھے۔ وہ بڑے امن و اطمینان کے ساتھ پیغمبر خدا سے جھگڑ رہے تھے۔ نہیں جانتے تھے کہ صبح تک کیا حشر ہونے والا ہے۔ تباہی اور ہلاکت کی گھڑی ان کے سر پر منڈلا رہی تھی، وہ لوط کی باتوں پر ہنستے تھے اور موت انہیں دیکھ کر ہنس رہی تھی۔ **تنبیہاً** ابن عباسؓ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے دنیا میں کوئی جان محمد ﷺ کی جان سے زیادہ اکرم و اشرف پیدا نہیں کی۔ میں نے خدا کو نہیں سنا کہ اس نے محمد ﷺ کی جان عزیز کے سوا کسی دوسری جان کی قسم کھائی ہو۔ قرآن کریم میں جو قسمیں آئی ہیں ان کے متعلق ہم انشاء اللہ کسی دوسری جگہ ذرا مفصل کلام کریں گے۔

❖ اس کے متعلق ہم قریب ہی ”ذَابِرْهُوْلَاءِ مَقْطُوعِ مُصْبِحِينَ“ کے فائدہ میں کلام کر چکے ہیں۔ ابن جریج کا قول ہے کہ ہر عذاب جس سے کوئی قوم ہلاک کی جائے ”صیحہ“ اور ”صاعقہ“ کہلاتا ہے۔

❖ اس کی تفصیل سورہ ہود وغیرہ میں گزر چکی۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّمُنْتَوِسِّمِينَ ﴿٤٥﴾ وَإِنَّهَا

بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو ﴿۴۵﴾ اور وہ بستی واقع ہے

لِبَسْبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿٤٦﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّمُؤْمِنِينَ ﴿٤٤﴾ ط

سیدھی راہ پر ﴿۴۶﴾ البتہ اس میں نشانی ہے ایمان والوں کو (یقین کرنے والوں کو) ﴿۴۴﴾

وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ ظَالِمِينَ ﴿٤٧﴾ فَانْتَقِمْنَا

اور تحقیق تھے بن کے رہنے والے گنہگار ﴿۴۷﴾ سو ہم نے بدل لیا

مِنْهُمْ وَإِنَّهَا لِبِأَمَامٍ مُّبِينٍ ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ

اُن سے اور یہ دونوں بستیاں واقع ہیں کھلے راستہ پر ﴿۴۹﴾ اور بے شک جھٹلایا

أَصْحَابُ الْحَجَرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٥٠﴾ وَآتَيْنَهُمْ آيَاتِنَا

حجر والوں نے (حجر کے رہنے والوں نے) رسولوں کو ﴿۵۰﴾ اور دیں ہم نے ان کو اپنی نشانیاں

فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٥١﴾ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ

سور ہے اُن سے منہ پھیرتے (اُن کو مالتے) ﴿۵۱﴾ اور تھے کہ تراشتے تھے

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا أَمْبِنِينَ ﴿٥٢﴾ فَآخَذْتَهُمُ الصَّيْحَةُ

پہاڑوں کے گھر اطمینان کے ساتھ ﴿۵۲﴾ پھر پکڑا ان کو چٹکھاڑنے

مُصْبِحِينَ ﴿٥٣﴾ فَمَا آغْنَاهُمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥٤﴾ ط

صبح (ہوتے) ہونے کے وقت پھر کام نہ آیا ان کے جو کچھ کمایا تھا ﴿۵۴﴾

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا

اور ہم نے بنائے نہیں آسمان اور زمین اور جو اُن کے بیچ میں ہے بغیر

وقف لازمہ

❖ اہل فراست کے لئے نشانیاں | ”فَتَوَسَّعَ“ اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو بعض ظاہری علامات و قرائن دیکھ کر محض

فراست سے کسی پوشیدہ بات کا پتہ لگا لے۔ حدیث میں ہے ”اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ“ بعض روایات میں ”وَبِتَوْفِيقِ اللَّهِ“ کی زیادت ہے، یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو، وہ خدا تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے نورِ توفیق سے دیکھتا ہے۔

شاید ”کشف“ اور ”فراست“ میں بقول امیر عبدالرحمن خاں مرحوم اتنا ہی فرق ہو جتنا ٹیلیفون اور ٹیلیگراف میں ہوتا ہے۔ بہر حال آیت کا مطلب یہ ہے کہ دھیان کرنے اور پتہ لگانے والوں کے لئے ”قوم لوط“ کے قصہ میں عبرت کے بہت نشان موجود ہیں۔ انسان سمجھ سکتا ہے کہ بدی اور سرکشی کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ خدا کی قدرت عظیمہ کے سامنے ساری طاقتیں بیچ ہیں۔ ”اس کی لاٹھی میں آواز نہیں۔“ اس کی مہلت پر آدمی مغرور نہ ہو، نہ پیغمبروں کے ساتھ ضد اور عداوت باندھے، ورنہ ایسا ہی حشر ہوگا۔ وغیر ذلک۔

❖ مکہ سے شام کو جاتے ہوئے اس الٹی ہوئی بستی کے کھنڈر نظر آتے تھے۔ ”وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ وَبِالْبُيُوتِ أَفْلَاكٌ تَعْقِلُونَ“ (صافات رکوع ۴)

❖ قوم لوط کے کھنڈر | یعنی ان کھنڈرات کو دیکھ کر بالخصوص مومنین کو عبرت ہوتی ہے، کیونکہ وہ ہی سمجھتے ہیں کہ اس قوم کی بدکاری اور سرکشی کی سزا میں یہ بستیاں الٹی گئیں۔ مومنین کے سوا دوسرے لوگ تو ممکن ہے انہیں دیکھ کر محض بخت و اتفاق یا اسبابِ طبعیہ کا نتیجہ قرار دیں۔

❖ اصحاب الایکہ | بن کے رہنے والی یعنی قوم شعیب شہر ”مدین“ میں رہتی تھی جس کے نزدیک درختوں کا بن تھا کچھ وہاں رہتے ہوں گے۔ بعض کہتے ہیں ”اصحاب ایکہ“ اور ”اصحاب مدین“ دو جدا گانہ قومیں ہیں۔ حضرت شعیب دونوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ ان لوگوں کا گناہ شرک و بت پرستی، ڈاکہ زنی اور ناپ تول میں فریب اور دھوکہ کرنا تھا۔ پہلے سورہ ہود و اعراف میں انکا مفصل قصہ گزر چکا ہے ملاحظہ کر لیا جائے۔

❖ قوم شعیب کی بستیاں | یعنی حجاز و شام کے جس راستہ پر قوط لوط کی بستیاں تھیں، وہیں ذرا نیچے اتر کر قوم شعیب کا مسکن تھا دونوں کے آثار رستہ چلنے والوں کو نظر آتے ہیں۔

❖ اصحاب حجر | ”حجر والے“ فرمایا ”شمود“ کو۔ ان کے ملک کا نام ”حجر“ تھا جو مدینہ سے شمال کی طرف واقع ہے۔ ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ ایک نبی کا جھٹلانا سب انبیاء کا جھٹلانا ہے۔

❖ یعنی اونٹنی جو پتھر سے نکالی گئی اور اس کے علاوہ دوسرے معجزات۔

❖ یعنی دنیوی زندگی پر مغرور ہو کر تکبر و تجبر کی نمائش کے لئے پہاڑوں کو تراش کر بڑے عالی شان مکان بناتے تھے۔ گویا کبھی یہاں سے جانا نہیں یہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ ایسی مضبوط و مستحکم عمارتوں میں کوئی آفت کہاں پہنچ سکتی ہے۔

❖ یعنی مال و دولت، مستحکم عمارتوں، جسمانی قوت اور دوسرے اسباب و وسائل میں سے کوئی چیز بھی خدا کے عذاب کو دفع نہ کر سکی۔ ان کا قصہ بھی پہلے گزر چکا۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ تبوک جاتے ہوئے ”وادی حجر“ پر سے گذرے۔ آپ نے سر ڈھانپ لیا۔

سواری کی رفتار تیز کر دی اور صحابہ کو فرمایا کہ معذب قوم کی بستیوں پر مت داخل ہو مگر (خدا کے خوف سے) روتے ہوئے اگر روانہ آئے تو رونے والوں کی صورت بنا لو۔ خدا نہ کرے وہ چیز تم کو پہنچے جو ان کو پہنچی تھی۔ یہ آپ نے مسلمانوں کو ادب سکھلایا کہ آدمی اس قسم کے مقامات میں پہنچ کر عبرت حاصل کرے اور خدا کے خوف سے لرزاں و ترساں ہو، محض سیر و تماشا نہ سمجھے۔

بِالْحَقِّ ۖ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَأَتِيَةٌ ۖ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ

حکمت (تدبیر) اور قیامت بے شک آنے والی ہے سو کنارہ کراچی طرح

الْجَمِيلَ ۝۱۵ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلْقُ الْعَلِيمُ ۝۱۶ وَلَقَدْ

کنارہ تیرا رب جو ہے وہی ہے پیدا کرنے والا خبردار اور

آتَيْنَكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝۱۷

ہم نے دئی ہیں تجھ کو سات آیتیں و تالیفہ اور قرآن بڑے درجہ کا

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ

مت ڈال اپنی آنکھیں ان چیزوں پر جو برتنے کو دیں ہم نے ان میں سے کئی طرح کے لوگوں کو

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝۱۸

اور نہ غم کھالان پر اور جھکا اپنے بازو ایمان والوں کے واسطے

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۝۱۹ كَمَا أَنْزَلْنَا

اور کہہ کہ میں وہی ہوں ڈرانے والا کھول کر جیسا ہم نے بھیجا ہے

عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ۝۲۰ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ۝۲۱

ان بانٹنے والوں پر جنہوں نے کیا ہے قرآن کو بوٹیاں

◆ تخلیق میں اللہ کی حکمت حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”پہلی امتوں کا حال سنا کر فرمایا کہ یہ جہاں یوں ہی خالی نہیں پڑا۔ سر پر ایک مدبر ہے۔ ہر چیز کا تدارک کرنے والا، مکمل اور آخری تدارک کا نام قیامت ہے“ اور کفار سے کنارہ کرنے کو فرمایا جب خدا کا حکم پہنچا چکے، تبلیغ کا فرض ادا کر دیا اور کافر ضد پر اڑے رہے، تب حکم ہوا کہ زیادہ جھگڑنے سے فائدہ نہیں اب وعدہ کی راہ دیکھو اور ان کی تکلیف و ایذا پر صبر کرو، حرف شکایت زبان پر نہ لاؤ یہاں تک کہ خدا کا فیصلہ پہنچ جائے۔

◆ جس کو تیرے صبر اور ان کی ایذا کی سب خبر ہے، ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ اس آیت میں گویا معاد کی تقریر فرمادی، یعنی جس نے ایک مرتبہ پیدا کیا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اور جس چیز کے اجزاء منتشر ہو گئے ہوں اس کو ہر جز کی خبر ہے، جہاں کہیں ہوگا سب کو جمع کر دے گا۔ دوسری جگہ فرمایا ”أُولَئِكَ الَّذِينَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ“ الی آخر الآیۃ (یس رکوع ۵)

﴿۱۶﴾ سبع مثانی کی فضیلت و عظمت | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”یعنی یہ اتنی بڑی نعمت دیکھ جو تجھ کو عطا ہوئی اور کافروں کی ضد سے خفا نہ ہو“ سبع مثانی کا مصداق تنبیہ ”سبع مثانی“ کے مصداق میں اختلاف ہے۔ صحیح اور راجح یہ ہی ہے کہ اس سے مراد سورہ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں جو ہر نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں اور جن کو بطور وظیفہ کے بار بار پڑھا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے تورات، انجیل، زبور، قرآن کسی کتاب میں اس کا مثل نازل نہیں فرمایا۔ احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورہ ”فاتحہ“ کو فرمایا کہ یہ ہی ”سبع مثانی“ اور قرآن عظیم ہے جو مجھ کو دیا گیا۔ اس چھوٹی سی سورت کو ”قرآن عظیم“ (بڑا قرآن) فرمانا درجہ کے اعتبار سے ہے۔ اس سورت کو ام القرآن بھی اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ گویا یہ ایک خلاصہ اور متن ہے جس کی تفصیل و شرح پورے قرآن کو سمجھنا چاہئے۔ قرآن کے تمام علوم و مطالب کا اجمالی نقشہ تنہا اس سورت میں موجود ہے یوں مثانی کا لفظ بعض حیثیات سے پورے قرآن پر بھی اطلاق کیا گیا ہے اللہ نَزَلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ اَح (زمر رکوع ۳) اور ممکن ہے دوسری سورتوں کو مختلف وجوہ سے ”مثانی“ کہہ دیا جائے، مگر اس جگہ ”سبع مثانی“ اور قرآن عظیم کا مصداق یہ ہی سورت (فاتحہ) ہے۔

﴿۱۷﴾ کفار کی دولت پر نظر نہ کرو | یعنی مشرکین، یہود و نصاریٰ اور دوسرے دشمنان خدا و رسول کو دنیا کی چند روزہ زندگی کا جو سامان دیا ہے اس کی طرف نظر نہ کیجئے کہ ان ملعونوں کو یہ سامان کیوں دے دیا گیا جس سے ان کی شقاوت و شرارت زیادہ بڑھتی ہے یہ دولت مسلمانوں کو ملتی تو اچھے راستے میں خرچ ہوتی۔ ان کو تھوڑی دیر مزہ اڑا لینے دو۔ تم کو خدا تعالیٰ نے وہ دولت قرآن دی ہے جس کے آگے سب دولتیں گرو ہیں۔ روایات میں ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن دیا پھر کسی کی اور نعمت دیکھ کر ہوس کرے تو اس نے قرآن کی قدر نہ جانی۔

﴿۱۸﴾ غم نہ کھا کہ مسلمان کیوں نہیں ہوتے۔ آپ فرض تبلیغ ادا کرتے رہیں، معاندین کے پیچھے اپنے کو زیادہ فکر و غم میں مبتلا نہ کیجئے۔ آپ کی شفقت و ہمدردی کے مستحق مومنین ہیں ان کے ساتھ ملاطفت، نرم خوئی اور شفقت و تواضع کا برتاؤ رکھیے۔

﴿۱۹﴾ یعنی کوئی مانے یا نہ مانے میں خدا کا پیام صاف صاف پہنچائے دیتا ہوں اور تکذیب و شرارت کے عواقب سے خوب کھول کر آگاہ کر رہا ہوں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”تیرا کام دل پھیر دینا نہیں، یہ خدا سے ہو سکتا ہے۔ جو کوئی ایمان نہ لائے تو غم نہ کھا۔“

﴿۲۰﴾ مقتسمین کون ہیں؟ | اس آیت کے معنی کئی طرح کئے گئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ”مُقْتَسِمِينَ“ (بانٹنے والوں) سے مراد آپ کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ وغیرہ ہیں جنہوں نے قرآن کی تقسیم و تحلیل کر رکھی تھی۔ یعنی جو مضمون قرآنی ان کی تحریفات یا آراء و اہواء کے موافق پڑ جائے مان لو، جو خلاف ہونے مانو۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے تجھے ”سبع مثانی“ اور ”قرآن عظیم“ دیکر بھیجا جیسے ان لوگوں پر بھی پہلے کتابیں نازل کی تھیں۔ آپ پر کتاب اتارنا یا وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں جس کا انکار کیا جائے بعض نے ”مقتسمین“ سے یہود و نصاریٰ مراد لیکر لفظ قرآن سے کتب سابق مراد لی ہیں۔ یعنی انہوں نے تحریف کر کے اپنی کتابوں کو پارہ پارہ کر ڈالا بعض نے کہا مشرکین مراد ہیں جو بطور استہزاء و تمسخر قرآن کی تقسیم کرتے تھے۔ جب سورتوں کے نام سنتے تو ہنس کر آپس میں کہتے۔ بقرہ یا ماندہ میں لوٹگا۔ عنکبوت تجھ کو دوں گا۔ ان لوگوں نے ایک اور طرح بھی قرآن کے متعلق خیالات تقسیم کر رکھے تھے کوئی اسے شاعری بتاتا، کوئی کہانت، کوئی جادو، کوئی مجنون کی بڑ، کوئی اساطیر الاولین، ان کو آگاہ کیا کہ میں سب کو عذاب سے ڈرانے والا ہوں، جیسا عذاب یقیناً نازل ہونے والا ہے ان ٹھٹھا کرنے والوں پر۔ اس وقت ”انزلنا“ کی تعبیر اس لحاظ سے ہوگی کہ متیقن الوقوع اور قریب الوقوع مستقبل کو گویا ماضی فرض کر لیا گیا۔ ابن کثیر نے ”مُقْتَسِمِينَ“ کے معنی قسم کھانے والوں کے لئے دیے ہیں یعنی وہ گزشتہ قومیں جو انبیاء کی تکذیب و مخالفت کے حلف اٹھا چکی تھیں اور جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتی تھیں اور انہوں نے کتب سماویہ کے ٹکڑے کر دیے تھے۔ جیسا عذاب ہم نے ان پر اتارا، اسی طرح کے عذاب سے یہ ”نَذِيرٌ مُّبِينٌ“ تم کو ڈراتا ہے۔ ”مُقْتَسِمِينَ“ کے اس معنی کی تائید میں ابن کثیر نے ذیل کی آیات پیش کی ہیں۔ ”تَقَاسَمُوا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّنَنَّهٗنَّ وَاَهْلَهُنَّ“ (مکمل رکوع ۴) وَاَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ اِيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَن يَمُوْتُ (نحل رکوع ۵) اَوْلَم تَكُوْنُوْا اَفْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلِ مَا لَكُم مِّنْ زَوَالٍ (ابراہیم رکوع ۷) اَهْوٰٓءِ الَّذِيْنَ اَفْسَمْتُمْ لَا يَنْتَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ (اعراف رکوع ۶)

فَوَرِّبِكَ لِنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۹۱﴾ عَمَّا كَانُوا

سو تم ہے تیرے رب کی ہم کو پوچھنا ہے ان سب سے جو کچھ وہ

يَعْمَلُونَ ﴿۹۲﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَن

کرتے تھے ﴿۹۲﴾ سونادے کھول کر جو تجھ کو حکم ہوا اور پروانہ کر

الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۳﴾ إِنَّا كَفِينَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿۹۴﴾

مشرکوں کی ﴿۹۳﴾ ہم بس (کافی) ہیں تیری طرف سے ٹھٹھے کرنے والوں کو ﴿۹۴﴾

الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۹۵﴾

جو کہ ٹھہراتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسرے کی بندگی سو عنقریب معلوم کر لیں گے ﴿۹۵﴾

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرَكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿۹۶﴾

اور ہم جانتے ہیں کہ تیرا جی رکتا ہے ان کی باتوں سے

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّجِدِينَ ﴿۹۷﴾ وَاعْبُدْ

سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی اور ہو سجدہ کرنے والوں سے ﴿۹۷﴾ اور بندگی کئے جا

رَبِّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿۹۸﴾

اپنے رب کی جب تک آئے تیرے پاس یقینی بات ﴿۹۸﴾

آيَاتُهَا ۲۸ ﴿۱۶﴾ سُورَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ ﴿۲۰﴾ رُكُوعَاتُهَا ۱۶

سورہ نحل مکہ میں اتری اور اس کی ایک سو اٹھائیس آیتیں ہیں اور سولہ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یعنی کس کی عبادت کی تھی؟ پیغمبروں کے ساتھ کس طرح پیش آئے تھے؟ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو کیوں نہ مانا تھا؟ اس کلمہ کا حق کیوں ادا نہیں کیا تھا؟ یہ اور اسی قسم کے نہ معلوم کتنے سوالات ہونگے۔

یعنی کہنے میں کوتاہی نہ کیجئے خوب کھول کر خدائی پیغامات پہنچائیے۔ یہ مشرکین آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

یعنی دنیا و آخرت میں ہم سب ٹھٹھا کرنے والوں سے نبٹ لیں گے آپ بے خوف و خطر تبلیغ کرتے رہئے آپ کا بال بریکانہ ہوگا۔

کفار کے استہزاء کا انجام | یعنی رسول کے ساتھ استہزاء کرنا اور خدا کے لئے شریک ٹھہرانا، دونوں باتوں کا انجام یہ لوگ دیکھ لیں گے۔

یعنی اگر ان کی ہٹ دھرمی سے دل تنگ ہو تو آپ ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر ہمہ تن خدا کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہئے۔ خدا کا ذکر، نماز، سجدہ، عبادت الہی وہ چیزیں ہیں جن کی تاثیر سے قلب مطمئن و منشرح رہتا ہے اور فکر و غم دور ہوتے ہیں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کی عادت تھی کہ جب کوئی مہم بات فکر کی پیش آتی آپ نماز کی طرف جھپٹتے۔

یقین بمعنی موت | یقین کا لفظ دوسری جگہ قرآن نے اسی معنی میں استعمال کیا ہے ”وَكُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّينِ حَتَّىٰ آتَانَا الْيَقِينَ“ (مذکر کو ۲۴) حدیث میں ایک میت کی نسبت آپ نے فرمایا۔ ”أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ وَإِنِّي لَأَرَجُو لَهُ الْخَيْرَ“ جمہور سلف نے اس آیت میں ”یقین“ کو بمعنی موت لیا ہے یعنی مرتے دم تک خدا کی عبادت میں لگے رہئے۔

اندریں رہ می تراش می خراش تادم آخردے فارغ مباحث

جن بعض عارفین نے اس جگہ ”یقین“ کو کیفیت قلبیہ کے معنی میں لیا ہے اس کی توجیہ روح المعانی میں مذکور ہے دیکھ لی جائے۔ تم سورۃ الحجر ولله الحمد والمنة وهو المسئول ان يتوفانا على اكمل الاحوال واحسنها فانه جواد كريم۔

أَنَّهُ أَمْرٌ بِاللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ ۖ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی

آپہنچا حکم اللہ کا سوا اس کی جلدی مت کرو ۖ وہ پاک ہے اور برتر ہے

عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ

ان کے شریک بتلانے سے ۖ اتارتا ہے فرشتوں کو ۖ بھید دے کر

أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ إِنَّ أَنْذِرُوا

اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں ۖ کہ خبردار کرو

أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

کہ کسی کی بندگی نہیں سوا میرے سو مجھ سے ڈرو ۖ بنائے آسمان

وَالْأَرْضِ بِالْحَقِّ ۖ تَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ خَلَقَ

اور زمین اور زمین ٹھیک ٹھیک وہ برتر ہے ان کے شریک بتلانے سے ۖ بنایا

الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۝

آدمی کو ایک بوند سے پھر جھجھی ہو گیا جھگڑا کرنے والا بولنے والا ۖ

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ

اور چوپائے بنادیے تمہارے واسطے ان میں جزا اول ہے اور کتنے فائدے

سورة النحل

اللہ کا حکم آپ کا ہے | یعنی خدا کا یہ حکم کہ پیغمبر علیہ السلام کی جماعت غالب و منصور اور حق کے مخالف مغلوب و ذلیل ہونگے جنہیں دنیا میں مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں اور آخرت میں براہ راست احکم الحاکمین کے دربار سے شرک و کفر کی سزا ملے گی اس حکم کے وقوع کا وقت قریب آپہنچا۔ اور قیامت کی گھڑی بھی دور نہیں ہے۔ جس چیز کا آنا یقینی ہوا سے آئی ہوئی سمجھنا چاہئے پھر جلدی مچانے کی کیا ضرورت ہے۔ کفار ازراہ تکذیب و استہزاء کہا کرتے تھے کہ جس عذاب یا قیامت کے آنے کا تم وعدہ کرتے ہو، وہ جلد کیوں نہیں آجاتا انہیں متنبہ فرمایا کہ تمہارے ایسا کہنے سے وہ ٹلنے والا نہیں۔ بلکہ حتمی اور یقینی طور پر جلد آیا چاہتا ہے جس قدر دیر لگ

رہی ہے وہ بھی ایک طرح سے تمہارے حق میں مفید ہے ممکن ہے بعض کو اصلاح و توبہ کی توفیق مل جائے۔ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ (عنکبوت رکوع ۵) يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا لَحَقٌّ (شوریٰ رکوع ۲)

❖ یعنی جب حق کا غالب ہونا اور کفر و شرک پر سزا ملنا یقینی ہے تو توحید کی راہ اختیار کرو اور مشرکانہ طور و طریق سے علیحدہ ہو جاؤ۔ جنہیں تم خدائی کا شریک ٹھہراتے ہو ان میں سے کوئی خدا کے حکم کو نال نہیں سکتا نہ عذاب الہی کو روک سکتا ہے۔

❖ یعنی فرشتوں کی جنس میں سے بعض کو جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام یا حفظہ الوحی، جن کی طرف ”فَإِنَّهُ يَسْأَلُكُم مِّن بَيْن يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا“ (جن رکوع ۲) میں اشارہ کیا ہے۔

❖ یہاں ”روح“ سے مراد وحی الہی ہے جو خدا کی طرف سے پیغمبروں کی طرف غیر مرئی طریق پر بطور ایک بھید کے آتی ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ”يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ“ (المومن رکوع ۲) ایک جگہ قرآن کی نسبت فرمایا ”وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا“ (شوریٰ رکوع ۵) قرآن یا وحی الہی کو ”روح“ سے تعبیر فرمائے میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح مادی اجسام کو نفع روح سے ظاہری حیات حاصل ہوتی ہے، اسی طرح جو قلوب جہل و ضلال کی بیماریوں سے مردہ ہو چکے تھے وہ وحی الہی کی روح پا کر زندہ ہو جاتے ہیں۔

❖ انبیاء کی بعثت وہ بندے رسولوں کا انتخاب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کو خدا تعالیٰ ساری مخلوق میں سے اپنی حکمت کے موافق اپنے کامل اختیار سے چن لیتا ہے۔ ”اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ“ (انعام رکوع ۱۵) اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ“ (الحج رکوع ۱۰)

❖ یعنی توحید کی تعلیم، شرک کا رد اور تقویٰ کی طرف دعوت، یہ ہمیشہ سے تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترکہ و متفقہ نصب العین (مشن) رہا ہے۔ گویا اثبات توحید کی یہ نقلی دلیل ہوئی۔ آگے عقلی دلیلیں بیان کی جاتی ہیں۔

❖ زمین و آسمان میں توحید کے دلائل یعنی زمین و آسمان کا نظام ایسا درست و استوار بنایا ہے جسے دیکھ کر لامحالہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ تمام کائنات کا سلسلہ صرف ایک ہی مالک مختار کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔ اگر کئی یا اختیار خداؤں کے ہاتھوں میں باگ ہوتی تو یہ محکم انتظام و انضباط اتنی مدت تک ہرگز قائم نہ رہتا ضرور آپس میں ٹکڑ ہو جاتی۔ بلکہ کئی آزاد خداؤں کی کشمکش باہمی سرے سے اس نظام عالم کو موجود ہی نہ ہونے دیتی ”لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلَٰهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا“ (انبیاء رکوع ۲) ”إِذَا الذَّهَبُ كُلُّهُ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَّا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ“ (المومنون رکوع ۵)

❖ تخلیق انسان میں اللہ کی نشانیاں یعنی علویات و سفلیات کا انتظام درست کر کے تم کو پیدا کیا۔ تم خود اپنی خلقت میں غور کرو تو حق تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعت و قدرت کا سبق ملے گا۔ تمہاری اصل کیا تھی؟ ایک قطرہ بے جان، جس میں نہ حس و حرکت تھی نہ شعور و ارادہ، نہ وہ بات کرنے کے قابل تھا، نہ اس لائق تھا کہ کسی معاملہ میں جھگڑ کر اپنا حق منوادے یا دوسروں پر غالب آجائے۔ اب دیکھو حق تعالیٰ نے اسی قطرہ ناچیز کو کیا سے کیا بنا دیا۔ کیسی عجیب صورت عطا کی۔ اور کیسی اعلیٰ قوتیں اور کمالات اس پر فائز کئے جو ایک حرف بولنے پر قادر نہ تھا وہ کیسے لیکچر دینے لگا جس میں ادنیٰ حس و حرکت نہ تھی، اب کس طرح بات بات میں جھگڑے کرنے اور جھججیت نکالنے لگا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات مخلوق سے گذر کر خالق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا، یہ بھی یاد نہ رکھا کہ میری اصل کیا تھی اور کیسے یہ طاقت حاصل ہوئی ”أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ وَصَرَبَ لَنَا مِثْلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ، قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ“ (یس رکوع ۵)

وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٥﴾ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تَرِيحُونَ

اور بعضوں کو کھاتے ہو ﴿۵﴾ اور تم کو ان سے عزت ہے جب شام کو چرا کر لاتے ہو

وَحِينَ تَسْرَحُونَ ﴿٦﴾ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ

اور جب چرانے لے جاتے ہو ﴿۶﴾ اور اٹھالے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک

لَمْ تَكُونُوا بِلِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ ۗ إِنَّ رَبَّكُمْ

کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر جان مار کر بے شک تمہارا رب

لَرَّءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٧﴾ وَالْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ

بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے ﴿۷﴾ اور گھوڑے پیدا کئے اور چھریں اور گدھے

لِتَرْكِبُوهَا وَزِينَةً ۗ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨﴾ وَعَلَىٰ

کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے ﴿۸﴾ اور پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے ﴿۸﴾ اور

اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ۗ وَلَوْ شَاءَ

اللہ تک پہنچتی ہے سیدھی راہ اور بعضی راہ کج بھی ہے ﴿۹﴾ اور اگر وہ چاہے

لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩﴾ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

تو سیدھی راہ دے تم سب کو ﴿۹﴾ وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے

مَاءً لَّكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ ۖ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ﴿١٠﴾

تمہارے لیے پانی اس سے پیتے ہو اور اسی سے درخت ہوتے ہیں جس میں چراتے ہو ﴿۱۰﴾

يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَ

اگاتا ہے تمہارے واسطے اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور

❖ چوپایوں کی تخلیق میں دلائل | یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری تمہارے لئے پیدا کئے۔ ان میں سے بعض کے بال یا اون وغیرہ سے کپل ڈھسے، ڈیرے، خیمے اور سردی سے بچنے کے لئے مختلف قسم کے لباس تیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی کا دودھ پیا جاتا ہے، کسی کو بل میں چلایا جاتا ہے۔ گھی مکھن وغیرہ کی ساری افراط ان ہی جانوروں کی بدولت ہے۔ ان کے چمڑے سے کیسے کیسے عمدہ اور بیش قیمت سامان تیار کئے جاتے ہیں۔ جن جانوروں کا گوشت کھانے میں کوئی معتدبہ بدنی یا اخلاقی مضرت نہیں ہے ان کا گوشت کھایا جاتا ہے، کتے غریبوں کی شکم پروری اس سے ہوتی ہے اور جو دوسری غذائیں ہم کھاتے ہیں ان کی تیاری میں بھی ان حیوانات کو کس قدر دخل ہے۔

❖ جب ڈھور ڈنگر گھر میں بندھے کھڑے ہوں یا جنگل میں غائب ہوں اس وقت انعام الہی کا ایسا صاف مظاہرہ نہیں ہوتا۔ ہاں جب چرنے کے لئے گھر سے نکلتے یا شام کو جنگل سے شکم سیر ہو کر گھر کی طرف لوٹتے ہیں اس وقت ایک عجیب رونق اور چہل پہل ہوتی ہے۔ مالک خود بھی دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی کہتے ہیں کہ خدا نے فلاں زمیندار کو کیسا وحسن دولت دیا ہے۔

❖ یعنی جہاں تم جریدہ بدون سامان و اسباب کے بڑی مشکل سے پہنچ سکتے تھے یہ جانور تم کو اور تمہارے بھاری بھاری سامانوں کو کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ یہ خدا کی کتنی بڑی شفقت اور مہربانی ہے کہ ان حیوانات کو تمہاری خدمت میں لگا دیا اور ان سے کام لینے کی اجازت دی اور بڑی سخت اور مشکل مہمات ان جانوروں کے ذریعہ سے آسان کر دیں۔ "أُولَٰئِكَ يَرْوٰؤْنَا وَآنَا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ" (سورۃ النحل ۵)

❖ یعنی سواری کرتے ہو اور عزت و شان ظاہر ہوتی ہے۔ تنبیہ | عرب میں گدھے کی سواری معیوب نہیں۔ وہاں کے گدھے نہایت قیمتی، خوبصورت، تیز رفتار اور قدم باز ہوتے ہیں۔ بعض گدھوں کے سامنے گھوڑوں کی کچھ حقیقت نہیں رہتی۔ ایک زندہ دل ہندی نے خوب کہا تھا کہ حجاز میں "گدھا" نہیں "جمار" ہوتا ہے۔

❖ یعنی جن حیوانات کا اوپر ذکر ہوا، ان کے علاوہ حق تعالیٰ تمہارے انتفاع کے لئے وہ چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے اور کرتا رہیگا جن کی تمہیں فی الحال خبر بھی نہیں۔ اس میں وہ سب سواریاں بھی آگئیں جو قیامت تک بنتی رہیں گی۔

❖ باطنی سیاحت | پہلے ذکر فرمایا تھا کہ تم حیوانات کی پیٹھ پر سوار ہوتے ہو اور وہ تم کو مع سامان و اسباب کے سخت اور کٹھن منزلیں طے کرا کر منزل مقصود پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہ بدنی اور حسی سیر و سفر کا حال ہوا۔ اسی کی مناسبت سے اب روحانی اور معنوی سیر و سیاحت کی طرف کلام منتقل ہو گیا۔ یعنی جس طرح زمینی راستے طے کر کے منزل مقصود تک پہنچتے ہو، ایسے ہی خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بھی کھلا ہوا ہے۔ جس کی سمجھ سیدھی ہوگی۔ وہ مذکورہ بالا دلائل و بصائر میں غور کر کے حق تعالیٰ کی قدرت اور عظمت و جبروت پر ایمان لائے گا اور تو حید و تقویٰ کی سیدھی راہ چل کر بے کھٹکے خدا تک پہنچ جائے گا۔ لیکن جس کی عقل سیدھی نہیں، اسے سیدھی سڑک پر چلنے کی توفیق کہاں ہو سکتی ہے وہ ہمیشہ ابواء و اوہام کی بیچ دار پگڈنڈیوں میں پڑا بھٹکتا رہے گا۔ "وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ" (انعام رکوع ۱۹)

❖ یعنی خدا کچھ اس بات سے عاجز نہیں تھا کہ ساری دنیا کو ایک ہی راہ پر لگا دیتا۔ لیکن اس کی حکمت متعنی نہیں ہوئی کہ سب کو ایک ہی ڈھنگ اختیار کرنے پر مجبور کر دے۔ جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواقع میں اس کی تشریح کر چکے ہیں۔

❖ یعنی پانی پینے کے قابل بنایا اور اسی سے درخت، گھاس وغیرہ نباتات اگائے جس سے تمہارے جانور چرتے ہیں۔

الْأَعْنَابِ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً

انگور اور ہر قسم کے میوے اس میں البتہ نشانی ہے

لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝۱۱ وَسَخَّرَ لَكُمْ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَ

ان لوگوں کو جو غور کرتے ہیں اور تمہارے کام میں لگا دیا رات اور دن اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۗ وَالنُّجُومَ مَسْخَرَاتٍ بِأَمْرِ رَبِّكَ

سورج اور چاند کو اور ستارے کام میں لگے ہیں اس کے حکم سے

فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝۱۲ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ

اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو سمجھ رکھتے ہیں اور جو چیزیں پھیلائیں تمہارے واسطے

فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً

زمین میں رنگ برنگ کی اس میں نشانی ہے

لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝۱۳ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ

ان لوگوں کو جو سوچتے ہیں اور وہی ہے جس نے کام میں لگا دیا دریا کو

لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ

کہ کھاؤ اس میں سے گوشت تازہ اور نکالو اس میں سے

حَلِيبَهُ تَلْبَسُونَهَا ۗ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَازِرَ فِيهِ

گہنا جو پہنتے ہو اور دیکھتا ہے تو کشتیوں کو چلتی ہیں پانی پھاڑ کر اس میں (دریا میں)

وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝۱۴ وَالْقُرْ

اور اس واسطے کہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تاکہ احسان مانو اور رکھ دیے

پھلوں اور میووں کی تخلیق | یعنی ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل اور میوے اگا تا رہتا ہے جن کی شکل و صورت، رنگ و بو، مزہ اور تاثیر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اس میں غور کرنے والوں کے لئے خدا کی قدرت کاملہ اور صنعت غریبہ کا بڑا نشان ہے کہ ایک زمین، ایک آفتاب، ایک ہوا، اور ایک پانی سے کیسے رنگ برنگ کے پھول پھل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

رات اور دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں تا دنیا کا کاروبار چلے اور لوگ سکون و آرام حاصل کر سکیں۔ اسی طرح چاند سورج ایک معین نظام کے ماتحت نکلتے اور چھپتے رہتے ہیں۔ رات، دن کی آمد و شد اور شمس و قمر کے طلوع و غروب کے ساتھ انسانوں کے بیشتر فوائد وابستہ ہیں۔ بلکہ غور سے دیکھا جائے تو ان کے بدون انسان کی زندگی محال ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اقتدار کامل سے چاند سورج اور کل ستاروں کو ادنیٰ مزدوروں کی طرح ہمارے کاموں پر لگا رکھا ہے۔ مجال نہیں کہ ذرا سستی یا سرتابی کر سکیں۔ لیکن چونکہ رات دن اور چاند سورج سے بالکل صریح طور پر ہمارے کام متعلق ہیں اور دوسرے ستاروں سے ہمارے فوائد و مصالح کی وابستگی اس قدر واضح نہیں ہے، شاید اس لئے ان کو جدا کر کے دوسرے عنوان سے بیان فرمایا۔ واللہ اعلم

یعنی جس بلند و برتر ہستی نے آسمانی چیزوں کو تمہارے کام میں لگایا اسی نے تمہارے فائدہ کے لئے زمین میں مختلف قسم کی مخلوقات پیدا کیں جو ماہیت، شکل و صورت، رنگ و بو اور منافع و خواص میں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اس میں سب حیوانات، نباتات، جمادات، بساط و مرکبات شامل ہو گئے۔

سمندر کی تسخیر اور اس کے منافع | یعنی ایسے ٹھانھیں مارنے والے خوفناک سمندر کو بھی جس کے سامنے انسان ضعیف البیان کی کچھ بساط نہیں تمہارے کام میں لگا دیا کہ اس میں بے تکلف مچھلی کا شکار کر کے نہایت لذیذ اور تروتازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔ اور اس کے بعض حصوں میں سے موتی اور مونگا نکالتے ہو جس کے قیمتی زیور تیار کئے جاتے ہیں بھلا سمندر کی موجوں کو دیکھو جن کے سامنے بڑے بڑے جہازوں کی ایک تنگہ کے برابر حقیقت نہیں۔ لیکن ایک چھوٹی سی کشتی کس طرح ان موجوں کو چیرتی پھاڑتی چلی جاتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل دی اور ایسی چیزیں تیار کر لینے کی ترکیب بھائی جن کے ذریعہ سے گویا سمندروں کو پایاب کر لیا گیا۔

یعنی جہازوں اور کشتیوں پر تجارتی مال لاد کر ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں پہنچاؤ، اور خدا کے فضل سے بڑی فراخ روزی حاصل کرو، پھر خدا کا احسان مان کر اس کی نعمتوں کے شکر گزار رہو۔

فِي الْأَرْضِ رَوَّاسِي أَنْ تُمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا

زمین پر بوجھ (پہاڑ) کہ کبھی جھک پڑے تم کو لے کر اور بنائیں ندیاں اور راستے

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۱۵ وَعَلَّمْتِهُنَّ أَنْ يَقْرَأْنَ عَلَيْهِنَّ الْآيَاتِ الْكُرْآنِ وَالْحِكْمِ هُم

تا کہ تم راہ پاؤ اور بتائیں (رہنمائی) علامتیں اور ستاروں سے لوگ

يَهْتَدُونَ ۱۶ أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا

راہ پاتے ہیں بھلا جو پیدا کرے برابر ہے اس کے جو کچھ نہ پیدا کرے کیا

تَذَكَّرُونَ ۱۷ وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصَوْهَا ۗ

تم سوچتے نہیں اور اگر شمار کرو (گنو) اللہ کی نعمتوں کو نہ پورا کر سکو گے ان کو

إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۱۸ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو

وَمَا تَعْلَمُونَ ۱۹ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اور جو ظاہر کرتے ہو اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا

لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۗ أَمْ أَنْتَ

کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں مردے ہیں

◆ پہاڑوں کی تخلیق کے فوائد | یعنی خدا تعالیٰ نے زمین پر بھاری پہاڑ رکھ دیے تا زمین اپنی اضطرابی حرکت سے تم کو لیکر بیٹھ نہ جائے۔ روایات و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ابتدائے آفرینش مضطربانہ طور پر تھی اور کائناتی تھی خدا تعالیٰ نے اس میں پہاڑ پیدا کئے جن سے اس کی کپکپی بند ہوئی۔ آج کل جدید سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ پہاڑوں کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے۔ بہر حال زمین کی حرکت و سکون کا مسئلہ جو حکماء میں مختلف فیہ رہا ہے اس سے آیت کا نفی یا اثباتا کچھ تعلق نہیں، کیونکہ پہاڑوں کے ذریعہ سے جس حرکت کو بند کیا ہے وہ یہ دائمی حرکت نہیں جس میں اختلاف ہو رہا ہے۔

تفسیر عثمانی

یعنی ندیوں اور نہروں کا سرچشمہ کہیں پہاڑوں میں ہوتا ہے لیکن وہ میدانوں اور پہاڑوں کو قطع کرتی ہوئی سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت پر خدا کے حکم سے ان بستیوں تک پہنچتی ہیں جن کا رزق ان کے پانی سے متعلق کیا گیا ہے۔

یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاسکو۔

یعنی پہاڑ، چشمے، درخت، ریت کے ٹیلے غرض مختلف قسم کی علامتیں قائم کر دی ہیں جن سے مسافروں کے قافلے ٹھیک راستہ کا سراغ نکال سکیں۔ میں نے خود بعض اعراب (بدوؤں) کو دیکھا کہ مٹی سونگھ کر راستہ کا پتہ لگا لیتے ہیں۔

ستاروں کے فوائد | یعنی رات کے وقت دریا اور خشکی کے سفر میں بعض ستاروں کے ذریعہ سے راستہ کا پتہ لگا لیا جاتا ہے۔ ”قطب نما“ سے جو رہنمائی ہوتی ہے وہ بھی بالواسطہ ستارہ سے تعلق رکھتی ہے۔

پھر باطل معبودوں کی پرستش کس لئے؟ | یعنی سوچنا چاہئے یہ کس قدر حماقت ہے کہ جو چیزیں ایک مکھی کا پر اور مچھر کی ٹانگ بلکہ ایک جو کا دانہ یا ریت کا ذرہ پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں انہیں معبود و مستعان ٹھہرا کر خداوند قدوس کے برابر کر دیا جائے۔ جو مذکورہ بالا عجیب و غریب مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور ان کے محکم نظام کو قائم رکھنے والا ہے اس گستاخی کو دیکھو اور خدا کے انعامات کو خیال کرو۔ حقیقت میں انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

یعنی جو نعمتیں اوپر بیان ہوئیں ”مشتہ نمونہ از خروارے“ تھیں۔ باقی خدا کی نعمتیں تو اس قدر ہیں جن کا تم کسی طرح شمار نہیں کر سکتے۔

اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں | یعنی ان بے شمار نعمتوں کا شکر پوری طرح کس سے ادا ہو سکتا تھا۔ لہذا ادائے شکر میں جو کوتاہی رہ جاتی ہے خدا اس سے درگزر کرتا اور تھوڑے سے شکر پر بہت سا اجر عطا فرمادیتا ہے۔ یا یہ کہ کفران نعمت کے بعد جو شخص توبہ کر کے شکر گزار بن جائے حق تعالیٰ اس کی کچھلی کوتاہیوں کو بخشا اور آئندہ کے لئے رحمت مہذول فرماتا ہے۔ بلکہ ناشکری کی حالت میں بھی اپنی رحمت واسعہ سے اس کو بالکل محروم نہیں کرتا۔ ہزاروں طرح کی نعمتیں دنیا میں فائز کرتا رہتا ہے۔

یعنی حق تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی احوال سے خبردار ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ کون شخص اس کی نعمتوں پر کس حد تک دل سے اور کس حد تک جوارج سے شکر گزار بنتا ہے اور کون ایسا ہے جس کا ظاہر و باطن ادائے حق نعمت سے خالی رہتا ہے، یا مذکورہ بالا دلائل و نعم کون کون کون ہے جو سچے دل سے اس پر ایمان لاتا ہے اور کون ہے جو ظاہر میں دلائل سے لاجواب ہو کر بھی حق کو قبول نہیں کرتا۔ خدا کے علم میں جس کا جو حال ہوگا اسی کے موافق معاملہ کرے گا۔

ان کے معبود خود مخلوق ہیں | خدا تو وہ ہے جس کے عظیم الشان اور غیر محصور انعامات کا اوپر تذکرہ ہوا۔ اب مشرکین کی حماقت ملاحظہ ہو کہ ایسے عالم الکل اور خالق الکل خدا کا شریک ان چیزوں کو ٹھہرا دیا جو ایک گھاس کا تنکا پیدا نہیں کر سکتیں، بلکہ خود ان کا وجود بھی خدا کا پیدا کیا ہوا ہے۔

غَيْرَ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ ۚ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿۲۱﴾

جن میں جان نہیں ◆ اور نہیں جانتے ◆ کب اٹھائے جائیں گے ◆

إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

معبود تمہارا ◆ معبود ہے اکیلا ◆ سو جن کو یقین نہیں ◆ آخرت کی زندگی کا

قُلُوبِهِمْ مِّنْكَرَةٌ ۚ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ

ان کے دل نہیں مانتے ◆ اور وہ مغرور ہیں ◆ ٹھیک بات ہے

أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ

کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں ◆ اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں (جتلاتے ہیں) ◆ بے شک وہ نہیں

يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ﴿۲۳﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَاذَا

پسند کرتا ◆ غرور کرنے والوں کو ◆ اور جب کہے ان سے ◆ کہ کیا

أَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا ۗ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوا

اتارا ہے تمہارے رب نے ◆ تو کہیں ◆ کہانیاں ہیں پہلوں کی ◆ تاکہ اٹھائیں

أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَمِنْ أَوْزَارِهِمْ

بوجھ اپنے پورے ◆ دن قیامت کے ◆ اور کچھ بوجھ

الَّذِينَ يَضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَزُرُونَ ﴿۲۵﴾

ان کے ◆ جن کو بہکاتے ہیں لاشعیر ◆ سنتا ہے ◆ برا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں ◆

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَآتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ

البتہ دغا بازی کر چکے ہیں جو تھے ان سے پہلے (ان سے اگلے) ◆ پھر پہنچا حکم اللہ کا ◆ ان کی عمارت پر

یعنی جن چیزوں کو خدا کے سوا پوجتے ہیں سب مردے (بے جان) ہیں۔ خواہ دو انا مثلاً بت، یا فی الحال مثلاً جو بزرگ مرچکے اور ان کی پوجا کی جاتی ہے یا انجام و مال کے اعتبار سے مردہ ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح روح القدس اور ملائکہ اللہ، جن کی بعض فرقتے پرستش کرتے تھے بلکہ جن و شیطان بھی جن کو بعض مسموخ الفطرت پوجتے ہیں سب پر ایک وقت موت طاری ہونے والی ہے۔ پس جس چیز کا وجود دوسرے کا عطا کیا ہوا ہو اور وہ جب چاہے چھین لے، اسے خدا کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ یا عبادت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟

یعنی یہ عجیب خدا ہیں جنہیں کچھ خبر نہیں کہ قیامت کب آئے گی اور وہ خود یا ان کے پرستار کب حساب و کتاب کے لئے اٹھائیں جائیں گے۔ ایسی بے جان اور بے خبر ہستیوں کو خدا بتلانا انتہا درجہ کی حماقت اور جہل ہے۔

اللہ تو ایک ہی ہے | یعنی جو دلائل و شواہد او پر بیان ہوئے ایسے صاف اور واضح ہیں جس میں ادنیٰ غور کرنے سے انسان توحید کا یقین کر سکتا ہے لیکن غور و طلب تو وہ کرے جسے اپنی عاقبت کی فکر اور انجام کا ڈر ہو۔ جن کو بعد الموت کا یقین ہی نہیں نہ انجام کی طرف دھیان ہے وہ دلائل پر کب کان دھرتے اور ایمان و کفر کے نیک و بد انجام کی طرف کب التفات کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں توحید کا اقرار اور پیغمبروں کے سامنے تواضع سے گردن جھکانے کا خیال آئے تو کہاں سے آئے۔

تکبر کا برا انجام | یعنی خوب سمجھ لو کہ غرور کوئی اچھی اور پسندیدہ چیز نہیں، اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا، توحید کا انکار جو تم دلوں میں رکھتے ہو اور غرور و تکبر جس کا اظہار تمہاری چال ڈھال اور طور و طریق سے ہو رہا ہے، سب خدا کے علم میں ہے۔ وہ ہی ہر کھلے چھپے جرم کی سزا تم کو دے گا۔

قرآن کریم پر کفار کا تمسخر | یعنی ناواقف اشخاص بغرض تحقیق یا واقف لوگ ازراہ امتحان جب ان مکذبین سے کہتے ہیں یا وہ مکذبین خود آپس میں ایک دوسرے سے ازراہ تمسخر و استہزاء سوال کرتے ہیں کہ ”کہو تمہارے رب نے کیا چیز اتاری ہے؟“ مطلب یہ کہ قرآن جسے پیغمبر علیہ السلام خدا کا اتارا ہوا بتلاتے ہیں تمہارے نزدیک کیا چیز ہے اور محمد ﷺ اس دعوے میں کہاں تک سچے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) قرآن میں رکھا ہی کیا ہے بجز اس کے کہ کتب سابقہ اور ملل سابقہ کی کچھ پرانی بے سند باتیں (توحید، نبوت، جنت دوزخ وغیرہ) اور چند قصے کہانیاں نقل کر دی گئی ہیں۔

یعنی اس کہنے سے غرض یہ ہے کہ (معاذ اللہ) قرآن عزیز کو بے وقعت ٹھہرا کر اپنے ساتھ دوسروں کو گمراہ کریں اور اس طرح اپنے کفر و ضلال کی پوری پوٹ کے ساتھ کچھ بوجھ ان لوگوں کے اضلال و اغواء کا بھی سر پر رکھیں۔ جنہیں اپنی نادانی اور جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔ خیال کرو کیسی بدی کی پوٹ سر پر رکھ رہے ہیں۔ حدیث میں ہے۔ ”وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ إِثْمِ مَنْ اتَّبَعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ إِثْمِهِمْ شَيْئًا“ قال اللہ تعالیٰ ”وَلْيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ“ (عنکبوت رکوع ۱)

مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ

بنیادوں سے پھر گر پڑی ان پر چھت اور اوپر سے اور

أَنَّهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۳۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ

آیا ان پر عذاب جہاں سے ان کو خبر نہ تھی پھر قیامت

الْقِيَامَةِ يُخْزِبُهُمْ وَيَقُولُ آيِنَ شُرَكَائِ الَّذِينَ

کے دن رسوا کرے گا ان کو اور کہے گا کہاں ہیں میرے شریک جن پر

كُنْتُمْ تُشَاقِقُونَ فِيهِمْ ۗ قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

تم کو بڑی ضد تھی بولیں گے جن کو دی گئی تھی خبر

إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۳۷﴾

بے شک رسوائی آج کے دن اور برائی منکروں پر ہے

الَّذِينَ تَتَوَفَّوهُمْ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ

جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اور وہ برا کر رہے ہیں اپنے حق میں

فَالْقُوا السَّلَامَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ ۗ بَلْ

تب ظاہر کریں گے اطاعت کہ ہم تو کرتے نہ تھے کچھ برائی کیوں نہیں

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۸﴾ فَادْخُلُوا

اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے تھے سو داخل ہو

أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ فَلَيْسَ مَثْوًى

دروازوں میں دوزخ کے رہا کرو سدا ہی میں سو کیا برا ٹھکانا ہے

پچھلی قوموں کے کفر کا انجام | یعنی لوگوں کو گمراہ کرنے اور پیغام حق کو پست کرنے کی جو تدبیریں آج کی جا رہی ہیں ان سے پہلے دوسری قومیں بھی انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ایسی تدبیریں کر چکی ہیں۔ انہوں نے مکر و تلمیس کے بڑے اونچے محل کھڑے کر دیے، پھر جب خدا کا حکم پہنچا تو اس نے پکڑ کر بنیادیں ہلا دیں۔ آخر عذاب الہی کے ایک جھٹکا میں ان کے تیار کئے ہوئے محل ان ہی پر آ پڑے جن کی چھتوں کے نیچے سب دب کر رہ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی تدبیریں خود ان ہی پر الٹ دی گئیں۔ اور جو سامان غلبہ و حفاظت کا کیا تھا وہ فنا و ہلاکت کا سبب بن گیا۔ بلکہ بعض اقوام کی بستیاں حسی طور پر بھی تہ و بالا کر دی گئیں۔

آخرت میں کفار سے خطاب | یعنی جن شرکاء کی حمایت میں ہمارے پیغمبروں سے ہمیشہ لڑتے جھگڑتے تھے آج وہ کہاں ہیں۔ تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے ”هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ“ (شعر آء رکوع ۵) ”فَمَالَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ“ (طارق رکوع ۱) یہ کہنا ہی ان کو رسوا کرنا ہے۔ یا رسوائی سے مراد جہنم میں داخل کرنا اور ان کی خفیہ مکاریوں کا پردہ فاش کرنا ہے۔ ”اِنَّكَ مِنْ تَدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اخْزَيْتَهُ“ (آل عمران رکوع ۲۰)

یعنی وہ تو کیا جواب دے سکتے۔ البتہ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے باخبر لوگ اس وقت ان مکاروں کا بازو کو سنا کر کہیں گے کہ دیکھ لیا جو ہم کہا کرتے تھے۔ آج کے دن ساری برائی اور رسوائی صرف منکرین حق کے لئے ہے۔

یعنی شرک و کفر اختیار کر کے اپنے حق میں برا کرتے رہے۔ آخر اسی حالت میں موت کے فرشتے جان نکالنے کو آگئے۔ خلاصہ یہ کہ خاتمہ حالت کفر و شرک پر ہوا۔ العیاذ باللہ۔

یعنی اس وقت ساری فوں فوں نکل جائے گی۔ جو شرارت و بغاوت دنیا میں کرتے تھے سب کا انکار کر کے اطاعت و وفاداری کا اظہار کریں گے کہ ہم نے کبھی کوئی بری حرکت نہیں کی ہمیشہ نیک چلن رہے۔ ”يَوْمَ يَعْتَصِمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِلَّا اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُونَ“ (مجادلہ رکوع ۳)

یعنی کیا جھوٹ بول کر خدا کو فریب دینا چاہتے ہو؟ جس کے علم میں تمہاری ساری حرکات ہیں آج تمہارا کوئی مکر اور جھوٹ خدائی سزا سے نہیں بچا سکتا۔ وقت آ گیا ہے کہ اپنی کرتوت کا مزہ چکھو۔

الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٢٩﴾ وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ

غرور کرنے والوں کا اور کہا پر ہیزگاروں کو کیا اتارا

رَبِّكُمْ قَالُوا خَيْرٌ بِالَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا

تمہارے رب نے بولے نیک بات جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں

حَسَنَةً ۗ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۗ وَلَنِعْمَ دَارُ

ان کو بھلائی ہے ♦ اور آخرت کا گھر بہتر ہے اور کیا خوب گھر ہے

الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُجْرَى مِنْ

پر ہیزگاروں کا ♦ باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں وہ جائیں گے بہتی ہیں ان کے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۗ كَذَلِكَ

نیچے نہریں ان کے واسطے وہاں ہے جو چاہیں ♦ ایسا

يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ

بدلہ دے گا اللہ پر ہیزگاروں کو ♦ جن کی جان قبض کرتے ہیں فرشتے

طَيِّبِينَ ۗ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۗ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا

اور وہ ستھری ہیں ♦ کہتے ہیں فرشتے سلامتی تم پر جاؤ بہشت میں ♦ بدلہ ہے

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ

اس کا جو تم کرتے تھے ♦ کیا کا فر اب اس کے منتظر ہیں کہ آئیں ان پر

الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِي أَمْرٌ رَبِّكَ ۗ كَذَلِكَ فَعَلَ

فرشتے یا پہنچے حکم تیرے رب کا ♦ اسی طرح کیا تھا

متقین سے سوال اور ان کا جواب | یہ مستکبرین کے مقابلہ میں متقین (پرہیزگاروں) کا حال بیان فرمایا کہ جب ان سے قرآن کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز اتاری تو نہایت عقیدت و ادب سے کہتے ہیں کہ ”نیک بات جو سراپا خیر و برکت ہے“ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس نے بھلائی کی دنیا میں اسے بھلائی کا خوشگوار پھل ملکر رہے گا۔ خدا کے یہاں کسی کی محنت اور ذرہ برابر نیکی ضائع نہیں جاتی۔

یعنی آخرت کی بھلائیوں اور نعمتوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ دنیا و ما فیہا کی نعمتیں وہاں کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔

اہل جنت کی ہر خواہش پوری ہوگی | یعنی جنتی جس قسم کی جسمانی راحت اور روحانی مسرت چاہیں گے وہاں حاصل ہوگی ”وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ“ (زخرف رکوع ۷)

یعنی ان تمام لوگوں کو جو کفر و شرک اور فسوق و عصیان سے پرہیز کرتے ہیں ایسا اچھا بدلہ ملے گا۔ یعنی ان کی جانیں موت کے وقت تک کفر و شرک کی نجاست سے پاک اور فسق و فجور کے میل کچیل سے صاف رہیں۔ اور حق تعالیٰ کی صحیح معرفت و محبت کی وجہ سے نہایت خوشدلی اور انشراح بلکہ اشتیاق کے ساتھ اپنی جان جان آفریں کے حوالہ کی۔

ایک حیثیت سے روحانی طور پر تو انسان مرنے کے بعد ہی جنت یا دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہاں جسمانی حیثیت سے پوری طرح دخول حشر کے بعد ہوگا۔ ممکن ہے اس بشارت میں دونوں قسم کے دخول کی طرف اشارہ ہو۔

یعنی تمہارا عمل سبب عادی ہے دخول جنت کا۔ باقی سب حقیقی رحمت الہیہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا۔ ”إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللَّهُ بِرَحْمَتِهِ“

کفار کو تنبیہ | جنت کی خوبیاں اور اس کا تفوق و امتیاز بیان فرمانے کے بعد ان غافلوں کو تنبیہ کی جاتی ہے جو محض دنیوی سامانوں پر مست ہو کر آخرت کو بھلائے بیٹھے ہیں اور اپنا انجام سدھارنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ یعنی کیا یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ جس وقت فرشتے جان نکالنے کو آجائیں گے یا خدا کے حکم کے موافق قیامت قائم ہو جائے گی، یا مجرموں کی سزا دہی کا حکم پہنچ جائے گا اور جو تاسر پر پڑنے لگے گا، تب ایمان لا کر اپنی حالت درست کریں گے، حالانکہ اس وقت کا ایمان یا توبہ و رجوع کچھ نافع نہ ہوگا۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ موت سے پہلے بعد الموت کی تیاری کی جائے اور عذاب آنے سے پیشتر بچاؤ کی تدبیر کر لیں۔

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ

ان سے انہوں نے اور اللہ نے ظلم نہ کیا ان پر لیکن

كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۳۳﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا

وہ خود اپنا برا کرتے رہے پھر پڑے ان کے سر ان کے

عَبِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۴﴾ وَ

بڑے کام اور الٹ پڑا ان پر جو ٹھٹھا کرتے تھے اور

قَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ

بولے شرک کرنے والے اگر چاہتا اللہ نہ پوجتے ہم اس کے سوا

مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ دُونِهِ

کسی چیز کو اور نہ اسے باپ اور نہ حرام ٹھہرا لیتے ہم بدون اس کے حکم کے

مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ

کسی چیز کو اسی طرح کیا ان سے انہوں نے سو

عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا

رسولوں کے ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا صاف صاف اور ہم نے اٹھائے ہیں (بھیجے ہیں)

فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا

ہر امت میں رسول کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو

الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ

بڑھنگے سے (جھوٹے معبودوں سے) پھر کسی کو ان میں سے ہدایت کی (راہ بچائی) اللہ نے اور کسی پر

❖ یعنی اگلے معاندین بھی اسی طرح غرور و غفلت کے نشے میں پڑے رہے تھے۔ باطل پرستی میں تمادی ہوتی رہی، توبہ کے وقت توبہ نہ کی، اخیر تک انبیاء کی تکذیب و مخالفت پر تلے رہے اور انکی باتوں کی ہنسی اڑاتے رہے۔ آخر جو کیا تھا سامنے آیا اور عذاب الہی وغیرہ کی جن خبروں سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے وہ آنکھوں سے دیکھ لیں۔ ان کا استہزاء و تمسخر انہی پر الٹ پڑا، بھاگ کر جان بچانے کی کوئی سبیل نہ رہی اپنی شرارتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ جو بویا تھا سو کاٹا۔ خدا کو ان سے کوئی بیر نہ تھا نہ اس کے یہاں ظلم و تعدی کا امکان ہے۔ ان لوگوں نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری کسی کا کیا بگڑا انہی کا نقصان ہوا۔

❖ **مشرکین کے دلائل کا رد** | یہاں سے ان باطل اعذار اور لچر پوچ دلائل کا رد شروع کرتے ہیں جو مشرکین اپنے شرک اور اعمال شرکیہ کا جواز و استحسان ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر غیر اللہ کی پرستش یا بعض جانوروں (مثلاً بحیرہ سائبہ وغیرہ) کو حرام ٹھہرا لینا برے اور بے سند کام ہوتے جنہیں خدا پسند نہ کرتا تو ہم کو کرنے کیوں دیتا۔ ضرور تھا کہ جب ہم اس کی مرضی کے خلاف کام کریں تو اس سے روک دے نہ رکیں تو فوراً سزا دے۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو یہ دلیل ہے کہ خدا کو وہ کام ناپسند نہیں۔ آٹھویں پارہ کے دوسرے ربع آیت سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ الْحَيَاتُ لَأَمْلَأُوا أَرْضَكُمْ بِالْحَيَاتِ وَالْحَيَاتُ غَيْرُ مُنْقَرِهَاتٍ وَإِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ اور اس کا مفصل جواب بیان کیا گیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

❖ **انبیاء کی بعثت کا مقصد** | یعنی مشرکین کا یہ کہنا غلط ہے کہ خدا کی طرف سے روکا نہیں گیا ابتدائے آفرینش سے آج تک حسب ضرورت و مصلحت حق تعالیٰ انبیاء کو بھیجتا رہا ہے جن کا کام ہی یہ تھا کہ لوگوں کو شرک و اعمال شرکیہ سے روکیں۔ اور صاف صاف اعلان کریں کہ خدا تعالیٰ کو کیا کام پسند ہیں کیا ناپسند، اور ان میں سے ہر ایک کا انجام کیا ہے۔ باقی یہ کہ لوگوں کو تکوینی طور پر مجبور کیوں نہ کر دیا گیا کہ وہ بدی کا راستہ اختیار ہی نہ کر سکتے تو یہ بات اس کی حکمت کے منافی تھی جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواضع میں لکھ چکے ہیں۔ رہی یہ چیز کہ جو انبیاء کا کہنا نہ مانیں انہیں فوراً سزا دی جاتی تو بہت سی قوموں کو دنیا میں عبرت تاک سزائیں بھی دی گئیں۔ جیسا کہ اگلی آیت میں مذکور ہے۔ ہاں عقلاً و نقلاً یہ ضروری نہیں کہ ارتکاب جرم کے ساتھ انہیں فوراً سزا دی جائے۔ مجرم کو ایک منٹ کی مہلت نہ ملے نہ اس کے لئے توبہ و اصلاح کا کوئی موقع باقی چھوڑا جائے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”یہ نادانوں کی باتیں ہیں کہ اللہ کو یہ کام برا لگتا تو کیوں کرنے دیتا۔ آخر ہر فرقے کے نزدیک بعضے کام برے ہیں، پھر وہ کیوں ہونے دیتا ہے“ (کیا ان کے روکنے سے خدا عاجز تھا؟) یہاں جواب مجمل فرمایا کہ ہمیشہ رسول منع کرتے آئے ہیں، جس کی قسمت میں ہدایت تھی اس نے پائی، جو خراب ہونا تھا خراب ہوا۔ اللہ کو یہ ہی منظور ہے (کہ انسان کوئی الجملہ کسب و اختیار کی قوت دیکر آزاد رکھے۔ اینٹ پتھر کی طرح مجبور یا حیوانات کی طرح اس کا دائرہ عمل محدود نہ کرے بلکہ ہر طرف بڑھنے اور ترقی کرنے کا موقع دے۔)

❖ **ہر قوم کے لئے ہدایت بھیجی گئی** | یعنی اپنے اپنے وقت پر۔ پھر آخر میں پیغمبر عربی ﷺ کو رسول الثقلین بنا کر بھیجا۔ (تنبیہ) اس آیت سے لازم نہیں آتا کہ ہر قوم اور بستی میں رسول بلا واسطہ بھیجا گیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ایک نبی کسی قوم میں اٹھایا جائے اور اس کے نائب جنہیں ”ہادی“ و ”نذیر“ کہا جاسکتا ہے دوسری اقوام میں بھیجے جائیں۔ ان کا بھیجنا گویا بلا واسطہ اسی پیغمبر کا بھیجنا ہے، واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں ”مُزِدْ دِنَاوَهُ جَوْنًا حَقَّ سِرْدَارِي كَا دَعْوَى كَرَى كَچھ سند نہ رکھے۔ ایسے کو ”طاغوت“ کہتے ہیں بت، شیطان اور زبردست ظالم سب اس میں داخل ہیں۔“

حَقَّتْ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ ۖ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

ثابت ہوئی گمراہی سو سفر کرو ملکوں میں

فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ﴿۳۶﴾ اِنْ

پھر دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا اگر

تَحْرِصُ عَلَىٰ هُدًىٰ مُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ ۗ

تو طمع کرے اُن کو راہ پر لانے کی تو اللہ راہ نہیں دیتا جس کو بچلاتا ہے

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّاصِرِينَ ﴿۳۷﴾ وَاَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ

اور کوئی نہیں اُن کا مددگار اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی سخت

اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن مِّنْ يَّمُوتُ ۖ بَلَىٰ وَعْدًا

قسمیں کہ نہ اٹھائے گا اللہ جو کوئی مر جائے کیوں نہیں (پیشک اٹھائے گا) وعدہ

عَلَيْهِ حَقًّا ۗ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۸﴾

ہو چکا ہے اس پر پکا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يُخْتَلَفُونَ فِيهِ ۖ وَلِيُعَلِّمَ الَّذِينَ

اٹھائے گا تاکہ ظاہر کر دے ان پر جس بات میں کہ جھگڑتے ہیں اور تاکہ معلوم کر لیں

كَفَرُوا ۗ وَاللَّهُمَّ كَانُوا كَذِبِينَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ

کافر کہ وہ جھوٹے تھے ہمارا کہنا کسی چیز کو

اِذَا ارَدْنَاهُ اَنْ نَّقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۴۰﴾ وَالَّذِينَ

جب ہم اس کو کرنا چاہیں یہی ہے کہ کہیں اُس کو ہو جائے تو وہ ہو جائے اور جنہوں نے

یعنی جس کو قصور استعداد اور سوء اختیار کی بناء پر خدا گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں کر سکتا نہ اسے خدائی سزا سے کوئی بچا سکتا ہے۔ آپ کا ان کی ہدایت پر حریص ہونا بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ پھر آپ ان کے غم میں اپنے کو اس قدر کیوں گھلاتے ہیں۔

یعنی موت کے بعد دوسری زندگی ہی نہیں پھر عذاب کا کیا ڈر۔ سب ڈھکوسلے ہیں۔

کفار کی قسمیں | یعنی تمہارے انکار اور انکل پچو قسمیں کھانے سے خدا کا پکا وعدہ ٹل نہیں سکتا، وہ تو ہو کر رہے گا۔ البتہ تم ایسی حقائق ثابتہ کا انکار کر کے اپنے جہل کا ثبوت دے رہے ہو۔ جو شخص خدا کے علم محیط اور شئون قدرت و حکمت، تکوین کے راز اور اس کی غرض و غایت سے آگاہ ہوگا وہ کبھی بعث بعد الموت کا انکار نہیں کر سکتا۔ سچ ہے۔ ”الناس اعداء ما جہلوا“

دوبارہ زندگی کی حکمت | یعنی معاد (قیامت وغیرہ کا آنا) عین حکمت ہے۔ اگر موت کے بعد دوسری زندگی نہ ہو تو دنیا میں جو مختلف اعمال و احوال پائے جاتے ہیں ان کے صاف اور مکمل نتائج کیسے ظاہر ہوں گے۔ یہاں کے جھگڑوں کا دو ٹوک فیصلہ تو وہیں ہوگا اور اس وقت منکرین معلوم کر لیں گے کہ قسمیں کھا کر جن باتوں کا انکار کرتے تھے وہ سچی تھیں۔ اور قسم کھانیوالے جھوٹے تھے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں، ”یعنی اسی جہان میں بہت باتوں کا شبہ رہا اور کسی نے اللہ کو مانا کوئی منکر رہا تو دوسرا جہان ہونا لازم ہے کہ جھگڑے تحقیق ہوں، سچ اور جھوٹ جدا ہو اور مطیع و منکر اپنا کیا پائیں۔“

پھر مردوں کو دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔ تنبیہ | ”كُنْ فَيَكُونُ“ کی بحث پارہ الم رکوع وَقَالَتِ الْيَهُودُ الْخ میں ملاحظہ کر لی جائے غرض صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ایک سیکنڈ کے لئے بھی مراد کا تخلف نہیں ہو سکتا۔ ارادہ کے بعد مراد کا نہایت سہولت و سرعت سے فوراً واقع ہونا اور کسی مانع و عائق کا مزاحمت نہ کر سکتا یہی خلاصہ اس جملہ کا ہے۔

هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنْبِئَتْهُمْ

گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اس کے کہ ظلم اٹھایا البتہ ان کو ہم ٹھکانا دیں گے

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۗ وَلَا جُزْءَ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ مَلَكُوتًا كَانُوا

دنیا میں اچھا اور ثوابِ آخرت کا تو بہت بڑا ہے اگر ان کو

يَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۳۲﴾

معلوم ہوتا جو ثابت قدم رہے اور اپنے رب پر بھروسہ کیا

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيَ إِلَيْهِمْ

اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے کہ حکم بھیجتے تھے ہم ان کی طرف

فَسَأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾

سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں

بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۗ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ

بھیجتا تھا ان کو نشانیاں دے کر اور ورقے (اوراق) اور اتاری ہم نے تجھ پر یہ یادداشت کہ تو کھول دے

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۳۴﴾

لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اتری ان کے واسطے تاکہ وہ غور (دھیان) کریں

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ

سو کیا نڈر ہو گئے وہ لوگ جو بڑے فریب (داؤ) کرتے ہیں اس سے کہ دھنسا دیوے اللہ

﴿۳۴﴾ ہجرت کے دنیاوی اور اخروی منافع | یعنی سلسلہ مجازات (طاعت و معصیت کا پورا نتیجہ ظاہر کرنے) کے لئے بعثت بعد الموت ضروری ہے۔ بہت سے خدا کے وفادار بندے مصائب و شدائد جھیلتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، کیا ان کی قربانیاں ضائع کی جا سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں جن لوگوں نے حق کی حمایت اور خدا کی رضا جوئی کے لئے ظالموں کی سختیاں برداشت کیں اور انواع و اقسام کے ظلم و ستم اٹھائے حتیٰ کہ مجبور ہو کر گھریا، خویش واقارب اور عزت و راحت سب چیزوں کو خدا کے راستے میں تھج دیا، ان کی محنت و وفاداری کا صلہ یقیناً ملے گا۔

کر رہے گا۔ اول تو ان میں سے جو جیتے بچیں گے دنیا ہی میں اپنی قربانیوں کا تھوڑا سا پھل چکھ لیں گے۔ یعنی گھر چھوڑنے والوں کو بہترین ٹھکانہ دیا جائے گا۔ گھر سے اچھا گھر، وطنی بھائیوں سے بڑھ کر دردمند بھائی، روزی سے بہتر روزی، عزت سے زیادہ عزت ملے گی۔ بلکہ وطن سے نکالنے والوں پر غالب، دنیا کے حاکم اور پرہیزگاروں کے امام بن جائیں گے۔ مہاجرین کا آخرت میں اجر پھر اس سب کے بعد جو بلند مقامات اور عظیم الشان مدارج آخرت میں ملیں گے ان کا تو اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہاں کے اجر و ثواب کا پورا یقین ہو جائے تو دوسرے لوگ بھی جو ہجرت کی سعادت سے محروم ہیں تمام گھر بار چھوڑ کر خدا کے راستے میں نکل کھڑے ہوں۔ تنبیہ آیت کے عموم الفاظ پر نظر کرتے ہوئے ہم نے یہ تقریر کی ہے (وہو منقول فی روح المعانی عن بعضہم) عامہ مفسرین نے اس کو ان اسی صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں رکھا ہے جو کفار مکہ کی زیادتیوں سے تنگ آ کر ابتداء حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ کیونکہ اکثر کے نزدیک آیت کی ہے جو ہجرت الی المدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ ان ہجرت کرنے والوں کو آخر کار خدا تعالیٰ نے اچھا ٹھکانہ مدینہ میں دیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ یعنی کسی ظلم اور سختی سے نہیں گھبرائے۔ وطن محبوب اور خویش واقارب کے چھوٹنے کی پروا نہ کی۔ رضائے الہی کے راستے سے ذرا قدم نہیں ڈگمگایا۔ ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کے ہور ہے۔ خالص اسی کی امداد اور اہل وعدوں پر بھروسہ کیا۔ یہاں تک کہ دیکھ لیا کہ جو خدا کا ہور ہتا ہے کس طرح خدا اس کا ہو جاتا ہے۔

اہل ذکر سے استفادہ کا حکم یعنی پیغمبر کے مظلوم ساتھیوں کو جب وہ صبر و توکل کی راہ میں ثابت قدم ہوں، دارین میں غالب و منصور کرنا ہماری کوئی نئی عادت نہیں۔ پہلے بھی ہم نے انسانوں میں سے رسول بھیجے جن کا کام یہ تھا کہ خدا کے احکام اور نیکی بدی کے انجام سے لوگوں کو خبردار کر دیں اب اگر تمہیں معلوم نہیں تو جاننے والوں سے جو امم سابقہ اور ان کے پیغمبروں کے تاریخی واقعات کا علم رکھتے ہیں تحقیق کرو کہ فی الواقع پہلے کچھ آدمی پیغمبری کے منصب پر بینات و زبیر (معجزے اور کتابیں) دیکر بھیجے گئے یا نہیں۔ اور یہ کہ ان کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا کیا حشر ہوا۔ اہل حق صبر و توکل کی بدولت کس طرح منصور و کامیاب ہوئے۔ اور ظالم معاندین اتمام حجت کے بعد کیسے تباہ کئے گئے۔ "وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا وَادْمَرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ" (اعراف رکوع ۱۶) ہم نے اہل الذکر سے خاص اہل کتاب مراد نہیں لیے بلکہ عموم لفظ کی رعایت کی ہے جس میں اہل کتاب بھی شامل ہیں۔ روح المعانی میں ہے۔ "قال الرمالی والزجاج والازہری المراد باہل الذکر علماء أخبار الأمم السالفة کانتامن کان فالذکر بمعنی الحفظ" مترجم محقق رحمہ اللہ نے بھی "اہل الذکر" کا ترجمہ یاد رکھنے والوں سے کر کے شاید اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ بہر حال عموم آیت سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ غیر اہل علم کو اہل الذکر سے دریافت کر کے عمل کرنا چاہئے بہت سے علماء اس کو تقلید ائمہ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یعنی معجزات اور وہ علوم جو اوراق میں لکھے جاتے ہیں۔

قرآن کریم کی جامعیت "یادداشت" سے مراد ہے قرآن کریم جو اگلی امتوں کے ضروری احوال و شرائع کا محافظ، انبیائے سابقین کے علوم کا جامع، اور ہمیشہ کے لئے خدائی احکام اور فلاح دارین کے طریقوں کو یاد دلانے والا اور خواب غفلت سے بیدار کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس طرح پہلے رسول بھیجے گئے، کتابیں اتاری گئیں، آج تم کو (اے محمد ﷺ) ہم نے ایسی کتاب دیکر بھیجا جو تمام کتب سابقہ کا خلاصہ اور انبیائے سابقین کے علوم کی مکمل یادداشت ہے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے اس کتاب کے مضامین خوب کھول کر بیان فرمائیں اور اسکی مشکلات کی شرح اور مجملات کی تفصیل کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا مطلب وہ ہی معتبر ہے جو احادیث رسول اللہ ﷺ کے موافق ہو۔

یعنی حضور کا کام مضامین قرآن کو کھول کر بیان کرنا، اور لوگوں کا کام اس میں غور و فکر کرنا ہے۔

بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

ان کو زمین میں یا آئیے ان پر عذاب جہاں سے

يَشْعُرُونَ ﴿۳۵﴾ أَوْ يَأْخُذُهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ

خبر نہ رکھتے ہوں ♦ یا پکڑ لے ان کو چلتے پھرتے سو وہ نہیں ہیں

بِمُعْجِزِينَ ﴿۳۶﴾ أَوْ يَأْخُذُهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ ۗ فَإِنَّ رَبَّكُمْ

عاجز کرنے والے ♦ یا پکڑ لے ان کو ڈرانے کے بعد (ڈرا کر، ڈرانے کو) ♦ سو تمہارا رب

لَعُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۷﴾ أَوْلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ

بڑا نرم ہے مہربان ♦ کیا نہیں دیکھتے وہ جو کہ اللہ نے پیدا کی ہے کوئی چیز

يَتَفَيَّؤُا ظِلَّةً عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ

کہ ڈھلتے ہیں سائے ان کے داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کو

وَهُمْ دَخِرُونَ ﴿۳۸﴾ وَلِلَّهِ يُسْجِدُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا

اور وہ عاجزی میں ہیں (کرتے ہیں) ♦ اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو

فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةِ وَهُمْ لَا يُسْتَكْبِرُونَ ﴿۳۹﴾

زمین میں ہے جانداروں سے اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے ♦

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿۴۰﴾

ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا اپنے اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں ♦

وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا لِلصَّيِّئِينَ اِثْنَيْنِ ۗ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ

اور کہا ہے اللہ نے مت پکڑو معبود دو وہ معبود

❖ کیا کفار اللہ کے عذاب سے نڈر ہو گئے؟ | یعنی اگلے انبیاء اور ان کی قوموں کا حال سننے اور قرآن ایسی مکمل یادداشت پہنچ جانے کے بعد بھی کیا کفار مکہ حق کے مقابلہ میں اپنی مکاریوں اور داؤ فریب سے باز نہیں آتے، کیا یہ امکان نہیں کہ خدا انہیں قارون کی طرح زمین میں دھنسا دے۔ یا ایسی طرف سے کوئی آفت بھیج دے جدھر سے انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو۔ چنانچہ ”بدر“ میں مسلمان غازیوں کے ہاتھوں سے ایسی سزا دلوائی جو اپنی قوت و جمعیت اور مسلمانوں کے ضعف و قلت کو دیکھتے ہوئے ان کے تصور میں بھی نہ آسکتی تھی۔

❖ یعنی یہ بھی ضرورت نہیں کہ پہلے سے کچھ اہتمام کیا جائے یا فوجیں مقابلہ کیلئے روانہ کی جائیں۔ خدا تو اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں چلتے پھرتے کام کاج کرتے یا بستروں پر کروٹیں بدلتے ہوئے ایک دم پکڑ لے اور بالکل عاجز و بے بس کر دے۔ اس کو سب قدرت ہے وہ تم کو عاجز کر سکتا ہے تم اسے نہیں تھکا سکتے۔

❖ یعنی اچانک نہ پکڑے۔ بلکہ آگاہ کرنے اور مبادئی عذاب بھیجنے کے بعد ایسی حالت میں پکڑ لے جب کہ لوگ اطلاع پا کر اور آثار عذاب دیکھ کر طبعاً خوف کھا رہے ہوں یا اس پاس کے لوگوں کو آفات سماویہ میں مبتلا دیکھ کر ڈر رہے ہوں لیکن یہ خوف محض طبعی ہو۔ ندامت اور توبہ کے ساتھ نہ ہو جو دافع عذاب ہو سکتا ہے۔ بعض نے ”تخوف“ کے معنی ”تنقص“ (آہستہ آہستہ کم کرنے) کے لئے ہیں۔ یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ دفعۃً ہلاک نہ کرے آہستہ آہستہ تم کو گھٹائے اور پست کرتا رہے۔

❖ عذاب میں تاخیر کی حکمت | یعنی خدا سب کچھ کر سکتا ہے مگر کیوں نہیں کرتا، اس کی نرمی اور مہربانی مانع ہے کہ بحرین پر فوراً عذاب نازل کر دے، اس کی رافت و رحمت مقتضی ہے کہ بحرین کو مہلت اور اصلاح کا موقع دیا جائے یا یہ جملہ صرف ”يَا خُذْهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ“ سے متعلق ہے بحالیکہ ”تخوف“ کو بمعنی ”تنقص“ لیا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ کم کرنا اور دفعۃً ہلاک نہ کرنا اس کی رحمت و شفقت کی وجہ سے ہے، ورنہ ایک آن میں نیست و نابود کر دیتا۔

❖ اشیاء کا سجدہ | یعنی جب تکوینی طور پر ہر چیز خدا کے سامنے عاجز اور مطیع و منقاد ہے۔ حتیٰ کہ سایہ دار چیزوں کا سایہ بھی اسی کے حکم اور قانون قدرت کے موافق گھٹتا بڑھتا اور ادھر یا ادھر ڈھلتا رہتا ہے پھر ایسے قدرت والے خدا کو عذاب بھیجنے سے کوئی طاقت روک سکتی ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ باختیار خود اس کے احکام تشریحیہ کے سامنے گردن جھکا دے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”ہر چیز ٹھیک دوپہر میں کھڑی ہے اس کا سایہ بھی کھڑا ہے۔ جب دن ڈھلا، سایہ جھکا، پھر جھکتے جھکتے شام تک زمین پر پڑ گیا، جیسے نماز میں کھڑے سے رکوع، رکوع سے سجدہ اسی طرح ہر چیز آپ کھڑی ہے اپنے سایہ سے نماز کرتی ہے۔ کسی ملک میں کسی موسم میں دہنی طرف جھکتا ہے کہیں بائیں طرف۔“

❖ جانداروں اور فرشتوں کا سجدہ | پہلے کھڑی چیزوں کا جو سایہ دار ہوں سجدہ بیان ہوا تھا، یہاں عام جانداروں بالخصوص فرشتوں کا سجدہ بیان کر کے متنبہ فرمایا کہ ایسی مقرب و معظم ہستیاں بھی اس کے آگے سر بسجود ہیں کوئی شیخی یا غروران میں نہیں، جو اپنے مالک کے سامنے سر جھکانے سے رکے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”مغرور لوگوں کو سر رکھنا زمین پر مشکل ہوتا ہے۔ نہیں جانتے کہ بندہ کی بڑائی اسی میں ہے“ من تواضع لله رفعه الله۔

❖ یعنی فرشتے باوجود اس قدر قرب و وجاہت کے اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو حکم پاتے ہیں فوراً بجالاتے ہیں۔ موضح القرآن میں ہے کہ ”ہر بندہ کے دل میں ہے کہ میرے اوپر اللہ ہے آپ کو نیچے سمجھتا ہے، یہ سجدہ فرشتوں کا بھی ہے اور سب کا۔“

وَاحِدٌ ۚ فَإِنِّي فَأَرْهَبُونَ ﴿۵۱﴾ وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

ایک ہی ہے سو مجھ سے ڈرو اور اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاِصْبَاءُ اَفْعٰیۡرِ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا

زمین میں اور اسی کی عبادت ہے ہمیشہ سو کیا سوائے اللہ کے کسی سے ڈرتے ہو اور جو کچھ

بِكُمْ مِّنْ نَّعْمَةٍۢ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضَّرُّ

تمہارے پاس ہے نعمت سو اللہ کی طرف سے پھر جب پہنچتی ہے تم کو سختی

فَاِلَيْهِ تَجْعَرُونَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كُشِفَ الضُّرُّ عَنْكُمْ اِذَا

تو اسی کی طرف چلاتے ہو (اسی سے فریاد کرتے ہو) پھر جب کھول دیتا ہے سختی تم سے اسی وقت

فَرِیْقٌ مِّنْكُمْ بِرِیْبِهِمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِّیَكْفُرُوا بِمَا

ایک فرقہ تم میں سے اپنے رب کے ساتھ لگتا ہے شریک بتانے تاکہ منکر ہو جائیں اس چیز سے

اَتَيْنَهُمْ طَفٰتٍ مِّنْ اَنْۢفِ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَیَجْعَلُوْنَ

جو کہ ہم نے ان کو دی ہے سو سزے اڑالو آخر معلوم کر لو گے اور ٹھہراتے ہیں

لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۗ تَاللّٰهِ لَئِنۡ سَأَلْنَا

ان کے لیے جن کی خبر نہیں رکھتے (جن کو خبر نہیں) ایک حصہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے قسم اللہ کی تم سے پوچھنا ہے

عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَدْنَۡتِ

جو تم بہتان باندھتے ہو اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے لیے بیٹیاں

سُبْحٰنَہٗ ۗ وَلَهُمْ مَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ

وہ اس (لا اقل نہیں) سے پاک ہے اور اپنے لیے جو دل چاہتا ہے اور جب خوش خبری ملے ان میں کسی کو

❖ یعنی جب تمام آسمانی وزینی مخلوق ایک خدا کے سامنے بے اختیار سر بسجود اور عاجز و مقہور ہے، پھر عبادت میں کوئی دوسرا شریک کہاں سے آگیا۔ جو سارے جہان کا مالک و مطاع ہے تنہا اسی کی عبادت ہونی چاہئے اور اسی سے ڈرنا چاہئے۔

❖ یعنی تکوینی طور پر ہر چیز خالص اسی کی عبادت اور اطاعت پر مجبول ہے ”أَفَغَيَّرَ دِينَ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ.“ (آل عمران رکوع ۹) یا یہ مطلب ہے کہ ہمیشہ اسی کی عبادت کرنا لازم ہے ”إِلَّا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ“ (زمر رکوع ۱) اور بعض نے ”دین“ کو ”جزاء“ کے معنی میں لیا۔ یعنی نیک و بد کا دائمی بدلہ اسی ایک خدا کی طرف سے ملے گا۔ واللہ اعلم۔

❖ ہر نعمت اللہ کی طرف سے ہے | یعنی سب بھلائیاں اور نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور ہر ایک برائی یا سختی کا دفع کرنا بھی اسی کے قبضہ میں ہے۔ چنانچہ جب کوئی سخت مصیبت انسان کو چھو جاتی ہے تو کٹر سے کٹر مشرک بھی اس وقت سب سہارے چھوڑ کر خدا کو پکارنے لگتا ہے۔ گویا فطرت انسانی شہادت دیتی ہے کہ مصائب اور سختیوں سے بچانا خدائے واحد کے سوا کسی کا کام نہیں ہو سکتا۔ پھر جس کے قبضہ میں ہر ایک نعمت و نعمت اور ہر قسم کا نفع و ضرر ہے، دوسرا کون ہے جو اس کی الوہیت میں حصہ دار بن سکے۔ یا جس سے انسان خوف کھائے اور امیدیں باندھے۔

❖ یعنی جہاں سختی دور ہوئی منعم حقیقی کو بھلا بیٹھے اور نہایت بے حیائی سے خدائی کے حصے بخرے کرنے لگے۔ شرم نہ آئی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے عاجز ہو کر کسے پکار رہے تھے۔ نہ محسن حقیقی کا احسان مانا نہ یہ اندیشہ کیا کہ ناشکری کی سزا میں پکڑے جائیں گے، یا کم از کم کفران نعمت سلب نعمت کا موجب ہو جائے گا۔ گویا خدائے وحدہ، لا شریک لہ نے جو انعام فرمایا تھا بالکل اس کے انکار پر تل گئے۔ بہتر ہے چند روز کی انہیں مہلت دی جاتی ہے۔ خوب دنیا کے مزے اڑالیں آخر معلوم ہو جائے گا کہ اس مشرک کا نہ کفران نعمت کی کیسی سزا ملتی ہے۔

❖ یہ ان کو فرمایا جو اپنے کھیت میں، مواشی میں، تجارت میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی نیاز ٹھہراتے ہیں (موضح القرآن) جیسا کہ مشرکین عرب کا دستور تھا جس کا ذکر آٹھویں پارہ کے تیسرے رکوع میں گذر چکا ”مَسَا لَا يَعْلَمُونَ“ سے مراد وہ ہی اصنام وغیرہ ہیں جنہیں مشرکین جہالت اور بے خبری سے معبود یا مالک نفع و ضرر سمجھتے تھے، حالانکہ اس کی کوئی دلیل یا سند ان کے پاس نہ تھی، پھر شرکاء بھی تجویز کئے گئے پھر کے بت جو ہر قسم کے علم و شعور سے کورے ہیں۔ اِنْ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ۔

❖ یعنی قیامت میں ان افتراء پرداز یوں کی تم سے ضرور باز پرس ہوگی۔ خدا کے دیے ہوئے مال میں کیا حق تھا کہ دوسروں کو شریک و سہم بناؤ (باقی کسی کو ثواب پہنچانے کا مسئلہ جدا گانہ ہے وہ اس آیت کے تحت میں داخل نہیں)

❖ یعنی وہ اس سے پاک ہے کہ اسکے لئے اولاد ثابت کی جائے۔ خاص کر بیٹیاں۔ تعجب ہے یہ لوگ حق تعالیٰ کی نسبت ایسی جرأت کس طرح کرتے ہیں۔ اس آیت میں ”بنو خزاعہ“ کا ردہ ہوا جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے (العیاذ باللہ)

❖ اللہ کے لئے بیٹیوں کی نسبت | یعنی خود اپنے لئے بیٹیاں دیے جانے پر رضامند نہیں جب مانگیں گے بیٹا مانگیں گے۔

بِالْأُنثَىٰ ظَلٍّ وَجْهَةٌ مُّسَوِّدًا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿۵۸﴾

بٹی کی سارے دن رہے منہ اس کا سیاہ اور جی میں گھٹتا رہے

يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَبِهِ ۗ أَيُّسِرُّهُ

چھپتا پھرے لوگوں سے مارے بُرائی اس خوش خبری کے جو سنی

عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا

ذلت قبول کر کے یا اس کو داب دے مٹی میں

يَحْكُمُونَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

فیصلہ کرتے ہیں جو نہیں مانتے آخرت کو

مَثَلُ السُّوءِ ۗ وَاللَّهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ

اُن کی بُری مثال ہے اور اللہ کی مثال (شان) سب سے اوپر

الْحَكِيمُ ﴿۶۰﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا

حکمت والا اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو اُن کی بے انصافی پر نہ

تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ ۗ وَلَٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ

چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے

إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا

اُن کو ایک وقت موعود تک پھر جب آپہنچے گا ان کا وعدہ نہ

يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۗ وَلَا يَسْتَفِدُّونَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُونَ

پچھے سرک سکیں گے اور نہ آگے سرک سکیں گے اور کرتے (ٹھہراتے) ہیں

۱ یعنی ان میں سے کسی کو اگر خبر دی جائے کہ تیرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو نفرت و غم سے تیوری چڑھ جائے اور دن بھر ناخوشی سے چہرہ بے رونق اور دل گھٹتا رہے کہ یہ ناشدنی مصیبت کہاں سے سر پر آئی۔

۲ یعنی رسمی ننگ و عار کے تصور سے کہ لڑکی زندہ رہی تو کسی کو داماد بنانا پڑے گا۔ لوگوں کو منہ دکھانا نہیں چاہتا ادھر ادھر چھپتا پھرتا ہے۔

۳ لڑکیوں کو زندہ گاڑنا یعنی شب و روز ادھیڑ بن میں لگا ہوا ہے اور تجویزیں سوچتا ہے کہ دنیا کی عار قبول کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں اتار دے، یعنی ہلاک کر ڈالے۔ جیسا کہ جاہلیت میں بہت سے سنگدل لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے یا زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ اسلام نے آ کر اس قبیح رسم کو مٹایا اور ایسا قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد سارے ملک میں اس بے رحمی کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ بعض نے اَيْمُسِكُهُ عَلٰی هُوْنِ كے معنی یوں کئے ہیں ”روکے رکھے لڑکی کو ذلیل و خوار کر کے“ یعنی زندہ رہنے کی صورت میں ایسا ذلیل معاملہ کرے گویا وہ اس کی اولاد ہی نہیں بلکہ آدمی بھی نہیں۔

۴ لڑکیوں کے متعلق جو ظالمانہ فیصلہ انکا تھا اس سے زیادہ برا فیصلہ یہ ہے کہ خدا کے لئے اولاد تجویز کریں، پھر اولاد بھی ”اناث“ جس سے خود اتنا گھبراتے ہیں۔ گویا اچھی چیز ان کے لئے اور ناقص خدا کے لئے ہے۔ (العیاذ باللہ)

۵ کفار کی مثال بُری ہے یعنی مشرکین جنہیں اپنے ظلم اور گستاخیوں کے انجام پر یقین نہیں۔ بری مثال یا بری صفت و حالت ان ہی کی ہے وہ ہی اولاد کے محتاج ہیں۔ دکھ اور ضعیفی وغیرہ میں کام آنے کے لئے انکو لڑکوں کا سہارا چاہئے۔ دفع عار یا افلاس وغیرہ کے ڈر سے لڑکیوں کو ہلاک کرنا ان کا شیوہ ہے۔ آخر میں ظلم و شرک وغیرہ کا جو برا انجام ہونا چاہئے اس سے بھی وہ بچ نہیں سکتے۔ غرض ہر نہج سے بری مثال اور نقص و عیب کی نسبت ان ہی کی طرف ہونی چاہئے۔ حق تعالیٰ کی طرف ان صفات کی نسبت کرنا جو مخلوق کا خاصہ ہیں اور (معاذ اللہ) بیٹے بیٹیاں تجویز کر کے حقیر اور پست مثالیں دینا اس کی شان عظیم و رفیع کے منافی ہے۔ اس کے لئے تو وہ ہی مثالیں اور صفات ثابت کی جاسکتی ہیں جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور ہر بلند چیز سے بلند تر ہوں۔

۶ یعنی زبردست تو ایسا ہے کہ تمہاری گستاخیوں کی سزا ہاتھوں ہاتھ دے سکتا ہے۔ لیکن فوراً سزا دینا اس کی حکمت کے مناسب نہیں۔ لہذا ڈھیل دیکھتی ہے کہ اب بھی باز آجائیں اور اپنا رویہ درست کر لیں۔

۷ اللہ کی ڈھیل وقت معین تک ہے یعنی اگر خدا تعالیٰ لوگوں کی گستاخی اور نا انصافی پر دنیا میں فوراً پکڑنا اور سزا دینا شروع کر دے تو چند گھنٹے بھی زمین کی یہ آبادی نہیں رہ سکتی، کیونکہ دنیا میں بڑا حصہ ظالموں اور بدکاروں کا ہے۔ اور چھوٹی موٹی خطا و قصور سے تو کوئی خالی ہوگا؟ (کلکم خطاؤن) جب خاطر و بدکار فوراً ہلاک کر دیے گئے تو صرف معصوم انبیاء کے زمین پر بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ ان کا ملائکہ معصومین کے ساتھ رہنا موزوں ہے۔ جب نیک و بد انسان دونوں زمین پر نہ رہے تو دوسرے حیوانات کا رکھنا بے فائدہ ہوگا، کیونکہ وہ سب بنی آدم کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ نیز فرض کیجئے خدا نے انسانوں کے ظلم و عدوان پر بارش بند کر دی تو کیا آدمیوں کے ساتھ جانور نہیں مرے گے۔ بہر حال خدا اگر بات بات پر دنیا میں پکڑے اور فوراً سزا دے تو اس دنیا کا سارا قصہ منٹوں میں تمام ہو جائے۔ مگر وہ اپنے حلم و حکمت سے ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ مجرموں کو توبہ و اصلاح کا موقع دیتا ہے اور وقت موعود تک انہیں ڈھیلا چھوڑتا ہے۔ جب وقت آ پہنچا، پھر ایک سیکنڈ ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ تنبیہ بعض مفسرین نے ”مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ ذَاتِيَّةٍ“ سے خاص دابہ ظالمہ مراد لیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو مطلب واضح ہے کوئی اشکال نہیں۔ واللہ اعلم

لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ إِنَّ

اللہ کے واسطے جس کو اپنا جی نہ چاہے ♦ اور بیان کرتی ہیں زبانیں ان کی جھوٹ کے

لَهُمُ الْحُسْنَىٰ وَلَا جَرَمَ إِنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُمْ

ان کے واسطے خوبی ہے ♦ آپ ثابت (محقق ہو گیا) ہے کہ ان کے واسطے آگ ہے اور وہ

مُفْرَطُونَ ﴿٦١﴾ تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ

بڑھائے جا رہے ہیں ♦ قسم اللہ کی ہم نے رسول بھیجے مختلف فرقوں میں

مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْيَابَهُمْ فَهُوَ

تجھ سے پہلے پھر اچھے کر کے دکھائے ان کو شیطان نے ان کے کام سووہی

وَلِيَّبَهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٢﴾ وَمَا

رہیق ان کا ہے آج اور ان کے واسطے عذاب دردناک ہے ♦ اور

أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي

ہم نے اتاری تجھ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول کر سنادے تو ان کو وہ چیز

اُخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٦٣﴾

کہ جس میں جھگڑ رہے ہیں ♦ اور سیدھی راہ بھانے کو اور واسطے بخشش (رحمت ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے) ایمان لانے والوں کے ♦

وَاللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ

اور اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر اس سے زندہ کیا زمین کو

بَعْدَ مَوْتِهَا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ

اس کے مرنے کے پیچھے ♦ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کو

یعنی جو چیزیں بری سمجھ کر اپنے لئے پسند نہیں کرتے مثلاً بیٹیاں یا اپنے ملک میں کسی اجنبی کی شرکت یا استہزاء و استخفاف کا معاملہ۔ وہ خداوند قدوس کے لئے ثابت کرتے ہیں۔

کفار کے جھوٹے دعوے | یعنی باوجود ایسی گستاخیوں کے زبان پر یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ ہم تو دنیا میں بھی بھلی چیزوں کے لائق ہیں اور اگر آخرت وغیرہ کے قصے سچے ہوئے تو وہاں بھی خوب چین اڑائیں گے۔ "وَلَئِنْ أَدْقْنَا رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَسْتَهُ لَيَقُولُنَّ هَذَا إِلَىٰ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لِلْخُسْنَىٰ" (حم السجدہ رکوع ۶)

یعنی ان گستاخیوں کے ساتھ ایسی باطل آرزوئیں رکھنا ہی اس کی دلیل ہے کہ ان کے لئے کوئی خوبی اور بھلائی تو کیا ہوتی، البتہ دوزخ تیار ہے جس کی طرف وہ بڑھائے جا رہے ہیں اور جہاں پہنچ کر گویا بالکل بھلا دیے جائیں گے۔ یعنی ابدالآباد تک کبھی مہربانی کی نظر ان پر نہ ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ان کو فرمایا جو ناکارہ چیزیں اللہ کے نام دیں اور اس پر یقین کریں کہ ہم کو بہشت ملے گی۔ حالانکہ وہ روز بروز دوزخ کی طرف بڑھتے ہیں۔

آنحضرتؐ کو تسلی | کفار مکہ کی گستاخیوں اور لغو و بیہودہ دعاوی کا ذکر کر کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ ان کی حرکتوں سے دلگیر اور رنجیدہ نہ ہوں۔ ہم نے آپ سے پہلے بھی مختلف امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے ہیں لیکن ہمیشہ یہ ہی ہوا کہ شیطان لعین مکذبین کو ان کے عمل اچھے کر کے دکھاتا رہا۔ اور وہ برابر شرارت میں بڑھتے رہے۔ آج وہ سب خدائی عذاب کے نیچے ہیں۔ اور شیطان جو انکارِ فیتق ہے کچھ کام نہیں آتا نہ انکی فریاد کو پہنچ سکتا ہے۔ یہ ہی انجام آپ کے مکذبین کا ہوگا۔ بعض نے "فَهُوَ وَلِيُّهُمْ الْيَوْمَ" کا یہ مطلب لیا ہے کہ شیطان جس نے انکوں کو بہکایا تھا وہ ہی آج ان کفار مکہ کا رفیق بنا ہوا ہے۔ لہذا جو حشر ان کا ہو ان کا بھی ہوگا۔

یعنی قرآن صرف اس لئے اتارا گیا ہے کہ جن سچے اصولوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں اور جھگڑے ڈال رہے ہیں (مثلاً توحید و معاد اور احکام حلال و حرام وغیرہ) ان سب کو وضاحت و تحقیق کے ساتھ بیان کر دے۔ کوئی اشکال و خفا باقی نہ رہے۔ گویا نبی کریم ﷺ بذریعہ قرآن تمام نزاعات کا دو ٹوک فیصلہ سنا دیں اور بندوں پر خدا کی حجت تمام کر دیں۔ آگے ماننا نہ ماننا خود مختار طبعین کا کام ہے جسے توفیق ہوگی قبول کرے گا۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

یعنی فیصلہ اور بیان تو سب کے لئے ہے لیکن اس کی ہدایت سے منتفع ہونا اور رحمت الہیہ کی آغوش میں آنا انہی کا حصہ ہے جو اس فیصلہ کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں اور بطوع و رغبت ایمان لاتے ہیں۔

یعنی خشک زمین کو آسمانی بارش سے سرسبز کر دیا گویا خشک ہونا زمین کی موت اور سرسبز و شاداب ہونا حیات ہے۔

يَسْمَعُونَ ﴿٦٥﴾ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ ط

جو سنتے ہیں ♦ اور تمہارے واسطے چوپاؤں میں سوچنے کی جگہ ہے

نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ قَرْنٍ وَدَمٍ

پلاتے ہیں تم کو اس کے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور لہو کے بیچ میں سے (درمیان سے)

لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرِبِ ۖ ﴿٦٦﴾ وَمِنْ ثَمَرَاتِ

دودھ ستھرا ♦ خوشگوار پینے والوں کے لیے ♦ اور میووں سے

النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَ

کھجور کے اور انگور کے بناتے ہو اس سے نشہ اور

رِزْقًا حَسَنًا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾

روزی خاصی ♦ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے واسطے جو سمجھتے ہیں (سوچتے ہیں) ♦

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنْ اتَّخِذِي مِنْ

اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنالے

الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿٦٨﴾

پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں نمیاں باندھتے ہیں ♦

ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ

پھر کھا ہر طرح کے میووں سے ♦ پھر چل راہوں میں (رستوں میں)

رَبِّكَ ذُلًّا ۖ يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ

اپنے رب کی صاف پڑے ہیں ♦ نکلتی ہے ان کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے مختلف

یعنی اسی طرح قرآن سے جاہلوں کو عالم اور مردہ دلوں کو زندہ کر دے گا۔ اگر توجہ قلبی اور انصاف سے سنیں گے۔

چوپایوں میں عبرت کے نشان | یعنی اونٹ گائے، بھینس وغیرہ جانور جو گھاس چارہ کھاتے ہیں۔ وہ پیٹ میں پہنچ کر تین

چیزوں کی طرف مستحیل ہو جاتا ہے۔ قدرت نے ان حیوانات کے جسم کے اندرونی حصہ میں ایسی مشین لگا دی ہے جو غذا کے کچھ اجزاء

کو تحلیل کر کے فضلہ (گوبر) کی شکل میں باہر پھینک دیتی ہے اور کچھ اجزاء کو خون بنا کر عروق میں پھیلا دیتی ہے جو ان کی حیات و بقا

کا سبب بنتا ہے۔ اور اسی مادہ میں سے جس کے بعض اجزاء گوبر اور بعض خون بن گئے۔ ان دو گندی چیزوں کے درمیان ایک تیسری

چیز (دودھ) تیار کرتی ہے جو نہایت پاک طیب اور خوشگوار چیز ہے۔

مشروبات کا بیان | پہلے کتاب اتارنے کی مناسبت سے پانی اتارنے کا ذکر فرمایا تھا ان آیات میں پانی کی مناسبت سے باقی

انواع مشروبات کا تذکرہ ہوا ہے یعنی دودھ، شراب و نبید اور شہد۔ ایک دوسرے موقع پر جہاں جنت کی نہروں کا ذکر آیا ہے مشروبات

کی یہ ہی چار قسمیں مذکور ہوئی ہیں۔ ”فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ حَمْرٍ لَذَّةٍ

لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى“ (محمد رکوع ۲) یہاں اس قسم کی چیزوں کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کے خیال میں جو

بڑی بڑی نعمتیں ہیں وہ سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ آدمی کس طرح منعم حقیقی کے احسانات بھلا کر دوسروں کا غلام بن

جاتا ہے۔ گویا شرک کے رد کی طرف اشارہ ہوا اور یہ بھی کہ جس طرح تمہاری جسمانی زندگی کے لئے خدا نے طرح طرح کے انتظامات

اور مناسب سامان کئے ہیں ضرور ہے کہ روحانی زندگی اور باطنی ترقی کے وسائل و ذرائع بھی کافی مقدار میں مہیا کئے ہونگے۔

پھلوں کے منافع | یعنی ان میووں سے نشہ لانے والی شراب کشید کرتے ہو۔ اور کھانے پینے کی دوسری عمدہ چیزیں مثلاً

شربت، نبید، سرکہ، اور خشک خرما یا کشمش وغیرہ ان سے حاصل کرتے ہو۔ تنبیہ | یہ آیت کی ہے شراب مکہ میں حرام نہ ہوئی تھی، پینے والے

اس وقت تک بے تکلف پیتے تھے۔ ہجرت کے بعد حرام ہوئی پھر کسی مسلمان نے ہاتھ نہیں لگایا۔ تاہم اس کی آیت میں بھی ”سُكْرًا“ کے

بعد ”وَرِزْقًا حَسَنًا“ فرما کر متنبہ فرمادیا کہ جو چیز آئندہ حرام ہونے والی ہے اس پر ”رِزْقٌ حَسَنٌ“ کا اطلاق کرنا موزوں نہیں۔

یہاں ”يَعْقِلُونَ“ کا لفظ جو عقل سے مشتق ہے ”سُكْرًا“ کے تذکرہ سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ چونکہ نشہ عقل کو زائل کر دیتا ہے۔

اس لئے اشارہ فرمادیا کہ آیات کا سمجھنا عقل والوں کا کام ہے نشہ پینے والوں کا نہیں۔

شہد کی مکھی میں اللہ کی نشانیاں | یعنی انگور کی نیل چڑھانے کو جو عنیاں باندھتے ہیں یا جو عنایتیں لوگ تیار کرتے ہیں۔ شہد کی

مکھی کو حکم دینے کا یہ مطلب ہے کہ اس کی فطرت ایسی بنائی جو باوجود ادنیٰ حیوان ہونے کے نہایت کارگیری اور باریک صنعت سے اپنا

چھتہ پہاڑوں، درختوں اور مکانوں میں تیار کرتی ہے۔ ساری مکھیاں ایک بڑی مکھی کے ماتحت رہ کر پوری فرمانبرداری کے ساتھ کام

کرتی ہیں۔ ان کے سردار کو ”يَعْسُوبُ“ کہا جاتا ہے۔ جس کے ساتھ مکھیوں کا جلوس چلتا ہے۔ جب کسی جگہ مکان بنانی ہیں تو سب

خانے ”مسدس متساوی الاضلاع“ کی شکل پر ہوتے ہیں۔ بدون مسطرہ پر کار وغیرہ کے اس قدر صحت و انضباط کے ساتھ ٹھیک ٹھیک ایک

ہی شکل پر تمام خانوں کا رکھنا آدمی کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ مسدس کے علاوہ کوئی دوسری شکل اگر اختیار کی جاتی تو

لامحالہ درمیان میں کچھ جگہ فضول خالی رہتی۔ فطرت نے ایسی شکل کی طرف رہنمائی کی جس میں ذرا سا فرقہ بھی بیکار نہ رہے۔

”مُكَلِّبِي“ اور ”فَاسَلِكِي“ سب اوامر تکوینیہ ہیں۔ یعنی فطرۃ اس کو ہدایت کی کہ اپنی خواہش اور استعداد مزاج کے مناسب ہر قسم کے پھلوں اور میووں

میں سے اپنی غذا حاصل کرے، چنانچہ مکھیاں اپنے چھتہ سے نکل کر رنگ برنگ کے پھول پھل چوستی ہیں جس سے شہد اور موم وغیرہ حاصل ہوتا ہے۔

شہد کی مکھی کے راستے | یعنی غذا حاصل کرنے اور کھاپی کر چھتہ کی طرف واپس آنے کے راستے صاف کھلے پڑے ہیں۔ کوئی

روک ٹوک نہیں۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ مکھیاں غذا کی تلاش میں بعض اوقات بہت دور نکل جاتی ہیں پھر بے تکلف اپنے چھتہ میں واپس آ

جاتی ہیں۔ ذرا راستہ نہیں بھولتیں۔ بعض نے ”فَاسَلِكِي سُبُلَ رَبِّكَ ذُلُلًا“ کا مطلب یہ لیا ہے کہ قدرت نے تیرے عمل و تصرف کے

جو فطری راستے مقرر کر دیے ہیں ان پر مطیع و منقاد بن کر چلتی رہ۔ مثلاً پھول پھل چوس کر فطری قوی و تصرفات سے شہد وغیرہ تیار کر۔

أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً

رنگ ہیں ♦ اس میں مرض اچھے ہوتے ہیں لوگوں کے ♦ اس میں نشانی ہے

لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٦٩﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ

ان لوگوں کے لیے جو دھیان کرتے ہیں ♦ اور اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو موت دیتا ہے

وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمُرِ لَكُمْ لَا يَعْلَمُ

اور کوئی تم میں سے پہنچ جاتا ہے نکلی عمر کو کہ سمجھنے کے چھپے

بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿٧٠﴾

اب کچھ نہ سمجھے اللہ خبردار ہے قدرت والا ♦

وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ه

اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک پر روزی میں

فَمَا الَّذِينَ فَضَّلُوا بِرَادِي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ

سو جن کو بڑائی دی وہ نہیں پہنچا دیتے اپنی روزی ان کو جن کے مالک ان کے

أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ط أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ

ہاتھ ہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں کیا اللہ کی نعمت کے

يَجْحَدُونَ ﴿٧١﴾ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ

منکر ہیں ♦ اور اللہ نے پیدا کیں تمہارے واسطے تمہاری قسم سے

♦ یعنی مختلف رنگ کا شہد نکلتا ہے، سفید، سرخ، زرد، کہتے ہیں کہ رنگوں کا اختلاف موسم، غذا اور مکھی کی عمر وغیرہ کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

♦ شہد میں شفاء ہے یعنی بہت سی بیماریوں میں صرف شہد خالص یا کسی دوسری دوا میں شامل کر کے دیا جاتا ہے جو باذن اللہ مریضوں کی شفا یابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص کو دست آرہے تھے اس کا بھائی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا

آپ نے شہد پلانے کی رائے دی۔ شہد پینے کے بعد اسہال میں ترقی ہوگئی۔ اس نے پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت دست زیادہ آنے لگے فرمایا۔ ”صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَّبَ بَطْنُ اَخِيكَ“ (اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے) پھر پلاؤ۔ دوبارہ پلانے سے بھی وہی کیفیت ہوئی۔ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ آخر تیسری مرتبہ پلانے سے دست بند ہو گئے اور طبیعت صاف ہو گئی۔ اطباء نے اپنے اصول کے موافق کہا ہے کہ بعض اوقات پیٹ میں ”کیموس“ فاسد ہوتا ہے جو پیٹ میں پہنچنے والی ہر ایک غذا اور دوا کو فاسد کر دیتا ہے اس لئے دست آتے ہیں اس کا علاج یہ ہی ہے کہ مسہلات دی جائیں تا وہ ”کیموس“ فاسد خارج ہو۔ شہد کے مسہل ہونے میں کسی کو کلام نہیں گویا حضور کا مشورہ اسی طبی اصول کے موافق تھا۔ مامون رشید کے زمانہ میں تمامہ عیسیٰ کو جب اسی قسم کا مرض لاحق ہوا تو اس زمانہ کے شاہی طبیب یزید بن یوحنا نے مسہل سے اس کا علاج کیا اور یہ ہی وجہ بتلائی۔ آج کل کے اطباء شہد کے استعمال کو استطلاقِ بطن کے علاج میں بے حد مفید بتلاتے ہیں۔

﴿۲﴾ **بُروں سے بھلوں کی تخلیق** حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اوپر کی آیتوں میں برے میں سے بھلا نکلنے کے تین پتے بتلائے۔ جانور کے پیٹ اور خون گوبر کے مادہ سے دودھ، نشے کے مادہ (انگور کھجور وغیرہ) سے پاک روزی اور مکھی کے پیٹ سے شہد۔ تینوں میں اشارہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی بدولت جاہلوں کی اولاد میں عالم پیدا کرے گا۔ حضرت کے وقت میں یہ ہی ہوا کہ کافروں کی اولاد عارف کامل ہوئی۔

﴿۳﴾ **انسانی وجود میں نشانی** قدرت کے بہت سے خارجی نشان بیان فرما کر انسان کو متنبہ کرتے ہیں کہ خود اپنے اندرونی حالات میں غور کرے۔ وہ کچھ نہ تھا، خدا نے وجود بخشا پھر موت بھیجی اور دی ہوئی زندگی واپس لے لی یہ کچھ نہ کر سکا اور بعضوں کو موت سے پہلے ہی پیرانہ سالی کے ایسے درجہ میں پہنچا دیا کہ ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہے۔ نہ ہاتھ پاؤں میں طاقت رہی، بالکل نکما ہو گیا۔ نہ کوئی بات سمجھتا ہے نہ کبھی ہوئی یاد رکھ سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم و قدرت اسی خالق و مالک کے خزانہ میں ہے۔ جب اور جس قدر چاہے دے اور جب چاہے واپس کر لے۔ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس امت میں کامل پیدا ہو کر پھر ناقص پیدا ہونے لگیں گے۔ واللہ اعلم۔

﴿۴﴾ **رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت** یعنی خدا کی دی ہوئی روزی اور بخشش سب کے لئے برابر نہیں۔ بلحاظ تفاوت استعداد و احوال کے اس نے اپنی حکمت بالغہ سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ کسی کو مالدار اور با اقتدار بنایا جس کے ہاتھ تلے بہت سے غلام اور نوکر چا کر ہیں۔ جن کو اسی کے ذریعہ سے روزی پہنچتی ہے۔ ایک وہ غلام ہیں جو بذاتِ خود ایک پیسہ یا ادنیٰ اختیار کے مالک نہیں، ہر وقت آقا کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں۔ پس کیا دنیا میں کوئی آقا گوارا کرے گا کہ غلام یا نوکر چا کر جو بہر حال اسی جیسے انسان ہیں بدستور غلامی کی حالت میں رہتے ہوئے اس کی دولت، عزت، بیوی وغیرہ میں برابر کے شریک ہو جائیں۔ غلام کا حکم تو شرعیہ ہے کہ بحالت غلامی کسی چیز کا مالک بنایا جائے تب بھی نہیں بننا آقا ہی مالک رہتا ہے اور فرض کرو آقا غلامی سے آزاد کر کے اپنی دولت وغیرہ میں برابر کا حصہ دار بنالے تو مساوات بیشک ہو جائے گی، لیکن اس وقت غلام غلام نہ رہا۔ بہر کیف غلامی اور مساوات جمع نہیں ہو سکتی۔ جب دو ہم جنس اور متحد النوع انسانوں کے اندر مالک و مملوک میں شرکت و مساوات نہیں ہو سکتی، پھر غضب ہے، کہ خالق و مخلوق کو معبودیت وغیرہ میں برابر کر دیا جائے اور ان چیزوں کو جنہیں خدا کی مملوک سمجھنے کا اقرار خود مشرکین بھی کرتے تھے۔ (اَلَا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا لَكَ) مالک حقیقی کا شریک و بہیم ٹھہرا دیا جائے۔ کیا منعم حقیقی کی نعمتوں کا یہ ہی شکر یہ ہے کہ جس بات کے قبول کرنے سے خود ناک بھوں چڑھاتے ہو اس سے زیادہ فتنج و شنیع صورت اس کے لئے تجویز کی جائے۔ نیز جس طرح روزی وغیرہ میں حق تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی، سب کو ایک درجہ میں نہیں رکھا، اگر علم و عرفان اور کمالات نبوت میں کسی ہستی کو دوسروں سے فائق کر دیا تو خدا کی اس نعمت سے انکار کرنے کی بجز ہٹ دھرمی کے کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَ

عورتیں اور دیے تم کو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور

حَفَدَةً وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ط أَفِ بِالْبَاطِلِ

پوتے اور کھانے کو دینے تم کو ستمری چیزیں سو کیا جھوٹی باتیں

يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ ﴿٤٠﴾ وَ

مانتے ہیں اور اللہ کے فضل کو نہیں مانتے اور

يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا

پوجتے ہیں اللہ کے سوائے ایسوں کو جو مختار نہیں ان کی روزی کے

مِّن السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٤١﴾

آسمان اور زمین میں سے کچھ بھی اور نہ قدرت رکھتے ہیں

فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ ط إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَ

سومت چسپاں کرو (بھلاؤ) اللہ پر مثالیں بیشک اللہ جانتا ہے اور

أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٢﴾ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا

تم نہیں جانتے اللہ نے بتلائی ایک مثال ایک بندہ (غلام)

مَّالُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنَّا

پرایمال نہیں قدرت (اختیار) رکھتا کسی چیز پر اور ایک جس کو ہم نے روزی دی اپنی

رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا ط هَلْ

طرف سے خاصی روزی سو وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے چھپا کر اور سب کے روبرو کہیں

یعنی نوع انسان ہی سے تمہارا جوڑ پیدا کیا تا الفت و موانست قائم رہے۔ اور تخلیق کی غرض پوری ہو۔“
وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً
وَرَحْمَةً“ (الروم رکوع ۳۷)

جو تمہاری بقائے نوعی کا ذریعہ ہیں۔

جو بقائے شخصی کا سبب ہے۔

یعنی بتوں کا احسان مانتے ہیں کہ بیماری سے چنگا کیا یا بنا دیا، یا روزی دی، اور یہ سب جھوٹ اور وہ جو سچ
دینے والا ہے اس کے شکر گزار نہیں۔ کذا فی الموضح۔ اور شاید یہ بھی اشارہ ہو کہ فانی و زائل زندگی کی
بقائے نوعی و شخصی کے اسباب کو تو مانتے ہو اور خدا کی سب سے بڑی نعمت (پیغمبر علیہ السلام کی
ہدایات) کو جو بقائے ابدی اور حیات جاودانی کا واحد ذریعہ ہے، تسلیم نہیں کرتے الا کُلُّ شَيْءٍ
مَا خَلَقَ اللَّهُ بَاطِلٌ۔

یعنی نہ آسمان سے بینہ برسائے کا خدائی اختیار رکھتے ہیں نہ زمین سے غلہ اگانے کا۔ پھر قادرِ مطلق کے
شریکِ معبودیت میں کس طرح بن گئے؟

یعنی نہ فی الحال اختیار حاصل ہے نہ آئندہ حاصل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

اللہ کیلئے کوئی مثال نہیں | مشرک کہتے تھے کہ مالک اللہ ہی ہے۔ یہ لوگ اس کی سرکار میں مختار
ہیں۔ ہمارے کام ان ہی سے پڑتے ہیں۔ بڑی سرکار تک براہ راست رسائی نہیں ہو سکتی۔ سو یہ مثال
غلط ہے جو بارگاہِ احدیت پر چسپاں نہیں۔ اللہ ہر چیز آپ کرتا ہے خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ۔ کوئی کام
کسی کو اس طرح سپرد نہیں کر رکھا جیسے سلاطین دنیا اپنے ماتحت حکام کو اختیارات تفویض کر دیتے ہیں
کہ تفویض تو ارادہ و اختیار سے کیا لیکن بعد تفویض ان اختیارات کے استعمال میں ماتحت آزاد ہیں۔
کسی مجسٹریٹ کے فیصلہ کے وقت بادشاہ یا پارلیمنٹ کو اس واقعہ اور فیصلہ کی مطلق خبر نہیں ہوتی۔ نہ اس
وقت جزئی طور پر بادشاہ کی مشیت و ارادہ کو فیصلہ صادر کرنے میں قطعاً دخل ہے یہ صورت حق تعالیٰ
کے یہاں نہیں۔ بلکہ ہر ایک چھوٹا بڑا کام اور ادنیٰ سے ادنیٰ جزئی خواہ بواسطہ اسباب یا بلا واسطہ اس
کے علم محیط اور مشیت و ارادہ سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اسی لئے لازم ہے کہ آدمی ہر کلی جزئی کا فاعل
اور مؤثر حقیقی اعتقاد کر کے تنہا اسی کو معبود و مستعان سمجھے۔ تنبیہ | ابن عباسؓ وغیرہ سلف سے ”
فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ“ کا یہ مطلب منقول ہے کہ خدا کا مماثل کسی کو مت ٹھہراؤ۔

دو مثالیں | یعنی تم نہیں جانتے کہ خدا کے لئے کس طرح مثال پیش کرنی چاہئے۔ جو اصل حقیقت
اور صحیح مطلب کی تفہیم میں معین ہو۔ اور اس کی عظمت و نزاہت کے خلاف شبہ پیدا نہ کرے۔ اگر صحیح
مثال چاہو تو آگے دو مثالیں بیان فرمائیں۔ انہیں غور سے سنو اور تمثیل کی غرض کو سمجھو۔

يَسْتَوُونَ ۝ أَلْحَمْدُ لِلَّهِ ۝ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (۵۵)

برابر ہوتے ہیں سب تعریف اللہ کو ہے پر بہت لوگ نہیں جانتے

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمٌ لَا

اور بتائی اللہ نے ایک دوسری مثال دو مرد ہیں ایک گونگا

يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلَاهُ ۝ أَيْنَمَا

کچھ کام نہیں کر سکتا اور وہ بھاری ہے اپنے صاحب (مالک) پر جس طرف

يُوجِّهُهُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ ۝ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ

اس کو بھیجے نہ کر کے لائے کچھ بھلائی کہیں برابر ہے وہ اور ایک وہ شخص

يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ ۝ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (۵۶) ۝ وَاللَّهُ

جو حکم کرتا ہے انصاف سے اور ہے سیدھی راہ پر اور اللہ ہی کے پاس ہیں

غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ ۝ إِلَّا

بھید آسمانوں اور زمین کے اور قیامت کا کام تو ایسا ہے جیسے

كَلِمَةٍ الْبَصِيرِ ۝ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ ۝ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

لیک نگاہ کی یا اس سے بھی قریب اور اللہ ہر چیز پر

قَدِيرٌ ۝ (۵۷) ۝ وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا

قادر ہے اور اللہ نے تم کو نکالا تمہاری ماں کے پیٹ سے

تَعْلَمُونَ شَيْئًا ۝ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ

جانتے تھے تم کسی چیز کو اور دیکھے تم کو کان اور آنکھیں

❖ ایک شخص وہ ہے جو آزاد نہیں، دوسرے کا مملوک غلام ہے کسی طرح کی قدرت و اختیار نہیں رکھتا۔ ہر ایک تصرف میں مالک کی اجازت کا محتاج ہے۔ بدون اجازت اس کے سب تصرفات غیر معتبر ہیں دوسرا آزاد اور با اختیار شخص ہے جسے خدا نے اپنے فضل سے بہت کچھ مقدرت اور روزی عنایت فرمائی جس میں سے دن رات سرا و علانیہ بے دریغ خرچ کرتا ہے۔ کوئی اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ ہر چیز کا مالک حقیقی ہے، سب تعریفیں اور خوبیاں اس کے خزانہ میں ہیں جس کو جو چاہے دے۔ کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں۔ ذرہ ذرہ پر کلی اختیار اور کامل قبضہ رکھتا ہے۔ یہ کس قدر ظلم ہوگا کہ ایک پتھر کے بت کو اس کے برابر کر دیا جائے جو کسی چیز کا مالک نہیں بلکہ خود پر ایسا مال ہے۔ اگر مالک مجازی اور مملوک مجازی برابر نہیں ہو سکتے تو کوئی مملوک محض مالک حقیقی کا شریک کیسے بن سکتا ہے۔ یہاں سے یہ بھی سمجھ لو کہ خدائے واحد کا پرستار جسے مالک نے علم و ایمان کی دولت بخشی اور لوگوں میں شب و روز روحانی نعمتیں تقسیم کرنے کا ذریعہ بنایا، کیا ایک پلید مشرک کو جو بت کا مملوک، اہواء و اوہام کا غلام اور عمل مقبول سے محض تہی دست ہے اس مومن موحد کے ساتھ برابر کھڑا کیا جاسکتا ہے؟ کلا واللہ۔

❖ گونگا ہے تو لازمی طور پر بہرا بھی ہوگا۔ گویا نہ اپنی کہہ سکے نہ دوسرے کی سن سکے۔

❖ کیونکہ نہ حواس رکھتا ہے نہ عقل، اور اپنا ج ہے جو چل پھر بھی نہیں سکتا۔

❖ یعنی مالک کے کسی کام کا نہیں۔ جدھر اسے بھیجنا چاہے یا متوجہ کرے کچھ بھلائی اور فلاح نہ پہنچا سکے۔

❖ یعنی خود سیدھی راہ پر قائم رہ کر دوسروں کو بھی اعتدال و انصاف کے راستے پر لے جا رہا ہے۔ جب یہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے تو ایک خود تراشیدہ پتھر کی مورتی کو (العیاذ باللہ) خدائی کا درجہ کیونکر دیا جاسکتا ہے۔ یا ایک اندھا بہرا مشرک جو خدا کی پیدا کی ہوئی روزی کھاتا ہے اور چھدام کا کام کر کے نہیں دیتا اس مومن قانت کی ہمسری کیسے کر سکتا ہے جو خود سیدھی راہ پر ہو اور دوسروں کو اپنے ساتھ ترالے جائے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی "خدا کی دو مخلوق ایک بت نما نہ بل سکے نہ چل سکے جیسے گونگا غلام، دوسرا رسول جو اللہ کی راہ بتا دے ہزاروں کو اور آپ بندگی پر قائم ہے اس کے تابع ہونا بہتر یا اس کے اھ"

❖ اللہ تمام بھیدوں کو جانتا ہے | یعنی ساری مخلوق یکساں نہ ہوئی۔ ایک آدمی کا حال دوسرے سے بے انتہا مختلف ہوا۔ سب چیزیں ایک سطح مستوی پر کھڑی نہیں کی گئیں۔ اس کا بھید اور ہر ایک کی پوشیدہ استعداد اور مخفی حالت کا علم خدا ہی کے پاس ہے۔ چنانچہ وہ اپنے علم محیط کے موافق قیامت میں ہر ایک کے ساتھ جداگانہ معاملہ کرے گا۔ اور مختلف احوال پر مختلف نتائج مرتب فرمائے گا۔

❖ قیامت دور نہیں | یعنی قیامت کے آنے کو مستعد مت سمجھو، خدا کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں۔ تمام لوگوں کو جب دوبارہ پیدا کرنا چاہے گا تو پلک جھپکنے کی دیر بھی نہ لگے گی، ادھر سے ارادہ ہوتے ہی چشم زدن میں ساری دنیا دوبارہ موجود ہو جائے گی۔ تنبیہ | "كَلِمَاتٍ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ" کا مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کے محسوسات کے موافق تو اس کی سرعت کو آنکھ جھپکنے سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ لیکن واقعی اس سے بھی کم میں قیامت قائم ہو جائے گی۔ کیونکہ "لمح بصر" بہر حال زمانی چیز ہے اور ارادہ خداوندی پر مراد کا ترتیب آئی ہوگا۔

❖ یعنی جس کے علم محیط کا وہ حال ہو کہ آسمان و زمین کے سارے بھید اس کے سامنے حاضر ہیں اور جس کی قدرت کاملہ ذرہ ذرہ پر محیط ہو، بھلا اس کا ہمسر کون ہو سکتا ہے؟ اور اس کی پوری مثال کہاں سے لاسکتے ہیں۔

وَالْأَفِدَّةَ ۖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۴۸﴾ أَلَمْ يَرَوْا إِلَى

اور دل تاکر تم احسان مانو کیا نہیں دیکھے

الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوْ السَّمَاءِ ۗ مَا يُبْسِكُهُنَّ إِلَّا

اڑتے جانور حکم کے باندھے ہوئے آسمان کی ہوا میں کوئی نہیں تھام رہا ان کو سوائے

اللَّهُ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۴۹﴾ وَاللَّهُ

اللہ کے اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں اور اللہ نے

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا ۗ وَجَعَلَ لَكُمْ

بنادے تم کو تمہارے گھر بسنے کی جگہ اور بنادے تم کو

مِّنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ

چوپاؤں کی کھال سے ڈیرے جو ہلکے رہتے ہیں تم پر جس دن

ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ ۗ وَمِنْ أَصْوَابِهَا ۗ

سفر میں ہو اور جس دن گھر میں اور بھینٹوں کی اڈن سے اور

أَوْبَارِهَا ۗ وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿۵۰﴾

اونٹوں کی بیریوں سے اور بکریوں کے بالوں سے کتنے اسباب اور استعمال کی چیزیں وقت مقرر تک

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلَالًا ۗ وَجَعَلَ لَكُمْ

اور اللہ نے بنادے تمہارے واسطے اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے سائے اور بنادے تمہارے واسطے

مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا ۗ وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ

پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں اور بنادے تم کو کرتے جو بچاؤ ہیں

اپنے وجود میں غور کرو | یعنی پیدائش کے وقت تم کچھ جانتے اور سمجھتے نہ تھے، خدا تعالیٰ نے علم کے ذرائع اور سمجھنے والے دل تم کو دیے۔ جو بذات خود بھی بڑی نعمتیں ہیں اور لاکھوں نعمتوں سے متمتع ہونے کے وسائل ہیں۔ اگر آنکھ، کان، عقل وغیرہ نہ ہو تو ساری ترقیات کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ جوں جوں آدمی کا بچہ بڑا ہوتا ہے اس کی علمی و عملی قوتیں بتدریج بڑھتی جاتی ہیں۔ اس کی شکرگذاری یہ تھی کہ ان قوتوں کو مولیٰ کی طاعت میں خرچ کرتے، اور حق شناسی میں سمجھ بوجھ سے کام لیتے، نہ یہ کہ بجائے احسان ماننے کے اٹلے بغاوت پر کمر بستہ ہو جائیں۔ اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر اینٹ پتھروں کی پرستش کرنے لگیں۔

پرندوں میں نشانیاں | یعنی جیسے آدمی کو اس کے مناسب قوی عنایت فرمائے، پرندوں میں ان کے حالات کے مناسب فطری قوتیں ودیعت کیں، ہر ایک پرندہ اپنی اڑان میں قانون قدرت کا تابع اور خدا تعالیٰ کے تکوینی احکام سے وابستہ ہے۔ اسے کسی درسگاہ میں اڑنے کی تعلیم نہیں دی گئی، قدرت نے اس کے پر اور بازو اور دم وغیرہ کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ نہایت آسانی سے آسمانی فضا میں اڑتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ ان کا جسم ثقیل ہوئے لطیف کو چیر پھاڑ کر بے اختیار نیچے آ پڑے۔ یا زمین کی عظیم الشان کشش انہیں اپنی طرف کھینچ لے اور طیران سے منع کر دے۔ کیا خدا کے سوا کسی اور کا ہاتھ ہے جس نے ان کو بے تکلف فضائے آسمانی میں روک رکھا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی ایمان لانے میں بعضے اٹکتے ہیں، معاش کی فکر سے، سو فرمایا کہ ماں کے پیٹ سے کوئی کچھ نہیں لاتا۔ کمائی کے اسباب کہ آنکھ، کان، دل وغیرہ ہیں، اللہ ہی دیتا ہے اور اڑتے جانور ادھر میں آخر کس کے بھروسہ رہتے ہیں“ اھ

یعنی اینٹ، پتھر لکڑی وغیرہ کے مکان۔
اللہ نے تمہارے مسکن بنائے | یعنی اینٹ پتھر کے مکانوں کو کہیں منتقل نہیں کر سکتے تھے، اس لئے چمڑے اور اون وغیرہ کے ڈیرے خیمے بنانے سکھا دیے جو بسہولت منتقل کئے جاسکتے ہیں۔ سفر و حضر میں جہاں چاہو نصب کر لو اور جب چاہو لپیٹ کر رکھ دو۔ بعض نے ”یَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ“ کا یہ مطلب لیا ہے کہ چلنے کے وقت اٹھانے میں اور کسی جگہ اترتے وقت نصب کرنے میں ہلکے رہتے ہیں۔

یعنی اونٹ کی پشم سے۔
مختلف انعامات | یعنی ان چیزوں سے کتنے سامان رہائش اور آسائش کے تیار کئے جاتے ہیں جو ایک وقت معین یا مدت دراز تک کام دیتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ آنکھ، کان اور ترقی کرنے والا دل و دماغ نہ دیتا، کیا یہ سامان میسر آسکتے تھے۔

مثلاً بادل، درخت، مکان اور پہاڑ وغیرہ کا سایہ قانون قدرت کے موافق زمین پر پڑتا ہے جس میں مخلوق آرام پاتی ہے۔

جہاں سر چھپا کر بارش، دھوپ یا دشمن وغیرہ سے اپنی حفاظت کر سکتے ہو۔

الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ كَذَلِكَ يُتِمُّ

گرمی میں ♦ اور کرتے ♦ جو بچاؤ ہیں لڑائی میں ♦ اسی طرح پورا کرتا ہے

نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْلِمُونَ ﴿۱۱﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا

اپنا احسان تم پر تاکہ تم حکم مانو ♦ پھر اگر پھر جائیں

فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَدُ الْمُبِينُ ﴿۱۲﴾ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ

تو تیرا کام تو یہی ہے کھول کر سنا دینا ♦ پہچانتے ہیں اللہ کا

اللَّهُ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ

احسان پھر منکر ہو جاتے ہیں اور بہت اُن میں ناشکر ہیں ♦ اور جس دن

نُبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذِنُ لِلَّذِينَ

کھڑا کریں ہم ہر فرقہ میں ایک بتلانے والا پھر حکم (اجازت) نہ ملے

كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۱۴﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا

منکروں کو اور نہ ان سے توبہ لی جائے ♦ اور جب دیکھیں گے ظالم

الْعَذَابَ فَلَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿۱۵﴾

عذاب کو پھر ہلکانہ ہوگا اُن سے ♦ اور نہ ان کو ڈھیل ملے ♦

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شَرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا

اور جب دیکھیں مشرک اپنے شریکوں کو بولیں اے رب

هَؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ ﴿۱۶﴾

یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم پکارتے تھے تیرے سوا ♦

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”جن کرتوں میں گرمی کا بچاؤ ہے، سردی کا بھی بچاؤ ہے۔ پر اس ملک میں گرمی زیادہ تھی اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔“
یعنی زرہیں جوڑائی میں زخمی ہونے سے بچاتی ہیں۔

جسمانی اور روحانی تربیت کا سامان | یعنی دیکھو! کس طرح تمہاری ہر قسم کی ضروریات کا اپنے فضل سے انتظام فرمایا اور کیسی علمی و عملی قوتیں مرحمت فرمائیں جن سے کام لیکر انسان عجیب و غریب تصرفات کرتا رہتا ہے۔ پھر کیا ممکن ہے کہ جس نے مادی اور جسمانی دنیا میں اس قدر احسانات فرمائے، روحانی تربیت و تکمیل کے سلسلہ میں ہم پر اپنا احسان پورا نہ کرے گا۔ بیشک پورا کر چکا۔ ”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا“ (مائدہ رکوع ۱) ضروری ہے کہ سب لوگ اس کے احسان کے آگے گردنیں جھکا دیں اور اس منعم حقیقی اور محسن اعظم کے مطیع و منقاد ہو کر رہیں۔

یعنی اگر اس قدر احسانات سن کر بھی خدا کے سامنے نہ جھکیں تو آپ کچھ غم نہ کھائیے۔ آپ اپنا فرض ادا کر چکے، کھول کھول کر تمام ضروری باتیں سنادی گئیں۔ آگے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔
یعنی بیشک بعضے بندے شکر گزار بھی ہیں ”وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرُونَ“ (سبارکوع ۲) لیکن اکثروں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دیکھتے اور اس کے احسانات کو سمجھتے ہیں، مگر جب شکر گزاری اور اظہار اطاعت کا وقت آتا ہے تو سب بھول جاتے ہیں۔ گویا دل سے سمجھتے ہیں اور عمل سے انکار کرتے ہیں۔

کفر و ناشکری کا انجام | یہاں سے کفر و ناشکری کا انجام بتلاتے ہیں۔ یہ یاد رکھو! وہ دن بھی آنے والا ہے جب تمام اگلی پچھلی امتیں احکم الحاکمین کی آخری عدالت میں کھڑی ہوں گی اور ہر امت کا نبی بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا تا اپنی امت کے نیک و بد اور مطیع و عاصی کی نسبت شہادت دے کہ کس نے کیسا معاملہ حق کے پیغام اور پیغامبر کے ساتھ کیا ہے۔ اس وقت منکروں کو اجازت نہ ہوگی کہ کچھ لب کشائی کر سکیں یا اب بعد از وقت توبہ کر کے سزا سے چھوٹ جائیں اور لب کشائی کا ہے میں کریں گے، درآنحالیکہ انہیں اپنے مجرم ہونے اور کسی کی معذرت نہ چل سکنے کا پورا انکشاف ہو جائے گا۔ وہ یہ بھی سمجھ لیں گے کہ یہ ”دار جزاء“ ہے ”دار عمل“ نہیں جو اب توبہ کر کے خطائیں معاف کرائیں۔

یعنی نہ عذاب کی سختی میں کمی ہوگی اور نہ درمیان میں وقفہ ہوگا کہ تھوڑی دیر مہلت مل جائے، پھر از سر نو عذاب شروع ہو۔ بعض نے ”وَلَا يَنْظُرُونَ“ سے یہ مراد لیا ہے کہ جہنم کو دیکھنے کے بعد ایک منٹ کی ڈھیل نہ ملے گی۔ جہنم فوراً مجرمین کو اس طرح اچک لے گا جیسے پرند ایک دم دانہ اٹھا کر نگل جاتا ہے۔
گویا سرعت دخول کی طرف اشارہ ہوا۔

کفار اور ان کے جھوٹے معبود | یعنی ہم تو ان کی بدولت مارے گئے۔ شاید یہ مطلب ہو کہ ہم بذات خود بے قصور ہیں، یا یہ کہ انہیں دوہری سزا دیجئے۔

فَالْقُوا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَالْقُوا ج

تب وہ ان پر ڈالیں گے بات کہ تم جھوٹے ہو اور آ پڑیں

إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَامَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

اللہ کے آگے اس دن عاجز ہو کر اور بھول جائیں (جائے گی ان سے) جو

يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ

جھوٹ باندھتے تھے جو لوگ منکر ہوئے ہیں اور روکتے رہے ہیں اللہ کی

اللَّهُ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا

راہ سے ان کو ہم بڑھا دیں گے عذاب پر عذاب بدل اس کا جو

يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نُبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

شرارت کرتے تھے اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر فرقہ میں ایک بتلانے والا

عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلٰٓ

ان پر انہی میں کا اور تجھ کو لائیں بتلانے کو

هَؤُلَاءِ ۖ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ

ان لوگوں پر اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان

شَيْءٍ ۚ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ ع

ہر چیز کا اور ہدایت اور رحمت اور خوش خبری حکم ماننے والوں کے لیے

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَائِي ذِي

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں (کو)

باطل معبودوں کا جواب | یعنی جھوٹے ہو جو ہم کو خدا کا شریک ٹھہرا لیا۔ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو۔ فی الحقیقت تم محض اپنے اوہام و خیالات کو پوجتے تھے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہ تھی، یا جن شیاطین کی پرستش کرتے تھے۔ مگر وہاں شیطان بھی یہ کہہ کر الگ ہو جائے گا "وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلْمُؤْاُنْفُسِكُمْ" (ابراہیم رکوع ۴۶) غرض جن چیزوں کو مشرکین نے معبود بنا رکھا تھا، سب اپنی علیحدگی اور بیزاری کا اظہار کریں گے۔ کوئی سچ کوئی جھوٹ۔ پتھر کے بتوں کو تو سرے سے کچھ خبر ہی نہ تھی۔ ملائکہ اور بعض انبیاء و صالحین ہمیشہ شرک سے سخت نفرت و بیزاری اور اپنی خالص بندگی کا اظہار کرتے رہے۔ رہ گئے شیاطین سوان کا اظہار نفرت گو جھوٹ ہوگا، تاہم اس سے مشرکین کو کلی طور پر مایوسی ہو جائے گی کہ آج بڑے سے بڑا رفیق بھی کام آنے والا نہیں۔

یعنی ساری طمطراق اور افتراء پر دازیاں اس وقت غائب ہو جائیں گے سب عاجز و مقہور ہو کر خدا کے سامنے اپنی اطاعت و انقیاد کا اظہار کریں گے "أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونا" (مریم رکوع ۲۶) یعنی ایک عذاب تو انکا رحق پر، دوسرا اس پر کہ اوروں کو خدا کی راہ سے روکا۔ یا ایک عذاب صدور جرم پر دوسرا اُس کی عادت ڈالنے پر۔ بہر حال آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت میں اہل جنت کے منازل و مدارج متفاوت ہونگے، جہنمیوں کا عذاب بھی کما و کیفاً و نوعاً متفاوت ہوگا۔

آخرت میں آنحضرت کی شہادت | یعنی وہ ہولناک دن یاد رکھنے کے قابل ہے جب ہر ایک پیغمبر اپنی امت کے معاملات کے متعلق بارگاہِ احدیت میں بیان دے گا۔ اور آپ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کی حالت بتلائیں گے بلکہ بعض مفسرین کے قول کے موافق آپ ان تمام شہداء کے لئے شہادت دیں گے کہ بیشک انہوں نے اپنا فرض منصبی بخوبی ادا کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضور کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ اعمال خیر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بد اعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔

قرآن کریم رحمت و بشارت ہے | یعنی قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے۔ اس میں قیامت کے یہ واقعات بھی آگئے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ اندریں صورت جس پیغمبر پر ایسی جامع کتاب اتاری گئی اس کی مسئولیت اور ذمہ داری بھی بہت بھاری ہوگی گویا "شَهِدًا عَلٰی هُوَ لَاءِ" کے بعد "وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" فرما کر حضور کے عظیم مرتبہ اور اسی مرتبہ کے مناسب مسئولیت کی طرف لطیف اشارہ فرمادیا۔ "فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ" (اعراف رکوع ۱۱) ابن کثیر نے اس کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔

یعنی یہ کتاب سارے جہان کے لئے سرتاپا ہدایت اور مجسم رحمت ہے فرمانبردار بندوں کو شاندار مستقبل کی خوشخبری سناتی ہے۔

الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ

کے دینے کا ♦ اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نامعقول کام سے اور سرکشی سے ♦

يُعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۱۰﴾ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا

تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو ♦ اور پورا کرو عہد اللہ کا جب

عَهْدُكُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَ

آپس میں عہد کرو اور نہ توڑو قسموں کو پکا کرنے کے بعد اور

قَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا

تم نے کیا ہے اللہ کو (کر کے اللہ کو) اپنا ضامن اللہ جانتا ہے جو

تَفْعَلُونَ ﴿۱۱﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَقَصَتْ غَزْلَهَا

تم کرتے ہو ♦ اور مت رہو جیسے وہ عورت کہ توڑا اُس نے اپنا سوت کا تار ہوا

♦ قرآن کریم کی جامع ترین آیت | قرآن کو "تَبَيَّنَّا لِكُلِّ شَيْءٍ" فرمایا تھا۔ یہ آیت اس کا ایک نمونہ ہے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک خیر و شر کے بیان کو اس آیت میں اکٹھا کر دیا ہے۔ گویا کوئی عقیدہ، خلق، نیت، عمل، معاملہ اچھا یا بُرا ایسا نہیں جو امرِ او نہیٰ اس کے تحت میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر قرآن میں کوئی دوسری آیت نہ ہوتی تو تنہا یہ ہی آیت "تَبَيَّنَّا لِكُلِّ شَيْءٍ" کا ثبوت دینے کے لئے کافی تھی۔ شاید اسی لئے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خطبہ جمعہ کے آخر میں اس کو درج کر کے امت کے لئے اسوہ حسنہ قائم کر دیا۔ اس آیت کی جامعیت سمجھانے کے لئے تو ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ تاہم تھوڑا سا اندازہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ آیت میں تین چیزوں کا امر فرمایا ہے۔

عدل و احسان | عدل، احسان، ایتاء ذی القربی کے "عدل" کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، جذبات، اعتدال و انصاف کے ترازو میں تلے ہوں، افراط و تفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ پائے۔ سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو جو بات اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ "احسان" کے معنی یہ ہیں کہ انسان بذات خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بن کر دوسروں کا بھلا چاہے۔ مقام عدل و انصاف سے ذرا اور بلند ہو کر فضل و عنقا اور تملطف و ترحم کی خواہش اختیار کرے۔ فرض ادا کرنے کے بعد تطوع و تبرع کی طرف قدم بڑھائے انصاف کے ساتھ مروت کو جمع کرے۔ اور یقین رکھے کہ جو کچھ بھلائی کرے گا خدا سے دیکھ رہا ہے۔ ادھر سے بھلائی کا جواب ضرور بھلائی کی صورت میں ملے گا۔ "أَلَا حَسَنًا أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَمَا نَكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ

بیراک" (صحیح بخاری) "هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ" (رحمن رکوع ۳) یہ دونوں خصالتیں (یعنی عدل و احسان یا بالفاظ دیگر انصاف و مروت) تو اپنے نفس اور ہر ایک خویش و بیگانہ اور دوست و دشمن سے متعلق تھیں۔ لیکن اقارب کا حق اجانب سے کچھ زائد ہے۔ جو تعلقات قرابت قدرت نے باہم رکھ دیے ہیں انہیں نظر انداز نہ کیا جائے۔ بلکہ اقارب کی ہمدردی اور ان کے ساتھ مروت و احسان اجانب سے کچھ بڑھ کر ہونا چاہئے۔ صلہ رحمی ایک مستقل نیکی ہے جو اقارب ذوی الارحام کے لئے درجہ بدرجہ استعمال ہونی چاہئے۔ گویا "احسان" کے بعد ذوی القربی کا بالخصوص ذکر کر کے متنبہ فرما دیا کہ عدل و انصاف تو سب کے لئے یکساں ہے لیکن مروت و احسان کے وقت بعض مواقع بعض سے زیادہ رعایت و اہتمام کے قابل ہیں۔ فرق مراتب کو فراموش کرنا ایک طرح قدرت کے قائم کئے ہوئے قوانین کو بھلا دینا ہے۔ اب ان تینوں لفظوں کی ہمہ گیری کو پیش نظر رکھتے ہوئے سمجھ دار آدمی فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ کونسی فطری خوبی، بھلائی اور نیکی دنیا میں ایسی رہ گئی ہے جو ان تین فطری اصولوں کے احاطہ سے باہر ہو۔

فلله الحمد والمنه۔

❖ **فحشاء و منکر** | منع بھی تین چیزوں سے کیا۔ فحشاء، منکر، بخی، کیونکہ انسان میں تین قوتیں ہیں۔ جن کے بے موقع اور غلط استعمال سے ساری خرابیاں اور برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ قوت بہیمیہ شہوانیہ، قوت وہمیہ شیطانیہ، قوت غضبیہ سبعیہ۔ غالباً "فحشاء" سے وہ بے حیائی کی باتیں مراد ہیں جن کا منشاء شہوت و بہیمیت کی افراط ہو "منکر" معروف کی ضد ہے۔ یعنی نامعقول کام جن پر فطرت سلیمہ اور عقل صحیح انکار کرے۔ گویا قوت وہمیہ شیطانیہ کے غلبہ سے قوت عقلیہ ملکیہ دب جائے۔ تیسری چیز "بخی" ہے۔ یعنی سرکشی کر کے حد سے نکل جانا۔ ظلم و تعدی پر کمر بستہ ہو کر درندوں کی طرح کھانے پھانے کو دوڑنا، اور دوسروں کے جان و مال یا آبرو وغیرہ لینے کے واسطے ناحق دست درازی کرنا۔ اس قسم کی تمام حرکات قوت غضبیہ سبعیہ کے بے جا استعمال سے پیدا ہوتی ہیں۔ الحاصل آیت میں تنبیہ فرمادی کہ انسان جب تک ان تینوں قوتوں کو قابو میں نہ رکھے اور قوت عقلیہ ملکیہ کو ان سب پر حاکم نہ بنائے، مہذب اور پاک نہیں ہو سکتا۔

❖ اکثم بن صفي نے اس آیت کریمہ کو سن کر اپنی قوم سے کہا "میں دیکھتا ہوں کہ یہ پیغمبر تمام عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور کمینہ اخلاق و اعمال سے روکتے ہیں۔ تو تم اس کے ماننے میں جلدی کرو۔ فَكُونُوا فِي هَذَا الْأَمْرِ رُءُوسًا وَلَا تَكُونُوا فِيهِ أَذْنَابًا (یعنی تم اس سلسلہ میں سر بنو، دم نہ بنو) حضرت عثمان بن مظعون فرماتے ہیں کہ اسی آیت کو سن کر میرے دل میں ایمان راسخ ہوا اور محمد ﷺ کی محبت جاگزیں ہوئی۔

❖ **ایفائے عہد اور قسموں کا پورا کرنا** | اوپر کی آیت میں جن چیزوں کے کرنے یا چھوڑنے کا حکم تھا ان کے بعض افراد کو بالخصوص بیان فرماتے ہیں۔ یعنی ایفائے عہد کی تاکید اور غدروہ بدعہدی سے ممانعت کہ یہ چیز علاوہ فی نفسہ مہتمم بالشان ہونے کے اس وقت مخاطبین کے بہت زیادہ مناسب حال تھی جس کا مسلم قوم کے عروج و ترقی اور مستقبل کی کامیابی پر بے انتہا اثر پڑنے والا تھا۔ اسی لئے حکم دیا کہ جب خدا کا نام لے کر اور قسمیں کھا کر معاہدے کرتے ہو تو خدا کے نام پاک کی حرمت قائم رکھو۔ کسی قوم سے یا کسی شخص سے معاہدہ ہو (بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو) مسلمان کا فرض ہے کہ اسے پورا کرے، خواہ اس میں کتنی ہی مشکلات اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ "قول مرداں جان دارد" خصوصاً جب خدا کا نام لیکر اور حلف کر کے ایک معاہدہ کیا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ قسم کھانا گویا خدا کو اس معاملہ کا گواہ یا ضامن بنانا ہے۔ وہ جانتا ہے جب تم اسے گواہ بنا رہے ہو، اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں تک اس گواہی کا لحاظ رکھتے ہو۔ اگر تم نے خیانت اور بدعہدی کی۔ وہ اپنے علم محیط کے موافق پوری سزا دے گا۔ کیونکہ تمہاری کسی قسم کی کھلی چھپی دغا بازی اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكََاثًا ۖ تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا

محنت کے (مضبوط کرنے کے) بعد کٹڑے کٹڑے ♦ کہ ٹھہراؤ اپنی قسموں کو ♦ دخل دینے کا بہانہ

بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۗ

ایک دوسرے میں (آپس میں) ♦ اس واسطے کہ ایک فرقہ ہو چڑھا ہوا ♦ دوسرے سے

إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۗ وَيُبَيِّنُ لَكُمْ يَوْمَ

یہ تو اللہ پر کھتا ہے تم کو اس سے ♦ اور آئندہ کھول دے گا اللہ تم کو قیامت

الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ

کے دن ♦ جس بات میں تم جھگڑ رہے تھے ♦ اور اللہ چاہتا

لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً ۗ وَلَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَ

تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کر دیتا ♦ لیکن راہ بھلاتا ہے ♦ جس کو چاہے اور

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۗ وَلَنْ نَسْأَلَ عِبَادًا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾

بھلاتا ہے ♦ جس کو چاہے ♦ اور تم سے پوچھ ہوگی ♦ جو کام تم کرتے تھے ♦

وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمًا

اور نہ ٹھہراؤ ♦ اپنی قسموں کو ♦ دھوکا (فریب) آپس میں ♦ کہ ڈگ (پھل) نہ جائے کسی کا پاؤں

بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدْتُمْ عَنْ

جننے کے پیچھے ♦ اور تم چکھو سزا ♦ اس بات پر کہ تم نے روکا

سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوا

اللہ کی راہ سے ♦ اور تم کو بڑا عذاب ہو ♦ اور نہ لو

عہد توڑنے کی مثال | یعنی عہد باندھ کر توڑ ڈالنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سوت کاتے، پھر کتا کتا یا سوت شام کے وقت توڑ کر پارہ پارہ کر دے۔ چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کیا کرتی تھی، مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب چاہا انگلیوں کی ادنیٰ حرکت سے بے تکلف توڑ ڈالنا سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے۔ بات کا اعتبار نہ رہے تو دنیا کا نظام مختل ہو جائے۔ قول و قرار کی پابندی ہی سے عدل کی ترازو سیدھی رہ سکتی ہے۔ جو قوم میں قانون عدل و انصاف سے ہٹ کر محض اغراض و خواہشات کی پوجا کرنے لگتی ہیں، ان کے یہاں معاہدات صرف توڑنے کے لئے رہ جاتے ہیں جہاں معاہدہ قوم کو اپنے سے کمزور دیکھا، سارے معاہدات رومی کی ٹوکری میں پھینک دیے گئے۔

یعنی معاہدوں اور قسموں کو فریب و دغا، مکاری اور حیلہ سازی کا آلہ مت بناؤ۔ جس طرح اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ ایک جماعت کو اپنے سے طاقتور دیکھ کر معاہدہ کر لیا پھر جس وقت کوئی جماعت اس سے بڑھ کر معزز اور طاقتور سامنے آئی، پہلا معاہدہ توڑ کر نئی جماعت سے عہد و پیمانہ گانٹھ لئے۔ پھر چند روز بعد ان حلفاء کو کمزور بنانے اور اپنے کو بڑھانے کا موقع پایا تو فوراً معاہدات توڑ ڈالے اور سب قسمیں اور حلف بالائے طاق رکھ دیے۔ بعینہ جس طرح آج کل یورپین اقوام کا معمول ہے۔

قوموں کی قوت اور ضعف میں آزمائش ہے | یعنی قوت و ضعف میں اقوام کا اختلاف ان میں سے کسی کو اوپر چڑھانا کسی کو نیچے گرانا، خدا تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کے لئے رکھا ہے اور ایفائے عہد کا حکم دینے میں بھی تمہارا امتحان ہے۔ دیکھتے ہیں کون ثابت قدم رہتا ہے کہ اپنا عہد پورا کرنے میں حلفاء کی قوت و ضعف کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ باقی اقبال و ادبار کسی کے بدلے سے بدلائیں جاتا۔ ادبار کی جگہ اقبال اور ضعف کی جگہ قوت خدا ہی لائے تو آئے۔ ہاں بد عہدی کا خیال آنا اس کی علامت ہے کہ ادبار آنے والا ہے۔

یعنی یہاں امتحان ہے نتیجہ امتحان قیامت کے دن کھل جائے گا۔ جس وقت ضعف و طاقت کے سب جھگڑے چکا دیے جائیں گے۔

یعنی اسے قدرت تھی کہ اختلاف نہ رہنے دیتا، مگر حکمت اس کو مقتضی نہ تھی۔ جیسا کہ کئی مواقع میں ہم اسکی تقریر کر چکے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”اس سے معلوم ہوا کہ کافر سے بھی غدر اور بد عہدی نہ کرے۔ کفران باتوں سے ہٹتا نہیں۔ اور اپنے اوپر وبال آتا ہے۔“

بد عہدی سے بچو | یعنی عہد شکنی کر کے اور قسمیں توڑ کر بد عہدی کی راہ مت نکالو۔ اور مسلمان قوم کو بدنام نہ کرو کہ تمہارے خراب اور پست کیر کٹر کو دیکھ کر یقین لانے والے شک میں پڑ جائیں اور غیر مسلم قومیں اسلام میں داخل ہونے سے روکنے لگیں۔ اور تم پر خدا کی راہ سے روکنے کا گناہ چڑھے جس کی سزا بڑی سخت ہوگی۔

بِعَهْدِ اللَّهِ تَمَنَّا قَلِيلًا ۖ إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ

اللہ کے عہد پر مول (مال) تھوڑا سا بے شک جو اللہ کے یہاں ہے وہی بہتر ہے

لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ

تمہارے حق میں اگر تم جانتے ہو جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا

وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُ الَّذِينَ صَبَرُوا

اور جو اللہ کے پاس ہے کبھی ختم نہ ہوگا (سورہ نے والا ہے) اور ہم بدلے میں دیں گے صبر کرنے والوں کو

أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ

ان کا حق اچھے (بہتر) کاموں پر جو کرتے تھے جس نے کیا

صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ

نیک کام مرد ہو یا عورت ہو اور وہ ایمان پر ہے تو اس کو ہم زندگی دیں گے

حَيَوَةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ

ایک اچھی زندگی اور بدلے میں دیں گے ان کو بہتر کاموں پر

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۷﴾ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ

جو کرتے تھے سو جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے

بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۹۸﴾ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ

اللہ کی شیطان مردود سے اس کا زور نہیں

سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۹۹﴾

چلتا ان پر جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں

اللہ کا عہد پورا کرو | پہلے مذکور تھا آپس میں قول توڑنے کا۔ اب اللہ سے قول توڑنے کا ذکر ہے یعنی مال طمع سے خلاف شرع حکم مت کرو، انجام کار ایسا مال و مال لائے گا۔ جو موافق شرع ہاتھ لگے، تمہارے حق میں وہ ہی بہتر ہے۔ (موضح القرآن) یا ایفائے عہد کا جو اجر خدا کے یہاں ملے گا وہ اس ضمن قلیل سے کہیں بہتر ہے۔ ضمن کو قلیل اس لئے کہا کہ اگر ساری دنیا بھی مل جائے تب بھی آخرت کے مقابلہ میں قلیل و حقیر ہے۔

پھر باقی و دائم کو چھوڑ کر فانی و زائل کا پسند کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

یعنی جو لوگ خدا کے عہد پر ثابت قدم رہیں گے اور تمام مشکلات اور صعوبتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں گے، ان کا اجر ضائع ہونے والا نہیں۔ ایسے بہترین عمل کا بدلہ ضرور ہمارے یہاں سے مل کر رہے گا۔

عمل صالح اور حیات طیبہ | اوپر کی آیت میں صابرین اور ایفائے عہد کرنے والوں کے اجر کا ذکر تھا۔ یہاں تمام اعمال صالحہ کے متعلق عام ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے، بشرطیکہ وہ کام صرف صورتہ نہیں بلکہ حقیقتہ نیک ہوں۔ یعنی ایمان اور معرفت صحیحہ کی روح اپنے اندر رکھتے ہوں تو ہم اس کو ضرور پاک، ستھری اور مزیدار زندگی عنایت کریں گے۔ مثلاً دنیا میں حلال روزی، قناعت و غنائے قلبی، سکون و طمانیت، ذکر اللہ کی لذت، حب الہی کا مزہ، ادائے فرض عبودیت کی خوشی، کامیاب مستقبل کا تصور، تعلق مع اللہ کی حلاوت جس کا ذائقہ چکھ کر ایک عارف نے کہا تھا۔

چوں چتر سخری رخ ختم سیاہ باد و رول اگر بود ہوس ملک سخرم زانکہ کہ یا تم خبر از ملک نیم شب من ملک نیم روز بیک جوئی خرم سچ ہے۔ "أهل الليل في ليلهم ألد من أهل اللّٰه في ليلهم" اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر سلاطین کو خبر ہو جائے کہ شب بیداروں کو رات کے اٹھنے میں کیا لذت و دولت حاصل ہوتی ہے، تو اس کے چھیننے کے لئے اسی طرح لشکر کشی کریں جیسے ملک گیری کے لئے کرتے ہیں۔ بہر حال مومن قانت کی پاک اور مزہ دار زندگی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے۔ آخر انتہاء اس حیات طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا ہے حیاة بلاموت، و غنى بلا فقر، و صحة بلا نسقم، و ملك بلا هلك، و سعادة بلا شقاوة "رزقنا اللہ تعالیٰ بفضله و منه اياها۔" تنبیہ | اس آیت نے بتلادیا کہ قرآن کی نظر میں عورت اور مرد کی نیکی اور کامیابی کا ایک ہی ضابطہ ہے۔ یعنی عورت اور مرد بلا امتیاز اپنے اپنے حسب حال نیکی کر کے پاک زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔

قرآن کی تلاوت کا ایک خاص ادب | حدیث میں ہے "خسرکم من تعلم القرآن و علمہ" (تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے) معلوم ہوا کہ مومن کے لئے قراءت قرآن بہترین کام ہے۔ اور کچھلی آیات میں دو مرتبہ بہتر کاموں پر اجر ملنے کا ذکر تھا۔ اس لئے یہاں قراءت قرآن کے بعض آداب کی تعلیم فرماتے ہیں تاکہ آدمی بے احتیاطی سے اس بہتر کام کا اجر ضائع نہ کر بیٹھے۔ شیطان کی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ لوگوں کو نیک کاموں سے روکے خصوصاً قراءت قرآن جیسے کام کو جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے، کب ٹھنڈے دل سے گوارا کر سکتا ہے۔ ضرور اس کی کوشش ہوگی کہ مومن کو اس سے باز رکھے، اور اس میں کامیاب نہ ہو تو ایسی آفات میں مبتلا کر دے جو قراءت قرآن کا حقیقی فائدہ حاصل ہونے سے مانع ہوں۔ ان سب مغویانہ تدبیروں اور پیش آنے والی خرابیوں سے حفاظت کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ جب مومن قراءت قرآن کا ارادہ کرے، پہلے صدق دل سے حق تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور شیطان مردود کی زد سے بھاگ کر خداوند قدوس کی پناہ میں آجائے۔ اصلی استعاذہ (پناہ میں آنا) تو دل سے ہے۔ مگر زبان و دل کو موافق کرنے کے لئے مشروع ہے کہ ابتدائے قراءت میں زبان سے بھی اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھے۔

متوکلین پر شیطان کا زور نہیں چلتا | یعنی جس نے خدا پر بھروسہ کیا اور اس کی پناہ ڈھونڈی اس پر شیطان زور سے حاوی نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا شخص کسی وقت محض تھوڑی دیر کے لئے بمقتضائے بشریت شیطان کے چکمہ میں آیا بھی تب بھی شیطان اپنا قبضہ اور تسلط اس پر نہیں جما سکتا۔ بہت جلد اس کی آنکھ کھل جائے گی اور غفلت میں تمادی نہ ہوگی۔ "إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَ لَهُمْ فِي الْعِصْيِ ثُمَّ لَا يَقْصِرُونَ" (الاعراف رکوع ۲۴)

إِنَّمَا سُلْطَنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ

اس کا زور تو انہی پر ہے جو اس کو رفیق سمجھتے ہیں اور جو

بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۰﴾ وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ

اس کو شریک مانتے ہیں اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ ط

اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے تو کہتے ہیں تو تو بنا لاتا ہے

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ

یہ بات نہیں پر اکثروں کو ان میں خبر نہیں تو کہہ اس کو اتارا ہے پاک

الْقُدُّسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا

فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے بلاشبہ تاکہ ثابت کرے ایمان والوں کو

وَهُدَاهُمْ وَابْنُرَهُ لِّلْمُسْلِمِينَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ

اور ہدایت اور خوش خبری مسلمانوں کے واسطے اور ہم کو خوب معلوم ہے

أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّلسَّانِ الَّذِي

کہ وہ کہتے ہیں اس کو تو سکھلاتا ہے ایک آدمی جس کی طرف

﴿۱﴾ یعنی جو لوگ از خود شیطان کو اپنا رفیق بنالیں اور بجائے ایک خدا پر بھروسہ کرنے کے اس پر بھروسہ رکھیں۔ گویا اس کو خدائی کا شریک

تھہرا لیں یا اس کے انواء سے دوسری چیزوں کو خدا کا شریک مانیں، انہی پر شیطان کا پورا قبضہ اور تسلط ہے کہ جس طرح چاہتا ہے

انگلیوں پر نچاتا ہے۔

﴿۲﴾ پہلے حکم دیا تھا کہ قرآن پڑھتے وقت شیطان رجیم کے کید سے پناہ ڈھونڈو۔ کہیں وہ اس بہترین کام میں رکاوٹ

اور خرابی نہ ڈالے۔ یہاں اس کی بعض رکاوٹوں کا ذکر کرتے ہیں جو قرآن کے متعلق پیدا کرتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ پورا قرآن ایک

مرتبہ تو نازل ہوا نہیں، موقع بموقع آیات نازل ہوتی تھیں۔ ان میں بعض وقتی احکام بھی آتے تھے۔ پھر دوسرے وقت حالات کے

تبدیل ہونے پر دوسرا حکم آجاتا تھا مثلاً ابتداء میں قتال سے ممانعت اور ہاتھ روکے رکھنے کا حکم تھا۔ ایک زمانہ کے بعد اجازت دی

گئی۔ یا ابتداء میں حکم تھا۔ فَمِ الْيَلِّ الْأَقْلِيلًا نِصْفَهُ اِلخ تھوڑی مدت کے بعد مکہ ہی میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ ”عَلِمَ أَنْ لَنْ نُخْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ اِلخ“ کفار ایسی چیزوں کو سن کر اعتراض کرتے کہ یہ خدا کا کلام کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا خدا تعالیٰ نے (معاذ اللہ) پہلے بے خبری سے ایک بات کا حکم دے دیا تھا؟ پھر خبر ہوئی تو دوسرا حکم اتارا؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام آپ خود بنا لاتے ہیں۔ ورنہ خدا کے احکام ایسے نہیں ہو سکتے ایک دن کچھ دوسرے دن کچھ۔ اس طرح کے شبہات و وساوس ممکن تھا شیطان بعض مسلمانوں کے دلوں میں القا کرے۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ تمہارا یہ اعتراض محض جہالت سے ہے۔ تم کو اگر ”نسخ“ کی حقیقت معلوم ہوتی تو کبھی ایسا لفظ زبان سے نہ نکالتے ”نسخ“ کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ ایک میعاد کی میعاد پوری ہونے پر دوسرا حکم بھیجا جائے۔ کیا طبیب منضج کا نسخہ دس بیس دن پلا کر اگر مسہل تجویز کرے تو اسے طبیب کی کم علمی یا بے خبری پر محمول کیا جاسکتا ہے؟ جو ایسا کہ وہ خود جاہل اور بے خبر کہلائے گا۔ حق تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ جس وقت جو حکم اتارا گیا یعنی جو روحانی غذا یا واد تجویز کی گئی وہ کہاں تک مریضوں کے مزاج اور حالات کے مناسب ہے۔

◆ قرآن رُوح القدس کا لایا ہوا ہے | یعنی میرا یا کسی بشر کا بنایا ہوا کلام نہیں۔ یہ تو وہ کلام ہے جو بلاشبہ میرے رب نے روح القدس (پاک فرشتہ جبریل امین) کے ذریعہ سے عین حکمت و مصلحت کے موافق مجھ پر نازل فرمایا گویا ”مِنْ رَبِّكَ“ کہہ کہ متنبہ فرما دیا کہ اس کی نازل کرنے والی وہ ہستی ہے جس نے خود محمد ﷺ کی اس قدر حیرت انگیز طریقہ سے ایسے اعلیٰ و اکمل اخلاق پر تربیت فرمائی جو تمہارے سامنے ہے۔ اور ”روح القدس“ کا واسطہ بیان فرما کر شاید اس طرف اشارہ کرنا ہو کہ جس کلام کا حامل ”روح القدس“ بنایا گیا، وہ روحانیت پاکیزگی اور ملکوتی خصال کا پیکر ہونا چاہئے۔ چنانچہ دیکھ لو ان اوصاف میں اس شان کا کیا کوئی دوسرا کلام آسمان کے نیچے نظر آتا ہے۔

◆ یعنی موقع بموقع اور بتدریج احکام و آیات کا نزول دیکھ کر ایمان والوں کے دل قوی اور اعتقاد پختہ ہوتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے ہر حال اور زندگی کے ہر ایک دور سے پورا خبردار ہے اور نہایت حکمت سے ہماری تربیت کرتا ہے۔ جیسے حالات پیش آئیں ان کے موافق ہدایت و رہنمائی کرتا اور ہر کام پر اس کے مناسب خوشخبری سناتا ہے۔

◆ آنحضرتؐ پر ایک احمقانہ اعتراض | یعنی قرآن شریف نہ خدا کا کلام ہے، ورنہ نسخ اس میں نہ ہوتا اور نہ یہ آپ کا کلام ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آپ کا امی ہونا سب کو معلوم و مسلم تھا۔ ایک امی جس نے نہ کبھی کوئی کتاب چھوئی ہو نہ قلم ہاتھ میں پکڑا ہو، بلکہ باوجود اعلیٰ درجہ کے قریشی ہونے کے چالیس برس تک ایک شعر بھی زبان سے نہ کہا ہو، جس میں عرب کی چھوکریاں تک فطری سلیقہ اور ملکہ رکھتی تھیں۔ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ بدون تعلیم و تعلم کے دفعۃً ایسی کتاب بنا لائے جو اس قدر عجیب و غریب علوم و حکم، موثر ہدایات اور کایا پلٹ کر دینے والے قوانین و احکام پر مشتمل ہو۔ ناگزیر کہنا پڑے گا کہ کوئی دوسرا شخص انہیں یہ باتیں سکھلاتا اور ایسا کلام بنا کر دے دیتا ہے۔ وہ شخص کون تھا جس کی بے اندازہ قابلیت سے قرآن جیسی کتاب تیار ہوئی اس کے نام میں اختلاف تھا جبر، یسار، عائش، لعیش۔ کئی عجمی غلاموں کے نام لئے گئے ہیں جن میں کوئی یہودی تھا کوئی نصرانی۔ بلکہ بعض کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ نصرانیت چھوڑ کر مذہب اسلام قبول کر چکے تھے۔ کہتے ہیں حضور گاہ بگاہ آتے جاتے ان میں سے کسی ایک کے پاس بیٹھتے تھے یا وہ حضور کی خدمت میں کبھی حاضر ہوا کرتا تھا۔ مگر تعجب ہے اتنے بڑے قابل انسانوں کا تو نام بھی تاریخ نے پورے یقین و تعین کے ساتھ یاد نہ رکھا۔ اور جو ان سے سیکھ کر محض نقل کر دیا کرتے تھے، دنیا ان کے قدموں پر گر پڑی۔ حتیٰ کہ جنہوں نے ان کو نبی نہ مانا، دنیا کا سب سے بڑا مصلح اور کامل انسان ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ بہر حال مشرکین کے اس سفیہانہ اعتراض سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ دعوائے بعثت سے پہلے آپ کا امی ہونا ان کے نزدیک ایسا مسلم تھا کہ قرآنی علوم و معارف کو آپ کی اُمت مسلمہ سے تطبیق نہ دے سکتے تھے۔ اسی لئے کہنا پڑتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص آپ کو یہ باتیں سکھلاتا جاتا ہے۔ بلاشبہ آپ سکھلائے ہوئے تھے، لیکن سکھلانے والا کوئی بشر نہ تھا وہ رب قدر تھا جس نے فرمایا ”الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ“

يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَبِي وَهَذَا لِسَانُ عَرَبِي

تعریض کرتے ہیں اس کی زبان ہے عجی اور یہ قرآن زبان عربی ہے

مُبِينٌ ۱۳ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

صاف ♦ وہ لوگ جن کو اللہ کی باتوں پر یقین نہیں

لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۱۴

ان کو اللہ راہ نہیں دیتا اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے ♦

إِنَّمَا يَفْتَرِے الْكُذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

جھوٹ تو وہ لوگ بناتے ہیں جن کو یقین نہیں

بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكٰذِبُونَ ۱۵ مَنْ

اللہ کی باتوں پر اور وہی لوگ جھوٹے ہیں ♦ جو کوئی

كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ

منکر ہوا اللہ سے یقین لانے کے پیچھے مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی گئی اور

قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَنْ شَرَحَ

اس کا دل برقرار ہے ایمان پر ♦ لیکن جو کوئی دل

بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ

کھول کر منکر ہوا سواں پر غضب ہے اللہ کا اور ان کو

عَذَابٌ عَظِيمٌ ۱۶ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ

بڑا عذاب ہے یہ اس واسطے کہ انہوں نے عزیز رکھا دنیا کی

قرآن کی فصاحت و بلاغت | یعنی اگر قرآن کے علوم خارقہ اور دوسری وجوہ اعجاز کو اپنی غباوت کی وجہ سے تم نہیں سمجھ سکتے تو اس کی زبان کی معجزانہ فصاحت و بلاغت کا ادراک تو کر سکتے ہو۔ جس کے متعلق بار بار چیلنج دیا جا چکا اور اعلان کیا جا چکا ہے کہ تمام جن و انس مل کر بھی اس کلام کا مثل پیش نہ کر سکیں گے۔ پھر جس کا مثل لانے سے عرب کے تمام فصحاء و بلغاء بلا استثناء احدے عاجز و در ماندہ ہوں ایک گنام عجمی بازاری غلام سے کیونکر امید کی جاسکتی ہے کہ ایسا کلام معجز تیار کر کے پیش کر دے۔ اگر تمام عرب میں کوئی شخص بالفرض ایسا کلام بنا سکتا تو وہ خود حضرت محمد ﷺ ہوتے۔ مگر قرآن کے سوا آپ کے دوسرے کلام کا ذخیرہ قرآن کے بیان کردہ موضوعات پر موجود ہے، جو باوجود انتہائی فصاحت کے کسی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت قرآنی کی ہمسری نہیں کر سکتا۔

یعنی کھلے دلائل کے باوجود جو شخص یہ ہی دل میں ٹھان لے کہ یقین نہیں کرونگا، خدا تعالیٰ بھی اس کو مقصد پر پہنچنے کی راہ نہیں دیتا۔ جتنا سمجھائے کبھی نہ سمجھے گا۔ بد اعتقاد آدمی ہدایت سے محروم رہ کر آخر سخت سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

کا ذمین | یعنی آپ کو کہتے ہیں "اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٌ" حالانکہ آپ کی امانت و راستبازی پہلے سے مسلم اور ہر ایک چال ڈھال سے ظاہر تھی۔ کیا جھوٹ بنانے والوں کا چہرہ اور طور و طریق ایسا ہوتا ہے؟ جھوٹ بنانا تو ان اشقیاء کا شیوہ ہے جو خدا کی باتیں سن کر اور اس کے نشانات دیکھ کر بھی یقین نہ کریں۔ اس سے بڑا جھوٹ کیا ہوگا کہ آدمی خدا کی باتوں کو جھوٹا کہے۔

مرتد کون ہے؟ | ایک تو وہ مجرم ہیں جو سیکڑوں دلائل و آیات سن کر بھی یقین نہ لائیں۔ مگر ان سے بڑھ کر مجرم وہ ہیں جو یقین لانے اور تسلیم کرنے کے بعد شیطانی شبہات و وساوس سے متاثر ہو کر صداقت سے منکر ہو جائیں۔ جیسا کہ عبد اللہ بن ابی سرح نے کیا تھا کہ ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گیا۔ العیاذ باللہ۔ ایسے لوگوں کی سزا آگے بیان فرمائی ہے۔ درمیان میں "اَلَا مَنِ اُكْفِرَ" الخ سے ایک ضروری استثناء کر دیا گیا۔ یعنی اگر کوئی مسلمان صدق دل سے برابر ایمان پر قائم ہے ایک لمحہ کے لئے بھی ایمانی روشنی اور قلبی طمانیت اس کے قلب سے جدا نہیں ہوئی صرف کسی خاص حالت میں بہت ہی سخت دباؤ اور زبردستی سے مجبور ہو کر شدید ترین خوف کے وقت گلو خلاصی کے لئے محض زبان سے منکر ہو جائے یعنی کوئی کلمہ اسلام کے خلاف نکال دے بشرطیکہ اس وقت بھی قلب میں کوئی تردد نہ ہو، بلکہ زبانی لفظ سے سخت کراہیت و نفرت ہو، ایسا شخص مرتد نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ ہاں اس سے بلند مقام وہ ہے کہ آدمی مرنا قبول کرے مگر منہ سے بھی ایسا لفظ نہ نکالے جیسا کہ حضرت بلالؓ، حضرت یاسرؓ، حضرت سمیہؓ، حضرت خبیب بن زید انصاری اور حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کے واقعات تاریخوں میں موجود ہیں۔ بنظر اختصار ہم یہاں درج نہیں کر سکتے ابن کثیر میں دیکھ لئے جائیں۔

الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

زندگی کو آخرت سے اور اللہ راستہ نہیں دیتا منکر

الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۷۰ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللهُ عَلٰی

لوگوں کو یہ وہی ہیں کہ مہر کر دی اللہ نے

قُلُوْبِهِمْ وَسَمِعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

ان کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اور یہی ہیں

الْغٰفِلُوْنَ ۝۱۷۱ لَا جَرَءَ اَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمْ

بے ہوش خود ظاہر ہے کہ آخرت میں یہی لوگ

الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۷۲ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ

خراب ہیں پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب ان لوگوں پر کہ انہوں نے وطن چھوڑا ہے بعد

مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَاَصْبَرُوْا ۚ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ

اس کے کہ مصیبت اٹھائی (بچلانے گئے) پھر جہاد کرتے رہے اور قائم رہے بے شک تیرا رب

بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۷۳ يَوْمَ تَأْتِيْ كُلُّ

ان باتوں کے بعد انجمنے والا مہربان ہے جس دن آئے گا ہر

نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوْفٰٓءُ كُلُّ نَفْسٍ

جی جواب سوال کرتا اپنی طرف سے اور پورا ملے گا ہر کسی کو

مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۷۴ وَضَرَبَ اللهُ

جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا اور بتلائی اللہ نے

یعنی ایسے منکروں کو جو حیاتِ دنیا ہی کو کعبہ، مقصود ٹھہرا لیں، کامیابی کا رستہ کہاں ملتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”جو کوئی ایمان سے پھرا ہے تو دنیا کی غرض کو، جان کے ڈر سے یا برادری کی خاطر سے یا زر کے لالچ سے جس نے دنیا عزیز رکھی اس کو آخرت کہاں؟ اگر جان کے ڈر سے لفظ کہے تو چاہئے جب ڈر کا وقت جا چکے تو بہ واستغفار کر کے ثابت ہو جائے۔“

یعنی دنیا طلبی اور ہوا پرستی کے نشہ میں ایسے مست و بیہوش ہیں جن کے ہوش میں آنے کی کوئی امید نہیں۔ خدا کی دی ہوئی قوتیں انہوں نے سب بیکار کر دیں۔ آخر کانوں سے حق کی آواز سننے، آنکھوں سے حق کے نشان دیکھنے، اور دلوں سے حق بات سمجھنے اور سوچنے کی توفیق سلب ہو گئی۔ مہر کرنے کا مطلب پہلے سورہ بقرہ وغیرہ میں گزر چکا ہے۔

یعنی جو لوگ اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے خدا کی بخشی ہوئی قوتیں تباہ کر ڈالیں اور دنیا ہی کو قبلہ مقصود بنا لیں، ان سے بڑھ کر خراب انجام کس کا ہوگا۔

حضرت عمار کا کلمہ کفر اور توبہ | مکہ میں بعض لوگ کافروں کے ظلم سے بچل گئے تھے۔ یا صرف زبانی لفظ کفر کہہ لیا تھا۔ اس کے بعد جب ہجرت کی، جہاد کیا، اور بڑے استقلال و پامردی سے اسلام پر قائم رہے، اتنے کام ایمان کے کئے، وہ تقصیر بخشی گئی اور خدا کی مہربانی مہذول ہوئی ایک بزرگ تھے ”عمار“ ان کے باپ تھے ”یاسر“ اور ماں ”سمیہ“ دونوں ظلم اٹھاتے مر گئے، پر لفظ کفر نہ کہا۔ یہ مسلمانوں کا پہلا خون تھا جو خدا کی راہ میں گرا۔ بیٹے (عمار) نے خوفِ جان سے لفظ کہہ دیا، پھر روتے ہوئے حضرت کے پاس آئے۔ تب یہ آیتیں اتریں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

یعنی ایک کی طرف سے دوسرا نہ بول سکے گا۔ ماں، باپ، بہن، بھائی، بیوی، اولاد، احباب و اقارب کوئی کام نہ دے گا۔ ہر شخص اپنی فکر میں پڑا ہوگا کہ کس طرح خدا کے عذاب سے مخلصی حاصل کرے۔ طرح طرح کے جھوٹے سچے عذر براءت کے لئے تراشے گا جو اب و سوال کر کے چاہے گا کہ رستگاری حاصل کرے۔

یعنی نیکی کے ثواب میں کمی نہ ہوگی اور بدی کی سزا استحقاق سے زائد نہ دی جائے گی۔

مَثَلًا قَرِيْبَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطَهَّرَةً يٰۤاٰتِيْهَا

ایک مثال (مثل) ایک بستی تھی چین امن سے چلی آتی تھی اس کو

رِزْقُهَا رَعْدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِۤاَنْعَمِ

روزی فراغت کی ہر جگہ سے پھر ناشکری کی اللہ کے

اللّٰهِ فَاذٰقَهَا اللّٰهُ لِبَاسِ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا

احسانوں کی پھر چکھایا اس کو اللہ نے مزہ کہ ان کے تن کے کپڑے ہو گئے بھوک اور ڈر بدل

كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۱۱۳ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ

اس کا جو وہ کرتے تھے اور ان کے پاس پہنچ چکا رسول انہی میں کا

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۱۱۴

پھر اس کو جھٹلایا پھر آپکڑا ان کو عذاب نے اور وہ گناہ گار تھے

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَ اَشْكُرُوْا

سو کھاؤ جو روزی دی تم کو اللہ نے حلال اور پاک اور شکر کرو

رِعْمَتَ اللّٰهِ اِنَّ كُنْتُمْ اِيَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ۝۱۱۵ اِنَّمَا

اللہ کے احسان کا اگر تم اسی کو پوجتے ہو

حَرَّمَ عَلَیْكُمْ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَا

اللہ نے تو یہی حرام کیا ہے تم پر مردار اور لہو اور سور کا گوشت اور جس پر

اٰهْلٌ لِّغَیْرِ اللّٰهِ بِہٖ ۙ فَمِنْ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا

نام رکھارا اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی ناچار ہو جائے نہ زور کرتا ہو نہ

◆ ایک بستی کی مثال | یعنی نہ باہر سے دشمن کا کھٹکانہ اندر سے کسی طرح کی فکر و تشویش۔ خوب امن چین سے زندگی گذرتی تھی۔

◆ یعنی کھانے کے لئے غلے اور پھل وغیرہ کھنچے چلے آتے تھے ہر چیز کی افراط تھی، گھر بیٹھے دنیا کی نعمتیں ملتی تھیں۔

◆ اس بستی کے رہنے والوں نے خدا کے انعامات کی قدر نہ پہچانی، دنیا کے مزدوں میں پڑ کر ایسے غافل اور بدست ہوئے کہ منعم حقیقی کا دھیان بھی نہ آیا۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں بغاوت کی ٹھان لی۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان کی ناشکری اور کفرانِ نعمت کا مزہ چکھایا۔ یعنی امن چین کی جگہ خوف و ہراس نے اور فراخ روزی کی جگہ بھوک اور قحط کی مصیبت نے ان کو اس طرح گھیر لیا جیسے کپڑا پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے۔ ایک دم کو بھوک اور ڈران سے جدا نہ ہوتا تھا۔

◆ ظاہری نعمتوں کے علاوہ جو اوپر مذکور ہوئیں ایک بڑی بھاری باطنی نعمت بھی ان کو دی گئی تھی، یعنی انہی کی قوم و نسب میں سے ایک رسول بھیجا گیا۔ جس کا اتباع کر کے وہ خدا کی خوشنودی کے بڑے اونچے مقامات حاصل کر سکتے تھے انہوں نے اتباع و تصدیق کی جگہ اسکی تکذیب و مخالفت پر کمر باندھ لی اور اس طرح بستی میں گرتے چلے گئے۔ آخر قدیم سنت اللہ کے موافق ظالموں اور گنہگاروں کو عذاب نے آ پکڑا پھر کسی کی کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ان آیات میں کسی معین بستی کا تذکرہ نہیں۔ محض بطور تمثیل کسی تباہ شدہ بستی کا اعلیٰ التبعین حوالہ دے کر یا ایک ایسی بستی کا وجود فرض کر کے کفار مکہ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تم نے ایسا کیا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہو سکتا ہے۔ کفرانِ نعمت اور تکذیب و عداوت رسول کی سزا سے بے فکر نہ ہوں۔ بعض علماء کے نزدیک اس مثال میں بستی سے مراد مکہ معظمہ ہے جہاں ہر قسم کا امن چین تھا اور باوجود وادی غیر ذی زرع ہونے کے طرح طرح کے پھل اور میوے کھنچے چلے آتے تھے۔ "أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجَبِّیْ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ" (القصص رکوع ۶) اہل مکہ نے ان نعمتوں کی کچھ قدر نہ جانی۔ شرک و عصیان، بے حیائی اور اوہام پرستی میں منہمک ہو گئے۔ پھر خدا تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت میں بھیجی۔ اس کے انکار و تکذیب میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ "أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ" (ابراہیم رکوع ۵) آخر خدا تعالیٰ نے امن و اطمینان کے بجائے مسلمان مجاہدین کا خوف اور فراخ روزی کی جگہ سات سال کا قحط ان پر مسلط کر دیا۔ جس میں کتے اور مردار تک کھانے کی نوبت آ گئی۔ پھر "بدر" کے معرکہ میں نمازیانِ اسلام کے ہاتھوں خدا کا عذاب ان پر ٹوٹ پڑا۔ ادھر تو یہ ہوا دوسری طرف جو لوگ ان ظالموں کے جوڑ و ستم سے تنگ آ کر گھر بار چھوڑ بھاگے تھے ان کو خدا نے بہتر ٹھکانا دیا، دشمنوں کے خوف سے مامون و مصون بنایا، روزی کے دروازے کھول دیے، زبردست دشمنوں پر فتح عنایت کی، بلکہ اقلیموں کا بادشاہ اور متقیوں کا امام بنا دیا۔ شاید اسی لئے ان آیات میں مکہ والوں کا حال سنا کر اگلی آیت "فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ" الخ میں مسلمانوں کو خطاب فرمایا ہے۔ کہ تم اس قسم کی حرکات سے بچتے رہنا جن کی بدولت مکہ والوں پر مصیبت ٹوٹی۔

◆ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو | یعنی جس کو خدا کی پرستش کا دعویٰ ہوا سے لائق ہے کہ خدا کی دی ہوئی حلال و طیب روزی سے تمتع

کرے اور اس کا احسان مان کر شکر گزار بندہ بنے۔ حلال کو حرام نہ سمجھے اور نعمتوں سے منتفع ہوتے وقت منعم حقیقی کو نہ بھولے۔ بلکہ

اس پر اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں پر ایمان لائے اور اسی کے احکام و ہدایات کی پابندی کرے۔

عَادِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُولُوا

زیادتی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور مت کہو

لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَلٌ وَ

اپنی زبانوں کے جھوٹ بنا لینے سے اور کہ یہ حلال ہے

هَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ط

یہ حرام ہے کہ اللہ پر بہتان باندھو

إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ

بے شک جو بہتان باندھتے ہیں اللہ پر

لَا يُفْلِحُونَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ۝ وَلَهُمْ عَذَابٌ

ان کا بھلا نہ ہوگا تھوڑا سا (کچھ) فائدہ اٹھالیں اور ان کے واسطے عذاب

أَلِيمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا

دردناک ہے اور جو لوگ یہودی ہیں ان پر ہم نے حرام کیا تھا

قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ

جو تجھ کو پہلے سنا چکے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا

كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ

وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب

لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ

ان لوگوں پر جنہوں نے برائی کی نادانی سے پھر توبہ کی

حرام چیزوں کا بیان | اس آیت کی تفسیر سورۃ بقرہ اور ”انعام“ وغیرہ میں گذر چکی وہاں دیکھ لی جائے، یہاں غرض یہ ہے کہ جس طرح پہلی آیت میں اشارہ تھا کہ حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرے، اس آیت میں تشبیہ کی گئی کہ حرام چیزوں کو حلال نہ ٹھہرائے۔ خلاصہ یہ کہ کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا اسی کا حق ہے جس نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں۔ چنانچہ آئندہ آیات میں نہایت وضاحت سے یہ مضمون بیان ہوا ہے۔

اپنی رائے سے حلال اور حرام نہ ٹھہراؤ | یعنی بدون کسی سند شرعی کے کسی چیز کے متعلق منہ اٹھا کر کہہ دینا کہ حلال ہے یا حرام بڑی سخت جسارت اور کذب و افتراء ہے۔ حلال و حرام تو وہ ہی ہو سکتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے حلال یا حرام کہا ہو۔ اگر کوئی شخص محض اپنی رائے سے کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہراتا ہے اور خدا کی طرف اس کی نسبت کرتا ہے، جیسے مشرکین مکہ کرتے تھے، جس کا ذکر سورہ ”انعام“ میں گذر چکا وہ فی الحقیقت خدا پر بہتان باندھتا ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ کبھی ایسا رویہ اختیار نہ کریں جس چیز کو خدا نے حلال کیا حلال اور جس کو حرام کیا حرام سمجھیں۔ بدون ماخذ شرعی کے حلت و حرمت کا حکم نہ لگائیں۔

یعنی مشرکین مکہ جو حضور کو معاذ اللہ مفتری کہتے تھے یا درکھیں کہ وہ خود مفتری ہیں۔ ازراہ کذب و افتراء جس چیز کو چاہیں حلال یا حرام کہہ کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ یہ روش اختیار کر کے کسی بھلائی کو نہیں پہنچ سکتے۔ تھوڑے دن اور دنیا کا مزہ اڑالیں، پھر دائمی جیل خانہ تیار ہے۔

اشیاء کی تحریم میں حکمت ہے | سورہ ”انعام“ آیت ”وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا“ الخ کے فوائد میں اس کا بیان گذر چکا، ملاحظہ کر لیا جائے یہاں مقصد یہ ہے کہ جو چیز خدا تعالیٰ نے سب کے لئے یا کسی خاص قوم کے لئے معین وقت تک حرام کی ہے، عین حکمت ہے کسی بشر کو حق نہیں کہ اس میں تصرف کر کے حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنائے۔

نافرمانی بے عقلی ہے | مثلاً حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنایا۔ ”نادانی سے“ اس لئے فرمایا کہ خدا کی جو نافرمانی اور گناہ آدمی کرتا ہے خواہ جان بوجھ کر کرے، وہ فی الحقیقت نادان اور بے عقل بن کر کرتا ہے۔ اگر ذرا عقل سے کام لے اور گناہ کے بدنتائج کا تصور کرے تو ہرگز معصیت پر اقدام نہیں کر سکتا۔ سورہ ”نساء“ آیت ”إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ“ الخ کے تحت میں جو اس کے متعلق لکھا گیا ہے اسے بھی ایک مرتبہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

بَعْدَ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا

اس کے پیچھے اور سنوار اپنے کام کو سو تیرا رب ان باتوں کے پیچھے

لَعَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۱۹﴾ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا

بخشنے والا مہربان ہے اصل میں تو ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا فرمانبردار

لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا

اللہ کا سب سے ایک طرف ہو کر اور نہ تھا شرک والوں میں حق ماننے والا

لَا نَعْمَهُ أَجْتَبِيهِ وَهُدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۲۱﴾

اس کے احسانوں کا اس کو اللہ نے چن لیا اور چلایا سیدھی راہ پر

وَأَتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّا فِي الْآخِرَةِ

اور دی ہم نے دنیا میں اس کو خوبی اور وہ آخرت میں

لِمَنِ الصَّالِحِينَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ

انجھے لوگوں میں ہے پھر حکم بھیجا ہم نے تجھ کو کہ چل

مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۳﴾

دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا وہ شرک والوں میں

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۗ

ہفتہ کا دن جو مقرر (لازم) کیا سوانہما پر جو اس میں اختلاف کرتے تھے

وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا

اور تیرا رب حکم کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں

یعنی کفریات سے توبہ کر کے مسلمان ہو جانے اور آئندہ کے لئے اپنی حالت درست کر لینے پر حق تعالیٰ تمام گزشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے خواہ کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں۔

باز آ باز آ ہر آنچہ کردی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہء ما، درگہء تو میدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ | مشرکین عرب کی شرکیات کا رد کر کے امام الموحدین ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ یاد دلاتے ہیں کیونکہ عرب کے لوگ ان کی نسل سے تھے اور دین ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ حالانکہ ملت ابراہیمی سے انہیں دور کی نسبت بھی نہ رہی تھی۔ انہیں بتلایا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام موحدین کے امام، نیکی کے معلم، تمام دنیا کے مشرکین کے مقابلہ میں تنہا ایک امت عظیم کے برابر تھے جن کی ذات واحد میں حق تعالیٰ نے وہ سب خوبیاں اور کمالات جمع کر دیے تھے جو کسی بڑے مجمع میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں

لَيْسَ عَلَى اللَّهِ بِمُسْتَكْبِرٍ
أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ

ابراہیم خدا کا کامل مطیع و فرمانبردار بندہ تھا جو ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کا ہو رہا تھا۔ ممکن نہ تھا کہ بدون حکم الہی کسی چیز کو محض اپنی طرف سے حلال یا حرام ٹھہرا دے۔ وہ خود تو معاذ اللہ شرک کا ارتکاب کہاں کر سکتا، مشرکین کی جماعت اور بستی میں رہنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ پھر جو لوگ آپ کو "حنیف" کہتے اور دین ابراہیمی پر بتاتے ہیں انہیں شرم کرنی چاہئے کہ خدا پر افتراء باندھ کر حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا اور شرک کی حمایت میں پیغمبروں سے لڑنا، کیا ایک "حنیف" اور ابراہیمی کی شان ہو سکتی ہے؟ یاد رکھو! حلال و حرام کے بیان اور اصول دین میں اصل ملت ابراہیمی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ اسی ملت کی اقامت و اشاعت اور بربط و تفصیل کے لئے تشریف لائے ہیں اگر اصلی دین ابراہیم پر چلنا چاہو تو آپ کا طریقہ اختیار کرو۔

حضرت ابراہیمؑ شاکر تھے | یعنی ابراہیمؑ خدا کا شکر گزار بندہ تھا۔ تم سخت ناپاس اور کفران نعمت کرنے والے ہو جیسا کہ
ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً بِالْخِمْرِ كَانَتْ آمِنَةً لِكُلِّ شَيْءٍ فَكَفَرُوا فَجَاءَهُمْ نَارًا مِّنْ سَمَوَاتٍ مُّوَسَّسِينَ
پھر اس کی راہ پر کیونکر ہوئے۔

یعنی توحید کامل اور تسلیم و رضا کی سیدھی راہ پر چلایا۔

حضرت ابراہیمؑ پر دنیا اور آخرت کے انعامات | یعنی نبوت، فراخ روزی، اولاد، اور وجاہت و مقبولیت عامہ کہ تمام اہل ادیان بالاتفاق ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور ہر فرقہ چاہتا ہے کہ اپنا سلسلہ ابراہیم علیہ السلام سے ملائے۔

یعنی اس نے اپنے حق میں جو دعا کی تھی۔ وَالْحَقِّينِ بِالصَّالِحِينَ، قبول ہوئی، بیشک وہ آخرت میں صالحین کے اعلیٰ طبقہ میں شامل ہوں گے۔ جو انبیاء علیہم السلام کا طبقہ ہے۔

اس کا بیان سورہ "انعام" آیت "دِينًا قِيمًا مِّلَّةَ اِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ" کے تحت میں گذر چکا وہاں ملاحظہ کیا جائے مقصد یہ ہے کہ حلال و حرام اور دین کی باتوں میں اصل ملت ابراہیم ہے۔ درمیان میں یہود و نصاریٰ کو ان کے حالات کے مناسب بعض مخصوص احکام دیے گئے۔ آخر آپ کو خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا، تا اصل ملت ابراہیمی کو جو غفلت اور تحریف و تصرف بیجا کی دستبرد سے ضائع ہو چکی تھی۔ از سر نو زندہ اور روشن کیا جائے، اور شرک کی تمام رگیں کاٹ دی جائیں حدیث میں ہے۔ "بَعِثْتُ بِالسَّمْحَةِ الْحَنِيفِيَّةِ الْبَيْضَاءِ" اس کی پوری شرح و تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں کی ہے جو قابل دید ہے۔

كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۳۳﴾ اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ

اختلاف کرتے تھے ♦ بلکہ اپنے رب کی راہ پر

بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي

کچی باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دے ان کو جس

هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ

طرح بہتر ہو ♦ تیرا رب ہی بہتر جانتا ہے ان کو جو بھول گیا (بچلا)

سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۳۵﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ

اس کی راہ اور وہی بہتر جانتا ہے ان کو جو راہ پر ہیں ♦ اور اگر بدلہ لو

فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۗ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ

تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی جائے (پہنچے) اور اگر صبر کرو

لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴿۱۳۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا

تو یہ بہتر ہے صبر والوں کو ♦ اور تو صبر کر اور تجھ سے صبر ہو سکے

بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَلُوبٍ

اللہ ہی کی مدد سے اور ان پر غم نہ کھا اور تنگ (خفا) مت ہو

مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۱۳۷﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا

ان کے فریب سے ♦ اللہ ساتھ ہے ان کے جو پرہیزگار ہیں

وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿۱۳۸﴾

اور جو نیکی کرتے ہیں ♦

❖ **یوم سبت کا حکم** | یعنی اصل ملت ابراہیمی میں ہفتہ کا حکم نہ تھا، اس امت پر بھی نہیں ہے۔ البتہ درمیان میں ”یہود“ نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد سے اختلاف کر کے جب اپنے لئے یہ دن انتخاب کیا تو حکم ہوا کہ اچھا اسی کی تعظیم کرو اور مچھلی کا شکار اس روز مت کرو! یہ حکم کسی نے مانا کسی نے نہ مانا۔ نہ ماننے والے دنیا میں بندر اور سور بنائے گئے اور آخرت میں جو فیصلہ ہوگا وہ الگ رہا۔ ایک اسی پر کیا منحصر ہے وہاں تو سارے اختلافات اور جھگڑے چکا دیے جائیں گے۔ مثلاً حضرت ابراہیم کی نسبت کوئی ”یہودی“ بتلاتا تھا کوئی ”نصرانی“ حالانکہ حق تعالیٰ نے آگاہ کر دیا کہ وہ ”حنیف مسلم“ تھے۔ بہر حال آخرت میں سب اختلافات کا فیصلہ ہو جائے گا اور ہر شخص آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ کون غلطی پر تھا کون راستی پر۔

❖ **دعوت کے بنیادی اصول** | اوپر کی آیتوں میں مخاطبین کو آگاہ کرنا تھا یہ پیغمبر اصل ملت ابراہیمی لیکر آئے ہیں، اگر کامیابی چاہتے ہو اور ”حنیف“ ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو اس راستے پر چل پڑو۔ اذْعُ اِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ الْخَيْرُ مِنْ حَرْبٍ لَّعَلَّكَ تَكْفُرُ بِهَا وَمَا يَكْفُرُ بِهَا اِلَّا الْفٰسِقُونَ۔ خود پیغمبر علیہ السلام کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو راستہ پر کس طرح لانا چاہئے، اس کے تین طریقے بتلائے۔ حکم، موعظت حسنہ، جدال بالحق ہی احسن ”حکمت“ سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اور اہل مضامین مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں۔ جن کو سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔ دنیا کے خیالی فلسفے ان کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحی الہی کی بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تبدیل نہ کر سکیں۔ ”موعظت حسنہ“ موثر اور رقت انگیز نصیحتوں سے عبارت ہے جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہو۔ اخلاص، ہمدردی اور شفقت و حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے، بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں، مردوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں۔ ایک مایوس و پشیمردہ قوم جھر جھری لیکر کھڑی ہو جاتی ہے، لوگ ترغیب و ترہیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف بیتابانہ دوڑنے لگتے ہیں۔ اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی و فہیم نہیں ہوتے، مگر طلب حق کی چنگاری سینے میں رکھتے ہیں، ان میں موثر و عظیم و پند سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جاسکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ سے ممکن نہیں۔ ہاں دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہا کی ہے جن کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں جھجکتیاں نکالنا اور کج بختی کرنا ہے یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث و مناظرہ کا بازار گرم ہو۔ بعض اوقات اہل فہم و انصاف اور طالبین حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں اور بدون بحث کے تسلی نہیں ہوتی اس لئے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ فَرَمَادِ كَمَا اِذَا كُنْتُمْ اَعْلٰى مِنْهُمْ فَانصُرُوهُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ فَانصُرُوهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ۔ شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ اپنے حریف مقابل کو الزام دو تو بہترین اسلوب سے دو، خواہی نخوائی دل آزار اور جگر خراش باتیں مت کرو۔ جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے، مقصود، تفہیم اور احقاق حق ہونا چاہئے۔ خشونت، بد اخلاقی، سخن پروری اور ہٹ دھرمی سے کچھ نتیجہ نہیں۔

❖ یعنی طریق دعوت و تبلیغ میں تم کو خدا کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا چاہئے۔ اس فکر میں پڑنے کی ضرورت کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا۔ نتیجہ کو خدا کے سپرد کرو۔ وہ ہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے جیسا مناسب ہوگا ان سے معاملہ کرے گا۔

❖ **انتقام اور صبر** | یعنی دعوت و تبلیغ کی راہ میں اگر تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں تو قدرت حاصل ہونے کے وقت برابر کا بدلہ لے سکتے ہو، اجازت ہے، لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ اگر صبر کرو گے تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں اور دیکھنے والوں کے بلکہ خود زیادتی کرنے والوں کے حق میں بہتر ہوگا۔

❖ یعنی مظالم و شدائد پر صبر کرنا، سہل کام نہیں۔ خدا ہی مدد فرمائے تو ہو سکتا ہے کہ آدمی ظلم سہتا رہے اور اُف نہ کرے۔

❖ **اللہ متقین کے ساتھ ہے** | یعنی انسان جس قدر خدا سے ڈر کر تقویٰ، پرہیزگاری اور نیکی اختیار کرے گا، اسی قدر خدا کی امداد و اعانت اس کے ساتھ ہوگی۔ سوائے لوگوں کو کفار کے مکر و فریب سے تنگ دل اور غمگین ہونے کی کوئی وجہ نہیں حق تعالیٰ اس عاجز ضعیف کو بھی متقین و محسنین کے ساتھ اپنے فضل و رحمت سے مشور فرمائے۔ تم سورۃ النحل بعونہ و توفیقہ وللہ الحمد۔

﴿آيَاتُهَا ۱۱﴾ ﴿سُورَةُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مَكِّيَّةٌ (۵۰)﴾ ﴿رُكُوعَاتُهَا ۲﴾

سورۃ بنی اسرائیل مکہ میں اتری اور اس کی ایک سو گیارہ آیتیں ہیں اور بارہ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے

اِلٰی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَرَكْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیْہٖ مِنْ

مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تاکہ دکھلائیں اس کو کچھ

اٰیٰتِنَا ۙ اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۱ وَاٰتٰنَا مُوسٰی الْکِتٰبَ

اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سننے والا دیکھنے والا اور وہی ہم نے موسیٰ کو کتاب

وَجَعَلْنٰہٗ هُدًی لِّبَنِيْٓ اِسْرٰٓءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ

اور کیا اس کو ہدایت بنی اسرائیل کے واسطے کہ نہ ٹھہراؤ

دُوْنِیْ وَکِبٰلًا ۙ ذُرِّیَّۃً مِّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۙ اِنَّہٗ کَانَ

میرے سوا کسی کو کارساز تم جو اولاد وہ ان لوگوں کی جن کو چڑھایا (لاولیا) ہم نے نوح کے ساتھ بے شک وہ تھا

عَبْدًا اشْکُوْرًا ۙ وَقَضٰیْنَا اِلَیْہِ اِسْرٰٓءِیْلَ فِی

بندہ حق ماننے والا اور صاف کہہ سنایا ہم نے بنی اسرائیل کو

الْکِتٰبِ لِنُفْسِدَنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلِنَعْلُنَّ

کتاب میں کہ تم خرابی کرو گے ملک میں دو بار اور سر نشی کرو گے

یعنی اس کی ذات نقص و قصور اور ہر قسم کے ضعف و عجز سے پاک ہے جو بات ہمارے خیال میں بے انتہا عجیب معلوم ہو اور ہماری ناقص عقلیں اسے بے حد مستبعد سمجھیں، خدا کی قدرت و مشیت کے سامنے وہ کچھ بھی مشکل نہیں۔

❖ **واقعہ آسری** | یعنی صرف ایک رات کے محدود حصہ میں اپنے مخصوص ترین اور مقرب ترین بندہ (محمد رسول اللہ ﷺ) کو حرم مکہ سے بیت المقدس تک لے گیا۔ اس سفر کی غرض کیا تھی؟ آگے لُئْرِیۡہُ مِنْ اَیۡنِنَا میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ خود اس سفر میں یا ”بیت المقدس“ سے آگے کہیں اور لیجا کر اپنی قدرت کے عظیم الشان نشان اور حکیمانہ انتظامات کے عجیب و غریب نمونے دکھلانے منظور تھے۔ سورہ نجم میں ان آیات کا کچھ ذکر کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ”سدرۃ المنتہی“ تک تشریف لے گئے اور نہایت عظیم الشان آیات کا مشاہدہ فرمایا۔ ”وَلَقَدْ رَاہُ نَزْلَۃً اٰخْرٰی عِنۡدَ سِدْرَةِ الْمُنۡتَهٰی عِنۡدَ جَنۡۃِ الْمَاوٰی اِذۡ یَغۡشٰی السِّدْرَۃَ مَا یَغۡشٰی مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیۡتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی“ (النجم رکوع ۱)

واقعہ معراج کی کیفیت | علماء کی اصطلاح میں مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو ”اسراء“ اور وہاں سے اوپر ”سدرۃ المنتہی“ تک کی سیاحت کو ”معراج“ کہتے ہیں۔ اور بسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ ”اسراء“ یا ”معراج“ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ معراج کی احادیث تقریباً تیس صحابہ سے منقول ہیں جن میں معراج و اسراء کے واقعات بسط و تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ معراج حالت بیداری میں ہوئی جمہور سلف و خلف کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پر نور کو حالت بیداری میں بحمدہ الشریف معراج ہوئی۔ صرف دو تین صحابہ و تابعین سے منقول ہے کہ واقعہ اسراء و معراج کو منام (نیند) کی حالت میں بطور ایک عجیب و غریب خواب کے مانتے تھے۔ چنانچہ اسی سورہ میں آگے چل کر جو لفظ ”وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤۡیَا الَّتِیْ اَرٰیۡنَکَ اِلَّا نَحۡمًا“ آتا ہے اس سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں۔ سلف میں سے یہ کسی کا قول نہیں کہ معراج حالت بیداری میں محض روحانی طور پر ہوئی ہو۔ جیسا کہ بعض حکماء و صوفیہ کے مذاق پر تجویز کیا جاسکتا ہے۔ روح المعانی میں ہے۔ ”وَلَیْسَ مَعْنٰی الْاِسْرَآءِ بِالرُّوۡحِ الذَّہَابِ یَقْطَعُ کَاۡلًا نَسَلَاخِ الَّذِیْ ذَہَبَ اِلَیْہِ الصُّوْفِیۃُ وَالْحُکَمَآءُ فَاِنَّہُ وَاِنْ کَانَ خَارِ قًا لِلْعَادَۃِ وَمَحَلًّا لِلتَّعَجُّبِ اَیضًا اِلَّا اِنَّہُ اَمْرٌ لَا تَعْرِفُہُ الْعَرَبُ وَاِنَّہُ یَذْہَبُ اِلَیْہِ اَحَدٌ مِّنَ السَّلَفِ“ بیشک ابن قیم نے زاد المعاد میں عائشہ صدیقہ، معاویہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہم کے مسلک کی اس طرح توجیہ کی ہے۔ لیکن اس پر کوئی نقل پیش نہیں کی۔ محض ظن و تخمین سے کام لیا ہے۔ ابن السخنی وغیرہ نے جو الفاظ ان بزرگوں کے نقل کئے ہیں ان میں کہیں حالت بیداری کی تصریح نہیں۔

معراج کا واقعہ خواب نہیں تھا | بہر حال قرآن کریم نے جس قدر اہتمام اور ممتاز و درخشاں عنوان سے واقعہ ”اسراء“ کو ذکر فرمایا اور جس قدر جد و مستعدی سے مخالفین اس کے انکار و تکذیب پر تیار ہو کر میدان میں نکلے، حتیٰ کہ بعض موافقین کے قدم بھی لغزش کھانے لگے یہ اس کی دلیل ہے کہ واقعہ کی نوعیت محض ایک عجیب و غریب خواب یا سیر روحانی کی نہ تھی۔ روحانی سیر و انکشافات کے رنگ میں آپ کے جو دعاوی ابتدائے بعثت سے رہے ہیں، دعوائے اسراء کفار کے لئے کچھ ان سے بڑھ کر تعجب خیز و حیرت انگیز نہ تھا جو خصوصی طور پر اس کو تکذیب و تردید اور استہزاء و تمسخر کا نشانہ بناتے اور لوگوں کو دعوت دیتے کہ آؤ، آج مدعی نبوت کی ایک بالکل انوکھی بات سنو، نہ آپ کو خاص اس واقعہ کے اظہار پر اس قدر متفکر و مشوش ہونے کی ضرورت تھی جو بعض روایات صحیحہ میں مذکور ہے۔ بعض احادیث میں صاف لفظ ہیں ”ثُمَّ اَصْبَحْتُ بِمَکَّۃَ یَا ثُمَّ اَتِیْتُ مَکَّۃَ“ (پھر صبح کے وقت میں مکہ پہنچ گیا) اگر معراج محض کوئی روحانی کیفیت تھی تو آپ مکہ سے غائب ہی کہاں ہوئے۔

معراج جسمانی طور پر ہوئی | اور شداد بن اوس وغیرہ کی روایت کے موافق بعض صحابہ کا یہ دریافت کرنا کیا معنی رکھتا ہے کہ "رات میں قیام گاہ پر تلاش کیا، حضور کہاں تشریف لے گئے تھے؟" ہمارے نزدیک "انسری بعبدہ" کے یہ معنی لینا کہ "خدا اپنے بندہ کو خواب میں یا محض روحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس لے گیا۔ اس کے مشابہ ہے کہ کوئی شخص "فانسری بعبادی" کے یہ معنی لینے لگے کہ "اے موسیٰ میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو خواب میں یا محض روحانی طور پر لیکر مصر سے نکل جاؤ۔" یا سورہ "کہف" میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے جانا اور ان کے ہمراہ سفر کرنا جس کے لئے کئی جگہ "فانطلقا" کا لفظ آیا ہے، اس کا مطلب یہ لے لیا جائے کہ یہ سب کچھ محض خواب میں یا بطور روحانی سیر کے واقع ہوا تھا۔ باقی لفظ "رویا" جو قرآن میں آیا، اس کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ فرما چکے ہیں۔ "رُؤِيََا عَيْنِ اَرِيْهَآرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّوْا عَلَیْہِمْ وَسَلَامٌ" مفسرین نے کلام عرب سے اس کے شواہد پیش کئے ہیں کہ "رُؤِيََا" کا لفظ گاہ بگاہ مطلق رویت (دیکھنے) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہذا اگر اس سے مراد یہ ہی اسراء کا واقعہ ہے تو مطلق نظارہ کے معنی لئے جائیں جو ظاہری آنکھوں سے ہوتا ہے ہوا تھا۔ ظواہر نصوص اور جمہور امت کے عقیدہ کی مخالفت نہ ہو۔

شریک کی روایت | ہاں شریک کی روایت میں بعض الفاظ ضرور ایسے آئے ہیں جن سے "اسراء" کا بحالت نوم واقع ہونا معلوم ہوتا ہے مگر محدثین کا اتفاق ہے کہ شریک کا حافظہ خراب تھا، اس لئے بڑے بڑے حفاظ حدیث کے مقابلہ میں ان کی روایت قابل استناد نہیں ہو سکتی۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے اواخر میں حدیث شریک کے اغلاط شمار کرائے ہیں اور یہ بھی بتلایا ہے کہ ان کی روایت کا مطلب ایسا لیا جاسکتا ہے جو عام احادیث کے مخالف نہ ہو۔ اس قسم کی تفصیل ہم یہاں درج نہیں کر سکتے۔ شرح صحیح مسلم میں یہ مباحث پوری شرح وسط سے درج کئے ہیں۔ یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ مذہب راجح یہی ہے کہ معراج و اسراء کا واقعہ حالت بیداری میں بحسدہ الشریف واقع ہوا۔ ہاں اگر اس سے پہلے یا بعد خواب میں بھی اس طرح کے واقعات دکھلائے گئے ہوں تو انکار کرنے کی ضرورت نہیں۔

واقعہ معراج کے عقلی دلائل | کہا جاتا ہے کہ ایک شب میں اتنی لمبی مسافت زمین و آسمان کی کیسے طے کی ہوگی یا کرہ ناروز مہریر میں سے کیسے گذرے ہونگے۔ یا اہل یورپ کے خیال کے موافق جب آسمانوں کا وجود ہی نہیں تو ایک آسمان سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے پر اس شان سے تشریف لے جانا جو روایات میں مذکور ہے کیسے قابل تسلیم ہوگا۔ لیکن آج تک کوئی دلیل اس کی پیش نہیں کی گئی کہ آسمان واقع میں کوئی شے موجود نہیں۔ اگر ان لوگوں کا یہ دعویٰ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ نیلگوونی چیز جو ہم کو نظر آتی ہے فی الحقیقت آسمان نہیں ہے۔ تب بھی اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس نیلگوونی رنگ کے اوپر آسمانوں کا وجود نہیں ہو سکتا۔ رہا ایک رات میں اتنا طویل سفر طے کرنا تو تمام حکماء تسلیم کرتے ہیں کہ سرعت حرکت کے لئے کوئی حد نہیں ہے۔ اب سے سو برس پیشتر تو کسی کو یہ بھی یقین نہیں آ سکتا تھا کہ تین سو میل فی گھنٹہ چلنے والی موٹر تیار ہو جائے گی۔ یادس ہزار فٹ کی بلندی تک ہم ہوائی جہاز کے ذریعہ پرواز کر سکیں گے۔ "اسٹیم" اور "قوت کھربائیہ" کے یہ کرشمے کس نے دیکھے تھے۔ کرہ نارو آج کل ایک لفظ بے معنی ہے۔ ہاں اوپر جا کر ہوا کی سخت برودت وغیرہ کا مقابلہ کرنے والے آلات طیاروں میں لگا دیے گئے ہیں جو اڑنے والوں کی زمہریر سے حفاظت کرتے ہیں۔ یہ تو مخلوق کی بنائی ہوئی مشینوں کا حال تھا۔ خالق کی بلا واسطہ پیدا کی ہوئی مشینوں کو دیکھتے ہیں تو عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ زمین یا سورج چوبیس گھنٹہ میں کتنی مسافت طے کرتے ہیں۔ روشنی کی شعاع ایک منٹ میں کہاں سے کہاں پہنچتی ہے۔ بادل کی بجلی مشرق میں چمکتی اور مغرب میں گرتی ہے۔ اور اس سرعت سیر و سفر میں پہاڑ بھی سامنے آجائے تو پرکاہ کے برابر حقیقت نہیں سمجھتی۔ جس خدا

نے یہ چیزیں پیدا کیں کیا وہ قادر مطلق اپنے حبیب ﷺ کے براق میں ایسی برق رفتاری کی کلیں اور حفاظت و آسائش کے سامان نہ رکھ سکتا تھا جن سے حضور بڑی راحت و تکریم کے ساتھ چشم زدن میں ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہو سکیں۔ شاید اسی لئے واقعہ ”اسراء“ کا بیان لفظ ”سُبْحَانَ الَّذِي“ سے شروع فرمایا، تا جو لوگ کوتاہ نظری اور تنگ خیالی سے حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کو اپنے وہم و تخمین کی چہار دیواری میں محصور کرنا چاہتے ہیں، کچھ اپنی گستاخیوں اور عقلی ترک تازیوں پر شرمائیں

نہ ہر جائے مرکب تو اں تا ختن

کہ جاہا سپر باید انداختن

◆ مسجد اقصیٰ اور برکات | یعنی جس ملک میں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) واقع ہے وہاں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری و باطنی

برکات رکھی ہیں۔ مادی حیثیت سے چشمے، نہریں، غلے، پھل اور میوؤں کی افراط، اور روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو کتنے انبیاء و رسل کا مسکن و مدفن اور ان کے فیوض و انوار کا سرچشمہ رہا ہے۔ شاید نبی کریم ﷺ کو وہاں لے جانے میں یہ بھی اشارہ ہوگا کہ جو کمالات انبیاء بنی اسرائیل وغیرہ پر تقسیم ہوئے تھے آپ کی ذات مقدس میں وہ سب جمع کر دیئے گئے، جو نعمتیں بنی اسرائیل پر مبذول ہوئی تھیں، ان پر اب بنی اسمعیل کو قبضہ دلایا جانے والا ہے۔ ”کعبہ“ اور ”بیت المقدس“ دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی امت ہونے والی ہے۔ احادیث معراج میں تصریح ہے کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ گویا حضور کو جو سیادت اور امامت انبیاء کا منصب دیا گیا تھا اس کا حسی نمونہ آپ کو اور مقررین بارگاہ کو دکھلایا گیا۔

◆ یعنی اصلی سننے والا اور دیکھنے والا خدا ہے۔ وہ جسے اپنی قدرت کے نشان دکھلانا چاہے دکھلا دیتا ہے۔ اس نے اپنے حبیب محمد ﷺ کی مناجات کو سنا اور احوال رفیعہ کو دیکھا۔ آخر معراج شریف میں ”بِسْمِ يُبْصِرُ“ والی آنکھ سے وہ آیات عظام دکھلائیں، جو آپ کی استعداد کامل اور شان رفیع کے مناسب تھیں۔

◆ حضرت موسیٰ اور تورات | نبی کریم ﷺ کا فضل و شرف بیان فرما کر سلسلہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کی طرف منتقل کر

دیا گیا۔ چونکہ ”اسراء“ کے ذیل میں ”مسجد اقصیٰ“ (بیت المقدس) تک جانا مذکور ہوا تھا، آگے ”مسجد اقصیٰ“ اور اس کے قدیم متولیوں (بنی اسرائیل) پر جو مختلف دور گزرے، مسلمانوں کی عبرت اور خود بنی اسرائیل کی نصیحت کے لئے ان کا بیان کیا جاتا ہے، یہ آیت اسی کی تمہید ہے۔ واقعہ ”اسراء“ میں اشارہ تھا کہ حجازی پیغمبر کی امت ہی آئندہ اس امانت الہی کی مالک بننے والی ہے جو شام کی مبارک سرزمین میں ودیعت کی گئی تھی۔ ان آیات میں بنی اسرائیل کو متنبہ کرنا ہے کہ اگر خیریت چاہتے ہیں تو اب پیغمبر عربی ﷺ کی پیروی کریں حق تعالیٰ ان کے حال پر مہربانی فرمائے گا۔ ورنہ پہلے کی طرح پھر شرارتوں پر سزا ملے گی اور مسجد اقصیٰ کی تولیت سے محروم کر دیے جائیں گے۔

◆ یعنی تورات میں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ خالص توحید پر قائم رہیں اور خدا کے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھیں ہمیشہ اسی پر بھروسہ اور توکل کریں۔

◆ یعنی تم ان کی اولاد ہو جو نوح کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کر عذاب الہی سے بچے تھے۔ جو احسان تمہارے بڑوں پر کیا گیا اسے فراموش مت کرو۔ دیکھو نوح علیہ السلام جن کی اولاد میں تم ہو کیسے احسان شناس اور شکر گزار بندے تھے۔ تم کو بھی ان ہی کی راہ پر چلنا چاہئے۔

عُلُوًّا كَبِيرًا ۴ ۞ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ

بڑی سرکشی ۴ پھر جب آیا پہلا وعدہ بھیجے ہم نے تم پر

عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ

اپنے بندے ۴ سخت لڑائی والے پھر پھیل پڑے شہروں کے بیچ

وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ۵ ۞ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ

اور وہ وعدہ ہونا ہی تھا ۵ پھر ہم نے پھیر دی تمہاری باری ۵ ان پر

وَأَمَدَدْنَكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَيْنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۶

اور قوت دی تم کو مال سے اور بیٹوں سے اور اس سے زیادہ کر دیا تمہارا لشکر

إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۗ

اگر بھلائی کی تم نے تو بھلا کیا اپنا اور اگر برائی کی تو اپنے لیے

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيُسْوَأَ أَوْجُوهَكُمْ وَلِيَبْدُخُلُوا

پھر جب پہنچا وعدہ دوسرا بھیجے اور بندے کہ اداس کر دیں تمہارے منہ اور گھس جائیں

الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا

مسجد میں جیسے گھس گئے تھے پہلی بار اور خراب کر دیں جس جگہ غالب ہوئے

تَتَّبِعُوا ۗ عَلَىٰ رَبِّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدتُمْ

پوری خرابی ۷ بعید نہیں تمہارے رب سے کہ رحم کرے تم پر اور اگر پھر وہی کرو گے

عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۘ إِنَّ هَذَا

تو ہم پھر وہی کریں گے اور کیا ہے ہم نے دوزخ کو کافروں کا قید خانہ ۸

وقف لازم

تورات کی پیشینگوئی | تورات میں یا کسی دوسری آسمانی کتاب میں یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ یہ قوم (بنی اسرائیل) دو مرتبہ ملک میں سخت خرابی پھیلانے لگی اور ظلم و تکبر کا شیوہ اختیار کر کے سخت تمرد و سرکشی کا مظاہرہ کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہر مرتبہ خدا تعالیٰ کی طرف سے دردناک سزا کا مزہ چکھنا پڑا۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

یعنی جن کو ہم نے سزا دینے کے لئے تم پر مسلط کیا تھا۔

یعنی بستی میں مکانوں کے اندر گھس کر خوب گشت و خون اور لوٹ کھسوٹ کی۔ اس طرح خدا نے سزا دہی کا جو وعدہ کیا تھا پورا ہو کر رہا۔

یعنی جب تم ہماری طرف رجوع ہوئے اور توبہ و انابت کا طریقہ اختیار کیا ہم نے پھر ایک مرتبہ تم کو دشمنوں پر غالب کیا۔

یعنی بھلائی برائی کا جو کچھ نفع نقصان پہنچنا تھا تم ہی کو پہنچنا تھا سو پہنچا۔

بنی اسرائیل کی قوت کا خاتمہ | یعنی مار مار کر تمہارے منہ بگاڑ دیے۔ اور ”مسجد اقصیٰ“ (بیت المقدس) میں گھس کر پہلے کی طرح اودھم مچائی ہیکل وغیرہ کو تباہ کر دیا۔ اس طرح ”بنی اسرائیل“ کی قوت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

بنی اسرائیل پر دو حملے | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”تورات میں کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل دو بار شرارت کریں گے، اس کی جزا میں دشمن ان کے ملک پر غالب ہوں گے۔ اسی طرح ہوا ہے۔ ایک بار جالوت غالب ہوا، پھر حق تعالیٰ نے اس کو حضرت داؤد کے ہاتھ سے ہلاک کیا۔ پیچھے بنی اسرائیل کو اور قوت زیادہ دی حضرت سلیمان کی سلطنت میں۔ دوسری بار فارسی لوگوں میں بخت نصر غالب ہوا۔ تب سے ان کی سلطنت نے قوت نہ پکڑی۔ اب فرمایا کہ اللہ مہربانی پر آیا ہے اگر اس نبی کے تابع ہو تو وہی سلطنت اور غلبہ پھر کر دے اور اگر پھر وہی شرارت کرو گے تو ہم وہی کریں گے۔ یعنی مسلمانوں کو ان پر غالب کیا اور آخرت میں دوزخ تیار ہے۔“ بعض علماء نے پہلے وعدہ سے بخت نصر کا حملہ جو ولادت مسیح سے ۵۸۷ سال پہلے اور دوسرے وعدہ سے ”طیطوس رومی“ کا حملہ جو رفع مسیح سے ستر سال بعد ہوا مراد لیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں حملوں میں یہود پر پوری تباہی آئی اور ”مقدس ہیکل“ کو برباد کیا گیا۔ واللہ اعلم

الْقُرْآنَ يَهْدِي لِتِي هِيَ أَقَوْمٌ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ

قرآن بتلاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے اور خوش خبری سناتا ہے (بشارت دیتا ہے) ایمان والوں کو

الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝

جو عمل کرتے ہیں اچھے کہ ان کے لیے ہے ثواب بڑا

وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا

اور یہ کہ جو نہیں مانتے آخرت کو ان کے لیے تیار کیا ہے ہم نے عذاب

الْبِئْسَ ۝ وَيَدْعُ الْإِنْسَانَ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ط وَ

دردناک اور مانگتا ہے آدمی برائی جیسے مانگتا ہے بھلائی اور

كَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ۝ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ

ہے انسان جلد باز اور ہم نے بنائے رات اور دن دو نمونے

فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

پھر مٹا دیا رات کا نمونہ اور بنا دیا دن کا نمونہ دیکھنے کو

لِتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَ

تاکہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا اور تاکہ معلوم کرو کتنی برسوں کی اور

الْحِسَابَ ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ۝ وَكُلَّ

حساب اور سب چیز سنائی ہم نے کھول کر اور جو

قرآن ہی سب سے سیدھا راستہ ہے یعنی یوں تو "تورات" بھی بنی اسرائیل کو راہ بتانے والی تھی جیسا کہ پہلے فرمایا "هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ" لیکن یہ قرآن ساری دنیا کو سب سے زیادہ اچھی، سیدھی اور مضبوط راہ بتاتا ہے۔ تمام "قومیں" اس "قوم" کے تحت میں مندرج ہو گئی ہیں۔ لہذا اگر کامیابی اور نجات چاہتے ہو تو خاتم الانبیاء کی پیروی میں اسی سیدھی سڑک پر چلو۔ جو لوگ قلب و جوارح یعنی ایمان و عمل صالح سے اس صاف و کشادہ راہ پر چلیں گے قرآن ان کو دنیا میں حیاتِ طیبہ کی اور آخرت میں جنت کی عظیم الشان بشارت سناتا ہے۔ باقی جنہیں انجام

کا کچھ خیال نہیں۔ اندھا دھند دنیا کی لذات و شہوات میں غرق ہیں۔ آخرت کی اصلا فکرم نہیں رکھتے، ان کا انجام اگلے جملہ میں بیان کیا گیا ہے۔

♦ انسان کی ناعاقبت اندیشی | یعنی قرآن تو لوگوں کو سب سے بڑی بھلائی کی طرف بلاتا، اجر کبیر کی بشارتیں سناتا اور بدی کے مہلک نتائج سے آگاہ کرتا ہے۔ لیکن حضرت انسان کا حال یہ ہے کہ وہ سب کچھ سننے کے بعد بھی اپنے لئے برائی کو اسی اشتیاق و الحاح سے طلب کرتا ہے جس طرح کوئی بھلائی مانگتا ہو، یا جیسے بھلائی طلب کرنا چاہیے۔ وہ انجام کی طرف سے آنکھیں بند کر کے بڑی تیزی کے ساتھ گناہوں اور برائیوں کی طرف لپکتا ہے بلکہ بعض بد بخت تو صاف لفظوں میں زبان سے کہہ اٹھتے ہیں۔ "الْلٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاصْطِرْ عَلَيْنَا حِمَاةً مِنَ السَّمَاءِ اَوْ اَنْتِنَا بِعَذَابِ الْيَمِّ" (خداوند! اگر پیغمبر اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر برساد بھیجے یا اور کوئی سخت عذاب نازل کیجئے) بعض بیوقوف غصہ سے جھنجھلا کر اپنے حق میں یا اپنی اولاد وغیرہ کے حق میں بے سوچے سمجھے بددعا کر بیٹھتے ہیں۔ بعض دنیا کے نفع عاجل کو موجود بنا کر ہر ایک حلال و حرام طریقہ سے اس کی طرف دوڑتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس لہلہاتے پودے کے نیچے سانپ بچھو بھی چھپے ہوئے ہیں۔ جو انجام کار ہلاکت کے گڑھے میں پہنچا کر رہیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنی جلد بازی سے کسی چیز کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ لیتا ہے، بدی کے دور رس نتائج پر غور نہیں کرتا۔ بس جو بات کسی وقت سناج ہوئی فوراً کہہ ڈالی یا ایک دم کر گزرا۔ جدھر قدم اٹھ گیا بے سوچے سمجھے ادھر ہی بڑھتا چلا گیا۔ اگر جلد بازی چھوڑ کر متانت، تدبیر اور انجام نبی سے کام لے تو کبھی ایسی غلطیاں نہ کرے۔

♦ دن اور رات میں دو نشانیاں | رات کا اندھیرا، دن کا اجالا، دونوں میں سے کبھی اس کا کبھی اس کا چھوٹا بڑا ہونا، پھر رات میں چاند کی آہستہ آہستہ گھٹنے بڑھنے والی ٹھنڈی اور دھیمی چاندنی، دن میں آفتاب عالمتاب کی تیز اور گرم روشنی، یہ سب خداوند قدوس کی قدرت کاملہ کے نمونے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کا مستقل نظام علیحدہ ہے جس کے ساتھ سینکڑوں فوائد اور مصالح وابستہ ہیں۔ اور سب کا مجموعی نظام الگ ہے جو شروع سے اب تک نہایت مضبوط و محکم قوانین کے ماتحت چل رہا ہے۔

♦ رات کا نمونہ تاریک اور مٹا ہوا ہے، چاند کی روشنی سورج کے اعتبار سے دھیمی اور دھندلی ہوتی ہے بلکہ خود جرم قمر بھی دیکھنے والے کو داغ دار نظر آتا ہے۔

♦ یعنی دن کے وقت سورج کی روشنی میں ہر چیز صاف دکھائی دیتی ہے لوگ تازہ دم ہو کر روزی کی تلاش میں نکلتے اور مختلف قسم کے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ الغرض شب میں جن چیزوں پر تاریکی کی چادر پڑی ہوئی تھی۔ سورج کی شعاعیں سب کو بے حجاب کر دیتی ہیں۔ اور جو لوگ خواب گراں سے مدہوش تھے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر گشت لگانے لگتے ہیں۔

♦ یعنی نیل و نہار کی آمد و شد اور شمس و قمر کے طلوع و غروب سے مہینوں اور سالوں کی گنتی اور بہت طرح کے چھوٹے بڑے حساب متعلق ہیں۔

♦ تم سمجھ لو کہ گھبرانے اور جلدی مچانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدا کے یہاں ہر چیز کا خیر ہو یا شر ایک وقت اور انداز مقرر ہے۔ جیسے رات اور دن۔ کسی کی جلد بازی اور شتاب کاری سے رات کم نہیں ہو جاتی یا دن بڑھ نہیں جاتا۔ اپنے وقت پر آپ صبح و شام ہوتی ہے شر کے بعد خیر اور خیر کے بعد شر کا آنا بھی ایسا ہی سمجھو جیسے رات کے پیچھے دن اور دن کے پیچھے رات برابر لگی چلی آتی ہے۔ دنیا کے تمام خیر و شر کا سلسلہ ایک معین ضابطہ اور نظام کے ماتحت ہے جس کا توڑ ڈالنا کسی کے امکان میں نہیں۔ اس دنیا کی مکدر و منغص زندگی کو شب تاریک کے مشابہ سمجھو جس کے اندھیرے میں آدمی کو خیر و شر کے نتائج بالکل صاف دکھائی نہیں دیتے۔ بے شک حق تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کو بھیجا کہ رات کی اندھیری میں مخلوق کو صحیح راستہ بتلائیں اور ان کی آنکھوں کے سامنے اپنے اپنے درجے کے موافق اجالا کریں جس سے لوگوں کو خیر و شر کی حقیقت اور اس کے نتائج کا انکشاف ہو جائے۔ لیکن ایسا صریح اور بدیہی انکشاف جس میں کسی فرد بشر کو انکار یا شبہ کی مجال ہی باقی نہ رہے اس وقت ہوگا جب ہماری دنیوی زندگی کی رات ختم ہو کر فردائے محشر کا دن نکل آئے گا۔ انسان کے وہی اعمال جو دنیا کی دھندلی زندگی میں ہر وقت اس کے گلے کا ہار بنے ہوئے تھے، پر غفلت و جہالت وغیرہ کی تاریکی میں صاف نظر نہ آتے تھے قیامت کی صبح ہوتے ہی ایک کھلی کتاب کی شکل میں سامنے آجائیں گے جسے روز روشن کے اجالے میں ہر شخص بے تکلف پڑھ سکے گا۔ "فَكشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ" (ق رکوع ۲) اس وقت اپنے تمام چھوٹے بڑے اعمال کو اصلی رنگ میں دیکھ کر بول اٹھے گا۔ "مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا" (کہف رکوع ۶)

إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۝۱۳

آدمی ہے لگا دی ہے ہم نے اس کی بُری قسمت اس کی گردن سے اور نکال دکھائیں گے اس کو قیامت

الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۝۱۳

کے دن ایک کتاب (تحریر) کہ دیکھے گا اس کو کھلی ہوئی ♦ پڑھ لے کتاب اپنی (لکھا اپنا) تو ہی

بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝۱۴

بس (کافی) ہے آج کے دن اپنا حساب لینے والا ♦ جو کوئی راہ پر آیا تو

يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۝۱۵

آیا اپنے ہی بھلے کو اور جو کوئی بہکا رہا تو بہکا رہا اپنے ہی بُرے کو

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۖ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ ۝۱۶

اور کسی پر نہیں پڑتا بوجھ دوسرے کا ♦ اور ہم نہیں ڈالتے بلا

حَتَّىٰ نُبْعَثَ رَسُولًا ۝۱۷

جب تک نہ بھیجیں کوئی رسول ♦ اور جب ہم نے چاہا کہ غارت کریں کسی بستی کو

أَمْرًا مُّتَرَفِّفِيهَا ففَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ ۝۱۸

حکم بھیج دیا اس کے عیش کرنے والوں کو پھر انہوں نے نافرمانی کی اس میں تب ثابت ہو گئی ان پر (ان کے ذمہ) بات

فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝۱۹

پھر اکھاڑ مارا ہم نے ان کو اٹھا کر ♦ اور بہت غارت کر دیے (کرویں ہم نے جماعتیں) ہم نے قرن

مِن بَعْدِ نُوحٍ ۖ وَكَفَّ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا ۝۲۰

نوح کے (سے) پیچھے ♦ اور کافی ہے تیرا رب اپنے بندوں کے گناہ جاننے والا

❖ **انسان کا نامہ اعمال** | یعنی شومئی قسمت اور زشتی اعمال اس کے گلے کا ہار ہے۔ بری قسمت کے ساتھ برے عمل ہیں کہ چھوٹ نہیں سکتے۔ وہ ہی نظر آئیں گے قیامت میں۔

❖ **نامہ اعمال کی سچائی** | یعنی نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا کہ خود پڑھ کر فیصلہ کر لے، جو کام عمر بھر میں کئے تھے کوئی رہا تو نہیں یا زیادہ تو نہیں لکھا گیا۔ ہر آدمی اس وقت یقین کرے گا کہ ذرہ ذرہ عمل بلا کم و کاست اس میں موجود ہے۔ دنیا میں جو کتاب بھیجی (قرآن کریم) اور چاند سورج وغیرہ سے جو حساب متعلق ہے پہلے اس کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں قیامت کے حساب و کتاب کا ذکر فرمایا جو اسی پہلے حساب و کتاب پر بطور نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔

❖ **ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے** | یعنی سیدھی راہ خدا نے سب کو بتلا دی اب جو کوئی اس پر چلے یا نہ چلے، اپنا بھلا برا خود سوچ لے۔ کیونکہ اپنے طریق عمل کا نفع یا نقصان اسی کو پہنچے گا۔ ایک کے گناہوں کی گھڑی دوسرے کے سر پر نہیں رکھی جائے گی۔

❖ **بعثت رسول کے بغیر عذاب نہیں دیا جاتا** | یعنی بلاشبہ برے عمل آفت لاتے ہیں، پر حق تعالیٰ بغیر بجھائے نہیں پکڑتا اسی واسطے رسول بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بے خبر اور غافل نہ رہنے دیں۔ نیک و بد سے پوری طرح آگاہ کر دیں۔ جن باتوں کو آدمی محض عقل و فطرت کی رہنمائی سے سمجھ سکتا ہے (مثلاً وجود باری یا توحید) ان کی مزید تشریح و توثیق پیغمبروں کی زبانی کر دی جائے اور جن چیزوں کے ادراک میں محض عقل کافی نہ ہوا نہیں وحی و الہام کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ اسی لئے ابتدائے آفرینش سے حق تعالیٰ نے وحی و رسالت کا سلسلہ جاری رکھا تا آنکہ انبیاء علیہم السلام کے انوار و فیوض نے دنیا میں ایسی فضا پیدا کر دی کہ کوئی معذب قوم دنیا یا آخرت میں جہل و بے خبری کا عذر پیش کر کے عذاب الہی سے رستگاری حاصل نہیں کر سکتی۔ (تنبیہ) مفسرین نے یہاں ”اصحاب فترت“ اور اطفال صغار کی تعذیب پر بحث شروع کر دی ہے۔ ہم تطویل کے خوف سے درج نہیں کر سکتے۔

❖ **یعنی جب بد اعمالیوں کی بدولت کسی بستی کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو یوں ہی دفعہ پکڑ کر ہلاک نہیں کر دیتے، بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دی جاتی ہے۔** اول پیغمبر یا اس کے نائبین کی زبانی خدائی احکام ان کو پہنچائے جاتے ہیں۔ خصوصاً وہاں کے امراء اور بارسوخ لوگوں کو جن کے ماننے نہ ماننے کا اثر جمہور پر پڑتا ہے، آگاہ کیا جاتا ہے۔ جب یہ بڑی ناک والے سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رد کر دیتے اور کھلے بندوں نافرمانیاں کر کے تمام بستی کی فضا کو مسموم و مکدر بنا دیتے ہیں، اس وقت وہ بستی اپنے کو علانیہ مجرم ثابت کر کے عذاب الہی کی مستحق ہو جاتی ہے (نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا) (تنبیہ) وَقَالَ بَعْضُ السَّلَفِ اِنَّ اَلْمَرْفِیَّ قَوْلَهُ تَعَالٰی ”اَمْرًا مُّتَرَفِّیْهَا“ اَمْرًا تَكْوِیْنِیَّ قَدْرِیَّ بِالْفِسْقِ وَقَوْلَهُ تَعَالٰی ”اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ“ معناه نَفِیُّ اَلْاَمْرِ التَّشْرِیْعِ فَلَا مُنَافَاةَ، فافہم۔

❖ **معذب قوموں کی ہلاکت** | آدم و نوح کے درمیانی زمانہ میں سب آدمی اسلام پر رہے۔ پھر شرک و بت پرستی شروع ہوئی۔ نوح علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے، سینکڑوں برس سمجھایا، نہ مانے، آخر سب ہلاک کئے گئے۔ اس کے بعد بہت سی قومیں (عاد و ثمود وغیرہ) تباہ ہوئیں۔ حاصل یہ کہ قوموں کے ہلاک کئے جانے کا سلسلہ بعثت نوح کے بعد سے شروع ہوا۔

بَصِيرًا ۱۷ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ

دیکھنے والا ♦ جو کوئی چاہتا ہو پہلا گھر جلد دے دیں ہم اس کو

فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ

اسی میں جتنا چاہیں جس کو چاہیں پھر ٹھہرایا ہے ہم نے اس کے واسطے

يَصُدُّهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۱۸ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَ

دوزخ داخل ہوگا اس میں اپنی برائی سن کر دھکیلا جا کر ♦ اور جس نے چاہا پچھلا گھر

سَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ

اور دوڑ کی اس کے واسطے جو اس کی دوڑ ہے اور وہ یقین پر ہے سوائیوں کی دوڑ

مَشْكُورًا ۱۹ كُلًّا نَمِدُّهُٓ أَوْلَادًا ۖ وَهُوَ آءٍ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۖ

ٹھکانے لگی ہے (کام آئی ہے) ♦ ہر ایک کو ہم پہنچائے جاتے ہیں ان کو اور ان کو تیرے رب کی بخشش میں سے

وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۚ أَنْظِرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا

اور تیرے رب کی بخشش کسی نے نہیں روکی ♦ دیکھ کیسا بڑھا دیا ہم نے

بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۖ وَاللَّخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ

ایک کو ایک سے اور پچھلے گھر میں تو اور بڑے درجے ہیں اور بڑی

تَفْضِيلًا ۚ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا

فضیلت ♦ مت ٹھہرا اللہ کے ساتھ اور دوسرا حاکم پھر بیٹھ رہے گا تو الزام کھا کر

مَخْذُومًا ۚ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا يَا هُ وَبِالْوَالِدَيْنِ

بے کس ہو کر ♦ اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ پوجو اس کے سوائے اور ماں باپ کے ساتھ

❖ یعنی کسی کو بے قصور نہیں پکڑتا نہ غیر مناسب سزا دیتا ہے۔ بلکہ ہر ایک کے گناہوں کو دیکھ کر اور اس کے اوضاع و اطوار کو پوری طرح جان کر موزوں و مناسب برتاؤ کرتا ہے۔

❖ یعنی ضروری نہیں کہ ہر عاشق دنیا کو فوراً ہلاک کر دیا جائے، نہیں۔ ہم ان لوگوں میں سے جو صرف متاع دنیا کے لئے سرگرداں ہیں جس کو چاہیں اور جس قدر چاہیں اپنی حکمت و مصلحت کے موافق دنیا کا سامان دے دیتے ہیں تا ان کی جدوجہد اور فانی نیکیوں کا فانی پھل مل جائے اور اگر آخری سعادت مقدر نہیں تو شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لہریز ہو کر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ دوزخ کے ابدی جیل خانہ میں دھکیل دیئے جائیں۔

❖ سچے مومنین کا انعام | یعنی جس کے دل میں ایمان و یقین موجود ہو اور نیک نیتی سے خدا کی خوشنودی اور ثواب اخروی کی خاطر پیغمبر کے بتلائے ہوئے راستہ پر عملی دوڑ دھوپ کرے۔ اس کی کوشش ہرگز ضائع ہونے والی نہیں۔ یقیناً بارگاہ احدیت میں حسن قبول سے سرفراز ہو کر رہے گی۔

❖ یعنی حق تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے موافق بعض طالبین دنیا کو دنیا اور تمام طالبین آخرت کو آخرت عطا فرماتا ہے۔ اس کی عطا میں کوئی مانع و مزاحم نہیں ہو سکتا۔ یا یہ مطلب ہے کہ طالب دنیا ہو یا طالب آخرت دنیوی امداد سے دونوں کو حسب مصلحت حصہ پہنچتا ہے۔ محض کفر و عصیان کی وجہ سے دنیوی بخشش کے دروازے بند نہیں کر دیے جاتے۔

❖ جنت کے درجات | یعنی دنیوی زندگی میں مال، دولت، عزت، حکومت، اولاد وغیرہ کے اعتبار سے ایک کو دوسرے پر کسی قدر فضیلت ہے۔ اسی پر قیاس کر لو کہ آخرت میں تفاوت اعمال و احوال کے لحاظ سے کس قدر فرق مراتب ہوگا۔ چنانچہ نصوص سے ثابت ہے کہ درجات جنت اور درجات جہنم بے حد متفاوت ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جنت کے دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا تفاوت ہوگا۔ نیچے والے اوپر والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے ہم زمین پر کھڑے ہو کر افق میں کوئی ستارہ دیکھتے ہیں۔ پہلے بتایا جا چکا کہ جنت کے یہ درجات انہی کو مل سکتے ہیں جو آخرت کے لئے اسکے لائق دوڑ دھوپ کریں۔ اگلی آیتوں میں دور تک آخرت کی سعی کا طریقہ بتلایا گیا ہے جس پر چلنے سے انسان کو یہ بلند مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ ابن عباس کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے تورات کی ساری اخلاقی تعلیم سورہ بنی اسرائیل کی پندرہ آیتوں میں درج کر دی ہے۔ وہ پندرہ آیتیں اگلے رکوع سے شروع ہوتی ہیں۔

❖ شرک رسوائی اور بے کسی کا سبب ہے | یعنی شرک ایسی ظاہر البطلان چیز ہے جس کے اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے، بلکہ دنیا کے ہر عقلمند کے نزدیک تم مذموم و ملزم ٹھہرو گے۔ چنانچہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جن مذاہب میں شرک صریح کی تعلیم تھی وہ بھی دانش مندوں کی سوسائٹی میں جگہ حاصل کرنے کے لئے اپنی ترمیم و اصلاح کر کے آہستہ آہستہ توحید کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔ ہر ایک عاقل یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ اشرف المخلوقات انسان کے لئے یہ چیز سخت ذلت و رسوائی کا موجب ہے کہ اپنے سے کمتر یا کسی عاجز مخلوق کے سامنے سربسجود ہو جائے۔ خصوصاً ان چیزوں کے سامنے دست سوال دراز کرے جو خود اسی کی تراشی ہوئی ہیں۔ جو آدمی خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے جھکتا ہے، خدائے بے نیاز حقیقی نصرت و برکت کا دروازہ اس پر بند کر کے کمزوری اور بے کسی کی حالت میں چھوڑ دیتا ہے چنانچہ سخت کٹھن وقت میں جب کہ اسے اعانت و امداد کی بڑی ضرورت ہو گی، کوئی یار و مددگار نہ ملے گا "صَغَفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ"

اِحْسَانًا ۱۴ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا

بھلائی کرو ۱۴ اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک ان میں سے یا دونوں

فَلَا تَقُلْ لَهُمَا اِفٌّ وَلَا تُنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا

تو نہ کہہ ان کو ہوں اور نہ جھڑک ان کو اور کہہ ان سے بات

كَرِيْمًا ۱۵ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

ادب کی اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کر کر نیاز مندی سے

وَقُلْ رَبِّ اَرْحَمُهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيْرًا ۱۶ رَبِّكُمْ اَعْلَمُ

اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا تمہارا رب خوب جانتا ہے

يَمَّا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۱۷ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ

جو تمہارے جی میں ہے اگر تم نیک ہو گے تو وہ

لِلْاَوَّٰبِيْنَ غَفُوْرًا ۱۸ وَاِنَّ اِلَى الْقُرْبٰى حَفَءٌ وَّالْمَسْكِيْنَ

رجوع کرنے والوں کو بخشتا ہے اور دے قرابت والے کو اس کا حق اور محتاج کو

وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبْدِرْ تَبْدِيْرًا ۱۹ اِنَّ الْمُبْدِرِيْنَ

اور مسافر کو اور مت اڑا بے جا (فضول) بے شک اڑانے والے

كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيْطٰنِ ۲۰ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۲۱

بھائی ہیں شیطانوں کے اور شیطان ہے اپنے رب کا ناشکر

وَاِمَّا تَعْرِضْنَ عَنْهُمْ اِبْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّكَ تَرْجُوْهَا

اور اگر کبھی تغافل کرے تو ان کی طرف سے انتظار میں اپنے رب کی مہربانی کے جس کی تجھ کو توقع ہے

❖ **والدین سے حسن سلوک** | خدا تو حقیقتاً بچہ کو جو دعوا فرماتا ہے، والدین اس کی ایجاد کا ظاہری ذریعہ ہیں۔ اس لئے کئی آیتوں میں خدا تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق ذکر کئے گئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص خاک میں مل گیا جس نے اپنے والدین کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم و محبت کرے۔ مرنے کے بعد ان کا جنازہ پڑھے، ان کے لئے دعا و استغفار کرے۔ ان کے عہد نامہ مقدور پورے کرے، ان کے دوستوں کے ساتھ تعظیم و حسن سلوک سے اور ان کے اقارب کے ساتھ صلہ رحم سے پیش آئے وغیر ذالک۔

❖ بڑھاپے میں خدمت کی احتیاج زیادہ ہوتی ہے جس سے بعض اوقات اہل و عیال بھی اکتانے لگتے ہیں زیادہ پیرانہ سالی میں ہوش و حواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے۔ بڑی سعادت مند اولاد کا کام ہے کہ اس وقت بوڑھے والدین کی خدمت گزاری و فرمانبرداری سے جی نہ ہارے۔ قرآن نے تنبیہ کی کہ جھڑکنا اور ڈانٹنا تو کجا ان کے مقابلہ میں زبان سے ”ہوں“ بھی مت کرو۔ بلکہ بات کرتے وقت پورے ادب و تعظیم کو ملحوظ رکھو۔ ابن مسیب نے فرمایا ایسی طرح بات کرو جیسے ایک خطاوار غلام سخت مزاج آقا سے کرتا ہے۔

❖ **والدین کے لئے دُعاء** | یعنی جب میں بالکل کمزور و ناتواں تھا انہوں نے میری تربیت میں خون پسینہ ایک کر دیا۔ اپنے خیال کے موافق میرے لئے ہر ایک راحت و خوبی کی فکر کی۔ ہزار ہا آفات و حوادث سے بچانے کی کوشش کرتے رہے۔ بارہا میری خاطر اپنی جان جو کھوں میں ڈالی، آج ان کی ضعیفی کا وقت آیا ہے جو کچھ میری قدرت میں ہے ان کی خدمت و تعظیم کرتا ہوں۔ لیکن پورا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں اور موت کے بعد ان پر نظر رحمت فرما۔

❖ یعنی والدین کی تعظیم اور ان کے سامنے تواضع و فروتنی صمیم قلب سے ہونی چاہئے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کیسے دل سے ماں باپ کی خدمت کرتا ہے۔ اگر فی الواقع تم دل سے نیک اور سعادت مند ہو گے اور خدا کی طرف رجوع ہو کر اخلاص و حق شناسی کے ساتھ ان کی خدمت کرو گے تو وہ تمہاری کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ فرض کرو اگر کسی وقت باوجود نیک نیتی کے تنگ دلی یا تنگ مزاجی سے کوئی فرد گزراشت ہو گئی، پھر توجہ و رجوع کیا تو اللہ بخشنے والا ہے۔ (تنبیہ) والدین کی فرمانبرداری کن چیزوں میں ہے اور کن میں نہیں؟ اس کی تفصیل کتب فقہ وغیرہ میں دیکھنا چاہئے۔ روح المعانی میں بھی اس پر مفید و مبسوط کلام کیا ہے۔ فلیراجع۔

❖ **قربت داروں اور دوسرے لوگوں کے حقوق** | یعنی قربت والوں کے مالی و اخلاقی ہر قسم کے حقوق ادا کرو۔ محتاج و مسافر کی خبر گیری رکھو اور خدا کا دیا ہوا مال فضول بے موقع مت اڑاؤ۔ فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کر دے جو آگے چل کر تقویٰ کے حقوق اور ارتکاب حرام کا سبب بنے۔

❖ **فضول خرچی کی ممانعت** | یعنی وہ مال خدا کی بڑی نعمت ہے جس سے عبادت میں دلجمعی ہو، بہت سی اسلامی خدمات اور نیکیاں کمانے کا موقع ملے۔ اس کو بیجا اڑانا ناشکری ہے جو شیطان کی تحریک و اغواء سے وقوع میں آتی ہے اور آدمی ناشکری کر کے شیطان کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح شیطان نے خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو عصیان و اضلال میں خرچ کیا۔ اس نے بھی حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو نافرمانی میں اڑایا۔

فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۲۸ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً

تو کہہ دے ان کو بات نرمی کی اور نہ رکھا پناہ تھ

بندھا ہوا

إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسِطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا

اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھول دے اس کو بالکل کھول دینا پھر تو بیٹھ رہے الزام کھایا

مَّحْسُورًا ۲۹ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۗ

پارا ہوا تیرا رب کھول دیتا ہے روزی جس کے واسطے چاہے اور تنگ بھی وہی کرتا ہے

إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۳۰ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ

وہی ہے اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو

خَشِيَةً إِمْلَاقٍ ۗ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ط إِنَّ قَتْلَهُمْ

مغلسی کے خوف سے ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو بے شک ان کا مارنا

كَانَ خِطًا كَبِيرًا ۳۱ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً

بڑی خطا ہے اور پاس نہ جاؤ زنا کے وہ بے حیائی

وَسَاءَ سَبِيلًا ۳۲ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ

اور بری راہ ہے اور نہ مارو اس جان کو جس کو منع کر دیا ہے اللہ نے

إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيٍّ

مگر حق پر اور جو مارا گیا ظلم سے تو دیا ہم نے اس کے وارث کو

◆ صدقہ و خیرات کے آداب | یعنی جو کوئی ہمیشہ سخاوت کرتا ہے اور ایک وقت اس کے پاس نہیں ہے تو اللہ کے ہاں امید والے کا محروم جانا خوش نہیں آتا۔ اس محتاج کی قسمت سے اللہ بخیر کو بھیج دیتا ہے۔ سو اس واسطے اگر ایک وقت تو نہ دے سکے تو نرم اور اور بیٹھے طریقہ سے معذرت کر دے۔ مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ جب خدا ہم کو دے گا۔ انشاء اللہ ہم تمہاری خدمت کریں گے۔ سختی اور بد اخلاقی سے جواب دینے میں اندیشہ ہے کہ ہمیں اگلی خیراتیں بھی برباد نہ ہو جائیں۔

❖ **خرچ میں میانہ روی** یعنی سب الزام دیں کہ کبھوس مکھی چوس ہے یا یہ کہ اتنا کیوں دیا کہ آپ محتاج رہ گیا۔ غرض ہر معاملہ میں توسط و اعتدال مرعی رکھنا چاہئے۔ نہ ہاتھ اس قدر کھینچے کہ گردن سے لگ جائے اور نہ طاقت سے بڑھ کر خرچ کرنے میں ایسی کشادہ دستی دکھلائے کہ پھر بھیک مانگنی پڑے اور ہاتھ کھلے کا کھلا رہ جائے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں "فَتُعْطَىٰ فَوْقَ طَاقَتِكَ وَتُخْرَجَ أَكْثَرُ مِمَّنْ دَخَلَكَ" یعنی طاقت سے بڑھ کر یا آمدنی سے زائد خرچ کرنا بھی "وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ" کے تحت میں داخل ہے۔ حدیث میں ہے "مَاعَالَ مَنْ افْتَضَدَ" (جس نے میانہ روی اختیار کی محتاج نہیں ہوا)

❖ **رزق میں کمی بیشی اللہ کے ہاتھ میں ہے** یعنی تمہارے ہاتھ روکنے سے تم غنی اور دوسرا فقیر نہیں ہو جاتا۔ نہ تمہاری سخاوت سے وہ غنی اور تم فقیر بن سکتے ہو۔ فقیر و غنی بنانا اور روزی کا کم و بیش کرنا محض خدا کے قبضہ میں ہے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ افسوس آج ہمارے پاس نہیں ہے، یہ فقیر جو امید لیکر آیا تھا کیا کہے گا۔ فقر و غنی کے مختلف احوال بھیجنا اسی مالک علی الاطلاق کے قبضہ میں ہے۔ تمہارا کام میانہ روی سے امتثال حکم کرنا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: "یعنی محتاج کو دیکھ کر بالکل بیتاب نہ ہو جا۔ اس کی حاجت روائی تیرے ذمہ نہیں۔ اللہ کے ذمہ پر ہے۔ لیکن یہ باتیں پیغمبر علیہ السلام کو فرمائی ہیں جو بجدی و قبح ہوئے تھے۔ باقی جس کے جی سے مال نہ نکل سکے اس کو پابند کیا ہے دینے کا۔ حکیم بھی گرمی والے کو سرد دوا دیتا ہے اور سردی والے کو گرم۔"

❖ **غنا اور فقر میں اللہ کی حکمت** یعنی ہر ایک بندے کے ظاہری و باطنی احوال و مصالح سے خبردار ہے۔ اسی کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ حدیث قدسی میں فرمایا کہ میرے بعض بندے وہ ہیں جن کی درستی حال فقیر رہنے میں ہے۔ اگر میں اس کو غنی کر دیتا تو اس کا دین تباہ ہو جاتا۔ اس کے برعکس بعض بندے ہیں جن کو غنی بنایا، اگر فقیر بنا دیا جاتا تو دین پر قائم نہ رہ سکتے۔ اس کے علاوہ بعض اشقیاء کے حق میں غنائے ظاہری محض امہال و استدراج کے طور پر یا فقر و تنگدستی عقوبت اور سزا کے طریقہ سے ہے۔ (عیسا ذاب اللہ من هذا و هذا) ہم پہلے کئی جگہ اس کی تقریر کر چکے ہیں۔

❖ بعض کافروں کو مار ڈالتے تھے کہ ان کا خرچ کہاں سے لائیں گے۔ سورہ انعام میں اسی مضمون کی آیت گزر چکی تفصیل وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔ کیونکہ یہ بے رحمی کی حرکت نسل انسانی کے قطع کرنے کا موجب ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والے کو حق تعالیٰ کی رزاقی پراعتما نہیں۔

❖ **زنا اور فواحش کی ممانعت** یعنی زنا کرنا تو بڑی سخت چیز ہے۔ اس کے پاس بھی مت جاؤ۔ گویا لا تفسر بؤا میں مبادی زنا سے بچنے کی ہدایت کر دی گئی۔ مثلاً اجنبی عورت کی طرف بدون عذر شرعی نظر کرنا یا بوس و کنار وغیرہ۔

❖ کیونکہ زنا سے انساب میں گڑ بڑ ہوتی ہے اور بہت طرح کی لڑائیاں اور جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اور سب کے لئے بری راہ نکلتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: "یعنی اگر یہ راہ نکلی تو ایک شخص دوسرے کی عورت پر نظر کرے، کوئی دوسرا اس کی عورت پر کرے گا۔"

❖ **مسند احمد کی ایک روایت** مسند امام احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے۔ حاضرین نے اسے ڈانٹ بتلائی کہ (پیغمبر خدا کے سامنے ایسی گستاخی؟) خبردار چپ رہو۔ حضور نے اس کو فرمایا کہ میرے قریب آؤ۔ وہ قریب آ کر بیٹھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو یہ حرکت اپنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ میں سے کسی کی نسبت پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! خدا مجھ کو آپ پر قربان کرے ہرگز نہیں۔ فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، پھوپھیوں اور خالوں کے لئے یہ فعل گوارا نہیں کرتے۔ پھر آپ نے دعا فرمائی کہ الہی اس کے گناہ کو معاف فرما اور اس کے دل کو پاک اور شرمگاہ کو محفوظ کر دے۔ "ابو امامہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد اس شخص کی یہ حالت ہو گئی کہ کسی عورت وغیرہ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتا تھا۔ اللہم صلی علی سیدنا محمد وبارک وسلم"

❖ **قتل ناحق کی ممانعت** صحیحین میں ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین صورتوں میں، جان کے بدلے جان، یا زانی محسن یا جو شخص دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔

سُلْطَنًا فَلَا يُسْرِفُ فِي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ﴿۳۳﴾

زور سوجھ سے نہ نکل جائے قتل کرنے میں اس کو مدد ملتی ہے

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ

اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر جس طرح کہ بہتر ہو جب تک

يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۚ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ

کہ وہ پہنچے اپنی جوانی کو اور پورا کرو عہد کو بے شک عہد کی

مَسْئُولًا ﴿۳۴﴾ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطِ أَسِ

پوچھ ہوگی اور پورا بھر دو ماپ جب ماپ کر دینے لگو اور تو لو سیدھی

الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ

ترازو سے یہ بہتر ہے اور اچھا ہے اس کا انجام اور نہ پیچھے پڑ

مَا كَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ

جس بات کی خبر نہیں تجھ کو بے شک کان اور آنکھ اور دل

كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِي

ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی اور مت چل

الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ

زمین پر اتراتا ہوا تو پھاڑ نہ ڈالے گا زمین کو اور نہ پہنچے گا

الْجِبَالِ طُولًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ

پہاڑوں تک لمبا ہو کر یہ جتنی باتیں ہیں ان سب میں بُری چیز ہے تیرے رب کی

❖ **قتل کا بدلہ** | یعنی اولیائے مقتول کو اختیار ہے کہ حکومت سے کہہ کر خون کا بدلہ لیں۔ لیکن بدلہ لیتے وقت حد سے نہ گزریں۔ مثلاً قاتل کی جگہ غیر قاتل کو سزا دلوانے لگیں یا قاتل کے ساتھ دوسرے بے گناہوں کو بھی شامل کر لیں۔ یا قاتل کے ناک، کان وغیرہ کاٹنے اور مثلہ کرنے لگیں۔

❖ یعنی خدا نے اس کی مدد کی کہ بدلہ لینے کا حق دیا اور حکام کو امر فرمایا کہ حق دلوانے میں کمی نہ کریں۔ بلکہ ہر کسی کو لازم ہے کہ خون کا بدلہ دلانے میں مدد کرے۔ نہ یہ کہ الٹا قاتل کی حمایت کرنے لگے۔ اور وارث کو بھی چاہئے کہ ایک کے بدلے دو نہ مارے یا قاتل ہاتھ نہ لگا تو اس کے بیٹے بھائی کو نہ مار ڈالے جیسے جاہلیت میں رواج تھا۔

❖ **مال یتیم کے احکام** | یعنی یتیم کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ ہاں اگر اس کی حفاظت و نگہداشت اور خیر خواہی مقصود ہو تو مضائقہ نہیں۔ جس وقت جوان ہو جائے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھنے لگے، مال اس کے حوالہ کر دو۔

❖ **ایفائے عہد کی تاکید** | اس میں سب عہد داخل ہیں خواہ اللہ سے کئے جائیں یا بندوں سے بشرطیکہ غیر مشروع نہ ہوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ کسی کو قول و قرار صلح کا دیکر بد عہدی کرنا، اس کا وبال ضرور پڑتا ہے۔

❖ **ماپ تول میں کمی** | یعنی جھونک نہ مارو۔ ماپ تول میں کمی کرنے سے معاملات کا نظام مختل ہو جاتا ہے۔ قوم شعیب کی ہلاکت کا قصہ پہلے کئی جگہ آچکا ہے ان کا بڑا عملی گناہ یہ ہی بیان کیا گیا ہے۔ روایات میں ہے کہ جو شخص کسی حرام پر قدرت پا کر محض خدا کے خوف سے رک جائے تو خدا تعالیٰ اسی دنیا میں آخرت سے پہلے اس کو نعم البدل عطا فرمائے گا۔

❖ یعنی دغا بازی اول چلتی ہے پھر لوگ خبردار ہو کر اس سے معاملہ نہیں کرتے۔ اور پورا حق دینے والا سب کو بھلا لگتا ہے۔ اللہ اس کی تجارت خوب چلاتا ہے۔

❖ **بے تحقیق زبان سے کوئی بات نہ نکالو** | یعنی بے تحقیق بات زبان سے مت نکال نہ اس کی اندھا دھند پیروی کر۔ آدمی کو چاہئے کہ کان، آنکھ اور دل و دماغ سے کام لیکر اور بقدر کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منہ سے نکالے یا عمل میں لائے۔ سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یوں ہی اٹکل بچو کوئی قطعی حکم نہ لگائے یا عملدرآمد شروع نہ کر دے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، غلط ہتھیں لگانا، بے تحقیق چیزیں سن کر کسی کے درپے آزار ہونا یا بغض و عداوت قائم کر لینا، باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا، ان دیکھی یا ان سنی چیزوں کو دیکھی یا سنی ہوئی بتلانا۔ غیر معلول اشیاء کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت میں داخل ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ قیامت کے دن تمام قومی کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا، بے موقع تو خرچ نہیں کیا؟

❖ **اکڑ کر مت چلو** | یعنی متکبروں کی چال چلنا انسان کو زبیا نہیں نہ تو زور سے پاؤں مار کر وہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے نہ گردن ابھارنے اور سینہ تاننے سے اونچا ہو کر پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے۔ پھر ایسے ضعف و عجز اور اس بساط پر اپنے کو اس قدر لمبا کھینچنے سے کیا فائدہ؟

مَكْرُوهًا ﴿٣٨﴾ ذَلِكَ بِمَا أَوْخَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ط

بیزاری ﴿﴾ یہ ہے ان باتوں میں سے جو وحی بھیجی تیرے رب نے تیری طرف عقل کے کاموں سے ﴿﴾

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا

اور نہ ٹھہرا اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی پھر پڑے تو دوزخ میں الزام کھا کر

مَدْحُورًا ﴿٣٩﴾ أَفَأَصْفُكُمْ رَبُّكُمُ بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنْ

دھکیلا جا کر ﴿﴾ کیا تم کو چن کر دے دیے تمہارے رب نے بیٹے اور اپنے لیے کر لیا

الْمَلَائِكَةِ إِنَّا نَأْتِيكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ﴿٤٠﴾ وَلَقَدْ

فرشتوں کو بیٹیاں تم کہتے ہو بھاری بات ﴿﴾ اور

صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا ط وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا

پھیر پھیر کر سمجھایا ہم نے اس قرآن میں تاکہ وہ سوچیں اور ان کو زیادہ ہوتا ہے (ان کا بڑھتا جاتا ہے)

نُفُورًا ﴿٤١﴾ قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذَا

وہی بدکنا (نفرت کرنا) ﴿﴾ کہہ اگر ہوتے اس کے ساتھ اور حاکم جیسا یہ بتلاتے ہیں ﴿﴾ تو

لَا بُتَغُوا إِلَٰهَ ذَا الْعَرْشِ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾ سُبْحٰنَهُ وَ

نکالتے جب عرش کی طرف راہ ﴿﴾ وہ پاک ہے اور

تَعْلَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ﴿٤٣﴾ نَسِجٌ لَهُ السَّمٰوٰتُ

برتر (بالا تر) ہے ان کی باتوں سے بے نہایت (بہت دور) اس کی پاکی بیان کرتے ہیں ساتوں

السَّبْعِ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ط وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ

آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی

یعنی جن باتوں کو اوپر منع کیا ان کے کرنے میں رب کی بیزاری ہے اور جن کا حکم کیا ان کے نہ کرنے میں بیزاری ہے۔

یعنی اوپر جو پر مغز اور بیش بہا نصیحتیں کی گئیں، یہ وہ علم و حکمت اور تہذیب اخلاق کی باتیں ہیں جنہیں عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ اور جو وحی کے ضمن میں نبی امی ﷺ کی طرف بلا واسطہ اور امت امیہ کی طرف بلا واسطہ حضور ﷺ بھیجی گئیں۔

مذکور بالا نصائح کا بیان توحید سے شروع کیا گیا تھا، ”لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُومًا“۔ خاتمہ پر بھی توحید یاد دلا دی گئی تا قاری سمجھ سکے کہ تمام حسنات کا آغاز و انجام خالص توحید کو ہونا چاہئے۔

اللہ کے لئے بیٹیوں کی نسبت | یعنی ایک تو خدا کے لئے اولاد تجویز کرنا اور اولاد بھی بیٹیاں جنہیں تم نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو یہ بڑی بھاری گستاخی ہے۔

یعنی قرآن کریم مختلف عنوانوں اور رنگ برنگ کے دلائل و شواہد سے ان مشرکین کو فہمائش کرتا ہے۔ لیکن بجائے نصیحت حاصل کرنے کے یہ بد بخت اور زیادہ بدکتے اور وحشت کھا کر بھاگتے ہیں۔

توحید کے عقلی دلائل | یعنی اصنام وغیرہ جنہیں خدائی کا شریک اور الوہیت کا حصہ دار بتلایا جاتا ہے۔

یعنی پرایا محکوم رہنا کیوں پسند کرتے، سب مل کر خدا تعالیٰ کے تخت سلطنت کو الٹ ڈالتے۔ اگر کہا جائے کہ صاحب عرش کے مقابلہ میں ان کی کچھ چلتی نہیں تو ایک عاجز مخلوق کی عبادت کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے یا اگر وہ معبود خود رب العرش کو خوش رکھنا اور اس کا قرب حاصل کرنا اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں تو ان کے پوجنے والوں کے لئے اور بھی زیادہ ضروری ہوا کہ خدائے اکبر کو خوش رکھنے کی فکر کریں۔ لیکن خدائے بزرگ تمام انبیاء کی زبانی اور فطرت انسانی کی معرفت شرک سے اپنی کامل بیزاری کا اظہار فرما چکا۔ پھر تعجب ہے کہ یہ احمق کس راستہ پر اندھا دھند چلے جا رہے ہیں۔

بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ

خوبیاں اس کی لیکن تم نہیں سمجھتے ان کا پڑھنا ۱۱ بے شک وہ ہے

حَلِيمًا غَفُورًا ۳۳ ۖ وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ

نخل والا بخشنے والا ۱۲ اور جب تو پڑھتا ہے قرآن کر دیتے ہیں ہم بیچ میں تیرے

وَيُنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ۳۴ ۖ وَ

اور ان لوگوں کے جو نہیں مانتے آخرت کو ایک پردہ چھپا ہوا ۱۳ اور

جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ

ہم رکھتے ہیں ان کے دلوں پر پردہ کہ اس کو نہ سمجھیں ۱۴ اور ان کے کانوں میں

وَقُرْآنًا وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَوَّا عَلَى

بوجھ ۱۵ اور جب ذکر کرتا ہے تو قرآن میں اپنے رب کا اکیلا کر کے بھاگتے ہیں اپنی

أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ۳۵ ۖ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ

پیٹھ پر بدک کر ۱۶ ہم خوب جانتے ہیں جس واسطے وہ سنتے ہیں جس وقت

يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ

کان رکھتے ہیں تیری طرف اور جب وہ مشورت کرتے ہیں جب کہ کہتے ہیں یہ بے انصاف

إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۳۶ ۖ أَنْظِرْ كَيْفَ ضَرَبُوا

جس کے کہنے پر تم چلتے ہو وہ نہیں ہے مگر ایک مرد جادو کا مارا (سحر زدہ) ۱۷ دیکھ لے کیسے جہاتے ہیں

لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۳۷ ۖ وَ

تجھ پر مثالیں (مثالیں) اور بہکتے پھرتے ہیں سوراہ نہیں پاسکتے ۱۸ اور

۱ ہر شے پاکی بیان کرتی ہے | یعنی ہر ایک مخلوق زبان سے یا حال سے اس کی پاکی اور خوبیاں بیان کرتی ہے لیکن تم اسے سمجھتے نہیں۔ خواہ فکر و تامل نہ کرنے کی وجہ سے یا اس قوت کے فقدان کی وجہ سے جس کے ذریعہ بعض مخلوقات کی تسبیح قالی سنی اور سمجھی جاسکتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص باوجود سمجھنے کے قبول نہ کرے یا اس کے منتہی پر عمل نہ کرے۔ تو یہ سمجھنا نہ سمجھنے ہی کے حکم میں ہے۔

۲ یعنی تمام مخلوقات جس کی پاکی بیان کریں تم اس کے لئے شکر کا، اولاد اور بیٹیاں تجویز کرو۔ یہ ایسی گستاخی تھی کہ تم کو فوراً ہلاک کر دیا جاتا لیکن وہ اپنے حلم سے شتاب نہیں پکڑتا اور توبہ کر لو تو بخش دیتا ہے۔

۳ کفار اور نبی کے درمیان پردہ | جو شخص آخرت کو نہ مانے اور اپنے بھلے برے انجام کی کچھ فکر نہ رکھے وہ نصیحت کی طرف کیوں دھیان کرنے لگا۔ جب اسے نجات ہی کی فکر نہیں تو نجات دلانے والے پیغمبر کے احوال و اقوال میں غور کرنے اور بارگاہ رسالت تک پہنچنے کی کیا ضرورت ہوگی۔ بس یہی عدم ایمان بالآخرت اور انجام کی طرف سے بے فکری وہ معنوی پردہ ہے جو اس شخص کے اور نبی (من حیث ہونہی) کے درمیان لٹکا دیا جاتا ہے۔

۴ پہلے پیغمبر کی صداقت تک نہ پہنچ سکنے کا ذکر کیا تھا۔ یہاں فہم قرآن تک رسائی حاصل نہ کر سکنے کا بیان ہے یعنی اس قرآن میں ایسی قوی تاثیر ہے، اور کافروں پر اثر نہیں ہوتا، یہ سبب ہے کہ اوٹ میں ہیں۔ آفتاب سے سارا جہان روشن ہے لیکن اگر کوئی شخص تہ خانہ میں تمام دروازے اور تابدان بند کر کے بیٹھ جائے بلکہ آنکھیں بھی بند کر لے تو اس کے اعتبار سے آفتاب کی روشنی کہیں بھی نہیں۔

۵ کفار کے حجاب | یعنی جب بہ نیت انتفاع و استفادہ سنا نہیں چاہتے تو گویا سنتے ہی نہیں | تنبیہ | خدا تعالیٰ نے جو حجاب اور پردے وغیرہ ڈالے یہ وہی ہیں جن کا وجود انہوں نے خود اپنے لئے بڑی خوشی اور فخر سے ثابت کیا تھا۔ "وَقَالُوا أَفَلَوْا بِنَا فِي آكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَآ إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقُرْآنِنَا وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ فَاَعْمَلْنَا لَكُمْ السُّجُودَ" (حم السجدہ رکوع ۱) آخرت پر ایمان نہ رکھنا اور انجام سے بے فکر رہنا، خدائے واحد کے ذکر سے چڑنا، پیغمبروں کے ساتھ تمسخر کرنا، وہ چیزیں ہیں جو حجاب، کنان اور ذکر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ اور چونکہ خالق ہر چیز کا خدا تعالیٰ ہے اس لئے ان کے خلق کی نسبت بھی اس کی طرف کی جاتی ہے۔

۶ یعنی خدائے واحد کے ذکر سے چڑتے، بدکتے اور پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں، ہاں ان کے معبودوں کا تذکرہ آئے تو بہت خوش ہوتے ہیں۔ "وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَخُذَهُ أَشْمَازُتُ قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ" (زمر رکوع ۵)

یعنی سننے سے استفادہ مقصود نہیں ہوتا محض استخفاف و استہزاء مقصود ہوتا ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

۷ آنحضرتؐ پر مسحور ہونے کا الزام | یعنی قرآن اور آپؐ کی باتیں سن کر گئے۔ پھر آپس میں مشورہ کیا کہ محمدؐ کی نسبت کیا کہنا چاہئے۔ آخر کہنے لگے کہ یہ شخص جادو کا مارا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ یعنی جادو کے اثر سے مجنون ہو گیا، دماغ ٹھکانے نہیں رہا (العیاذ باللہ العظیم) بعض نے "مسحور" کو یہاں "ساحر" کے معنی میں لیا ہے گویا اس کی باتوں میں جادو کا اثر ہے۔ تنبیہ | لفظ "مسحور" سے جو مطلب وہ لیتے تھے اس کی نفی سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی پر کسی قسم کے سحر کا کسی درجہ میں عارضی طور پر بھی اثر نہ ہو سکے یہ آیت نکی ہے۔ مدینہ میں آپؐ پر یہود کے جادو کرانے کا واقعہ صحاح میں مذکور ہے۔ جس کا اثر چند روز تک صرف اتنا رہا کہ بعض دنیوی کاموں میں کبھی کبھی ذہول ہو جاتا تھا۔

۸ یعنی کبھی شاعر کہتے ہیں، کبھی جادو گر، کبھی کاہن، کبھی مسحور یا مجنون، غرض بہکی بہکی باتیں کرتے رہتے ہیں کسی ایک بات پر جماؤ نہیں جس وقت جو منہ میں آیا بک دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ باوجود جدوجہد کے طعن و تشنیع کا کوئی ایسا راستہ نہیں مل سکتا جس پر چل کر وہ اپنے مقصد انغواء و اضلال میں کامیاب ہو سکیں۔

قَالُوا إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ

کہتے ہیں کیا جب ہم ہو جائیں ہڈیاں اور چوڑا پتھرا پھراٹھیں گے

خَلْقًا جَدِيدًا ﴿۳۹﴾ قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا ﴿۴۰﴾ أَوْ

نئے بن کر تو کہہ تم ہو جاؤ پتھر یا لوہا یا

خَلْقًا مِمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا

کوئی خلقت جس کو مشکل سمجھو اپنے جی میں پھراٹھیں گے کون لوٹا کر لائے گا ہم کو

قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ

کہہ جس نے پیدا کیا تم کو پہلی بار پھراٹھیں گے تیری طرف

رءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَى هُوَ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ

اپنے سر اور کہیں گے کب ہو گا یہ تو کہہ شاید نزدیک ہی

قَرِيبًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ

ہوگا جس دن تم کو پکارے گا پھر چلے آؤ گے اس کی تعریف کرتے ہوئے اور اٹکل کرو گے

إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۴۲﴾ وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي

کہ در نہیں لگی تم کو مگر تھوڑی اور کہہ دے میرے بندوں کو کہ بات وہی کہیں جو

هِيَ أَحْسَنُ ط إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَكُمْ ط إِنَّ الشَّيْطَانَ

بہتر ہو شیطان جھڑپ کر داتا ہے ان میں شیطان ہے

كَانَ لِلنَّاسِ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿۴۳﴾ رَبِّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ط

انسان کا دشمن صریح تمہارا رب خوب جانتا ہے تم کو

❖ دوسری زندگی پر تعجب | یعنی آپ پر مسحور و مجنون یا شعر و کاہن وغیرہ کی مثالیں چسپاں کرنا تو تعجب انگیز تھا ہی، اس سے زیادہ قابل تعجب وہ دلیل ہے جو (معاذ اللہ) مسحور و مجنون ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے تھے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ موت کے بعد ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ آدمی کا بدن گل سرسبز سفید ہڈیاں رہ جاتی ہیں تھوڑے دنوں بعد وہ بھی ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل جاتی ہیں۔ کیا کوئی ذی ہوشی یہ تجویز کر سکتا ہے کہ یہ ہڈیوں کا چورہ اور خاک کے ریزے دوبارہ جی اٹھیں گے؟ اور انسانی حیات ان منتشر ذرات میں عود کر آئے گی؟ اگر پیغمبر ایسی ناممکن بات کی خبر دیتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ (العیاذ باللہ) ان کی دماغی صحت بحال نہیں ہے۔

❖ آنحضرتؐ کا جواب | یعنی یہ ریزے اور چورا تو بہر حال انسانی لاش کا ہے جس میں بیشتر زندگی رہ چکی ہے۔ اور خود مٹی کے ذرات میں بھی آثار حیات کا پیدا ہونا چنداں مستبعد نہیں۔ میں اس سے بڑھ کر تم کو اجازت دیتا ہوں کہ ہڈیوں کا چورا نہیں، اگر ممکن ہو تو پتھر یا لوہا بن جاؤ۔ جو آثار حیات کے قبول کرنے سے بالکل محروم نظر آتے ہیں، بلکہ کوئی ایسی سخت چیز بن کر تجربہ کر لو جس کا زندہ ہونا لوہے اور پتھر سے بھی زیادہ مشکل معلوم ہوتی ہے کہ مجسم موت بن کر دیکھ لو کہ پھر بھی اس قادر مطلق کو تمہارا زندہ کر دینا کس قدر آسان ہے۔

❖ دوسری زندگی پر عقلی دلیل | جس نے پہلی بار تم کو مٹی یا نطفہ سے پیدا کیا اور جماد لا یعقل پر روح انسانی فائض کر دی۔ کیا اب اس میں قدرت نہیں رہی کہ خاک کے ذرات اور مردہ لاش کے اجزاء کو جمع کر کے دوبارہ زندگی عنایت کر دے۔

❖ کفار کا استہزاء | یعنی استہزاء و تمسخر سے سر ہلا ہلا کر کہتے ہیں کہ ہاں صاحب! بوسیدہ ہڈیوں کے ریزوں میں کب جان پڑے گی۔ اور کب مردے قبروں سے حساب کے لئے اٹھائے جائیں گے۔

❖ قیامت اور یوم حشر | یعنی قیامت کا ٹھیک وقت حق تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا ہاں اس کے مستقبل قریب میں آنے کی تم امید ظاہر کر سکتے ہو۔ گو یاد دنیا کی بقیہ عمر اس سے کم ہے جتنی گزر چکی ہے۔

❖ یعنی جس وقت خدا کی طرف سے آواز دی جائے گی ایک ڈانٹ میں سب مردے زمین سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے کسی کو سرتابی کی مجال نہ ہوگی۔ ہر ایک انسان اُس وقت مطیع و منقاد ہو کر خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوا حاضر ہوگا۔ گو کافر کو اس وقت کی اضطرابی حمد و ثنا سے کچھ فائدہ نہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ مومنین کی زبان پر یہ الفاظ ہوں گے۔ ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ“۔

❖ یعنی اب شتابی کرتے ہو، اس وقت اندازہ کرو گے کہ دنیا میں کچھ زیادہ دیر نہیں رہے تھے۔ پچاس سو برس ان ہزاروں برسوں کے سامنے کیا معلوم ہوں (موضح القرآن) بعض نے کہا کہ شدت ہول و خوف سے دنیا کی زندگی تھوڑی معلوم ہوگی۔ یا نختہ اول اور نختہ ثانی کے درمیان چونکہ عذاب نہ رہے گا۔ اس درمیان مدت کو قلیل خیال کر کے کہیں گے ”مَنْ بَعَثْنَا مِنْ مَرْقَدِنَا“ (یس رکوع ۴۷)

❖ مسلمانوں کو ایک نصیحت | مشرکین کی جہالت اور طعن و تمسخر کو سن کر ممکن تھا کوئی مسلمان نصیحت و فہمائش کرتے وقت تنگ دلی برتنے لگے اور سختی پر اتر آئے اس لئے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ مذاکرہ میں کوئی سخت دل آزار اور اشتعال انگیز پہلو اختیار نہ کریں۔ کیونکہ اس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ شیطان دوسرے کو ابھار کر لڑائی کر دیتا ہے۔ پھر مخاطب کے دل میں ایسی

ضد و عداوت قائم ہو جاتی ہے کہ سمجھتا ہوتا بھی نہ سمجھے۔

إِنْ يَشَاءُ يَرْحَمَكُمُ أَوْ إِنْ يَشَاءُ يُعَذِّبِكُمْ ۗ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ

اگر چاہے تم پر رحم کرے اور اگر چاہے تم کو عذاب دے ۛ اور تجھ کو نہیں بھیجا ہم نے

عَلَيْهِمْ وَكَيْلًا ۝۵۴ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَ

ان پر ذمہ لینے والا اور تیرا رب خوب جانتا ہے ان کو جو آسمانوں میں ہیں اور

الْأَرْضِ ۗ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّنَ عَلَى بَعْضٍ وَ

زمین میں اور ہم نے افضل کیا ہے بعض پیغمبروں کو بعضوں سے اور

اتَّبَعْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ۝۵۵ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ

دی ہم نے داؤد کو زبور ۛ کہہ پکارو جن کو تم سمجھتے ہو

دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضَّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝۵۶

سوائے اس کے سو وہ اختیار نہیں رکھتے کہ کھول دیں تکلیف کو تم سے اور نہ بدل دیں ۛ

أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ

وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود ڈھونڈتے ہیں اپنے رب تک

الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ

وسیلہ کہ کونسا بندہ بہت نزدیک ہے اور امید رکھتے ہیں اس کی مہربانی کی اور ڈرتے ہیں

عَذَابَهُ ۗ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْدُورًا ۝۵۷ وَإِنْ مِّنْ

اس کے عذاب سے بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے ۛ اور کوئی

قَرِيْبَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا

بستی نہیں جس کو ہم خراب نہ کر دیں گے قیامت سے پہلے یا آفت ڈالیں گے اس پر

❖ یعنی رحم کرے ایمان کی توفیق دے کر، یا عذاب دے حالت کفر پر مار کر۔

❖ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”مذاکرہ میں حق والا جھنجھلا نے لگتا ہے کہ دوسرا صریح حق کو نہیں مانتا، سو فرما دیا کہ تم ان کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے جس کو چاہے راہ بھجائے۔“

❖ بعض انبیاء کی بعض پر فضیلت | یعنی ہم اپنے علم محیط کے موافق ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔ جس کو مناسب جانا آدمیوں میں سے پیغمبر بنایا۔ پھر جس پیغمبر کو چاہا دوسرے پیغمبروں پر کئی یا جزئی فضیلت عنایت کی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”یعنی بعض نبی تھے کہ (امت کی حد سے زیادہ شرارتوں پر آخر کار) جھنجھلا گئے۔ آپ کا حوصلہ ان سے زیادہ رکھا ہے۔ (اور سب پر فضیلت دی ہے۔

لہذا آپ کی خوش اخلاقی اپنے مرتبہ عالی کے موافق ہونی چاہئے)۔ اور خصوصیت سے داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا۔ کیونکہ دونوں چیزیں رکھتے تھے، جہاد بھی اور زبور بھی سمجھانے کو (وفی الحدیث کما لا یقرُّ اذالاقی) وہ ہی دونوں باتیں یہاں بھی ہیں۔“ قرآن اور جہاد۔ بعض نے کہا کہ یہاں ”زبور“ کا ذکر کر کے حضور کی فصیلت کلتیہ اور امت محمدیہ کے فضل و شرف کی طرف اشارہ فرما دیا، کیونکہ حضور کے خاتم الانبیاء اور اس امت کے اشرف الامم ہونے پر زبور شریف کے مضامین مشتمل تھے۔ ”وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي

الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ“ (انبیاء رکوع ۷) یعنی محمدًا صلعم وامة المر حومه
❖ معبودان باطل کی حقیقت | یعنی خدا تو وہ ہے کہ جس کو چاہے عذاب دے جس پر چاہے مہربانی فرمائے، جس کو جس قدر چاہے دوسروں پر فضیلت عطا کرے، اس کی قدرت کامل اور علم محیط ہے۔ اب ذرا مشرکین ان ہستیوں کو پکاریں جن کو انہوں نے خدا سمجھ رکھا یا بنا رکھا ہے۔ کیا ان میں ایک بھی ایسا مستقل اختیار رکھتا ہے کہ ذرا سی تکلیف کو تم سے دور کر سکے یا ہلکی کر دے یا تم سے اٹھا کر کسی دوسرے پر ڈال دے۔ پھر ایسی ضعیف و عاجز مخلوق کو معبود ٹھہرا لینا کیسے روا ہوگا۔

❖ بخاری میں روایت ہے کہ کچھ لوگ جاہلیت میں جنات کی عبادت کرتے تھے۔ وہ جن مسلمان ہو گئے اور یہ پوجنے والے اپنی جہالت پر قائم رہے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ جن، ملائکہ، مسج و عزیر وغیرہ کے پوجنے والے سب اس میں شامل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جن ہستیوں کو تم معبود و مستعان سمجھ کر پکارتے ہو، وہ خود اپنے رب کا بیش از بیش قرب تلاش کرتے ہیں۔ ان کی دوا دوش صرف اس لئے ہے کہ خدا کی نزدیکی حاصل کرنے میں کون آگے نکلتا ہے، ان میں جو زیادہ مقرب ہیں وہ ہی زیادہ قرب الہی کے طالب رہتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کسی سب سے زیادہ مقرب بندہ کی دعاء وغیرہ کو حصول قرب کا وسیلہ بنائیں۔ پس جب تمہارے تجویز کئے ہوئے معبودوں کا خدا کے سامنے یہ حال ہے تو اپنے تئیں خود فیصلہ کر لو کہ خدا تعالیٰ کو خوش رکھنا کہاں تک ضروری ہے۔ غیر اللہ کی پرستش سے نہ خدا خوش ہوتا ہے نہ وہ جنہیں تم خوش رکھنا چاہتے ہو تنبیہ | ”توسل“ اور تعبد“ میں فرق ظاہر ہے۔ پھر توسل بھی اسی حد تک مشروع ہے جہاں تک شریعت نے اجازت دی۔

❖ یعنی باوجود غایت قرب کے ان کی امیدیں محض حق تعالیٰ کی مہربانی سے وابستہ ہیں اور اسی کے عذاب سے ہمیشہ لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ہر قسم کا نفع پہنچانا، یا ضرر رکو رو کنا ایک خدا کے قبضہ میں ہے۔

عَذَابًا شَدِيدًا ۱۷ كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۱۸

سخت آفت ۱۷ یہ ہے کتاب میں لکھا گیا ۱۸

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا

اور ہم نے اس لیے موقوف کیے نشانیاں بھیجی کہ انگوں (پہلوں) نے ان کو

الْأُولُونَ ۱۹ وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۲۰

جھٹلایا ۱۹ اور ہم نے دی ثمود کو اونٹنی ان کے سمجھانے کو پھر ظلم کیا اس پر ۲۰

وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ۲۱ وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ

اور نشانیاں جو ہم بھیجتے ہیں سو ڈرانے کو ۲۱ اور جب کہہ دیا ہم نے تجھ سے کہ

رَبِّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ۲۲ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ

تیرے رب نے گھیر لیا ہے لوگوں کو ۲۲ اور وہ دکھلاوا جو تجھ کو دکھلایا ہم نے

إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۲۳

سو جانچنے کو لوگوں کے ۲۳ اور ایسے ہی وہ درخت جس پر پھنکار ہے قرآن میں ۲۴

۱۷ قیامت سے پہلے تمام بستیوں کی ہلاکت | اس آیت کا مطلب کئی طرح لیا جاسکتا ہے (الف) دنیا کی ہر ایک بستی کو عظیم الشان گناہوں کی پاداش میں قیامت سے پہلے پہلے عذاب متاصل بھیج کر بالکل تباہ و خراب کر دیا جائے گا، یا اگر گناہ انتہائی درجہ کے نہ ہوں گے تو درجہ دوم کے جرائم کی سزا میں عام ہلاکت سے کم کوئی سخت آفت اس بستی پر نازل کی جائے گی۔ باقی ایسی بستی کہاں ہے جو ازل سے ابد تک نہ گناہ کرے نہ کسی آفت میں پھنسے (ب) قیامت سے پیشتر ضروری ہے کہ ہر ایک بستی طبعی موت بھیج کر ویران کی جائے یا کسی سخت آفت و بلا میں مبتلا ہو۔ طبعی موت پر جو تعذیب کے رنگ سے خالی ہو، لفظ ”ہلاک“ کا اطلاق قرآن و حدیث سے ثابت ہے ”حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنُيَبِّعَنَّ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا“ (المومن رکوع ۴) ”وَفِي الْحَدِيثِ كَلِمًا هَلَكَ نَبِيٌّ جَاءَ نَبِيُّ الْآخِرِ“ (ج) کفار کی ہر ایک بستی یا قیامت سے پہلے اپنے سنگین جرائم کی پاداش میں نابود و تباہ کر دی جائے گی یا کسی نہ کسی وقت (یعنی قیامت سے پہلے یا بعد) سخت عذاب کا مزہ چکھے گی۔ بہر حال کوئی معنی لئے جائیں، مقصود اس آیت سے تحذیر ہے۔ گویا پہلے جو فرمایا تھا ”إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا“ یہاں اس کے وقوع کی خبر دی گئی۔

۲۳ یعنی یہ فیصلہ بالکل حتمی اور اٹل ہے جو علم الہی میں طے ہو چکا اور لوح محفوظ میں لکھا گیا۔ کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ حضرت شاہ

صاحب لکھتے ہیں "ہر شہر کے لوگ ایک بزرگ کو پوجتے ہیں کہ ہم اس کی رعیت ہیں اور اسکی پناہ میں ہیں، سو وقت آنے پر کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔" "لَا غَاصِمَ الْيَوْمَ مِنَ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ"

﴿۴﴾ **فرمائشی نشانات نہ بھیجنے کی وجہ** حدیث میں ہے کہ اہل مکہ نے حضورؐ سے چند نشانیاں طلب کیں مثلاً یہ کہ "کوہ صفا کو سونا بنا دیجئے یا پہاڑوں کو ہمارے گرد و پیش سے ہٹا کر زراعت کے قابل زمین ہموار کر دیجئے۔ وغیر ذالک۔ ایسا کرو تو ہم آپ کو مان لیں گے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی ایسے فرمائشی نشان دکھلانا خدا تعالیٰ کو کچھ دشوار نہ تھا۔ لیکن پہلے لوگوں کو ان کی فرمائش کے مطابق نشان دکھلائے گئے تب بھی نہ مانے۔ بلکہ سرکشی میں اور ترقی کر گئے۔ آخر سنت اللہ کے موافق اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالکل نیست و نابود کر دیے گئے۔ اب اگر تمہاری سب فرمائشیں پوری کر دی جائیں۔ اور خدا کے علم میں ہے بلکہ تمہارے احوال سے بھی ظاہر ہے کہ تم پھر بھی ماننے والے نہیں، تو سنت اللہ کے موافق اس کا نتیجہ وہ ہی استیصال و ہلاک کلی ہونا چاہئے جو اس امت کے حق میں خلاف مصلحت و حکمت ہے۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ اس آخری امت کی نسبت یہ نہیں کہ گذشتہ اقوام و امم کی طرح عذاب مستأصل بھیج کر بالکل تباہ کی جائے۔ پہلی امتوں کو فرمائشی نشان دکھلانا اس بناء پر جائز رکھا گیا کہ ان کی بالکل تباہی خدا کے نزدیک اس قدر لائق التفات نہ تھی اور آخر میں آنے والی امت کو کچھ نمونے دکھلانے تھے کہ فرمائشی نشان مانگنے والوں کا حشر ایسا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ان ہی تاریخی نظائر کی طرف اجمالی اشارہ فرما دیا کہ اگر فرمائشی نشان دیکھنے کے بعد تکذیب کی (اور یقیناً کرو گے) تو جو حشر پہلوں کا ہوا وہ ہی تمہارا ہوگا لیکن حکمت الہیہ مقتضی نہیں کہ تم کو اس طرح تباہ کیا جائے۔ لہذا فرمائشی نشانات کا بھیجنا موقوف کیا گیا۔

﴿۵﴾ **حضرت صالح سے اونٹنی کی فرمائش اور اس کا انجام** "قوم ثمود" نے حضرت صالح سے درخواست کی تھی کہ پہاڑ کی فلاں چٹان میں سے اونٹنی نکال دیجئے۔ خدا نے نکال دی۔ مگر بجائے اس کے کہ ایسا فرمائشی معجزہ دیکھ کر آنکھیں کھلتیں اور قلبی بصیرت حاصل ہوتی اے لے ظلم و عداوت پر کمر بستہ ہو گئے۔ چنانچہ اونٹنی کو مار ڈالا اور حضرت صالح کے قتل کے منصوبے باندھنے لگے۔ آخر جو انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ "مَكْذَبٌ بِهَا الْأَوْلُونَ" کا ایک نمونہ پیش کر دیا۔

﴿۶﴾ یعنی ہدایت نشانیاں دیکھنے پر موقوف نہیں۔ غیر معمولی نشانات بھیجنے سے تو مقصود یہ ہے کہ قدرت قاہرہ کو دیکھ کر لوگ خدا سے ڈریں اور ڈر کر اس کی طرف جھکیں۔ اگر یہ مقصود حاصل نہ ہو اور فی الحال اس قوم کو تباہ کرنا بھی مصلحت نہیں تو محض فرمائشیں پورا کرنے سے کیا حاصل ہے۔ باقی عام تخویف و انذار کے لئے جن آیات و نشانات کا بھیجنا مصلحت ہے وہ برابر بھیجے جاتے ہیں۔

﴿۷﴾ **آنحضرتؐ کو نسلی** شاید آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ فرمائشی نشان نہ دکھلانے پر کفار کو ہنسنے اور طعن کرنے کا موقع ملے گا کہ اگر چے پیغمبر ہوتے تو ہماری طلب کے موافق نشان دکھلاتے۔ اس لئے آپ کو مطمئن کیا کہ سب لوگوں کو تیرے رب کے علم و قدرت نے گھیر رکھا ہے نہ کوئی اس کے علم سے باہر ہے نہ قدرت کے نیچے سے نکل کر جاسکتا ہے سب اس کے قبضہ میں ہیں آپ ان کے طعن و تشنیع کی طرف قطعاً التفات نہ کریں۔ وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اپنا کام کئے جائیے اور ان کے فیصلوں کو بالکل یہ ہم پر چھوڑ دیجئے۔ ہم جانتے ہیں کہ فرمائشی نشان دیکھ کر بھی یہ لوگ آپ کی بات ماننے والے نہیں تھے اور اس کے بعد ہماری سزا سے چھوٹ کر نکل بھاگنا بھی ممکن نہ تھا اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ لوگوں میں سے کون فی الحال تباہ کر ڈالنے کے لائق ہیں اور کون لوگوں کا باقی رکھنا مصلحت ہے۔ لہذا آپ اس جھنجھٹ میں نہ پڑیں، یہ سب ہمارے محاصرہ میں ہیں آخر مسلمان ہو کر رہیں گے۔

﴿۸﴾ "دکھاوے" سے مراد شب معراج کا نظارہ ہے جس کے بیان سے لوگ جانچے گئے۔ بچوں نے من کر مانا اور بچوں نے جھوٹ جانا۔

﴿۹﴾ **دوزخ کا درخت** یعنی "زقوم" کا درخت جسے قرآن میں فرمایا کہ دوزخ والے کھائیں گے۔ ایمان والے یقین لائے اور منکروں نے کہا کہ دوزخ کی آگ میں سبز درخت کیونکر ہوگا؟ یہ بھی جانچنا تھا۔ ان دو مثالوں سے اندازہ کر لو کہ تصدیق خوارق کے باب میں ان کی طبائع کا کیا حال ہے۔

وَنُحِيفُهُمْ ۚ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ۝٦٠ ۚ وَإِذْ قُلْنَا

اور ہم ان کو ڈراتے ہیں ۛ تو ان کو زیادہ ہوتی ہے ۛ بڑی شرارت ۛ اور جب ہم نے کہا

لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ قَالَ

فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو ۛ تو سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس ۛ بولا

ءَ اسْجُدْ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ۝٦١ ۚ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي

کیا میں سجدہ کروں ۛ ایک شخص کو جس کو تو نے بنایا مٹی کا ۛ کہنے لگا ۛ بھلا دیکھ تو یہ شخص جس کو

كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أُخِّرْتَنِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا حُتَنِيكَانَ

تو نے مجھ سے بڑھا دیا ۛ اگر تو مجھ کو ڈھیل دیوے ۛ قیامت کے دن تک ۛ تو میں اس کی

ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ۝٦٢ ۚ قَالَ أَذْهَبُ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ

اولاد کو ڈھانٹی دے لوں مگر تھوڑے سے ۛ فرمایا جا ۛ پھر جو کوئی تیرے ساتھ ہو ان میں سے

فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُورًا ۝٦٣ ۚ وَاسْتَفْزِرُّ مَنِ

سو دوزخ ہے ۛ تم سب کی سزا ۛ بدلہ پورا ۛ اور گھبرالے ۛ ان میں

اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبُ عَلَيْهِمُ بِخَيْبِكَ وَ

جس کو تو گھبراسکے ۛ اپنی آواز سے ۛ اور لے آ (چڑھالا) ان پر ۛ اپنے سوار ۛ اور

رَجْلِكَ وَشَارِكُهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدَّهُمْ ۖ وَمَا

پیادے ۛ اور سا جھا کر ان سے ۛ مال ۛ اور اولاد میں ۛ اور وعدے دے ان کو اور کچھ نہیں

يَعِدُّهُمْ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝٦٤ ۚ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ

وعدہ دیتا ان کو شیطان ۛ مگر دغا بازی ۛ وہ جو میرے بندے ہیں ۛ ان پر نہیں

یعنی جن کے دل خدا کے خوف سے خالی ہوں، ڈرانے سے ڈریں نہیں، بلکہ اور زیادہ شرارت میں ترقی کریں ان سے فرمائی نشان دیکھنے پر قبول حق کی امید رکھنا بے موقع ہے۔

قصہ آدم و ابلیس سے کفار کی مناسبت | یہ قصہ کئی جگہ گزر چکا۔ یہاں اس پر متنبہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا بے چون و چرا ماننا فرشتوں کا اور اس میں شبہات نکالنا شیطان کا کام ہے۔ یہ کافر بھی اسی کی چال چل رہے ہیں۔ جو بات بات میں کج بحثیاں کرتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ان کا انجام بھی وہی ہونے والا ہے جو ان کے امام ابلیس لعین کا ہوگا۔

یعنی تھوڑے سے چھوڑ کر باقی سب کو اپنا مسخر کر لوں جیسے گھوڑے کو لگام دیکر قابو کر لیا جاتا ہے، پھر جو میرے سامنے اتنا کمزور ہے اسے مجھ پر فضیلت دینا کس طرح جائز ہوگا؟

یعنی جا! جتنا زور لگا سکتا ہے لگا لے، یہاں بھی تیرے اور تیرے ساتھیوں کے واسطے جیل خانہ تیار ہے۔

یعنی وہ آواز جو خدا کے عصیان کی طرف بلاتی ہو، مراد اس سے وسوسہ ڈالنا ہے اور مزامیر (باجا گاجا) بھی اس میں داخل ہو سکتا ہے۔

شیطان کے سوار اور پیادے | یعنی ساری طاقت صرف کر ڈال! اور پوری قوت سے لشکر کشی کر! خدا کی معصیت میں لڑنے والے سب شیطان کے سوار اور پیادے ہیں۔ جن ہوں یا انس۔

یعنی دل میں ارمان نہ رکھ، ان کو ہر طرح ابھار، کہ مال و اولاد میں تیرا حصہ لگائیں، یعنی یہ چیزیں ناجائز طریقہ سے حاصل کریں اور ناجائز کاموں میں صرف کریں۔

یعنی شیطان جو سبز باغ دکھاتا ہے اس سے فریب کھانا احمق کا کام ہے اس کے سب وعدے دغا بازی اور فریب سے ہیں، چنانچہ وہ خود اقرار کرے گا۔ ”وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ“ (ابراہیم رکوع ۴)

عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾ رَبُّكُمْ الَّذِي يُزِيحُ

تیری حکومت اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے والا ﴿۶۵﴾ تمہارا رب وہ ہے جو چلاتا ہے

لَكُمْ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ كَانَ

تمہارے واسطے کشتی دریا میں ﴿۶۶﴾ تاکہ تلاش کرو اس کا فضل ﴿۶۶﴾ وہی ہے

بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٦٦﴾ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ

تم پر مہربان اور جب آتی ہے تم پر آفت دریا میں بھول جاتے ہو جن کو

تَدْعُونَ إِلَّا آيَاتِهِ فَلَمَّا نَجَّيْنَاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَ

پکارا کرتے تھے اللہ کے سوائے پھر جب بچالایا تم کو خشکی میں پھر جاتے ہو (نال جاتے ہو) اور

كَانَ الْإِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾ أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْشِفَ بِكُمْ جَانِبَ

ہے انسان بڑا ناشکرا ﴿۶۷﴾ سو کیا تم بے ڈر (مطمئن، نڈر) ہو گئے اس سے کہ دھنسا دے تم کو جنگل (خشکی) کے

الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ

کنارے ﴿۶۸﴾ یا بھیج دے تم پر آندھی پتھر برسانے والی پھرنے پاؤ اپنا

وَكِيلًا ﴿٦٨﴾ أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرٰى

کوئی نگہبان (بچانے والا) یا بے ڈر ہو گئے ہو اس سے کہ پھر لے جائے تم کو دریا میں ﴿۶۸﴾ دوسری بار

فِيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْرِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۗ

پھر بھیجے تم پر ایک سخت جھونکا ہوا کا پھر ڈبا دے تم کو بدلے میں اس ناشکری کے

ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ﴿٦٩﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا

پھر نہ پاؤ اپنی طرف سے ہم پر اس کا کوئی باز پرس (پیچھا) کرنے والا ﴿۶۹﴾ اور ہم نے عزت دی ہے

مخلصین پر شیطان کا قابو نہیں چلتا | یعنی جو خدا پر اعتماد و توکل کریں وہ ان کا کام بناتا ہے اور شیطان کے جال سے نکالتا ہے۔

یہ خدا کی کار سازی کا ایک نمونہ پیش کیا ہے، جس میں ایک مشرک کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس کے سوا کوئی کار ساز نہیں۔ ع کہ ہیں عارضی زور کمزور سارے۔

یعنی روزی۔ روزی کو اکثر قرآن میں ”فضل“ فرمایا ہے۔ ”فضل“ کے معنی زیادہ کے ہیں۔ سو مسلمان کی بندگی ہے آخرت کے واسطے اور دنیا بھلاؤ میں ملتی ہے۔

انسان کی ناشکری | یعنی مصیبت سے نکلنے ہی محسن حقیقی کو بھول جاتا ہے چند منٹ پہلے دریا کی موجوں میں خدا یاد آ رہا تھا کنارہ پر قدم رکھا اور بے فکر ہو کر سب فراموش کر بیٹھا۔ اس سے بڑھ کر ناشکر گزاری کیا ہوگی۔

یعنی سمندر کے کنارے خشکی میں دھنسا دے۔ مثلاً زلزلہ آجائے اور زمین شق ہو کر قارون کی طرح اس میں دھنس جاؤ۔ خلاصہ یہ کہ ہلاک کرنا کچھ دریا کی موجوں پر موقوف نہیں۔

یعنی کوئی ضرورت کھڑی کر دے جس کے لئے ناچار دریائی سفر کرنا پڑے۔

یعنی خدا سے کون باز پرس کر سکتا ہے یا کس کی مجال ہے کہ پیچھا کر کے اس سے مجرمین کا خون بہا وصول کرے؟

بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَاقَنَّهُمْ مِّنَ

آدم کی اولاد کو اور سواری دی ان کو جنگل اور دریا میں اور روزی دی ہم نے ان کو

الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا

سٹھری چیزوں سے اور بڑھا دیا ان کو بہتوں سے جن کو پیدا کیا ہم نے

تَقْضِيًّا ۚ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ

بڑائی دے کر جس دن ہم بلائیں گے ہر فرقہ کو ان کے سرداروں کے ساتھ سو جس کو

۷۵۱

أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا

ملا اس کا اعمال نامہ اس کے دا بنے ہاتھ میں سو وہ لوگ پڑھیں گے اپنا لکھا اور

يُظَلِّمُونَ فِتْيَانًا ۚ وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي

ظلم نہ ہوگا ان پر ایک تاگے کا اور جو کوئی رہا اس جہان میں اندھا سو وہ

الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۚ وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ

پچھلے جہان میں بھی اندھا ہے اور بہت دور پڑا ہوا راہ سے اور وہ لوگ تو چاہتے تھے کہ تجھ کو بچلا دیں

عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرَىٰ عَلَيْنَا غَيْرَهُ ۚ

اس چیز سے کہ جو وحی بھیجی ہم نے تیری طرف تاکہ جھوٹ بنا لائے تو ہم پر وحی کے سوا

وَإِذَا لَاتُخَذُوكَ خَلِيلًا ۚ وَلَوْ لَا أَنْ تَبْتَلِكَ لَقَدْ

اور تب تو بنا لیتے تجھ کو دوست اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے تجھ کو سنبھالے رکھا تو

◆ بنی آدم کی فضیلت | یعنی آدمی کو حسن صورت، نطق، تدبیر اور عقل و حواس عنایت فرمائے جن سے دنیوی و اخروی مضار و منافع کو سمجھتا اور اچھے برے میں تفریق کرتا ہے۔ ہر طرف ترقی کی راہیں اس کے لئے کھلی ہیں دوسری مخلوقات کو قابو میں لا کر اپنے کام میں لگاتا ہے۔ خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر یا دوسری طرح طرح کی گاڑیوں میں سفر کرتا اور سمندروں کو کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ

تفسیر عثمانی

بے تکلف طے کرتا چلا جاتا ہے۔ قسم قسم کے عمدہ کھانے، کپڑے، مکانات اور دنیوی آسائش و رہائش کے سامانوں سے منفع ہوتا ہے۔ ان ہی آدمیوں کے سب سے پہلے باپ آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے مجبور ملائکہ اور انکے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کل مخلوقات کا سردار بنایا۔ غرض نوع انسانی کو حق تعالیٰ نے کئی حیثیت سے عزت اور بڑائی دیکر اپنی بہت بڑی مخلوق پر فضیلت دی۔ اوپر کے رکوع میں آدم کی نسبت شیطان کا ہذا اللہ الذی کمرہت علیٰ کہنا اور ملائکہ کا آدم کو سجدہ کرنا، پھر بنی آدم کو کشتی کے ذریعہ دریائی سفر طے کرانا مذکور تھا۔ اس آیت کا مضمون مضامین مذکورہ بالا سے صاف طور پر مربوط ہے۔ تنبیہ مفسرین نے اس آیت کے تحت میں یہ بحث چھیڑ دی ہے کہ ملائکہ اور بشر میں کون افضل ہے کون مفضل۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ آیت سے اس مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ حنفیہ کی رائے یہ نقل کی ہے کہ ”رسل بشر“ ”رسل ملائکہ“ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ (باستثناء رسل بشر کے) باقی تمام فرشتوں اور آدمیوں سے افضل ہیں۔ اور عام فرشتوں کو عام آدمیوں پر فضیلت حاصل ہے واللہ اعلم۔

♦ حشر میں اعمال ناموں کی تقسیم | یہاں یہ بتلانا ہے کہ دنیا میں فطری حیثیت سے انسان کو جو عزت و فضیلت بخشی تھی اس نے کہاں تک قائم رکھی اور کتنے ہیں جنہوں نے انسانی عزت و شرف کو خاک میں ملا دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر فرقہ اس چیز کی معیت میں حاضر ہوگا جس کی پیروی اور اتباع کرتا تھا۔ مثلاً مومنین کے نبی، کتاب، دینی پیشوا، یا کفار کے مذہبی سردار، بڑے شیطان اور جھوٹے معبود، جنہیں فرمایا ہے ”وَجَعَلْنَا هُمْ اُمَّةً يَدْعُونَ اِلَى النَّارِ“ (القصص رکوع ۴) اور حدیث میں ہے ”لَتَتَّبِعَ كُلُّ اُمَّةٍ مَّا كَانَتْ تَعْبُدُ“ الخ اس وقت تمام آدمیوں کے اعمال نامے ان کے پاس پہنچا دیے جائیں گے۔ کسی کا اعمال نامہ سامنے سے داہنے ہاتھ میں اور کسی کا پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پہنچ جائے گا۔ گویا یہ ایک حسی علامت ان کے مقبول یا مردود ہونے کی سمجھی جائے گی۔ ”اصحاب یمن“ (داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ پکڑنے والے) وہ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں حق کو قبول کر کے اپنی فطری شرافت اور انسانی کرامت کو باقی رکھا۔ جس طرح دنیا میں انہوں نے دیکھ بھال کر اور سوچ سمجھ کر کام کئے، آخرت میں ان کی وہ احتیاط کام آئی۔ اس دن وہ خوشی سے پھولے نہ سائیں گے، بڑے سرور و انبساط سے اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے اور دوسروں کو کہیں گے ”ہَاؤُمْ اَقْرَبُ وَاكْتَابِيَةٌ“ (الحاقہ رکوع ۱) کہ آؤ میری کتاب پڑھ لو۔ باقی دوسرے لوگ یعنی ”اصحاب شمال“ ان کا کچھ حال اگلی آیت میں بیان فرمایا ہے (بعض نے لفظ ”امام“ سے خود اعمال نامہ مراد لیا ہے کیونکہ وہاں لوگ اس کے پیچھے چلیں گے)

♦ یعنی کھجور کی گٹھلی کے درمیان جو ایک باریک دھاگا سا ہوتا ہے، اتنا ظلم بھی وہاں نہ ہوگا۔ ہر ایک کی محنت کا پورا بلکہ پورے سے زیادہ پھل ملے گا۔
♦ دنیا اور آخرت کے اندھے | یعنی یہاں ہدایت کی راہ سے اندھا رہا، ویسا ہی آخرت میں بہشت کی راہ سے اندھا ہے اور بہت دور پڑا ہے۔ (موضح القرآن) یہ ”اصحاب یمن“ کے بالمقابل ”اصحاب شمال“ کا ذکر ہوا۔ بعض نے ”وَاصْلُ سَبِيْلًا“ کا مطلب یہ لیا ہے کہ دنیا میں تو تلافی مافات کا امکان تھا، آخرت میں اس سے بھی دور جا پڑا۔ کیونکہ اب تدارک و تلافی کا امکان ہی نہیں رہا۔

♦ کفار مکہ کی احمقانہ تجویز | یعنی بعض اندھے ایسے شریر ہیں کہ خود تو راہ پر کیا آتے بڑے بڑے سوانکھوں کو بچلانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ کفار مکہ کی اس بے حیائی اور جسارت کو دیکھئے کہ آپ پر ڈورے ڈالتے ہیں کہ خدا نے جو احکام دیے اور وحی بھیجی اس کا ایک حصہ ان کی خاطر سے آپ (معاذ اللہ) چھوڑ دیں یا بدل ڈالیں۔ کبھی حکومت، دولت اور حسین عورتوں کا لالچ دیتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہم آپ کے تابع ہو جائیں گے، قرآن میں سے صرف وہ حصہ نکال دیجئے جو شرک و بت پرستی کے رد میں ہے۔ اگر آپ (العیاذ باللہ) بفرض محال ایسا کر گزرتے تو بیشک وہ آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے۔ لیکن آپ کا جواب یہ تھا کہ خدا کی قسم اگر تم چاند اتار کر میری ایک مٹھی میں اور سورج اتار کر دوسری مٹھی میں رکھ دو تب بھی محمد (ﷺ) اس چیز کو چھوڑنے والا نہیں جس کے لئے خدا نے اسے کھڑا کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنا کام پورا کرے یا اس راستہ سے گزر جائے۔

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

كِدْتُمْ تَرْكُنْ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ﴿٤٣﴾ إِذَا لَادَقُنْكَ ضِعْفًا

تو لگ جاتا جھکنے ان کی طرف تھوڑا سا تھ تو ضرور چکھاتے ہم تجھ کو دونا

الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ﴿٤٥﴾

مذہ زندگی میں اور دونا مرنے میں پھرنہ پاتا تو اپنے واسطے ہم پر مدد کرنے والا

وَأَنْ كَادُوا لَيَسْتَفِرُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ

اور وہ تو چاہتے تھے کہ گھبرا دیں تجھ کو اس زمین سے تاکہ نکال دیں تجھ کو

مِنْهَا وَإِذَا لَا يَلْبَثُونَ خَلْفَكَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٤٦﴾ سُنَّةَ

یہاں سے اور اس وقت نہ ٹھہریں گے وہ بھی تیرے پیچھے مگر تھوڑا دستور

مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا

چلا آتا ہے ان رسولوں کا جو تجھ سے پہلے بھیجے ہم نے اپنے پیغمبر اور نہ پائے گا تو ہمارے دستور میں

تَحْوِيلًا ﴿٤٧﴾ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ

تفاوت قائم رکھ نماز کو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک

وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ﴿٤٨﴾ وَ

اور قرآن پڑھنا فجر کا بے شک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے روبرو اور

مِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ

کچھ رات جاگتارہ قرآن کے ساتھ (اس میں) یہ زیادتی (بڑھوتری) ہے تیرے لیے قریب ہے کہ کھڑا کر دے تجھ کو

◆ آنحضرت کی بے مثال ثابت قدمی "تَرْكُنْ" رکون سے ہے جو ادنیٰ جھکاؤ، اور خفیف میلان قلب کو کہتے ہیں اس کے ساتھ "شَيْئًا قَلِيلًا" بڑھایا گیا تو ادنیٰ سے ادنیٰ ترین مراد ہوگا۔ پھر "لَقَدْ كَذَّبْتَ" فرما کر اس کے وقوع کو اور بھی گھٹا دیا۔ یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ معصوم پیغمبر ہیں جن کی عصمت کی سنبھال حق تعالیٰ اپنے فضل خصوصی سے کرتا ہے تو ان چالاک شریروں کی

قریب باز یوں سے بہت ہی تھوڑا سا ادھر جھکنے کے قریب ہو جاتے مگر انبیاء کی عصمت کا تکفل ان کا پروردگار کر چکا ہے۔ اس لئے اتنا خفیف جھکاؤ بھی نہ پایا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ میں تقویٰ کی فطری قوت کس قدر مضبوط اور ناقابلِ تزلزل تھی۔

◆ کلمہ عتاب سے آنحضرتؐ کے شرف کا بیان | اس سے بھی حضورؐ کے فضل و شرف کا نہایت لطیف پیرایہ میں اظہار مقصود

ہے۔ مقربین کے لئے جیسے انعامات بہت بڑے ہیں ”نزدیکاں را بیش بود حیرانی“ کے قاعدہ سے ان کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی یا کوتاہی پر عتاب بھی کہیں زیادہ ہوتا ہے جیسے ازواجِ مطہرات کو فرمایا ”يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ“ (الاحزاب رکوع ۴۷) تو بتلادیا کہ آپ کا مرتبہ معمولی نہیں۔ اگر بفرض محال ادنیٰ سے ادنیٰ غلطی ہو تو دنیا میں اور بر رخ و آخرت میں دو گنا مزہ چکھا پڑے۔ مومن کو چاہئے کہ ان آیات کو تلاوت کرتے وقت دوزانو بیٹھ کر انتہائی خوف و خشیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی شانِ جلال و جبروت میں غور کرے اور وہی کہے جو حضورؐ نے فرمایا ”اللَّهُمَّ لَا تَكَلِّبْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ“ خداوند! چشمِ زدن کے لئے بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے یعنی ہمیشہ اپنی ہی حفاظت و کفالت میں رکھیے۔

◆ یعنی چاہتے ہیں کہ تجھے تنگ کر کے اور گھبرا کر مکہ سے نکال دیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ ایسا کیا تو وہ خود زیادہ دنوں تک یہاں نہ رہ سکیں گے چنانچہ اسی طرح واقع ہوا۔ ان کے ظلم و ستم حضورؐ کی ہجرت کا سبب بنے۔ آپؐ کا مکہ سے تشریف لے جانا تھا کہ تقریباً ڈیڑھ سال بعد مکہ کے بڑے بڑے نامور سردار گھروں سے نکل کر میدان ”بدر“ میں نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک ہوئے۔ اور اس کے پانچ چھ سال بعد مکہ پر اسلام کا قبضہ ہو گیا۔ کفار کی حکومت و شوکت تباہ ہو گئی اور بالآخر بہت قلیل مدت گزرنے پر مکہ بلکہ پورے جزیرہ العرب میں پیغمبر علیہ السلام کا ایک مخالف بھی باقی نہ رہا۔

◆ یعنی ہمارا یہ ہی دستور رہا ہے کہ جب کسی بستی میں پیغمبر خدا کو نہ رہنے دیا تو بستی والے خود نہ رہے۔

◆ یعنی ان کی منصوبہ باز یوں کی کچھ فکر نہ کیجئے۔ آپ اپنے مالک کی طرف متوجہ رہیں اور نمازوں کو ٹھیک ٹھیک قائم رکھیں۔ تعلق مع اللہ وہ چیز ہے جو انسان کو تمام مشکلات و نوائب پر غالب کر دیتی ہے ”وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ“ (بقرہ رکوع ۵)

◆ نمازوں کا بیان | اس میں چار نمازیں آگئیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء جمع بین الصلوٰتین کے مسئلہ سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ اور اگر جمع کا اشارہ نکالا جائے تو دو نہیں چار نمازوں کے جمع کرنے کی مشروعیت اس سے نکلے گی۔ ہاں بشرط ذوق صحیح یہ استنباط کیا جاسکتا ہے کہ ظہر میں تعجیل اور عشاء میں تاخیر مستحب ہونی چاہئے الا لعارض۔

◆ یعنی نماز فجر میں شاید ”قرآن الفجر“ سے تعبیر کرنے میں یہ اشارہ ہو کہ تطویل قراءت فجر میں مطلوب ہے۔

◆ ملائکہ لیل و نہار | حدیث میں ہے کہ فجر و عصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے۔ لہذا ان دو وقتوں میں لیل و نہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہماری قراءت اور نماز ان کے روبرو ہوئی جو مزید برکت و سکینہ کا موجب ہے، اور اس وقت اوپر جانے والے فرشتے خدا کے ہاں شہادت دیں گے کہ جب گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور جب آئے تب بھی۔ اس کے علاوہ صبح کے وقت یوں بھی آدمی کا دل حاضر اور مجتمع ہوتا ہے۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی“ نیند سے جاگ کر (تہجد میں) قرآن پڑھا کر۔ یہ حکم سب سے زیادہ تجھ پر کیا ہے کہ تجھ کو مرتبہ (سب سے) بڑا دینا ہے۔

رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَبِّ ادْخِلْنِي مُدْخَلَ

تیرا رب مقام محمود میں (تعریف کے مقام میں) اور کہہ اے رب داخل کر مجھ کو

صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَأَجْعَلْ لِي مِنْ

داخل کرنا اور نکال مجھ کو سچا نکالنا اور عطا کر دے مجھ کو

لَدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ

اپنے پاس سے حکومت کی مدد اور کہہ اپنے پاس سے حکومت کی مدد اور نکال بھاگا

الْبٰطِلُ ط إِنَّ الْبٰطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنزِلُ مِنْ

جھوٹ بے شک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا اور ہم اتارتے ہیں

الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ

قرآن میں سے جس سے روگ دفع ہوں اور رحمت ایمان والوں کے واسطے اور

الظَّالِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَا اَنْعَمْنَا عَلٰى الْاِنْسَانِ

گنہگاروں کو تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے اور جب ہم آرام بھیجیں انسان پر

اَعْرَضَ وَاِنَّا بِجَانِبِهِ ﴿۸۳﴾ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَؤُوسًا ﴿۸۴﴾

تو ٹال جائے اور بچائے اپنا پہلو اور جب پہنچے اس کو بُرائی تو رہ جائے مایوس ہو کر (آس توڑ کر)

قُلْ كُلُّ يَعْْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۝ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ

تو کہہ ہر ایک (کوئی) کام کرتا ہے اپنے ڈھنگ پر سو تیرا رب خوب جانتا ہے کس نے

﴿۸۱﴾ آنحضرت کیلئے مقام محمود "مقام محمود" شفاعتِ عظمیٰ کا مقام ہے۔ جب کوئی پیغمبر نہ بول سکے گا تب آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے خلقت کو تکلیف سے چھڑائیں گے۔ اس وقت ہر شخص کی زبان پر آپ کی حمد (تعریف) ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ کی تعریف کرے گا۔ گویا شانِ محمدیت کا پورا پورا ظہور اس وقت ہوگا۔ تنبیہ "مقام محمود" کی یہ تفسیر صحیح حدیثوں میں آئی ہے اور بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں شفاعتِ کبریٰ کا نہایت مفصل بیان موجود ہے۔ شارحین نے حضور کے لئے دس قسم کی

تفسیر

شفا عتیس ثابت کی ہیں۔ فتح الباری میں ملاحظہ کر لیا جائے۔

◆ آنحضرتؐ کو ایک دعاء کی تعلیم | یعنی جہاں مجھے پہنچانا ہے (مثلاً مدینہ میں) نہایت آبرو اور خوبی و خوش اسلوبی سے پہنچا کہ حق کا بول بالا رہے۔ اور جہاں سے نکالنا یعنی علیحدہ کرنا ہو (مثلاً مکہ سے) تو وہ بھی آبرو اور خوبی و خوش اسلوبی سے ہو کہ دشمن ذلیل و خوار اور دوست شاداں و فرحاں ہوں اور بہر صورت سچائی کی فتح اور جھوٹ کا سر نیچا ہو۔

◆ یعنی غلبہ اور تسلط عنایت فرما جس کے ساتھ تیری مدد و نصرت ہوتا کہ حق کا بول بالا رہے اور معاندین ذلیل و پست ہوں۔ دنیا میں کوئی قانون ہو سماوی یا ارضی اس کے نفاذ کے لئے ایک درجہ میں ضروری ہے کہ حکومت کی مدد ہو۔ جو لوگ دلائل و براہین سننے اور آفتاب کی طرح حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی ضد و عناد پر قائم رہیں ان کے ضرر و فساد کو حکومت کی مدد ہی روک سکتی ہے۔ اسی لئے سورۃ حدید میں فرمایا "لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ" الی آخر (حدید رکوع ۳)

◆ غلبہ حق کی پیشینگوئی | یہ عظیم الشان پیشگوئی مکہ میں کی گئی جہاں بظاہر کوئی سامان غلبہ حق کا نہ تھا۔ یعنی کہہ دو قرآن کریم مومنین کو بشارتیں سناتا ہوا اور باطل کو کچلتا ہوا آ پہنچا۔ بس سمجھ لو کہ اب دین حق غالب ہوا اور کفر بھاگا۔ نہ صرف مکہ سے بلکہ سارے عرب سے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ ایک چھڑی سے سب پر ضرب لگاتے اور فرماتے تھے۔ "جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا. جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِي الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ" ہر ایک اوندھے منہ گر جاتا تھا۔ اس طرح قرآن کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی اور دوسری کا اعلان کیا گیا کہ جو کفر کعبہ سے نکل بھاگا ہے آئندہ کبھی واپس نہ آئے گا۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ

◆ قرآن کریم شفاء و رحمت ہے | یعنی جس طرح حق کے آنے سے باطل بھاگ جاتا ہے، قرآن کی آیات سے جو بتدریج اترتی رہتی ہیں روحانی بیماریاں دور ہوتی ہیں، دلوں سے عقائد باطلہ، اخلاق ذمیرہ اور شکوک و شبہات کے روگ مٹ کر صحت باطنی حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس کی مبارک تاثیر سے بدنی صحت بھی حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ "روح المعانی" اور "زاد المعاد" وغیرہ میں اس کا فلسفہ اور تجربہ بیان کیا گیا ہے۔ بہر حال جو لوگ ایمان لائیں یعنی اس نسخہ شفا کو استعمال کریں گے، تمام قلبی و روحانی امراض سے نجات پا کر خدا تعالیٰ کی رحمت خصوصی اور ظاہری و باطنی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔ ہاں جو مریض اپنی جان کا دشمن طیبیب اور علاج سے دشمنی ہی کی ٹھان لے تو ظاہر ہے کہ جس قدر علاج و دوا سے نفرت کر کے دور بھاگے گا اسی قدر نقصان اٹھائے گا۔ کیونکہ مرض امتداد زمانہ سے مہلک ہوتا جائے گا جو آخر جان لیکر چھوڑے گا۔ تو یہ آفت قرآن کی طرف سے نہیں، خود مریض ظالم کی طرف سے آئی کما قال تعالیٰ۔ "وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ" (توبہ رکوع ۱۶)

◆ انسان کی عجیب خصلت | یعنی انسان کا عجیب حال ہے خدا تعالیٰ اپنے فضل سے نعمتیں دیتا ہے تو احسان نہیں مانتا۔ جتنا عیش و آرام ملے اسی قدر منعم حقیقی کی طرف سے اس کی غفلت و اعراض بڑھتا ہے اور فرائض بندگی سے پہلو بچا کر کھسکنا چاہتا ہے۔ پھر جب سخت اور برا وقت آیا تو ایک دم آس توڑ کر اور ناامید ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ گویا دونوں حالتوں میں خدا سے بے تعلق رہا۔ کبھی غفلت کی بناء پر، کبھی مایوسی کی (نعوذ باللہ من کلا الحالین)۔ یہ مضمون غالباً اس لئے بیان فرمایا کہ قرآن جو سب سے بڑی نعمت الہی ہے، بہت لوگ اس کی قدر نہیں پہنچاتے بلکہ اس کے ماننے سے اعراض و پہلو تہی کرتے ہیں۔ پھر جب اس کفران نعمت اور اعراض و انکار کا برانہجہ سامنے آئے گا اس وقت قطعاً مایوسی ہوگی کسی طرف امید کی جھلک نظر نہ پڑے گی۔

هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ۝ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلْ

خوب پالیا راستہ ۝ اور تجھ سے پوچھتے ہیں ۝ روح کو ۝ کہہ دے

الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝

روح ہے میرے رب کے حکم سے اور تم کو علم دیا ہے تھوڑا سا (خبر دی ہے تھوڑی سی)

یعنی ہر ایک کافر و مومن اور معرض مقبل اپنے اپنے طریقے، طبیعت اور مذہب پر چلتا اور اسی میں مگن رہتا ہے۔ لیکن یاد رہے خدا کے علم محیط سے کسی شخص کا کوئی عمل باہر نہیں ہو سکتا وہ ہر ایک کے طریق عمل اور حرکات و سکنات کو برابر دیکھ رہا ہے اور بخوبی جانتا ہے کہ کون کتنا سیدھا چلتا ہے اور کس میں کس قدر کجروی و کجراہی ہے ہر ایک کے ساتھ اسی کے موافق برتاؤ کرے گا۔

روح کے بارے میں آنحضرتؐ سے سوال | یعنی روح انسانی کیا چیز ہے؟ اس کی ماہیت و حقیقت کیا ہے؟ یہ سوال صحیحین

کی روایت کے موافق یہود مدینہ نے آنحضرتؐ کے آزمانے کو کیا تھا۔ اور سیر کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں قریش نے یہود کے مشورہ سے یہ سوال کیا۔ اسی لئے آیت کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے، ممکن ہے نزول مکرر ہوا ہو واللہ اعلم۔ یہاں اس سوال کے درج کرنے سے غالباً یہ مقصود ہوگا کہ جن چیزوں کے سمجھنے کی ان لوگوں کو ضرورت ہے ادھر سے تو اعراض کرتے ہیں اور غیر ضروری مسائل میں ازراہ تعنت و عناد جھگڑتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس کی تھی کہ وحی قرآنی کی روح سے باطنی زندگی حاصل کرتے اور اس نسخہ شفا سے فائدہ اٹھاتے "وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا" (شوریٰ رکوع ۵) "يُنزِلُ الْمَلَائِكَةُ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ" (نحل رکوع ۱) مگر انہیں دوران کار اور معاندانہ بحثوں سے فرصت کہاں۔ "روح" کیا ہے؟

جو ہرے یا عرض؟ مادی ہے یا مجرد؟ بسیط ہے یا مرکب؟ اس قسم کے غامض اور بے ضرورت مسائل کے سمجھنے پر نہ نجات موقوف ہے نہ یہ بحثیں انبیاء کے فرائض تبلیغ سے تعلق رکھتی ہیں۔ بڑے بڑے حکماء اور فلاسفر آج تک خود "مادہ" کی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکے "روح" جو بہر حال "مادہ" سے کہیں زیادہ لطیف و خفی ہے اس کی اصل ماہیت و کثرت تک پہنچنے کی پھر کیا امید کی جاسکتی ہے۔ مشرکین مکہ کی جہالات اور یہود مدینہ کی اسرائیلیات کا مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہے کہ جو قوم موٹی موٹی باتوں اور نہایت واضح حقائق کو نہیں سمجھ سکتی، وہ روح کی حقائق پر دسترس پانے کی کیا خاک استعداد و اہلیت رکھتی ہوگی؟ تو کارز میں راگو ساختی کہ با آسماں نیز پروا ختی

عالم امر اور عالم خلق کی علمی تحقیق | موضح القرآن میں ہے کہ "حضرت کے آزمانے کو یہود نے پوچھا، سوال اللہ نے (کھول) نہ بتایا

کیونکہ ان کو سمجھنے کا حوصلہ نہ تھا۔ آگے پیغمبروں نے بھی مخلوق سے ایسی باتیں نہیں کیں۔ اتنا جاننا کافی ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آ پڑی، وہ جی اٹھا، جب نکل گئی مر گیا۔" تنبیہ | حق تعالیٰ کا کلام اپنے اندر عجیب و غریب اعجاز رکھتا ہے۔ روح کے متعلق یہاں جو کچھ فرمایا اس کا سطحی مضمون عوام اور قاصر الفہم یا کجرو معاندین کے لئے کافی ہے۔ لیکن اسی سطح کے نیچے، ان ہی مختصر الفاظ کی تہ میں روح کے متعلق وہ بصیرت افروز حقائق مستور ہیں جو بڑے سے بڑے عالی دماغ نکتہ رس فلسفی اور ایک عارف کامل کی راہ طلب و تحقیق میں چراغ ہدایت کا کام دیتی ہیں۔ روح کے متعلق عہد قدیم سے جو سلسلہ تحقیقات کا جاری ہے وہ آج تک ختم نہیں ہوا، اور نہ شاید ہو سکے۔ روح کی اصلی کثرت و حقیقت تک پہنچنے کا دعویٰ تو بہت ہی مشکل ہے۔ کیونکہ ابھی تک کتنی ہی محسوسات ہیں جن کی کثرت و حقیقت معلوم کرنے سے ہم عاجز رہے ہیں تاہم میرے نزدیک آیات قرآنیہ سے روح کے متعلق ان چند نظریات پر صاف روشنی پڑتی ہے۔ (۱) انسان میں اس مادی جسم کے علاوہ کوئی اور چیز موجود ہے جسے "روح" کہتے ہیں، وہ "عالم امر" کی چیز ہے اور خدا کے حکم و ارادہ سے فائز ہوتی ہے۔ "قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي"۔ "خَلَقَهُ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ

قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ“ (آل عمران رکوع ۶) ”ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ“ (المؤمنون رکوع ۱۷) ”إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ“ (نحل رکوع ۵) روح کی صفات علم و شعور وغیرہ بتدریج کمال کو پہنچتی ہیں اور ارواح میں حصول کمال کے اعتبار سے بے حد تفاوت و فرق مراتب ہے۔ حتیٰ کہ خدا تعالیٰ کی تربیت سے ایک روح ایسے بلند اور اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتی ہے جہاں دوسری ارواح کی قطعاً رسائی نہ ہو سکے، جیسے روح محمدی ﷺ پہنچی۔ بشیر الیہ اضافة الامر الی الرب والرب الی یاء المتکلم المراد بہ ہہنا محمد صلعم و قوله، تعالیٰ فیما بعد ”قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ“ (۳) مگر اس کے یہ کمالات ذاتی نہیں۔ وہاب حقیقی کے عطاء کئے ہوئے ہیں اور محدود ہیں۔ یدل علیہ قولہ تعالیٰ ”وَمَا أُوْتِيتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا“ فان العلم قد اتاه من مفيض آخر وهو قليل فی جنب علم اللہ تعالیٰ کما قال تعالیٰ ”قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدادًا لَکَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَذَ کَلِمَاتِ رَبِّي“ (کہف رکوع ۱۲) ”وَلَوْ أَنَّ مِائِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفَدَتْ کَلِمَاتِ اللَّهِ“ (القلم رکوع ۳) ”وَيَدُلُّ عَلَى تَحْدِيدِ الْقُدْرَةِ قَوْلُ تَعَالَىٰ فِيمَا بَعْدَ رِذْوَانِ الْقَوْلِ لَمْ“ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا نَّارًا“ ”قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا“ ”روح انسانی خواہ علم و قدرت وغیرہ صفات میں کتنی ہی ترقی کر جائے حتیٰ کہ اپنے تمام ہم جنسوں سے گئے سبقت لیجائے پھر بھی اس کی صفات محدود رہتی ہیں، صفات باری کی طرف لامحدود نہیں ہو جاتیں اور یہ ہی بڑی دلیل اس کی ہے کہ آریوں کے عقیدہ کے موافق روح خدا سے علیحدہ کوئی قدیم وغیر مخلوق ہستی نہیں ہو سکتی ورنہ تحدید کہاں سے آئی۔ (۴) کتنی ہی بڑی کامل روح ہو، حق تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ جس وقت چاہے اس سے کمالات سلب کر لے۔ گو اس کے فضل و رحمت سے کبھی ایسا کرنے کی نوبت نہ آئے۔ یدل علیہ قولہ تعالیٰ ”وَلَسِنُ يُشْنَا لِنَدَّهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا إِلَّا رَحْمَةً مِن رَّبِّكَ إِنْ فَضَّلْنَا كَانَ عَلَيْكَ تَكْبِيرًا“ یہ چند اصول جو ہم نے بیان کئے اہل فہم کو سبق آیات میں ادنیٰ تا مل کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ صرف ایک ”عالم امر“ کا لفظ ہے جس کی مناسب تشریح ضروری ہے اور جس کے سمجھنے سے امید ہے روح کی معرفت حاصل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ لفظ ”امر“ قرآن کریم میں بیسیوں جگہ آیا اور اس کے معنی کی تعیین میں علماء نے کافی کام کیا ہے لیکن میری غرض اس وقت سورہ ”اعراف“ کی آیت ”إِلَّا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ“ کی طرف توجہ دلانا ہے جہاں ”امر“ کو ”خلق“ کے مقابل رکھا ہے جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خدا کے یہاں دو مد بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں ایک ”خلق“ دوسرا ”امر“ دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس کو ہم سیاق آیات سے بسہولت سمجھ سکتے ہیں۔ پہلے فرمایا۔ ”إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ“ (اعراف رکوع ۷) ”يَقُولُ“ ”خَلَقَ“ ہوا۔ درمیان میں ”استواء علی العرش“ کا ذکر کر کے جوشان حکمرانی کو ظاہر کرتا ہے فرمایا۔ ”يُعْشَى الْيَلَّ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حِينًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مَسْخُورَاتٌ بِأَمْرِهِ“ (اعراف رکوع ۷) یعنی ان مخلوقات کو ایک معین و محکم نظام پر چلاتے رہنا جسے تدبیر و تصریف کہہ سکتے ہیں۔ یہ ”امر“ ہوا۔ ”اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَنْزِلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ“ (طلاق رکوع ۲) گو یاد دنیا کی مثال ایک بڑے کارخانہ کی سمجھو جس میں مختلف قسم کی مشینیں لگی ہوں۔ کوئی کپڑا بن رہی ہے کوئی آٹا پیس رہی ہے کوئی کتاب چھاپتی ہے کوئی شہر میں روشنی پہنچا رہی ہے۔ کسی سے نکلے چل رہے ہیں وغیر ذالک۔ ہر ایک مشین میں بہت سے کل پرزے ہیں جو مشین کی غرض و غایت کا لحاظ کر کے ایک معین اندازے سے ڈھالے جاتے اور لگائے جاتے ہیں۔ پھر سب پرزے جوڑ کر مشین کو فنٹ کیا جاتا ہے۔ جب تمام مشینیں فنٹ ہو کر کھڑی ہو جاتی ہیں، تب الیکٹریک (بجلی) کے خزانہ سے ہر مشین کی طرف سے جدا جدا راستہ سے کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ آن واحد میں ساکن و خاموش مشینیں اپنی اپنی ساخت کے موافق گھومنے اور کام کرنے لگ جاتی ہیں۔ بجلی ہر مشین اور ہر پرزہ کو اس کی مخصوص ساخت اور غرض کے مطابق گھماتی ہے۔ حتیٰ کہ جو قلیل و کثیر کھربا یہ روشنی کے لیپوں اور قمتوں میں پہنچتی ہے، وہاں پہنچ کر ان ہی قمتوں کی ہیئت اور رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ اس مثال میں یہ بات واضح ہو گئی کہ مشین کا ڈھانچہ تیار کرنا، اس کے کل پرزوں کا ٹھیک اندازہ پر رکھنا، پھر فنٹ کرنا، ایک سلسلہ کے کام ہیں۔ جس کی تکمیل کے بعد مشین کو چالو کرنے کے لئے ایک دوسری چیز (بجلی یا اسٹیم) اس کے خزانہ سے لانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سمجھ لو حق تعالیٰ نے اول

آسمان وزمین کی تمام مشینیں بنائیں جس کو "خَلْق" کہتے ہیں، ہر چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کے موافق تیار کیا جائے "تقدیر کہا گیا ہے۔" قَدْرَةٌ تَقْدِيرًا "سب کل پرزوں کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جائے "تصویر" کہتے ہیں۔ "خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ" (اعراف رکوع ۶) یہ سب افعال خلق کی مد میں تھے۔ اب ضرورت تھی کہ جس مشین کو جس کام میں لگانا ہے لگا دیا جائے۔ آخر مشین کو چالو کرنے کے لئے "امر الہی" کی بجلی چھوڑ دی گئی۔ شاید اس کا تعلق اسم "باری" سے ہے۔ "الْحَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ" (الحشر رکوع ۳) وہی الحدیث "فَلَقَّ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسْمَةَ" وہی سورۃ الحدید "مَنْ قَبْلَ أَنْ تَبْرَأَهَا" اسی النفوس کما هو مروی عن ابن عباس وقتادة والحسن۔

گن فیکون کی علمی توجہ یہ | غرض اہل علم سے علم ہوا "چل" فوراً چلنے لگی۔ اسی "امر الہی" کو فرمایا "انصأ امره اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون" (یس رکوع ۵) دوسری جگہ نہایت وضاحت کے ساتھ امر "کن" کو خلق جسد پر مرتب کرتے ہوئے اشارہ ہوا۔ "خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ" (آل عمران رکوع ۶) بلکہ تنبیح سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں "كُنْ فَيَكُونُ" کا مضمون جتنے مواضع میں آیا عموماً خلق وابداع کے ذکر کے بعد آیا ہے۔ جس سے خیال گذرتا ہے کہ کلمہ "كُنْ" کا خطاب "خلق" کے بعد تدبیر و تصرف وغیرہ کے لئے ہوتا ہوگا۔ واللہ اعلم۔ بہر حال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں "امر" کے معنی "حکم" کے ہیں اور وہ حکم یہ ہی ہے جسے لفظ "كُنْ" سے تعبیر کیا گیا۔ اور "كُنْ" جنس کلام سے ہے جو حق تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے۔ جس طرح ہم اس کی تمامی صفات (مثلاً حیات، سمع، بصر وغیرہ) کو بلا کیف تسلیم کرتے ہیں، کلام اللہ وکلمۃ اللہ کے متعلق بھی یہی مسلک رکھنا چاہئے۔ خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ "روح" کے ساتھ اکثر جگہ قرآن میں امر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً "قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي. وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا يُلْقَى الرُّوحُ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ. يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ۔" اور پہلے گذر چکا کہ "امر" عبارت ہے کلمہ "كُنْ" سے یعنی وہ کلام انشائی جس سے مخلوقات کی تدبیر و تصرف اس طریقہ پر کی جائے جس پر غرض ایجاد و تکوین مرتب ہو۔ لہذا ثابت ہوا کہ "روح" کا مبدأ حق تعالیٰ کی صفت کلام ہے جو صفت علم کے ماتحت ہے۔ شاید اسی لئے "نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي" میں اسے اپنی طرف منسوب کیا "کلام" اور "امر" کی نسبت متکلم اور امر سے "صادر" و "مصدور" کی ہوتی ہے۔ "مخلوق" و "خالق" کی نہیں ہوتی۔ اسی لئے "الْأَلَهُ الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ" میں "امر" کو "خلق" کے مقابل رکھا۔

روح کی حقیقت | ہاں یہ امر "کن" باری تعالیٰ شانہ سے صادر ہو کر ممکن ہے جو ہر مجرد کے لباس میں یا ایک "ملک اکبر" اور "روح اعظم" کی صورت میں ظہور پکڑے۔ جس کا ذکر بعض آثار میں ہوا ہے اور جسے ہم "کہر بانیہ روحیہ" کا خزانہ کہہ سکتے ہیں۔ گویا ہمیں سے روح حیات کی لہریں دنیا کی ذوی الارواح پر تقسیم کی جاتی ہیں اور الارواح جنود مجتذہ الخ کے بے شمار تاروں کا میٹیں کنکشن ہوتا ہے۔ اب جو کرنٹ چھوٹی بڑی بے شمار مشینوں کی طرف چھوڑا جاتا ہے وہ مشین سے اس کی بناوٹ اور استعداد کے موافق کام لیتا اور اس کی ساخت کے مناسب حرکت دیتا ہے بلکہ جن لیمپوں اور قلموں میں یہ بجلی پہنچتی ہے ان ہی کے مناسب رنگ و ہیئت اختیار کر لیتی ہے۔ رہی یہ بات کہ "کن" کا حکم جو قسم کلام سے ہے، جو ہر مجرد یا جسم نورانی لطیف کی شکل کیونکر اختیار کر سکتا ہے۔ اسے یوں سمجھ لو کہ تمام عقلاء اس پر متفق ہیں کہ ہم خواب میں جو اشکال و صورت دیکھتے ہیں، بعض اوقات وہ محض ہمارے خیالات ہوتے ہیں جو دریا، پہاڑ، شیر، بھیڑیے وغیرہ کی شکلوں میں نظر آتے ہیں۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ خیالات جو اعراض ہیں اور دماغ کے ساتھ قائم ہیں وہ جو ہر و اجسام کیونکر بن گئے اور کس طرح ان میں اجسام کے لوازم و خواص پیدا ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ خواب دیکھنے والے سے بیدار ہونے کے بعد بھی ان کے آثار جدا نہیں ہوتے۔ فی الحقیقت خدا تعالیٰ نے ہر انسان کو خواب کے ذریعہ سے بڑی بھاری ہدایت کی ہے کہ جب ایک آدمی کی قوت مصورہ میں اس نے اس قدر طاقت رکھی ہے کہ وہ اپنی بساط کے موافق غیر مجسم خیالات کو جسمی سانچے میں ڈھال لے اور ان میں وہ ہی خواص و آثار پاؤں اللہ پیدا کرے جو عالم بیداری میں اجسام سے وابستہ تھے۔ پھر تماشہ یہ ہے کہ وہ خیالات خواب دیکھنے والے کے دماغ سے ایک منٹ کو علیحدہ بھی نہیں ہوئے۔ ان کا ذہنی وجود بدستور قائم ہے تو کیا اس حقیر سے نمونہ کو دیکھ کر ہم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ ممکن ہے قادر مطلق اور مصور برحق جل و علا کا امر بے کیف (کن) باوجود صفت قائمہ بذاتہ تعالیٰ ہونے کے کسی ایک

یا متعدد صورتوں میں جلوہ گر ہو جائے۔ ان صورتوں کو ہم ارواح یا فرشتے یا کسی اور نام سے پکاریں۔ وہ ارواح و ملائکہ وغیرہ سب حادث ہوں اور ”امر الہی“ بحالہ قدیم رہے۔ امکان و حدوث کے آثار و احکام ارواح وغیرہ تک محدود ہیں اور ”امر الہی“ ان سے پاک و برتر ہو۔ جیسے جو صورت خیالیہ بحالت خواب آگ کی صورت میں نظر آتی ہے اس صورت نار یہ میں احراق، سوزش، گرمی وغیرہ سب آثار ہم محسوس کرتے ہیں حالانکہ اسی آگ کا تصور سا لہا سال بھی دماغوں میں رہے تو ہمیں ایک سکیئنڈ کے لئے یہ آثار محسوس نہیں ہوتے۔ پس کوئی شبہ نہیں کہ روح انسانی (خواہ جو ہر مجرد ہو یا جسم لطیف نورانی) ”امر ربی“ کا مظہر ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ مظہر کے سب احکام و آثار ظاہر پر جاری ہوں کما ہوا ظاہر۔ واضح رہے کہ جو کچھ ہم نے لکھا اور جو مثالیں پیش کیں ان سے مقصود محض تسہیل و تقریب الی الفہم ہے۔ ورنہ ایسی کوئی مثال دستیاب نہیں ہو سکتی جو ان حقائق غیبیہ پر پوری طرح منطبق ہو۔ اے بروں از وہم و قال و قبل من خاک بر فرق من و تمثیل من رہا یہ مسئلہ کہ روح جو ہر مجرد ہے جیسا کہ اکثر حکمائے قدیم اور صوفیہ کا مذہب ہے یا جسم نورانی لطیف جیسا کہ جمہور اہل حدیث وغیرہ کی رائے ہے۔ اس میں میرے نزدیک قول فیصل وہی ہے جو بقیۃ السلف بحر العلوم علامہ سید انور شاہ صاحب اطال اللہ بقاءہ نے فرمایا کہ بالفاظ عارف جامی یہاں تین چیزیں ہیں (۱) وہ جو ہر جن میں مادہ اور کیت دونوں ہوں جیسے ہمارے ابدان مادہ (۲) وہ جو ہر جن میں مادہ نہیں صرف کیت ہے جتنہیں صوفیہ اجسام مثالیہ کہتے ہیں (۳) وہ جو ہر جو مادہ اور کیت دونوں سے خالی ہوں جن کو صوفیہ ”ارواح“ یا حکماء جو ہر مجردہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ جمہور اہل شرع جس کو ”روح“ کہتے وہ صوفیہ کے نزدیک ”بدن مثالی“ سے موسوم ہے جو بدن مادی میں حلول کرتا ہے۔ اور بدن مادی کی طرح آنکھ، ناک، کان ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضاء رکھتا ہے۔ یہ روح بدن مادی سے کبھی جدا ہو جاتی ہے اور جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول الکلیفیت علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھ سکتی ہے جس سے بدن پر حالت موت طاری ہونے نہیں پاتی۔ گویا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کے موافق جو بغوی نے ”اللہ یتوفی الانفس حین موتھا“ کی تفسیر میں نقل کیا، اس وقت روح خود علیحدہ رہتی ہے مگر اس کی شعاع جسد میں پہنچ کر بقائے حیات کا سبب بنتی ہے۔ جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے۔ یا جیسے آج ہی میں نے ایک اخبار میں ایک تار پڑھا کہ ”حال ہی میں فرانس کے محکمہ پرواز نے ہوا بازوں کے بغیر طیارے چلا کر خفیہ تجربے کئے ہیں اور تعجب انگیز نتائج رونما ہوئے ہیں۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حال میں ایک خاص بم پھینکنے والا طیارہ بھیجا گیا تھا۔ جس میں کوئی شخص سوار نہ تھا۔ لیکن لاسکی کے ذریعہ سے وہ منزل مقصود پر پہنچایا گیا۔ اس طیارہ میں بم بھر کر وہاں گرائے گئے اور پھر وہ مرکز میں واپس لایا گیا۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ لاسکی کے ذریعہ سے ہوائی جہاز نے خود بخود جو کام کیا وہ ایسا مکمل ہے جیسا کسی ہوا باز کی مدد سے عمل میں آتا۔“ آج کل یورپ میں جو سوسائٹیاں روح کی تحقیقات کر رہی ہیں انہوں نے بعض ایسے مشاہدات بیان کئے ہیں کہ ایک روح جسم سے علیحدہ تھی، اور روح کی ٹانگ پر حملہ کرنے کا اثر جسم مادی کی ٹانگ پر ظاہر ہوا۔ بہر حال اہل شرع جو روح ثابت کرتے ہیں صوفیہ کو اس کا انکار نہیں بلکہ وہ اس کے اوپر ایک اور روح مجرد مانتے ہیں جس میں کوئی استحالہ نہیں بلکہ اگر اس روح مجرد کی بھی کوئی اور روح ہو اور آخر میں کثرت کا سارا سلسلہ سمٹ کر ”امر ربی“ کی وحدت پر منتہی ہو جائے تو انکار کی ضرورت نہیں۔ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ نے ”منطق الطیر“ میں کیا خوب فرمایا۔

ہم ز جملہ بیش و ہم پیش از ہمہ جملہ از خود دیدہ و خویش از ہمہ

جاں نہاں در جسم و او در جاں نہاں اے نہاں اندر نہاں اے جاں جاں

مذکورہ بالا تقریر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر چیز میں جو ”کن“ کی مخاطب ہوئی، روح حیات پائی جائے۔ بیشک میں یہ ہی سمجھتا ہوں کہ ہر مخلوق کی ہر ایک نوع کو اسکی استعداد کے موافق قوی یا ضعیف زندگی ملی ہے یعنی جس کام کے لئے وہ چیز پیدا کی گئی، ڈھانچہ تیار کر کے اس کو حکم دینا ”کن“ (اس کام میں لگ جا) بس یہ ہی اس کی روح حیات ہے جب تک اور جس حد تک یہ اپنی غرض ایجاد کو پورا کرے گی اسی حد تک زندہ سمجھی جائے گی۔ اور جس قدر اس سے بعید ہو کر معطل ہوتی جائے گی اسی قدر موت سے نزدیک یا مردہ کہلائے گی۔

گی۔ هذا ما عندی وعند الناس ما عندہم واللہ سجانہ، وتعالیٰ هو الملہم للصواب۔

وَلَيْنَ شِئْنَا لَنذَهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا

اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو ہم نے تجھ کو وحی بھیجی پھر

تَجِدُكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۝۸۶ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ

تو نہ پائے اپنے واسطے اس کے لادینے کو ہم پر کوئی ذمہ دار مگر مہربانی سے

رَبِّكَ ۝۸۷ إِنْ فَضَّلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝۸۸ قُلْ لِّئِن

تیرے رب کی اس کی بخشش تجھ پر بڑی ہے کہہ اگر

اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا

جمع ہوں آدمی اور جن اس پر کہلائیں ایسا

الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

قرآن ہرگز نہ لائیں گے ایسا قرآن اور پڑے مدد کیا کریں ایک

ظَهِيرًا ۝۸۹ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ

دوسرے کی اور ہم نے پھیر پھیر کر بھائی لوگوں کو اس قرآن

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ مِّثْلِ زَيْبِ أَكْثَرِ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۝۹۰

میں ہر مثل (مثال) سو نہیں رہتے بہت لوگ بن (بدون) ناشکری کئے

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ

اور بولے ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک تو نہ جاری کر دے (بہا نکالے) ہمارے واسطے زمین سے

يَنْبُوعًا ۝۹۱ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ

ایک چشمہ یا ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا

یعنی قرآن کا جو علم تم کو دیا ہے خدا چاہے تو ذرا سی دیر میں چھین لے پھر کوئی واپس نہ لاسکے۔ لیکن اس کی مہربانی آپ پر بہت بڑی ہے اسی لئے یہ نعمتِ عظمیٰ عنایت فرمائی، اور چھیننے کی کوئی وجہ نہیں۔ صرف قدرتِ عظیمہ کا اظہار مقصود ہے اور یہ کہ کیسی ہی کامل روح ہو اس کے سب کمالات موہوب و مستعار ہیں ذاتی نہیں۔

اعجاز قرآن | اعجاز القرآن کے متعلق پہلے متعدد مواضع میں کلام کیا جا چکا ہے اور اس موضوع پر ہمارا مستقل رسالہ ”اعجاز القرآن“ چھپا ہوا ہے اسے ملاحظہ کر لیا جائے۔

قرآن میں مضامین کی تکرار | یعنی ان کی خیر خواہی کے لئے عجیب و غریب مضامین بار بار مختلف پیرایوں میں قسم قسم کے عنوانوں سے بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن اکثر احمقوں کو اس کی قدر نہیں بجائے احسان ماننے کے ناشکری پر تلے ہوئے ہیں۔

کفار کی فرمائشیں | یعنی مکہ کی سرزمین سے۔ قرآن کے اعجاز سے عاجز ہو کر ایسی دوراز کار فرمائشیں کرنے لگتے تھے۔ غرض استفادہ و انتفاع مقصود نہ تھا محض تعنت و عناد سے کام تھا۔

فَتَفَجَّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۙ أَوْ تَسْقُطُ السَّمَاءُ

یا گرادے آسمان

پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر

كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِي بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةُ

اور فرشتوں کو

یا لے آئے اللہ کو

ہم پر جیسا کہ تو کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے

قَبِيلًا ۙ أَوْ يَكُونُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرٍ أَوْ تَرْفَعُ

یا چڑھ جائے

یا ہو جائے تیرے لیے ایک گھر سنہرا

سامنے (خامن)

فِي السَّمَاءِ ۗ وَلَنْ نُؤَمِّنَ بِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا

جب تک نہ اتار لائے ہم پر

اور ہم نہ مانیں گے (یقین کریں گے) تیرے چڑھ جانے کو

تو آسمان میں

كِتَابًا نَّقْرُؤُهُ ۗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا

مگر ایک آدمی ہوں

میں کون ہوں

ایک کتاب (نوشتہ) جس کو ہم پڑھ لیں تو کہہ سبحان اللہ

رَسُولًا ۙ وَمَا مَنَعَهُ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمْ

جب پہنچی ان کو

ایمان لانے سے

اور لوگوں کو روکا نہیں

بھیجا ہوا

الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ۙ قُلْ

کہہ

آدمی کو پیغام دے کر

کیا اللہ نے بھیجا

مگر اسی بات نے کہ کہنے لگے

ہدایت

لَوْ كَانِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَّمْشُونَ مُطْبِئِينَ

بتے

پھرتے

فرشتے

زمین میں

اگر ہوتے

لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا ۙ قُلْ كَفَىٰ

کہہ اللہ کافی ہے

کوئی فرشتہ پیغام دے کر

آسمان سے

تو ہم اتارتے ان پر

یہ اس کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ **إِنْ نَّشَأْنُ خُسِيفَ بِهِمُ الْأَرْضُ أَوْ نُسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ (السا کو ع ۱)**

یعنی معاذ اللہ خدا خود ہمارے سامنے آ کر کہہ دے اور فرشتے کھلم کھلا شہادت دیں کہ تم سچے ہو۔

یعنی سونے کا نہ ہو تو کم از کم سونے کا مائع ہو۔

یعنی جیسے آپ معراج کا ذکر کرتے ہیں ہمارے سامنے آسمان پر چڑھے پھر وہاں سے ایک کتاب لکھی ہوئی لیکر آئے جسے ہم خود پڑھ سکیں اور سمجھ سکیں۔

میں ایک بشر اور رسول ہوں | جیسے پہلے پیغمبر آئے اور وہ آدمی تھے۔ کسی پیغمبر کو خدائی کے اختیارات حاصل نہیں نہ اس کی یہ شان ہے کہ اپنے رب سے ایسی بے ضرورت فرمائش کرے۔ ان کا کام یہ ہے کہ جو ادھر سے ملے پہنچادیں اور اپنے ہر ایک کام کو خدائے واحد کے سپرد کر دیں۔ سو میں اپنا فرض رسالت ادا کر رہا ہوں۔ فرمائشی نشان دکھلانے یا نہ دکھلانے اس کی حکمت بالغہ پر محمول ہیں اور پہلے اسی سورت میں فرمائشی نشانات نہ دکھلانے کی بعض حکمتیں گزر چکی ہیں۔

یعنی نور ہدایت پہنچنے کے بعد آنکھیں نہ کھلیں یہ ہی کہتے رہے کہ آدمی ہو کر رسول کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر خدا کو پیغمبر بھیجنا تھا تو آسمان سے کوئی فرشتہ اتارتا۔

رسولوں کے بشر ہونے کی وجہ | یعنی اگر یہ زمین آدمیوں کے بجائے فرشتوں کی بستی ہوتی تو بیشک موزوں ہوتا کہ ہم فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ آدمیوں کی طرف اگر فرشتہ اس کی اصلی صورت میں بھیجا جائے تو آنکھیں اور دل تحمل بھی نہ کر سکیں، فائدہ اٹھانا تو الگ رہا۔ اور آدمی کی صورت میں آئے تو اشتباہ میں پڑے رہیں۔ اس کی تقریر سورہ انعام کے پہلے رکوع میں گزر چکی۔

بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ

حق ثابت کرنے والا میرے اور تمہارے بیچ میں وہ ہے اپنے بندوں سے

خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿۹۱﴾ وَمَنْ يُّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَمْ يُهْتَدِ وَمَنْ

خبردار دیکھنے والا اور جس کو راہ دکھلائے (راہ بھنائے) اللہ وہی ہے راہ پانے والا اور جس کو

يُضِلُّ فَلَئِنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِهِ ط وَنَحْشُرُهُمْ

بھٹکائے پھر تو نہ پائے ان کے واسطے کوئی رفیق اللہ کے (اس کے) سوا اور اٹھائیں گے ہم ان کو

يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ عُمِيًّا وَّبُكْمًا وَّصُمَّاءَ مَا وَاوَهُمْ

دن قیامت کے چلیں گے منہ کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے ٹھکانا ان کا

جَهَنَّمَ ط كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ﴿۹۲﴾ ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ

دوزخ ہے جب لگے گی بجھنے اور بھڑکا دیں گے ان پر یہ ان کی سزا ہے

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَقَالُوا اَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا

اس واسطے کہ منکر ہوئے ہماری آیتوں سے اور بولے کیا جب ہم ہو گئے ہڈیاں اور چوڑا چوڑا

ءَاِنَّا لَمُبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿۹۳﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ

کیا ہم کو اٹھائیں گے نئے بنا کر کیا نہیں دیکھ چکے کہ جس اللہ نے

الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يَّخْلُقَ

بنائے آسمان اور زمین وہ بنا سکتا ہے

مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط فَاَبٰى الظّٰلِمُونَ

ایسوں کو اور مقرر کیا ہے ان کے واسطے ایک وقت بے شبہ سو نہیں رہا جاتا بے انصافوں سے

آنحضرت کی نبوت پر اللہ کی فعلی شہادت | وہ جو کہتے تھے ”أَوْتَأْتِي بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ

قَبِيلًا“ یعنی خدا سامنے آ کر تصدیق کر دے تب مانیں۔ تو فرمایا کہ خدا اب بھی اپنے فعل سے میری تصدیق کر رہا ہے۔ آخر وہ مجھ کو دیکھتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر رہا ہوں اور میرے ظاہری و باطنی احوال سے پورا خبردار ہے۔ اس پر بھی میرے ہاتھ اور زبان پر برابر وہ علمی و عملی نشانات ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ جو خارق عادت اور اس کے عام قانون قدرت سے کہیں بلند و برتر ہیں۔ میرے مقاصد کو یومانیو ما کامیاب اور وسیع الاثر بناتا ہے اور تکذیب کرنے والوں کو قدم قدم پر متنبہ کرتا ہے کہ اس رفتار سے تم فلاح نہیں پاسکتے کیا یہ خدا کی طرف سے کھلی ہوئی فعلی شہادت نہیں کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں؟ کیا ایک مفتری کے ساتھ ایسا معاملہ خدا کا ہو سکتا تھا؟

یعنی خدا کی توفیق و دستگیری ہی سے آدمی راہ حق پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ جس کی بدبختی اور لعنت کی وجہ سے خدا دستگیری نہ فرمائے اسے کون ہے جو ٹھیک راستہ پر لگا سکے۔

آخرت میں کفار کا حشر | یہ قیامت کے بعض مواظن میں ہوگا کہ کافر منہ کے بل اندھے گونگے

کر کے چلائے جائیں گے۔ حدیث میں ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ منہ کے بل کس طرح چلیں گے فرمایا جس نے آدمی کو پاؤں سے چلایا وہ قادر ہے کہ سر سے چلا دے۔ باقی فرشتوں کا جہنمیوں کو منہ کے بل گھسیٹنا، وہ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہوگا۔ ”يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ“ (القمر رکوع ۳۷)

یعنی عذاب معین اندازہ سے کم نہیں ہونے دیں گے۔ اگر بدن جل کر تکلیف میں کمی ہونے لگے گی تو پھر نئے چمڑے چڑھا دیے جائیں گے۔ ”كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَا لَهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا“ (نساء رکوع ۸)

یعنی دنیا میں دلیل سے تو نہ مانا تھا، اب آنکھ سے بار بار دیکھ لو کہ کس طرح جل جل کر از سر نو تیار کئے جا رہے ہو۔

حیات بعد الممات کے دلائل | یعنی جس نے اتنے بڑے بڑے اجسام پیدا کئے، اسے تم جیسی

چھوٹی سی چیز کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ ”لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ النَّاسِ“ (مومن رکوع ۶) بے شک وہ تم کو اور تمہارے جیسے سب آدمیوں کو بے تکلف پیدا کر سکتا ہے۔

یعنی شاید یہ کہو کہ آخر اتنے آدمی مر چکے ہیں وہ اب تک کیوں نہیں اٹھائے گئے۔ تو فرما دیا کہ سب کے واسطے قبروں سے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے کا ایک وقت مقرر ہے وہ ضرور آ کر رہے گا۔ تاخیر دیکھ کر انکار کرنا حماقت ہے۔ ”وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مُّعَدُّودٍ“ (ہود رکوع ۹)

إِلَّا كَفُورًا ۱۹ قُلْ لَوْ أَنْتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي

بن (بدون) ناشکری کئے کہہ اگر تمہارے ہاتھ میں ہوتے میرے رب کی رحمت کے خزانے

إِذَا لَمْ تُسْأَلُوا عَنْ شَيْءٍ الْإِنْفَاقِ ۖ وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَنُورًا ۲۰

تو ضرور بند کر رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں اور ہے انسان دل کا تنگ

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَسَأَلَ بَنِي إِسْرَائِيلَ

اور ہم نے دیں موسیٰ کو نو نشانیاں صاف پھر پوچھ بنی اسرائیل سے

إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَمُوسَى

جب آیا وہ ان کے پاس تو کہا اس کو فرعون نے میری انکل میں تو موسیٰ

مَسْحُورًا ۲۱ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَمَا أَنْزَلَ هَؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ

تجھ پر جادو ہوا بولا تو جان چکا ہے کہ یہ چیزیں کسی نے نہیں اتاریں مگر

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بِصَاحِبِهِ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَفِرْعَوْنُ

آسمان اور زمین کے مالک نے تجھانے کو (سمجھانے کے واسطے) اور میری انکل میں فرعون

مَثْبُورًا ۲۲ فَأَرَادَ أَنْ يَنْتَفِرَ بِهِمْ مِنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَاهُ وَ

ٹو غارت ہوا چاہتا ہے پھر چاہا کہ بنی اسرائیل کو چین نہ دے اس زمین میں پھر ڈبا دیا ہم نے اس کو

یعنی ایسے واضح مضامین و دلائل سن کر بھی نا انصافوں کے کفر و ضلال اور ناشکری میں ترقی ہی ہوتی ہے، ذرا نہیں کیجئے۔

انسان کی تنگدلی اور بخل | گذشتہ رکوع میں فرمایا تھا "إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ كَثِيرًا قُلْ لَّنْ

اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ" الخ (خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ پر بہت بڑا فضل کیا ہے

کہ قرآن جیسی بے مثال دولت عطا فرمائی) درمیان میں مخالفین کے تعنت و عناد، دُور از کار مطالبات، اعراض و تکذیب اور ان کے

نتیج کا ذکر کر کے یہاں پھر اسی پہلے مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی ایک بندہ کو ایسی عظیم الشان رحمت اور عظیم النظر دولت

سے سرفراز فرمانا، اسی جو حقیقی اور وہاب مطلق کی شان ہو سکتی ہے جس کے پاس رحمت کے غیر متناہی خزانے ہوں۔ اور کسی مستحق کو

زیادہ سے زیادہ دینے میں نہ اس کو اپنے تہی دست رہ جانے کا خوف ہو، نہ اس کا اندیشہ کہ دوسرا ہم سے لیکر کہیں مد مقابل نہ بن

جائے یا آگے چل کر ہمیں دبانہ لے۔ خداوند قدوس تھڑولے انسان کی طرح (العیاذ باللہ) تنگ دل واقع نہیں ہوا، جسے اگر فرض کرو خزانہ رحمت کا مالک مختار بنا دیا جائے تب بھی اپنی طبیعت سے بخل و تنگ دلی نہ چھوڑے اور کسی مستحق کو دینے سے اس لئے گھبرائے کہ کہیں سارا خرچ نہ ہو جائے اور میں خالی ہاتھ رہ جاؤں یا جس پر آج خرچ کرتا ہوں کل میری ہمسری نہ کرنے لگے۔ بہر حال اگر رحمت البیہ کے خزانے تمہارے قبضہ میں ہوتے تو تم کسے دینے والے تھے اور کہاں گوارا کر سکتے تھے کہ مکہ و طائف کے بڑے متکبر دولت مندوں کو چھوڑ کر وحی و نبوت کی یہ پیش بہاد دولت ”بنی ہاشم“ کے ایک درمیتیم کو مل جائے۔ یہ حق تعالیٰ کا فیض ہے کہ جس میں جیسی استعداد و قابلیت دیکھی اس کے مناسب کمالات و انعامات کے خزانے انڈیل دیے۔ تمہارے تعنت و تعصب سے خدا کا فضل رکنے والا نہیں۔ محمد ﷺ کے طفیل میں جو خزانہ آپ کے اتباع کو ملنے والے ہیں مل کر رہیں گے اور پیغمبر علیہ السلام اور انکے پیروں کو یاد دلی سے اس دولت کو بنی نوع انسان پر خرچ کریں گے تمہاری طرح تنگ دلی نہیں دکھائیں گے۔

◆ حضرت موسیٰ کے نو معجزے | یعنی جیسے آپ کو فضل و رحمت سے قرآن عظیم دیا اور بہت کچھ مہربانیاں آپ پر فرمائیں، ہم پہلے موسیٰ علیہ السلام کو صداقت کے نو کھلے ہوئے نشانات (معجزات) ان کے مناسب حال عنایت فرما چکے ہیں جب کہ وہ ”بنی اسرائیل“ کے پاس فرعون کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اگر چاہو تو ”بنی اسرائیل“ کے باخبر اور منصف مزاج علماء سے پوچھ دیکھو کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے۔ (تنبیہ) وہ نو معجزات یہ تھے۔ ید بیضاء، عصا، سنین، نقض ثمرات، طوفان، جراد، قمل، صفادوح، دم۔ سورہ ”اعراف“ آیت ”فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ“ الخ کے فوائد میں ہم اس کی تفصیل کر چکے ہیں ملاحظہ کر لی جائے۔ مسند احمد اور ترمذی وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ یہود نے آپ سے ”تسع آیات“ کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا وہ یہ احکام ہیں: شرک نہ کرو، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، ناحق خون مت کرو، جادو نہ کرو، سود مت کھاؤ، بے گناہ کو مت پکڑو اور کہہ جاؤ کہ تم اسے قتل کر دے، عقیقہ عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ، جہاد میں سے مت بھاگو۔ نو حکم تو یہ ہوئے جن کے سب لوگ مخاطب ہو سکتے ہیں۔ دسواں حکم (اے یہود) تمہارے لئے مخصوص تھا کہ سبت (شنبہ) کے دن حد سے نہ گذرو۔ یہود نے سن کر آپ کی تصدیق کی۔ حافظہ عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں نکارت ہے جو غالباً اس کے راوی عبد اللہ بن سلمہ کی طرف سے آئی ہے۔ قرآن کا نظم و سیاق ہرگز اس کو نہیں چاہتا کہ ”وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰى تِسْعَ آيَاتٍ“ الخ سے مراد یہ نو احکام لئے جائیں۔ آگے فرعون اور موسیٰ کا مکالمہ جو ”فَقَالَ لَهُ“ سے نقل فرمایا، متقاضی ہے کہ ”آیات“ سے وہ نشانات مراد ہوں جو بطور دلائل و حجج کے فرعونوں کو دکھائے گئے تھے، چنانچہ لفظ بَصَائِرَ بھی انہی پر زیادہ چسپاں ہوتا ہے اور پہلے سے اہل مکہ کے تعنت اور آیات طلب کرنے کا جو ذکر آ رہا ہے اس کے مناسب بھی یہ ہی ہے کہ یہاں فرعونوں کا تعنت آیات کو نہیہ کے متعلق دکھلایا جائے۔ بہر حال ابن کثیر کا خیال یہ ہے کہ یہود نے سوال شاید ”تسع آیات“ کی نسبت نہیں بلکہ ان دس آیات کی نسبت کیا ہوگا جو تورات کے شروع میں بطور وصایا لکھے جاتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں دس ہی چیزیں مذکور ہیں۔ راوی حدیث کو التباس و اشتباہ ہو گیا، اس نے ”کلمات عشر“ کی جگہ ”تسع آیات“ کو ذکر دیا۔ اور ممکن ہے سوال ”آیات تسع“ سے کیا گیا ہو۔ لیکن آپ نے جو اب علی اسلوب الحکیم دیا۔ گویا تنبیہ کر دی کہ نو معجزات کا معلوم کرنا تمہارے حق میں چنداں مفید اور اہم نہیں بلکہ ان دس احکام کا یاد رکھنا زیادہ مہم ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ حضرت موسیٰ اور فرعون کا مکالمہ | یعنی کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے جس سے معاذ اللہ عقل خراب ہو گئی۔ اسی لئے بہکی بہکی باتیں کرتا ہے دوسری جگہ ہے ”اِنَّ رَسُوْلَكَمُ الَّذِيْ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ“ (شعراء، رکوع ۲۷) گویا مسحور سے مراد مجنون ہے اور بعض نے مسحور کو بمعنی ساحر لیا ہے۔ واللہ اعلم

◆ یعنی گوزبان سے انکار کرتا ہے مگر تیرا دل خوب جانتا ہے کہ یہ عظیم الشان نشان تیری آنکھیں کھولنے کے لئے اسی خدائے قادر و توانا نے دکھلائے ہیں جو آسمان و زمین کا سچا مالک ہے۔ اب جو شخص جان بوجھ کر محض ظلم و تکبر کی راہ سے حق کا انکار کرے اس کی نسبت بجز اس کے کیا خیال کیا جاسکتا ہے کہ تباہی کی گھڑی اس کے سر پر آ پہنچی۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ ”ایمان“ جاننے کا نام نہیں، ماننے کا نام ہے۔ ”وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا“ (النمل، رکوع ۱)

مَنْ مَّعَهُ جَمِيعًا ۱۳ وَقُلْنَا مَنْ بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ

اور اس کے ساتھ والوں کو سب کو ۱۳ اور کہا ہم نے اس کے پیچھے بنی اسرائیل کو

اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا ۱۴

آباد رہو تم زمین میں پھر جب آئے گا وعدہ آخرت کا لے آئیں گے ہم تم کو سمیٹ کر ۱۴

وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَّلُ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا

اور سچ کے ساتھ اتارا ہم نے یہ قرآن اور سچ کے ساتھ اترا ۱۵ اور تجھ کو جو بھیجا ہم نے سو خوش

وَنَذِيرًا ۱۵ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى

اور ڈرسانے کو ۱۵ اور پڑھنے کا وظیفہ کیا ہم نے قرآن کو جدا جدا کر کے کہ پڑھے تو اس کو لوگوں پر

مَكَّتٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ۱۶ قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا ۱۷

تھہر تھہر کر اور اس کو ہم نے اتارتے اتارتے اتارا ۱۶ کہہ تم اس کو مانو یا نہ مانو

إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ

جن کو علم ملا ہے اس کے پہلے سے جب ان کے پاس اس کو پڑھے

يَخْرُونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ۱۸ وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا

گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدہ میں اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب

إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۱۹ وَيَخْرُونَ لِلْأَذْقَانِ

بے شک ہمارے رب کا وعدہ ہو کر رہے گا (ہونے والا ہے) اور گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر

يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۲۰ قُلْ ادْعُوا اللَّهَ أَوْ

روتے ہوئے اور زیادہ ہوتی ہے ان کو عاجزی ۲۰ کہہ اللہ کہہ کر پکارو یا

وقف لازم

السجدة ۳

فرعون کا انجام | جب فرعون نے دیکھا کہ موسیٰ کا اثر بڑھتا جاتا ہے۔ سمجھا کہ بنی اسرائیل کہیں زور نہ پکڑ جائیں اس لئے ان کو اور زیادہ ستانا شروع کیا کہ یہ مصر میں امن چین سے رہنے نہ پائیں۔ آخر ہم نے اسی کو نہ رہنے دیا اور بحر قلزم میں سب ظالموں کا بیڑہ غرق کر دیا۔

یعنی خدا نے ظالم کی جڑ کاٹ دی اور تم کو غلامی سے نجات دی۔ اب مصر و شام میں جہاں چاہو آزادی سے رہو۔ جب قیامت آئے گی پھر ایک مرتبہ تم سب کو اور تمہارے تباہ شدہ دشمنوں کو اکٹھا کر کے شقی و سعید اور ہالک و ناجی کا دائمی فیصلہ کر دیا جائے گا۔

نزول قرآن کا حق ہونا | موسیٰ علیہ السلام کے معجزات وغیرہ کا ذکر فرما کر روئے سخن پھر قرآن کریم کی طرف پھیر دیا گیا۔ یعنی معجزات موسوی بجائے خود تھے، لیکن محمد ﷺ کو جو معجزات باہرہ عطا ہوئے ان میں سب سے بڑا علمی معجزہ یہ قرآن کریم ہے جو ہم نے عین حکمت کے موافق، اپنے علم عظیم اور اعلیٰ درجہ کی سچائی پر مشتمل کر کے اتارا ہے اور ٹھیک اسی سچائی کے ساتھ وہ آپ تک پہنچ گیا، درمیان میں ادنیٰ ترین تغیر و تبدل بھی نہیں ہوا۔ ”فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ“ (ہود رکوع ۲۷)

یعنی ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو عذاب الہی کی دھمکی سنا دیجئے۔
الفاظ قرآن کی اہمیت | انزال قرآن سے مقصود اصلی مطلب سمجھ کر اس پر عمل کرنا ہے جسے تدبر و تذکر کہتے ہیں۔ لیکن اس کے نفس الفاظ و حروف بھی نور و برکت سے خالی نہیں۔ ”كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ“ (صن رکوع ۳) اسی لئے سورتیں اور آیتیں جدا جدا رکھیں تا وظیفہ کے طور پر تلاوت کرنا بھی سہل ہو اور سننے والوں کے لئے حفظ و فہم میں بھی آسانی رہے۔ اور آہستہ آہستہ اس لئے اتارا کہ جیسے حالات پیش آئیں ان کے مناسب ہدایات حاصل کرتے رہیں۔ تا وہ جماعت جسے آگے چل کر تمام دنیا کا معلم بنا تھا ہر آیت و حکم کے موقع محل کو بخوبی ذہن نشین کر کے یاد رکھ سکے اور آنے والی نسلوں کے لئے کسی آیت کے بے موقع استعمال کرنے کی گنجائش نہ چھوڑے۔

اہل علم پر قرآن کا اثر | یعنی مانویانہ مانو، قرآن کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق وہ منصف مزاج اہل علم کر رہے ہیں جنہیں کتب سابقہ کی بشارات سے آگاہی ہے، وہ اس کلام کو سن کر ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں کہ سبحان اللہ کیا عجیب و غریب کلام ہے۔ بیشک خدا کا وعدہ پورا ہونا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تورات کتاب استثناء میں کیا گیا تھا۔ کہ ”(اے بنی اسرائیل) میں تمہارے بھائیوں (بنی اسمعیل) میں سے ایک نبی اٹھاؤں گا جس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا، بلاشبہ وہ یہی کلام ہے جو محمد ﷺ کے ذہن مبارک میں ڈالا گیا۔ جب اہل علم کو قرآن کی تصدیق سے چارہ نہیں رہا، تب انکار کرنا جاہل کا کام ہے۔

یعنی قرآن کو سن کر رقت طاری ہو جاتی ہے سجدہ کرتے ہیں تو اور عاجزی بڑھتی ہے۔
اذقان (ٹھوڑیوں) کے لفظ میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ جود میں بہت زیادہ مبالغہ کرتے ہیں گویا ٹھوڑیاں بھی زمین سے ملا دیتے ہیں، یا محض جود علی الوجہ سے کنایہ ہو۔ واللہ اعلم

ادْعُوا الرَّحْمَنَ ۗ أَيَّامًا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۗ

رحمن کہہ کر جو کہہ کر پکارو گے سواسی کے ہیں سب نام خاصے

وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتُ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ

اور پکار کر مت پڑھا اپنی نماز اور نہ چپکے پڑھ اور ڈھونڈ لے اس کے

ذَلِكَ سَبِيلًا ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ

بیچ میں راہ اور کہہ سب تعریفیں (خوبیوں) اللہ کو جو نہیں رکھتا

وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ

اولاد اور نہ کوئی اس کا سا جہی سلطنت میں اور نہ کوئی

لَهُ وَلِيُّ مِّنَ الدِّينِ وَكَبِيرُهُ تَكْبِيرًا ۝

اس کا مددگار ذلت کے وقت پر اور اس کی بڑائی کر بڑا جان کر

آيَاتُهَا ۱۱۰ ﴿١٨﴾ سُورَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ (٦٩) رُكُوعَاتُهَا ١٢

سورہ کہف مکہ میں اترتی اور اسکی ایک سو دس آیتیں ہیں اور بارہ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ

سب تعریف اللہ کو جس نے اتاری اپنے بندہ پر کتاب اور نہ

اسم اللہ اور اسم رحمن | سجود و خشوع وغیرہ کی مناسبت سے یہاں دعا، (خدا کو پکارنے) کا اور دعاء کی مناسبت سے اگلی آیت میں صلوة کا ذکر کیا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ناموں میں سے مشرکین عرب کے یہاں اسم "اللہ" کا استعمال زیادہ تھا۔ اسم "رحمن" سے چنداں مانوس نہ تھے۔ البتہ یہود کے یہاں اسم "رحمن" بکثرت مستعمل ہوتا تھا۔ عبرانی میں بھی یہ نام

اسی طرح تھا جیسے عربی میں۔ دوسری طرف میلہ کذاب نے اپنا لقب ”رحمان الیمامہ“ رکھ چھوڑا تھا۔ غرض مشرکین حق تعالیٰ پر اسم ”رَحْمٰن“ اطلاق کرنے سے بدکتے اور وحشت کھاتے تھے۔ چنانچہ جب حضورؐ کی زبان سے ”رَحْمٰن“ سنتے تو کہتے کہ محمدؐ ہم کو تو دو خداؤں کے پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود اللہ کے سوا اور دوسرے خدا (رَحْمٰن) کو پکارتے ہیں۔ یہود کو یہ شکایت تھی کہ محمدؐ کے یہاں ”رَحْمٰن“ کا ذکر ایسی کثرت سے کیوں نہیں ہوتا جس طرح ہمارے یہاں ہوتا ہے۔ دونوں کا جواب اس آیت میں دیا گیا۔ کہ ”اللہ“ اور ”رَحْمٰن“ ایک ہی ذات منبع الکلمات کے دو نام ہیں۔ صفات و اسماء کے تعدد سے ذات کا تعدد لازم نہیں ہوتا۔ جو یہ چیز تو حید کے منافی سمجھی جائے۔ رہی یہ بات کہ کسی ایک نام کا ذکر کثرت سے کیوں نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ اللہ کے جس قدر اسمائے حسنیٰ ہیں ان میں سے کوئی نام لے کر پکارو مقصود ایک ہی ہے۔ عنوانات و تعبیرات کے تنوع سے معنوں نہیں بدلتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکاتے دارد۔ عِبَارَاتِنَا شَتَّىٰ وَحُسْنُكَ وَاحِدٌ وَكُلُّ الْاِلٰہِ ذَاكُ الْجَمَالِ يُشِيرُ

◆ نمازوں کی قراءت میں اعتدال | یعنی جہری نماز میں (اور اسی طرح دعاء وغیرہ میں) بہت زیادہ چلانا بھی نہیں اور بالکل دبی آواز بھی نہیں بیچ کی چال پسند ہے (موضح القرآن) احادیث میں ہے کہ مکہ میں جب قراءت زور سے کی جاتی تو مشرکین سن کر قرآن اور اس کے بھیجنے والے اور لانے والے کی شان میں بدزبانی کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے بہت آہستہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی نہ اس قدر زور سے پڑھو کہ مشرکین اپنی مجالس میں سنیں (تبلیغ کا وقت مستثنیٰ ہے کیونکہ وہاں تو سنانا ہی مقصود ہے) اور اتنا آہستہ کہ خود تمہارے ساتھی بھی سن کر مستفید نہ ہو سکیں۔ افراط و تفریط چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرو۔ اس سے قلب متاثر ہوتا ہے اور تشویش نہیں ہوتی۔

◆ توحید خالص کا بیان | نماز کے بعد توحید خالص کا ذکر فرما کر سورت کو ختم کیا۔ یعنی ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو اپنی ہر صفت و کمال میں یگانہ ہے اور ہر قسم کے عیب و قصور اور نقص و فتور سے بکلی منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اس کی ذات میں کسی طرح کی کمزوری نہیں جس کی تلافی کے لئے دوسرے کی حاجت پڑے۔ دوسرے سے مدد لینے میں تین احتمال ہو سکتے تھے۔ چھوٹے سے مدد لی جائے جیسے باپ اولاد سے لیتا ہے۔ یا مساوی سے جیسے ایک شریک کو دوسرے شریک سے مدد پہنچتی ہے۔ یا بڑے سے جس طرح کمزور آدمی ذلت و مصیبت کے وقت بڑے آدمیوں سے مدد لیتے ہیں۔ اس آیت میں تینوں کی نفی کر دی۔ گویا ”لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا“ میں پہلے احتمال کی ”لَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ“ میں دوسرے کی، اور ”لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الدُّنْيَا“ میں تیسرے کی نفی کرنے کے بعد ”تَكْبِيْرًا“ میں اس کی عظمت و کبریا کی طرف متوجہ فرما دیا۔ یعنی انسان کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی بڑائی کا زبان و دل سے اقرار کرے اور ہر طرح کی کمزوریوں سے رنج و برتر سمجھے۔ اور لطف یہ ہے کہ ”لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا“ میں نصاریٰ کا، ”لَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ“ میں مشرکین کا اور ”وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الدُّنْيَا“ میں ان یہود کا رد ہو گیا جن کے یہاں خدا تعالیٰ کشتی میں یعقوب علیہ السلام کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکا (العیاذ باللہ) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”کوئی مددگار نہیں ذلت کے وقت۔ یعنی اس پر کبھی ذلت ہی نہیں کہ مددگار چاہے۔ بادشاہوں کے ہاں امیر زبر پڑ جاتے ہیں اس لئے کہ بڑے وقت ان کی رفاقت کئے ہوتے ہیں۔ وہاں یہ قصہ ہی نہیں۔“ تم سورۃ الاسراء بعون اللہ و حسن توفیقہ فللہ الحمد و المنۃ و الصلوٰۃ و السلام علی صاحب الاسراء و علی آلہ و صحبہ۔

يَجْعَلُ لَهُ عِوَجًا ① قِيمًا لِيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّن

رکھی اس میں کچھ کجی ① ٹھیک اتاری تاکہ ڈرناوے ایک سخت آفت کا اللہ کی

لَدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ

طرف سے ① اور خوش خبری دے ایمان لانے والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں

أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ② مَا كَثِيرٍ فِيهِ أَوَّلًا ③ وَ

کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ہے جس میں رہا کریں ہمیشہ ③ اور

يُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ④ مَا لَهُمْ بِهِ

ڈرناوے ان کو جو کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد ④ کچھ خبر نہیں ان کو

مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ ⑤ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ

اس بات کی اور نہ ان کے باپ دادوں کو کیا بڑی بات نکلتی ہے

أَفْوَاهِهِمْ ⑥ إِنَّ يَفْقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ⑦ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ

ان کے منہ سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں ⑦ سو کہیں تو گھونٹ ڈالے گا

نَفْسِكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ

اپنی جان کو ان کے پیچھے اگر وہ نہ مانیں گے اس بات کو

أَسْفًا ⑧ إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لِّهَا

پچتا پچتا کر ⑧ ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اس کی رونق

لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ⑨ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا

تاکہ جانچیں لوگوں کو کون ان میں اچھا کرتا ہے کام ⑨ اور ہم کو کرنا ہے جو کچھ

سورۃ الکہف

❖ قرآن ہر کجی سے پاک ہے | یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ تعریف اور شکر کا مستحق وہ ہی خدا ہو سکتا ہے جس نے اپنے مخصوص و مقرب ترین بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے اعلیٰ و اکمل کتاب اتاری اور اس طرح زمین والوں کو سب سے بڑی نعمت سے مشرف و ممتاز فرمایا۔ بیشک اس کتاب میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں۔ عبارت انتہائی سلیس و فصیح، اسلوب بیان نہایت مؤثر و شگفتہ، تعلیم نہایت متوسط و معتدل جو ہر زمانہ اور ہر طبیعت کے مناسب اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔ کسی قسم کی افراط و تفریط کا اس میں شائبہ نہیں۔

❖ قرآن کفار کو ڈر سنانے کے لئے ہے | یعنی تکذیب کرنے والوں پر جو سخت آفت دنیا یا آخرت میں خداوند قہار کی طرف سے آنے والی ہے اس سے یہ کتاب آگاہ کرتی ہے۔ تنبیہ | قیماً کو بعض نے بمعنی مستقیم لے کر محض مضمون سابق کی تاکید قرار دی ہے یعنی کتنا ہی غور کرو۔ ایک بال برابر کجی نہیں پاؤ گے مگر فراء نے اس لفظ کے معنی قیماً علی سائر الکتب السماویہ یعنی تمام کتب سماویہ کی صحت و تصدیق پر مہر کرنے والی اور ان کی اصولی تعلیمات کو دنیا میں قائم رکھنے والی۔ ابو مسلم نے کہا قیماً "بمصالح العباد" بندوں کی تمام مصالح کی متکفل اور ان کی معاش و معاد کو درست کرنے والی۔ بہر حال جو معنی بھی لئے جائیں اس کی صداقت میں شبہ نہیں۔

❖ بظاہر اس سے مراد آخرت کا بدلہ یعنی جنت ہے جہاں مومنین قانتین کو دائمی خوشی اور ابدی راحت ملے گی۔

❖ خدا کے لئے اولاد تجویز کرنے میں سب سے زیادہ مشہور اور پیش پیش تو نصاریٰ ہیں اور جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان ہی سے حاملین قرآن کو قیامت تک زیادہ سابقہ پڑتا ہے۔ تاہم عموماً الفاظ میں بعض فرقی یہود جو عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا، یا بعض مشرکین جو ملائکہ اللہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے وہ بھی داخل ہو گئے۔ گویا اس جگہ اولاد تجویز کرنے والے کافروں کو بالخصوص اور نصاریٰ کو اخص خصوص کے طور پر متنبہ کیا گیا ہے۔

❖ کفار کا کذب | یعنی کوئی تحقیق اور علمی اصول ان کے ہاتھ میں نہیں نہ ان کے باپ دادوں کے ہاتھ میں تھا۔ جن کی اندھی تقلید میں ایسی بھاری بات زبان سے نکال رہے ہیں۔ گویا خداوند تعالیٰ کی شان قد و سبت و سبوحیت کی ان لوگوں کو کچھ خبر نہیں جو اس کی جناب میں ایسی گستاخیاں کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔ دلائل و براہین کی جگہ ان کے ذخیرہ میں یہ ہی باقی رہ گیا ہے کہ زبان سے ایک جھوٹی اور بدیہی البطلان بات کہتے چلے جائیں اور جب ثبوت مانگو تو کہہ دیں کہ یہ مذہب کا ایک راز ہے جس کے ادراک تک عقل انسانی کی رسائی نہیں۔

❖ آنحضرت کو حق تعالیٰ کی تسلی | یعنی اگر یہ کافر قرآن کی باتوں کو نہ مانیں تو آپ ان کے غم میں اپنے کو بالکل گھلایئے نہیں۔ آپ تبلیغ و دعوت کا فرض ادا کر چکے اور کر رہے ہیں، کوئی نہ مانے تو آپ کو اس قدر دل میں گھٹنے اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ نہ پچھتانا مناسب ہے، کہ ہم نے ایسی کوشش کیوں کی جو کامیاب نہ ہو سکی۔ آپ تو بہر حال کامیاب ہیں۔ دعوت و تبلیغ اور شفقت و ہمدردی خلائق کے جو کام کرتے ہیں وہ آپ کے رفیع مراتب اور ترقی مدارج کا ذریعہ ہیں۔ اشقیاء اگر قبول نہ کریں تو ان ہی کا نقصان ہے۔

❖ احسن عملاً کون لوگ ہیں | یعنی اس کی رونق پر دوڑتا ہے یا اسے چھوڑ کر آخرت کو پکڑتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابن عمر نے سوال کیا یا رسول اللہ "أَحْسَنُ عَمَلًا" کون لوگ ہیں؟ فرمایا "أَحْسَنُكُمْ عَمَلًا وَأَوْرَعُكُمْ عَنْ مَحَارِمِ اللَّهِ وَأَسْرَعُكُمْ فِي طَاعَتِهِ سُبْحَانَهُ" (جس کی سمجھ اچھی ہو، حرام سے زیادہ پرہیز کرے اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف زیادہ چھپے)

عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرْنَا ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

اس پر ہے میدان چھانٹ (کاٹ پھانٹ) کر ۱۰ کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار

الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

اور کھوہ کے رہنے والے ہماری قدرتوں میں عجب اچنبھاتھے ۱۱ جب جا بیٹھے

الْفِتْيَةِ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا مِنْ لَدُنْكَ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

وہ جوان پہاڑ کی کھوہ میں پھر بولے اے رب دے ہم کو اپنے پاس سے

رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

بخشش اور پوری کر دے (بنادے) ہمارے کام کی درستی پھر تھپک دے ہم نے

عَلَىٰ أذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

ان کے کان اس کھوہ میں چند برس گنتی کے ۱۱ پھر

۱۱ قیامت کے روز زمین چٹیل ہو جائے گی یعنی ایک روز سب گھاس پھوس درخت وغیرہ چھانٹ کر زمین کو چٹیل میدان بنا دیا جائے گا۔ جو لوگ اس کے بناؤ سنگار پر سمجھ رہے ہیں وہ خوب سمجھ لیں کہ یہ زرق برق کوئی باقی رہنے والی چیز نہیں۔ دنیا کے زمینی سامان خواہ کتنے ہی جمع کر لو اور مادی ترقیات سے ساری زمین کو لالہ و گنزار بنا دو، جب تک آسمانی ہدایت اور روحانی دولت سے تہی دست رہو گے، حقیقی سرور و طمانینت اور ابدی نجات و فلاح سے ہم آغوش نہیں ہو سکتے۔ آخری اور دائمی کامیابی صرف انہی کے لئے ہے جو مولائے حقیقی کی خوشنودی پر دنیا کی ہر ایک زائل و فانی خوشی کو قربان کر سکتے ہیں اور راہ حق کی جاہد پیمانی میں کسی صعوبت سے نہیں گھبراتے نہ دنیا کے بڑے بڑے طاقتور جباروں کی تخویف و ترہیب سے ان کا قدم ڈگمگاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں آگے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرمایا۔ اور نبی کریم ﷺ کی تسلی بھی کر دی کہ آپ ان بد بختوں کے غم میں اپنے کون گھلایئے۔ جس دنیا کی زندگی اور عیش و بہار پر مغرور ہو کر یہ حق کو ٹھکراتے ہیں وہ سب کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی جائے گی اور آخر کار سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا۔ اس وقت سارے جھگڑے چکا دیے جائیں گے۔

۱۲ اصحاب کہف کا واقعہ اللہ کی قدرت کا معمولی نمونہ ہے یعنی حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کے لحاظ سے اصحاب کہف کا قصہ جو آگے مذکور ہے کوئی اچنبھاتہ نہیں جسے حد سے زیادہ عجیب سمجھا جائے۔ زمین، آسمان، چاند، سورج وغیرہ کا پیدا کرنا، ان کا محکم نظام قائم رکھنا، انسان ضعیف البیان کو سب پر فضیلت دینا، انسانوں میں انبیاء کا بھیجنا، ان کی قلیل و بے سرو سامان جماعتوں کو بڑے بڑے متکبرین کے مقابلہ میں کامیاب بنانا، خاتم الانبیاء اور رفیق غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دشمنوں کے نرغہ سے نکال کر "غار ثور" میں تین روز ٹھہرانا، کفار کا غار کے منتہی تک تعاقب کرنا پھر ان کو بے نیل و مرام واپس لوٹانا آخر گھر یا چھوڑنے والے مٹی بھرے سرو سامانوں کو تمام جزیرۃ العرب بلکہ مشرق و مغرب میں اس قدر قلیل مدت کے اندر غالب و منصور کرنا، کیا یہ اور اس قسم کی بیسار چیزیں "اصحاب کہف" کے قصہ سے کم عجیب ہیں؟ اصل یہ

ہے کہ یہود نے قریش کو مشورہ دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آزمائش کے لئے تین سوال کریں۔ روح کیا ہے؟ اصحاب کہف کا قصہ کیا تھا؟ اور ذوالقرنین کی سرگزشت کیا تھی؟ اصحاب کہف کے قصہ کو عجیب ہونے کی حیثیت سے انہوں نے خاص اہمیت دی تھی۔ اسی لئے اس آیت میں بتلایا گیا کہ وہ اتنا عجیب نہیں جیسے تم سمجھتے ہو، اس سے کہیں بڑھ کر عجیب و غریب نشانات قدرت موجود ہیں۔

اصحاب کہف کی جرأت و استقلال آگے ”اصحاب کہف“ کا قصہ اول مجملاً پھر مفصلاً بیان فرمایا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ چند نوجوان روم کے کسی ظالم و جابر بادشاہ کے عہد میں تھے، جس کا نام بعض نے ”ذقیانوس“ بتلایا ہے۔ بادشاہ سخت غالی بت پرست تھا اور جبر و اکراہ سے بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا۔ عام لوگ سختی اور تکلیف کے خوف اور چند روزہ دنیاوی منافع کی طمع سے اپنے مذاہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرنے لگے اور اس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت سے تھا، خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں۔ ان کے دل خشیت الہی اور نور تقویٰ سے بھر پور تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں صبر و استقلال اور توکل و تحمل کی دولت سے انہیں مالا مال کیا تھا۔ بادشاہ کے روبرو جا کر بھی انہوں نے ”لَنْ نَدْعُوا مِنْ دُونِهَا لَقَدْ قُلْنَا إِذْ شَطَطًا“ کا نعرہ مستانہ لگایا اور ایمانی جرأت و استقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو مبہوت و حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کو کچھ ان کی نوجوانی پر رحم آیا اور کچھ دوسرے مشاغل و مصالح مانع ہوئے کہ انہیں فوراً قتل کر دے۔ چند روز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معاملہ میں غور و نظر ثانی کر لیں۔ انہوں نے مشورہ کر کے طے کیا کہ ایسے فتنہ کے وقت جب کہ جبر و تشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈگمگا جانے کا بہر حال خطرہ ہے مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں (اور واپسی کے لئے مناسب موقع کا انتظار کریں) دعا کی کہ خداوند اتواپنی خصوصی رحمت سے ہمارا کام بنا دے اور رشد و ہدایت کی جاہد پیامنی میں ہمارا سب انتظام درست کر دے۔ آخر شہر سے نکل کر کسی قریبی پہاڑ میں پناہ لی اور اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کر کسی وقت شہر میں جایا کرے تا ضروریات خرید کر لاسکے اور شہر کے احوال و اخبار سے سب کو مطلع کرتا رہے۔ جو شخص اس کام پر مامور تھا اس نے ایک روز اطلاع دی کہ آج شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش ہے اور ہمارے اقارب و اعزہ کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں۔ یہ مذاکرہ ہو رہا تھا کہ حق تعالیٰ نے ان سب پر دفعۃً نیند طاری کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا پتہ نہ لگا۔ تھک کر بیٹھ رہے اور بادشاہ کی رائے سے ایک سیمسہ کی سختی پر ان نوجوانوں کے نام اور مناسب حالات لکھ کر نزانہ میں ڈال دیے گئے تاکہ آنے والی نسلیں یاد رکھیں کہ ایک جماعت حیرت انگیز طریقہ سے لاپتہ ہو گئی ہے۔ ممکن ہے آگے چل کر اس کا کچھ سراغ نکلے۔ اور بعض عجیب واقعات کا انکشاف ہو۔

اصحاب کہف کون تھے؟ یہ نوجوان کس مذہب پر تھے؟ اس میں اختلاف ہوا ہے بعض نے کہا کہ نصرانی یعنی اصل دین مسیحی کے پیرو تھے۔ لیکن ابن کثیر نے قرآن سے اس کو ترجیح دی ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے کا ہے واللہ اعلم (تنبیہ) ”رقیم“ پہاڑ کی کھوہ کو کہتے ہیں اور بمعنی ”مرقوم“ بھی آتا ہے یعنی لکھی ہوئی چیز۔ مسند عبد بن حمید کی ایک روایت میں جسے حافظ نے علی شرط البخاری کہا ہے، ابن عباسؓ سے ”رقیم“ کے دوسرے معنی منقول ہیں۔ یعنی ”اصحاب کہف“ اور ”اصحاب رقیم“ ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں۔ غار میں رہنے کی وجہ سے ”اصحاب کہف“ کہلاتے ہیں اور چونکہ ان کے نام و صفت وغیرہ کی سختی لکھ کر رکھ دی گئی تھی، اس لئے ”اصحاب رقیم“ کہلائے۔

اصحاب رقیم اور اصحاب کہف مگر مترجم محقق رحمہ اللہ نے پہلے معنی لئے ہیں اور بہر صورت ”اصحاب کہف“ و ”اصحاب رقیم“ کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ”اصحاب رقیم“ کا قصہ قرآن میں مذکور نہیں ہوا، محض عجیب ہونے کے لحاظ سے اصحاب کہف کے تذکرہ میں اس کا حوالہ دے دیا گیا۔ اور فی الحقیقت اصحاب رقیم (کھوہ والے) وہ تین شخص ہیں جو بارش سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے تھے، اوپر سے ایک بڑا پتھر آ پڑا، جس نے غار کا منہ بند کر دیا اس وقت ان میں سے ہر ایک شخص نے اپنی عمر کے مقبول ترین عمل کا حوالہ دے کر حق تعالیٰ سے فریاد کی اور بتدریج غار کا منہ کھل گیا۔ امام بخاری نے اصحاب کہف کا ترجمہ منعقد کرنے کے بعد حدیث الغار کا مستقل عنوان قائم کیا ہے اور اس میں ان تین شخصوں کا قصہ مفصل درج کر کے شاید اسی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ ”اصحاب رقیم“ یہ لوگ ہیں۔ طبرانی اور بزار نے باسناد حسن نعمان بن بشیر سے مرفوعاً روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ”رقیم“ کا ذکر فرماتے تھے اور یہ قصہ تین شخصوں کا بیان کیا۔ واللہ اعلم۔ یعنی ایسی چھکی دی کہ برسوں غار میں پڑے سوتے رہے۔ ادھر ادھر کی کوئی خبر ان کے کانوں میں نہیں پڑتی تھی۔

بَعَثْنَهُمْ لِتَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا

ہم نے ان کو اٹھایا کہ معلوم کریں دو فرقوں میں کس نے یاد رکھی ہے جتنی مدت

أَمَدًا ۱۲ ﴿۱۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ ۗ إِنَّهُمْ

وہ رہے ہم سناویں تجھ کو ان کا حال تحقیقی وہ

فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ۗ ﴿۱۳﴾ وَرَبَطْنَا

کئی جوان ہیں کہ یقین لائے اپنے رب پر اور زیادہ دی ہم نے ان کو سوجھ اور گروہ دی

عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَوَاتِ

ان کے دل پر جب کھڑے ہوئے پھر بولے ہمارا رب ہے رب آسمانوں

وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونِهَا لَقَدْ قُلْنَا

اور زمین کا نہ پکاریں گے ہم اس کے سوا کسی کو معبود نہیں (دور نہ) تو کہی ہم نے

إِذَا شَطَطًا ۗ ﴿۱۴﴾ هُوَ لَا يَأْتُونَنَا لِنُؤْمِنَ مِنْ دُونِهَا

بات عقل سے دور یہ ہماری قوم ہے ٹھہرا لیے انہوں نے اللہ کے سوا

إِلَهَةً ۗ لَوْ لَا يَأْتُونَ عَلَيْهِم بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ ۗ فَمَنْ

اور معبود کیوں نہیں لاتے ان پر کوئی سند کھلی پھر اس سے

أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۗ ﴿۱۵﴾ وَلَا إِذْ

بڑا گنہگار کون جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ اور جب

اعْتَرَلْتُمُوهُمْ وَمَا يُعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأَوْا إِلَىٰ الْكَهْفِ

تم نے کنارہ کر لیا ان سے اور جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا تو اب جا بیٹھو اس کھوہ میں

اصحاب کہف کی نیند کی مدت | سا لہا سال کے بعد حق تعالیٰ نے ان کو جگا دیا۔ تا ظاہر ہو جائے کہ اختلاف کرنے والوں میں سے کس نے ان کی مدت نوم کا زیادہ صحیح اندازہ رکھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی نوم طویل کے بعد جب بیدار ہوئے تو قدرتی طور پر خود سونے والوں میں اور دوسرے دیکھنے والوں میں بھی اختلافات اور چہ میگوئیاں ہوں گی کوئی کم مدت بتلائے گا کوئی زیادہ۔ کوئی اقرار کرے گا۔ کوئی مستبعد سمجھ کر انکار کر دے گا تو انہیں جگا کر یہ دیکھنا تھا کہ کونسی جماعت ٹھیک حقیقت پر پہنچتی ہے اور اس حقیقت پر پہنچ کر ”بعث بعد الموت“ کا عقدہ حل کرتی ہے جس میں اس وقت کے لوگ جھگڑ رہے تھے۔

یعنی ایمان سے زیادہ درجہ دیا اولیاء کا۔

یعنی مضبوط و ثابت قدم رکھا کہ اپنی بات صاف کہہ دی۔

یعنی جب ”رب“ وہ ہی ہے تو معبود کسی اور کو ٹھہرانا حماقت ہے۔ ”ربوبیت“ والوہیت“ دونوں اسی کے لئے مخصوص ہیں۔

جیسے موحدین تو حید پر صاف صاف دلیلیں پیش کرتے ہیں، اگر مشرکین اپنے دعوے میں سچے ہیں تو کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے۔ لائیں کہاں سے؟ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اس سے بڑا جھوٹ کیا ہوگا کہ خدا کے شریک ٹھہرائے جائیں۔

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ

پھیلا دے تم پر رب تمہارا کچھ اپنی رحمت سے اور بنا دیوے تمہارے واسطے تمہارے

أَمْرِكُمْ مَّرْفَقًا ۝ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَوَارُ

کام میں آرام اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بیچ کر جاتی ہے

عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ

ان کی کھوہ سے دائیں کو اور جب ڈوبتی ہے کتر جاتی ہے ان سے

ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۗ ذَٰلِكَ مِنْ

بائیں کو اور وہ میدان میں ہیں اس کے یہ ہے

آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُضِلِّ

اللہ کی قدرتوں سے جس کو راہ دیوے اللہ وہی آئے راہ پر اور جس کو وہ بچلائے

فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ وَتَحْسَبُهُمْ آيَاقًا

پھر ٹونہ پائے اس کا کوئی رفیق راہ پر لانے والا اور تو سمجھے وہ جاگتے ہیں

وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقِلْتُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَ ذَاتَ

اور وہ سو رہے ہیں اور کروٹیں دلاتے ہیں ہم ان کو دائیں اور

الشِّمَالِ ۚ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۗ لَوِ اطَّلَعَتْ

بائیں اور کتا ان کا پسر رہا ہے اپنی بائیں چوکھٹ پر اگر تو جھانک کر دیکھے

عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتُ مِنْهُمْ فِرَارًا وَكَلِمَاتٍ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝ وَ

ان کو تو پیٹھ دے کر بھاگے ان سے اور بھرجائے تجھ میں ان کی دہشت اور

اصحاب کہف کا توکل اور اس کا انعام | یعنی جب مشرکین کے دین سے ہم علیحدہ ہیں تو ظاہری طور پر بھی ان سے علیحدہ رہنا چاہئے۔ اور جب ان کے باطل معبودوں سے کنارہ کیا تو ہر طرف سے ٹوٹ کر تنہا اپنے معبود کی طرف جھکنا اور اسی سے رحمت و تلافی کا امیدوار رہنا چاہئے۔ آپس میں یہ مشورہ کر کے پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھے۔

غار کی کیفیت | یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں ایسے ٹھکانے کی طرف رہنمائی کی جہاں مامون و مطمئن ہو کر آرام کرتے رہیں نہ جگہ کی تنگی سے جی گھٹے، نہ کسی وقت دھوپ ستائے۔ غار اندر سے کشادہ اور ہوادار تھا اور جیسا کہ ابن کثیر نے لکھا شمال رویہ ہونے کی وجہ سے ایسی وضع و ہیئت پر واقع تھا جس میں دھوپ بقدر ضرورت پہنچتی اور بدون ایذا دیے نکل جاتی تھی۔

یعنی ظاہری و باطنی رہنمائی سب اسی کے قبضہ میں ہے۔ دیکھ لو جب دنیا بچل رہی تھی کس طرح اصحاب کہف کو راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور ظاہری طور پر بھی کیسے عجیب غار کی راہ بتلائی۔

اصحاب کہف کی نیند اور انکی ظاہری حالت | کہتے ہیں سوتے میں ان کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں اور اس قدر طویل نیند کا اثر ان کے ابدان پر ظاہر نہیں ہوا۔ اس سے کوئی دیکھے تو سمجھے جاگتے ہیں اور حق تعالیٰ نے ان لوگوں میں شان ہیبت و جلال اور اس مکان میں دہشت رکھی تا لوگ تماشہ نہ بنائیں کہ وہ بے آرام ہوں۔ ان کے ساتھ ایک کتاب بھی لگ گیا تھا۔ اس پر بھی صحبت کا کچھ اثر پہنچا اور صدیوں تک زندہ رہ گیا۔ اگرچہ کتاب کھنا برا ہے لیکن لاکھ بروں میں ایک بھلا بھی ہے واللہ در السعدی الشیرازی

پر نوح باباں بنشت خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد

كَذَلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِبَيْتَاءٍ لُّؤَا بَيْنَهُمْ ۖ قَالَ قَائِلٌ

اسی طرح ان کو جگا دیا ہم نے کہ آپس میں پوچھنے لگے (تاکہ پوچھیں ایک دوسرے سے) ایک بولا

مِنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۗ

ان میں کتنی دیر ٹھہرے تم بولے ہم ٹھہرے ایک دن یا ایک دن سے کم

قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۖ فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ

بولے تمہارا رب ہی خوب جانے جتنی دیر تم رہے ہو اب بھیجو اپنے میں سے ایک کو

بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى

یہ روپیہ دے کر اپنا اس شہر میں پھر دیکھے کونسا کھانا

طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا

سٹھرا ہے سولائے تمہارے پاس اس میں سے کھانا اور نرمی سے جائے اور جتان

يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ۙ ۱۹ إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ

دے تمہاری خبر کسی کو وہ لوگ اگر خبر پالیں تمہاری

يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذًا

پتھروں سے مار ڈالیں تم کو یا لوٹائیں تم کو اپنے دین میں اور تب تو بھلا نہ ہوگا تمہارا

أَبَدًا ۙ ۲۰ وَكَذَلِكَ أَعْتَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ

کبھی اور اسی طرح خبر ظاہر کر دی ہم نے ان کی تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا

اللَّهُ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا إِذ يَتَنَزَّعُونَ

وعدہ ٹھیک ہے اور قیامت کے آنے میں دھوکہ نہیں جب جھگڑ رہے تھے

يُضْفِ الْقُرْآنَ بِأَعْيُنِهِ عَذَابَ الْخَوْفِ وَالنَّارِ كَمَا يُبَيِّنُ مِنَ الضُّفْرِ الْوَالِدِ الْأَمْرَ الثَّانِيَةَ مِنَ الضُّفْرِ الْوَالِدِ

اصحاب کہف کا جاگنا اور گفتگو | جس طرح اپنی قدرت سے اتنی لمبی نیند سلایا تھا، اسی طرح بروقت جگا دیا۔ اٹھے تو آپس میں مذاکرہ کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ بعض نے کہا ”ایک آدھ دن۔“ یعنی بہت کم۔ دوسرے بولے کہ (اس بے فائدہ بحث میں پڑنے سے کیا فائدہ؟) یہ تو خدا ہی کے علم میں ہے کہ ہم کتنی مدت سوئے۔ اب تم اپنا کام کرو۔ ایک آدمی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو کہ وہ کسی دکان سے حلال اور ستھرا کھانا دیکھ کر خرید لائے۔ یہ ضروری ہے کہ اسے نہایت ہوشیاری سے جانا آنا اور نرمی و تدبیر سے معاملہ کرنا چاہئے کہ کسی شہر والے کو ہمارا پتہ نہ لگے، ورنہ بڑی سخت خرابی ہوگی۔ اگر ظالم بادشاہ کو پتہ چل گیا تو ہم کو یا سنگسار کیا جائے گا یا بجزیرہ واکراہ دین حق سے ہٹایا جائے گا۔ العیاذ باللہ ایسا ہوا تو جو اعلیٰ کامیابی و فلاح ہم چاہتے ہیں، وہ کبھی حاصل نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ دین حق سے پھر جانا گونجبر واکراہ ہو اولوالعزم مومنین کا کام نہیں ہو سکتا۔ تنبیہ | میرے نزدیک ”یَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ“ محض تقلیل مدت سے کننا یہ ہے۔ نیند سے اٹھ کر اتنی طویل مدت بھی ان کو قلیل محسوس ہوئی۔ سچ ہے ”مردہ اور سوتا برابر ہے۔“ ”یَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ“ کا حرف ”أَوْ“ کے ساتھ استعمال ایسا سمجھو جیسے سورۃ مومنون میں ہے ”كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ قَالُوا الْبَشَاءُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسَلِّ الْعَادَاتِ يَنْ“ (مؤمنون رکوع ۶)

بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُيُوتًا رَبُّهُمْ

آپس میں اپنی بات پر پھر کہنے لگے بناؤ ان پر ایک عمارت ان کا رب

أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ

خوب جانتا ہے ان کا حال بولے وہ لوگ جن کا کام غالب تھا ہم بنا لیں گے

عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا ۝ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّا بَعْضَهُم

ان کی جگہ پر عبادت خانہ اب یہی کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا

كَلْبَهُمْ ۖ وَيَقُولُونَ سَادِسَةٌ ۗ كَلْبَهُمْ

ان کا کتا اور یہ بھی کہیں گے وہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا

رَجَبًا بِالْغَيْبِ ۗ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ ۖ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ

بدون نشان دیکھے پتھر چلانا اور یہ بھی کہیں گے وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا

قُلْ رَبِّيَ أَعْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ

تو کہہ میرا رب خوب جانتا ہے ان کی گنتی ان کی خبر نہیں رکھتے مگر تھوڑے لوگ

فَلَا تُبَارِقِهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَنُفِتْ فِيهِمْ

سومت جھگڑان کی بات میں مگر سرسری جھگڑا اور مت تحقیق کر ان کا حال

مِنْهُمْ أَحَدًا ۝ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايٍ ءِإِنِّي فَاعِلٌ

ان میں (ان سب میں) کسی سے اور نہ کہنا کسی کام کو کہ میں یہ کروں گا

ذَلِكَ عَدَا ۝ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ زَوَادُكَرُ رَبِّكَ

کل کو مگر یہ کہ اللہ چاہے اور یاد کر لے اپنے رب کو

۱ اہل شہر کو اصحاب کہف کا علم ہونا | ایک ان میں سے روپیہ لے کر شہر میں داخل ہوا۔ وہاں سب چیز اوپری دیکھی۔ اس مدت میں کئی قرن بدل چکے تھے۔ شہر کے لوگ اس روپیہ کا سکہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ کس بادشاہ کا نام ہے اور کس عہد کا ہے۔ سمجھے کہ اس شخص نے کہیں سے پرانا گڑا ہوا مال پالیا ہے۔ شدہ شدہ معاملہ بادشاہ تک پہنچا۔ اس نے وہ پرانی تختی طلب کی جس پر چند نام اور پتے لکھے تھے کہ یہ لوگ دفعۃً نا معلوم طریقے سے فلاں سنہ میں غائب ہو گئے ہیں۔ تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ یہ وہی مفقود و اخیر جماعت ہے۔ اس وقت شہر میں "بعث بعد الموت" کے متعلق بڑا جھگڑا ہو رہا تھا کوئی کہتا تھا کہ مرنے کے بعد جینا نہیں کوئی کہتا تھا کہ محض روحانی بعث ہے جسمانی نہیں۔ کوئی معاد روحانی و جسمانی دونوں کا قائل تھا۔ بادشاہ وقت حق پرست اور منصف تھا، چاہتا تھا کہ ایک طرف کی کوئی ایسی نظیر ہاتھ لگے جس سے سمجھانے میں آسانی رہے اور استبعاد عقلی کم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نظیر بھیج دی۔

اس واقع سے آخرت پر استدلال | آخر منکرین آخرت بھی یہ حیرت انگیز ماجرا دیکھنے سننے کے بعد آخرت پر یقین لائے۔ یہ نظارہ خاص طور پر ان کی طبائع پر اثر انداز ہوا سمجھے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو تنبیہ کی ہے کہ یہ قصہ بھی دوسری بار جینے سے کم نہیں۔ تنبیہ بعض نے "اذیتنا زغون بینہم افرہم" کا مطلب یہ لیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اصحاب کہف کے حال سے لوگوں کو اس وقت آگاہ کیا جب کہ اصحاب کہف کے متعلق چرچے اور جھگڑے ہو رہے تھے کہ وہ چند نوجوان جنہیں مدت دراز سے سنتے آئے ہیں کہ ایک بیک غائب ہو گئے تھے پھر کچھ پتہ نہ چلا کہاں گئے ہوں گے؟ کہاں ان کی نسل پھیلی ہوگی؟ اب تک زندہ تو کیا ہوتے۔ سب مر گل کر برابر ہو گئے ہوں گے؟ اس مسئلہ میں کوئی کچھ کہتا تھا دوسرا کچھ خیال ظاہر کرتا تھا کہ دفعۃً حق تعالیٰ نے حقیقت سے پردہ اٹھا دیا۔ اور سب اختلافات ختم کر دیے۔

۲ غار کی جگہ یا دگار کی تعمیر | یہ پتہ نہیں کہ اس کے بعد اصحاب کہف زندہ رہے یا انتقال کر گئے؟ انتقال ہوا تو کب ہوا، زندہ رہے تو کب تک رہے یا کب تک رہیں گے۔ بہر حال اہل شہر نے ان کے عجیب و غریب احوال پر مطلع ہو کر فرط عقیدت سے چاہا کہ اس غار کے پاس کوئی مکان بطور یادگار تعمیر کر دیں جس سے زائرین کو سہولت ہو۔ اس میں اختلاف رائے ہوا ہوگا کہ کس قسم کا مکان بنایا جائے۔ اس اختلاف کی تفصیل تو خدا ہی کو معلوم ہیں اور یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ یہ تجویز ان کی موت کے بعد ہوئی یا اس سے قبل دوبارہ نیند طاری ہونے کی حالت میں اور لوگوں کو غار تک پہنچ کر ان کی ملاقات میسر ہو سکی یا نہیں۔ تاہم جو بار سوخ اور ذی اقتدار لوگ تھے ان کی رائے یہ قرار پائی کہ غار کے پاس عبادت گاہ تعمیر کر دی جائے۔ اصحاب کہف کی نسبت بجز اس کے کہ پکے موحد اور متقی تھے، یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ کس نبی کی شریعت کے پیرو تھے۔ لیکن جن لوگوں نے معتقد ہو کر وہاں مکان بنایا وہ نصاریٰ تھے۔ ابو حیان نے "بحر محیط" میں اصحاب کہف کا مقام متعین کرنے کے لئے متعدد اقوال نقل کئے ہیں۔ من شاء فلیراجع۔

۳ اصحاب کہف کی تعداد | یعنی سامعین "اصحاب کہف" کا قصہ سن کر جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے، انکل کے تیر چلائیں گے، کوئی کہے گا کہ وہ تین تھے چوتھا کتا تھا، کوئی پانچ بتلا کر چھٹا کتے کو شمار کرے گا۔ لیکن یہ سب اقوال ایسے ہیں جیسے کوئی بے نشانہ دیکھے پتھر چلاتا رہے۔ ممکن ہے مختلف باتیں کہنے سے جہل کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا امتحان کرنا بھی مقصود ہو کہ دیکھیں یہ اس معاملہ میں کیا کہتے ہیں۔ کیونکہ احتمال ہے کہ یہود نے ان کو صحیح تعداد سات کی بتلائی ہو جس کی طرف آگے قرآن نے اشارہ کیا ہے۔

۴ اصحاب کی تعداد کے بارے میں ابن عباس کی روایت | یعنی اس قسم کی غیر معتد بہ باتوں میں زیادہ جھگڑنا حاصل ہے۔ عدد کے معلوم ہونے سے کوئی اہم مقصد متعلق نہیں۔ جتنی بات خدا نے بتلا دی اس سے زیادہ تحقیق کے درپے ہونا یا جس قدر تر دید خدا تعالیٰ کر چکا اس سے زیادہ جھگڑنا اور تر دید کرنا فضول ہے۔ ابن عباس نے فرمایا میں ان قلیل لوگوں میں سے ہوں (جنہوں نے سیاق قرآنی سے معلوم کر لیا کہ) اصحاب کہف سات ہی تھے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے پہلے دو قول کو "رجما بالغیب" فرمایا، تیسرے قول کے ساتھ نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ اسلوب بیان بھی بدلا ہوا ہے پہلے دونوں جملوں میں "واوعطف" نہ تھا، تیسرے میں "وٹامنہم کلبہم عطف کے ساتھ لانے سے گویا اس پر زور دینا ہے کہ اس قول کا قائل پوری بصیرت و وثوق کے ساتھ واقعہ کی تفصیل سے واقف ہے۔ بعض نے اس کی تائید میں یہ بھی کہا ہے کہ پہلے قال قائل منہم کم لبثتم سے ایک قائل کا ہونا اور قالوا البنا یوما الخ سے اس کے کم از کم تین قائلین کا پھر دوسرے قالوا ربکم اعلم الخ سے ان کے علاوہ تین اور قائلین کا ثبوت ملتا ہے۔ اس طرح کم از کم سات آدمی ہونے چاہئیں۔ کتا ان کے علاوہ رہا۔

إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَنْ يَهْدِيَنَا رَبِّي لِقُرْبٍ

جب بھول جائے اور کہہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو دکھلائے (بجھائے) اس سے

مِنْ هَذَا ارشَادًا ۲۴) وَلَيْثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ

زیادہ نزدیک راہ نیکی کی اور مدت گذری ان پر اپنی کھوہ میں تین

سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۲۵) قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا

سو برس اور ان کے اوپر نو تو کہہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی

لَيْثُوا لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهِ وَأَنْ

مدت ان پر گذری اسی کے پاس ہیں چھپے بھید آسمانوں اور زمین کے کیا عجیب دیکھتا اور

أَسْمِعُ مَا لَهُمْ مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَكَلٍ وَلَا يُشْرِكُ

سنتا ہے کوئی نہیں بندوں پر اس کے سوا مختار اور نہیں شریک کرتا

فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ۲۶) وَأَنْتَ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ

اپنے حکم میں کسی کو اور پڑھ اور وحی ہوئی تجھ کو تیرے

كِتَابٍ رَبِّكَ لَا مُبَدَّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ

رب کی کتاب سے کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتیں اور کہیں نہ پائے گا

دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۲۷) وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِينَ

تو اس کے ساتھ چھینے کو جگہ (پناہ کی جگہ) اور رو کے رکھا اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ

پکارتے ہیں اپنے رب سے صبح اور شام طالب ہیں

اس واقع کا نزول۔ اور کلمہ انشاء اللہ کی اہمیت | اصحاب کہف کا قصہ تاریخی کتابوں میں نادرات میں لکھا تھا، ہر کسی کو کہاں خبر ہو سکتی۔ مشرکین نے یہود کے سکھانے سے حضرت سے پوچھا۔ مقصود آپ کی آزمائش تھی، حضرت نے وعدہ کیا کہ کل بتادوں گا۔ اس بھروسہ پر کہ جبریل آئیں گے تو دریافت کر دوں گا۔ جبریل پندرہ دن تک نہ آئے حضرت نہایت غمگین ہوئے۔ مشرکین نے ہنسنا شروع کیا۔ آخر یہ قصہ لے کر آئے اور پیچھے نصیحت کی کہ آئندہ کی بات کے متعلق بغیر ”انشاء اللہ“ کے وعدہ نہ کرنا چاہئے۔ اگر ایک وقت بھول جائے تو پھر یاد کر کے کہہ لے۔ اور فرمایا کہ امید رکھ کہ تیرا درجہ اللہ اس سے زیادہ کرے یعنی کبھی نہ بھولے (موضح القرآن) یا اصحاب کہف کے واقعہ سے زیادہ عجیب طور پر آپ کی حفاظت فرمائے اور کامیاب کرے جیسا کہ غار ثور کے قصہ میں ہوا۔ یا واقعہ کہف سے زیادہ عجیب واقعات و شواہد آپ کی زبان سے بیان کرائے۔

تیند کی مدت | یعنی شمس حساب سے پورے تین سو سال کھوہ میں سوتے رہے اور قمری حساب سے نو سال زیادہ ہوئے (مہینوں اور دنوں کی سو محسوب نہیں کی گئیں) یا تین سو سال کے بعد ممکن ہے قدرے تیند سے چونکے ہوں پھر سو گے اور نو سال تک سوتے رہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ تین سو نو سال جاگنے کے بعد سے عہد نبوی ﷺ تک کی مدت بیان فرمائی۔ یعنی لوگوں سے مل ملا کر پھر سو رہے جس کو آپ کے زمانہ تک اتنا عرصہ گذرا واللہ اعلم۔ (لطیفہ) ہمارے زمانہ میں صوبہ زیشوان میں ایک شخص دو سو باون سال کی عمر رکھتا ہے۔ چوبیسویں شادی ابھی حال میں کی ہے۔

اللہ کا علم و قدرت | جتنی مدت سو کر وہ جاگے تھے، تاریخ والے کئی طرح بتاتے تھے۔ سب سے ٹھیک وہ ہی ہے جو اللہ بتائے۔ آسمان و زمین کے تمام پوشیدہ راز اسی کے علم میں ہیں۔ کوئی چیز اس کی آنکھ سے اوجھل نہیں۔

یعنی جس طرح اس کا علم محیط ہے، اس کی قدرت و اختیار بھی سب پر حاوی ہے۔ جیسے غیوب سموت و ارض کے علم میں اس کا کوئی شریک نہیں، اختیارات و قدرت میں بھی کوئی سہیم و شریک نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت کو تلاوت وحی کا حکم | پہلے اصحاب کہف کے قصہ پر فرمایا تھا ”فَلَا تَمَارِفْهُمْ إِلَّا مِرَاءَ ظَاهِرٍ أَوْ لَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِنْهُمْ أَحَدًا“ مطلب یہ ہے کہ بیکار چیزوں میں زیادہ الجھنے اور کاوش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں مشغول رہیے۔ یعنی جو جامع و مانع اور کافی و شافی کتاب تیرے رب نے مرحمت فرمائی اسے پڑھ کر سناتے رہیے۔ خدا نے جو باتیں اس میں سنائیں اور جو وعدے کئے کوئی طاقت نہیں جو انہیں بدل یا نال سکے یا غلط ثابت کر سکے۔ اگر کوئی ان باتوں کو بدلنے کے درپے ہوگا یا اس کتاب کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا وہ خوب سمجھ لے کہ خدا کے مجرم کے لئے کہیں پناہ نہیں۔ ہاں وفاداروں کو پناہ دینے کے لئے اس کی رحمت وسیع ہے۔ دیکھ لو ”اصحاب کہف“ کو جو خدا کی باتوں پر جسے رہے کیسی اچھی جگہ اپنے فضل سے عنایت فرمائی۔

وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ

اس کے منہ (رضا) کے ♦ اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر تلاش میں رونق زندگانی

الدُّنْيَا وَلَا تَطْعَمَ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا

دنیا کی ♦ اور نہ کھامان (متن) اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے

وَاتَّبَعَهُ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرَهُ فُرْطًا ۲۸ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ

اور پیچھے پڑا ہوا ہے اپنی خوشی (خواہش) کے اور اس کا کام ہے حد پر (سے نکل جانا) نہ رہنا ♦ اور کہہ سکتی بات ہے

رَبِّكُمْ قَفَّ فَمِنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمِنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ ۲۹

تمہارے رب کی طرف سے پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے ♦

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۳۰

ہم نے تیار کر رکھی ہے گنہگاروں کے واسطے آگ کہ گھیر رہی ہیں ان کو اس کی قہقہے ♦

وَإِنْ يَسْتَعْجِبْكُمْ أَيْغَاثُ آبِئَاءِ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهُ ۳۱

اور اگر فریاد کریں گے تو ملے گا پانی جیسے پیپ بھون ڈالے منہ کو

بِئْسَ الشَّرَابُ ۳۲ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۳۳ إِنَّ الَّذِينَ

کیا برا پینا ہے ♦ اور کیا برا آرام بے شک جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ

یقین لائے اور کیں نیکیاں ہم نہیں کھوتے بدلہ اس کا جس نے بھلا کیا

عَمَلًا ۳۴ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَدَّتْ عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ

کام ♦ ایسوں کے واسطے باغ ہیں بسنے کے بہتی ہیں

الثلاثة

❖ **بعض صحابہ کی مدح اور فضیلت** | یعنی اس کے دیدار اور خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائماً عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ مثلاً ذکر کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، نمازوں پر مداومت رکھتے ہیں، حلال و حرام میں تمیز کرتے ہیں، خالق و مخلوق دونوں کے حقوق پہچانتے ہیں گو دنیوی حیثیت سے معزز اور مالدار نہیں۔ جیسے صحابہؓ میں اس وقت عمار، صہیب، بلال، ابن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم تھے۔ ایسے مومنین مخلصین کو اپنی صحبت و مجالست سے مستفید کرتے رہے۔ اور کسی کے کہنے سننے پر ان کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے۔

❖ **سرداران کفار کی مذمت** | یعنی ان غریب شکستہ حال مخلصین کو چھوڑ کر موٹے موٹے متکبر دنیا داروں کی طرف اس غرض سے نظر نہ اٹھائیے کہ ان کے مسلمان ہو جانے سے دین اسلام کو بڑی رونق ہوگی۔ اسلام کی اصلی عزت و رونق مادی خوشحالی اور چاندی سونے کے سکوں سے نہیں مضبوط ایمان و تقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی سے ہے۔ دنیا کی ٹیپ ٹاپ محض فانی اور سایہ کی طرح ڈھلنے والی ہے، حقیقی دولت تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی ہے جسے نہ شکست ہے، نہ زوال، چنانچہ اصحاب کہف کے واقعہ میں خدا کو یاد کرنے والوں اور دنیا کے طالبوں کا انجام معلوم ہو چکا۔

❖ **یعنی جن کے دل دنیا کے نشہ میں مست ہو کر خدا کی یاد سے غافل اور ہر وقت نفس کی خوشی اور خواہش کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں، خدا کی اطاعت میں بیٹے اور ہوا پرستی میں آگے رہنا ان کا شیوہ ہے، ایسے بدمست غافلوں کی بات پر آپؐ کان نہ دھریں خواہ بظاہر کیسے ہی دولت مند اور جاہ و ثروت والے ہوں۔ روایات میں ہے کہ بعض صنایع و تفریحات نے آپؐ سے کہا کہ ان رذیلوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیجئے تاکہ سردار آپؐ کے پاس بیٹھ سکیں۔ رذیل کہا غریب مسلمانوں کو اور سردار دولت مند کافروں کو۔ ممکن ہے آپؐ کے قلب مبارک میں یہ خیال گزرا ہو کہ ان غرباء کو تھوڑی دیر علیحدہ کر دینے میں کیا مضائقہ ہے۔ وہ تو بچے مسلمان ہیں مصلحت پر نظر کر کے رنجیدہ نہ ہوں گے اور یہ دولت مند اس صورت میں اسلام قبول کر لیں گے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ آپؐ ہرگز ان متکبرین کا کہنا نہ مانیے کیونکہ یہ بیہودہ فرمائش ہی ظاہر کرتی ہے کہ ان میں حقیقی ایمان کا رنگ قبول کرنے کی استعداد نہیں۔ پھر محض سوہوم فائدہ کی خاطر مخلصین کا احترام کیوں نظر انداز کیا جائے۔ نیز امیروں اور غریبوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنے سے احتمال ہے کہ عام لوگوں کے قلوب میں پیغمبر کی طرف سے معاذ اللہ نفرت اور بدگمانی پیدا ہو جائے جس کا ضرر اس ضرر سے کہیں زائد ہوگا جو ان چند متکبرین کے اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں تصور کیا جاسکتا ہے۔**

❖ **حق ظاہر ہو چکا** | یعنی خدا کی طرف سے سچی باتیں سنادی گئیں، کسی کے ماننے نہ ماننے کی اسے کچھ پروا نہیں۔ جو کچھ نفع نقصان ہوگا صرف تمہارا ہوگا۔ ماننے اور نہ ماننے والے دونوں اپنا اپنا انجام سوچ لیں جو آگے بیان کیا جاتا ہے۔ دنیا کی چہل پہل محض ہیچ اور فانی ہے۔ اس کا لطف جب ہی ہے کہ فلاح آخرت کا ذریعہ بنے۔ وہاں محض دنیا کا تمول کام نہ دے گا۔ بلکہ جو یہاں شکستہ حال تھے بہت سے وہاں عیش و آرام میں ہوں گے۔

❖ وہ قناتیں بھی آگ کی ہوں گی۔

❖ **دوزخ کا پانی** | یعنی گرمی کی شدت سے پیاس لگے گی تو العطش پکاریں گے۔ تب تیل کی تلچھٹ یا پیپ کی طرح کا پانی دیا جائے گا۔ جو سخت حرارت اور تیزی کی وجہ سے منہ کو بھون ڈالے گا۔

❖ یعنی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی بھی کم نہ ہوگی۔ پورا بدلہ دیا جائے گا۔

تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُجَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

ان کے نیچے نہریں پہنائے جائیں گے ان کو وہاں لنگن سونے کے

وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ

اور پہنیں گے اور پینس گے کپڑے سبز باریک (لابی اور تافتے کے) اور گاڑھے ریشم کے

مُتَّكِبِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ

تکیہ لگائے ہوئے ان میں تختوں پر کیا خوب بدلہ ہے اور کیا خوب

مُرْتَفَقًا ۴ ﴿۳۱﴾ وَأَضْرِبْ لَهُم مِّثْلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا

آرام اور بتلا ان کو مثل (قصہ) دو مردوں کی (کا) کر دیئے (بنادیئے) ہم نے

لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَ

ان میں سے ایک کے لیے دو باغ انگور کے اور گردان کے کھجوریں اور

جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا ۵ ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ

رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی دونوں باغ لاتے ہیں

أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمِ مِنْهُ شَيْئًا ۖ وَفَجَّرْنَا خِلْفَهُمَا

اپنا میوہ اور نہیں گھناتے اس میں سے کچھ اور بہادی ہم نے ان دونوں کے بیچ

نَهْرًا ۶ ﴿۳۳﴾ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُجَاوِرُهُ

نہر اور ملا اس کو پھل پھر بولا اپنے ساتھی (دوسرے) سے جب باتیں کرنے لگا اس سے

أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ۗ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ

میرے پاس زیادہ ہے تجھ سے مال اور آبرو کے لوگ اور گیا اپنے باغ میں

اہل جنت کی نعمتیں | تاکہ دکھلا دیا جائے کہ اصلی اور دائمی دولت مند کون لوگ ہیں۔ کنگن یا ریشمی کپڑوں اور اسی طرح جنت کی تمام نعمتوں کی خاص کیفیت کو ہم دنیا میں نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ ہماری محسوسات میں اس موطن کی کوئی پوری مثال موجود نہیں۔

شاید ابراہار یک ریشم کا اور استر دیزریشم کا ہو۔ ما فہم من قولہ تعالیٰ بَطَّأْنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ (رحمن رکوع ۳۷) یا دونوں قسمیں الگ الگ استعمال کی جائیں۔ واللہ اعلم۔ موضح القرآن میں ہے۔ ”حضرت نے فرمایا سونا اور ریشمی کپڑا مردوں کو ملنا ہے بہشت میں۔ جو کوئی یہاں یہ چیزیں پہنے وہاں نہ پہنے گا۔“

یعنی مسہریوں پر تکیہ مسند لگائے نہایت عزت و آرام سے بیٹھے ہوں گے۔

دو شخصوں کی مثال | یہ کافر غنی اور مومن فقیر کی مثال بیان فرمائی، جس کے ضمن میں دنیا کی بے ثباتی، کفر و تکبر کی بد انجامی اور ایمان و تقویٰ کی مقبولیت پر متنبہ کرنا ہے۔ یہ دو شخص جن کی مثال بیان ہوئی واقعی موجود تھے؟ یا محض تفہیم کے لئے مثال فرض کر لی گئی؟ علماء کے اس میں دونوں قول ہیں اور تمثیل کا فائدہ بہر حال حاصل ہے۔

یعنی باغوں کے گرد باڑھ کھجور کی لگائی اور دونوں باغوں کے درمیان میں زمین چھوڑی جس میں زراعت ہوتی تھی تاغلے اور پھل (قوت اور فواکہ) سب تیار ملیں۔

یعنی یہ نہیں کہ ایک باغ پھلا دوسرا نہ پھلا۔ یا ایک درخت زیادہ پھل لایا دوسرا کم۔

یعنی باغوں کے درمیان نہر کا پانی قرینہ سے پھر رہا تھا کہ منظر فرحت بخش رہے اور بارش نہ ہوتی بھی باغ وغیرہ خشکی سے خراب نہ ہونے پائے۔

یعنی جو خرچ کیا یا کمائی کی اس کا پھل خوب ملا۔ اور ہر قسم کے سامان عیش ورفاہیت جمع ہو گئے نکاح کیا تو اس کا پھل بھی اچھا پایا اور اولاد کثرت سے ہوئی۔

مال و دولت کا نشہ | یعنی مال و دولت اور جتھا میرے پاس تجھ سے کہیں زائد ہے۔ اگر میں مشرکانہ اطوار اختیار کرنے میں باطل پر ہوتا تو اس قدر آسائش اور فراخی کیوں ملتی۔ اس کے مشرک ہونے کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ آفت آنے کے بعد پچتا کر کہتا تھا ”یٰلَیْسَی لِمَ اُشْرِکْ بِرَبِّیْ اَحْذَا“ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا غریب ساتھی جو پکا موحد تھا مشرک کے باطل ہونے کا اظہار اور مشرک سے تائب ہونے کی نصیحت کر رہا ہوگا۔ جس کے جواب میں یہ کہا کہ میں تجھ سے مال میں، جتھے میں، ہر چیز میں زیادہ ہوں کس طرح یقین کر لوں کہ میں باطل پر ہوں اور تجھ جیسا مفلس فلاش حق پر ہو۔

وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۚ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ

اور وہ برا کر رہا تھا اپنی جان پر ۞ بولا نہیں آتا مجھ کو خیال کہ خراب ہووے یہ باغ

أَبَدًا ۝ (۳۵) وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُدِّدْتُ

کبھی اور نہیں خیال کرتا ہوں میں کہ قیامت ہونے والی ہے اور اگر کبھی پہنچا دیا گیا (کہیں پہنچ گیا)

إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۚ قَالَ

میں اپنے رب کے پاس پاؤں گا بہتر اس سے وہاں پہنچ کر ۞ کہا

لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي

اس کو دوسرے نے جب بات کرنے لگا کیا تو منکر ہو گیا اس سے جس نے

خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاهُ

پیدا کیا تجھ کو مٹی سے پھر قطرہ سے پھر پورا کر دیا تجھ کو

رَجُلًا ۝ (۳۶) لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي

مرد پھر میں تو یہی کہتا ہوں وہی اللہ ہے میرا رب اور نہیں ماننا شریک اپنے رب کا

أَحَدًا ۝ (۳۷) وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا

کسی کو ۞ اور جب تو آیا تھا اپنے باغ میں کیوں نہ کہا (کہا ہوتا) تو نے جو

شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ إِنَّ تَرَنَّا أَقْلًا

چاہے اللہ سو ہو (ہوتا ہے) طاقت نہیں مگر جو دے اللہ ۞ اگر تو دیکھتا ہے مجھ کو کہ میں کم ہوں

مِنْكَ مَا لَّا وَوَلَدًا ۚ فَعَسَىٰ رَبِّي أَنْ يُوْتِبِنِي

تجھ سے مال اور اولاد میں تو امید ہے کہ میرا رب دیوے مجھ کو

یعنی شرک میں مبتلا تھا۔ کبر و غرور کا نشہ دماغ میں بھرا ہوا تھا، دوسروں کو حقیر جانتا تھا، اور خدا کی قدرت و جبروت پر نظر نہ تھی۔ نہ یہ سمجھتا تھا کہ آگے کیا انجام ہونے والا ہے۔ بس یہ ہی باغ اس کی جنت تھی جس کو آپ خیر سے ابدی سمجھتے تھے۔

مال کی وجہ سے آخرت سے انکار | یعنی اب تو آرام سے گذرتی ہے۔ اور میں نے سب انتظامات ایسے مکمل کر لئے ہیں کہ میری زندگی تک ان باغوں کے تباہ ہونے کا بظاہر کوئی کھٹکا نہیں۔ رہا بعد الموت کا قصہ، سوا اول تو مجھے یقین نہیں کہ مرنے کے بعد ہڈیوں کے ریزوں کو دوبارہ زندگی ملے گی؟ اور ہم خدا کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو یقیناً مجھے یہاں سے بہتر سامان وہاں ملنا چاہئے۔ اگر ہماری حرکات خدا کو ناپسند ہوتیں تو دنیا میں اتنی کشائش کیوں دیتا۔ گویا یہاں کی فراخی علامت ہے کہ وہاں بھی ہم عیش اڑائیں گے۔

اس کے مومن دوست کا جواب | یعنی جس خدا نے تیری اصل (آدم علیہ السلام) کو بے جان مٹی سے پھر تجھ کو زمینی پیداوار کے خلاصہ اور ایک قطرہ ناپیز سے پیدا کر کے زندگی بخشی اور جسمانی و روحانی قوتیں دے کر ہٹا کٹا مرد بنایا، کیا تجھے انکار ہے کہ وہ تیرے مرے پیچھے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ یا دی ہوئی نعمت چھین نہیں سکتا؟ میرا تو یہ عقیدہ نہیں۔ بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ وہ تنہا ہمارا رب ہے۔ اس کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں۔ پھر بھلا اس کے حکم و اختیار کے سامنے کون دم مار سکتا ہے۔

مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کے کلمہ کی تلقین | یعنی مال تو اللہ کی نعمت ہے۔ پر اترانے اور کفر بکنے سے آفت آتی ہے۔ چاہئے تھا کہ باغ میں داخل ہوتے وقت ”مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا“ کی جگہ ”مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کہتا۔ یعنی خدا جو چاہے عطا فرمائے، ہم میں جو کچھ زور و قوت ہے اسی کی امداد و اعانت سے ہے۔ وہ چاہے تو ایک دم میں سلب کر لے۔ روایات میں ہے کہ جب آدمی کو اپنے گھربار میں آسودگی نظر آئے تو یہی لفظ کہے۔ ”مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“

خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنْ

تیرے باغ سے بہتر ♦ اور بھیج دے اس پر (تیرے باغ پر گرم لو) اوکا ایک جھونکا

السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ۝۳۰ أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا

آسمان سے پھر صبح کو رہ جائے میدان صاف (چٹیل) یا صبح کو ہو رہے اس کا پانی

غُورًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ۝۳۱ وَأَحْيِطْ بِثَمَرِهِ

ننگ پھر نہ لاسکے تو اس کو ڈھونڈ کر ♦ اور سمیٹ لیا گیا اس کا سارا پھل

فَأُصْبِحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَا أَنفَقَ فِيهَا وَهِيَ

پھر صبح کو رہ گیا ہاتھ نچاتا ♦ اس مال پر جو اس میں لگایا تھا اور وہ

خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ

گرا پڑا تھا اپنی چھتریوں پر (ٹیوں پر) ♦ اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا اگر میں شریک نہ بناتا

بِرَبِّي أَحَدًا ۝۳۲ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ فِئَةٌ يَنْصُرُونَهُ

اپنے رب کا کسی کو ♦ اور نہ ہوئی اس کی جماعت کہ مدد کریں اس کی

مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ۝۳۳ هُنَالِكَ

اللہ کے سوا اور نہ ہوا وہ کہ خود بدلہ لے سکے ♦ یہاں (وہاں)

الْوَلَايَةَ لِلَّهِ الْحَقِّ ۝۳۴ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۝۳۵

سب اختیار ہے اللہ کے سچے کا ♦ اور اچھا ہے اسی کا دیا ہوا بدلہ

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۤءٍ أَنزَلْنَاهُ

اور بتلا دے ان کو مثل دنیا کی زندگی کی جیسے پانی اتارا ہم نے

دنیا میں یا آخرت میں۔

یعنی ایک گرم بگولا اٹھے یا اور کوئی آفت سماوی نازل ہو جو تیرے تکبر و تجبر کی سزا میں باغ کو تہس نہس کر کے صاف چٹیل میدان بنا دے۔ یا نہر کا پانی خشک ہو کر رہ جائے۔ پھر باوجود کوشش کے جاری نہ ہو۔

یعنی کفِ افسوس ملتا رہ گیا۔

باغ و اسباب کی تباہی | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں آخر اس کے باغ پر وہ ہی ہوا جو اس مرد نیک کی زبان سے نکلا تھا۔ رات کو آفت سماوی آگ کی صورت میں آئی۔ سب جل کر ڈھیر ہو گیا۔ مال خرچ کیا تھا پونجی بڑھانے کو وہ اصل بھی کھو بیٹھا۔

اپنے شرک پر ندامت | مگر اب بچتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چک گئیں کھیت۔ اور یہ افسوس و ندامت بھی خدا سے ڈر کر نہیں، محض دنیوی ضرر پہنچنے کی بنا پر تھی۔

یعنی نہ جتنا کام آیا، نہ اولاد، نہ فرضی معبود جنہیں خدائی کا شریک ٹھہرا رکھا تھا۔ اور نہ خود اپنی ذات میں اتنی طاقت تھی کہ خدا کے عذاب کو روک دیتا یا بدلہ لے سکتا۔

یعنی جس عمل کا جو بدلہ کسی کو دے وہ ہی ٹھیک ہے۔ یہاں اور وہاں ہر جگہ اختیار اسی کا چلتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے فیصلہ میں دخل دے سکے۔

مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ

آسمان سے پھر رلا ملا (رل مل کر) نکلا اس کی وجہ سے زمین کا سبزہ پھر کل کو ہو گیا

هَشِيْمًا تَذْرُوهُ الرِّيْحُ ۝ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

پورا پورا ہوا میں اڑتا ہوا اور اللہ کو ہے ہر چیز پر

مُقْتَدِرًا ۝ الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

قدرت مال اور بیٹے رونق ہیں دنیا کی زندگی میں

وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ

اور باقی رہنے والی نیکیوں کا بہتر ہے تیرے رب کے یہاں بدلہ اور بہتر ہے

أَمَلًا ۝ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً

توقع اور جس دن ہم چلائیں پہاڑ اور تو دیکھے زمین کو کھلی ہوئی

وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۝ وَعَرْضُوا

اور گھیر بلائیں ہم ان کو پھر نہ چھوڑیں ان میں سے ایک کو اور سامنے آئیں

عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا ۝ لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ

تیرے رب کے صف (قطار) باندھ کر آپہنچے تم ہمارے پاس جیسا ہم نے بنایا تھا تم کو

أَوَّلَ مَرَّةٍ ۝ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّنْ نَجْعَلَ لَكُمْ مَوْعِدًا

پہلی بار نہیں تم تو کہتے تھے کہ نہ مقرر کریں گے ہم تمہارے لیے کوئی وعدہ

وَوَضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ

اور رکھا جائے گا حساب کا کاغذ پھر تو دیکھے گنہگاروں کو ڈرتے ہیں

دنیا کی زندگی کی مثال | یعنی دنیا کی عارضی بہار اور فانی و سرلیع الزوال تر و تازگی کی مثال ایسی سمجھو کہ خشک اور مردہ زمین پر بارش کا پانی پڑا، وہ یک یک، جی اٹھی، گنجان درخت اور مختلف اجزاء سے رلا ملا سبزہ نکل آیا۔ لہلہاتی کھیتی آنکھوں کو بھلی معلوم ہونے لگی۔ مگر چند روز ہی گزرے کہ زرد ہو کر سوکھنا شروع ہو گئی۔ آخر ایک وقت آیا کہ کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی گئی۔ پھر ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑائی گئی۔ یہ ہی حال دنیا کے دیدہ زیب و ابلہ فریب بناؤ سنگار کا سمجھو۔ چند روز کے لئے خوب ہری بھری نظر آتی ہے، آخر میں چورہ ہو کر ہوا میں اڑ جائے گی۔ اور کٹ چھٹ کر سب میدان صاف ہو جائے گا جیسا کہ آگے ”وَيَوْمَ نَسِيْرُ الْجِبَالِ وَتَرَى الْأَرْضَ بَادِرَةً“ میں اشارہ کیا ہے۔ یعنی جب چاہے پھر جلادے (موضح القرآن) یا یہ کہ اگانا اور چورا کر کے اڑا دینا سب اسی کے دست قدرت میں ہے۔

مال و اولاد اور باقی رہنے والی نیکیاں | یعنی مرنے کے بعد مال و اولاد وغیرہ کام نہیں آتے صرف وہ نیکیاں کام آتی ہیں جن کا اثر یا ثواب آئندہ باقی رہنے والا ہو۔ حدیث میں ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ ان کلمات کو باقیات صالحات فرمایا۔ یہ محض مثال کے طور پر ہے۔ ورنہ تمامی اعمال حسنہ اس میں داخل ہیں۔ موضح القرآن میں ہے۔ ”رہنے والی نیکیاں یہ کہ علم سیکھا جائے جو جاری رہے یا کوئی نیک رسم چلا جائے یا مسجد، کنواں سرائے، باغ، کھیت وقف کر جائے یا اولاد کو تربیت کر کے صالح چھوڑ جائے، اسی قسم کے کام ہیں جن پر خدا کے ہاں بہترین بدلہ مل سکتا ہے اور انسان عمدہ توقعات قائم کر سکتا ہے۔ دنیا کی فانی و زائل خوشحالی پر لمبی چوڑی امیدیں باندھنا عقلمندی نہیں۔“

قیامت کے دن پہاڑ اور زمین کا حال | یعنی جب قیامت آئے گی پہاڑ جیسی سخت مخلوق بھی اپنی جگہ سے چلائی جائے گی۔ بلکہ اس کی بھاری بھاری چٹانیں دُھنی ہوئی اون کی طرح فضا میں اڑتی پھریں گی۔ غرض زمین کے سارے ابھار مٹ مٹا کر سطح ہموار اور کھلی ہوئی رہ جائے گی۔ یعنی کوئی شخص خدائی عدالت سے غیر حاضر نہ ہو سکے گا۔

محشر میں اُمتوں کی صفیں | منکرین بعثت کو تفریع و توخیخ کے طور پر یہ کہا جائے گا کہ تم تو قیامت وغیرہ کو محض ڈھکوسلہ سمجھتے تھے۔ آج سب جتھا اور اثاثہ چھوڑ کر ننگ دھڑنگ کہاں آ پہنچے اور ”جیسا بنایا تھا پہلی بار“ میں یہ بھی داخل ہے کہ بدن میں کچھ زخم و نقصان وغیرہ نہ رہے گا۔ حدیث میں ہے کہ محشر میں کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں اسی امت محمدیہ کی ہیں۔

مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يُوبِلْتَنَا مَالِ هَذَا الْكِتَابِ

اس سے جو اس میں لکھا ہے ♦ اور کہتے ہیں ہائے خرابی کیسا ہے یہ کاغذ

لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَ

نہیں چھوٹی اس سے چھوٹی بات اور نہ بڑی بات جو اس میں نہیں آگئی (گھیر لی)

وَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ

اور پائیں گے جو کچھ کیا ہے سامنے ♦ اور تیرا رب ظلم نہ کرے گا

أَحَدًا ۴۹ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ

کسی پر ♦ اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو

فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ

تو سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس تھا جن کی قسم سے سو نکل بھاگا

عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ۖ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ

اپنے رب کے حکم سے سو کیا اب تم ٹھیراتے ہو اس کو اور اس کی اولاد کو رفیق

مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۗ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ

میرے سوا اور وہ تمہارے دشمن ہیں بُرا ہاتھ لگائے انصافوں کے

بَدَلًا ە مَا أَشْهَدُ لَهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

بدلہ ♦ دکھلا نہیں لیا تھا میں نے ان کو بنانا آسمانوں اور زمین کا

وَلَا خَلَقَ اَنْفُسِهِمْ ۚ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ

اور نہ بنانا خود ان کا اور میں وہ نہیں کہ بناؤں بہکانے والوں کو

اعمال نامے | یعنی اعمال نامہ ہر ایک کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اسی میں اپنے گناہوں کی فہرست پڑھ کر مجرم خوف کھائیں گے کہ دیکھیے آج کیسی سزا ملتی ہے۔

یعنی ذرہ ذرہ عمل آنکھوں کے سامنے ہوگا اور ہر ایک چھوٹی بڑی بدی یا نیکی اعمال نامہ میں مندرج پائیں گے۔

حشر میں کسی پر ظلم نہیں ہوگا | حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ظلم کا بایں معنی تو امکان ہی نہیں کہ وہ غیر کی ملک میں تصرف کرے، کیونکہ تمام مخلوق اسی کی ملک ہے۔ لیکن ظاہر میں جو ظلم نظر آئے اور بے موقع کام سمجھا جائے، وہ بھی نہیں کرتا، نہ کسی کو بے قصور پکڑتا ہے نہ کسی کی ادنیٰ نیکی کو ضائع ہونے دیتا ہے۔ بلکہ اپنی حکمت بالغہ سے نیکی و بدی کے ہر ایک درخت پر وہ ہی پھل لگاتا ہے جو اس کی طبیعت نوعیہ کا اقتضاء ہو۔

گندم از گندم بروید بجزو

از مکافات عمل غافل مشو

کفر و ایمان اور طاعت و مصعبیت میں خالق الکل نے اسی طرح کے علیحدہ علیحدہ خواص و تاثیرات رکھ دی ہیں جیسے زہر اور تریاق میں۔ آخرت میں خیر و شر کے یہ تمام خواص و آثار علانیہ ظاہر ہو جائیں گے۔

ابلیس جن تھا | راجح یہ ہی ہے کہ ابلیس نوع جن سے تھا، عبادت میں ترقی کر کے گروہ ملائکہ میں شامل ہو گیا۔ اسی لئے فرشتوں کو جو حکم بچود ہوا اس کو بھی ہوا۔ اس وقت اس کی اصلی طبیعت رنگ لائی۔

تکبر کر کے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری سے بھاگ نکلا، آدم کے سامنے سر جھکانے میں کسر شان سمجھی۔ تعجب ہے کہ آج آدم کی اولاد اپنے رب کی جگہ اسی دشمن ازلی اور اس کی اولاد و اتباع کو اپنا رفیق و خیر

خواہ اور مددگار بنانا چاہتی ہے اس سے بڑھ کر بے انصافی اور ظلم کیا ہوگا۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ مفصل گزر چکا ہے۔ یہاں اس پر متنبہ کرنے کے لئے لائے ہیں کہ دنیائے فانی کی ٹیپ ٹاپ پر مغرور ہو کر

آخرت سے غافل ہو جانا شیطان کی تحریک و تسویل سے ہے۔ چاہتا ہے کہ ہم اپنے اصلی و آبائی وطن (جنت) میں واپس نہ جائیں۔ اس کا مطمح نظر یہ ہے کہ دوست بن کر ہم سے پرانی دشمنی

نکالے۔ آدمی کو لازم ہے کہ ایسے چالاک دشمن سے ہشیار رہے۔ جو لوگ دنیوی متاع پر مغرور ہو کر ضعفاء کو حقیر سمجھتے اور اپنے کو بہت لمبا کھینچتے ہیں، وہ تکبر و تفاخر میں شیطان لعین کی راہ پر چل رہے

ہیں۔ تنبیہ | ابن کثیر نے بعض روایات نقل کر کے جن میں ابلیس کی اصل نوع ملائکہ میں سے بتلائی گئی ہے، لکھا ہے کہ ان روایات کا غالب حصہ اسرائیلیات میں سے ہے جنہیں بہت نظر و فکر کے بعد

احتیاط کے ساتھ قبول کرنا چاہئے اور ان میں کی بعض چیزیں یقیناً جھوٹ ہیں کیونکہ قرآن ان کی صاف تکذیب کرتا ہے۔ آگے ابن کثیر نے بہت وزن دار الفاظ میں اسرائیلیات کے متعلق جو کچھ

کلام کیا ہے، دیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ یہاں بخوف تطویل ہم درج نہیں کر سکتے۔

عَصُدًا ۵۱ وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَاءِيَ

اپنا مددگار (قوت بازو) اور جس دن فرمائے گا پکارو میرے شریکوں کو

الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ

جن کو تم مانتے تھے پھر پکاریں گے سو وہ جواب نہ دیں گے ان کو

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا ۵۲ وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ

اور کر دیں گے ہم ان کے اور ان کے بیچ مرنے کی جگہ (موت کا سامان) اور دیکھیں گے گنہگار آگ کو

فَظَنُّوا أَنَّهُم مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا

پھر سمجھ لیں گے کہ ان کو یڑنا ہے اس میں اور نہ بدل سکیں گے اس سے

مَصْرِفًا ۵۳ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ

رستہ اور بے شک پھیر پھیر کر سمجھائی ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۖ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ

ہر ایک مثل اور بے انسان سب چیز سے زیادہ

جَدَلًا ۵۴ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمْ

جھگڑالو اور لوگوں کو جو روکا اس بات سے کہ یقین لے آئیں جب پہنچی ان کو

الْهُدَىٰ وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ

ہدایت اور گناہ بخشوائیں اپنے رب سے سوا سی انتظار نے کہ پہنچے ان پر

سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۵۵

رسم پہلوں کی یا آکھڑا ہوان پر عذاب سامنے کا

شیاطین کی مذمت | یعنی زمین و آسمان پیدا کرتے وقت ہم نے ان شیاطین کو بلایا نہ تھا کہ ذرا آ کر دیکھ جائیں، ٹھیک بنا ہے یا کچھ اونچ نیچ رہ گئی۔ غرض نہ ان سے تکوین و ایجاد عالم میں کچھ مشورہ لیا گیا نہ مدد طلب کی گئی بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت تو سرے سے یہ موجود ہی نہ تھے۔ خود ان کو پیدا کرتے وقت بھی نہیں پوچھا گیا کہ تمہیں کیسا بنایا جائے۔ یا تمہارے دوسرے ہم جنسوں کو کس طرح پیدا کروں ذرا آ کر میری مدد کرو۔ اور بفرض محال مدد بھی لیتا اور قوت بازو بھی بناتا تو کیا ان بد بخت اشیاء کو؟ جنہیں جانتا ہوں کہ لوگوں کو میری راہ سے بہکانے والے ہیں۔ پھر خدا جانے آدمیوں نے ان کو خدائی کا درجہ کیسے دے دیا اور اپنے رب کو چھوڑ کر انہیں کیوں رفیق و مددگار بنانے لگے۔ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا“

یعنی جن کو میرا شریک بنا رکھا تھا، بلاؤ! تا اس مصیبت کے وقت تمہاری مدد کریں۔

مشرکین اور شرکاء کی حالت | اس وقت رفاقت اور دوستی کی ساری قلمی کھل جائے گی۔ ایک دوسرے کے نزدیک بھی نہ جاسکیں گے۔ کام آنا تو درکنار دونوں کے بیچ میں عظیم و وسیع خندق آگ کی حائل ہوگی (اعاذنا اللہ منها)

یعنی شروع شروع میں شاید کچھ معافی کی امید ہوگی لیکن جہنم کو دیکھتے ہی یقین ہو جائے گا کہ اب اس میں گرنا ہے اور فرار کا کوئی راستہ نہیں۔

انسان جھگڑالو ہے | یعنی قرآن کریم کس طرح مختلف عنوانات اور قسم قسم کی دلائل و امثلہ سے سچی باتیں سمجھاتا ہے مگر انسان کچھ ایسا جھگڑالو واقع ہوا ہے کہ صاف اور سیدھی باتوں میں بھی کٹ جتنی کئے بغیر نہیں رہتا۔ جب دلائل کا جواب بن نہیں پڑتا تو مہمل اور دوراز کار فرمائشیں شروع کر دیتا ہے کہ فلاں چیز دکھاؤ تو مانوں گا۔

قبول ہدایت سے اب کیا چیز مانع ہے؟ | یعنی ان کے ضد و عناد کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ قرآن ایسی عظیم الشان ہدایت پہنچ جانے کے بعد ایمان نہ لانے اور توبہ نہ کرنے کا کوئی معقول عذر ان کے پاس باقی نہیں۔ آخر قبول حق میں اب کیا دیر ہے اور کاہے کا انتظار ہے۔ بجز اس کے کہ پہلی قوموں کی طرح خدا تعالیٰ ان کو بکلی تباہ کر ڈالے۔ یا اگر تباہ نہ کئے جائیں تو کم از کم مختلف صورتوں میں عذاب الہی آنکھوں کے سامنے آکھڑا ہوا۔ ہکذا یفہم من تفسیر ابن کثیر وغیرہ۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”یعنی کچھ اور انتظار نہیں رہا مگر یہ ہی کہ پہلوں کی طرح ہلاک ہوویں یا قیامت کا عذاب آنکھوں سے دیکھیں۔“

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ

اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں سو خوش خبری اور ڈر سنانے کو

وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا

اور جھگڑا کرتے ہیں کافر جھوٹا جھگڑا کہ ٹلا دیں

بِهِ الْحَقِّ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنذِرُوا هُزُوًا ۝۵۶

اس سے سچی بات کو اور ٹھہرا لیا انہوں نے میرے کلام کو اور جو ڈر سنانے گئے ٹھٹھا

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ

اور اس سے زیادہ ظالم کون جس کو سمجھایا اس کے رب کے کلام سے پھر منہ پھیر لیا

عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ

اس کی طرف سے اور بھول گیا جو کچھ آگے بھیج چکے ہیں اس کے ہاتھ ہم نے ڈال دیے ہیں ان کے

قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ

دلوں پر پردے کہ اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ہے بوجھ

وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَنْ يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا ۝۵۷

اور اگر تو ان کو بلائے راہ پر تو ہرگز نہ آئیں راہ پر اس وقت کبھی

وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا

اور تیرا رب بڑا بخشنے والا ہے رحمت والا اگر ان کو پکڑے ان کے

كَسَبُوا لَعَجَلًا لَّهُمُ الْعَذَابُ ۖ بَلْ لَهُم مَّوْعِدٌ ۚ

کیے پر تو جلد ڈالے ان پر عذاب کہ ان کے لیے ایک وعدہ ہے

۱ ان کو یہ اختیار نہیں کہ جب تم مانگو یا جب وہ چاہیں عذاب لاکھڑا کریں۔

۲ یعنی جھوٹے جھگڑے اٹھا کر اور کٹ جتی کر کے چاہتے ہیں کہ حق کی آواز پست کر دیں اور جھوٹ کے زور سے سچائی کا قدم ڈگمگادیں۔ ایسا کبھی نہ ہوگا۔

۳ یعنی کلام اللہ سے ٹھٹھا کرتے ہیں اور جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

۴ یعنی کبھی بھول کر بھی خیال نہ آیا کہ تکذیب حق اور استہزاء و تمسخر کا جو ذخیرہ آگے بھیج رہا ہے اس کی سزا کیا ہے۔

۵ کفار کے دلوں پر پردے | یعنی ان کے جدال بالباطل اور استہزاء بالحق کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور کانوں میں ڈاٹ ٹھونک دی۔ اب نہ حق کو سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بالکل مسخ ہو گئے۔ پھر حق کی طرف متوجہ ہوں تو کیسے ہوں اور انجام کا خیال کریں تو کیسے کریں۔ ایسے بد بختوں کے راہ پر آنے کی کبھی توقع نہیں۔

۶ یعنی کر توت تو ان کے ایسے کہ عذاب پہنچنے میں ایک گھنٹہ کی تاخیر نہ ہو، مگر حق تعالیٰ کا حلم و کرم فوراً تباہ کر ڈالنے سے مانع ہے، اپنی رحمت عامہ سے خاص حد تک درگزر فرماتا ہے اور سخت سے سخت مجرم کو موقع دیتا ہے کہ چاہے تو اب بھی توبہ کر کے پچھلی خطائیں بخشوالے۔ اور ایمان لا کر رحمت عظیمہ کا مستحق بن جائے۔

لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرَىٰ

کہیں نہ پائیں گے اس سے ورے سرک جانے کو جگہ ﴿۵۸﴾ اور یہ سب بستیاں ہیں

أَهْدَكُنَّهُمْ لِمَا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا لِمَهْدِكُمْ

جن کو ہم نے غارت کیا جب وہ ظالم ہو گئے اور مقرر کیا تھا ہم نے ان کی ہلاکت کا

مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتْنِهِ لَآ أَبْرُحُ حَتَّىٰ

ایک وعدہ ﴿۵۹﴾ اور جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹوں گا جب تک

أَبْلُغَ مَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا

نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلا جاؤں قرونوں ﴿۶۰﴾ پھر جب پہنچے دونوں

مَجْمَعٍ بَيْنَهُمَا نِسِيًا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ

دریا کے ملاپ تک بھول گئے اپنی مچھلی پھر اس نے اپنی راہ کر لی

فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتْنِهِ آتِنَا

دریا میں سرنگ بنا کر ﴿۶۱﴾ پھر جب آگے چلے کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو لاہمارے پاس

غَدَاءً نَا زَلَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾

ہمارا کھانا ہم نے پائی اپنے اس سفر میں ﴿۶۲﴾ تکلیف

قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ

بولا وہ دیکھا تو نے جب ہم نے جگہ پکڑی اس پتھر کے پاس سو میں بھول گیا

الْحُوتَ زَوْمًا أَنْسَبُهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ﴿۶۳﴾

مچھلی اور یہ مجھ کو بھلا دیا شیطان ہی نے کہ اس کا ذکر کروں ﴿۶۳﴾

❖ یعنی یہ تاخیر عذاب ایک وقت معین تک ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی مجرم سزا کا وعدہ آنے سے پیشتر کہیں ادھر ادھر کھسک جائے۔ جب وقت آئے گا سب بندھے چلے آئیں گے، مجال نہیں کوئی روپوش ہو سکے۔

❖ **بستیوں کی ہلاکت** یعنی عاد و ثمود کی بستیاں جن کے واقعات مشہور و معروف ہیں دیکھ لو جب ظلم کئے کس طرح اپنے وقت معین پر تباہ و برباد کر دی گئیں۔ اسی طرح تم کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ وقت آنے پر عذاب الہی سے کہیں پناہ نہ ملے گی۔

❖ **حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعے کی اصل وجہ** اوپر ذکر ہوا تھا کہ مغرور کا فر مفلس مسلمانوں کو حقیر سمجھ کر

آنحضرت ﷺ سے کہتے تھے کہ ان کو پاس نہ بٹھائیں تو ہم بیٹھیں۔ اسی پر دو شخصوں کی کہاوت سنائی، پھر دنیا کی مثال اور المیوں کا کبر و غرور سے خراب ہونا بیان کیا۔ اب موسیٰ اور خضر کا قصہ ذکر کرتے ہیں کہ اللہ والے اگر سب سے افضل اور بہتر بھی ہوں تو آپ کو بہتر نہیں کہتے۔ اور کبھی بھول چوک سے کہہ گزریں تو حق تعالیٰ کی طرف سے تادیب و تنبیہ کی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو نہایت مؤثر اور پیش بہا نصیحتیں فرما رہے تھے ایک شخص نے پوچھا۔ اے موسیٰ! کیا روئے زمین پر آپ اپنے سے بڑا عالم کسی کو پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ جواب واقعہ میں صحیح تھا کیونکہ موسیٰ اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے زمانہ میں اسرار شریعہ کا علم ان سے زیادہ کس کو ہو سکتا تھا۔ لیکن حق تعالیٰ کو ان کے الفاظ پسند نہ آئے، گو مراد صحیح تھی۔ تاہم عنوان جواب کے عموم سے ظاہر ہوتا تھا کہ روئے زمین پر من کل الوجوہ اپنے کو عالم الناس خیال کرتے ہیں۔ خدا کی مرضی یہ تھی کہ جواب کو اس کے علم محیط پر محمول کرتے۔ مثلاً یہ کہتے کہ اللہ کے مقرب و مقبول بندے بہت سے ہیں، سب کی خبر اسی کو ہے۔ تب وحی آئی کہ جس جگہ دو دریا ملے ہیں اس کے پاس ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے

❖ **مجمع البحرین کی تحقیق** دو دریا سے کون سے دریا مراد ہیں؟ بعض نے کہا کہ بحر فارس اور بحر روم لیکن یہ دونوں ملتے نہیں۔ شاید ملاپ سے مراد قرب ہوگا یعنی جہاں دونوں کا فاصلہ کم سے کم رہ جائے۔ بعض افریقہ کے دو دریا مراد لیتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک ”مجمع البحرین“ وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر درجہ اور فرات خلیج فارس میں گرتے ہیں۔ (واللہ اعلم) بہر حال موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ مجھے اس کا پورا پورا نشان بتایا جائے تا میں وہاں جا کر کچھ علمی استفادہ کروں۔ حکم ہوا کہ اس کی تلاش میں نکلو تو ایک مچھلی تل کر ساتھ رکھ لو، جہاں مچھلی گم ہو وہیں سمجھنا کہ وہ بندہ موجود ہے گویا ”مجمع البحرین“ سے جو ایک وسیع قطعہ مراد ہو سکتا تھا اس کی پوری تعین کے لئے یہ علامت مقرر فرمادی۔

❖ **حضرت یوشع سے حضرت موسیٰ کا خطاب** موسیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق اپنے خادم خاص حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر سفر شروع کر دیا۔ اور یوشع کو کہہ دیا کہ مچھلی کا خیال رکھنا۔ میں برابر سفر کرتا رہوں گا یہاں تک کہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤں۔ اگر فرض کرو برس اور قرن بھی گزر جائیں گے بدون مقصد حاصل کئے سفر سے نہ ہٹوں گا۔ **تنبیہ** | جوان سے مراد حضرت یوشع ہیں جو ابتداً موسیٰ علیہ السلام کے خادم خاص تھے، پھر ان کے روبرو پیغمبر اور ان کے بعد خلیفہ ہوئے۔

❖ **مچھلی کا گم ہونا** وہاں پہنچ کر ایک بڑے پتھر کے قریب جس کے نیچے آب حیات کا چشمہ جاری تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سو رہے۔ یوشع علیہ السلام نے دیکھا کہ بھنی ہوئی مچھلی باذن اللہ زندہ ہو کر زمبیل سے نکل پڑی اور عجیب طریقہ سے دریا میں سرنگ سی بناتی چلی گئی۔ وہاں پانی میں خدا کی قدرت سے ایک طاق سے کھلا رہ گیا۔ یوشع کو دیکھ کر تعجب آیا۔ چاہا کہ موسیٰ بیدار ہوں تو ان سے کہوں۔ وہ بیدار ہوئے تو دونوں آگے چل کھڑے ہوئے۔ یوشع نے معلوم کن خیالات میں پڑ کر کہنا بھول گئے۔ روایات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب ان کو مچھلی کی خبر گیری کے لئے کہا تھا تو ان کی زبان سے نکلا کہ یہ کوئی بڑا کام نہیں۔ لہذا متنبہ کیا گیا کہ چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی آدمی کو محض اپنے نفس پر بھروسہ نہیں چاہئے۔

❖ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے نہیں تھکے۔ جب مطلب چھوٹ رہا تھا اس وقت چلنے سے تکان محسوس کیا۔

❖ یعنی مطلب کی بات بھول جانا اور عین موقع یادداشت پر ذہول ہونا، شیطان کی وسوسہ اندازی سے ہوا۔

وَ اتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذَلِكَ

اور اس نے کر لیا اپنا رستہ (وہ کر گئی اپنا رستہ) دریا میں عجیب طرح کہا یہی ہے

مَا كُنَّا نَبْعَثُ قَارُونََ عَلَىٰ أَثَرِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾

جو ہم چاہتے تھے پھرالے پھرے اپنے پیرو پچانتے

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اتَّبِعَهُ رَحْمَةً مِّنْ

پھر پایا ایک بندہ ہمارے بندوں میں کا جس کو دی تھی ہم نے رحمت

عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِمَّنْ لَدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهُ

اپنے پاس سے اور سکھلایا تھا اپنے پاس سے ایک علم کہہ اس کو

مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَ مِنِّي مِمَّا

موسیٰ نے کہے تو تیرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ مجھ کو سکھلا دے کچھ جو

عَلَّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ

تجھ کو سکھلائی ہے بھلی راہ تجھ کو سکھانے کا

مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ

میرے ساتھ اور کیونکر ٹھہرے گا دیکھ کر ایسی چیز کو کہ تیرے قابو میں

بِهِ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِي إِنِ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا

نہیں اس کا سمجھنا کہہ تو پائے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو ٹھہرنے والا

وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي

اور نہ ٹالوں گا تیرا کوئی حکم پھر اگر میرے ساتھ رہنا ہے

غالباً راستہ بنا ہوا نہ ہوگا۔ اس لئے اپنے نقش قدم دیکھتے ہوئے لٹے پاؤں پھرے۔

حضرت خضرؑ سے ملاقات | وہ بندہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ جن کو حق تعالیٰ نے رحمت خصوصی سے نوازا اور اسرار کونیہ کے علم سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت خضر کو رسول مانا جائے یا نبی یا محض ولی کے درجہ میں رکھا جائے۔ ایسے مباحث کا فیصلہ یہاں نہیں ہو سکتا۔ تاہم احقر کا رجحان اسی طرف ہے کہ ان کو نبی تسلیم کیا جائے اور جیسا کہ بعض محققین کا خیال ہے جو انبیاء جدید شریعت لے کر نہیں آتے ان کو بھی اتنا تصرف و اختیار عطا ہوتا ہے کہ مصالح خصوصیہ کی بناء پر شریعت مستقلہ کے کسی عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید یا عام ضابطہ سے بعض جزئیات کا استثناء کر سکیں۔ اسی طرح کے جزئی تصرفات حضرت خضر کو بھی حاصل تھے، واللہ اعلم۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام خضر سے ملے۔ علیک سلیک کے بعد خضر نے سبب پوچھا۔ موسیٰ نے آنے کا سبب بتلایا۔ خضر نے کہا اے موسیٰ! بلاشبہ اللہ نے تمہاری تربیت فرمائی۔ پر بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ایک علم (جزئیات کونیہ کا) مجھ کو ملا ہے جو (اتنی مقدار میں) تم کو نہیں ملا۔ اور ایک علم (اسرار تشریح) تم کو دیا گیا ہے جو (اتنی بہتات سے) مجھ کو نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد ایک چڑیا دکھا کر جو دریا میں سے پانی پی رہی تھی، کہا کہ میرا تمہارا بلکہ کل مخلوقات کا سارا علم اللہ کے علم میں سے اتنا ہے جتنا دریا کے پانی میں سے وہ قطرہ جو چڑیا کے منہ کو لگ گیا ہے (یہ بھی محض تفہیم کے لئے تھا ورنہ متناہی کو غیر متناہی سے قطرہ اور دریا کی نسبت بھی نہیں)

حضرت موسیٰ کی درخواست | یعنی اجازت ہو تو چند روز آپ کے ہمراہ رہ کر اس مخصوص علم کا کچھ حصہ حاصل کروں۔

حضرت خضر کی پیشینگوئی | حضرت خضر نے موسیٰ علیہ السلام کے مزاج وغیرہ کا اندازہ کر کے سمجھ لیا کہ میرے ساتھ ان کا نباہ نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ وہ مامور تھے کہ واقعات کونیہ کا جزئی علم پا کر اسی کے موافق عمل کریں اور موسیٰ علیہ السلام جن علوم کے حامل تھے ان کا تعلق تشریحی قوانین و کلیات سے تھا بنا بریں جن جزئیات میں عوارض و خصوصیات خاصہ کی وجہ سے بظاہر عام ضابطہ پر عمل نہ ہوگا حضرت موسیٰ اپنی معلومات کی بناء پر ضرور روک ٹوک کریں گے اور خاموشی کا مسلک دیر تک قائم نہ رکھ سکیں گے۔ آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ جدا ہونا پڑے گا۔

حضرت موسیٰ کا وعدہ | یہ وعدہ کرتے وقت غالباً موسیٰ علیہ السلام کو اس کا تصور بھی نہ ہو سکتا تھا کہ ایسے مقرب و مقبول بندہ سے کوئی ایسی حرکت دیکھنے میں آئے گی جو علانیہ ان کی شریعت بلکہ عام شرائع و اخلاق کے خلاف ہو۔ غنیمت ہوا کہ انہوں نے ”انشاء اللہ“ کہہ لیا تھا۔ ورنہ ایک قطعی وعدہ کی خلاف ورزی کرنا اولوالعزم پیغمبر کی شان کے لائق نہ ہوتا۔

فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحَدِّثَ لَكَ مِنْهُ

تو مت پوچھو مجھ سے کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں تیرے آگے

ذِكْرًا ۴۰ ۴۱ فَاَنْطَلَقْنَا فِيهَا حَتَّىٰ اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ

اس کا ذکر پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب چڑھے کشتی میں

خَرَقَهَا ۴۲ قَالَ اَخْرَقْتُهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۴۳ لَقَدْ

اس کو پھاڑ ڈالا موسیٰ بولا کیا تو نے اس کو پھاڑ ڈالا کہ ڈباوے اس کے لوگوں کو البتہ

جِئْتُ شَيْئًا اِمْرًا ۴۴ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَكَ لَنْ

تو نے کی ایک چیز بھاری (عجیب، انوکھی) بولا میں نے نہ کہا تھا تو نہ

تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۴۵ قَالَ لَا تُوَاخِذْنِي بِمَا

ٹھہر سکے گا میرے ساتھ کہا مجھ کو نہ پکڑ میری

نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ اَمْرِي عُسْرًا ۴۶

بھول پر اور مت ڈال مجھ پر میرا کام مشکل

فَاَنْطَلَقْنَا فِيهَا حَتَّىٰ اِذَا لَقِيََا غُلَامًا فَقَتَلَهُ ۴۷ قَالَ اَقْتَلْتِ

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ملے ایک لڑکے سے تو اس کو مار ڈالا موسیٰ بولا کیا تو نے مار ڈالی

نَفْسًا زَكِيَّةً ۴۸ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۴۹ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكَرًا ۵۰

ایک جان ستھری بغیر عوض کسی جان کے بے شک تو نے کی ایک چیز نامعقول

حضرت خضر کی شرائط | یعنی کوئی بات اگر بظاہر ناحق نظر آئے تو مجھ سے فوراً باز پرس نہ کرنا،
جب تک میں خود اپنی طرف سے کہنا شروع نہ کروں۔

کشتی کا واقعہ | جب اس کشتی پر چڑھنے لگے ناؤ والوں نے خضر کو پہچان کر مفت سوار کر لیا۔ اس احسان کا بدلہ یہ نقصان دیکھ کر موسیٰ کو اور زیادہ تعجب ہوا۔ لیکن کشتی پوری طرح کنارہ کے قریب پہنچ کر توڑی۔ لوگ ڈوبنے سے بچ گئے اور توڑنا یہ تھا کہ ایک تختہ نکال ڈالا۔ گویا عیب دار کر دی۔

حضرت موسیٰ کا اعتراض | یعنی اگر بھول چوک پر بھی گرفت کرو گے تو میرا تمہارے ساتھ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ یہ پہلا پوچھنا حضرت موسیٰ سے بھول کر ہوا۔ اور دوسرا اقرار کرنے کو اور تیسرا رخصت ہونے کو۔

لڑکے کا قتل | ایک گاؤں کے قریب چند لڑکے کھیل رہے تھے، ان میں سے ایک کو جو زیادہ خوبصورت اور سیانا تھا پکڑ کر مار ڈالا۔ اور چل کھڑے ہوئے بعض روایات میں اس کا نام جیسور آیا ہے۔ وہ لڑکا بالغ تھا یا نہیں؟ بعض کا قول ہے کہ بالغ تھا اور لفظ غلام عدم بلوغ پر دلالت نہیں کرتا۔ لیکن جمہور مفسرین اس کو نابالغ ہی بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت موسیٰ کا دوسرا اعتراض | یعنی بے گناہ۔ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ لفظ بظاہر اس کے نابالغ ہونے کی تائید کرتا ہے۔ اگرچہ دوسروں کے لئے تاویل کی گنجائش ہے۔

یعنی اول تو نابالغ قصاص میں بھی قتل نہیں کیا جاسکتا۔ اس پر مزید یہ کہ یہاں قصاص کا بھی کوئی قصہ نہ تھا۔ پھر اس سے بڑھ کر نامعقول بات کونسی ہوگی۔

قَالَ الْمَأْمُورُ لَكَ إِتَاكَ لَنْ نَسْتَطِيعَ مَعِيَ

بولا میں نے تجھ کو نہ کہا تھا کہ تو نہ ٹھہر سکتا گا

صَبْرًا ۴۵ قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ مِّنْ بَعْدِهَا فَلَا

میرے ساتھ میرے ساتھ کہا اگر تجھ سے پوچھوں کوئی چیز تو اس کے بعد

تُصِحِّبُنِي ۖ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا ۴۶ فَا نَطَلَقْنَا قَفَّةً

مجھ کو ساتھ نہ رکھیو تو اتنا چکا میری طرف سے الزام میری طرف سے الزام پھر دونوں چلے

حَتَّىٰ إِذَا أَتَبْنَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطَعْنَا أَهْلَهَا فَا بَوَّأْنَا

یہاں تک کہ جب پہنچے ایک گاؤں کے لوگوں تک کھانا چاہا وہاں کے لوگوں سے انہوں نے نہ مانا

أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ

کہ ان کو مہمان رکھیں پھر پائی وہاں (اس میں) ایک دیوار جو

يَنْقُصَ ۖ فَا قَامَهُ ۗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ

گرا چاہتی تھی اس کو سیدھا کر دیا بولا موسیٰ اگر تو چاہتا تو لے لیتا اس پر

أَجْرًا ۴۷ قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ۗ سَأُنَبِّئُكَ

مزدوری کہا اب جدائی ہے میرے اور تیرے بیچ اب جائے دیتا ہوں تجھ کو

بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۴۸ أَمَّا السَّفِينَةُ

پھیر ان باتوں کا جس پر تو صبر نہ کر سکا وہ جو کشتی تھی

فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ

سو چند محتاجوں کی جو محنت کرتے تھے دریا میں سو میں نے چاہا

کیونکہ ایسے حالات و واقعات دیکھنے میں آئیں گے جن پر تم خاموشی کے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ آخر وہ ہی ہوا۔

حضرت موسیٰ کی آخری درخواست | حضرت موسیٰ کو اندازہ ہو گیا کہ حضرت خضرؑ کے تئیں

خیز حالات و واقعات کا چپ چاپ مشاہدہ کرتے رہنا بہت ٹیڑھی کھیر ہے۔ اس لئے آخری بات کہہ دی کہ اس مرتبہ اگر سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں ایسا کرنے میں آپ معذور ہونگے اور میری طرف سے کوئی الزام آپ پر عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تین مرتبہ موقع دیکر آپ حجت تمام کر چکے۔

دیوار سیدھا کرنے کا واقعہ | یعنی ایک بستی میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے ملے اور چاہا کہ

بستی والے مہمان سمجھ کر کھانا کھلائیں۔ مگر یہ سعادت ان کی قسمت میں نہ تھی، انہوں نے موسیٰ و خضرؑ

جیسے مقررین کی مہمانی سے انکار کر دیا۔ یہ معاملہ دیکھ کر چاہئے تھا کہ ایسے تنگ دل اور بے مروت لوگوں

پر غصہ آتا، مگر حضرت خضرؑ نے غصہ کی بجائے ان پر احسان کیا بستی میں ایک بڑی بھاری دیوار جھکی

ہوئی تھی قریب تھا کہ زمین پر آ رہے، لوگ اس کے نیچے گزرتے ہوئے خوف کھاتے تھے، حضرت خضرؑ

نے ہاتھ لگا کر سیدھی کر دی اور منہدم ہونے سے بچا لیا۔ **تنبیہ** | اِذَا آتٰی اَہْلَ قَرْیَۃٍ مِّنْ اٰہِل

کا لفظ شاید اس لئے لائے کہ بستی میں ان کا آنا محض مرور و عبور کے طور پر نہ تھا، نہ یہ صورت تھی کہ

باشندگان شہر سے علیحدہ کسی سرانے وغیرہ میں جا اترے ہوں، بلکہ قصد کر کے شہر والوں سے ملے۔ اور

اِسْتَطْعَمَ اَہْلَہَا میں دوبارہ لفظ اہل کی تصریح ان کی مزید تفسیح کے لئے ہے یعنی جن سے مہمانی چاہی تھی

وہ اہل قریہ تھے کوئی پردیسی مسافر نہ تھے جو یہ عذر کر سکیں کہ ہمارا گھر یہاں نہیں مہمانداری کیسے کریں۔

حضرت موسیٰ کا تیسرا اعتراض | یعنی بستی والوں نے مسافر کا حق نہ سمجھا کہ مہمانی کریں ان

کی دیوار مفت بنا دینے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر کچھ معاوضہ لیکر دیوار سیدھی کرتے تو ہمارے کھانے

پینے کا کام چلتا اور ان تنگ دل بخیلوں کو ایک طرح کی تنبیہ ہو جاتی، شاید اپنی بد اخلاقی اور بے مروتی

پر شرماتے۔

یعنی حسب وعدہ اب مجھ سے علیحدہ ہو جائے، آپ کا نباہ میرے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ لیکن جدا ہونے

سے پہلے چاہتا ہوں کہ ان واقعات کے پوشیدہ اسرار کھول دوں۔ جن کے چکر میں پڑ کر آپ صبر و ضبط

کی شان قائم نہ رکھ سکے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”اس مرتبہ موسیٰ نے جان کر پوچھا اور رخصت

ہونے کو سمجھ لیا کہ یہ علم میرے ڈھب کا نہیں۔ حضرت موسیٰ کا علم وہ تھا جس کی خلقت پیروی کرے

تو ان کا بھلا ہو۔ حضرت خضرؑ کا علم وہ تھا کہ دوسروں سے اس کی پیروی بن نہ آوے۔“

یعنی دریا میں محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتے تھے۔

أَعْبَدِيهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ

کہ اس میں عیب ڈال دوں اور ان کے پرے تھا ایک بادشاہ جو لے لیتا تھا ہر کشتی کو

غَضَبًا ۴۹ وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ

چھین کر اور وہ جو لڑکا تھا سو اس کے ماں باپ تھے ایمان والے

فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۵۰ فَأَرَدْنَا

پھر ہم کو اندیشہ ہوا کہ ان کو عاجز کر دے زبردستی اور کفر کر کے پھر ہم نے چاہا

أَنْ يُبَدِّلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا ۵۱

کہ بدل دے ان کو بہتر اس سے پاکیزگی میں اور نزدیک تر شفقت میں

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ

اور وہ جو دیوار تھی سو دو یتیم لڑکوں کی تھی اس شہر میں اور

تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَاحِبَ فَارَادَ رَبُّكَ

اس کے نیچے مال گڑا تھا ان کا اور ان کا باپ تھا نیک پھر چاہا تیرے رب نے

أَنْ يُبَلِّغَهُمَا أَشُدَّهُمَا وَيُخْرِجَهُمَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ

کہ وہ پہنچ جائیں اپنی جوانی کو اور نکالیں اپنا مال گڑا ہوا مہربانی سے

رَبِّكَ ۵۲ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ۵۳ ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ

تیرے رب کی اور میں نے یہ نہیں کیا اپنے حکم سے یہ ہے پھر ان چیزوں کا

تَسْطُرُ عَلَيْهِ صَبْرًا ۵۴ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْقُرْنَيْنِ ۵۵

جن پر تو صبر نہ کر سکا اور تجھ سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کو

یعنی جدھر کشتی جاتے، الی تھی اس طرف ایک ظالم بادشاہ جو اچھی کشتی دیکھتا چھین لیتا، یا بیگار میں پکڑ لیتا تھا میں نے چاہا کہ عیب دار کر دوں، تا اس ظالم کی دستبرد سے محفوظ رہے اور نوئی ہوئی خراب کشتی سمجھ کر کوئی تعرض نہ کرے۔ بعض آثار میں ہے کہ خطرہ کے مقام سے آگے نکل کر پھر حضرت خضر نے کشتی اپنے ہاتھ سے درست کر دی۔

❖ **لڑکے کے قتل کی حکمت** | گو اصل فطرت سے ہر بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے مگر آگے چل کر خارجی اثرات سے بچپن ہی میں بعض کی بنیاد بُری پڑ جاتی ہے جس کا پورا یقینی علم تو خدا تعالیٰ کو ہوتا ہے تاہم کچھ آثار اہل بصیرت کو بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ اس لڑکے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حضرت خضرؑ کو آگاہ فرمادیا کہ اس کی بنیاد بُری پڑی تھی۔ بڑا ہوتا تو موذی اور بد راہ ہوتا اور ماں باپ کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبتا۔ وہ اس کی محبت میں کافر بن جاتے، اس طرح لڑکے کا مارا جانا والدین کے حق میں رحمت اور انکی حفاظت کا ذریعہ بن گیا۔ خدا کو منظور تھا کہ اس کے ماں باپ ایمان پر قائم رہیں، حکمت الہیہ مقتضی ہوئی کہ آنے والی رکاوٹ ان کی راہ سے دور کر دی جائے۔ حضرت خضرؑ کو حکم دیا کہ لڑکے کو قتل کر دو۔ انہوں نے خدا کی وحی پا کر امتثال امر کیا۔ اب یہ سوال کرنا کہ لڑکے کو پیدا ہی نہ کرتے یا کرتے تو اس کو اس قدر شریر نہ ہونے دیتے یا جہاں لاکھوں کافر دنیا میں موجود ہیں اس کے والدین کو بھی کافر بن جانے دیتے یا جن بچوں کی بنیاد ایسی پڑے کم از کم پیغمبروں کو ان سب کی فہرست دیکر قتل کر دیا کرتے۔ ان باتوں کا اجمالی جواب تو یہ ہے "لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ" (انبیاء رکوع ۲۴) اور تفصیلی جواب کے لئے مسئلہ "خلق خیر و شر" پر مبسوط کلام کرنے کی ضرورت ہے جو ان مختصر نوآند میں ساما نہیں سکتا۔ ہاں اتنا یاد رہے کہ دنیا میں ہر شخص سے جو اللہ کو "خالق الکل" اور "علیم" و "حکیم" مانتا ہو۔ تکوینات کے متعلق اسی قسم کے ہزاروں سوالات کئے جاسکتے ہیں جن کا جواب کسی کے پاس بجز اعتراف بجز و قصور کے کچھ نہیں۔ یہاں خضر کے ذریعہ سے اسی کا ایک نمونہ دکھلانا تھا کہ خدا تعالیٰ کی حکمتوں اور مصالحوں کی کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ کبھی صورت واقعہ بظاہر دیکھنے میں خراب اور قبیح یا بے موقع معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جسے واقعہ کی اندرونی گہرائیوں کا علم ہو وہ سمجھتا ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ حضرت خضرؑ نے مسکینوں کی کشتی کا تختہ توڑ دیا، حالانکہ انہوں نے احسان کیا تھا کہ بلا اجرت دونوں کو سوار کر لیا۔ ایک کھیلتے ہوئے بچہ کو مار ڈالا جو بظاہر نہایت قبیح حرکت نظر آتی تھی۔ دیوار سیدھی کر کے اس بستی والوں پر احسان کیا جو نہایت بے مروتی سے پیش آئے تھے۔ اگر خود حضرت خضرؑ علیہ السلام آخر میں اپنے ان افعال کی توجیہات بیان نہ کرتے تو ساری دنیا آج تک ورطہ حیرت میں پڑی رہتی، یا خضرؑ کو ہدف طعن و تشنیع بنائے رکھتی۔ (العیاذ باللہ) ان ہی مثالوں سے حق تعالیٰ کے افعال اور ان کی حکمتوں کا اندازہ کر لو۔

❖ یعنی لڑکے کے مارے جانے سے اس کے والدین کا ایمان محفوظ ہو گیا اور جو صدمہ ان کو پہنچا، حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی تلافی ایسی اولاد سے کر دے جو اخلاقی پاکیزگی میں مقتول لڑکے سے بہتر ہو، ماں باپ اس پر شفقت کریں۔ وہ ماں باپ کے ساتھ محبت و تعظیم اور حسن سلوک سے پیش آئے۔ کہتے ہیں اس کے بعد خدا تعالیٰ نے نیک لڑکی دی جو ایک نبی سے منسوب ہوئی اور ایک نبی اس سے پیدا ہوئے جس سے ایک امت چلی۔

❖ **دیوار سیدھا کرنے کی حکمت** | یعنی اگر دیوار گر پڑتی تو یتیم بچوں کا جو مال وہاں گڑا ہوا تھا ظاہر ہو جاتا اور بدنیت لوگ اٹھا لیتے۔ بچوں کا باپ مرد صالح تھا اسکی نیکی کی رعایت سے حق تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ بچوں کے مال کی حفاظت کی جائے میں نے اس کے حکم سے دیوار سیدھی کر دی کہ بچے جوان ہو کر باپ کا خزانہ پاسکیں۔ کہتے ہیں اس خزانہ میں دوسرے اموال کے علاوہ ایک سونے کی تختی تھی جس پر "محمد رسول اللہ" (صلعم) لکھا ہوا تھا۔

❖ یعنی جو کام خدا کے حکم سے کرنا ضروری ہو اس پر مزدوری لینا مقررین کا کام نہیں (تنبیہ) اس قصہ کے شروع میں حضرت خضرؑ کی نبوت و ولایت کے متعلق جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں اس کو بیک نظر پھر مطالعہ کر لیا جائے۔ آگے ذوالقرنین کا قصہ آتا ہے۔ یہ بھی ان تین چیزوں میں سے تھا جن کی نسبت یہود کے مشورہ سے قریش نے سوالات کئے تھے۔ "روح" کے متعلق جو اب سورہ "بنی اسرائیل" میں گذر چکا۔ اصحاب کہف کا قصہ اسی سورت "کہف" میں آچکا۔ تیسری چیز آگے مذکور ہے۔

قُلْ سَأْتَلُوا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝۸۳ إِنَّا مَكْنَانٌ لَّهُ فِي

کہہ اب پڑھتا ہوں تمہارے آگے اس کا کچھ احوال ہم نے اس کو جمایا تھا

الْأَرْضِ وَآتَيْنَهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝۸۴ فَاتَّبِعْ

ملک میں اور دیا تھا ہم نے اس کو ہر چیز کا سامان پھر پیچھے پڑا

سَبَبًا ۝۸۵ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ

ایک سامان کے یہاں تک کہ جب پہنچا سورج ڈوبنے کی جگہ پایا کہ وہ ڈوبتا ہے

فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ ۝۸۶ وَوَجَدَهَا عِنْدَهَا قَوْمًا ۝۸۷ قُلْنَا يَبْنَؤُا

ایک دلدل کی ندی میں اور پایا اس کے پاس لوگوں کو (ایک قوم کو) ہم نے کہا اے

الْقَرْنَيْنِ ۝۸۸ إِنَّمَا آتَيْنَاكَ الْوَحْيَ وَإِنَّا لَنَنظُرُ

ذوالقرنین یا تو تو لوگوں کو تکلیف دے اور یارکھ ان میں

حُسْنًا ۝۸۹ قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نَعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ

خوبی بولا جو کوئی ہوگا بے انصاف سو ہم اس کو سزا دیں گے پھر لوٹ جائے گا

إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نَّكَرًا ۝۹۰ وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَ

اپنے رب کے پاس وہ عذاب دے گا اس کو اور جو کوئی یقین لایا اور

عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءٌ ۝۹۱ الْحُسْنَىٰ ۝۹۲ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ

کیا اس نے بھلا کام سواں کا بدلہ بھلائی ہے اور ہم حکم دیں گے (کہیں گے) اس کو

أَمْرًا يُسْرًا ۝۹۳ ثُمَّ أَنْبَعُ سَبَبًا ۝۹۴ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ

اپنے کام میں آسانی پھر لگا ایک سامان کے پیچھے یہاں تک کہ جب پہنچا سورج نکلنے

❖ ذوالقرنین کا واقعہ | اس بادشاہ کو ”ذوالقرنین“ اس لئے کہتے ہیں کہ دنیا کے دونوں کناروں (مشرق و مغرب) پر پھر گیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لقب اسکندر رومی کا ہے اور بعض کے نزدیک کوئی مقبول خدا پرست اور دیندار بادشاہ اس سے پہلے گزرا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں متعدد وجوہ و دلائل سے اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔ مجموعہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر تھا اور ان کی دعا کی برکت سے حق تعالیٰ نے خارق عبادت سامان و وسائل عطا فرمائے تھے۔ جن کے ذریعہ سے اس کو مشرق و مغرب کے سفر اور میجر العقول فتوحات پر قدرت حاصل ہوئی۔ حضرت خضرؑ اسکے وزیر تھے، شاید اسی لئے قرآن نے حضرت خضرؑ کے قصہ کے ساتھ اس کا قصہ بیان فرمایا۔ قدیم شعراء عرب نے اپنے اشعار میں ”ذوالقرنین“ کا نام بڑی عظمت سے لیا ہے اور اس کے عرب ہونے پر فخر کرتے رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین عہد تاریخی سے پہلے کا کوئی جلیل القدر عرب بادشاہ ہے۔ شاید اسکندر کو بھی اسی کی ایک گونہ مشابہت سے ذوالقرنین کہنے لگے ہوں۔ حال میں یورپ کے ماہرین آثار قدیمہ نے قدیم سامی عربوں کی متعدد عظیم الشان سلطنتوں کا سراغ لگایا ہے جن کا تاریخی اوراق میں کوئی مفصل تذکرہ موجود نہیں، بلکہ بعض ممتاز و مشہور سلاطین کا نام تک کتب تاریخ میں نہیں ملتا۔ مثلاً بادشاہ ”حمورابی“ جو اغلباً حضرت ابراہیم کے عہد میں ہوا ہے اور جس کو کہا گیا ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا مُتَقِن تھا۔ اسکے قوانین منارۃ بابل پر کندہ ملے ہیں۔ جن کا ترجمہ انگریزی میں شائع ہو گیا ہے۔ پرانے کتبات سے اس کی عجیب و غریب عظمت ثابت ہوتی ہے۔ بہر حال ”ذوالقرنین“ ان ہی میں کا کوئی بادشاہ ہوگا۔

❖ یعنی سرانجام کرنے لگا ایک سفر کا۔

❖ مشرق و مغرب کا سفر | یعنی یوں نظر آیا جیسے سمندر میں سفر کرنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ سورج پانی میں سے نکل رہا ہے اور پانی ہی میں ڈوبتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”ذوالقرنین“ کو شوق ہوا کہ دیکھے دنیا کی آبادی کہاں تک بسی ہے۔ سو مغرب کی طرف اس جگہ پہنچا کہ دلدل تھی، نہ گذر آدمی کا نہ کشتی کا۔ اللہ کے ملک کی حد نہ پاسکا۔“

❖ ذوالقرنین کو ایک قوم پر اختیار | یعنی ”ذوالقرنین“ کو ان لوگوں پر ہم نے دونوں بات کی قدرت دی جیسا کہ ہر بادشاہ، ہر حاکم کو نیک و بد کی قدرت ملتی ہے۔ چاہے خلق کو ستا کر بدنام ہو، چاہے عدل و انصاف اور نیکی اختیار کر کے اپنا ذکر خیر جاری رکھے یا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ کافر تھے ہم نے ذوالقرنین کو اختیار دیا کہ چاہے ان کو قتل کر دے یا پہلے اسلام کی طرف دعوت دے۔ ذوالقرنین نے دوسری شق اختیار کی۔

❖ یعنی آخرت میں بھلائی ملے گی اور دنیا میں ہم اس پر سختی نہ کریں گے۔ بلکہ اپنے کام کے لئے جب کوئی بات اس سے کہیں گے سہولت اور نرمی کی کہیں گے۔ فی الحقیقت جو بادشاہ عادل ہو اس کی یہی راہ ہوتی ہے۔ بروں کو مزادے اور بھلوں سے نرمی کرے۔ ذوالقرنین نے یہی چال اختیار کی۔

❖ مشرق کا سفر | یعنی مغربی سفر سے فارغ ہو کر مشرقی سفر کا سامان درست کرنے لگا۔ قرآن و حدیث میں یہ تصریح نہیں کہ ذوالقرنین کے یہ سب سفر فتوحات اور ملک گیری کے لئے تھے ممکن ہے محض سیر و سیاحت کے طور پر ہوں، اثنائے سفر میں ان اقوام پر بھی گزر ہوا ہو جو اسکے زیر حکومت آچکی تھیں اور بعض اقوام نے ایک طاقتور بادشاہ سمجھ کر ظالموں کے مقابلہ میں فریاد کی ہو جس کا ذوالقرنین نے اپنی غیر معمولی قوت سے سدباب کر دیا۔ جیسا کہ آگے ”یا جوج ماجوج“ کے قصہ میں آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَهُم مِّن

کی جگہ پایا اس کو کہ نکلتا ہے ایک قوم پر شمس بنا دیا ہم نے ان کے لیے

دُونَهَا سِتْرًا ۹۰ كَذَلِكَ ۹۱ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۹۲

آفتاب سے ورے کوئی حجاب ۹۰ یونہی ہے اور ہمارے قابو میں آچکی ہے اس کے پاس گی خبر ۹۲

ثُمَّ اتَّبَعَ سَبَبًا ۹۳ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِن

پھر لگا ایک سامان کے پیچھے ۹۳ یہاں تک کہ جب پہنچا دو پہاڑوں (آڑ) کے بیچ پائے اُن سے

دُونِهِمَا قَوْمًا ۹۴ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا ۹۵ قَالُوا يَا

درے ایسے لوگ جو لگتے نہیں کہ سمجھیں ایک بات ۹۵ بولے اے

الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَا جُوجَ وَمَا جُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ

ذوالقرنین یہ یا جوج و ما جوج دھوم اٹھاتے ہیں (خرابی کرتے ہیں) ملک میں

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُم

سو تو کہے تو ہم مقرر کر دیں تیرے واسطے کچھ محصول اس شرط پر کہ بنا دے تو ہم میں اُن میں

سَدًّا ۹۶ قَالَ مَا مَكْنِي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي

ایک آڑ ۹۶ بولا جو مقدر دیا مجھ کو میرے رب نے وہ بہتر ہے سو مدد کرو میری

۱ مشرق کی ایک وحشی قوم | یعنی انتہائے مشرق میں ایک ایسی قوم دیکھی جن کو آفتاب کی شعاعیں بے روک نوک پہنچتی تھیں یہ لوگ وحشی جانگلو ہونگے گھر بنانے اور چھت ڈالنے کا ان میں دستور نہ ہوگا جیسے اب بھی بہت سی خانہ بدوش وحشی اقوام میں رواج نہیں ہے۔

۲ یعنی ذوالقرنین کے سفر مشرق و مغرب کی جو کیفیت بیان کی گئی واقعہ میں اسی طرح ہے جو وسائل اسکے پاس تھے اور جو حالات وہاں پیش آئے ان سب پر ہمارا علم محیط ہے۔ تاریخ والے شاید اس جگہ کچھ اور کہتے ہونگے اور فی الحقیقت اتنا ہے جو فرمادیا بعض مفسرین نے "کذلک" کا مطلب یہ لیا ہے کہ ذوالقرنین نے مغربی قوم کے متعلق جو روش اختیار کی تھی ویسی ہی اس مشرقی قوم کے ساتھ اختیار کی۔ واللہ اعلم۔

۳ تیسرا سفر | تیسرا سفر مشرق و مغرب کے سوا کسی تیسری جہت میں تھا مفسرین عموماً اسکو شمالی سفر کہتے ہیں قرآن وحدیث میں یہ تصریح نہیں۔

۴ ایک قوم کی درخواست | یعنی ذوالقرنین اور اسکے ساتھیوں کی بولی وہ لوگ نہیں سمجھتے تھے۔ آگے جو گفتگو نقل کی گئی ہے غالباً

کسی ترجمان کے ذریعہ سے ہوئی ہوگی۔ اور ترجمان کسی درمیانی قوم میں کا ہوگا جو دونوں کی زبان قدرے سمجھتا ہو (تنبیہ) اس قوم اور "یا جوج ماجوج" کے ملک میں یہ دو پہاڑ حائل تھے جن پر چڑھائی ممکن نہ تھی البتہ دونوں پہاڑوں کے بیچ میں ایک درہ کھلا ہوا تھا اسی سے "یا جوج ماجوج" آتے اور ان لوگوں کو لوٹ مار کر چلے جاتے تھے۔

❖ **یا جوج ماجوج کی قوم** ذوالقرنین کے غیر معمولی اسباب و وسائل اور قوت و جہمت کو دیکھ کر انہیں یہ خیال ہوا کہ ہماری تکالیف و مصائب کا سدباب اس سے ہو سکے گا۔ اس لئے گزارش کی کہ "یا جوج ماجوج" نے ہمارے ملک میں اودھم مچا رکھی ہے۔ یہاں آکر قتل و غارت اور لوٹ مار کرتے رہتے ہیں۔ آپ اگر ہمارے اور ان کے درمیان کوئی مضبوط روک قائم کر دیں جس سے ہماری حفاظت ہو جائے تو جو کچھ اس پر خرچ آئے ہم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ چاہے آپ ٹیکس لگا کر ہم سے وصول کر لیں۔ **تنبیہ** "یا جوج ماجوج" کون ہیں؟ کس ملک میں رہتے ہیں؟ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی سد (اہنی دیوار) کہاں ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے متعلق مفسرین و مورخین کے اقوال مختلف رہے ہیں۔

ایک برزخی مخلوق میرا خیال یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یا جوج ماجوج کی قوم عام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے اور جیسا کہ کعب احبار نے فرمایا اور نووی نے فتاویٰ میں جمہور علماء سے نقل کیا ہے۔ ان کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے آدم علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے مگر ماں کی طرف سے حواء تک نہیں پہنچتا گویا وہ عام آدمیوں کے محض باپ شریک بھائی ہوئے کیا عجب ہے کہ دجال اکبر جسے تمیم داری نے کسی جزیرہ میں مقید دیکھا تھا، اسی قوم میں کا ہو۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام جو محض ایک آدم زاد خاتون (مریم صدیقہ) کے لطن سے بتوسط فتحہ ملکہ پیدا ہوئے، نزول من السماء کے بعد دجال کو ہلاک کر دیں گے،

ذوالقرنین کی آہنی دیوار کہاں ہے؟ اس وقت یہ قوم یا جوج ماجوج دنیا پر خروج کرے گی اور آخر کار حضرت مسیح کی دعاء سے غیر معمولی موت مرے گی۔ اس وقت یہ قوم کہاں ہے اور ذوالقرنین کی دیوار آہنی کس جگہ واقع ہے؟ سو جو شخص ان سب اوصاف کو پیش نظر رکھے گا جن کا ثبوت اس قوم اور دیوار آہنی کے متعلق قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں ملتا ہے، اسکو کہنا پڑے گا کہ جن قوموں، ملکوں اور دیواروں کا لوگوں نے رائے سے پتہ دیا ہے، یہ مجموعہ اوصاف ایک میں بھی پایا نہیں جاتا۔ لہذا وہ خیالات صحیح معلوم نہیں ہوتے۔ اور احادیث صحیحہ کا انکار یا نصوص کی تاویلات بعیدہ دین کے خلاف ہے۔ رہا مخالفین کا یہ شبہ کہ ہم نے تمام زمین کو چھان ڈالا مگر کہیں اس کا پتہ نہیں ملا۔ اور اسی کے جواب کے لئے ہمارے مؤلفین نے پتہ بتلانے کی کوشش کی ہے۔ اس کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ آلوسی بغدادی نے دیا ہے کہ ہم کو اس کا موقع معلوم نہیں اور ممکن ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور یہ دعویٰ کرنا کہ ہم تمام خشکی و تری پر محیط ہو چکے ہیں، واجب التسلیم نہیں۔ عقلاً جائز ہے کہ جس طرح اب سے پانسو برس پہلے تک ہم کو چوتھے براعظم (امریکہ) کے وجود کا پتہ نہ چلا، اب بھی کوئی پانچواں براعظم ایسا موجود ہو جہاں تک ہم رسائی حاصل نہ کر سکے ہوں اور تھوڑے دنوں بعد ہم وہاں تک یا وہ لوگ ہم تک پہنچ سکیں۔ سمندر کی دیوار اعظم جو آسٹریلیا کے شمال مشرقی ساحل پر واقع ہے آج کل برطانوی سائنس دان ڈاکٹری ایم ینگ کے زیر ہدایات اس کی تحقیقات جاری ہے۔ یہ دیوار ہزار میل سے زیادہ لمبی اور بعض بعض مقامات پر بارہ بارہ میل تک چوڑی اور ہزار فٹ اونچی ہے۔ جس پر بیشمار مخلوق بستی ہے۔ جو ہم اس کام کے لئے روانہ ہوئی تھی حال میں اس نے اپنی ایک سالہ تحقیقات ختم کی ہے جس سے سمندر کے عجیب و غریب اسرار منکشف ہوتے ہیں اور انسان کو حیرت و استعجاب کی ایک نئی دنیا معلوم ہو رہی ہے۔ پھر کیسے دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ہم کو خشکی و تری کی تمام مخلوق کے مکمل اکتشافات حاصل ہو چکے ہیں۔ بہر حال مخبر صادق نے جس کا صدق دلائل قطعیہ سے ثابت ہے، جب اس دیوار کی مع اس کے اوصاف کے خبر دی تو ہم پر واجب ہے کہ تصدیق کریں اور ان واقعات کے منتظر رہیں جو مشکلین و منکرین کے علی الرغم پیش آکر رہیں گے۔

بِقُوَّةٍ أَجْعَلُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝۹۵ اتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ ط

مخت میں بنادوں تمہارے اور ان کے بیچ ایک دیوار موٹی لادو مجھ کو تختے لوہے کے

حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا ط

یہاں تک کہ جب برابر کر دیا دونوں پھاٹکوں تک پہاڑ کی کہا دھونکو

حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا ۝۹۶ قَالَ اتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ط

یہاں تک کہ جب کر دیا اس کو آگ کہا لاؤ میرے پاس کہڑالوں اس پر پگھلا ہوا تانبا

فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ۝۹۷

پھر نہ چڑھ سکیں اس پر اور نہ کر سکیں اس میں سوراخ

قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي ۝۹۸ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ

بولا یہ ایک مہربانی ہے میرے رب کی پھر جب آئے وعدہ میرے رب کا گرا دے اس کو

دَكَّاءً ۝۹۹ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ط ۝۱۰۰ وَتَرَكْنَا بَعْضُهُمْ

ڈھا کر اور ہے وعدہ میرے رب کا سچا اور چھوڑ دیں گے ہم خلق کو

يَوْمَئِذٍ يَمْوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ

اس دن ایک دوسرے میں گھستے اور پھونک ماریں گے صور میں پھر جمع کر لائیں گے ہم

جَمُعًا ۝۱۰۱ وَعَرَّضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا ۝۱۰۲

ان سب کو اور دکھلا دیں ہم دوزخ اس دن کافروں کو سامنے

الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَن ذِكْرِي وَكَانُوا

جن کی آنکھوں پر پردہ پڑا تھا میری یاد سے اور نہ

یعنی مال میرے پاس بہت ہے مگر ہاتھ پاؤں سے ہمارے ساتھ تم بھی محنت کرو۔

دیوار کی تعمیر | اول لوہے کے بڑے بڑے تختوں کی اوپر نیچے ہمیں جمائیں۔ جب ان کی بلندی دونوں پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ گئی، لوگوں کو حکم دیا کہ خوب آگ دھونکو۔ جب لوہا آگ کی طرح سرخ ہو کر تپنے لگا اس وقت پگھلا ہوا تانبا اوپر سے ڈالا جو لوہے کی درزوں میں بالکل پیوست ہو کر جم گیا اور سب مل کر پہاڑ سا بن گیا۔ یہ سب کام اس زمانہ میں بظاہر خارق عادت طریقہ سے انجام پائے ہوئے تھے جسے ذوالقرنین کی کرامت سمجھنا چاہئے۔ یا ممکن ہے اس وقت اس قسم کے آلات و اسباب پائے جاتے ہوں جنکا ہمیں اب علم نہیں۔

یا جوج ماجوج دیوار نہیں توڑ سکتے | یعنی حق تعالیٰ نے یا جوج ماجوج کو فی الحال یہ قدرت نہیں دی کہ دیوار پھاند کر یا توڑ کر ادھر نکل آئیں۔

دیوار ٹوٹنے کا وقت | یعنی محض خدا کی مہربانی سے یہ روک قائم ہو گئی اور مبعاد معین تک قائم رہے گی۔ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول اور قتل دجال کے بعد قیامت کے قریب یا جوج ماجوج کے نکلنے کا وعدہ ہے اس وقت یہ روک ہٹا دی جائے گی۔ دیوار توڑ کر اتنی کثیر تعداد میں نکل پڑیں گے جس کا شمار اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ دنیا انکے مقابلہ سے عاجز ہوگی۔ حضرت مسیح کو حکم ہوگا کہ میرے خاص بندوں کو لیکر ”طور“ پر چلے جائیں۔ آخر حضرت مسیح علیہ السلام بارگاہ احدیت کی طرف دست دعا دراز کریں گے۔ اس کے بعد یا جوج ماجوج پر ایک غیبی و باسلط ہوگی۔ سب ایک دم مرجائیں گے۔ مزید تفصیل کتب حدیث باب ”اصارات الساعة“ میں دیکھنی چاہئے۔

یا جوج ماجوج کا خروج | یعنی یا جوج ماجوج سمندر کی موجوں کی طرح بے شمار تعداد میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نکلیں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ شدت ہول و اضطراب سے ساری مخلوق رل گدھ ہو جائے گی۔ جن و انس ایک دوسرے میں گھسنے لگیں گے پھر قیامت کا بگل ہوگا یعنی صور پھونکا جائے گا۔ اس کے بعد سب خدا کے سامنے میدان حشر میں اکٹھے کئے جائیں گے اور دوزخ کافروں کی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ شاید کافروں کی تخصیص اس لئے کی کہ اصل میں دوزخ ان ہی کے لیے تیار کیا گیا ہے اور ان کی آنکھوں پر دنیا میں پردہ پڑا ہوا تھا۔ اب وہ پردہ اٹھ گیا۔

لَا يَسْتَبِيعُونَ سَمْعًا ۱۰۱ ۴ أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ

سن سکتے تھے ۴ اب کیا سمجھتے ہیں منکر

يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ ۱۰۲ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ

نغمہرائیں میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی ہم نے تیار کیا ہے دوزخ کو

لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ۱۰۳ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ

کافروں کی مہمانی تو کہہ ہم بتائیں تم کو کن کا کیا ہوا گیا

أَعْمَالًا ۱۰۴ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ

بیت اکارت وہ لوگ جن کی کوشش بھٹکتی رہی (اکارت گئی) دنیا کی زندگی میں اور وہ

يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۱۰۵ أُولَئِكَ الَّذِينَ

سمجھتے رہے کہ خوب بناتے ہیں کام وہی ہیں جو

كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا

منکر ہوئے اپنے رب کی نشانیوں سے اور اس کے ملنے سے سویرا ہو گیا ان کا کیا ہوا

نُفِيزُهُمْ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزُنًا ۱۰۶ ذَلِكَ جَزَاءُ وَهُمْ

نہ کھڑی کریں گے ہم ان کے واسطے قیامت کے دن تول یہ بدلہ ان کا ہے

جَهَنَّمَ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۱۰۷

دوزخ اس پر کہ منکر ہوئے اور نغمہرایا میری باتوں اور میرے رسولوں کو ٹھنسا

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ

جو لوگ ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں بھلے کام ان کے واسطے ہے ٹھنڈی چھانوس کے

کفار کی حالت | یعنی خود اپنی عقل کی آنکھ برابر نہ تھی کہ قدرت کے نشان دیکھ کر یقین لاتے اور خدا کو یاد کرتے۔ اور ضد سے کسی کی بات نہ سنی جو دوسرے کے سمجھائے سمجھ لیتے۔

یعنی کیا منکرین یہ گمان کرتے ہیں کہ میرے خاص بندوں (مسح، عزیر، روح القدس، فرشتوں) کی پرستش کر کے اپنی حمایت میں کھڑا کر لیں گے۔ ”كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا“ (ہرگز نہیں! وہ خود تمہاری حرکات سے بیزاری کا اظہار فرمائیں گے اور تمہارے مقابل مدعی بن کر کھڑے ہوں گے)

یعنی اس دھوکہ میں مت رہنا! وہاں تم کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ ہاں ہم تمہاری مہمانی کریں گے۔ دوزخ کی آگ اور قسم قسم کے عذاب سے (اعاذنا اللہ منها)

سب سے زیادہ گھائے والے طالبین دنیا | یعنی قیامت کے دن سب سے زیادہ خسارہ میں وہ لوگ ہوں گے جن کی ساری دوڑ دھوپ دنیا کے لئے تھی آخرت کا کبھی خیال نہ آیا، محض دنیا کی ترقیات اور مادی کامیابیوں کو بڑی معراج سمجھتے رہے (كذابفہم من الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ دنیوی زندگی میں جو کام انہوں نے اپنے نزدیک اچھے سمجھ کر کئے تھے خواہ واقع میں اچھے تھے یا نہیں وہ سب کفر کی نحوست سے وہاں بیکار ثابت ہوئے اور تمام محنت برباد گئی۔

یعنی نہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو مانا، نہ خیال کیا کہ کبھی اس کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

کفار کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا | کافر کی حسنات مردہ ہیں اس ابدی زندگی میں کسی کام کی نہیں۔ اب محض کفریات و سینات رہ گئیں۔ سو ایک پلہ کیا تلے، تو لٹا تو موازنہ کیلئے تھا۔ موازنہ متقابل چیزوں میں ہوتا ہے۔ یہاں سینات کے بالمقابل حسنہ کا وجود ہی نہیں۔ پھر تولنے کا کیا مطلب۔

جو ٹھٹھا کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔

الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۷﴾ خَلِيدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا

باغ مہمانی رہا کریں ان میں نہ چاہیں وہاں سے

حَوْلًا ﴿۱۸﴾ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لَكَلِمَتِ رَبِّي لَنَفِدَ

جگہ بدلتی تو کہہ اگر دریا سیاہی ہو کہ لکھے میرے رب کی باتیں بے شک دریا

الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ

خرچ ہو چکے ابھی نہ پوری ہوں میرے رب کی باتیں اور اگرچہ دوسرا بھی لائیں ہم ویسا ہی

مَدَادًا ﴿۱۹﴾ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىٰ أَنَّمَا

اس کی مدد کو تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے مجھ کو کہ

إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ

معبود تمہارا ایک معبود ہے سو پھر جس کو امید ہو ملنے کی اپنے رب سے سو وہ کرے

عِبَادًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴿۲۰﴾

کچھ کام نیک اور شریک نہ کرے اپنے رب کی بندگی میں کسی کو

آيَاتُهَا ۹۸ ﴿۱۹﴾ سُورَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ ﴿۲۳﴾ رُكُوعَاتُهَا ۶

سورہ مریم مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھانوے آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

كَهَيْعَةٍ ﴿۱﴾ ذَكَرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾

کھپے تیرے رب کی رحمت (مہربانی) کا اپنے بندہ زکریا پر

مومن صالحین پر انعامات | یعنی ہمیشہ رہنے سے اکتائیں گے نہیں۔ ہر دم تازہ بہ تازہ نعمتیں ملیں گی۔ کبھی خواہش نہ کریں گے کہ ہم کو یہاں سے منتقل کر دیا جائے۔

اللہ کے کلمات بیشمار ہیں | قریش نے یہود کے اشارہ سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا تھا۔ سورۃ ہذا کی ابتداء میں ”اصحاب کہف“ کا اور آخر میں ذوالقرنین کا قصہ جہاں تک موضح قرآن سے متعلق تھا۔ بیان فرمایا۔ اور روح کے متعلق سورہ بنی اسرائیل میں فرما دیا۔ ”وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا“ اب خاتمہ سورت پر بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کی باتیں بے انتہا ہیں۔ جو باتیں تمہارے ظرف و استعداد اور ضرورت کے لائق بتلائی گئیں حق تعالیٰ کی معلومات میں سے اتنی بھی نہیں جتنا سمندر میں سے ایک قطرہ۔ فرض کرو اگر پورے سمندر کا پانی سیاہی بن جائے جس سے خدا کی باتیں لکھنی شروع کی جائیں۔ اس کے بعد دوسرا اور تیسرا ویسا ہی سمندر اس میں شامل کرتے رہو تو سمندر ختم ہو جائیں گے، پر خدا کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ یہیں سے سمجھ لو کہ قرآن اور دوسری کتب سماویہ کے ذریعہ سے خواہ کتنا ہی وسیع علم بڑی سے بڑی مقدار میں کسی کو دے دیا جائے، علم الہی کے سامنے وہ بھی قلیل ہے۔ گوئی حد ذاتہ اسے کثیر کہہ سکیں۔

پیغمبر کا علم بھی متناہی ہوتا ہے | یعنی میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں، خدا نہیں، جو خود بخود ذاتی طور پر تمام علوم و کمالات حاصل ہوں، ہاں اللہ تعالیٰ علوم حقہ اور معارف قدسیہ میری طرف وحی کرتا ہے جن میں اصل اصول علم تو حید ہے۔ اسی کی طرف میں سب کو دعوت دیتا ہوں۔ جس کسی کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق یا اسکے سامنے حاضر کئے جانے کا خوف ہو اسے چاہئے کہ کچھ بھلے کام شریعت کے موافق کر جائے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ظاہر و باطناً کسی کو کسی درجہ میں بھی شریک نہ کرے۔ یعنی شرک جلی کی طرح ریا وغیرہ شرک خفی سے بھی بچتا رہے۔ کیونکہ جس عبادت میں غیر اللہ کی شرکت ہو وہ عابد کے منہ پر ماری جائے گی۔ ”اللَّهُمَّ اَعِزَّنَا مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا“ اس آیت میں اشارہ کر دیا کہ نبی کا علم بھی متناہی اور عطائی ہے، علم خداوندی کی طرح ذاتی اور غیر متناہی نہیں۔ تم سورۃ الکہف بفضل اللہ تعالیٰ ومنہ وللہ الحمد اولاً و آخراً۔

سورۃ مریم

حضرت زکریا علیہ السلام | حضرت زکریا علیہ السلام ”بنی اسرائیل“ کے جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں۔ نجاری (بڑھئی) کا پیشہ کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے۔ ان کا قصہ پہلے سورۃ آل عمران میں گذر چکا۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ

جب پکارا اُس نے اپنے رب کو چھپی آواز سے ۝ بولا اے میرے رب بوڑھی ہو گئیں

الْعَظْمُ مِنِّي وَاسْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ

میری ہڈیاں اور شعلہ نکلا (بھڑکا) سر سے (سر میں) بڑھاپے کا ۝ اور تجھ سے

بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ

مانگ کر اے رب میں کبھی محروم نہیں رہا ۝ اور میں ڈرتا ہوں بھائی بندوں سے

وَرَأْيِي وَكَانَتْ أَمْرَاتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ

اپنے بیچے ۝ اور عورت میری بانجھ ہے سو بخش تو مجھ کو اپنے پاس سے

وَلِيًّا ۝ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۝ وَاجْعَلْهُ رَبِّ

ایک کام اٹھانے والا جو میری جگہ بیٹھے اور یعقوب کی اولاد کی ۝ اور کرا اُس کو اے رب

رَضِيًّا ۝ يُزَكِّرِيَا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ

من ماننا (جی چاہتا) ۝ اے زکریا ہم تجھ کو خوش خبری سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام ہے یحییٰ

نَجْعَلُ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ

نہیں کیا ہم نے پہلے اس نام کا کوئی ۝ بولا اے رب کہاں سے ہوگا

لِي غُلَامٌ وَكَانَتْ أَمْرَاتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ

مجھ کو (میرے) لڑکا اور میری عورت بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہو گیا

۝ حضرت زکریا علیہ السلام کی دُعا کہتے ہیں رات کی تاریکی اور خلوت میں پست آواز سے دعاء کی، جیسا کہ دعاء کا اصل قاعدہ ہے۔ "أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً" (اعراف رکوع ۷) ایسی دعاء ریا سے دور اور کمال اخلاص سے معمور ہوتی ہے۔ شاید یہ بھی خیال ہو کہ بڑھاپے کی عمر میں بیٹا مانگتے تھے۔ اگر نہ ملے تو سننے والے نہیں، اور ویسے بھی عموماً بڑھاپے میں آواز پست ہو جاتی ہے۔

یعنی بظاہر موت کا وقت قریب ہے، سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی چمک رہی ہے اور ہڈیاں تک سوکھنے لگیں۔

یعنی آپ نے اپنے فضل و رحمت سے ہمیشہ میری دعائیں قبول کیں اور مخصوص مہربانیوں کا خوگر بنائے رکھا اب اس آخری وقت اور ضعف و پیرانہ سالی میں کیسے گمان کروں کہ میری دعاء رد کر کے مہربانی سے محروم رکھیں گے۔ بعض مفسرین نے ”وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا“ کے معنی یوں کئے ہیں کہ اے پروردگار آپ کی دعوت پر میں کبھی شقی ثابت نہیں ہوا یعنی جب آپ نے پکارا برابر امتثال امر اور طاعت و فرمانبرداری کی سعادت حاصل کی۔

قرابت داروں سے اندیشہ | اُن کے بھائی بند قرابت دار نا اہل ہونگے۔ ڈر یہ ہوا کہ وہ لوگ اُن کے بعد اپنی بد اعمالیوں اور غلط کاریوں سے راہ نیک نہ بگاڑ دیں اور جو دینی و روحانی دولت یعقوب علیہ السلام کے گھرانے میں منتقل ہوتی ہوئی حضرت زکریا علیہ السلام تک پہنچی تھی اُسے اپنی شرارت اور بد تمیزی سے ضائع نہ کر دیں۔

اللہ سے اپنے وارث کی دعاء | یعنی میں بوڑھا ہوں، بیوی بانجھ ہے، ظاہری سامان اولاد ملنے کا کچھ نہیں لیکن تو اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے اولاد عطا فرما جو دینی خدمات کو سنبھالے اور تیری مقدس امانت کا بوجھ اٹھاسکے۔ میں اس ضعف و پیروی میں کیا کر سکتا ہوں، جی یہ چاہتا ہے کہ کوئی بیٹا اس لائق ہو جو اپنے باپ دادوں کی پاک گدی پر بیٹھ سکے۔ اُن کے علم و حکمت کے خزانوں کا مالک اور کمالات نبوت کا وارث بنے۔ تنبیہ

انبیاء کی وراثت | احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اُن کی وراثت دولت علم میں چلتی ہے۔ خود شیعوں کی مستند کتاب ”کافی کلینی“ سے بھی ”روح المعانی“ میں اس مضمون کی روایات نقل کی ہیں۔ لہذا متعین ہے کہ ”يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ“ میں وراثت مالی مراد نہیں۔ جس کی تائید خود لفظ ”آل یعقوب“ سے ہو رہی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے تمام آل یعقوب کے اموال و املاک کا وارث تھا حضرت زکریا کا بیٹا کیسے ہو سکتا تھا بلکہ نفس وراثت کا ذکر ہی اس موقع پر ظاہر کرتا ہے کہ مالی وراثت مراد نہیں۔ کیونکہ یہ تو تمام دنیا کے نزدیک مسلم ہے کہ بیٹا باپ کے مال کا وارث ہوتا ہے۔ پھر دعاء میں اس کا ذکر کرنا محض بیکار تھا۔ یہ خیال کرنا کہ حضرت زکریا کو اپنے مال و دولت کی فکر تھی کہ کہیں میرے گھر سے نکل کر بنی اعمام اور دوسرے رشتہ داروں میں نہ پہنچ جائے، نہایت پست اور ادنی خیال ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان یہ نہیں ہوتی کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت دنیا کی متاع حقیر کی فکر میں پڑ جائیں کہ ہائے یہ کہاں جائیگی اور کس کے پاس رہی گی۔ اور لطف یہ ہے کہ حضرت زکریا بڑے دولت مند بھی نہ تھے، بڑھئی کا کام کر کے محنت سے پیٹ پالتے تھے بھلا اُن کو بڑھاپے میں کیا غم ہو سکتا تھا کہ چار پیسے رشتہ داروں کے ہاتھ نہ پڑ جائیں۔ العیاذ باللہ۔

یعنی ایسا لڑکا دیکھئے جو اپنے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے میری اور تیری اور اچھے لوگوں کی پسند کا ہو۔

حضرت یحییٰ کی بشارت | یعنی دعاء قبول ہوئی اور لڑکے کی بشارت پہنچی۔ جس کا نام (یحییٰ) قبل از ولادت حق تعالیٰ نے تجویز فرمادیا۔ نام بھی ایسا انوکھا جو اُن سے پہلے کسی کا نہ رکھا گیا تھا۔ بعض سلف نے یہاں ”سمی“ کے معنی ”شبیبہ“ کے لئے ہیں یعنی اس شان و صفت کا کوئی شخص اُن سے پہلے نہیں ہوا تھا۔ شاید یہ مطلب ہو کہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے کوئی ایسا لڑکا اُس وقت تک پیدا نہیں کیا گیا تھا۔ یا بعض خاص احوال و صفات (مثلاً رقبہ قلب اور غلبہ بکا وغیرہ) میں اُن کی مثال پہلے نہ گذری ہوگی۔ واللہ اعلم۔

الْكِبْرِ عِتْبًا ۱ قَالَ كَذَلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ

یہاں تک کہ اگر گیا (سو کھ گیا) ۱ کہا یونہی ہوگا ۱ فرمادیا تیرے رب نے ۱ وہ مجھ پر

هَيِّنٌ ۙ وَقَدْ خَلَقْتِكُمْ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۙ قَالَ

آسان ہے ۱ اور تجھ کو پیدا کیا میں نے پہلے سے ۱ اور نہ تھا تو کوئی چیز ۱ ہوا

رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً ۙ قَالَ آيَتُكَ إِلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ

اے رب ٹھہرا دے میرے لیے کوئی نشانی ۱ فرمایا ۱ تیری نشانی یہ کہ ۱ بات نہ کرے تو لوگوں سے

ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۙ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ

تین رات تک صبح تندرست (چنگ بھلا) ۱ پھر نکلا ۱ اپنے لوگوں کے پاس ۱ حجرہ سے

فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۙ لِيَجِبِي خُذِ

تو اشارہ سے کہا ان کو ۱ کہ یاد کرو (تسبیح پڑھو) صبح اور شام ۱ اے تجھی ۱ اٹھالے

الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ۙ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا

کتاب زور سے ۱ اور دیا ہم نے اس کو حکم کرنا لڑکا پن میں ۱ اور شوق دیا اپنی طرف سے

وَزَكَاةً ۙ وَكَانَ تَقِيًّا ۙ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا

اور سحرانی ۱ اور تھا پرہیزگار ۱ اور نکلی کرنے والا اپنے ماں باپ سے ۱ اور نہ تھا زبردست

عَصِيًّا ۙ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ ۙ وَيَوْمَ يَمُوتُ ۙ وَيَوْمَ

خود سر ۱ اور سلام ہے اس پر ۱ جس دن پیدا ہوا ۱ اور جس دن مرے ۱ اور جس دن

يُبْعَثُ حَيًّا ۙ ۱۵ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ

اٹھ کھڑا ہو زندہ ہو کر ۱ اور مذکور کر کتاب میں مریم کا ۱ جب جدا ہوئی

- ◆ **حضرت زکریا کا تعجب** آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب غیر متوقع اور غیر معمولی خوشخبری سے تو مزید طمانیت و استلذاز کے لئے بار بار پوچھتا اور کھود کرید کیا کرتا ہے۔ اس تحقیق و تفحص سے لذت تازہ حاصل ہوتی اور بات خوب پکی ہو جاتی ہے یہ ہی منشاء حضرت زکریا کے سوال کا تھا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”انوکھی چیز مانگتے تعجب نہ آیا۔ جب سنا کہ ملے گی تعجب کیا۔“
- ◆ تعجب کی کوئی بات نہیں۔ ان ہی حالات میں اولاد مل جائے گی اور مشیت ایزدی پوری ہو کر رہے گی۔
- ◆ **اللہ کی قدرت کاملہ** یہ فرشتہ نے کہا۔ یعنی تمہارے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک چیز مشکل ہو تو خدا کے یہاں مشکل نہیں۔ اُسکی قدرت عظیمہ کے سامنے سب آسان ہے۔ انسان اپنی ہستی ہی کو دیکھ لے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ کوئی چیز نہ تھی اس کا نام و نشان بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ حق تعالیٰ اسکو پردہ عدم سے وجود میں لایا۔ پھر جو قادر مطلق لاشعہ محض کو شے بنا دے کیا وہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے بچہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اس پر تو بطریق اولیٰ قدرت ہونی چاہئے۔
- ◆ **حضرت زکریا کی زبان بندی** یعنی باوجود تندرست ہونیکے جب کامل تین رات دن لوگوں کے ساتھ زبان سے بات چیت نہ کر سکے اُس وقت سمجھ لینا کہ حمل قرار پا گیا ہے۔ اس کے متعلق مفصل کلام ”آل عمران“ کے فوائد میں گذر چکا۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔
- ◆ **قوم کو وعظ و نصیحت** یعنی جب وہ وقت آیا تو زبان گفتگو کرنے سے رُک گئی۔ حجرہ سے باہر نکل کر لوگوں کو اشارہ سے کہا کہ صبح و شام اللہ کو یاد کیا کرو۔ نمازیں پڑھو۔ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہو یہ کہنا یا تو حسب معمول سابق وعظ و نصیحت کے طور پر ہو گا یا نعمت الہیہ کی خوشی محسوس کر کے چاہا کہ دوسرے بھی ذکر و شکر میں اُن کے شریک حال ہوں۔ کیونکہ جیسا ”آل عمران“ میں گذرا حضرت زکریا کو حکم تھا کہ اُن تین دن میں خدا کو بہت کثرت سے یاد کریں۔ اور خاص تسبیح کا لفظ شاید اس لئے اختیار کیا ہو کہ اکثر عجیب و غریب سماں دیکھنے پر آدمی ”سبحان اللہ“ کہا کرتا ہے۔
- ◆ **حضرت یحییٰ کو کتاب پر عمل کا حکم** یعنی تورات اور دوسرے آسمانی صحیفوں کو جو تم پر یاد دوسرے انبیاء پر نازل کئے گئے ہوں، خوب مضبوطی اور کوشش سے تھامے رکھو۔ ان کی تعلیمات پر خود عمل کرو اور دوسروں سے کراؤ۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یعنی علم کتاب لوگوں کو سکھانے لگا زور سے۔ یعنی باپ ضعیف تھے اور یہ جوان۔“
- ◆ **بچپن میں نبوت** یعنی لڑکپن ہی میں ان کو حق تعالیٰ نے فہم و دانش، علم و حکمت، فراست صادقہ، احکام کتاب اور آداب عبودیت و خدمت کی معرفت عطا فرمادی تھی۔ لڑکوں نے ایک مرتبہ انہیں کھیلنے کو بلایا، کہا ہم اس واسطے نہیں بنائے گئے۔ بہت سے علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے عام عادت کے خلاف ان کو لڑکپن ہی میں نبوت بھی مرحمت فرمادی۔ واللہ اعلم۔
- ◆ **حضرت یحییٰ کا محبت و تقویٰ** یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو شوق و ذوق، رحمت و شفقت، رقت و نرم دلی، محبت و محبوبیت عنایت فرمائی تھی، اور صاف ستھرا، پاکیزہ رُو، پاکیزہ خُو، مبارک و سعید متقی و پرہیزگار بنایا، حدیث میں ہے کہ یحییٰ نے نہ کبھی گناہ کیا نہ گناہ کا ارادہ کیا۔ خدا کے خوف سے روتے روتے رخساروں پر آنسوؤں کی نالیاں سی بن گئی تھیں۔ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام یعنی متکبر، سرکش اور خود سر نہ تھا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یعنی آرزو کے لڑکے اکثر ایسے ہوا کرتے ہیں۔“ وہ ویسا نہ تھا۔
- ◆ **حضرت یحییٰ کو اللہ کا سلام** اللہ جو بندہ پر سلام بھیجے محض تشریف و عزت افزائی کے لئے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس پر کچھ گرفت نہیں۔ یہاں ”یَوْمٌ وَلَدَتْ یَوْمٌ یَمُوتٌ وَ یَوْمٌ یُبْعَثُ حَیًّا“ سے غرض تعیم اوقات و احوال ہے۔ یعنی ولادت سے لے کر موت تک اور موت سے قیامت تک کسی وقت اس پر خوردہ گیری نہیں۔ خدا کی پکڑ سے ہمیشہ مامون مصون ہے۔

مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝۱۶ ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ

اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان میں ۝ پھر پکڑ لیا (کر لیا) ان سے دوسرے

حِجَابًا ۝ فَارْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا

ایک پردہ پھر بھیجا ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ پھر بن کر آیا اس کے آگے آدمی

سَوِيًّا ۝۱۷ ۝ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ

پورا ۝ بولی مجھ کو رحمن کی پناہ تجھ سے اگر ہے تو

تَقِيًّا ۝۱۸ ۝ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ ۝ لِأَهَبَ لَكَ عُلْمًا

ڈر رکھنے والا ۝ بولا میں تو بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کا کہ دے جاؤں تجھ کو ایک لڑکا

رَكِيًّا ۝۱۹ ۝ قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي عِلْمٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ۝ وَلَمْ

سترا ۝ بولی کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور چھوا نہیں مجھ کو آدمی نے اور میں

أَكُ بَعِيًّا ۝۲۰ ۝ قَالَ كَذَلِكَ ۝ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىٰ هَيْبَةٍ ۝

بدکار کبھی نہیں تھی ۝ بولا یونہی ہے فرما دیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے ۝

وَلِنَجْعَلَٰهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً ۝ مِنَّا ۝ وَكَانَ أَمْرًا

اور اس کو ہم کیا چاہتے ہیں لوگوں کے لیے نشانی اور مہربانی اپنی طرف سے اور ہے یہ کام

مَّقْضِيًّا ۝۲۱ ۝ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ۝۲۲

مقرر ہو چکا ۝ پھر پیٹ میں لیا اس کو ۝ پھر یکسو ہوئی اس کو لیکر ایک بعید مکان میں ۝

فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ ۝ قَالَتْ يَلْبُتْنِي

پھر لے آیا اس کو دردہ ایک بھور کی جڑ میں بولی کسی طرح میں

❖ حضرت مریم کی شرم و عفت | یعنی غسل حیض کرنے کو۔ یہ ہی پہلا حیض تھا۔ تیرہ برس کی عمر تھی یا پندرہ برس کی۔ شرم کے مارے مجمع سے الگ ہو کر ایک مکان میں چلی گئیں۔ جو ”بیت المقدس“ سے مشرق کی طرف تھا۔ اس لئے نصاریٰ نے مشرق کو اپنا قبلہ بنا لیا۔

❖ حضرت جبرئیل کی آمد | یعنی حضرت جبریل نوجوان خوبصورت مرد کی شکل میں پہنچے، جیسا کہ فرشتوں کی عادت ہے کہ عموماً خوش منظر صورتوں میں متمثل ہوتے ہیں۔ اور ممکن ہے یہاں حضرت مریم کی انتہائی عفت و پاکبازی کا امتحان بھی مقصود ہو کہ ایسے زبردست دوائی و محرکات بھی اس کے جذباتِ عفاف و تقویٰ کو ادنیٰ ترین جنبش نہ دے سکے۔

❖ مریم نے اول و ہلہ میں سمجھا کہ کوئی آدمی ہے۔ تنہائی میں دفعۃً ایک مرد کے سامنے آ جانے سے قدرتی طور پر خوفزدہ ہوئیں اور اپنی حفاظت کی فکر کرنے لگیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چہرہ پر تقویٰ و طہارت کے انوار چمکتے دیکھ کر اسی قدر کہنا کافی سمجھا کہ میں تیری طرف سے رحمان کی پناہ میں آتی ہوں۔ اگر تیرے دل میں خدا کا ڈر ہوگا (جیسا کہ پاک و نورانی چہرہ سے روشن تھا) تو میرے پاس سے چلا جائے گا اور مجھ سے کچھ تعرض نہ کرے گا۔

❖ حضرت جبرئیل کی بشارت | یعنی گھبراؤ نہیں میری نسبت کوئی برا خیال آیا ہو تو دل سے نکال دو۔ میں آدمی نہیں۔ تیرے اسی رب کا (جس کی تو پناہ ڈھونڈتی ہے) بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔ اس لئے آیا ہوں کہ خداوند قدوس کی طرف سے تجھ کو ایک پاکیزہ، صاف ستھرا اور مبارک و مسعود لڑکا عطا کروں۔ ”غَلَامًا زَكِيًّا“ (پاکیزہ لڑکا) کہنے میں اشارہ ہو گیا کہ وہ حسب و نسب اور اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے بالکل پاک و صاف ہوگا۔

❖ حضرت مریم کا تعجب | مریم کے دل میں خدا نے یقین ڈال دیا کہ بیشک یہ فرشتہ ہے، مگر تعجب ہوا کہ جب عورت کا شوہر نہیں جو اس کو حلال طریقہ سے چھو سکتا، اور بدکار بھی نہیں کہ حرام طریقہ سے بچہ حاصل کر لے، اس کو بحالتِ راہبہ پاکیزہ اولاد کیونکر مل جائے گی، جیسا کہ حضرت زکریا نے اس سے کم عجیب بشارت پر سوال کیا تھا۔

❖ یہ وہ ہی جواب ہے جو حضرت زکریا کو دیا گیا تھا۔ گذشتہ رکوع میں دیکھ لیا جائے۔

❖ یعنی یہ کام ضرور ہو کر رہے گا، پہلے سے طے شدہ ہے، تخلف نہیں ہو سکتا۔ ہماری حکمت اسی کو مقتضی ہے کہ بدون مس بشر کے محض عورت کے وجود سے بچہ پیدا کیا جائے۔ اور وہ دیکھنے اور سننے والوں کے لئے ہماری قدرتِ عظیمہ کی ایک نشانی ہو کیونکہ تمام انسان مرد و عورت کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ آدم علیہ السلام دونوں کے بدون پیدا ہوئے اور حوا کو صرف مرد کے وجود سے پیدا کیا گیا۔ چوتھی صورت یہ ہے جو حضرت مسیح میں ظاہر ہوئی کہ مرد کے بدون صرف عورت کے وجود سے ان کا وجود ہوا۔ اس طرح پیدائش کی چاروں صورتیں واقع ہو گئیں۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام کا وجود قدرتِ الہیہ کا ایک نشان اور حق تعالیٰ کی طرف سے دنیا کے لئے بڑی رحمت کا سامان ہے۔

❖ قرار حمل | کہتے ہیں فرشتہ نے پھونک ماری حمل ٹھہر گیا۔ ”وَنُوحِيَ الْبَحْرُ“ وَذَكَرُوا أَنَّ جِبْرَاءِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَفَخَ فِي حَيْبِ دِرْعِهَا أَوْ فِيهِ وَفِي كُمَّيْهَا وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمَسْنَدَ إِلَيْهِ لِنَفْحِ هُوَ اللَّهُ تَعَالَى لِقَوْلِهِ فَنَفَخْنَا - (ص ۶/۱۸۱) کما قال فی اِذْمَ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي وَاللَّهُ اعْلَمُ۔

❖ یعنی جب وضع حمل کا وقت قریب آیا شرم کے مارے سب سے علیحدہ ہو کر کسی بعید مکان میں چلی گئیں۔ شاید وہ ہی جگہ ہو جسے ”بیت اللحم“ کہتے ہیں۔ یہ مقام ”بیت المقدس“ سے آٹھ میل ہے ذکرہ ابن کثیر عن وہب۔

مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًّا مَنَسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادَاهَا مِنْ

مرچکتی اس سے پہلے اور ہو جاتی بھولی بسری ﴿۲۳﴾ پس آواز دی اُس کو

تَحْتِهَا إِلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَ

اُس کے نیچے سے مگر غمگین مت ہو کر دیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ اور

هُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسْقِطُ عَلَيْكَ رَطْبًا

ہلا اپنی طرف کھجور کی جڑ اُس سے گریں گی تجھ پر پکی

جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ۚ فَمَا تَرَيْنَ مِنَ

کھجوریں ﴿۲۵﴾ اب کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھرا اگر تو دیکھے

الْبَشَرِ أَحَدًا ۖ فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ

کوئی آدمی تو کھو میں نے مانا ہے رخصت کا روزہ سو

أُكَلِّمَ الْيَوْمَ الْنَسِيًّا ﴿۲۶﴾ فَأَنْتُ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۗ قَالُوا

بات نہ کروں گی آج کسی آدمی سے ﴿۲۶﴾ پھر لائی اُس کو اپنے لوگوں کے پاس گود میں وہ اُس کو کہنے لگے

يَمْرَيْمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْعًا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يَا خَتَّ هُرُونَ مَا كَانَ

اے مریم تو نے کی یہ چیز طوفان کی ﴿۲۷﴾ اے بہن ہارون کی نہ تھا

أَبُوكَ أَمْرًا سَوْءٍ ۚ وَمَا كَانَتْ أُمَّكَ بَغِيًّا ۗ فَأَشَارَتْ

تیرا باپ بُرا آدمی اور نہ تھی تیری ماں بدکار ﴿۲۸﴾ پھر ہاتھ سے بتلایا

إِلَيْهِ ۗ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ

اُس لڑکے کو ﴿۲۹﴾ ہم کیونکر بات کریں اُس شخص سے کہ وہ ہے گود میں لڑکا ﴿۲۹﴾ وہ بولا

❖ **دروزہ کی شدید تکلیف** | یعنی دروزہ کی تکلیف سے ایک کھجور کی جڑ کا سہارا لینے کے لئے اس کے قریب جا پہنچی۔ اس وقت دروزہ کی تکلیف، تنہائی و بیکسی، سامان ضرورت و راحت کا فقدان، اور سب سے بڑھ کر ایک مشہور پاکباز عقیقہ کو دینی حیثیت سے آئندہ بدنامی اور رسوائی کا تصور سخت بے چین کئے ہوئے تھا۔ حتیٰ کہ اسی کرب و اضطراب کے غلبہ میں کہہ اٹھی "يَا لَيْتَنِي مِثَّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًا مِّنْ سَابِقًا"۔ (کاش میں اس وقت کے آنے سے پہلے ہی مرچکی ہوتی کہ دنیا میں میرا نام و نشان نہ رہتا اور کسی کو بھولے سے بھی یاد نہ آتی) شدت کرب و اضطراب میں گذشتہ بشارات بھی جو فرشتہ سے سنی تھیں یاد نہ آئیں۔

❖ **فرشتے کی بشارت** | وہ مقام جہاں حضرت مریم کھجور کے نیچے تشریف رکھتی تھیں قدرے بلند تھا، اس کے نیچے سے پھر اسی فرشتہ کی آواز سنائی دی کہ غمگین و پریشان مت ہو، خدا کی قدرت سے ہر قسم کا ظاہری و باطنی اطمینان حاصل کر۔ نیچے کی طرف دیکھ، اللہ تعالیٰ نے کیسا چشمہ یا نہر جاری کر دی ہے۔ یہ تو پینے کیلئے ہوا، کھانے کیلئے اسی کھجور کو ہلاؤ، پکی اور تازہ کھجوریں ٹوٹ کر گریں گی۔ **تنبیہ** | بعض سلف نے "سری" کے معنی "عظیم الشان سردار" کے لئے ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ تجھ سے ایک بڑا سردار پیدا کرنے والا ہے۔ جنہوں نے "سری" کے معنی چشمہ یا نہر کے لئے ظاہر یہ ہے کہ وہ چشمہ بطور خرق عادت نکالا گیا اور کھجوریں بھی خشک درخت پر بے موسم لگ گئیں۔ ان خوارق کا دیکھنا مریم کی تسکین و اطمینان اور تفریح کا سبب تھا۔ اور جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے اس حالت میں یہ چیزیں مریم کیلئے مفید تھیں اور انہیں ضرورت بھی ہوگی۔

❖ یعنی تازہ کھجوریں کھا کر چشمہ کے پانی سے سیراب ہو، اور پاکیزہ بیٹے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر، آگے کا غم نہ کھا، خدا تعالیٰ سب مشکلات کو دور کرنے والا ہے۔

❖ یعنی اگر کوئی آدمی سوال کر لے تو اشارہ وغیرہ سے ظاہر کر دینا کہ میں روزہ سے ہوں۔ مزید گفتگو نہیں کر سکتی۔ ان کے دین میں یہ نیت درست تھی کہ نہ بولنے کا بھی روزہ رکھتے تھے۔ ہماری شریعت میں ایسی نیت درست نہیں۔ اور "کہو میں نے مانا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی نذر کر کے ایسا کہہ دینا۔ "انسیتا" کی قید شاید اس لئے لگائی کہ فرشتہ سے بات کرنا منع نہ تھا۔

❖ یعنی جب بچہ گوگود میں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے سامنے آئی تو لوگ دیکھ کر ششدر رہ گئے، کہنے لگے "مریم تو نے غضب کر دیا، یہ بناوٹ کی چیز کہاں سے لے آئی۔ اس سے زیادہ جھوٹ طوفان کیا ہوگا کہ ایک لڑکی کنواری رہتے ہوئے دعویٰ کرے کہ میرے بچہ پیدا ہوا ہے۔"

❖ یعنی بدگمان ہو کر کہنے لگے کہ تیرے ماں باپ اور خاندان والے ہمیشہ سے نیک رہے ہیں، تجھ میں یہ بری خصلت کدھر سے آئی؟ بھلوں کی اولاد کا برا ہونا محل تعجب ہے۔ **تنبیہ** | مریم کو "اُخت ہارون" اس لئے کہا کہ حضرت موسیٰ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھی۔ گویا "اُخت ہارون" سے مراد "اُخت قوم ہارون" ہوئی۔ جیسے "وَإِذْ كُنَّا أَحْمَادًا" میں ہو علیہ السلام کو "عاد" کا بھائی کہا ہے۔ حالانکہ "عاد" ان کی قوم کے مورث اعلیٰ کا نام تھا۔ اور ممکن ہے "اُخت ہارون" کے ظاہری معنی لئے جائیں جیسا کہ بعض احادیث صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے یعنی مریم کے بھائی کا نام ہارون تھا۔ جیسے ہمارے زمانہ میں رواج ہے۔ اس وقت بھی لوگ انبیاء و صالحین کے ناموں پر نام رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مریم کا وہ بھائی ایک مرد صالح تھا۔ تو حاصل کلام یہ ہوا کہ تیرا باپ پاکباز تھا، ماں پارسا تھی، بھائی ایسا نیک ہے اوپر جا کر تیرا نسب ہارون علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے، پھر یہ حرکت تجھ سے کیونکر سرزد ہوئی۔

❖ **بچے سے جواب طلبی کا اشارہ** | یعنی مریم نے ہاتھ سے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ خود اس سے دریافت کرو۔

❖ **حضرت مریم کا بچے کی طرف اشارہ** | یعنی اس شرمناک حرکت پر یہ ستم ظریفی؟ کہ بچے سے پوچھ لو۔ بھلا ایک گود کے بچے سے ہم کیسے سوال و جواب کر سکتے ہیں۔ **تنبیہ** | مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا مِنْ كَانَ "کاللفظ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ تکلم کے وقت وہ صبی نہیں رہا تھا۔ قرآن میں بہت جگہ مثلاً كَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا يَا لَيْتَنِي مِثَّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًا مِّنْ سَابِقًا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً يَا لَيْتَنِي مِثَّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًا مِّنْ سَابِقًا كَانَ لَهٗ قَلْبٌ أَوْ أَلْفَى السَّمْعِ وَهُوَ شَهِيدٌ مِّنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا سے تعبیر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ کہنے والوں نے نفی تکلم کو ایک ضابطہ کے رنگ میں پیش کیا۔ یعنی نہ صرف عیسیٰ بلکہ ہر اس شخص سے جو گود میں بچہ ہو کلام کرنا عادتہً محال ہے

إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ قَفْطٌ أَنْتَنِي الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ وَجَعَلَنِي

میں بندہ ہوں اللہ کا مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور مجھ کو اس نے نبی کیا اور بنایا مجھ کو

مُبْرَكًا ابْنِ مَا كُنْتُ ۝ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ

برکت والا جس جگہ میں ہوں اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور زکوٰۃ کی

مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَاتِي ۝ وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا

جب تک میں رہوں زندہ اور سلوک کرنے والا اپنی ماں سے اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست

شَقِيًّا ۝ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ ۝ وَ

بدبخت اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور

يَوْمَ أُبْعِثُ حَيًّا ۝ ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۝ قَوْلَ الْحَقِّ

جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات

الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝ مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ

جس میں لوگ جھگڑتے ہیں اللہ ایسا نہیں کر کے

حضرت عیسیٰ کا معجزانہ طور پر کلام کرنا قوم کی طرف سے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ خود مسیح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے گویا کر دیا۔

آپ نے اُس وقت جو کچھ فرمایا اُس میں تمام غلط اور فاسد خیالات کا رد تھا جو آئندہ ان کی نسبت قائم ہونے والے تھے۔ ”میں بندہ ہوں اللہ کا“ یعنی خود اللہ یا اللہ کا بیٹا نہیں جیسا کہ اب نصاریٰ کا عقیدہ ہے، چنانچہ اسی عقیدہ کی تردید کے لئے پہلے حضرت مسیح کی ولادت وغیرہ کے تفصیلی حالات بیان فرمائے۔ اور ”مجھ کو خدا نے نبی بنایا“ یعنی مسخری اور کاذب نہیں جیسا کہ یہود گمان کرتے ہیں۔ تنبیہ | سورہ آل عمران اور ”مائدہ“ میں حضرت مسیح کے تکلم فی المہد کے متعلق کلام کیا جا چکا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے جن تین بچوں کے مہد میں کلام کرنے کا ذکر فرمایا ہے ان میں ایک حضرت مسیح ابن مریم ہیں۔ آج جو لوگ قرآن و حدیث کے خلاف حضرت مسیح کے تکلم فی المہد کا انکار کرتے ہیں ان کے ہاتھ میں نصاریٰ کی کورانہ تقلید کے سوا کچھ نہیں۔

ایک علمی وضاحت | یعنی جب تک زندہ رہوں، جس وقت اور جس جگہ کے مناسب جس قسم کی صلوة و زکوٰۃ کا حکم ہوا، اس کی شروط و حقوق کی رعایت کے ساتھ برابر ادا کرتا رہوں۔ جیسے دوسری جگہ مومنین کی نسبت فرمایا ”الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ“ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر آن اور ہر وقت نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ جس وقت جس طرح کی نماز کا حکم ہو ہمیشہ پابندی سے

تعمیل حکم کرتے ہیں اور اس کی برکات و انوار ہمہ وقت ان کو محیط رہتی ہیں۔ کوئی شخص کہے کہ ہم جب تک زندہ ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ کے مامور ہیں کیا اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ ہر ایک مسلمان مامور ہے کہ ہر وقت نماز پڑھتا رہے، ہر وقت زکوٰۃ دیتا رہے (خواہ نصاب کا مالگ ہو یا نہ ہو) ہر وقت روزے رکھتا رہے ہر وقت حج کرتا رہے۔ حضرت مسیح کے متعلق بھی ”مَا ذُمَّتْ حَيًّا“ کا ایسا ہی مطلب سمجھنا چاہئے۔ یاد رہے کہ لفظ ”صلوٰۃ“ کچھ اصطلاحی نماز کے ساتھ مخصوص نہیں، قرآن نے ملائکہ اور بشر سے گزر کر تمام جہان کی طرف صلوٰۃ کی نسبت کی ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرِ صٰفٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوٰتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ (نور، رکوع ۶) اور یہ بھی بتلادیا کہ ہر چیز کی تسبیح و صلوٰۃ کا حال اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کی صلوٰۃ و تسبیح کس رنگ کی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے معنی بھی اصل میں طہارت، نماء، برکت و مدح کے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک معنی کا استعمال قرآن و حدیث میں اپنے اپنے موقع پر ہوا ہے۔ اسی رکوع میں حضرت مسیح کی نسبت ”غَلَامًا زَكِيًّا“ کا لفظ گذر چکا جو زکوٰۃ سے مشتق ہے۔ اور یحییٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ ”وَحَسَنًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكُوًّا“۔ سورہ کہف میں ہے ”خَيْرًا مِّنْهُ زَكُوًّا وَاَقْرَبَ رَحْمًا“ اسی طرح کے عام معنی یہاں بھی زکوٰۃ کے لئے جا سکتے ہیں۔ اور ممکن ہے ”اَوْصَانِي بِالصَّلٰوَةِ وَالزَّكٰوَةِ“ سے ”اَوْصَانِيْ بِاَنْ اَمُرَ بِالصَّلٰوَةِ وَالزَّكٰوَةِ“ مراد ہو جیسے اسمعیل علیہ السلام کی نسبت فرمایا ”وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهُ بِالصَّلٰوَةِ وَالزَّكٰوَةِ“ پھر لفظ ”اَوْصَانِي“ اپنے مدلول لغوی کے اعتبار سے اس کو مقتضی نہیں کہ وقت ایسا ہی سے اس پر عمل درآمد شروع ہو جائے۔ نیز بہت ممکن ہے کہ ”مَا ذُمَّتْ حَيًّا“ سے یہی زمینی حیات مراد لے لی جائے۔ جیسے ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ جابر کے والد کو اللہ نے شہادت کے بعد زندہ کر کے فرمایا کہ مجھ سے کچھ مانگ، اُس نے کہا مجھے دوبارہ زندہ کر دیجئے کہ دوبارہ تیرے راستے میں قتل کیا جاؤں۔ اس زندگی سے یقیناً زمینی زندگی مراد ہے ورنہ شہداء کے لئے نفس حیات کی قرآن میں اور خود اسی حدیث میں تصریح موجود ہے۔ یہی مطلب حیات کا ”لَوْ كَانَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ حَيِّينِ الْخ“ میں سمجھو۔ اگر بالفرض اس کا حدیث ہونا ثابت ہو جائے۔ ”بالفرض“ ہم نے اس لئے کہا کہ اس کی اسناد کا کتب حدیث میں کہیں پتہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

چونکہ باپ کوئی نہ تھا اس لئے صرف ماں کا نام لیا۔

یہ سب جملے جو بصیغہ ماضی لائے گئے بے شک اس کے معنی ماضی ہی کے لئے جائیں گے۔ لیکن اس طرح کہ مستقبل متیقن الوقوع کو گویا ماضی فرض کر لیا گیا۔ جیسے ”اَتَىٰ اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ“ میں۔ اس طرح مسیح علیہ السلام نے بچپن میں ماضی کے صیغے استعمال کر کے مُتَبَّہ کر دیا کہ ان سب چیزوں کا آئندہ پایا جانا ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ اسے یہ ہی سمجھنا چاہئے کہ گویا پائی جا چکی۔ حضرت مسیح کی اس خارق عادت گفتگو سے اور ان اوصاف و خصال سے جو بیان کئے نہایت بلاغت کے ساتھ اس ناپاک تہمت کا رد ہو گیا جو ان کی والدہ ماجدہ پر لگائی جاتی تھی۔ اول تو ایک بچے کا بولنا، اور ایسا جامع و مؤثر کلام طبعاً دشمنوں کو خاموش کرنے والا تھا پھر جس ہستی میں ایسی پاکیزہ خصال پائی جائیں، ظاہر ہے۔ وہ العیاذ باللہ ولد الزنا کیسے ہو سکتی ہے جیسا کہ خود ان کے اقرار ”مَا كَانَ اَبُوْكَ اَمْرًا سُوًّا وَّمَا كَانَ اُمًّا بَغِيًّا“ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فروع کو اصول کے موافق دیکھنا چاہتے تھے۔

اس جملہ کے ہم معنی جملہ پہلے حضرت یحییٰ کے ذکر میں گذر چکا۔ فرق اتنا ہے کہ وہاں خود حق تعالیٰ کی طرف سے کلام تھا۔ یہاں حق تعالیٰ نے مسیح کی زبان سے وہ ہی بات فرمائی۔ نیز ”سَلَامٌ“ اور ”السَّلَامُ“ کا فرق بھی قابل لحاظ ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم | یعنی حضرت مسیح کی شان و صفت یہ ہے کہ جو اوپر بیان ہوئی۔ ایک سچی اور کھلی ہوئی بات میں لوگوں نے خواہ مخواہ جھگڑے ڈال لیے۔ اور طرح طرح کے اختلافات کھڑے کر دیے۔ کسی نے ان کو خدا بنا دیا کسی نے خدا کا بیٹا، کسی نے کذاب و مفتری کہا، کسی نے نسب وغیرہ پر طعن کیا۔ سچی بات وہ ہی ہے۔ جو ظاہر کر دی گئی کہ خدا نہیں، خدا کے مقرب بندے ہیں۔ جھوٹے مفتری نہیں، سچے پیغمبر ہیں۔ انکا حسب نسب سب سے پاک و صاف ہے۔ خدا نے ان کو ”کَلِمَةَ اللّٰهِ“ فرمایا ہے اور ممکن ہے ”قول الحق“ کے معنی بھی یہاں ”کَلِمَةَ اللّٰهِ“ کے ہوں۔

وَلَدٍ سُبْحٰنَهُ ۚ اِذَا قُضِيَ اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ

اولاد وہ پاک ذات ہے جب ٹھہرا لیتا ہے کسی کام کا کرنا سو یہی کہتا ہے اُس کو کہو

فَيَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاَعْبُدُوْهُ هٰذَا

وہ ہو جاتا ہے اور کہا بے شک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا سو اس کی بندگی کرو یہ ہے

صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْاِحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ

راہ سیدھی پھر نجدی نجدی راہ اختیار کی فرقوں نے ان میں سے

قَوْلٍ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدٍ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ

سو خرابی ہے منکروں کو جس وقت دیکھیں گے ایک دن بڑا کیا خوب سنتے

بِهِمْ وَاَبْصُرْ ۚ يَوْمَ يَأْتُوْنَنا لٰكِنَ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ

اور دیکھتے ہوں گے جس دن آئیں گے ہمارے پاس پر بے انصاف آج کے دن

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ

صریح بہک رہے ہیں اور ڈرنا دے ان کو اُس پچھتاوے کے دن کا جب فیصل ہو چکے گا

الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ

کام اور وہ بھول رہے ہیں اور وہ یقین نہیں لاتے ہم

نٰرُ الْاَرْضِ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ

وارث ہوں گے زمین کے اور جو کوئی ہے زمین پر اور وہ ہماری طرف پھر آئیں گے اور تذکر

حضرت عیسیٰ کی ابنیت کا رد جس کے ایک "کن" (ہو جا) کہنے میں ہر چیز موجود ہو، اسے بیٹے پوتوں کی کیا ضرورت لاحق ہوگی۔ کیا (العیاذ باللہ) اولاد ضعیفی میں سہارا دے گی؟ یا مشکلات میں ہاتھ بٹائے گی؟ یا اس کے بعد نام چلائے گی؟ اور اگر شبہ ہو کہ عموماً آدمی ماں باپ سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر حضرت مسیح کا باپ کسے کہیں؟ اس کا جواب بھی

اسی جملہ ”كُنْ فَيَكُونُ“ میں آگیا۔ یعنی ایسے قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک بچہ کو بن باپ پیدا کر دے۔ اگر عیسائی خدا کو باپ اور مریم کو ماں کہتے ہیں تو کیا (معاذ اللہ) دوسرے تعلقات زنا شوقی کا بھی اقرار کریں گے؟ باپ ماں کر بھی بہر حال تخلیق کا طریقہ وہ تو نہ ہوگا جو عموماً والدین میں ہوتا ہے۔ پھر بدون باپ کے پیدا ہونے میں کیا اشکال ہے۔

❖ **توحید خالص کی تعلیم** | یہ کس نے کہا؟ بعض کے نزدیک یہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مقولہ ہے۔ گویا پیشتر حضرت مسیح کی جو گفتگو ”قَالَ اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ الْخ“ سے نقل کی گئی تھی، یہ اس کا تکرار ہوا۔ درمیان میں مخاطبین کی تنبیہ کے لئے ”ذٰلِكَ عِيْسٰى ابْنُ مَرْيَمَ“ سے حق تعالیٰ کا کلام تھا۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اس کو ”وَ اذْ كُفِرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ الْخ“ کے ساتھ لگایا جائے۔ یعنی (اے محمد صلعم) کتاب میں مریم و مسیح کا حال سنا کر جو مذکور ہو چکا، کہہ دو کہ میرا اور تمہارا سب کا رب اللہ ہے۔ تنہا اسی کی بندگی کرو۔ بیٹے، پوتے مت بناؤ۔ سیدھی راہ توحید خالص کی ہے جس میں کچھ ایچ پیج نہیں۔ سب انبیاء اسی کی طرف ہدایت کرتے آئے لیکن لوگوں نے بہت سے فرقے بنا لئے اور جدی جدی راہیں نکال لیں۔ سو جو لوگ توحید کا انکار کر رہے ہیں، انہیں بڑے ہولناک دن (روز قیامت) کی تباہی سے خبردار رہنا چاہئے جو یقیناً پیش آنے والی ہے۔

❖ **آخرت میں کفار کا دیکھنا سننا** | یعنی آج تو جبکہ سننا اور دیکھنا مفید تھا، بالکل اندھے، بہرے بنے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن جب دیکھنا سننا کچھ فائدہ نہ دے گا، آنکھیں اور کان خوب کھل جائیں گے اس وقت وہ باتیں سنیں گے جن سے جگر پھٹ جائیں اور وہ منظر دیکھیں گے جس سے چہرے سیاہ ہو جائیں نعوذ باللہ منہ۔

❖ کافروں کو پچھتانے کے بہت مواقع پیش آئیں گے۔ آخری موقع وہ ہوگا جب موت کو مینڈھے کی صورت میں لا کر بہشت و دوزخ کے درمیان سب کو دکھا کر ذبح کیا جائے گا اور بند آئے گی کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ کے لئے رہ پڑے، اس کے بعد کسی کو موت آنے والی نہیں۔ اُس وقت کافر بالکل ناامید ہو کر حسرت سے ہاتھ کاٹیں گے۔ لیکن

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

❖ **کفار کی غفلت** | یعنی اس وقت انہیں یقین نہیں کہ واقعی ایسا دن آنے والا ہے وہ غفلت کے نشہ میں مخمور ہیں اور بڑی بھاری بھول میں پڑے ہیں۔ کاش اس وقت آنکھیں کھولتے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھتے اس دن پچھتانیے سے حسرت و افسوس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ”الْئِن قَدْ نَدِمْتُ وَمَا يَنْفَعُ النَّدْمُ“

❖ یعنی کسی کا ملکہ یا ملکہ باقی نہ رہے گی۔ ہر چیز براہ راست مالک حقیقی کی طرف لوٹ جائے گی۔ وہ ہی بلا واسطہ حاکم و متصرف علی الاطلاق ہوگا۔ جس چیز میں جس طرح چاہے گا اپنی حکمت کے موافق تصرف کرے گا۔ دنیا کے جن سامانوں نے تم کو غفلت میں ڈال رکھا ہے سب کا ایک ہی وارث باقی رہ جائے گا۔ ملکہ و ملکہ کے لمبے چوڑے دعوے رکھنے والے سب فنا کے گھاٹ اتار دیے جائیں گے۔

فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيمَ هُ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۝۳۱ اِذْ

کتاب میں ابراہیم کا بے شک تھا وہ سچا نبی جب

قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ

کہا اپنے باپ کو اے باپ میرے کیوں پوجتا ہے اس کو جو نہ سنے اور نہ دیکھے

وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ۝۳۲ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ

اور نہ کام آئے تیرے کچھ اے باپ میرے مجھ کو آئی ہے خبر

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝۳۳

ایک چیز کی جو تجھ کو نہیں آئی سو میری راہ چل دکھلا دوں تجھ کو راہ سیدھی

يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ

اے باپ مت پوج شیطان کو بے شک شیطان ہے رحمن کا

عَصِيًّا ۝۳۴ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمْسَكَ عَذَابٌ مِّنْ

نافرمان اے باپ میرے میں ڈرتا ہوں کہیں آگے تجھ کو ایک آفت

الرَّحْمَنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ۝۳۵ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ تَوَلَّيْتُ

رحمن سے پھر تو ہو جائے شیطان کا ساتھی وہ بولا کیا تو پھرا ہوا ہے

عَنْ إِلَهِي يَا اِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهَ لِأَرْجَمَنَّكَ

میرے ٹھا کروں (معبودوں) سے اے ابراہیم اگر تو باز نہ آئے گا تو تجھ کو سنگسار (پتھراؤ) کروں گا

وَأَهْجُرُنِي مَلِيًّا ۝۳۶ قَالَ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي

اور دور ہو جا میرے پاس سے ایک مدت کہا تیری سلامتی رہے میں گناہ بخشواؤں گا تیرے اپنے رب سے

۱ حضرت ابراہیم سچے نبی تھے | گذشتہ رکوع میں حضرت مسیح و مریم کا قصہ بیان فرما کر نصاریٰ کا رد کیا گیا تھا جو ایک آدمی کو خدا بنا

رہے ہیں۔ اس رکوع میں مشرکین مکہ کو شرمانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ تک کو کس طرح شرک و بت پرستی سے روکا۔ اور آخر کار وطن و اقارب کو چھوڑ کر خدا کے واسطے ہجرت اختیار کی۔ مشرکین مکہ کا دعویٰ تھا کہ وہ ابراہیم کی اولاد ہیں اور اسی کے دین پر ہیں۔ انہیں بتلایا گیا کہ بت پرستی کے متعلق تمہارے باپ ابراہیم کا رویہ کیا رہا ہے۔ اگر آباؤ اجداد کی تقلید کرنا چاہتے ہو تو ایسے باپ کی تقلید کرو۔ اور مشرک باپ دادوں سے اسی طرح بیزار ہو جاؤ۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام ہو گئے تھے۔

۲ "صدیق" کے معنی ہیں "بہت زیادہ سچ کہنے والا" جو اپنی بات کو عمل سے سچا کر دکھائے۔ یا وہ راستباز پاک طینت جس کے قلب میں

سچائی کو قبول کرنے کی نہایت اعلیٰ و اکمل استعداد موجود ہو۔ جو بات خدا کی طرف سے پہنچے بلا توقف اس کے دل میں اتر جائے۔ شک و تردد کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ابراہیم علیہ السلام ہر ایک معنی سے صدیق تھے اور چونکہ صدیقیت کے لئے نبوت لازم نہیں اس لئے آگے "صِدِّيقًا" کے ساتھ "نَبِيًّا" فرما کر نبوت کی تصریح کر دی۔ یہیں سے معلوم ہو گیا کہ کذبات ثلاثہ کی حدیث اور "تصحیح احق بالشک من ابراہیم" وغیرہ روایات میں کذب و شک کے وہ معنی مراد نہیں جو سطح کلام سے مفہوم ہوتے ہیں۔

۳ حضرت ابراہیم کی اپنے والد کو تبلیغ | یعنی جو چیز دیکھتی سنتی ہو اور مشکلات میں کچھ کام آسکے مگر واجب الوجود نہ ہو، اس کی

عبادت بھی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ ایک پتھر کی بے جان مورتی جو نہ سنے نہ دیکھے نہ ہمارے کسی کام آئے، خود ہمارے ہاتھ کی تراشی ہوئی، اس کو معبود ٹھہرا لینا کسی عاقل اور خوددار کا کام نہیں ہو سکتا۔

۴ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تو حید و معاد وغیرہ کا صحیح علم دیا اور حقائق شریعت سے آگاہ کیا ہے۔ اگر تم میری پیروی کرو گے تو سیدھی راہ پر لے چلو

نگا جو رضائے حق تک پہنچانے والی ہے۔ اس کے سوا سب راستے ٹیڑھے ترچھے ہیں۔ جن پر چل کر کوئی شخص نجات حاصل نہیں کر سکتا۔

۵ بتوں کو پوجنا شیطان کے اغواء سے ہوتا ہے اور شیطان اس حرکت کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بتوں کی پرستش گویا

شیطان کی پرستش ہوئی اور نافرمانی کی پرستش رحمان کی انتہائی نافرمانی ہے شاید لفظ "عصی" میں ادھر بھی توجہ دلائی ہو کہ شیطان کی پہلی نافرمانی کا اظہار اُس وقت ہوا تھا جب تمہارے باپ آدم کے سامنے سر بسجود ہونے کا حکم دیا گیا۔ لہذا اولاد آدم کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ رحمن کو چھوڑ کر اپنے اس قدیم ازلی دشمن کو معبود بنا لیں۔

۶ یعنی رحمن کی رحمت عظیمہ تو چاہتی ہے کہ تمام بندوں پر شفقت و مہربانی ہو، لیکن تیری بد اعمالیوں کی شامت سے ڈر ہے کہ ایسے حلیم و

مہربان خدا کو غصہ نہ آجائے اور تجھ پر کوئی سخت آفت نازل نہ کر دے جس میں پھنس کر تو ہمیشہ کے لئے شیطان کا ساتھی بن جائے یعنی کفر و شرک کی مزاولت سے آئندہ ایمان و توبہ کی توفیق نصیب نہ ہو اور اولیاء الشیطان کے گروہ میں شامل کر کے دائمی عذاب میں دھکیل دیا جائے۔ عموماً مفسرین نے یہ ہی معنی لئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی کفر کے وبال سے کچھ آفت آئے اور تو مدد مانگنے لگے شیطان سے یعنی بتوں سے، اکثر لوگ ایسے ہی وقت شرک کرتے ہیں۔" واللہ اعلم۔

۷ حضرت ابراہیم کے والد کا غصہ | باپ نے حضرت ابراہیم کی تقریریں کر کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تو ہمارے معبودوں سے بد عقیدہ ہے۔ بس

اپنی بد اعتقادی اور وعظ و نصیحت کو رہنے دے، ورنہ تجھ کو کچھ اور سننا پڑے گا بلکہ میرے ہاتھوں سنگسار ہونا پڑے گا۔ اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو میرے پاس سے ایک مدت (عمر بھر) کے لئے دور ہو جا۔ میں تیری صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس سے پہلے کہ میں تجھ پر ہاتھ اٹھاؤں یہاں سے روانہ ہو جا۔

۸ حضرت ابراہیم کی اپنے والد سے جدائی | یہ رخصت یا متارکت کا سلام ہے۔ جیسے ہمارے محاورات میں ایسے موقع پر کہہ

دیتے ہیں کہ "فلاں بات یوں ہے تو ہمارا سلام او۔" دوسری جگہ فرمایا "وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ" (القصص رکوع ۶) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "معلوم ہوا اگر دین کی بات سے ماں باپ ناخوش ہوں اور گھر سے نکالنے لگیں اور بیٹا ماں باپ کو مٹھنی بات کہہ کر نکل جائے، وہ بیٹا عاق نہیں۔"

إِنَّهٗ كَانَ بِي حَفِيًّا ۝ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ

بے شک وہ ہے مجھ پر مہربان ۱ اور چھوڑتا ہوں تم کو اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا

اللَّهُ وَأَدْعُوا رَبِّي ذُو عَسَىٰ إِلَّا أَكُونُ بِدُعَاءِ رَبِّي ۳

اور میں بندگی کروں گا اپنے رب کی امید ہے کہ نہ ہوں گا اپنے رب کی بندگی کر کر

شَقِيًّا ۝ فَلَمَّا أَعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ

محرّم پھر جب جدا ہوا ان سے اور جن کو وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا

اللَّهُ ۚ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ ۴۹

بخشا ہم نے اس کو اسحق اور یعقوب اور دونوں کو نبی کیا

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ

اور دیا ہم نے ان کو اپنی رحمت سے اور کیا ان کے واسطے

صِدْقٍ عَلَيَّا ۝ ۵۰ وَادْكُرُ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهٗ كَانَ

سچا بول (سچا قول) اونچا ۱ اور مذکور کتاب میں موسیٰ کا بے شک وہ تھا

مُخْلِصًا وَقَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝ ۵۱ وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ

چنا ہوا اور تھا رسول نبی ۱ اور پکارا ہم نے اس کو وہی طرف سے

الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ۝ ۵۲ وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ

طور پہاڑ کی اور نزدیک بلایا اس کو بھید کہنے کو اور بخشا ہم نے اس کو اپنی

والد کیلئے استغفار کا وعدہ امید ہے اپنی مہربانی سے میرے باپ کے گناہ معاف فرمادے گا۔ حضرت ابراہیم نے استغفار کا وعدہ ابتداء کیا تھا۔ چنانچہ استغفار کرتے رہے جب اللہ کی مرضی نہ دیکھی تب موقوف کیا۔ یہ بحث سورہ توبہ (براءة) میں ”مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ النَّحِ“ کے تحت میں گذر چکی ہے۔ ملاحظہ کر لی جائے۔

❖ حضرت ابراہیم کی ہجرت | یعنی میری نصیحت کا جب کوئی اثر تم پر نہیں، بلکہ الٹا مجھے دھمکیاں دیتے ہو، تو اب میں خود تمہاری بستی میں رہنا نہیں چاہتا۔ تم کو اور تمہارے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر وطن سے ہجرت کرتا ہوں تاکہ یکسو ہو کر اطمینان سے خدائے واحد کی عبادت کر سکو۔ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے کامل امید ہے کہ اس کی بندگی کر کے میں محروم و ناکام نہیں رہوں گا۔ غربت و بیکسی میں جب اس کو پکاروں گا، ادھر سے ضرور اجابت ہوگی۔ میرا خدا پتھر کی مورتی نہیں کہ کتنا ہی چیخو چلاؤ سن ہی نہ سکے۔

❖ حضرت ابراہیم پر اللہ تعالیٰ کے انعامات | یعنی اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور اپنوں سے دور جا پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بہتر اپنے دیے تاکہ غریب الوطنی کی وحشت دور ہو اور انس و سکون حاصل کریں۔ شاید یہاں حضرت اسمعیل کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ ان کے پاس نہیں رہے۔ بچپن ہی میں جدا کر دیے گئے تھے۔ نیز ان کا مستقل تذکرہ آگے آنے والا ہے۔ تنبیہ | حضرت اسحاق حضرت ابراہیم کے بیٹے اور حضرت یعقوب حضرت اسحاق کے بیٹے ہیں۔ ان ہی سے سلسلہ بنی اسرائیل کا چلا۔ جن میں سیکڑوں نبی ہوئے۔

❖ یعنی اپنی رحمت خاصہ سے ان کو بڑا حصہ عنایت فرمایا اور دنیا میں بول بالا کیا اور ہمیشہ کے لئے ان کا ذکر خیر جاری رکھا۔ چنانچہ تمام مذاہب و ملل ان کی تعظیم و توصیف کرتے ہیں اور اُمت محمدیہ دائماً اپنی نمازوں میں پڑھتی ہے۔ "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ" فی الحقیقت یہ حضرت ابراہیم کی دُعا "وَاجْعَلْ لِيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِيْنَ" کی مقبولیت کا ثمرہ ہے۔

❖ حضرت موسیٰ کے واقعہ کی تذکیر | یعنی قرآن کریم میں جو حال موسیٰ علیہ السلام کا بیان کیا جا رہا ہے لوگوں کے سامنے ذکر کیجئے کیونکہ وہ اسحاق و یعقوب کی نسل سے اسرائیلی سلسلہ کے اولوالعزم پیغمبر اور مشرّع اعظم ہوئے ہیں۔ اور جس طرح حضرت یحییٰ و عیسیٰ کے تذکرہ میں خصوصیت کے ساتھ عیسائیوں کی اصلاح اور ابراہیم کے ذکر میں مشرکین مکہ کو متنبہ کرنا مقصود تھا، حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تذکرہ سے شاید "یہود" کو بتانا ہو کہ قرآن کس قدر کشادہ دلی سے ان کے مقتدائے اعظم کے واقعی کمالات و محاسن کا اعلان کرتا ہے۔ یہود کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے اس جلیل القدر پیغمبر کی صریح پیشین گوئی کے موافق اسمعیلی نبی (محمد صلعم) کی رسالت و نبوت کا کھلے دل سے اعتراف کریں شاید اسی لئے حضرت موسیٰ کے بعد روئے سخن حضرت اسمعیل کی طرف پھیر دیا گیا۔

❖ رسول اور نبی کا فرق | جس آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئے وہ "نبی" ہے انبیاء میں سے جن کو خصوصی امتیاز حاصل ہو، یعنی مکذبین کے مقابلہ پر جداگانہ امت کی طرف مبعوث ہوں یا نئی کتاب اور مستقل شریعت رکھتے ہوں وہ "رسول نبی" یا "نبی رسول" کہلاتے ہیں۔ شریعات میں جزئی تصرف مثلاً کسی عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید وغیرہ رسول کے ساتھ مخصوص نہیں عام انبیاء بھی کر سکتے ہیں۔ باقی غیر انبیاء پر رسول یا مرسل کا اطلاق جیسا کہ قرآن کے بعض مواضع میں پایا جاتا ہے وہ اس معنی مصطلح کے اعتبار سے نہیں۔ وہاں دوسری حیثیات معتبر ہیں۔ واللہ اعلم۔

❖ حضرت موسیٰ سے حق تعالیٰ کا کلام | یعنی موسیٰ علیہ السلام جب آگ کی چمک محسوس کر کے "طور" پہاڑ کی اس مبارک و میمون جانب میں پہنچ گئے جو ان کے دائیں ہاتھ مغرب کی طرف واقع تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پکارا اور ہمکلامی کا شرف بخشا۔ تفصیل سورہ "طہ" میں آئے گی۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اس وقت ہر جہت اور ہر بن مٹو سے خدا کا کلام سن رہے تھے جو بدون توسط فرشتے کے ہو رہا تھا۔ اور روحانی طور پر اس قدر قرب و علو حاصل تھا کہ نیبی قلموں کی آواز سنتے تھے جن سے تورات نقل کی جا رہی تھی۔ وحی کو "بھید" اس لئے فرمایا کہ اس وقت کوئی بشر استماع میں شریک نہ تھا۔ گو بعد میں اوروں کو بھی خبر کر دی گئی۔ واللہ اعلم۔

رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَادْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ

مہربانی سے بھائی اس کا ہارون نبی (نبی بنا کر) اور مذکور کتاب میں اسماعیل کا

إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ

وہ تھا وعدہ کا سچا اور تھا رسول نبی اور

يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ

حکم کرتا تھا اپنے گھروالوں کو نماز کا اور زکوٰۃ کا اور تھا اپنے رب کے یہاں

مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَادْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ ز إِنَّهُ كَانَ

پسندیدہ اور مذکور کتاب میں اور ایس کا وہ تھا

صِدِّيقًا نَبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ

سچا نبی اور اٹھالیا ہم نے اس کو ایک اونچے مکان پر یہ وہ لوگ ہیں

أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَةِ آدَمَ وَ

جن پر انعام کیا اللہ نے پیغمبروں میں آدم کی اولاد میں اور

مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ز وَمِنْ ذُرِّيَةِ إِبْرَاهِيمَ وَ

ان میں جن کو سوار کر لیا ہم نے نوح کے ساتھ اور ابراہیم کی اولاد میں اور

إِسْرَائِيلَ ز وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَاهُ إِذَا تُتْلَىٰ

اسرائیل کی اور ان میں جن کو ہم نے ہدایت کی اور پسند کیا جب ان کو

﴿۱﴾ حضرت ہارون پر اللہ کی رحمت یعنی ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کے کام میں مددگار ہوئے جیسا کہ انہوں نے خود درخواست کی تھی۔ وَأَخِي هَارُونَ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسَلْتُهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي (القصص رکوع ۴) اور وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي (طہ رکوع ۲) حق تعالیٰ نے درخواست قبول فرمائی اور ہارون کو نبی بنا کر ان کی اعانت و تقویت

کے لئے دے دیا۔ ویسے عمر میں حضرت ہارون بڑے تھے۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں کسی نے اپنے بھائی کے لئے اس سے بڑی شفاعت نہیں کی جو موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کے لئے کی تھی۔

◆ حضرت اسمعیل کی مدح اور حضرت اسحاق پر فضیلت | اس سے حضرت اسمعیل کی فضیلت حضرت اسحاق پر ظاہر ہوتی ہے

کیونکہ ان کو صرف نبی فرمایا اور اسمعیل کو رسول نبی کہا گیا ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے۔ ”إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَاعِيلَ“ (ابراہیم کی اولاد میں سے اللہ نے اسمعیل کو چن لیا)۔ حضرت اسمعیل عرب حجاز کے مورث اعلیٰ اور ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں جو ابراہیمی شریعت دے کر ”بنی جرہم“ کی طرف مبعوث ہوئے۔ ان کا صادق الوعد ہونا مشہور تھا۔ خدا سے یا بندوں سے جو وعدہ کیا پورا کر کے دکھلایا۔ ایک شخص سے وعدہ کیا کہ جب تک تو آئے میں اسی جگہ رہوں گا۔ کہتے ہیں وہ ایک برس نہ آیا، یہ وہیں رہے۔ نبی کریم ﷺ سے بھی منقول ہے کہ ”قبل از بعثت آپ سے عبد اللہ بن ابی الحساء نے کہا کہ آپ یہاں ٹھہریے میں ابھی آتا ہوں۔ آپ تین دن تک اسی جگہ رہے جب وہ واپس آیا تو فرمایا کہ تو نے ہم کو تکلیف دی۔ میں حسب وعدہ تین دن سے یہیں ہوں۔“ حضرت اسمعیل کے وعدہ کی انتہائی سچائی اس وقت ظاہر ہوئی جب اپنے باپ ابراہیم سے کہا تھا۔ ”يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ“ (الصافات رکوع ۳) اور اسی طرح کر کے دکھایا۔

◆ حضرت اسمعیل کی گھروالوں کو تبلیغ | کیونکہ گھروالے قریب ہونے کی وجہ سے ہدایت کے اول مستحق ہیں، ان سے آگے کو

سلسلہ چلتا ہے۔ اسی لیے دوسری جگہ فرمایا ”وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا“ (طہ رکوع ۸) اور ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا“ (تحریم رکوع ۱) خود نبی کریم ﷺ کو بھی یہی ارشاد ہوا ”وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ“ (شعراء رکوع ۱۱) بعض کہتے ہیں کہ یہاں ”اہل“ سے ان کی ساری قوم مراد ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن مسعود کے مصحف میں ”أَهْلَهُ“ کی جگہ ”قَوْمَهُ“ تھا۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی دوسروں کو ہدایت کرنا اور خود اپنے اقوال و افعال میں پسندیدہ مستقیم الحال اور مرضی الخصال تھا۔

◆ حضرت اور یس علیہ السلام | راجح یہ ہے کہ اور یس علیہ السلام حضرت آدم اور نوح کے درمیانی زمانہ میں گزرے ہیں۔ کہا

جاتا ہے کہ دنیا میں نجوم و حساب کا علم، قلم سے لکھنا، کپڑا سینا، ناپ تول کے آلات اور اسلحہ کا بنانا اول ان سے چلا۔ واللہ اعلم۔ شب معراج میں نبی کریم کی چوتھے آسمان پر ان سے ملاقات ہوئی۔

◆ حضرت اور یس کا مقام رفعت | یعنی قرب و عرفان کے بہت بلند مقام اور اونچی جگہ پر پہنچایا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت مسیح

کی طرح وہ بھی زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور اب تک زندہ ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ آسمان پر لے جا کر روح قبض کی گئی۔ انکے متعلق بہت سی اسرائیلیات مفسرین نے نقل کی ہیں۔ ابن کثیر نے ان پر تنقید کی ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یہی لوگ انعام والے ہیں | یعنی جن انبیاء کا ابتدائے سورت سے یہاں تک ذکر ہوا۔ اسی قسم کے لوگوں پر حق تعالیٰ نے

اپنے انعامات کی بارش کی ہے۔ یہ سب آدم کی اولاد ہیں اور اور یس کے سوا باقی سب ان کی اولاد بھی ہیں جنہیں نوح کے ساتھ ہم نے کشتی پر سوار کیا تھا۔ اور بعض ابراہیم کی ذریت میں ہیں۔ مثلاً اسحاق، یعقوب، اسماعیل علیہم السلام اور بعض

اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ مثلاً موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ علیہم السلام

◆ یعنی طریق حق کی طرف ہدایت کی اور منصب نبوت و رسالت کے لئے پسند کر لیا۔

عَلَيْهِمْ آيَةُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّكَ ۝۵۸ فَخَلَفَ

شانے آیتیں رحمن کی گرتے ہیں سجدہ میں (گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے) اور روتے ہوئے ﴿ پھر ان کی جگہ

مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا

آئے ناخلف کھو بیٹھے نماز اور پیچھے پڑ گئے

الشَّهْوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا ۝۵۹ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ

مزدوں کے سوا گے دیکھ لیں گے گمراہی کو ﴿ مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا

وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ

اور کی نیکی سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں اور ان کا حق ضائع نہ ہوگا

شَيْئًا ۝۶۰ جَنَّتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۝

کچھ ﴿ بانوں میں بسنے کے جن کا وعدہ کیا ہے رحمن نے اپنے بندوں سے ان کے بن دیکھے

إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا ۝۶۱ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا

سوائے بے شک ہے اس کے وعدہ پر پہنچنا ﴿ نہ سنیں گے وہاں بک بک

سَلَامًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۝۶۲ نِلك

سلام ﴿ اور ان کے لیے ہے ان کی روزی وہاں صبح اور شام ﴿

الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝۶۳

وہ بہشت ہے جو میراث دیں گے ہم اپنے بندوں میں جو کوئی ہوگا پرہیزگار ﴿

﴿ تلاوت قرآن کا ادب | یعنی باوجود اس قدر علو مقام اور معراج کمال پر پہنچنے کے شانِ عبودیت و بندگی میں کامل ہیں۔ اللہ کا کلام سن کر اور اس کے مضامین سے متاثر ہو کر نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کیساتھ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اس کو یاد کر کے روتے ہیں۔ اسی لئے علماء کا اجماع ہے کہ اس آیت پر سجدہ کرنا چاہئے۔ تا ان مقررین کے طرز عمل کو یاد کر کے ایک طرح کی مشابہت ان سے

حاصل ہو جائے۔ روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم پڑھ کر سجدہ کیا اور فرمایا ”هَذَا السُّجُودُ فَإِنَّ الْبُكْيَ“ (یہ تو سجدہ ہوا، آگے بٹکا کہاں ہے) بعض مفسرین نے یہاں ”آيَاتُ الرَّحْمَنِ“ سے خاص آیات سجود اور ”سُجَّدًا“ سے سجود تلاوت مراد لیا ہے۔ مگر ظاہر وہی ہے جو تقریر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو اور روؤ، اگر رونانہ آئے تو (کم از کم) رونے کی صورت بنا لو۔

◆ نماز ضائع کرنے والوں کی سزا | وہ تو انگوں کا حال تھا یہ پچھلوں کا ہے کہ دنیا کے مزوں اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو گئے۔ نماز جو اہم العبادات ہے اسے ضائع کر دیا۔ بعض تو فرضیت ہی کے منکر ہو گئے۔ بعض نے فرض جانا مگر پڑھی نہیں۔ بعض نے پڑھی تو جماعت اور وقت وغیرہ شروط و حقوق کی رعایت نہ کی ان میں سے ہر ایک درجہ بدرجہ اپنی گمراہی کو دیکھ لے گا کہ کیسے خسارہ اور نقصان کا سبب بنتی ہے اور کس طرح کی بدترین سزا میں پھنساتی ہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض کو جہنم کی اس بدترین وادی میں دھکیلا جائے گا جس کا نام ہی ”عَمَى“ ہے۔

◆ توبہ کرنے والوں کی فضیلت | یعنی توبہ کا دروازہ ایسے مجرموں کے لئے بھی بند نہیں جو گناہ گار سچے دل سے توبہ کر کے ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کر لے اور اپنا چال چلن درست رکھے بہشت کے دروازے اس کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ توبہ کے بعد جو نیک اعمال کرے گا سابق جرائم کی بنا پر اس کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی نہ کسی قسم کا حق ضائع ہوگا۔ حدیث میں ہے۔ ”الْتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ“ (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا) اَللّٰهُمَّ تَبَّ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

◆ جنت کے انعامات | جب یہ بندے ان دیکھی چیزوں پر پینمبروں کے فرمانے سے ایمان لائے، بن دیکھے خدا کی عبادت کی، تو اللہ نے ان سے جنت کی ان دیکھی نعمتوں کا وعدہ فرمایا۔ جو ضرور بالضرور پورا ہو کر رہے گا۔ کیونکہ خدا کے وعدے بالکل حتمی اور اٹل ہوتے ہیں۔

◆ یعنی جنت میں لغو و بیکار باتیں اور بیہودہ شور و شغب نہ ہوگا۔ ہاں فرشتوں اور مومنین کی طرف سے ”سَلَامٌ عَلَيْكَ“ کی آوازیں بلند ہوں گی۔

◆ صبح و شام سے جنت کی صبح و شام مراد ہے۔ وہاں دنیا کی طرح طلوع و غروب نہ ہوگا جس سے رات دن اور صبح و شام مقرر کی جائے۔ بلکہ خاص قسم کے انوار کا توار و تنوع ہوگا۔ جس کے ذریعہ سے صبح و شام کی تحدید و تعیین کی جائیگی۔ حسب عادت و معمول صبح و شام جنت کی روزی پہنچے گی۔ ایک منٹ کے لئے بھوک کی تکلیف نہیں ستائے گی۔ وہ روزی کیا ہوگی؟ اسکی کیفیت خدا ہی جانے۔ حدیث میں ہے۔ ”يُسَبِّحُونَ اللَّهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا“ (جنتی صبح و شام حق تعالیٰ کی تسبیح کہیں گے) گویا جسمانی غذا کے ساتھ روحانی غذا بھی ملتی رہے گی۔

◆ جنت متفقین کی میراث ہے | یعنی میراث آدم کی کہ اول ان کو بہشت ملی ہے۔ اور شاید لفظ میراث اس لئے اختیار فرمایا کہ اقسام تملیک میں یہ سب سے زیادہ اتم و احکم قسم ہے جس میں نہ فسخ کا احتمال نہ لوٹائے جانے کا نہ ابطال و اقالہ کا۔

وَمَا نَنْزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۗ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا

اور ہم نہیں اترتے مگر حکم سے تیرے رب کے اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو

خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ ۗ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝ ۶۳ ۚ رَبُّ

ہمارے پیچھے اور جو اس کے پیچ میں ہے اور تیرا رب نہیں ہے بھولنے والا

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ

آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے بیچ ہے سوا اس کی بندگی کر اور قائم رہ

لِعِبَادَتِهِ ۗ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ۝ ۶۴ ۚ وَيَقُولُ إِلَّا نُسَانُ

اس کی بندگی پر کسی کو پہچانتا ہے تو اس کے نام کا اور کہتا ہے آدمی

عِذَا مَاتُ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ۝ ۶۵ ۚ أَوْ لَا يَذْكُرُ إِلَّا نُسَانُ

کیا جب میں مر جاؤں تو پھر نکلوں گا زندہ ہو کر کیا یا نہیں رکھتا آدمی

أَنَا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ۝ ۶۶ ۚ فَوَرَبِّكَ

کہ ہم نے اس کو بنایا پہلے سے اور وہ کچھ چیز نہ تھا سو تم ہے تیرے رب کی

لَنَحْشُرَنَّهُمُ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ

ہم گھیر بلائیں گے ان کو اور شیطانوں کو پھر سامنے لائیں گے گردو وزخ کے

جَنِيًّا ۝ ۶۸ ۚ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى

گھٹنوں پر گرے ہوئے پھر جدا کر لیں گے ہم ہر ایک فرقہ میں سے جو ان میں سے سخت رکھتا تھا

الرَّحْمَنِ عَنِيًّا ۝ ۶۹ ۚ ثُمَّ لَنَعْلَمَنَّ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا

رحمن سے اگر پھر ہم کو خوب معلوم ہے جو بہت قابل ہیں اس میں

حضرت جبریل کا نزول بھی اللہ کے حکم کے تابع ہے | ایک مرتبہ جبریل کئی روز تک نہ آئے۔ آپ منقبض تھے۔ کفار نے کہنا شروع کیا کہ محمد کو اس کے رب نے خفا ہو کر چھوڑ دیا ہے۔ اس طعن سے آپ اور زیادہ دل گیر ہوئے۔ آخر جبریل تشریف لائے۔ آپ نے اتنے روز تک نہ آنے کا سبب پوچھا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ”مَا يُمْنَعُكَ أَنْ تَرَوْنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَرَوْنَا“ (جتنا تم آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟) اللہ تعالیٰ نے جبریل کو سکھلایا کہ جواب میں یوں کہو۔ ”وَمَا نَنْزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ“ یہ کلام ہوا اللہ کا جبریل کی طرف سے۔ جیسا ”إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ میں ہم کو سکھلایا ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ ہم خالص عبد مامور ہیں۔ بدون حکم الہی ایک پر نہیں ہلا سکتے۔ ہمارا چڑھنا اترنا سب اس کے حکم و اذن کے تابع ہے۔ وہ جس وقت اپنی حکمتِ کاملہ سے مناسب جانے ہم کو نیچے اترنے کا حکم دے۔ کیونکہ ہر زمانہ (ماضی، مستقبل، حال) اور ہر مکان (آسمان زمین اور ان کے درمیان) کا علم اسی کو ہے اور وہ ہی ہر چیز کا مالک و قابض ہے۔ وہ ہی جانتا ہے کہ فرشتہ کو پیغمبر کے پاس کس وقت بھیجنا چاہئے۔ مقرب ترین فرشتہ اور معظم ترین پیغمبر کو بھی یہ اختیار نہیں کہ جب چاہے کہیں چلا جائے یا کسی کو اپنے پاس بلا لے خدا کا ہر کام بر محل اور بروقت ہے۔ بھول چوک یا نسیان و غفلت کی اس کی بارگاہ میں رسائی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جبریل کا جلد یا بدیر آنا بھی اسکی حکمت و مصلحت کے تابع ہے۔ (تنبیہ اول) ”ہمارے آگے پیچھے“ کہا آسمان و زمین کو۔ اترتے ہوئے زمین آگے، آسمان پیچھے، چڑھتے ہوئے وہ پیچھے یہ آگے۔ اور اگر ”آگے پیچھے“ سے تقدیم و تاخر زمانی مراد ہو تو زمانہ مستقبل آگے آنے والا اور زمانہ ماضی پیچھے گذر چکا ہے اور زمانہ حال دونوں کے بیچ میں واقع ہے۔ (تنبیہ دوم) پہلے فرمایا تھا کہ جنت کے وارث اتقیاء (خدا سے ڈرنے والے پرہیزگار) ہیں۔ اس آیت میں بتلادیا کہ ڈرنے کے لائق وہ ہی ذات ہو سکتی ہے جس کے قبضہ میں تمام زمان و مکان ہیں۔ اور جس کے حکم و اجازت کے بدون بڑے سے بڑا فرشتہ بھی پر نہیں ہلا سکتا۔ انسان کو چاہئے اگر وہ جنت کی میراث لینا چاہتا ہے تو فرشتوں کی طرح حکم الہی کا مطیع و منقاد بن جائے اور ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ جو خدا اپنے مخلص بندوں کو یہاں نہیں بھولتا، وہاں بھی نہیں بھولے گا۔ ضرور جنت میں پہنچا کر چھوڑے گا۔ ہاں ہر چیز کا ایک وقت ہے جنت میں ہر ایک کا نزول بھی اپنے اپنے وقت پر ہوگا۔ اور جیسے یہاں پیغمبر کے پاس فرشتے حکم الہی کے موافق وقت معین پر آتے ہیں۔ جنت میں جنتیوں کی غذائے روحانی و جسمانی بھی صبح و شام اوقات مقررہ پر آئے گی۔

یعنی کسی کے کہنے سننے کی پروامت کر۔ اپنے دل کو خدا کی بندگی پر جمائے رکھ جو سارے جہان کا رب ہے اور سب سے زالی صفات رکھتا ہے۔ اللہ کے نام اسکی صفات ہیں۔ یعنی کوئی ہے اُس کی صفت کا؟ جس میں اس جیسی صفات موجود ہوں؟ جب کوئی نہیں تو بندگی کے لائق اور کون ہو سکتا ہے؟

بعث بعد الموت پر شبہات | گذشتہ رکوع میں نیکوں اور بدوں کا انجام بیان فرمایا تھا جو مرنے کے بعد ہوگا۔ جو لوگ مر کر زندہ ہونے کو محال یا مستبعد سمجھتے ہیں یہاں ان کے شبہات کا جواب دیا جاتا ہے۔ یعنی آدمی انکار و تعجب کی راہ سے کہتا ہے کہ مر گل کر جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں اور مٹی میں مل کر مٹی بن گئے۔ کیا اس کے بعد پھر ہم قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ اور پردہ عدم سے نکل کر پھر منصفہ وجود پر جلوہ گر ہونگے۔

اس شبہ کا جواب | یعنی آدمی ہو کر اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتا کہ چند روز پہلے وہ کوئی چیز نہ تھا۔ حق تعالیٰ نے نابود سے بود کیا۔ کیا وہ ذات جو لاشے کو شے اور معدوم محض کو موجود کر دے، اس پر قادر نہیں کہ ایک چیز کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کر سکے۔ آدمی کو اپنی پہلی ہستی کی کیفیت یاد نہیں رہی جو دوسری ہستی کا مذاق اڑاتا ہے وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْنَا (الروم، رکوع ۳۷)

یعنی یہ منکرین ان شیاطین کی معیت میں قیامت کے دن خدا کے سامنے حاضر کئے جائیں گے جو انہیں گمراہ کرتے تھے، ہر مجرم کا شیطان اس کے ساتھ پکڑا ہوا آئے گا۔

کفار پر جہنم کی دہشت | یعنی مارے دہشت کے کھڑے سے گر پڑیں گے اور چین سے بیٹھ بھی نہ سکیں گے۔ یہ ہی ہوا گھٹنوں پر گرنا۔

صَلِيًّا ۴۰ وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا

داخل ہونے کے (جھوٹکنے کے) ♦ اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اس پر ہو چکا یہ وعدہ تیرے رب پر لازم

مَقْضِيًّا ۴۱ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ

مقرر پھر بچا دیں گے ہم ان کو جو ڈرتے رہے اور چھوڑ دیں گے گنہگاروں کو

فِيهَا جَثِيًّا ۴۲ وَإِذَا نُتِلَىٰ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ

اس میں اوندھے گمراہ ہوئے ♦ اور جب سنائے ان کو ہماری آیتیں کھلی ہوئی کہتے ہیں

الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا ۗ أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ

جو لوگ کہ منکر ہیں ایمان والوں کو دونوں فرقوں میں کس کا مکان

مَقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ۴۳ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قُرُونٍ

بہتر ہے اور کس کی اچھی لگتی ہے مجلس ♦ اور کتنی ہلاک کر چکے ہم پہلے ان سے جماعتیں

هُمْ أَحْسَنُ أَثَانًا وَرِعِيًّا ۴۴ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ

وہ ان سے بہتر تھے سامان میں اور نمود میں ♦ تو کہہ جو رہا بھٹکتا (گمراہی میں)

فَلْيَدِدْ لَهُ الرَّحْمَنُ مَدًّا ۗ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ

سو چاہئے اس کو کھینچ لے جائے رحمن لمبا ♦ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ ہوا تھا ان سے

إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ ۖ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ

یا آفت اور یا قیامت سوتب معلوم کر لیں گے کس کا

شَرُّ مَكَانًا وَأَضْعَفُ جُنْدًا ۴۵ وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ

برا ہے مکان اور کس کی فوج کمزور ہے ♦ اور بڑھاتا جاتا ہے اللہ

❖ یعنی منکرین کے ہر فرقہ میں جو زیادہ بد معاش، سرکش اور اکر باز تھے، انہیں عام مجرموں سے علیحدہ کر لیا جائے گا۔ پھر ان میں بھی جو بہت زیادہ سزا کے لائق اور دوزخ کا حقدار ہوگا وہ خدا کے علم میں ہے اس کو دوسرے مجرموں سے پہلے آگ میں جھونکا جائے گا۔

❖ دوزخ پر ہر انسان کا گزر ہوگا | یعنی ہر نیک و بد، مجرم و بری، اور مومن و کافر کے لئے حق تعالیٰ قسم کھا چکا اور فیصلہ کر چکا ہے کہ ضرور بالضرور دوزخ پر اُس کا گزر ہوگا، کیونکہ جنت میں جانے کا راستہ ہی دوزخ پر کو گیا ہے جسے عام محاورات میں ”پل صراط“ کہتے ہیں، اس پر لامحالہ سب کا گزر ہوگا، خدا سے ڈرنے والے مومنین اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں گے اور گنہگار الجھ کر دوزخ میں گر پڑیں گے۔ (العیاذ باللہ) پھر کچھ مدت کے بعد اپنے اپنے عمل کے موافق، نیز انبیاء ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے، اور آخر میں براہِ راست ارحم الراحمین کی مہربانی سے وہ سب گنہگار جنہوں نے سچے اعتقاد کے ساتھ کلمہ پڑھا تھا دوزخ سے نکالے جائیں گے، صرف کافر باقی رہ جائیں گے اور دوزخ کا منہ بند کر دیا جائے گا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی آگ میں ہر شخص کو داخل کیا جائے گا مگر صالحین پر وہ آگ برد و سلام بن جائے گی، وہ بے کھٹکے اُس میں سے گزر جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں اس دخول کی بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں۔ فلیراجع۔

❖ قرآن کریم پر کفار کا استہزاء | یعنی کفار قرآن کی آیتیں سن کر جن میں ان کا برا انجام بتلایا گیا ہے ہنستے ہیں اور بطور استہزاء و تفاخر غریب مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تمہارے زعم کے موافق آخرت میں جو کچھ پیش آئے گا دونوں فریق کی موجودہ حالت اور دنیوی پوزیشن پر منطبق نہیں ہوتا۔ کیا آج ہمارے مکانات، فرنیچر، اور بود و باش کے سامان تم سے بہتر نہیں اور ہماری مجلس یا سوسائٹی تمہاری سوسائٹی سے معزز نہیں یقیناً ہم جو تمہارے نزدیک باطل پر ہیں، تم اہل حق سے زیادہ خوشحال اور جتھے والے ہیں۔ جو لوگ آج ہم سے خوف کھا کر کوہ صفا کی گھاٹی میں نظر بند ہوں، کیا گمان کیا جاسکتا ہے کہ کل وہ چھلانگ مار کر جنت میں جا پہنچیں گے؟ اور ہم دوزخ میں پڑے جلتے رہیں گے؟

❖ کچھلی قوموں کی ہلاکت سے عبرت | یہ انکی بات کا جواب دیا کہ پہلے ایسی بہت قومیں گزر چکی ہیں جو دنیا کے ساز و سامان اور شان و نمود میں تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں۔ لیکن جب انہوں نے انبیاء کے مقابلہ میں سرکشی کی اور تکبر و تفاخر کو اپنا شعار بنا لیا، خدا تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹ دی اور دنیا کے نقشہ میں ان کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ پس آدمی کو چاہئے کہ دنیا کی فانی ٹیپ ٹاپ اور عارضی بہار سے دھوکہ نہ کھائے۔ عموماً متکبر و متمند ہی حق کو ٹھکرا کر نہنگ ہلاکت کا لقمہ بنا کرتے ہیں۔ مال، اولاد یا دنیوی خوشحالی مقبولیت اور حسن انجام کی دلیل نہیں۔

❖ دنیا میں عمل کی آزادی | یعنی جو خود گمراہی میں جا پڑا اسے گمراہی میں جانے دے۔ کیونکہ دنیا جانچنے کی جگہ ہے۔ یہاں ہر ایک کو عمل کی فی الجملہ آزادی دی گئی ہے، خدا تعالیٰ کی عادت اور حکمت کا اقتضاء یہ ہے کہ جو اپنے کسب و ارادہ سے کوئی رستہ اختیار کر لے اس کو نیک و بد سے خبردار کر دینے کے بعد اسی راستہ پر چلنے کے لئے ایک حد تک آزاد چھوڑ دے۔ اسی لئے جو بدی کی راہ چل پڑا اس کے حق میں دنیا کی مُرفہ الحالی اور درازی عمر وغیرہ تباہی کا پیش خیمہ سمجھنا چاہئے۔ نیک و بد یہاں رَلے ملے ہیں آخرت میں پوری طرح جدا ہونگے۔ اصلی بھلائی برائی وہاں ملے گی۔

❖ کفار کو تنبیہ | یعنی کفار مسلمانوں کو ذلیل و کمزور اور اپنے کو معزز و طاقتور سمجھتے ہیں۔ اپنے عالیشان محلات اور بڑی بڑی فوجوں اور جتھوں پر اترتے ہیں۔ کیونکہ خدا نے ابھی ان کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے جس وقت گلا دیا جائے گا خواہ دنیوی عذاب کی صورت میں یا قیامت کے بعد، تب پتہ لگے گا کہ کس کا مکان برا ہے اور کس کی جمعیت کمزور ہے۔ اس موقع پر تمہارے سامان اور لشکر کچھ کام نہ آئیں گے۔

اهْتَدُوا هُدًى ط وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ عِنْدَ

سو جتنے والوں کو (سو جھے ہووں کو، بچائے ہووں کو) سوچھ ♦ اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر رکھتی ہیں

رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَّرَدًّا ۶۱ اَفْرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ

تیرے رب کے یہاں بدلہ اور بہتر پھر جانے کو جگہ ♦ بھلا تو نے دیکھا اس کو جو منکر ہوا

بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَاؤْتِيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ط اَطَّلَعَ الْغَيْبَ

ہماری آیتوں سے اور کہا مجھ کو مل کر رہے گا مال اور اولاد ♦ کیا جھانک آیا ہے غیب کو

اِمْرًا اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا ۶۲ كَلَّا ط سَنَكْتُبُ مَا

یا لے رکھا ہے یا لے رکھا ہے رحمن سے عہد ♦ نہیں ہم لکھ رکھیں گے جو

يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۶۳ وَنَرِثُهُ مَا

وہ کہتا ہے اور بڑھاتے جائیں گے اس کو عذاب میں لمبا ♦ اور ہم لے لیں گے اس کے مرنے پر جو کچھ

يَقُولُ وَيَا تَبِينَا فَرْدًا ۶۴ وَاَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ

وہ بتلا رہا ہے اور آئے گا ہمارے پاس اکیلا ♦ اور پکڑ رکھا ہے لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو معبود

لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۶۵ كَلَّا ط سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِنَا

تاکہ وہ ہوں ان کے لیے مدد ہرگز نہیں ♦ وہ منکر ہوں گے ان کی بندگی سے

وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ صِدْدًا ۶۶ اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا

اور ہو جائیں گے ان کے مخالف ♦ تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے چھوڑ رکھے ہیں

الشَّيْطَانَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَوَزُّهُمْ اَزًّا ۶۷ فَلَا تَعْجَلْ

شیطان منکروں پر اچھالتے ہیں ان کو ابھار کر (ابھارا بھار) سو تو جلدی نہ کر

مومنین کی ہدایت میں زیادتی | یعنی جیسے گمراہوں کو گمراہی میں لٹبا چھوڑ دیتا ہے، ان کے بالمقابل جو سوجھ بوجھ کر راہ ہدایت اختیار کر لیں ان کی سوجھ بوجھ اور فہم و بصیرت کو اور زیادہ تیز کر دیتا ہے جس سے وہ حق تعالیٰ کی خوشنودی کے راستوں پر بگٹٹ اڑے چلے جاتے ہیں۔

یعنی دنیا کی رونق رب کے ہاں کام کی نہیں۔ نیکیاں سب رہیں گی اور دنیا نہ رہے گی۔ آخرت میں ہر نیکی کا بہترین بدلہ اور بہترین انجام ملے گا۔

ایک مسلمان مزدور اور کافر کا واقعہ | یعنی کفر کے باوجود آپ نے یہ جرأت دیکھی، ایک کافر مالدار ایک مسلمان لوہار کو کہنے لگا تو مسلمانی سے منکر ہو تو تیری مزدوری دوں۔ اس نے کہا اگر تو مرے اور پھر جے تو بھی میں منکر نہ ہوں۔ اس نے کہا اگر مر کر پھر جیونگا تو یہ ہی مال و اولاد وہاں بھی ہوگا، تجھ کو مزدوری وہاں دے دوںگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی وہاں دولت ملتی ہے ایمان سے، کافر چاہے کہ یہاں کی دولت وہاں ملے، یا کفر کے باوجود آخری عیش و تنعم کے مزے اڑائے یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

کافر کا دعویٰ بے بنیاد ہے | یعنی ایسے یقین و وثوق سے جو دعویٰ کر رہا ہے کیا غیب کی خبر پالی ہے؟ یا خدا سے کوئی وعدہ لے چکا ہے؟ ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں۔ ایک گندے کافر کی کیا بساط کہ وہ اس طرح کی غیبیات تک رسائی حاصل کر لے؟ رہا خدا کا وعدہ، وہ ان لوگوں سے ہو سکتا ہے جنہوں نے اپنا عہد پورا کر کے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ اور عمل صالح کی امانت خدا کے پاس رکھ دی ہے۔

یعنی یہ قول بھی شامل مسل کر لیا جائے گا۔ اور مال و اولاد کی جگہ اس کی سزا بڑھادی جائے گی۔
قیامت میں اکیلا آئے گا | ”جو بتلا رہا ہے“ یعنی مال اور اولاد۔ چنانچہ اس کافر کے دونوں بیٹے مسلمان ہوئے (کذافی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ یہ چیزیں اس سے الگ کر لی جائیں گی۔ قیامت میں اکیلا حاضر ہوگا نہ مال کام آئے گا نہ اولاد ساتھ دے گی۔

یعنی مال و اولاد سے بڑھ کر اپنے جھوٹے معبودوں کی مدد کے امیدوار ہیں کہ وہ انکو خدا کے ہاں بڑے بڑے درجے دلائیں گے۔ حالانکہ ہرگز ایسا ہونے والا نہیں۔ محض سودائے خام ہے جو اپنے دماغوں میں پکا رہے ہیں۔

یعنی وہ معبود مدد تو کیا کرتے، خود ان کی بندگی سے بیزار ہونگے۔ اور انکے مد مقابل ہو کر بجائے عزت بڑھانے کے اور زیادہ ذلت و رسوائی کا سبب بنیں گے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ ”وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ“ (الاحقاف رکوع ۱)

عَلَيْهِمْ إِنَّمَا نَعُدُّ لَكُمْ عَدًّا ۝۸۲ ۞ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى

ان پر ہم تو پوری کرتے ہیں ان کی گنتی ۞ جس دن ہم اکٹھا کرالیں گے پرہیزگاروں کو

وقف لازم

الرَّحْمَنِ وَفُدًّا ۝۸۵ ۞ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَرِدًّا ۝۸۶ ۞

رحمن کے پاس مہمان بلائے ہوئے اور ہانک لے جائیں گے گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیا سے

وقف لازم

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ

نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا مگر جس نے لے لیا ہے رحمن سے

عَهْدًا ۝۸۷ ۞ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۝۸۸ ۞ لَقَدْ جِئْتُمْ

وعدہ ۞ اور لوگ کہتے ہیں رحمن رکھتا ہے اولاد ۞ بے شک تم آچھتے ہو

شَيْئًا إِذَا ۝۸۹ ۞ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَّقَطْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ

بھاری چیز میں ابھی آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے اور ٹکڑے ہو

الْأَرْضُ وَ تَخْرُجُ الْجِبَالُ هَدًّا ۝۹۰ ۞ أَنْ دَعَا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا ۝۹۱ ۞

زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر اس پر کہ پکارتے ہیں رحمن کے نام پر اولاد ۞

وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۝۹۲ ۞ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي

اور نہیں پھبتا رحمن کو کہ رکھے اولاد ۞ کوئی نہیں

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتَى الرَّحْمَنِ عَبْدًا ۝۹۳ ۞ لَقَدْ أَحْصَاهُمْ

آسمانوں اور زمین میں جو آئے رحمن کا بندہ ہو کر ۞ اس کے پاس ان کی شمار ہے

وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝۹۴ ۞ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا ۝۹۵ ۞ إِنْ

اور گن رکھی ہے ان کی گنتی اور ہر ایک ان میں آئے گا اس کے سامنے قیامت کے دن اکیلا ۞ البتہ

اللہ کی طرف سے کفار کو ڈھیل | یعنی شیطان انہی بد بختوں کو گمراہی کا بڑھاوا دیتا اور انگلیوں پر نچا تار ہتا ہے جنہوں نے خود کفر و انکار کا شیوہ اختیار کر لیا۔ اگر ایسے اشقیاء شیطان کی تحریص و اغواء سے گمراہی میں لپے جائیں تو جانے دیجئے، آپ انکی سزا دہی میں جلدی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے تا انکی زندگی کے گئے ہوئے دن پورے ہو جائیں۔ ان کی ایک ایک سانس، ایک ایک لمحہ اور ایک ایک عمل ہمارے یہاں گنا جا رہا ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت بھی ہمارے احاطہ علمی اور دفاتر اعمال سے باہر نہیں ہو سکتی۔ تمام عمر کے اعمال ایک ایک کر کے انکے سامنے رکھ دیے جائیں گے۔

کفار پیاسے ہانکے جائیں گے | جس طرح ڈھور ڈنگر پیاس کی حالت میں گھاٹ کی طرف جاتے ہیں۔ اسی طرح مجرموں کو دوزخ کے گھاٹ اتارا جائے گا۔

مومنین کی شفاعت | یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا وعدہ دیا مثلاً ملائکہ، انبیاء، صالحین وغیرہم، وہ ہی درجہ بدرجہ سفارش کریں گے، بدون اجازت کسی کو زبان ہلانے کی طاقت نہ ہوگی۔ اور سفارش بھی ان ہی لوگوں کی کر سکیں گے جن کے حق میں سفارش کئے جانے کا وعدہ دے چکے ہیں۔ کافروں کے لئے شفاعت نہ ہوگی۔

اللہ کیلئے اولاد کا بہتان | بہت آدمیوں نے تو غیر اللہ کو معبود ہی ٹھہرایا تھا، لیکن ایک جماعت وہ ہے جس نے خدا تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کی۔ مثلاً نصاریٰ نے مسیح کو۔ بعض یہود نے عزیر کو خدا کا بیٹا کہا اور بعض مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ العیاذ باللہ۔

یہ عقیدہ شدید گستاخی ہے | یعنی یہ ایسی بھاری بات کہی گئی اور ایسا سخت گستاخانہ کلمہ منہ سے نکالا گیا جسے سن کر اگر آسمان زمین اور پہاڑ مارے ہول کے پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں۔ اس گستاخی پر اگر غضب الہی بھڑک اٹھے تو عالم تہ و بالا ہو جائے اور آسمان و زمین تک کے پر نچے اڑ جائیں۔ محض اس کا حلم مانع ہے کہ ان بیہودگیوں کو دیکھ کر دنیا کو ایک دم تباہ نہیں کرتا۔ جس خداوند قدوس کی توحید پر آسمان، زمین، پہاڑ، غرض ہر علوی و سفلی چیز شہادت دے رہی ہے۔ انسان کی یہ جسارت کہ اس کے لئے اولاد کی احتیاج ثابت کرنے لگے۔ العیاذ باللہ۔

اس کی شان تقدیس و تنزیہ اور کمال غنا کے منافی ہے کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ نصاریٰ جس غرض کے لئے اولاد کے قائل ہوئے ہیں یعنی کفارہ کا مسئلہ، خدا تعالیٰ کو ”رحمان“ مان کر اس کی ضرورت نہیں رہتی۔

یعنی سب خدا کی مخلوق اور اسکے بندے ہیں اور بندے ہی بن کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے پھر بندہ بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ اور جس کے سب محکوم و محتاج ہوں اسے بیٹا بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

اس کی بندگی سے کوئی باہر نہیں | یعنی ایک فرد بشر بھی اسکی بندگی سے باہر نہیں ہو سکتا۔ سب کو خدا کے سامنے جریدہ حاضر ہونا ہے اس وقت تمام تعلقات اور ساز و سامان علیحدہ کر لئے جائیں گے فرضی معبود اور بیٹے، پوتے کام نہ دیں گے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ

جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں انہوں نے نیکیاں ان کو دے گا رحمن

وَدًّا ﴿٩٦﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرُنْهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَ

محبت ﴿۹۶﴾ سو ہم نے آسان کر دیا یہ قرآن تیری زبان میں اسی واسطے کہ خوش خبری سادے تو ڈرنے والوں کو اور

تُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ط

ڈرادے جھگڑالو لوگوں کو ﴿۹۷﴾ اور بہت ہلاک کر چکے ہم ان سے پہلے جماعتیں

هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾ ع

آہٹ پاتا ہے تو ان میں کسی کی یا سنتا ہے ان کی بھنگ ﴿۹۸﴾

آيَاتُهَا ۱۳۵ ﴿٢٠﴾ سُورَةُ طه مَكِّيَّةٌ (٣٥) رُكُوعَاتُهَا ٨

سورہ طہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو پینتیس آیتیں ہیں اور آٹھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

طه ﴿١﴾ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْفَىٰ ﴿٢﴾ إِلَّا تَذَكَّرَةٌ طه

طہ ﴿۱﴾ اس واسطے نہیں اتارا ہم نے تجھ پر قرآن کہ تو محنت میں پڑے مگر نصیحت کے واسطے

لِمَنْ يَّخْشَىٰ ﴿٣﴾ تَنْزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ

اس کی جو ڈرتا ہے ﴿۳﴾ اتارا ہوا ہے اس کا (ہے اس نے) جس نے بنائی زمین اور آسمان

الْعُلٰی ﴿٤﴾ الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ﴿٥﴾ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

اونچے ﴿۴﴾ وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہوا ﴿۵﴾ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں

❖ **مقبول مومنین کی علامات** | یعنی ان کو اپنی محبت دے گا، یا خود ان سے محبت کرے گا، یا خلق کے دل میں ان کی محبت ڈالے گا۔ احادیث میں ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اول جبریل کو آگاہ کرتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی کر، وہ آسمانوں میں اس کا اعلان کرتے ہیں۔ آسمانوں سے اترتی ہوئی اس کی محبت زمین پر پہنچ جاتی ہے اور زمین والوں میں اس بندہ کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے۔ یعنی بے تعلق لوگ جن کا کوئی خاص نفع و ضرر اس کی ذات سے وابستہ نہ ہو، اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں لیکن اس قسم کے حسن قبول کی ابتداء مومنین صالحین اور خدا پرست لوگوں سے ہوتی ہے، ان کے قلوب میں اول اسکی محبت ڈالی جاتی ہے، بعدہ قبول عام حاصل ہو جاتا ہے۔ ورنہ ابتداء محض طبقہ عوام میں حسن قبول حاصل ہونا اور بعد میں بعض خدا پرست صالحین کا بھی کسی غلط فہمی وغیرہ سے اسکی طرف جھکنا، مقبولیت عند اللہ کی دلیل نہیں، خوب سمجھ لو۔ **تنبیہ** | یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں جن مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا گیا تھا، تھوڑے دنوں بعد ایسی طرح پورا ہوا کہ دنیا حیرت زدہ ہو گئی۔ حق تعالیٰ نے انکی وہ محبت و اُلفت اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

❖ **قرآن کی بشارت اور انداز** | یعنی قرآن کریم نہایت سہل و صاف زبان میں کھول کھول کر پرہیزگاروں کو بشارت سنانا اور جھگڑالو لوگوں کو بد کرداریوں کے خراب نتائج سے خبردار کرتا ہے۔

❖ **پچھلی قوموں کا بے نشان ہونا** | یعنی کتنی ہی بد بخت قومیں اپنے جرائم کی پاداش میں ہلاک کی جا چکیں۔ جن کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ آج ان کے پاؤں کی آہٹ یا ان کی لن ترانیوں کی ذرا سی بھنک بھی سنائی نہیں دیتی۔ پس جو لوگ اس وقت نبی کریم ﷺ سے برسرِ مقابلہ ہو کر آیات اللہ کا انکار و استہزاء کر رہے ہیں، وہ بے فکر نہ ہوں۔ ممکن ہے ان کو بھی کوئی ایسا ہی تباہ کن عذاب آگھیرے جو چشمِ زدن میں تہس نہس کر ڈالے۔ تم سورۃ مریم بحسن توفیقہ و نصرہ فَلَیْلَہِ الْحَمْدِ وَالْمَنَہ

سورۃ طہ

❖ **قرآن مشقت کیلئے نہیں** | یعنی قرآن کریم اس لئے اتارا گیا ہے کہ جن کے دل نرم ہوں اور خدا سے ڈرتے ہوں، وہ اس کے بیانات سے نصیحت حاصل کریں اور روحانی فیوض و برکات سے محروم نہ رہیں۔ یہ غرض نہیں کہ قرآن نازل کر کے خواہ مخواہ تم کو کسی محنت شاقہ اور تکلیف شدید میں مبتلا کیا جائے۔ نہ وہ ایسی چیز ہے جس کا حامل و عامل کبھی محروم و ناکام رہے۔ آپ تکذیب کرنے والوں کی باتیں سن کر ملول اور تنگدل نہ ہوں۔ نہ ان کے پیچھے پڑ کر زیادہ تکلیف اٹھائیں۔ حق کا علمبردار ہی آخر کامیاب ہو کر رہے گا۔ آپ توسط کے ساتھ عبادت کرتے رہیے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابتداء نبی کریم ﷺ شب کو نماز میں کھڑے ہو کر بہت زیادہ قرآن پڑھتے تھے۔ کفار آپ کی محنت و ریاضت دیکھ کر کہتے کہ قرآن کیا اترا ایچا رہے محمد (ﷺ) سخت تکلیف اور محنت میں پڑ گئے، اس کا جواب ان آیات میں دیا گیا کہ فی الحقیقت قرآن محنت و شقاء نہیں، رحمت و نور ہے، جس کو جتنا آسان ہو اسی قدر نشاط کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔ فَاَقْرَأْ وَاٰمَاتٍ سَرَ مَنۡہ۔

❖ **قرآن خالق کا کلام ہے** | اس لئے ضروری ہے کہ مخلوق نہایت خوشی کے ساتھ اس کو اپنے سر آنکھوں پر رکھے اور شہنشاہانہ احکام کی خلاف ورزی نہ کرے۔

❖ **عرش الہی** | استواء علی العرش کا مفصل بیان سورۃ "اعراف" کے فوائد میں دیکھ لیا جائے۔ "عرش" کے متعلق نصوص سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اس کے پائے ہیں اور خاص فرشتے اٹھانے والے ہیں اور آسمانوں کے اوپر قبہ کی طرح ہے۔ صاحب روح المعانی نے "عرش" اور "استواء علی العرش" پر اس آیت کے تحت میں نہایت مبسوط کلام کیا ہے۔ مَنْ شَاءَ فَلْيُرَاجِعْ۔

وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ ۖ وَإِن

اور زمین میں اور ان دونوں کے درمیان اور نیچے گیلی زمین کے اور اگر

تَجْهَرُ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَىٰ ۗ اللَّهُ لَا إِلَهَ

تو بات کہے پکار کر تو اس کو تو خبر ہے چھپی ہوئی بات کی اور اس سے بھی چھپی ہوئی کی اللہ ہے جس کے سوا

إِلَّا هُوَ طَلُّهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۗ وَهَلْ أُنثِقَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ۙ

بندگی نہیں کسی کی اسی کے ہیں سب نام خاصے اور پختی ہے تجھ کو بات موسیٰ کی

إِذْ رَأَىٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا

جب اس نے دیکھی ایک آگ تو کہا اپنے گھر والوں کو ٹھہرو میں نے دیکھی ہے ایک آگ

لَعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجْدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۙ

شاید لے آؤں تمہارے پاس اس میں سے ساگ کر یا پاؤں آگ پر پہنچ کر رستہ کا پتہ

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ بِمُوسَىٰ ۗ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ

پھر جب پہنچا آگ کے پاس آواز آئی اے موسیٰ میں ہوں تیرا رب سواتار ڈال

◆ اللہ کی حکومت | یعنی وہ ہی ایک خدا بلا شرکت غیرے آسمانوں سے زمین تک اور زمین سے تحت الثریٰ تک تمام کائنات کا مالک و خالق ہے۔ اسی کی تدبیر و انتظام سے کل سلسلے قائم ہیں۔ (تنبیہ) آسمان و زمین کی درمیانی مخلوق سے یا تو کائنات جو مراد ہیں جو دائماً دونوں کے درمیان ہی رہتی ہیں۔ مثلاً ہوا، بادل وغیرہ اور زیادہ چیزیں بھی اس میں شامل ہوں جو اکثر ہوا میں پرواز کرتی ہیں جیسے پرند جانور اور "ثریٰ" (گیلی زمین) سے زمین کے نیچے کا طبقہ مراد ہے جو پانی کے قرب و اتصال کی وجہ سے تر رہتا ہے۔

◆ علم الہی کی وسعت | پہلے عموم قدرت و تصرف کا بیان تھا۔ اس آیت میں علم الہی کی وسعت کا تذکرہ ہے۔ یعنی جو بات زور سے پکار کر کہی جائے، وہ اس علام الغیوب سے کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ جس کو ہر کھلی چھپی بلکہ چھپی سے زیادہ چھپی ہوئی باتوں کی خبر ہے۔ جو بات تنہائی میں آہستہ کہی جائے، اور جو دل میں گزرے ابھی زبان تک نہ آئی ہو اور جو ابھی دل میں بھی نہیں گزری آئندہ گزرنے والی ہو، حق تعالیٰ کا علم ان سب کو محیط ہے۔ اسی لئے بلا ضرورت بہت زور سے چلا کر ذکر کرنے کو بھی علمائے شریعت نے منع کیا ہے۔ جن مواقع میں ذکر باہر بلند منقول ہے یا بعض مصالِح معتبرہ کی بناء پر تجربہ کاروں کے نزدیک نافع سمجھا گیا ہے، وہ عموم نہیں سے مستثنیٰ ہوں گے۔

◆ اللہ کے اسمائے حسنیٰ | آیات بالا میں جو صفات حق تعالیٰ کی بیان ہوئی ہیں۔ (یعنی اس کا خالق الکل، مالک علی الاطلاق، رحمان، قادر مطلق اور صاحب علم محیط ہونا) انکا اقتضاء یہ ہے کہ الوہیت بھی تنہا اسی کا خاصہ ہو بجز اسکے کسی دوسرے کے آگے سر عبودیت نہ جھکا یا جائے۔ کیونکہ نہ صرف صفات مذکورہ بالا بلکہ کل عمدہ صفات اور اچھے نام اسی کی ذات منبع الکلمات کے لئے مخصوص ہیں۔ کوئی دوسری ہستی اس شان و صفت کی موجود نہیں جو معبود بن سکے۔ نہ ان صفتوں اور ناموں کے تعدد سے اسکی ذات میں تعدد آتا ہے۔ جیسا کہ بعض جہال عرب کا خیال تھا کہ مختلف ناموں سے خدا کو پکارنا دعوائے توحید کے مخالف ہے۔

◆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ اور اس کا ربط | یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بہت بسط و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے تاکہ سامعین سمجھ جائیں کہ نبی کریم ﷺ کی طرف قرآن کی وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں۔ جس طرح پیشتر موسیٰ علیہ السلام کو وحی مل چکی ہے، آپ کو بھی ملی، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی وحی توحید وغیرہ کی تعلیم پر مشتمل تھی، آپ کی وحی میں بھی ان ہی اصول پر زور دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ نے تبلیغ حق میں جو صعوبات و شدائد برداشت کیں، آپ کو بھی برداشت کرنی پڑیں گی اور جس طرح ان کو آخر کار کامیابی اور غلبہ نصیب ہوا اور دشمن مقہور و مخذول ہوئے آپ بھی یقیناً غالب و منصور ہونگے اور آپ کے دشمن تباہ و ذلیل کئے جائیں گے چونکہ سورت کا آغاز انزال قرآن کے ذکر سے کیا گیا تھا اس کے مناسب نبوت موسیٰ کے آغاز کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

◆ طور پر حضرت موسیٰ کو آگ کا نظر آنا | اس قصہ کے مختلف اجزاء سورہ قصص، سورہ طہ اور سورہ اعراف میں سے جمع کئے جا سکتے ہیں۔ یہاں مدین سے مصر کی طرف واپسی کا واقعہ مذکور ہے۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہو گیا تھا۔ کئی سال وہاں مقیم رہنے کے بعد حضرت موسیٰ نے مصر جانے کا ارادہ کیا، حاملہ بیوی ہمراہ تھی رات اندھیری تھی، سردی کا شباب تھا، بکریوں کا گلہ بھی ساتھ لیکر چلے تھے۔ اس حالت میں راستہ بھول گئے۔ بکریاں متفرق ہو گئیں اور بیوی کو دروزہ شروع ہو گیا۔ اندھیرے میں سخت پریشان تھے سردی میں تاپنے کے لئے آگ موجود نہ تھی۔ چھماق مارنے سے بھی آگ نہ نکلی۔ ان مصائب کی تاریکیوں میں دفعہ دور سے ایک آگ نظر آئی۔ وہ حقیقت میں دنیوی آگ نہ تھی۔ اللہ کا نور جلال تھا یا حجاب ناری تھا (جس کا ذکر مسلم کی حدیث میں آیا ہے) موسیٰ علیہ السلام نے ظاہری آگ سمجھ کر گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں جاتا ہوں شاید اس آگ کا ایک شعلہ لاسکوں، یا وہاں پہنچ کر کوئی رستہ کا بتلانے والا مل جائے۔ کہتے ہیں کہ اس پاک میدان میں پہنچ کر عجیب نظارہ دیکھا۔ ایک درخت میں زور شور سے آگ لگ رہی ہے۔ اور آگ جس قدر زور سے بھڑکتی ہے درخت اسی قدر زیادہ سرسبز ہو کر لہلہاتا ہے۔ اور جوں جوں درخت کی سرسبزی و شاوہابی بڑھتی ہے آگ کا اشتعال تیز ہوتا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے آگ کے قریب جانے کا قصد کیا کہ درخت کی کوئی شاخ جل کر گرے تو اٹھالائیں لیکن جتنا وہ آگ سے نزدیک ہونا چاہتے آگ دور ہتی جاتی اور جب گھبرا کر ہٹنا چاہتے تو آگ تعاقب کرتی۔

حق تعالیٰ کا خطاب | اسی حیرت و دہشت کی حالت میں آواز آئی "انسیٰ انسا ربک" گویا وہ درخت بلا تشبیہ اس وقت غیبی ٹیلیفون کا کام دے رہا تھا۔ امام احمد نے وہب سے نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب "یا موسیٰ" سنا تو کئی بار "لبیک" کہا اور عرض کیا کہ میں تیری آواز سنتا ہوں اور آہٹ پاتا ہوں مگر یہ نہیں دیکھتا کہ تو کہاں ہے۔ آواز آئی "میں تیرے اوپر ہوں، تیرے ساتھ ہوں، تیرے سامنے ہوں، تیرے پیچھے ہوں اور تیری جان سے زیادہ تجھ سے نزدیک ہوں۔" کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام ہر جہت سے اور اپنے ایک ایک بال سے اللہ کا کلام سنتے تھے۔

نَعْبُكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۱۲ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ

اپنی جوتیاں تو ہے پاک میدان طوی میں ۱۲ اور میں نے تجھ کو پسند کیا ہے،

فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ ۱۳ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا

سو تو سنتا رہ جو حکم ہو ۱۳ میں جو ہوں اللہ ہوں کسی کی بندگی نہیں سوا میرے

فَاعْبُدْنِي ۱۴ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۱۵ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ

سو میری بندگی کر اور نماز قائم رکھ میری یادگاری کو ۱۴ قیامت بے شک آنے والی ہے

أَكَادُ أَخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ۱۶ فَلَا

میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں اس کو ۱۶ تاکہ بدلے ملے ہر شخص کو جو اس نے کمایا ہے ۱۷ سو کہیں

يُصَدِّدَنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعِ هَوَاهُ فَتَرْدَىٰ ۱۷

تجھ کو نہ روک دے اس سے وہ شخص جو یقین نہیں رکھتا اس کا اور پیچھے پڑ رہا ہے اپنے مزوں کے پھر تو بھی پٹکا جائے ۱۷

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ۱۸ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ

اور یہ کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ ۱۸ بولا یہ میری لٹھی ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں

عَلَيْهَا وَأَهْسُ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِي فِيهَا مَأْرَبٌ

اور پتے جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں پر اور میرے اس میں چند کام ہیں

أُخْرَىٰ ۱۹ قَالَ أَفِيهَا يَا مُوسَىٰ ۲۰ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَبِيبَةٌ

اور بھی ۱۹ فرمایا ڈال دے اس کو اے موسیٰ تو اس کو ڈال دیا پھر اسی وقت وہ تو سانپ ہو گیا

تَسْعَىٰ ۲۱ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ قَفَّةً سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا

دوڑتا ہوا ۲۱ فرمایا پکڑ لے اس کو اور مت ڈر ہم ابھی پھیر دیں گے اس کو پہلی

❖ **وادی طوی** "طوی" اس میدان کا نام ہے۔ شاید وہ میدان پہلے سے متبرک تھا یا اب ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی جوتیاں ناپاک تھیں اس لئے اتر وادی گئیں۔ باقی موزہ یا جوتا ناپاک ہو تو اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں پورا مسئلہ فقہ میں دیکھنا چاہئے۔

❖ **حضرت موسیٰ سے کلام الہی** "پسند کیا ہے" یعنی تمام جہان میں سے نبوت و رسالت اور شرف مکالمہ کے لئے چھانٹ لیا۔ اس لئے آگے جو احکام دیے جائیں انہیں غور و توجہ سے سنو۔

❖ **حضرت موسیٰ کو نماز کا حکم** اس میں خالص توحید اور ہر قسم کی بدنی و مالی عبادت کا حکم دیا۔ نماز چونکہ اہم العبادات تھی اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا اور اس پر بھی متناسب فرمایا گیا کہ نماز سے مقصود اعظم خدا تعالیٰ کی یادگاری ہے۔ گویا نماز سے غافل ہونا خدا کی یاد سے غافل ہونا ہے اور ذکر اللہ (یا خدا) کے متعلق دوسری جگہ فرمایا۔ "وَ اذْکُرْ رَبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ" یعنی کبھی بھول چوک ہو جائے تو جب یاد آ جائے اسے یاد کرو۔ یہی حکم نماز کا ہے کہ وقت پر غفلت و نسیان ہو جائے تو یاد آنے پر قضا کر لے۔ "فَلْيُضَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا۔"

❖ **قیامت کی گھڑی کا اخفاء** یعنی اس کے آنے کا وقت سب سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں، حتیٰ کہ اگر خود اپنے سے چھپانا ممکن ہوتا تو اپنے سے بھی مخفی رکھتا، لیکن یہ ممکن ہی نہیں۔ "و فیہ من المبالغۃ کما فی الحدیث " لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ و کما " قال الشاعر غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم۔ گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ دہم۔ اور اگر بہت سی مصالح باعث اظہار نہ ہوتیں تو جتنا اجمالی اظہار کیا گیا یہ بھی نہ کیا جاتا۔

❖ **قیامت اعمال کی جزا کیلئے ہے** یعنی قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص کو اس کے نیک و بد کا بدلہ ملے اور مطیع و عاصی میں کوئی التباس و اشتباہ باقی نہ رہے یہ توحید و عبادت کے بعد عقیدہ معاد کی تعلیم ہوئی۔

❖ **حضرت موسیٰ کو بری صحبت سے بچنے کا حکم** نہ روک دے اس سے یعنی قیامت پر یقین رکھنے سے یا نماز سے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو برے کی صحبت سے منع کیا تو اور کوئی کس شمار میں ہے۔ کذافی الموضح۔ غرض یہ ہے کہ دنیا پرست کافر کی چاپلوسی یا زیادہ نرمی اور مدد اہنت اختیار نہ کی جائے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ آدمی بلند مقام سے نیچے پنک دیا جائے۔ العیاذ باللہ۔

❖ **لاٹھی کے بارے میں سوال** یہاں سے منصب رسالت کی تمہید شروع ہوتی ہے۔ چونکہ معجزات دیکر فرعون کی طرف بھیجے جانے والے تھے اس لئے اولاً معجزہ عصا کا ذکر فرماتے ہیں۔ یہ سوال کہ تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ اس غرض سے تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی کی حقیقت اور اسکے منافع کو خوب متحضر کر لیں تا جو خارق عادت چیز پیش آنے والی تھی اس کا معجزہ ہونا پوری طرح واضح، مستحکم اور واقع فی النفس ہو۔ یعنی اس وقت خوب دیکھ بھال کر اور جانچ تول کر بتلاؤ، تمہارے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ مبادا سانپ بن جانے پر وہم کرنے لگو کہ شاید میں غلطی سے ہاتھ میں لاٹھی نہ لایا ہوں کچھ اور لے آیا ہوں۔

❖ **حضرت موسیٰ کا جواب** یعنی اس میں شبہ کیا ہے۔ وہ لاٹھی ہے جسے ہمیشہ ہاتھ میں رکھتا ہوں، اس پر ٹیک لگاتا ہوں، بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں، دشمن کو اور موذی جانوروں کو دفع کرتا ہوں اور بہت سی ضرورتوں میں لاٹھی کا کام لیتا ہوں۔

❖ **لاٹھی کا سانپ بن جانا** یعنی لاٹھی کا زمین پر ڈالنا تھا کہ لاٹھی کی جگہ ایک اثر ڈالنا نظر آیا جو پتلے سانپ کی طرح تیزی سے دوڑتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام ناگہاں یہ انقلاب دیکھ کر بمقتضائے بشریت خوفزدہ ہو گئے۔

الْأُولَىٰ ۝۲۱۝ وَاضْمَمُ يَدَاكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجُ بَيْضَاءَ مِنْ

حالت پر ۱ اور ملا لے اپنا ہاتھ اپنی بغل سے کہ نکل سفید ہو کر

غَيْرِ سُوِّءٍ آيَةً ۝۲۲۝ لِنُرِيكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ ۝۲۳۝

بلا عیب ۱ یہ نشانی دوسری تاکہ دکھاتے جائیں ہم تجھ کو اپنی نشانیاں بڑی

إِذْ هَبُّ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۝۲۴۝ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي

جا طرف فرعون کی کہ اس نے بہت سراٹھایا یولا اے رب کشادہ کر

صَدْرِي ۝۲۵۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝۲۶۝ وَأَحْلِلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي ۝۲۷۝

میرا سینہ ۱ اور آسان کر میرا کام ۱ اور کھول دے گره میری زبان سے

يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝۲۸۝ وَاجْعَلْ لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝۲۹۝

کہ سمجھیں میری بات ۱ اور دے مجھ کو ایک کام بنانے والا میرے گھر کا

هَارُونَ أَخِي ۝۳۰۝ اشْدُدْ بِهِ أَزْرَامِي ۝۳۱۝ وَأَشْرِكْهُ فِي

ہارون میرا بھائی ۱ اس سے مضبوط کر میری کمر اور شریک کر اس کو

أَمْرِي ۝۳۲۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۝۳۳۝ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۝۳۴۝ إِنَّكَ

میرے کام میں ۱ کہ تیری پاک ذات کا بیان کریں ہم بہت سا اور یاد کریں ہم تجھ کو بہت سا ۱ تو تو ہے

كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ۝۳۵۝ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ۝۳۶۝

ہم کو خوب دیکھتا ۱ فرمایا ملا تجھ کو تیرا سوال اے موسیٰ ۱

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ۝۳۷۝ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ

اور احسان کیا تھا ہم نے تجھ پر ایک بار اور بھی ۱ جب حکم بھیجا ہم نے تیری ماں کو جو

حضرت موسیٰ کا طبعی خوف | یعنی ہاتھ میں آ کر پھر لالھی ہو جائے گی۔ کہتے ہیں ابتداء میں موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی آخر کپڑا ہاتھ میں لپیٹ کر پکڑنے لگے۔ فرشتہ نے کہا ”موسیٰ کیا خدا اگر بچانا نہ چاہے تو یہ چیتھڑا تجھے بچا سکتا ہے؟ موسیٰ نے کہا ”نہیں، لیکن میں کمزور مخلوق ہوں، اور ضعف سے پیدا کیا گیا ہوں۔“ پھر حضرت موسیٰ نے ہاتھ سے کپڑا ہٹا کر اتر دھے کے منہ میں دیدیا۔ ہاتھ ڈالنا تھا کہ وہی لالھی ہاتھ میں دیکھی۔

ید بیضاء | یعنی ہاتھ گریبان میں ڈال کر اور بغل سے ملا کر نکالو گے تو نہایت روشن سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ اور یہ سفیدی برص وغیرہ کی نہ ہوگی جو عیب سمجھی جائے۔

یعنی عصا اور ید بیضا کے معجزے اُن بڑی نشانیوں میں سے دو ہیں جن کا دکھلانا تم کو منظور ہے۔

حضرت موسیٰ کی دُعا | یعنی حلیم و بردبار اور حوصلہ مند بنادے کہ خلاف طبع دیکھ کر جلد خفا نہ ہوں اور ادائے رسالت میں جو سختیاں پیش آئیں ان سے نہ گھبراؤں بلکہ کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے برداشت کروں۔

یعنی ایسے سامان فراہم کر دے کہ یہ عظیم الشان کام آسان ہو جائے۔

زبان لڑکپن میں جل گئی تھی (جس کا قصہ تفاسیر میں ہے) صاف نہ بول سکتے تھے۔ اس لئے یہ دعا کی۔

یہ عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔

یعنی دعوت و تبلیغ کے کام میں ایک دوسرے کا معین و مددگار ہو۔

یعنی دونوں مل کر دعوت و تبلیغ کے موقع پر بہت زور شور سے تیری پاکی اور کمالات بیان کریں اور مواضع دعوت سے قطع نظر جب ہر ایک کو دوسرے کی معیت سے تقویت قلب حاصل ہوگی، تو اپنی خلوتوں میں نشاط و طمانیت کے ساتھ تیرا ذکر بکثرت کر سکیں گے۔

یعنی ہمارے تمام احوال کو خوب دیکھ رہا ہے اور جو دعاء میں کر رہا ہوں یہ بھی تجھے خوب معلوم ہے کہ اس کا قبول فرمانا ہمارے لئے کہاں تک مفید ہوگا۔ اگر تجھے ہمارے حال و استعداد کی پوری خبر نہ ہوتی تو نبوت و رسالت کے لئے ہم کو منتخب ہی کیوں کرتا اور ایسے سخت دشمن (فرعون) کی طرف کیوں بھیجتا۔ یقیناً جو کچھ آپ نے کیا خوب دیکھ بھال کر کیا ہے۔

دعاء کی قبولیت | یعنی جو کچھ تم نے مانگا، خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو دیا گیا۔

یعنی ہم تو پہلے ایک مرتبہ بے مانگے تجھ پر بڑا بھاری احسان کر چکے ہیں، پھر اب ایک مناسب چیز مانگنے پر کیوں نہ دیں گے۔

مَا يُوحَىٰ ۖ ۞۳۸ ۚ أَنْ أَقْدِرَ فِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْدِرْ فِيهِ فِي

آگے سناتے ہیں ۞ کہ ڈال اس کو صندوق میں پھر اس کو ڈال دے

الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَ

دریا میں پھر دریا اسکو لے ڈالے کنارے پر اٹھالے اس کو ایک دشمن میرا اور

عَدُوٌّ لِّي ۖ وَالْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةٌ مِّنِّي ۖ وَ لِيُصْنَعَ عَلَيَّ

اس کا ۖ اور ڈال دی میں نے تجھ پر محبت ۖ اپنی طرف سے ۖ اور تاکہ پرورش پائے تو

عَيْنِي ۖ ۞۳۹ ۚ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَنْ

میری آنکھ کے سامنے ۖ جب چلنے لگی تیری بہن اور کہنے لگی میں بتاؤں تم کو ایسا شخص جو

يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا

اس کو پالے پھر پہنچا دیا ہم نے تجھ کو تیری ماں کے پاس کہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ اور

تَحْزَنَ ۖ ۞۴۰ ۚ وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنَّاكَ

غم نہ کھائے ۖ اور تو نے مار ڈالا ایک شخص کو پھر بچا دیا (نکالا) ہم نے تجھ کو اس غم سے ۖ اور جانچا ہم نے تجھ کو

فُتُونًا ۖ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ۖ ثُمَّ جِئْتَ

ایک ذرا جانچنا ۖ پھر ٹھہرا رہا تو کئی برس مدین دالوں میں پھر آیا تو

۞ حضرت موسیٰ کی والدہ کا قصہ | یعنی خواب میں یا بیداری میں بطور الہام کے یا اس زمانہ کے کسی نامعلوم الہام نبی کی زبانی تیری ماں کو وہ حکم بھیجا۔ جس کا بھیجا جانا مناسب تھا (اس کی تفصیل آگے مذکور ہے۔ "أَنْ أَقْدِرَ فِيهِ" (تنبیہ) لفظ "ایحاء" سے حضرت موسیٰ کی والدہ کا نبیہ ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ تقریر بالا سے ظاہر ہے۔ نبی وہ ہے جس کی طرف احکام کی وحی آئے اور ان کی تبلیغ کا مامور ہو۔ یہاں یہ تعریف صادق نہیں آتی۔

۞ بچہ کو دریا میں ڈالنے کا حکم | یعنی موسیٰ کو (جو اس وقت تو زائیدہ بچہ تھے) صندوق میں رکھ کر صندوق کو دریا میں چھوڑ دے، دریا کو ہمارا حکم ہے کہ اسے بحفاظت تمام ایک خاص کنارہ پر لگائے گا جہاں سے اس کو وہ شخص اٹھالے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچہ کا بھی، واقعہ یہ ہے کہ فرعون اس سال منجموں کے کہنے سے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو چن چن کر قتل کر رہا تھا۔ جب موسیٰ پیدا ہوئے انکی

والدہ کو خوف ہوا کہ فرعون کے سپاہی خبر پائیں گے تو بچہ کو مار ڈالیں گے اور والدین کو بھی ستائیں گے کہ ظاہر کیوں نہیں کیا۔ اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے یہ تدبیر الہام ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے صندوق نہر میں ڈال دیا۔ دریا کی ایک شاخ فرعون کے باغ میں گذرتی تھی اس میں سے ہو کر صندوق کنارے جاگا۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے (جو نہایت پاکباز اسرائیلی خاتون تھی) بچہ کو اٹھا کر فرعون کے سامنے پیش کیا کہ آؤ ہم تم اسے بیٹا بنالیں۔ فرعون کو بھی دیکھ کر محبت آئی۔ گو اس نے بیٹا بنانے سے انکار کیا (جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے) مگر آسیہ کی خاطر سے بیٹوں کی طرح پرورش کیا اور اس طرح حق تعالیٰ کی عجیب و غریب قدرت کا ظہور ہوا۔ (تنبیہ) فرعون کو خدا کا دشمن اس لئے کہا کہ وہ حق کا دشمن تھا اور خدا کے بالمقابل خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور موسیٰ کا دشمن اس لئے فرمایا کہ فی الحال تمام اسرائیلی بچوں کے ساتھ سخت دشمنی کر رہا تھا۔ اور آئندہ چل کر خاص موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ علانیہ دشمنی کا اظہار کرنے والا تھا۔

◆ حضرت موسیٰ پر القائے محبت | یعنی ہم نے اپنی طرف سے اس وقت مخلوق کے دلوں میں تیری محبت ڈال دی کہ جو دیکھے محبت اور پیار کرے یا اپنی ایک خاص محبت تجھ پر ڈال دی کہ تو محبوب خدا بن گیا۔ پھر جس سے خدا محبت کرے بندے بھی محبت کرنے لگتے ہیں۔
◆ یعنی لوگوں کے دلوں میں تیری محبت ڈال دینا اس غرض سے تھا کہ ہماری نگرانی و حفاظت میں تیری پرورش کی جائے۔ ایسے سخت دشمن کے گھر میں تربیت پاتے ہوئے بھی کوئی تیرا بال بیٹکا نہ کر سکے۔

◆ ماں اور بچے کا یکجا ہونا | پورا قصہ دوسری جگہ آئے گا۔ حضرت موسیٰ کی والدہ صندوق نہر میں چھوڑنے کے بعد بمقتضائے بشریت بہت غمگین اور پریشان تھیں کہ بچہ کا کیا حشر ہوا ہوگا، معلوم نہیں زندہ ہے یا جانوروں نے کھا لیا۔ حضرت موسیٰ کی بہن کو کہا کہ تو خفیہ طور پر پتہ لگا۔ ادھر مشیت ایزدی سے یہ سامان ہوا کہ حضرت موسیٰ کسی عورت کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ بہت سی انائیں بلائی گئیں، کامیابی نہ ہوئی۔ موسیٰ کی بہن جو تاک میں لگی ہوئی تھی بولی کہ میں ایک عورت کو لاسکتی ہوں، امید ہے کہ کسی طرح دودھ پلا کر بچہ کو پال سکے گی۔ حکم ہوا بلاؤ۔ وہ موسیٰ کی والدہ کو لیکر پہنچی۔ چھاتی سے لگاتے ہی بچہ نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کے گھر بڑی خوشیاں منائی جانے لگیں۔ موسیٰ کی والدہ نے کہا کہ میں یہاں نہیں رہ سکتی اجازت دو کہ اپنے گھر لے جاؤں اور پوری حفاظت و اہتمام سے بچہ کو پرورش کروں۔ آخر فرعون کی طرف سے بطور دایہ کے بچہ کی تربیت پر مامور ہو کر اپنے گھر لے آئیں اور شاہانہ اعزاز و اکرام کے ساتھ موسیٰ کی تربیت میں لگی رہیں۔

◆ قبطنی کا مارا جانا | یہ پورا قصہ سورہ قصص میں آئے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جوان ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایک قبطنی مارا گیا تھا، موسیٰ علیہ السلام ڈرے کہ دنیا میں پکڑا جاؤنگا اور آخرت میں بھی ماخوذ ہونگا۔ دونوں قسم کی پریشانی سے خدا تعالیٰ نے نجات دی، آخر وہی پریشانی سے اس طرح کہ توبہ کی توفیق بخشی جو قبول ہوگئی اور دنیوی سے اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے نکال کر مدین پہنچا دیا جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے ان کا نکاح ہو گیا۔ پورا قصہ دوسری جگہ آئے گا۔

◆ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو کئی طرح جانچا۔ جس میں تم کھرے ثابت ہوئے | تنبیہ | اس موقع پر مفسرین نے حدیث الفتون کے عنوان سے ایک نہایت طویل روایت ابن عباس کی نقل کی ہے جسکے متعلق حافظ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں ” وَهُوَ مَوْقُوفٌ مِنْ كَلَامِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ لَيْسَ فِيهِ مَرْفُوعٌ الْاَقْلِيلِ مِنْهُ وَ كَانَهُ تَلَقَّاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِمَّا أُبِيحَ نَقْلُهُ مِنَ الْاِسْرَائِيلِيَّاتِ مِنْ كَعْبِ الْاَحْبَارِ وَغَيْرِهِ وَاللَّهُ اَعْلَمُ وَ سَمِعْتُ شَيْخَنَا الْحَافِظَ اَبَا الْحَجَّاجِ الْمَزْنِيَّ يَقُولُ ذَلِكَ اَيْضاً۔“

عَلَىٰ قَدَرٍ يُّهَوِّسُ ۝۳۱ وَأَصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ۝۳۲ إِذْ هَبُّ

تقدیر سے اے موسیٰ اور بنایا میں نے تجھ کو خاص اپنے واسطے جاؤ

أَنْتَ وَأَخُوكَ بِآيَتِي وَلَا تَنْبِيَا فِي ذِكْرِي ۝۳۳ إِذْ هَبْنَا

اور تیرا بھائی میری نشانیاں لے کر اور سستی نہ کر یو میری یاد میں جاؤ

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۝۳۴ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لِّسْنَا لَعَلَّهُ

طرف فرعون کی اس نے بہت سراٹھایا سو کہو اس سے بات نرم شاید (تا کہ) وہ

يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ۝۳۵ قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَنْ يَفْرُطَ

سوچے یا ڈرے بولے اے رب ہمارے ہم ڈرتے ہیں کہ بھگ پڑے

عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْغَىٰ ۝۳۶ قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا

ہم پر یا جوش میں آجائے فرمایا نہ ڈرو میں ساتھ ہوں تمہارے

أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ۝۳۷ فَأْتِيهِ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ

سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں سو جاؤ اس کے پاس اور کہو ہم دونوں بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے سو بھیج دے

مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۝۳۸ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ

ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اور مت ستان کو ہم آئے ہیں تیرے پاس نشانی لے کر

مِّنْ رَبِّكَ ۝۳۹ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ ۝۴۰ إِنَّا قَدْ

تیرے رب کی اور سلامتی ہو اس کی جو مان لے راہ کی بات ہم کو

أَوْحَىٰ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝۴۱ قَالَ

حکم ملا ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیر لے بولا

❖ تقدیر کا غالب آنا | یعنی اب مدین سے نکل کر راستہ بھولا اور تقدیر سے یہاں پہنچ گیا جس کا تجھے وہم و گمان بھی نہ تھا، سچ ہے۔

خدا کی دین کاموسی سے پوچھیے احوال کہ آگ لینے کو جائیں پیبری مل جائے

❖ یعنی اپنی وحی و رسالت کے لئے تیار کر کے اپنے خواص و مقربین میں داخل کیا اور جس طرح خود چاہا تیری پرورش کرائی۔

❖ ذکر اللہ کی تاکید | یعنی جس کام کے لئے بنائے گئے ہو، وقت آ گیا ہے کہ اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لیکر اس کے لئے نکل کھڑے ہو اور

جو وائل و عجزات تم کو دیے گئے ہیں ضرورت کے وقت ظاہر کرو۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام پیشتر دعا کرتے وقت کہہ چکے تھے "کُنْیَ نُسْبِحُکَ

کَثِیْرًا وَّ نَذْکُرُکَ کَثِیْرًا" یہاں "وَلَا تَنْبِیْا فِیْ ذِکْرِیْ" کہہ کر وہ بات یاد دلا دی۔ یعنی اللہ کے نام کی تبلیغ میں پوری مستعدی

دکھلاؤ اور تمام احوال و اوقات میں عموماً اور دعوت و تبلیغ کے وقت خصوصاً اللہ کو کثرت سے یاد کرو کہ اہل اللہ کے لئے کامیابی کا بڑا ذریعہ

اور دشمن کے مقابلہ میں بہترین ہتھیار یہی ہے۔ حدیث میں ہے۔ وَاِنَّ عِبْدِیْ کُلِّ عِبْدِیْ الذِیْ یَذْکُرْنِیْ وَ هُوَ مِنَّا جَزْفَرْنَه۔

❖ فرعون کی طرف بھیجا جانا | پہلے جانے کا حکم دیا تھا۔ اب مقام بتلا دیا کہ کہاں کس کے پاس جانا ہے اور یہ جملہ آگے آنے

والے کلام کی تمہید ہے۔

❖ فرعون سے نرم گفتگو کی تعلیم | یعنی دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کے وقت نرم، آسان، برقت انگیز اور بلند بات کہو۔ گو اس کے تمز و طغیان کو

دیکھتے ہوئے قبول کی امید نہیں۔ تاہم تم یہ خیال کر کے کہ ممکن ہے کہ وہ کچھ سوچ سمجھ کر نصیحت حاصل کر لے یا اللہ کے جلال و جبروت کو سن کر ڈر

جائے اور فرمانبرداری کی طرف جھک پڑے، گفتگو نرمی سے کرو۔ اس سے دعاؤ و مبلغین کے لئے بہت بڑا دستور العمل معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ

دوسری جگہ صاف ارشاد ہے۔ "اَذْعُ اِلَی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمُوعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیْ اَحْسَنُ۔" (کل رکوع ۱۶)

❖ حضرت موسیٰ و ہارون کا اندیشہ | یعنی اس کے ڈرنے کی امید تو بعد کو ہوگی، فی الحال اپنی بے سرو سامانی اور اسکے جاہ و جلال

پر نظر کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ وہ ہماری بات سننے کے لئے بھی آمادہ ہوگا یا نہیں۔ ممکن ہے ہماری پوری بات سننے سے پہلے ہی وہ

بھبک پڑے یا سننے کے بعد غصہ میں پھیر جائے اور تیری شان میں زیادہ گستاخی کرنے لگے۔ یا ہم پر دست درازی کرے جس سے

اصل مقصد فوت ہو جائے۔ تنبیہ | موسیٰ علیہ السلام کے اس خوف اور شرح صدر میں کچھ منافات نہیں۔ کالمیلین بلاء کے نزول سے

پہلے ڈرتے ہیں اور استعاذہ کرتے ہیں لیکن جب آپڑتی ہے اس وقت پورے حوصلہ اور کشادہ دلی سے اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

❖ حق تعالیٰ کی معیت | یعنی جو باتیں تمہارے اور اس کے درمیان ہوں گی یا جو معاملات پیش آئیں گے وہ سب میں سنتا ہوں اور دیکھتا

ہوں میں کسی وقت تم سے جدا نہیں، میری حمایت و نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ گھبرانے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

❖ فرعون کو پیغام دعوت | اس میں تین چیزوں کی طرف دعوت دی گئی۔ (۱) فرعون کا اور سب مخلوقات کا کوئی رب ہے جو رسول

بھیجتا ہے (۲) ہم دونوں اس کے رسول ہیں لہذا ہماری اطاعت اور رب کی عبادت کرنی چاہئے۔ گویا اس جملہ میں اصل ایمان کی

دعوت دی گئی اسی کو "نَازِعَات" میں اس طرح ادا کیا ہے۔ "فَقُلْ هَلْ لَّکَ اِلٰہِیْ اَنْ تَنْزِیْکَیْ وَ اَهْدِیْکَ اِلٰہِیْ رَبِّکَ

فَتَخْشِیْ" آگے (۳) تیسری چیز وہ ہے جس کی اس وقت خاص ضرورت تھی۔ یعنی بنی اسرائیل کو فرعونوں کی ذلت آمیز اور درد

انگیز غلامی سے نجات دلانا۔ مطلب یہ ہے کہ اس شریف و نجیب الاصل خاندان پر ظلم و ستم مت توڑ اور ذلیل ترین غلامی سے آزادی

دے کر ہمارے ساتھ کر دے۔ جہاں چاہیں آزادانہ زندگی بسر کریں۔

❖ یعنی ہمارا دعویٰ رسالت بے دلیل نہیں بلکہ اپنی صداقت پر خدائی نشان لیکر آئے ہیں۔

❖ یعنی جو ہماری بات مان کر سیدھی راہ چلے گا اسکے لئے دونوں جہان میں سلامتی ہے۔ اور جو تکذیب یا اعراض کرے گا اس کے لئے

عذاب یقینی ہے۔ خواہ صرف آخرت میں یا دنیا میں بھی۔ اب تم اپنا انجام سوچ کر جو راستہ چاہو اختیار کر لو۔

فَمَنْ رَبُّكُمَا يُمُوسَىٰ ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ

پھر کون ہے رب تم دونوں کا اے موسیٰ ﴿۴۹﴾ کہا رب ہمارا وہ ہے جس نے دی ہر چیز کو

خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ ﴿۵۱﴾

اس کی صورت پھر راہ بھائی ﴿۵۰﴾ بولا پھر کیا حقیقت ہے ان پہلی جماعتوں کی

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَىٰ ﴿۵۲﴾

کہا ان کی خبر میرے رب کے پاس لکھی ہوئی ہے نہ بہکتا ہے میرا رب اور نہ بھولتا ہے ﴿۵۲﴾

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَوَسَّلَكَ لَكُمْ فِيهَا

وہ ہے جس نے بنا دیا تمہارے واسطے زمین کو کچھونا اور چلائیں تمہارے لئے اس میں

سُبُلًا وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ط فَأَخْرَجْنَا بِهِ أَزْوَاجًا

راہیں ﴿۵۳﴾ اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اس سے

مِّنْ نَّبَاتٍ شَتَّىٰ ﴿۵۴﴾ كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ ط إِنَّ فِي

طرح طرح کی سبزی ﴿۵۴﴾ کھاؤ اور چراؤ اپنے چوپایوں کو ﴿۵۴﴾ البتہ

ذٰلِكَ لَايَتِّ لِّلْأُولَىٰ النَّهْيُ ﴿۵۵﴾ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَ

اس میں نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کو ﴿۵۵﴾ اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا اور

فِيهَا نَعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ﴿۵۶﴾

اسی میں تم کو پھر پہنچا (لوٹا) دیتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تم کو دوسری بار ﴿۵۶﴾

وَلَقَدْ آرَيْنَهُ آيَاتِنَا كُلَّهَا فكَذَّبَ وَأَبَىٰ ﴿۵۷﴾ قَالَ

اور ہم نے فرعون کو دکھلا دیں اپنی سب نشانیاں پھر اس نے جھٹلایا اور نہ مانا ﴿۵۷﴾ بولا

❖ **فرعون کا سوال** | یعنی تم اپنے کو جس رب کا بھیجا ہوا بتلاتے ہو وہ رب کون ہے اور کیسا ہے (اس سوال سے مترشح ہوتا ہے کہ فرعون دہری عقیدہ کی طرف مائل ہو گا یا محض دق کرنے کے لئے ایسا سوال کیا ہو)

❖ **وجود صانع کی تقریر** | یعنی ہر چیز کو اس کی استعداد کے موافق شکل صورت، قوی، خواص وغیرہ عنایت فرمائے۔ اور کمال حکمت سے جیسا بنانا چاہئے تھا بنایا۔ پھر مخلوقات میں سے ہر چیز کے وجود و بقاء کے لئے جن سامانوں کی ضرورت تھی، مہیا کئے اور ہر چیز کو اپنی مادی ساخت اور روحانی قوتوں اور خارجی سامانوں سے کام لینے کی راہ بھائی۔ پھر ایسا محکم نظام دکھلا کر ہم کو بھی ہدایت کر دی کہ مصنوعات کے وجود سے صانع کے وجود پر کس طرح استدلال کرنا چاہئے **فَلِئِنَّ الْحَمْدَ وَالْمُنَىٰ**۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔
”یعنی کھانے پینے کو ہوش دیا۔ بچہ کو دودھ پینا وہ نہ سکھائے تو کوئی نہ سکھا سکے۔“

❖ **فرعون کے سوال پر حضرت موسیٰ کا جواب** | یعنی اگر خدا تعالیٰ کے وجود پر ایسی روشن دلیلیں قائم ہو چکی ہیں اور جس چیز کی طرف تم بلا تے ہو، وہ حق ہے تو گذشتہ اقوام کے متعلق کچھ بیان کرو، آخر ان میں سے بہتوں نے ایسے واضح دلائل کی موجودگی میں حق کو کیوں قبول نہ کیا؟ اور قبول نہ کرنے کی صورت میں کیا وہ سب کی سب تباہ کر دی گئیں۔ اگر تم پیغمبر ہو تو سب اقوام کے تفصیلی حالات تم کو ضرور معلوم ہونے چاہئیں یہ سب لایعنی اور ذرا ذکر قصے فرعون نے اس لیے چھیڑے کہ حضرت موسیٰ کے مضامین ہدایت کو ان فضول باتوں میں رلا دے۔ حضرت موسیٰ نے فرما دیا کہ پیغمبر کو تمام چیزوں کا تفصیلی علم ہونا ضروری نہیں، ہر قوم کے حالات کا تفصیلی علم حق تعالیٰ کو ہے جو بعض مخفی مصالح کی بناء پر کتاب (لوح محفوظ) میں ثبت بھی کر دیا گیا۔ اللہ کے علم سے نہ کوئی چیز ابتداءً غائب ہو سکتی ہے اور نہ علم میں آئی ہوئی چیز کو ایک سیکنڈ کے لئے بھول سکتا ہے۔ جو اعمال کسی قوم نے کسی وقت کئے ہیں سب کا ذرہ ذرہ حساب لکھا ہوا موجود ہے جو وقت پر پیش کر دیا جائے گا۔

❖ یعنی وادیوں دریاؤں اور پہاڑوں کے بیچ میں سے زمین پر راہیں نکال دیں جن پر چل کر ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکتے ہو۔
❖ **وجود باری تعالیٰ اور توحید کی تبلیغ** | یعنی پانی کے ذریعہ سے طرح طرح کی سبزیاں، غلے اور پھل پھول پیدا کر دیے۔
❖ یعنی عمدہ غذائیں تم کھاتے ہو، جو تمہارے کام کی نہیں وہ اپنے مویشیوں کو کھلاتے ہو جن کی محنت سے ساری پیداوار حاصل ہوئی ہے۔
❖ یہ فرمایا ہے دہریوں کی آنکھ کھولنے کو یعنی اس کی تدبیریں اور قدرتیں دیکھو۔ اگر عقل ہے تو سمجھ لو گے کہ یہ مضبوط و محکم انتظامات یوں ہی بخت و اتفاق سے قائم نہیں ہو سکتے۔ گویا ان آیات میں وجود باری اور توحید کی طرف توجہ دلائی۔ آگے معاد کا ذکر ہے۔

❖ **انسان کا آغاز و انجام** | سب کے باپ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔ پھر جن غذاؤں سے آدمی کا بدن پرورش پاتا ہے وہ بھی مٹی سے نکلتی ہیں، مرنے کے بعد عام آدمیوں کو جلد یا بدیر مٹی میں مل جانا ہے۔ اسی طرح حشر کے وقت بھی ان اجزاء کو جو مٹی میں مل گئے تھے دوبارہ جمع کر کے از سر نو پیدا کر دیا جائے گا اور جو قبروں میں مدفون تھے وہ ان سے باہر نکالے جائیں گے۔

❖ **فرعون کیلئے اتمام حجت** | یعنی جو آیات اس کو دکھلانا منظور تھیں، سب دکھلا دیں مثلاً القائے عصاء اور ید بیضاء وغیرہ مع اپنے متعلقات و تفصیل کے۔ اس پر بھی بد بخت نہ مانا اور توحید و تکذیب پر اڑا رہا۔

۵۷ اَجْتَنَّا لِنُخْرِجَنَّا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوسٰى

کیا تو آیا ہے ہم کو نکالنے ہمارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے اے موسیٰ

فَلَنَا تِبِّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهِ فَاَجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

سو ہم بھی لائیں گے تیرے مقابلہ میں ایک ایسا ہی جادو سو ٹھہرا لے ہمارے اور اپنے بیچ میں

۵۸ مَوْعِدًا اِلَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَا اَنْتَ مَكَانًا سُوٓءَ

ایک وعدہ نہ ہم خلاف کریں اس کا اور نہ تو ایک میدان صاف میں

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ

کہا وعدہ تمہارا ہے جشن کا دن اور یہ کہ جمع ہوں (کر لیں لوگوں کو، کر لے جاویں) لوگ

۵۹ ضُحٰى ۶۰ فَتَوَلّٰۤى فِرْعَوْنُ فَجَمَعُ كَيْدَهٗ ثُمَّ اٰتٰۤى

دن چڑھے پھر انا پھر فرعون پھر جمع کئے اپنے سارے دواؤں پھر آیا

قَالَ لَكُمْ مَّوْسٰى وَبَيْكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلٰى اللّٰهِ كَذِبًا

کہا ان کو موسیٰ نے کم ہنسی تمہاری جھوٹ نہ بولو اللہ پر

۶۱ فَيُسْحِتْكُمْ بِعَذَابٍ ۙ وَقَدْ خَابَ مِنْ اَفْتَرٰى

پھر غارت کر دے تم کو کسی آفت سے اور مراد کو نہیں پہنچا جس نے جھوٹ باندھا

۶۲ فَتَنَّا زَعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسْرُوْا النَّجْوٰى

پھر جھگڑے اپنے کام پر آپس میں اور چھپ کر کیا مشورہ

قَالُوْا اِنْ هٰذٰىنِ لَسِحْرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُخْرِجٰكُمْ

بولے مقرر یہ دونوں جادو گر ہیں چاہتے ہیں کہ نکال دیں تم کو

حضرت موسیٰ سے فرعون کا مناظرہ | فرعون نے یہ بات اپنی قوم "قبیظ" کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نفرت اور اشتعال دلانے کے لئے کہی۔ یعنی موسیٰ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ جادو کے زور سے ہم کو نکال باہر کرے اور ساحرانہ ڈھونگ بنا کر عوام کی جمعیت اپنے ساتھ کر لے اور اس طرح قبیظیوں کے تمام املاک و اموال پر قابض ہو جائے۔

حضرت موسیٰ کو مقابلے کی دعوت | یعنی تو اس ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہمارے یہاں بھی بڑے بڑے ماہر جادو گر موجود ہیں۔ بہتر ہوگا کہ ان سے مقابلہ ہو جائے۔ پس جس دن اور جس جگہ مقابلہ کرنا چاہے تجھے اس کی تعیین کا اختیار دیا جاتا ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ جو وقت معین ہو جائے اس سے کوئی فریق گریز نہ کرے اور جگہ ایسی ہو جہاں فریقین کو آنے اور بیٹھنے میں یکساں سہولت حاصل ہو۔ نشست وغیرہ میں راعی و رعایا یا حاکم و محکوم اور بڑے چھوٹے کا کوئی سوال نہ ہو، ہر ایک فریق آزادی سے اپنی قوت کا مظاہرہ کر سکے اور میدان بھی کھلا ہوا ہموار اور صاف ہو کہ تماشا دیکھنے والے سب بے تکلف مشاہدہ کر سکیں۔

مقابلے کی تاریخ | پیغمبروں کے کام میں کوئی تلخیص و تلمیح نہیں ہوتی، ان کا معاملہ کھلم کھلا صاف صاف ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بہتر ہے جو بڑا میلہ اور جشن تمہارے یہاں ہوتا ہے اسی روز جب دن چڑھ جائے اس وقت میدان مقابلہ قائم ہو۔ یعنی میلہ میں جہاں زیادہ سے زیادہ مخلوق جمع ہوگی اور دن کے اجالے میں یہ کام کیا جائے، تا دیکھنے والے بکثرت ہوں اور روز روشن میں کسی کو اشتباہ و التباس نہ ہو۔ حضرت شاہ صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ} لکھتے ہیں کہ "ڈنگل میں مقابلہ کرنے سے دونوں کی غرض تھی۔ وہ چاہے کہ ان کو ہر ادے سب کے روبرو، یہ چاہیں کہ وہ ہارے۔ جشن کا دن سارے مصر کے شہروں میں مقرر تھا فرعون کی سالگرہ کا۔"

فرعون کی تیاریاں | یعنی یہ طے کر کے فرعون مجلس سے اٹھ گیا اور ساحروں کو جمع کرنے اور مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور داؤ گھات کرنے لگا۔ اور آخر کار مکمل تیاری کے بعد پوری طاقت کے ساتھ وقت معین پر میدان مقابلہ میں حاضر ہو گیا۔ ساحروں کی بڑی فوج اس کے ہمراہ تھی، انعام و اکرام کے وعدے ہو رہے تھے اور ہر طرح موسیٰ کو شکست دینے اور حق کو مغلوب کر لینے کی فکر تھی۔

مقابلے کے دن حضرت موسیٰ کی نصیحت | معلوم ہوتا ہے کہ اس مجمع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر شخص کو اس کے حسب حال نصیحت فرمائی۔ چونکہ جادو گر حق کا مقابلہ جادو سے کرنے والے تھے، ان کو تنبیہ کر دی کہ دیکھو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ خدا کے نشانوں اور انبیاء کے معجزات کو سحر بتلانا اور بے حقیقت چیزوں کو ثابت شدہ حقائق کے مقابلہ میں پیش کرنا گویا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ جھوٹ باندھنے والوں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ ایسے لوگوں پر کوئی آسمانی آفت آ پڑے۔ جو ان کی تیخ و بنیاد تک نہ چھوڑے۔

ساحروں کے باہمی مشورے | موسیٰ علیہ السلام کی تقریر نے ساحروں کی جماعت میں کھلبلی ڈال دی۔ آپس میں جھگڑنے لگے کہ اس شخص کو کیا سمجھا جائے۔ اس کی باتیں ساحروں جیسی معلوم نہیں ہوتیں۔ غرض باہم بحث و مناظرہ کرتے رہے اور سب سے الگ ہو کر انہوں نے مشورہ کیا۔ آخر اختلاف و نزاع کے بعد فرعون کے اثر سے متاثر ہو کر وہ کہا جو آگے مذکور ہے۔

مَنْ أَرْضَكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذُ هَبًا بِطَرِيقَتِكُمْ

تمہارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے اور موقوف کرادیں تمہارے اچھے خاصے

الْمِثْلِي ٦٣ فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ اتُّو صَفًا ۚ وَقَدْ

چلن کو چلن سو مقرر کر لو اپنی تدبیر پھر آؤ قطار (صف) باندھ کر اور

أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنْ اسْتَعْلَى ٦٤ قَالُوا يَا مُوسَى إِمَّا أَنْ

جیت گیا آج جو غالب رہا بولے اے موسیٰ یا تو

سُلِقِي وَإِمَّا أَنْ تَكُونِ أَوَّلَ مَنْ أَلْفَى ٦٥ قَالَ

تو ڈال اور یا ہم ہوں پہلے ڈالنے والے کہا

بَلِ الْقُوَا۟ءِ فَإِذَا جِبَالُهُمْ وَعِصْبُهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ

نہیں تم ڈالو پھر تب ہی ان کی رسیاں اور لاشیاں اس کے خیال میں آئیں

مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهُا تُسْعَى ٦٦ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ

ان کے جادو سے کہ دوڑ رہی ہیں پھر پانے لگا اپنے جی میں

خَيْفَةً مُّوسَى ٦٧ قُلْنَا لَا تَخَفُ إِنَّكَ أَنْتَ

ڈر موسیٰ ہم نے کہا تو مت ڈر مقرر تو ہی رہے گا

الْأَعْلَى ٦٨ وَأَلْقَى مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفُ مَا صَنَعُوا ط

غالب اور ڈال جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے کہ نکل جائے جو کچھ انہوں نے بنایا

إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سِحْرِطٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى ٦٩

انکا بنایا ہوا تو فریب ہے جادو گر کا اور بھلا نہیں ہوتا جادو گر کا جہاں ہو (آوے)

یعنی تمہارا جو دین اور رسوم پہلے سے چلی آتی ہیں ان کو مٹا کر اپنا دین اور طور و طریق رائج کر دیں اور جادو کے فن کو بھی جس سے ملک میں تمہاری عزت اور کمائی ہے، چاہتے ہیں کہ دونوں بھائی تم سے لے اڑیں اور تنہا خود اس پر قابض ہو جائیں۔

مقابلے کا عزم | یعنی موقع کی اہمیت کو سمجھو، وقت کو ہاتھ سے نہ دو، پوری ہمت و قوت سے سب مل کر ان کے گرانے کی تدبیر کرو۔ اور دفعۃً ایسا متفقہ حملہ کر دو کہ پہلے ہی وار میں ان کے قدم اکھڑ جائیں کہ آج کا معرکہ فیصلہ کن معرکہ ہے، آج کی کامیابی دائمی کامیابی ہے۔ جو فریق آج غالب رہے گا، وہ ہمیشہ کے لئے منصور و مفلح سمجھا جائے گا۔

مقابلے کا آغاز | موسیٰ علیہ السلام نے نہایت بے پروائی سے جواب دیا کہ نہیں، تم پہلے اپنے حوصلے نکال لو اور اپنے کرتب دکھا لو۔ تا باطل کی زور آزمائی کے بعد حق کا غلبہ پوری طرح نمایاں ہو۔ یہ قصہ سورۃ اعراف میں گذر چکا وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

سحر کی حقیقت | یعنی ساحرین کی نظر بندی سے موسیٰ علیہ السلام کو یوں خیال ہونے لگا گویا رسیاں اور لائٹھیاں سانپوں کی طرح دوڑ رہی ہیں۔ اور واقع میں ایسا نہ تھا۔

حضرت موسیٰ کا اندیشہ | کہ جادو گروں کا یہ سوانگ دیکھ کر کہیں بیوقوف لوگ دھوکہ میں نہ پڑ جائیں اور سحر و معجزہ میں فرق نہ کر سکیں۔ ایسی صورت میں حق کا غلبہ واضح نہ ہوگا۔ خوف کا یہ مطلب آگے جواب سے ظاہر ہوتا ہے۔

یعنی ڈر کو دل سے نکال دو۔ اس قسم کے وسوسے مت لاؤ۔ اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور سر بلند رکھنے والا ہے۔

عصاء کو زمین پر ڈالنے کا حکم | یعنی اپنی لائٹھی زمین پر ڈال دو جو ان کے بنائے ہوئے سوانگ کا ایک دم لقمہ کر جائے گی۔

جادو گر فلاح نہیں پاتا | یعنی جادو گر کے ڈھکوسلے چاہے کہیں ہوں اور کسی حد تک پہنچ جائیں، حق کے مقابل کامیاب نہیں ہو سکتے نہ جادو گر کبھی فلاح پاسکتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں ساحر کے قتل کا حکم دیا گیا ہے۔

فَالْقِي السَّحْرَةَ سُبْحًا قَالُوا أَمِنَّا بِرَبِّ هَارُونَ

پھر گر پڑے جادو گر سجدہ میں بولے ہم یقین لائے رب پر ہارون

وَمُوسَى ۴۰ قَالَ أَمِنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ أَدْنٰ لَكُمْ طِرَانَهُ

اور موسیٰ کے بولا فرعون تم نے اس کو مان لیا میں نے ابھی حکم نہ دیا تھا وہ ہی

لَكِبِيرُكُمْ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَا قَطِيعَ أَيْدِيكُمْ

تمہارا بڑا ہے جس نے سکھایا تم کو جادو سواب میں کٹواؤں گا تمہارے ہاتھ

وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَلَا وَصَلِيَّتَكُمْ فِي جُدُوعِ

اور دوسری طرف کے پاؤں اور دوسری دونوں کا تم کو کھجور کے

النَّخْلِ وَلِتَعْلَمِنَّ أَيْنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَى ۴۱ قَالُوا

تنے پر اور جان لو گے ہم میں کس کا عذاب سخت ہے اور دیر تک رہنے والا وہ بولے

لَنْ نُؤْتِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيْتِ وَالَّذِي

ہم تجھ کو زیادہ نہ سمجھیں گے اس چیز سے جو پہنچی ہم کو صاف دلیل اور اس سے

فَطَرْنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ ۶ إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ

جس نے ہم کو پیدا کیا سو تو کر گذر جو تجھ کو کرنا ہے تو یہی کرے گا اس

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۴۲ إِنَّا أَمِنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطِيئَاتِنَا

دنیا کی زندگی میں ہم یقین لائے ہیں اپنے رب پر تاکہ بخشے ہم کو ہمارے گناہ

وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللَّهُ خَيْرٌ

اور جو تو نے زبردستی کروایا ہم سے یہ جادو اور اللہ بہتر ہے اور

جادوگروں کا ایمان لانا | ساحرین فن کے جاننے والے تھے۔ اصول فن کے اعتبار سے فوراً سمجھ گئے کہ یہ سحر نہیں ہو سکتا یقیناً سحر سے اوپر کوئی اور حقیقت ہے، دل میں ایمان آیا اور سجدہ میں گر پڑے۔ یہ قصہ سورۃ اعراف میں گذر چکا۔

فرعون کی بیچارگی اور غصہ | یعنی ہم سے بے پوچھے ہی ایمان لے آئے۔ ہمارے فیصلہ کا بھی انتظار نہ کیا۔ معلوم ہو گیا کہ یہ تمہاری اور موسیٰ کی ملی بھگت ہے، جنگ زرگری کر کے عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہو جیسا کہ سورۃ اعراف میں گذرا۔

یعنی داہنا ہاتھ بائیں پاؤں، یا بائیں ہاتھ داہنا پاؤں،

تا کہ تمہارا حال دیکھ کر سب عبرت حاصل کریں۔

فرعون کی دھمکیاں | یعنی تم ایمان لا کر سمجھتے ہو کہ ہم ہی ناجی ہیں اور دوسرے لوگ (یعنی فرعون اور اسکے ساتھی) سب ابدی عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ سوا بھی تم کو معلوم ہوا چاہتا ہے کہ کس کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیر تک رہنے والا ہے۔

جادوگروں کا ثبات و استقامت | یعنی ہم ایسے صاف دلائل کو تیری خاطر سے نہیں چھوڑ سکتے اور اپنے خالق حقیقی کی خوشنودی کے مقابلہ میں تیری کچھ پروا نہیں کر سکتے۔ اب جو تو کر سکتا ہے کر گذر۔ تیرا بڑا زور یہ ہی چل سکتا ہے کہ ہماری اس فانی زندگی کو ختم کر دے۔ سو کچھ مضائقہ نہیں، ہم پہلے ہی دار الفناء کے مقابلہ میں دارالقرار کو اختیار کر چکے ہیں۔ ہم کو اب یہاں کے رنج و راحت کی فکر نہیں۔ تمنا صرف یہ ہے کہ ہمارا مالک ہم سے راضی ہو جائے اور ہمارے عام گناہوں کو خصوصاً اس گناہ کو جو تیری حکومت کے خوف سے زبردستی کرنا پڑا (یعنی حق کا مقابلہ جادو سے) معاف فرما دے۔ کہتے ہیں کہ جادوگر حضرت موسیٰ کے نشان دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ یہ جادو نہیں۔ مقابلہ نہ کرنا چاہئے، پھر فرعون کے ڈر سے کیا۔

أَبْقَى ۴۳ إِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ

سدا باقی رہنے والا ♦ بات یہی ہے کہ جو کوئی آیا اپنے رب کے پاس گناہ لے کر

سواس کے واسطے

جَهَنَّمَ ۴۴ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ۴۵ وَمَنْ يَأْتِهِ

دوزخ ہے نہ مرے اس میں نہ جیے ♦ اور جو آیا اس کے پاس

اور جو آیا اس کے پاس

مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ

ایمان لے کر ایمان لے کر نیکیاں کر کر سوان لوگوں کے لئے ہیں درجے

الْعُلَى ۴۶ جَنَّاتٍ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

بلند باغ ہیں بسنے کے بہتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں

خَالِدِينَ فِيهَا ۴۷ وَذَلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّى ۴۸

ہمیشہ رہا کریں گے ان میں ♦ اور یہ بدلہ ہے اس کا جو پاک ہوا ♦

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ ۴۹ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي

اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کو کہ لے نکل میرے بندوں کو رات سے،

فَاصْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۵۰ لَا تَخَفُ

پھر ڈال دے ان کے لئے سمندر میں رستہ سوکھا نہ خطرہ کر

دَرَكًا وَلَا تَخْشَى ۵۱ فَاتَّبِعْهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ

آپڑنے کا اور نہ ڈر ڈوبنے سے، پھر پیچھا کیا ان کا فرعون نے اپنے لشکروں کو لے کر

فَغَشِبَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِبَهُمْ ۵۲ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ

پھر ڈھانپ لیا انکو پانی نے جیسا کہ ڈھانپ لیا اور بہکا یا فرعون نے

یعنی جو انعام و اکرام تو ہم کو دیتا اس سے کہیں بہتر اور پائدار اجر مومنین کو خدا کے ہاں ملتا ہے۔

اللہ کی نافرمانی کا انجام | یعنی انسان کو چاہئے کہ اول آخرت کی فکر کرے۔ لوگوں کا مطیع بن کر خدا کا مجرم نہ بنے۔ اُس کے مجرم کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ دنیا کی تکلیفیں کتنی ہی شاق ہوں موت آکر سب کو ختم کر دیتی ہے۔ لیکن کافر کو دوزخ میں موت بھی نہیں آئے گی جو تکالیف کا خاتمہ کر دے، اور جینا بھی جینے کی طرح کا نہ ہوگا، زندگی ایسی ہوگی کہ موت کو ہزار درجہ اس پر ترجیح دے گا، العیاذ باللہ۔

مومنین کے انعامات | مجرمین کے بالمقابل یہ مطیعین کا انجام بیان فرما دیا۔

یعنی پاک ہوا، گندے خیالات، فاسد عقائد، رذیل اخلاق، اور برے اعمال سے۔

حضرت موسیٰ کو ہجرت کا حکم | جب فرعونوں نے میدان مقابلہ میں شکست کھائی، ساحرین مشرف بایمان ہو گئے۔ بنی اسرائیل کا پلہ بھاری ہونے لگا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے سا لہا سال تک اللہ تعالیٰ کی آیات باہرہ دکھلا کر ہر طرح حجت تمام کر دی۔ اس پر بھی فرعون حق کو قبول کرنے اور بنی اسرائیل کو آزادی دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ تب حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ سب بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر رات کے وقت مصر سے ہجرت کر جاؤ تا اس طرح بنی اسرائیل کی مظلومیت اور غلامی کا خاتمہ ہو۔ راستہ میں سمندر (بحر قلزم) حائل ہوگا لیکن تم جیسے اولوالعزم پیغمبر کے راستہ میں سمندر کی موجیں حائل نہیں ہونی چاہئیں۔ ان ہی کے اندر سے اپنے لئے خشک راستہ نکال لو۔ جس سے گذرتے ہوئے نہ غرق ہونے کا اندیشہ کرو اور نہ اس بات کا کہ شاید دشمن پیچھے سے تعاقب کرتا ہوا آ پکڑے۔

سمندر کے درمیان خشک راستہ | چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق سمندر میں لاٹھی ماری جس سے پانی پھٹ کر راستہ نکل آیا خدا نے ہوا کو حکم دیا کہ زمین کو فوراً خشک کر دے۔ چنانچہ آنا فنا سمندر کے بیچ میں خشک راستہ تیار ہو گیا جس کے دونوں طرف پانی کے پہاڑ کھڑے ہوئے تھے "فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطُّوْدِ الْعَظِيمِ" بنی اسرائیل اس پر سے بے تکلف گذر گئے۔

فرعون کا تعاقب اور ہلاکت | پیچھے سے فرعون اپنے عظیم الشان لشکر کو لئے تعاقب کرتا آ رہا تھا۔ خشک راستہ دیکھ کر ادھر ہی گھس پڑا۔ جس وقت بنی اسرائیل عبور کر گئے اور فرعونی لشکر راستہ کے بیچوں بیچ پہنچا، خدا تعالیٰ نے سمندر کو ہر طرف سے حکم دیا کہ ان سب کو اپنی آغوش میں لے لے۔ پھر کچھ نہ پوچھو کہ سمندر کی موجوں نے کس طرح ان سب کو ہمیشہ کے لئے ڈھانپ لیا۔

قَوْمَهُ وَمَا هَدَىٰ ۞ يَبْنِي إِسْرَائِيلَ ۞ قَدْ أَنْجَيْنَاكُمْ

اپنی قوم کو اور نہ بھجایا ۞ اے اولاد اسرائیل ۞ چھڑا لیا ہم نے تم کو

مِنْ عَدُوِّكُمْ وَوَعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنِ

تمہارے دشمن سے اور وعدہ ٹھہرایا تم سے وہنی طرف پہاڑ کی

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوَةَ ۞ كَلُوا مِنْ

اور اتارا تم پر من اور سلوئی کھاؤ

طَيِّبَاتٍ مَّا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ

تھری چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو اور نہ کرو اس میں زیادتی ۞ پھر تو اترے گا

عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۞ وَمَنْ يَحِلِّ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ

تم پر میرا غصہ اور جس پر اترا میرا غصہ

هُوَ ۞ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ

وہ پکا گیا ۞ اور میری بڑی بخشش ہے اس پر جو توبہ کرے اور یقین لائے اور کرے

صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ۞ وَمَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ

بھلا کام پھر راہ پر ہے ۞ اور کیوں جلدی کی تو نے اپنی قوم سے

يُوسُفُ ۞ قَالَ هُمْ أَوْلَاءٌ عَلَيَّ أَشْرَىٰ وَعَجِلْتُ

اے موسیٰ بولا وہ یہ آ رہے ہیں میرے پیچھے اور میں جلدی آیا

إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ۞ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ

تیری طرف اے میرے رب تاکہ تو راضی ہو ۞ فرمایا ہم نے تو بچلا دیا تیری قوم کو

یعنی دعوے تو زبان سے بہت کیا کرتا تھا۔ ”وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ“ لیکن اس نے اپنی قوم کو کیسا اچھا راستہ بتلایا۔ وہ ہی مثال سچی کر دی کہ ”ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔“ جو حال دنیا میں ہوا تھا وہ ہی آخرت میں ہوگا۔ یہاں سب کو لے کر سمندر میں ڈوبا تھا وہاں سب کو ساتھ لے کر جہنم میں گرے گا۔ ”يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ“ (ہود رکوع ۹) **بنی اسرائیل کو نصیحت** | یہ حق تعالیٰ بنی اسرائیل کو نصیحت فرماتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تم پر کیسے کیسے احسان و انعام کئے، چاہئے کہ ان کا حق ادا کرو۔ کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ ایسے سخت جابر و قاہر دشمن کے ہاتھوں سے تم کو نجات دی اور اس کو کیسے عبرتناک طریقہ سے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک کیا۔ پھر بتوسط حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تم سے وعدہ ٹھہرا کہ مصر سے شام کو جاتے ہوئے کوہ ”طور“ کا جو مبارک و میمون حصہ داہنے ہاتھ پڑتا ہے وہاں آؤ تم کو ”تورات“ عطا کی جائے گی۔ ”تبیہ“ کے لقمہ و دق میدان میں تمہارے کھانے کے لئے من و سلویٰ اتارا گیا (جس کا ذکر سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے) ان احسانات کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال طیب لذیذ اور ستھری چیزیں عنایت فرمائی ہیں انہیں شوق سے استعمال کرو۔ لیکن اس معاملہ میں حد سے نہ گزرو مثلاً ناشکری یا فضول خرچی کرنے لگو۔ یا اس فانی تنعم پر اترنے لگو۔ یا اس میں سے حقوق واجبہ ادا نہ کرو۔ یا اللہ کی دی ہوئی دولت معاصی میں خرچ کرنے لگو۔ یا جہاں اور جس وقت جوڑ کر رکھنے کی ممانعت ہے وہاں جوڑنے کے پیچھے پڑ جاؤ، غرض خدا کی نعمتوں کو طغیان و عصیان کا آلہ نہ بناؤ۔

یعنی زیادتی کرو گے تو اللہ کا غضب تم پر نازل ہوگا اور ذلت و عذاب کے تاریک غاروں میں پٹک دیے جاؤ گے۔

مغضوبین کے بالمقابل یہ مغفورین کا بیان ہوا۔ یعنی کتنا ہی بڑا مجرم ہو اگر سچے دل سے تائب ہو کر ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کر لے اور اسی پر موت تک مستقیم رہے تو اللہ کے یہاں بخشش اور رحمت کی کمی نہیں۔

کوہ طور پر حضرت موسیٰ کی عجلت | حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب وعدہ نہایت اشتیاق کے ساتھ کوہ طور پہنچے۔ شاید قوم کے بعض نقباء کو بھی ہمراہ لے جانے کا حکم ہوگا وہ ذرا پیچھے رہ گئے۔ حضرت موسیٰ شوق میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ! ایسی جلدی کیوں کی کہ قوم کو پیچھے چھوڑ آئے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار! تیری خوشنودی کے لئے جلد حاضر ہو گیا۔ اور قوم بھی کچھ زیادہ دور نہیں یہ میرے پیچھے چلی آرہی ہے۔ کذا فی التفاسیر و یحتمل غیر ذلک واللہ اعلم۔

مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَهُ

پھر انا بھرا

اور یہ کایا ان کو سامری نے

تیرے پیچھے

مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ۚ قَالَ يُقَوْمِ

اپنے قوم

کہا

غصہ میں بھرا بچتا ہوا

اپنی قوم کے پاس

موسیٰ

أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعُدًّا حَسَنًا ۚ أَفَطَالَ

کیا طویل ہو گئی

اچھا وعدہ

کیا تم سے وعدہ نہ کیا تھا تمہارے رب نے

عَلَيْكُمْ الْعَهْدُ أَمْ أَرَدْتُمْ أَنْ يَجِلَّ عَلَيْكُمْ

کہ اترے تم پر

یا چاہا تم نے

تم پر مدت

غَضَبٌ مِّنْ رَبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِي ﴿۸۶﴾ قَالُوا مَا

بولے

اس لئے خلاف کیا تم نے میرا وعدہ

تمہارے رب کا

غضب

أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلِكِنَا وَلِكِنَّا حَمَلْنَا أَوْنًا أَرَأَا

و لیکن اٹھوایا ہم سے بھاری بوجھ

اپنے اختیار سے

ہم نے خلاف نہیں کیا تیرا وعدہ

مِّنْ زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَدْ فَتِنَّا بِكَ الْفِي

پھر اس طرح ڈھالا

سو ہم نے اس کو پھینک دیا،

قوم فرعون کے زیور کا

السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خَوَاصِرٌ

ایک دھڑ (بدن) جس میں آواز گانے کی،

پھر بنا نکالا (بنا کھڑا کیا) ان کے واسطے ایک بچھرا

سامری نے

فَقَالُوا هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَىٰ ه ۚ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾

سو وہ بھول گیا

اور معبود ہے موسیٰ کا

یہ معبود ہے تمہارا

پھر کہنے لگے

قوم کو سامری کا بہکانا | یعنی تم تو ادھر آئے اور ہم نے تیری قوم کو ایک سخت آزمائش میں ڈال دیا، جس کا سبب عالم اسباب میں سامری بنا ہے کیونکہ اسی کے انغواء و اضلال سے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی غیبت میں پچھڑا پوجنا شروع کر دیا تھا۔ جس کا قصہ سورہ اعراف میں گذر چکا ہے۔ **تنبیہ** | سامری کا نام بھی بعض کہتے ہیں موسیٰ تھا۔ بعض کے نزدیک یہ اسرائیلی تھا بعض کے نزدیک قبلی۔ بہر حال جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کا منافق تھا اور منافقین کی طرح فریب اور چال بازی سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ ابن کثیر کی روایت کے موافق کتب اسرائیلیہ میں اس کا نام ہارون ہے۔

قوم پر حضرت موسیٰ کا غصہ | یعنی میرے اتباع میں تم کو دینی و دنیوی ہر طرح کی بھلائی پہنچے گی۔ چنانچہ بہت سی عظیم الشان بھلائیاں ابھی ابھی تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو اور جو باقی ہیں وہ بھی عنقریب ملنے والی ہیں۔ کیا اس وعدہ کو بہت زیادہ مدت گذر گئی تھی کہ تم پچھلے احسانات کو بھول گئے اور اگلے انعامات کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہو؟ یا جان بوجھ کر تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی؟ اور دین تو حید پر قائم نہ رہ کر خدا کا غضب مول لیا (كذَّابَسْرُہ ابن کثیر رحمہ اللہ) یا یہ مطلب لیا جائے کہ تم سے حق تعالیٰ نے تمیں چالیس روز کا وعدہ کیا تھا کہ اتنی مدت موسیٰ علیہ السلام ”طور“ پر معتکف رہیں گے، تب تورات شریف ملے گی۔ تو کیا بہت زیادہ مدت گذر گئی کہ تم انتظار کرتے کرتے تھک گئے؟ اور گوسالہ پرستی اختیار کر لی، یا عمدیہ حرکت کی ہے تا غضب الہی کے مستحق بنو۔ اور ”اَخْلَفْتُمْ مَوْعِدِي“ سے مراد وہ وعدہ ہے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا کہ آپ ہم کو خدا کی کتاب لا دیجئے ہم اسی پر عمل کیا کریں گے اور آپ کے اتباع پر مستقیم رہیں گے۔

زیورات اور سونے کا پچھڑا | یعنی ہم نے اپنے اختیار سے از خود ایسا نہیں کیا، یہ حرکت ہم سے سامری نے کرائی۔ صورت یہ ہوئی کہ قوم فرعون کے زیورات کا جو بوجھ ہم پر لدا ہوا تھا اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اسے کیا کریں۔ وہ ہم نے باہمی مشورہ کے بعد اپنے سے اتار پھینکا۔ اس کو آگ میں پگھلا کر سامری نے ڈھال لیا اور پچھڑے کی صورت بنا کر کھڑی کر دی۔ یہ قصہ سورہ اعراف میں گذر چکا ہے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔ **تنبیہ** | قوم فرعون کے یہ زیورات کس طرح بنی اسرائیل کے ہاتھ آئے تھے؟ یا ان سے مستعار لئے تھے۔ یا مال غنیمت کے طور پر ملے یا اور کوئی صورت ہوئی۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ کوئی صورت بھی ہو، بنی اسرائیل انکا استعمال اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے تھے، لیکن غضب ہے کہ اس کا بت بنا کر پوجنا جائز سمجھا۔

یعنی موسیٰ سے بھول ہوئی کہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے طور پر گئے۔ خدا تو یہاں موجود ہے۔ یعنی یہ ہی پچھڑا العیاذ باللہ۔ شاید یہ قول ان میں سے سخت غالیوں کا ہوگا۔

أَفَلَا يَرُونَ إِلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا ۚ وَلَا يَمْلِكُ

بھلا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ جواب تک نہیں دیتا ان کو کسی بات کا اور اختیار نہیں رکھتا

لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ ۱۸۹ ۚ وَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونَ مِنْ

ان کے برے کا اور بھلے کا اور کہا تھا ان کو ہارون نے

قَبْلُ يَقَوْمِ إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهِ ۗ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَنُ

پہلے سے اے قوم بات یہی ہے کہ تم بہک گئے اس بچھڑے سے اور تمہارا رب تو رحمن ہے

فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي ۚ ۱۹۰ ۚ قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْه

سو میری راہ چلو اور مانو بات میری بولے ہم برابر اسی پر لگے

عَكْفِينَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ ۚ ۱۹۱ ۚ قَالَ يَهُدُونَ مَا

بیٹھے رہیں گے جب تک لوٹ کر آئے ہمارے پاس موسیٰ کہا موسیٰ نے اے ہارون کس چیز نے

مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوا ۚ ۱۹۲ ۚ إِلَّا تَتَّبِعَنِ ط ۚ أَفَعَصَيْتَ

روکا تجھ کو جب دیکھا تھا تو نے کہ وہ بہک گئے، کہ تو میرے پیچھے نہ آیا کیا تو نے رد کیا

أَمْرِي ۚ ۱۹۳ ۚ قَالَ يَبْنَؤُمْ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا يَرَأْسِي ۚ

میرا حکم وہ بولا اے میری ماں کے بنے نہ پکڑ میری داڑھی اور نہ سر

إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ

میں ڈرا کہ تو کہے گا پھوٹ ڈال دی تو نے بنی اسرائیل میں

وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ۚ ۱۹۴ ۚ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا مَعْرِي ۚ ۱۹۵ ۚ

اور یاد نہ رکھی میری بات کہا موسیٰ نے اب تیری کیا حقیقت ہے اے سامری

یعنی اندھوں کو اتنی موٹی بات بھی نہیں سوجھتی کہ جو مورتی نہ کسی سے بات کر سکے نہ کسی کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچانے کا اختیار رکھے، وہ معبود یا خدا کس طرح بن سکتی ہے۔

قوم کو حضرت ہارون کی تشبیہ | یعنی حضرت ہارون نرمی سے زبانی فہمائش کر چکے تھے کہ جس پچھڑے پر تم مفتون ہو رہے ہو، وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ تمہارا پروردگار اکیلا رحمان ہے۔ جس نے اب تک خیال کرو کہ قدر رحمتوں کی بارش تم پر کی ہے۔ اسے چھوڑ کر کدھر جا رہے ہو۔ میں موسیٰ کا جانشین ہوں اور خود نبی ہوں اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو لازم ہے کہ میری راہ چلو اور میری بات مانو۔ سامری کے اغواء میں مت آؤ۔

قوم کی ضد | یعنی موسیٰ کے واپس آنے تک تو ہم اس سے ملتے نہیں ان کے آنے پر دیکھا جائے گا جو کچھ مناسب معلوم ہوگا کریں گے۔

حضرت ہارون سے حضرت موسیٰ کی باز پرس | یعنی میں تم کو اپنا خلیفہ بنا کر اور حکم کر کے گیا تھا کہ میری غیبت میں ان کی اصلاح کرنا اور مفسدین کے راستہ پر نہ چلنا۔ پھر تم نے کیا اصلاح کی؟ کیوں اپنے موافقین کو ساتھ لے کر ان گوسالہ پرستوں کا سختی سے مقابلہ نہ کیا؟ اگر یہ نہ ہو سکتا تھا تو ان سے منقطع ہو کر میرے پاس کیوں نہیں چلے آئے؟ غرض تم نے ایسی صریح گمراہی کو دیکھ کر میرے طریق کار کی پیروی کیوں نہیں کی؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرط جوش میں ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے تھے۔ اس کی مفصل بحث سورہ اعراف کے فوائد میں گذر چکی۔

حضرت ہارون کی معذرت | یعنی میری سمجھ میں یہ ہی آیا کہ تمہارے آنے کا انتظار کرنا اس سے بہتر ہے کہ تمہارے پیچھے کوئی ایسا کام کروں جس سے بنی اسرائیل میں پھوٹ پڑ جائے۔ کیونکہ ظاہر ہے اگر مقابلہ یا انقطاع ہوتا تو کچھ لوگ میرے ساتھ ہوتے اور بہت سے مخالف رہتے۔ مجھے ڈر ہوا کہ تم آ کر یہ الزام نہ دو کہ میرا انتظار کیوں نہ کیا؟ اور قوم میں ایسا تفرقہ کیوں ڈال دیا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”چلتے وقت موسیٰ ہارون کو نصیحت کر گئے تھے کہ سب کو متفق رکھیو۔ اس لئے انہوں نے پچھڑا پوجنے والوں کا مقابلہ نہ کیا۔ زبان سے البتہ سمجھایا وہ نہ سمجھے“ بلکہ ان کے قتل پر تیار ہونے لگے وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي۔

سامری سے باز پرس | ادھر سے فارغ ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو ڈانٹ بتلائی اور فرمایا کہ اب تو اپنی حقیقت بیان کر۔ یہ حرکت تو نے کس وجہ سے کی؟ اور کیا اسباب پیش آئے کہ بنی اسرائیل تیری طرف جھک پڑے۔

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَهُ

یولا میں نے دیکھ لیا جو اوروں نے نہ دیکھا پھر بھرتلی میں نے ایک مٹھی

مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلْتُ لِي

پاؤں کے نیچے سے اس بھیجے ہوئے کے پھر میں نے وہی ڈال دی اور یہی صلاح دی مجھ کو

نَفْسِي ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ

میرے جی نے کہا سوئی نے دور ہو تیرے لئے زندگی بھر تو اتنی سزا ہے کہ

تَقُولَ لَا مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تَخْلَفَهُ

کہا کرے مت چھیڑو (ہاتھ نہ لگانا) اور تیرے واسطے ایک وعدہ ہے وہ ہرگز تجھ سے خلاف نہ ہوگا

وَانظُرْ إِلَىٰ آلِ الْهَيْكَلِ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا

اور دیکھ اپنے معبود کو جس پر تمام دن تو متکلف رہتا تھا

لنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ

ہم اُس کو جلا دیں گے پھر بجھیر دیں گے دریا میں اڑا کر تمہارا معبود

اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں سب چیز ساغنی ہے اس کے علم میں

كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۗ وَقَدْ

یوں سناتے ہیں ہم تجھ کو ان کے احوال جو پہلے گزر چکے اور

أَتَيْنَكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ

ہم نے دی تجھ کو اپنے پاس سے پڑھنے کی (پڑھنے کو) کتاب جو کوئی منہ پھیر لے اس سے

❖ حضرت جبریل کے پاؤں تلے کی مٹی | سامری نے کہا کہ مجھ کو ایک ایسی چیز نظر پڑی جو اوروں نے نہیں دیکھی تھی۔ یعنی

خدا کے بھیجے ہوئے فرشتہ (جبریل) کو گھوڑے پر سوار دیکھا۔ شاید یہ اس وقت ہوا ہو جب بنی اسرائیل دریا میں گھسے اور پیچھے پیچھے فرعون کا لشکر گھسا اس حالت میں جبریل دونوں جماعتوں کے درمیان میں کھڑے ہو گئے تا ایک کو دوسرے سے ملنے نہ دیں۔ بہر حال سامری نے کسی محسوس دلیل سے یا وجدان سے یا کسی قسم کے تعارف سابق کی بناء پر سمجھ لیا کہ یہ جبریل ہیں ان کے پاؤں یا انکے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے مٹی بھر مٹی اٹھالی۔ وہ ہی اب سونے کے پتھرے میں ڈال دی۔ کیونکہ اس کے جی میں یہ بات آئی کہ روح القدس کی خاک پا میں یقیناً کوئی خاص تاثیر ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”سونا تھا کافروں کا مال لیا ہوا فریب سے، اس میں مٹی پڑی برکت کی، حق اور باطل مل کر ایک کرشمہ بن گیا کہ جاندار کی طرح کی روح اور آواز اس میں ہو گئی۔“ ایسی چیزوں سے بہت بچنا چاہئے۔ اسی سے بُت پرستی بڑھتی ہے۔ تنبیہ | آیت کی جو تفسیر اوپر بیان ہوئی، صحابہ و تابعین اور علمائے مفسرین سے یہ ہی منقول ہے۔ بعض زانغین نے اس پر جو طعن کئے ہیں اور آیت کی دو از صواب تاویل کی ہیں، ان کا کافی جواب صاحب روح المعانی نے دیا ہے۔ یہاں اس قدر ربط کا موقع نہیں۔ من شاء فلیر اجمعہ۔

❖ سامری کی سزا | یعنی مجھے ہاتھ مت لگاؤ مجھ سے علیحدہ رہو، چونکہ اس نے پتھر کا ڈھونگ بنایا تھا چاہ وہ ریاست سے کہ لوگ اس کے ساتھ ہوں اور سردار مانیں اس کے مناسب سزا ملی کہ کوئی پاس نہ پھلے، جو قریب جائے وہ خود دور رہنے کی ہدایت کر دے۔ اور دنیا میں بالکل ایک ذلیل، اچھوت اور وحشی جانور کی طرح زندگی گزارے۔

❖ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”دنیا میں اس کو یہ ہی سزا ملی کہ لشکر بنی اسرائیل سے باہر الگ رہتا۔ اگر وہ کسی سے ملتا یا کوئی اس سے تو دونوں کو تپ چڑھتی، اسی لئے لوگوں کو دور دور کرتا۔ اور یہ جو فرمایا کہ ایک وعدہ ہے جو خلاف نہ ہوگا۔ شاید مراد عذاب آخرت ہے اور شاید دجال کا نکلنا، وہ بھی یہود میں سامری کے فساد کی تکمیل کرے گا۔ جیسے ہمارے پیغمبر مال پانٹتے تھے، ایک شخص نے کہا کہ انصاف سے بانٹو۔ فرمایا ”اس کی جنس کے لوگ نکلیں گے“ وہ خارجی نکلے کہ اپنے پیشواؤں پر لگے اعتراض پکڑنے، جو کوئی دین کے پیشواؤں پر طعن کرے ایسا ہی ہے۔“

❖ یعنی تیری سزا تو یہ ہوئی۔ اب تیرے جھوٹے معبود کی قلعی بھی کھولے دیتا ہوں۔ جس پتھرے کو تو نے خدا بنایا اور دن بھر وہاں دل جمائے بیٹھا رہتا تھا، ابھی تیری آنکھوں کے سامنے توڑ پھوڑ کر اور جلا کر رکھ کر دوں گا۔ پھر رکھ کر دریا میں بہا دوں گا۔ تا اُس کے پجاریوں کو خوب واضح ہو جائے کہ وہ دوسروں کو تو کیا نفع نقصان پہنچا سکتا، خود اپنے وجود کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا۔

❖ باطل کو مٹانے کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو حق کی طرف بلا تے جاتے ہیں یعنی پتھر تو کیا چیز ہے کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی معبود نہیں بن سکتی، سچا معبود تو وہ ہی ایک ہے جس کے سوا کسی کی بندگی عقلاً و نقلاً و فطرۃً روا نہیں اور جس کا لامحدود علم ذرہ ذرہ کو محیط ہے۔

❖ پچھلے واقعات سنانے کی حکمت | یعنی موسیٰ و فرعون کی طرح اور بہت سی گذشتہ اقوام کے واقعات ہم تجھ کو اور تیرے ذریعہ سے تمام دنیا کو سنا تے رہتے ہیں جس میں بہت سے فوائد ہیں مثلاً علم کی توفیر، معجزات کی تکثیر، پیغمبر اور مسلمانوں کی تسلی، عقلمندوں کے لئے عبرت و تذکیر اور معاندین کے حق میں تہدید و ترہیب کا سامان ہوتا ہے۔

❖ یعنی قرآن کریم جو ان عبرت آموز واقعات و حقائق پر مشتمل ہے۔

يَجْمَلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزُرًا ۱۰۰ خُلْدَيْنِ فِيهِ وَسَاءَ لَهُمْ

اٹھائے گا دن قیامت کے ایک بوجھ سدا رہیں گے اس میں اور برا ہے ان پر

يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِمْلًا ۱۰۱ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ

قیامت میں وہ بوجھ اٹھانے کا جس دن پھونکیں گے صور میں اور کھیر لائیں گے ہم

الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۱۰۲ يَتَخَفَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ

گناہ گاروں کو اس دن نیلی آنکھیں چپکے چپکے کہتے ہوں گے آپس میں

لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۱۰۳ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ

تم نہیں رہے مگر دس دن ہم کو خوب معلوم ہے جو کچھ کہتے ہیں جب بولے گا

أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ۱۰۴ وَيَسْأَلُونَكَ

ان میں اچھی راہ روش والا تم نہیں رہے مگر ایک دن اور تجھ سے پوچھتے ہیں

عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۱۰۵ فَيَذَرُهَا

پہاڑوں کا حال سو تو کہہ ان کو کھیر دے گا میرا رب اڑا کر پھر کر چھوڑے گا زمین کو

قَاعًا صَفْصَفًا ۱۰۶ لَا تَرَى فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۱۰۷

صاف (چٹیل) میدان نہ دیکھے تو اس میں موڑ (کٹی) اور نہ ٹیلا (اونچان)

يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَعِوَجٍ لَهُ ج وَخَشَعَتِ

اس دن پیچھے دوڑیں گے پکارنے والے کے ٹیزھی نہیں جس کی بات اور دب جائیں گی

الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ۱۰۸

آوازیں رحمن کے ڈر سے پھر تو نہ سنے گا مگر کھس کھسی آواز

یعنی اعراض و تکذیب سے جو گناہوں کا بوجھ قیامت کے دن اُن پر لا د جائے گا، کبھی ہلکا نہ ہوگا۔ ہمیشہ اس کے نیچے دبے رہیں گے پھر اس کا اٹھانا کوئی ہنسی کھیل نہیں جب اٹھائیں گے تو پتہ چلے گا کہ کیسے بُرے اور سخت بوجھ کے نیچے دبائے گئے ہیں۔

محشر میں مجرمین کی حالت | یعنی محشر میں لائے جانے کے وقت اندھے ہونگے۔ یا شاید یوں ہی آنکھیں نیلی ہوں بدنمائی کے واسطے، بہر حال اگر پہلے معنی لئے جائیں تو یہ ایک خاص وقت کا ذکر ہے۔ پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی تاکہ دوزخ وغیرہ کو دیکھ سکیں۔ وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ الْآیَہ (الکہف رکوع ۷) اَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونا (مریم رکوع ۲۷)

دنیا کی زندگی پر ندامت | یعنی آخرت کا طول اور وہاں کے ہولناک احوال کی شدت کو دیکھ کر دنیا میں یا قبر میں رہنا اتنا کم نظر آئے گا کہ گویا ہفتہ عشرہ سے زیادہ نہیں رہے۔ بڑی جلدی دنیا ختم ہو گئی۔ یہاں کے مزے اور لمبی چوڑی امیدیں سب بھول جائیں گے۔ بیہودہ عمر ضائع کرنے پر ندامت ہوگی۔ یا شاید معذرت کے طور پر ایسا کہیں گے۔ یعنی دنیا میں بہت ہی کم ٹھہرنا ہوا۔ موقع نہ ملا کہ آخرت کے لئے کچھ سامان کرتے جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ۔ الی آخرہ (روم رکوع ۶)

یعنی چپکے کہنا ہم سے نہیں چھپتا۔ وہ آپس میں جو سرگوشیاں کریں گے ہم کو خوب معلوم ہیں۔ یعنی جو ان میں زیادہ عقلمند، صائب الرائے اور ہوشیار ہو گا وہ کہے گا کہ میاں دس دن بھی کہاں؟ صرف ایک ہی دن سمجھو۔ اس کو زیادہ عقلمند اور اچھی راہ روش والا اس لئے فرمایا کہ دنیا کے زوال و فنا اور آخرت کی بقاء و دوام اور شدت ہول کو اس نے دوسروں سے زیادہ سمجھا۔

قیامت کے دن پہاڑوں کی حالت | یعنی قیامت کے ذکر پر منکرین حشر استہزاء کہتے ہیں کہ ایسے ایسے سخت اور عظیم الشان پہاڑوں کا کیا حشر ہوگا؟ کیا یہ بھی ٹوٹ پھوٹ جائیں گے؟ اس کا جواب دیا کہ حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کے سامنے پہاڑوں کی کیا حقیقت ہے ان سب کو ذرا سی دیر میں کوٹ پیس کر ریت کے ذرات اور دھنی ہوئی روئی کی طرح ہوا میں اڑا دیا جائے گا اور زمین بالکل صاف و ہموار کر دی جائے گی جس میں کچھ ایچ پیچ اور اونچ نیچ نہ رہے گی، پہاڑوں کی رکاوٹیں ایک دم صاف کر دی جائیں گی۔

یعنی جدھر فرشتہ آواز دے گا یا جہاں بلائے جائیں گے سیدھے تیر کی طرح ادھر دوڑے جائیں گے۔ نہ بلانے والے کی بات ٹیڑھی ہوگی اور نہ دوڑنے والوں میں کچھ ٹیڑھا تر چھاپن رہے گا۔ کاش یہ لوگ دنیا میں اللہ کے داعی کی آواز پر اسی طرح سیدھے جھپٹتے تو وہاں کام آتا۔ پر پہاں اپنی بدبختی اور کجروی سے ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتے رہے۔

رحمن کے ڈر سے آوازوں کا پست ہونا | یعنی محشر کی طرف چلنے کی کھسکھاہٹ کے سوا اُس وقت رحمان کے خوف و ہیبت کے مارے کسی کی آواز نہ سنائی دے گی، اگر کوئی کچھ کہے گا بھی تو اس قدر آہستہ جیسے کانا پھوسی کرتے ہوں۔

يَوْمِيذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أِذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ

اس دن کام نہ آئے گی سفارش مگر جس کو اجازت دی رحمن نے

وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۱۰۹ ۞ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا

اور پسند کی اس کی بات اور وہ جانتا ہے جو کچھ ہے ان کے آگے اور

خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ۱۱۰ ۞ وَعَدَّتِ الْوُجُوهُ

بیچھے اور یہ قابو میں نہیں لا سکتے اس کو دریافت کر کر اور رگڑتے ہیں منہ آگے اس

لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۱۱۱ ۞ وَمَنْ

جیتے (زندہ) ہمیشہ رہنے والے کے اور خراب ہوا جس نے بوجھ اٹھایا ظلم کا اور جو کوئی

يَعْمَلُ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخْفُ

کرتے کچھ بھلائیاں اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو سو اس کو ڈر نہیں

ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ۱۱۲ ۞ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا

بے انصافی کا اور نہ نقصان پہنچنے کا اور اسی طرح اتارا ہم نے قرآن عربی زبان کا

وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

اور پھیر پھیر کر سنائی ہم نے اس میں ڈرانے کی باتیں تاکہ وہ پرہیز کریں (ڈریں)

أَوْ يُحَدِّثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۱۱۳ ۞ فَتَعَلَى اللَّهِ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۞

یا ڈالے ان کے دل میں سوچ سو بلند درجہ اللہ کا اس سچے بادشاہ کا

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ

اور تو جلدی نہ کر قرآن کے لینے میں جب تک پورا نہ ہو چکے (ہو جایا کرے)

کوئی سفارش کام نہیں آئیگی | یعنی اس کی سفارش چلے گی جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سفارش کی اجازت ملے۔ اس کا بولنا خدا کو پسند ہو اور بات ٹھکانے کی کہے اور ایسے شخص کی سفارش کرے جس کی بات (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) خدا کو پسند آچکی ہے کافر کے حق میں کوئی سعی و سفارش نہیں چلے گی۔

یعنی خدا کا علم سب کو محیط ہے لیکن بندوں کا علم اس کو یا اس کی معلومات کو محیط نہیں۔ اس لئے وہ ہی اپنے علم محیط سے جانتا ہے کہ کس کو کس کے لئے شفاعت کا موقع دینا چاہئے۔

متکبرین کے سر جھک جائیں گے | یعنی اس روز بڑے بڑے سرکش متکبروں کے سر بھی علانیہ اسی ہی و قیوم کے سامنے ذلیل قیدیوں کی طرح جھکے ہوں گے۔ جنہوں نے کبھی خدا کے آگے پیشانی نہ ٹیکتی تھی اس وقت بڑی عاجزی سے گردن جھکائے چلے آئیں گے۔

یعنی ظالم کا حال کچھ نہ پوچھو کیسا خراب ہوگا۔ ظلم کے لفظ میں شرک اور دوسرے معاصی بھی داخل ہیں۔ جیسے فرمایا إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمان رکوع ۲) اور وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ أَلْحَ (آل عمران رکوع ۱۳) ہر ایک ظالم کی خرابی اس کے درجہ ظلم کے موافق ہوگی۔

بے انصافی یہ کہ کوئی نیکی ضائع کر دی جائے یا ناکردہ گناہ میں پکڑا جائے۔ اور نقصان پہنچنا یہ کہ استحقاق سے کم بدلہ دیا جائے۔

قرآن کریم کی تشبیہ صاف ہے | یعنی جیسے یہاں محشر کے احوال اور نیک و بد کے نتائج صاف صاف سنا دیے۔ اسی طرح ہم نے پورا قرآن صاف زبان عربی میں نازل کیا تا جو لوگ اس کے اولین مخاطب ہیں اس کو پڑھ کر خدا سے ڈریں۔ اور تقویٰ کی راہ اختیار کریں، اور اتنا نہ ہو تو کم از کم ان کے دلوں میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ سوچ تو پیدا ہو جائے۔ ممکن ہے یہ ہی سوچ اور غور و فکر آگے بڑھتے بڑھتے ہدایت پر لے آئے اور انکے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت ہو۔

جس نے ایسا عظیم الشان قرآن اتارا، اور اپنی رعایا کو ایسی سچی اور کھری باتیں ان کے فائدہ کے لئے سنائیں۔

وَحِبُّهُ ذُو قُلُوبٍ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴿۱۱۳﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ

اس کا اترنا اور کہہ اے رب زیادہ کر میری سمجھ اور ہم نے تاکید کر دی تھی

أَدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَ

آدم کو اس سے پہلے پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں کچھ ہمت (پختگی) اور

إِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا

جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ میں گر پڑے مگر

إِبْلِيسَ ط ﴿۱۱۵﴾ فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَكَ

نہ مانا ابلیس نے پھر کہہ دیا ہم نے اے آدم یہ دشمن تیرا ہے

وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى ﴿۱۱۶﴾

اور تیرے جوڑے کا سو نکوان دے تم کو بہشت سے، پھر تو پڑ جائے تکلیف میں

إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ﴿۱۱۷﴾ وَأَنَّكَ

تجھ کو یہ ملا ہے کہ نہ بھوکا ہو تو اس میں اور نہ تنکا اور یہ کہ

لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ﴿۱۱۸﴾ فَوَسَّوَسَ إِلَيْهِ

نہ پیاس کھینچے (جھیلے) تو اس میں اور نہ دھوپ پھر جی میں ڈالا اس کے

الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةٍ

شیطان نے کہا اے آدم میں بتاؤں تجھ کو درخت سدا

الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ ﴿۱۱۹﴾ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَت

زندہ رہنے کا اور بادشاہی جو پرانی نہ ہو پھر دونوں نے کھا لیا اس میں سے پھر کھل گئیں

آنحضرت کو ایک دعا کی تعلیم | یعنی جب قرآن ایسی مفید و عجیب چیز ہے تو جس طرح ہم اس کو بتدریج آہستہ آہستہ اتارتے ہیں، تم بھی اس کو جبریل سے لینے میں جلدی نہ کیا کرو۔ جس وقت فرشتہ وحی پڑھ کر سنائے، تم عجلت کر کے اس کے ساتھ ساتھ نہ پڑھو۔ ہم ذمہ لے چکے ہیں کہ قرآن تمہارے سینے سے نکلنے نہ پائے گا۔ پھر اس فکر میں کیوں پڑتے ہو کہ کہیں بھول نہ جاؤں اس فکر کے بجائے یوں دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ قرآن کی اور زیادہ سمجھ اور بیش از بیش علوم و معارف عطا فرمائے۔ دیکھو آدم نے ایک چیز میں بے موقع تعجیل کی تھی اس کا انجام کیا ہوا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”جبریل جب قرآن لاتے حضرت اُنکے پڑھنے کے ساتھ آپ بھی پڑھنے لگتے کہ بھول نہ جاؤں، اس کو پہلے منع فرمایا تھا سورۃ قیامہ میں ”لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ“ اور تسلی کر دی تھی کہ اس کا یاد رکھنا اور لوگوں تک پہنچانا ہمارے ذمہ ہے۔ لیکن بندہ بشر ہے، شاید بھول گئے ہوں اس لئے پھر اس آیت سے تقید کیا اور بھولنے پر آگے مثل بیان فرمائی آدم کی۔“

حضرت آدم کی بھول | وہ ہی جو دانہ کھا لیا تھا۔ بھول گئے، یعنی قائم نہ رہے، آگے اس قصہ کی قدرے تفصیل ہے۔

ظاہر ہے بہشت کا آرام دوسری جگہ کہاں مل سکتا ہے۔ آخر کھانے پہننے، رہنے سہنے کی تدبیریں کرنی پڑیں گی۔

انسان کی یہ ہی بڑی ضرورتیں ہیں، کھانا، پینا، پہننا اور رہنے کے لئے مکان جس میں دھوپ بارش کا بچاؤ ہو۔ جنت میں اس طرح کی کوئی تکلیف نہیں۔ ہر طرح راحت ہی راحت ہے۔ ع
بہشت آنجا کہ آزارے نباشد

یہاں راحت کا ذکر نہیں کیا۔ صرف تکلیفوں کی نفی کی شاید متنبہ کرنے کے لئے کہ یہاں سے نکلے تو ان سب چیزوں کی تکلیف اٹھاؤ گے۔

حضرت آدم کو شیطان کا اغواء | یعنی ایسا درخت بتاؤں جس کے کھانے سے کبھی موت نہ آئے اور لازوال بادشاہت ملے۔

لَهُمَا سَوَائِهِمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ

ان پر ان کی بری چیزیں (شرمگاہ)

اور لگے گا نٹھنے

اپنے اوپر

وَسَرَقِ الْجَنَّةِ زَوْعَصَىٰ أَدَمُ رَبَّهُ فَعَوَىٰ ۝۱۴۱ ثُمَّ

پتے بہشت کے

اور حکم نالا آدم نے اپنے رب کا

پھر راہ سے بہکا

پھر

اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَنَابَ عَلَيْهِ وَهَدَاهُ ۝۱۴۲ قَالَ اهْبِطَا

نواز دیا اس کو اس کے رب نے

پھر متوجہ ہوا اس پر

اور راہ پر لایا

فرمایا

اتر

مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۝۱۴۳ فَاِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ

یہاں سے دونوں اکٹھے (ایک ساتھ)

رہو ایک دوسرے کے دشمن

پھر اگر پہنچے تم کو

مِّنِّي هُدًى ۝۱۴۴ فَمِنْ اَتَّبَعَهُ هُدًى فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْفِي ۝۱۴۵

میری طرف سے ہدایت

پھر جو چلا میری بتلائی راہ پر

سو نہ وہ بھٹکے گا

اور نہ وہ تکلیف میں پڑے گا

وَمَنْ اَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَاِنَّ لَهُ مَعِيشَةً

اور جس نے منہ پھیرا

میری یاد سے

تو اس کو ملتی ہے گزاران

ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰی ۝۱۴۶ قَالَ رَبِّ لِمَ

تنگی کی

اور لائیں گے ہم اس کو دن قیامت کے اندھا

وہ کہے گا

اے رب کیوں

حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝۱۴۷ قَالَ كَذٰلِكَ

اٹھالایا تو مجھ کو اندھا

اور میں تو تھا دیکھنے والا

فرمایا

یونہی

اَتَّكَ اٰیٰتِنَا فَنَسِيْتَهَا ۝۱۴۸ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰی ۝۱۴۹

پہنچی تھیں تجھ کو ہماری آیتیں،

پھر تو نے ان کو بھلا دیا،

اور اسی طرح آج تجھ کو بھلا دیں گے

یہ سب قصہ سورۃ اعراف وغیرہ میں مفصل گزر چکا ہے۔ وہاں کے فوائد میں ہم اس کے اجزاء پر نہایت کافی و شافی کلام کر چکے ہیں۔
 یعنی جب حکم الہی کے امتثال میں غفلت و کوتاہی ہوئی تو اپنی شان کے موافق عزم و استقامت کی راہ پر ثابت قدم نہ رہے۔ اسی کو
 غوایت و عصیان سے تغلیظاً تعبیر فرمایا ہے بقاعدہ ”حسنات الأبرار سینات المقربین“ اس کی بحث بھی پہلے گزر چکی۔ یعنی
 شیطان کا تسلط نہیں ہونے دیا، بلکہ فوراً توبہ کی توفیق بخشی، خلعت قبول سے نوازا، اور بیش از بیش مہربانی سے اس کی طرف متوجہ ہوا اور
 اپنی خوشنودی کے راستہ پر قائم کر دیا۔

جنت سے نکلنے کا حکم | اگر یہ خطاب صرف آدم و حوا کو ہے تو یہ مراد ہوگی کہ ان کی اولاد آپس میں ایک دوسرے کی دشمن رہے
 گی۔ جیسا رفاقت کر کے گناہ کیا تھا۔ اس رفاقت کا بدلہ یہ ملا کہ اولاد آپس میں دشمن ہوئی اور اگر خطاب آدم و ابلیس کو ہے تو یہ مطلب
 ہوگا کہ دونوں کی ذریت میں یہ دشمنی برابر قائم رہے گی۔ شیاطین ہمیشہ بنی آدم کو ضرر پہنچانے کی کوشش کریں گے۔
 یعنی نبیوں اور کتابوں کے ذریعہ سے۔

یعنی نہ جنت کے راستہ سے بھٹکے گا نہ اس سے محروم ہو کر تکلیف اٹھائے گا۔ جس وطن اصلی سے نکل کر آیا تھا، بے کھٹکے پھر وہیں جا پہنچے گا۔
 اللہ سے غفلت دنیوی زندگی میں تنگی لاتی ہے | جو آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہو کر محض دنیا کی فانی زندگی ہی کو قبلہ مقصود
 سمجھ بیٹھا ہے، اس کی گذران مکر اور تنگ کر دی جاتی ہے گودیکھنے میں اس کے پاس بہت کچھ مال و دولت اور سامان عیش و عشرت نظر
 آئیں۔ مگر اس کا دل قناعت و توکل سے خالی ہونے کی بناء پر ہر وقت دنیا کی مزید حرص، ترقی کی فکر اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام
 رہتا ہے۔ کسی وقت ننانوے کے پھیر سے قدم باہر نہیں نکلتا۔ موت کا یقین اور زوال دولت کے خطرات الگ سوہان روح رہتے
 ہیں۔ یورپ کے اکثر متعممین کو دیکھ لیجئے کسی کورات دن میں دو گھنٹے اور کسی خوش قسمت کو تین چار گھنٹے سونا نصیب ہوتا ہوگا۔ بڑے
 بڑے کروڑ پتی دنیا کے محضوں سے تنگ آ کر موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگتے ہیں۔ اس نوع کی خودکشی کی بہت مثالیں پائی گئی ہیں۔
 نصوص اور تجربہ اس پر شاہد ہیں کہ اس دنیا میں قلبی سکون اور حقیقی اطمینان کسی کو بدون یاد الہی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ”الابذخیر
 اللہ تطمئن القلوب“ لیکن بقول ذوق عین بادہ ندانی بخدا تانہ چشمی۔ بعض مفسرین نے ”مَعِيشَةٌ ضَنْكًا“ کے معنی لئے ہیں وہ
 زندگی جس میں خیر داخل نہ ہو سکے۔ گویا خیر کو اپنے اندر لینے سے تنگ ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ ایک کافر جو دنیا کے نشہ میں بدست ہے اس
 کا سارا مال و دولت اور سامان عیش و تنعم آخر کار اس کے حق میں وبال بننے والا ہے۔ جس خوشحالی کا انجام چند روز کے بعد دائمی تباہی
 ہو۔ اسے خوشحالی کہنا کہاں زیبا ہے بعض مفسرین نے ”مَعِيشَةٌ ضَنْكًا“ سے قبر کی برزخی زندگی مراد لی ہے۔ یعنی قیامت سے پہلے
 اس پر سخت تنگی کا ایک دور آئے گا جبکہ قبر کی زمین بھی اس پر تنگ کر دی جائے گی۔ ”مَعِيشَةٌ ضَنْكًا“ کی تفسیر عذاب قبر سے بعض
 صحابہ نے کی ہے بلکہ بزار نے باسناد جید ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ بہر حال ”مَعِيشَةٌ ضَنْكًا“ کے تحت میں یہ سب
 صورتیں داخل ہو سکتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

حشر میں اندھا اٹھایا جائیگا | یعنی آنکھوں سے اندھا کر کے محشر کی طرف لایا جائے گا۔ اور دل کا بھی اندھا ہوگا کہ کسی حجت کی
 طرف رستہ نہ پائے گا۔ یہ ابتدائے حشر کا ذکر ہے پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی۔ تا دوزخ وغیرہ اہوال محشر کا معائنہ کرے۔
 یعنی جو کافر دنیا میں ظاہری آنکھیں رکھتا تھا تعجب سے سوال کرے گا کہ آخر مجھ سے کیا قصور ہوا جو آنکھیں چھین لی گئیں۔
 یعنی دنیا میں ہماری آیات دیکھ سن کر یقین نہ لایا نہ ان پر عمل کیا۔ ایسا بھولا رہا کہ سب سنی ان سنی کر دی۔ آج اسی طرح تجھ کو بھلایا جا
 رہا ہے۔ جیسے وہاں اندھا بنا رہا تھا، یہاں اسی کے مناسب سزا ملنے اور اندھا کر کے اٹھائے جانے پر تعجب کیوں ہے۔

وَكَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ ۝

اور اسی طرح بدل دیں گے ہم اس کو جو حد سے نکلا اور یقین نہ لایا اپنے رب کی باتوں پر

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى ۝ أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ

اور آخرت کا عذاب سخت ہے اور بہت باقی رہنے والا

كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي

کتنی غارت کر دیں ہم نے ان سے پہلے جماعتیں یہ لوگ پھرتے ہیں

مَسْكِنِهِمْ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَى ۝

ان کی جگہوں میں اس میں خوب نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کو

وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ

اور اگر نہ ہوتی ایک بات کہ نکل چکی تیرے رب کی طرف سے تو ضرور ہو جاتی مٹنے بجھنے (گھمسان) اور

أَجَلٌ مُّسَمًّى ۝ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ

اگر نہ ہوتا وعدہ مقرر کیا گیا سو تو سہارا جو وہ کہیں اور پڑھتا رہ

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۝

خوبیاں اپنے رب کی سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے (ڈوبنے) سے پہلے

وَمِنْ أَنَايِ الْبَيْلِ فَسَبِّحْهُ وَآطْرَافِ النَّهَارِ لَعَلَّكَ

اور کچھ گھڑیوں میں رات کی پڑھا کر اور دن کی حدوں پر شاید (تاکہ) تو

تَرْضَىٰ ۝ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ

راضی ہو اور مت پہرا پنی آنکھیں اس چیز پر جو فائدہ اٹھانے (برتنے) کو دی ہم نے

۱ یعنی اسی طرح ہر ایک مجرم کو اس کے مناسب حال سزا دی جائے گی۔

۲ اس لئے بڑی حماقت ہوگی کہ یہاں کی تکلیف سے گھبرائیں اور وہاں کے عذاب سے بچنے کی فکر نہ کریں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی یہ عذاب اندھا ہونے کا حشر میں ہے اور دوزخ میں اور زیادہ“

۳ تاریخ سے عبرت | یعنی آخرت میں جو سزا ملے گی اگر اس پر یقین نہیں آتا تو کیا تاریخی واقعات سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے۔ ان ہی مکہ والوں کے آس پاس کتنی قومیں اپنے کفر و طغیان کی بدولت تباہ کی جا چکی ہیں جن کے افسانے لوگوں کی زبان پر باقی ہیں اور جن میں سے بعض کے کھنڈرات پر ملک شام وغیرہ کا سفر کرتے ہوئے خود ان کا گذر بھی ہوتا ہے۔ جنہیں دیکھ کر ان غارت شدہ قوموں کی یاد تازہ ہو جانا چاہئے کہ کس طرح انہی مکانوں میں چلتے پھرتے ہلاک کر دیے گئے۔

۴ اللہ کے ڈھیل دینے کی مصلحت | یعنی حق تعالیٰ کی رحمت غضب پر سابق ہے۔ اسی لئے مجرم کو دیر تک اصلاح کا موقع دیتے ہیں اور پوری طرح اتمام حجت کے بدون ہلاک نہیں کرتے۔ بلکہ اس امت کے متعلق تو یہ بھی فرما دیا ہے۔ ”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ“ الخ اور اپنی خاص مہربانی سے عذاب عام مستأصل کو اس امت سے اٹھا لیا ہے۔ یہ بات ہے جو تیرے رب کی طرف سے نکل چکی اگر یہ نہ ہوتی اور ہر ایک مجرم قوم کے عذاب کا ایک خاص وقت مقرر نہ ہوتا تو لازمی طور پر ان کو عذاب آگھیرتا۔ کیونکہ ان کا کفر و شرارت اسی کو مقتضی ہے کہ فوراً ہلاک کر دیے جائیں۔ صرف مصالح مذکورہ بالا مانع ہیں جن سے اس قدر توقف ہو رہا ہے۔ آخر قیامت میں عذابِ عظیم کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ اور جب وقت آئے گا تو دنیا میں بھی اس گھمسان کا نمونہ دیکھ لیں گے۔ چنانچہ بدر میں مسلمانوں سے مڈ بھیسڑ ہوئی تو تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیا۔

۵ صبر کی تلقین | یعنی عذاب اپنے وقت پر ہو کر رہے گا۔ تاخیر و امہال کو دیکھ کر یہ لوگ جو کچھ کہیں بکنے دو۔ آپ فی الحال ان کی باتوں کو سہتے رہیے اور صبر و سکون سے آخری نتیجہ کا انتظار کیجئے۔ ان کے کلمات کفر پر حد سے زیادہ مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں۔

۶ فجر اور عصر کی نمازیں | یہ فجر اور عصر کی نمازیں ہوں۔ یعنی احمقوں اور شریروں کی باتوں پر دھیان نہ کرو۔ صبر و سکون کے ساتھ اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو۔ کیونکہ خدا کی مدد و صبر و صلوة دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ ”وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ“

۷ مغرب اور عشاء کی نمازیں | اس میں مغرب و عشاء بلکہ بعض تفاسیر کے موافق نماز تہجد بھی داخل ہے۔

۸ ظہر کی نماز | یہ ظہر کی نماز ہوگی، کیونکہ اس وقت دن کے نصف اول اور نصف آخر کی حدیں ملتی ہیں۔ بلکہ صحاح و قاموس وغیرہ میں تصریح کی ہے۔ کہ ”طَرَفٌ“ طائفة من الشیء، یعنی کسی شے کے حصہ کو کہتے ہیں۔ خاص حد اور کنارہ کے معنی نہیں اس صورت میں نہار کو جنس مان کر ہر دن کا ایک خاص حصہ مراد ہو سکتا ہے، جہاں دن کی تنصیف ہوتی ہے۔

۹ یعنی ایسا طرز عمل رکھو گے تو ہمیشہ دنیا و آخرت میں راضی رہو گے۔ اس عمل کا بڑا بھاری اجر ملے گا اور امت کی مدد ہوگی دنیا میں اور بخشش ہوگی آخرت میں آپ کی سفارش سے جسے دیکھ کر آپ خوش ہونگے۔

أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْسِنَهُمْ

ان طرح طرح کے لوگوں کو

رونق دنیا کی زندگی کی

ان کے جانچنے کو

فِيهِ ط وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۝۱۳۱ وَأَمْرٌ أَهْلَكَ

اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی

اور حکم کراپنے گھر والوں کو

بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ط لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ

نماز کا

اور خود بھی قائم رہ اس پر

ہم نہیں مانگتے تجھ سے روزی

ہم

نَرْزُقُكَ ط وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى ۝۱۳۲ وَقَالُوا لَوْ كَا

روزی دیتے ہیں تجھ کو

اور انجام بھلا ہے پرہیزگاری کا

اور لوگ کہتے ہیں

یہ کیوں نہیں لے آتا

يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّنْ رَبِّهِ ط أَوْلَمْ نَأْتِهِمْ بَيِّنَةٌ مَا فِي

ہمارے پاس

کوئی نشانی اپنے رب سے

کیا پہنچ نہیں چکی ان کو نشانی

الصُّحُفِ الْأُولَى ۝۱۳۳ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ

اگلی کتابوں میں کی

اور اگر ہم ہلاک کر دیتے ان کو

کسی آفت میں

قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْ كَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا

اس سے پہلے تو کہتے

اے رب کیوں نہ بھیجا ہم تک

کسی کو پیغام دے کر

کفار کے اسباب عیش پر نظر نہ کیجئے | یعنی دنیا میں قسم قسم کے کافروں مثلاً یہود، نصاریٰ، مشرکین، مجوس وغیرہ کو ہم نے عیش و تنعم کے جو سامان دیے ہیں ان کی طرف آپ کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے (جیسے اب تک نہیں دیکھا) یہ محض چند روزہ بہار ہے جس کے ذریعہ سے ہم ان کا امتحان کرتے ہیں کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے، جو عظیم الشان دولت حق تعالیٰ نے (اے پیغمبر) آپ کے لئے مقدر کی ہے مثلاً قرآن کریم، منصب رسالت، فتوحات عظیمہ، رفع ذکر اور آخرت کے اعلیٰ ترین مراتب اس کے سامنے ان فانی اور حقیر

تفسیر عثمان

سامانوں کی کیا حقیقت ہے۔ آپ کے حصہ میں جو دولت آئی وہ ان کی دولتوں سے کہیں بہتر ہے اور بذاتِ خود یا اپنے اثر کے اعتبار سے ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ بہر حال آپ نہ انکی تکذیب و اعراض سے مضطرب ہوں نہ ان کے ساز و سامان اور مال و دولت کی طرف نظر التفات اٹھائیں۔

◆ نماز کی تاکید | یعنی اپنے متعلقین اور اتباع کو بھی نماز کی تاکید فرماتے رہئے۔ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو (عادت ڈالنے کے لئے) نماز پڑھاؤ۔ جب دس برس کا ہو تو مار کر پڑھاؤ۔

◆ کسب معاش اور نماز | دنیا میں مالک غلاموں سے روزی کمواتے ہیں۔ وہ مالک بندگی چاہتا ہے اور غلاموں کو روزی آپ دیتا ہے (کذافی الموضح) غرض ہماری نماز سے اس کا کچھ فائدہ نہیں، البتہ ہمارا فائدہ ہے کہ نماز کی برکت سے بے غائلہ روزی ملتی ہے ”وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ“ (طلاق رکوع ۱) اسی لئے اگر فرض نماز اور کسب معاش میں تعارض ہو تو اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتا کہ کسب معاش کے مقابلہ میں نماز ترک کر دو۔ نماز بہر حال ادا کرنی ہے۔ روزی پہنچانے والا وہ ہی خدا ہے جس کی نماز پڑھتے ہیں۔ الحاصل کسب معاش کے ان ذرائع کا خدا تعالیٰ نے حکم نہیں دیا جو ادائے فرائضِ عبودیت میں مخل و مزاحم ہوں۔ انسان کو چاہئے کہ پرہیزگاری اختیار کرے۔ انجام کار دیکھ لے گا کہ خدا کس طرح اس کی مدد کرتا ہے۔

◆ یعنی کوئی ایسی کھلی نشانی کیوں نہیں دکھلاتے جس کے بعد ہم کو انکار کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ورنہ اس روز روز کی تہدید و تحویف سے کیا فائدہ۔

◆ کفار کا مطالبہ معجزات | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یعنی اگلی کتابوں میں خبر ہے رسول آخر الزماں کی۔ یا یہ معنی کہ پہلے پیغمبروں کی نشانی کافی ہے۔ یہ پیغمبر بھی اصولاً ان ہی باتوں کا تقید کرتا ہے کوئی انوکھی بات نہیں کہتا۔ یا یہ نشانی کہ اگلی کتابوں کے موافق واقعات بیان کرتا ہے۔“ اور بہترین تفسیر میرے نزدیک وہ ہے جو ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کی۔ یعنی یہ لوگ ہٹ دھرمی سے کہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہیں لایا۔ کیا اور سینکڑوں نشانات کے علاوہ سب سے بڑا عظیم الشان یہ قرآن ان کے پاس نہیں آچکا جو اگلی کتابوں کے ضروری مضامین کا محافظ اور ان کی صداقت کے لئے بطور حجت اور گواہ کے ہے اور جس کا اعجاز آفتاب سے زیادہ روشن ہے وَقَالُوا لَوْلَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ آيَاتٍ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرًا لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (عنکبوت رکوع ۵)

فَتَتَّبِعْ آيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزِيَ ۝۱۳۴

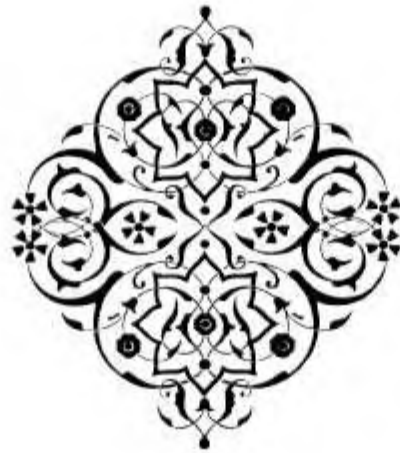
کہ ہم چلتے تیری کتاب (کلام) پر ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے

قُلْ كُلُّ مُتَرَبِّصٍ فَتَرَبَّصُوا ۝ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ

تو کہہ ہر کوئی راہ دیکھتا ہے سو تم بھی راہ دیکھو آئندہ جان لو گے کون ہیں

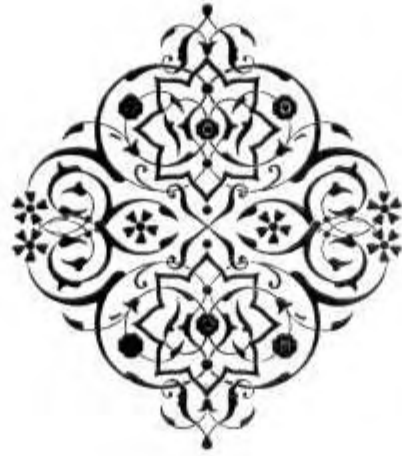
أَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدَى ۝۱۳۵

سیدھی راہ والے اور کس نے راہ پائی



آنحضرت کی بعثت کفار کیلئے حجت ہے | یعنی ایسا عظیم الشان نشان دیکھنے کے بعد تو کہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہ لایا۔ اور فرض کرو ہم یہ نشان نہ دکھاتے، یعنی قرآن نازل نہ کرتے، بس انزال کتاب اور ارسال رسول سے پہلے ہی کفر و شرک کی سزا میں ان کو دھر گھیٹتے، تو شور مچاتے کہ صاحب! سزا دینے سے پیشتر ہمارے پاس کوئی کتاب اور سمجھانے والا تو بھیجنا تھا کہ ہم کو ذلت و رسوائی اٹھانے سے قبل آگاہ کر دیتا۔ پھر دیکھتے کہ ہم آپ کے کہنے پر کیسا چلتے۔ غرض قرآن نہ آتا تو یوں کہتے، اب آیا تو اسے چھوڑ کر دوسری من گھڑت نشانیوں کا مطالبہ کرنے لگے۔ ان کا مقصود ہدایت حاصل کرنا ہی نہیں۔ فضول حیلے بہانے تراشتے رہتے ہیں۔ سو خیر ان سے کہہ دو کہ ہم اور تم دونوں انتظار کرتے ہیں کہ عنقریب پردہ غیب سے کیسا مستقبل سامنے آتا ہے۔ اس وقت سب حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ کس جماعت کا راستہ سیدھا ہے؟ اور کون اس راستہ پر ٹھیک چل رہا ہے؟

تم سورۃ طہ بتوفیقہ و عونہ فللہ الحمد اولاً و آخراً و علی نبیہ الصلوٰۃ و التسلیم و افرأ متکاثراً۔



آيَاتُهَا ۱۲ ﴿۲۱﴾ سُورَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ (۷۳) رُكُوعَاتُهَا ۷

سورہ انبیاء مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو بارہ آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝۱

نزدیک آگیا (آگاہ) لوگوں کے ان کے حساب کا وقت اور وہ بے خبر گزار رہے ہیں

مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِمْ مُّحَدَّثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ

کوئی نصیحت نہیں پہنچتی ان کو ان کے رب سے نئی گہراں کو سنتے ہیں

وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝۲ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ وَأَسْرَأَ النَّجْوَىٰ

کھیل میں لگے ہوئے کھیل میں پڑے ہیں دل ان کے اور چھپا کر مصلحت کی

الَّذِينَ ظَلَمُوا ۝۳ هَلْ هَذَا إِلَّا بَشْرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ

بے انصافوں نے یہ شخص کون ہے ایک آدمی ہے تم ہی جیسا پھر کیوں چنختے ہو

السَّحَرَاءَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ۝۴ قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ

اس کے جادو میں آنکھوں دیکھتے اس نے (پیغمبر نے) کہا میرے رب کو خبر ہے بات کی

فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۵ بَلْ

آسمان میں ہو یا زمین میں اور وہ سنے والا جاننے والا

قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۝۶

اس کو چھوڑ کر کہتے ہیں بیہودہ (پریشان) خواب ہیں نہیں جھوٹ باندھ لیا ہے نہیں شعر کہتا ہے

سورۃ الانبیاء

یوم حساب سے غفلت | یعنی حساب و کتاب اور مجازات کی گھڑی سر پر کھڑی ہے لیکن یہ لوگ (مشرکین وغیرہ) سخت غفلت و جہالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کوئی تیاری قیامت کی جو ابد ہی کے لئے نہیں کرتے۔ اور جب آیات اللہ سنا کر خواب غفلت سے چونکائے جاتے ہیں تو نصیحت سن کر نہایت لاپرواہی کے ساتھ ٹلا دیتے ہیں۔ گویا کبھی ان کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونا اور حساب دینا ہی نہیں۔ سچ ہے ”النَّاسُ فِيْ غَفْلَاتِهِمْ وَرَحَى الْمَنِيَّةِ تَطْحَنُ“

یعنی قرآن کی بڑی بیش قیمت نصیحتوں کو محض ایک کھیل تماشہ کی حیثیت سے سنتے ہیں جن میں اگر اخلاص کے ساتھ غور کرتے تو سب دین و دنیا درست ہو جاتی۔ لیکن جب دل ہی ادھر سے غافل ہیں اور کھیل تماشہ میں پڑے ہیں تو غور کرنے کی نوبت کہاں سے آئے۔

آنحضرتؐ کے خلاف کفار کے مشورے | جب نصیحت سنتے سنتے تنگ آگئے تو چند بے انصافوں نے خفیہ میٹنگ کر کے قرآن اور پیغمبر کے متعلق کہنا شروع کیا کہ یہ پیغمبر تو ہمارے جیسے ایک آدمی ہیں، نہ فرشتہ ہیں نہ ہم سے زیادہ کوئی ظاہری امتیاز رکھتے ہیں۔ البتہ ان کو جادو آتا ہے جو کلام پڑھ کر سناتے ہیں وہ ہونہ ہو جادو کا کلام ہے۔ پھر تم کو کیا مصیبت نے گھیرا کہ آنکھوں دیکھتے ان کے جادو میں پھنستے ہو۔ لازم ہے کہ ان کے قریب نہ جاؤ۔ قرآن کو جادو شاید اس کی قوت تاثیر اور حیرت انگیز تصرف کو دیکھ کر کہا۔ اور خفیہ میٹنگ اس لیے کی کہ آئندہ حق کے خلاف جو تدابیر کرنے والے تھے یہ اس کی تمہید تھی۔ اور ظاہر ہے کہ ہشیار دشمن اپنی معاندانہ کارروائیوں کو قبل از وقت طشت از بام کرنا پسند نہیں کرتا اندر ہی اندر آپس میں پروپیگنڈا کیا کرتا ہے۔

آنحضرتؐ کا کفار مکہ کو جواب | پیغمبر نے فرما دیا کہ تم کتنے ہی چھپا کر مشورے کرو، اللہ کو سب خبر ہے وہ تو آسمان و زمین کی ہر بات کو جانتا ہے پھر تمہارے راز اور سازشیں اس سے کہاں پوشیدہ رہ سکتی ہیں۔

فَلْيَاتِنَا بآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْآوَلُونَ ﴿۵﴾ مَا آمَدْتُمْ

پھر چاہئے لے آئے ہمارے پاس کوئی نشانی جیسے پیغام لے کر آئے ہیں پہلے ﴿۱﴾ نہیں مانا

قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ﴿۶﴾

ان سے پہلے کسی بستی نے جن کو غارت کر دیا ہم نے کیا اب یہ مان لیں گے ﴿۲﴾

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِي إِلَيْهِمْ

اور پیغام نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے مگر یہی مردوں کے ہاتھ وحی (حکم) بھیجتے تھے ہم ان کو

فَسَلُّوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۷﴾

سو پوچھ لو یاد رکھنے والوں سے اگر تم نہیں جانتے ﴿۳﴾

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا

اور نہیں بنائے تھے ہم نے ان کے ایسے بدن کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور

كَانُوا خَالِدِينَ ﴿۸﴾ ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنَاهُمْ

نہ تھے وہ ہمیشہ رہ جانے والے ﴿۴﴾ پھر سچا کر دیا ہم نے ان سے وعدہ سو بچا دیا ان کو

وَمَنْ نَّشَاءُ وَاهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ ﴿۹﴾ لَقَدْ أَنْزَلْنَا

اور جس کو ہم نے چاہا اور غارت کر دیا حد سے نکلنے والوں کو ﴿۵﴾ ہم نے اتاری ہے

إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۰﴾ وَكَمْ

تمہاری طرف کتاب کہ اس میں تمہارا ذکر ہے کیا تم سمجھتے نہیں ﴿۶﴾ اور کتنی

قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَأْنَا

پیس ڈالیں ہم نے بستیاں جو تھیں گنہگار اور اٹھا کھڑے کئے

﴿ قرآن کے سامنے کفار کی بیچارگی اور بدحواسی ﴾ قرآن سن کر ضد اور ہٹ دھرمی سے ایسے بدحواس ہو جاتے تھے کہ کسی

ایک رائے پر قرار نہ تھا، کبھی اسے جادو بتاتے، کبھی پریشان خوابیں کہتے، کبھی دعویٰ کرتے کہ آپ اپنے جی سے کچھ باتیں جھوٹ گھڑ لائے ہیں۔ جن کا نام قرآن رکھ دیا ہے۔ نہ صرف یہ ہی بلکہ آپ ایک عمدہ شاعر ہیں اور شاعروں کی طرح تخیل کی بلند پروازی سے کچھ مضامین موثر اور متوجع عبارت میں پیش کر دیتے ہیں۔ اگر واقع میں ایسا نہیں تو چاہئے کہ آپ کوئی ایسا کھلا معجزہ دکھلائیں جیسے معجزات پہلے پیغمبروں نے دکھلائے تھے۔ یہ کہنا بھی محض عناد سے دق کرنے کے لئے تھا۔ کیونکہ اول تو مکہ کے یہ جاہل مشرک پہلے پیغمبروں اور ان کے معجزات کو کیا جانتے تھے، دوسرے آپ کے بیسیوں کھلے کھلے نشان دیکھ چکے تھے جو انبیائے سابقین کے نشانات سے کسی طرح کم نہ تھے جن میں سب سے بڑھ کر یہ ہی قرآن کا معجزہ تھا۔ وہ دل میں سمجھتے تھے کہ نہ یہ جادو کی مہمل عبارتیں ہیں، نہ بیہودہ خواب ہیں، نہ شاعری ہے۔ اسی لئے جب کوئی ایک بات چسپاں نہ ہوتی تو اسے چھوڑ کر دوسری بات کہنے لگتے تھے۔ اَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا أَفَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا (الفرقان رکوع ۱)

﴿ یعنی پہلی قوموں کو فرمائی نشان دکھلائے گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر بھی نہ مانے آخر سنت اللہ کے موافق ہلاک کئے گئے۔ اگر ان مشرکین مکہ کی فرمائش پوری کی جائیں تو ظاہر ہے یہ ماننے والے تو ہیں نہیں۔ لامحالہ حق تعالیٰ کی عام عادت کے موافق تباہ کئے جائیں گے اور ان کی بالکل تباہی مقصود نہیں۔ بلکہ حکمت الہیہ فی الجملہ ان کے باقی رکھنے کو مقتضی ہے۔

﴿ پچھلے انبیاء بھی بشر تھے ﴾ یہ ان کے قول "هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" کا جواب ہوا۔ یعنی پہلے بھی جو پیغمبر آئے جن کی مانند نشانیاں دکھلانے کا آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کرتے ہو، وہ آنحضرت کی طرح بشر تھے فرشتے نہ تھے۔ اگر اتنی مشہور و مستفیض بات کی بھی اپنی جہالت کی وجہ سے تم کو خبر نہیں، تو خبر رکھنے والوں سے دریافت کر لو۔ آخر یہود و نصاریٰ اہل کتاب سے تمہارے تعلقات ہیں، اتنی موٹی بات ان سے ہی پوچھ لینا کہ پہلے زمانوں میں جو انبیاء و رسل تشریف لائے وہ بشر تھے یا آسمان کے فرشتے۔

﴿ یعنی بشری خصائص ان میں موجود تھیں، نہ فرشتوں کی طرح ان کا بدن ایسا تھا کہ کبھی کھانا نہ کھا سکتے نہ وہ خدا تھے کہ کبھی موت اور فنا نہ آئے ہمیشہ زندہ رہا کریں۔

﴿ پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت ﴾ ان کا امتیاز دوسرے بندوں سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت و اصلاح کے لئے کھڑے کئے گئے تھے خدا انکی طرف وحی بھیجتا اور باوجود بے سروسامانی کے مخالفین کے مقابلہ میں ان کی حمایت و نصرت کے وعدے کرتا تھا چنانچہ اللہ نے اپنے وعدے سچے کر دکھائے۔ انکو مع رفقاء کے محفوظ رکھا اور بڑے بڑے متکبر دشمن جو ان سے ٹکرائے تباہ و غارت کر دیے گئے۔ بیشک محمد ﷺ بھی بشر ہیں۔ لیکن اسی نوع کے بشر ہیں جن کی اعانت و حمایت ساری دنیا کے مقابلہ میں کی جاتی ہے ان کے مخالفین کو چاہئے کہ اپنا انجام سوچ رکھیں اور پہلی قوموں کی مثالوں سے عبرت حاصل کریں۔ کہیں آخرت کے حساب سے پہلے دنیا ہی میں حساب شروع نہ کر دیا جائے۔

﴿ قرآن کریم کی اہمیت ﴾ یعنی قرآن کے ذریعہ سے تم کو ہر قسم کی نصیحت و فہمائش کر دی گئی اور سب برا بھلا انجام سمجھا دیا گیا۔ اگر کچھ بھی عقل ہوگی تو عذاب الہی سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرو گے اور قرآن کی قدر پہچانو گے جو فی الحقیقت تمہارے مجدد و شرف کی ایک بڑی دستاویز ہے۔ کیونکہ تمہاری زبان میں اور تمہاری قوم کے ایک فردِ کامل پر اترا اور دنیا میں تم کو شہرت دائمی عطا کی۔ اگر اپنے ایسے محسن کو نہ مانو گے تو دنیا میں ذلیل ہو گے اور آخرت کا عذاب الگ رہا آگے ان قوموں کا دنیوی انجام بیان فرماتے ہیں جنہوں نے انبیاء سے دشمنی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کئے تھے۔

بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۱۱ ۝ فَلَمَّا أَحْسَوْا بِأَسَنَّا إِذَا

ان کے پیچھے اور لوگ ۱۱ پھر جب آہٹ پائی انہوں نے ہماری آفت کی

هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ۱۲ ۝ لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا

گئے وہاں سے ایڑ کرنے (بھاگنے) ایڑ مت کرو (مت بھاگو) اور لوٹ جاؤ جہاں

أَنْتُمْ فِيهِ وَمَسْكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْأَلُونَ ۱۳ ۝ قَالُوا

تم نے عیش کیا تھا اور اپنے گھروں میں شاید کوئی تم کو (تمہاری بات) پوچھے ۱۳ کہنے لگے

يُؤْيِلْنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۱۴ ۝ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ

ہائے خرابی ہماری ہم تھے بیشک گنہگار پھر برابر یہی رہی

دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خُمُودٍ ۱۵ ۝ وَمَا

ان کی فریاد یہاں تک کہ ڈھیر کر دیئے گئے کاٹ کر بجھے پڑے ہوئے ۱۵ اور

خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَادِنَا ۱۶ ۝ لَوْ

ہم نے نہیں بنایا آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے کھیلنے ہوئے ۱۶ اگر

أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهُمْ لَهْوًا لَّا تَخَذُ لَهُ مِنْ دُونِنَا ۱۷ ۝

ہم چاہتے کہ بنالیں کچھ کھلونا تو بنا لیتے ہم اپنے پاس سے

إِنْ كُنَّا فَعَلِينَ ۱۸ ۝ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَىٰ

اگر ہم کو کرنا ہوتا یوں نہیں پر ہم پھینک مارتے ہیں سچ کو

الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۱۹ ۝ وَلَكُمْ الْوَيْلُ

جھوٹ پر پھر وہ اس کا سر پھوڑ ڈالتا ہے پھر وہ جاتا رہتا ہے (سنگ جاتا ہے) اور تمہارے لیے خرابی ہے

یعنی یہ نہیں کہ ان کے نیست و نابود کر دینے سے اللہ کی زمین اجر گئی وہ گئے دوسروں کو انکی جگہ بسا دیا گیا۔

عذاب کے وقت کا پچھتانا | یعنی جب عذاب الہی سامنے آ گیا تو چاہا کہ وہاں سے نکل بھاگیں اور بھاگ کر جان بچالیں۔ اس وقت تکوینی طور پر کہا گیا کہ بھاگتے کہاں ہو، ٹھہرو، اور ادھر ہی واپس چلو جہاں عیش کئے تھے اور جہاں بہت سے سامانِ تنعم جمع کر رکھے تھے۔ شاید وہاں کوئی تم سے پوچھے کہ حضرت! وہ مال و دولت اور زور و قوت کا نشہ کیا ہوا؟ وہ سامان کدھر گئے؟ اور جو نعمتیں خدا نے دے رکھی تھیں ان کا شکر کہاں تک ادا کیا تھا؟ یا یہ کہ آپ بڑے آدمی تھے جن کی ہر موقع پر پوچھ ہوتی تھی، اب بھی وہیں چلیے۔ بھاگنے کی ضرورت نہیں تاکہ لوگ اپنے مہمات میں آپ سے مشورے کر سکیں اور آپ کی رائیں دریافت کر سکیں؟ (یہ سب باتیں تحکماً کہی گئی ہیں)

عذاب دیکھ کر جرائم کا اعتراف | یعنی جب عذاب آنکھوں سے دیکھ لیا تب اپنے جرموں کا اعتراف کیا اور برابر یہ ہی چلاتے رہے کہ بیشک ہم ظالم اور مجرم ہیں۔ لیکن ”اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت“ یہ وقت قبول تو بہ کا نہ تھا۔ اعتراف و ندامت اس وقت سب بیکار چیزیں تھی آخر اس طرح ختم کر دیے گئے جیسے کھیتی ایک دم میں کاٹ کر ڈھیر کر دی جاتی ہے یا آگ میں جلتی ہوئی لکڑی بجھ کر رکھ رہ جاتی ہے۔ العیاذ باللہ۔

زمین و آسمان کی تخلیق کو کھیل نہ سمجھو | یعنی جس میں کوئی معتد بہ حکم اور غرض صحیح نہ ہو اس لئے عقلمند کو چاہئے کہ آفرینش عالم کی غرض کو سمجھے اور دنیا کو محض کھیل تماشا سمجھ کر انجام سے غافل نہ ہو، بلکہ خوب سمجھ لے کہ دنیا آخرت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ ہر نیک و بد کی جزا ملنا اور ذرہ ذرہ کا حساب ہونا ہے۔

مِمَّا تَصِفُونَ ۱۸ ﴿۱۸﴾ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

ان باتوں سے جو تم بتلاتے ہو ﴿۱﴾ اور اسی کا ہے جو کوئی ہے ﴿۲﴾ آسمان اور زمین میں

وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ

اور جو اس کے نزدیک رہتے ہیں ﴿۳﴾ سرکش نہیں کرتے ﴿۴﴾ اس کی عبادت سے

وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ۱۹ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

اور نہیں کرتے کابلی ﴿۵﴾ یاد کرتے ہیں ﴿۶﴾ رات اور دن

لَا يَفْتُرُونَ ۲۰ ﴿۲۰﴾ أَمْرًا تَخَذُوا إِلَهًا مِّنَ الْأَرْضِ

نہیں تھکتے ﴿۷﴾ کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اور معبود ﴿۸﴾ زمین میں کے (سے)

هُمْ يُنْشِرُونَ ۲۱ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ

کہ وہ جلا اٹھائیں گے ان کو ﴿۹﴾ اگر ہوتے ان دونوں میں ﴿۱۰﴾ اور معبود (حاکم) ﴿۱۱﴾ سوائے اللہ کے

لَفَسَدَتَا ۲۲ ﴿۲۲﴾ فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا

تو دونوں خراب ہو جاتے ﴿۱۲﴾ سو پاک ہے اللہ ﴿۱۳﴾ عرش کا مالک ﴿۱۴﴾ ان

يَصِفُونَ ۲۳ ﴿۲۳﴾ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ

باتوں سے جو یہ بتلاتے ہیں ﴿۱۵﴾ اس سے پوچھا نہ جائے جو وہ کرے ﴿۱۶﴾ اور ان سے پوچھا جائے ﴿۱۷﴾

﴿۱﴾ حق باطل پر غالب آتا ہے | یعنی اگر ایسے لہو و لعب کے کام بالفرض ہماری شان کے لائق ہوتے اور ہم ارادہ بھی کرتے کہ یوں ہی کوئی مشغلہ اور کھیل تماشا بنا کر کھڑا کر دیں تو یہ چیز ہم بذات خود اپنی قدرت سے کر گزرتے۔ تمہاری دار و گیر اور پکڑ و دھکڑ سے اس کو کچھ سر و کار نہ ہوتا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ دنیا محض کھیل تماشا نہیں بلکہ میدانِ کارزار ہے۔ جہاں حق و باطل کی جنگ ہوتی ہے۔ حق حملہ آور ہو کر باطل کا سر کچل ڈالتا ہے۔ اسی سے تم اپنی مشرکانہ اور سفیہانہ باتوں کا انجام سمجھ لو کہ حق و صداقت کا گولا جب پوری قوت سے تم پر گرے گا اس وقت کیسی خرابی اور بربادی تمہارے لئے ہوگی۔ اور کونسی طاقت بچانے آئے گی تنبیہ | لَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهْوًا

اختیار کئے ہیں۔ اور مِنْ لَدُنَّا اور اِنْ كُنَّا فَاَعْلَمُ کی قیود کے فوائد کی طرف لطیف اشارے کر دیئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پھر وہ تباہ کرنا چاہے تو کون بچا سکتا ہے اور کہاں پناہ مل سکتی ہے۔

❖ فرشتوں کی عبادت | یعنی فرشتے باوجود مقربین بارگاہ ہونے کے ذرا شیخی نہیں کرتے۔ اپنے پروردگار کی بندگی اور غلامی کو فخر

سمجھتے ہیں، وظائف عبودیت کے ادا کرنے میں کبھی سستی یا کابلی کو راہ نہیں دیتے۔ شب و روز اس کی تسبیح اور یاد میں لگے رہتے ہیں۔

نہ تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں۔ بلکہ تسبیح و ذکر ہی انکی غذا ہے۔ جس طرح ہم ہر وقت سانس لیتے ہیں اور دوسرے کام بھی کرتے رہتے

ہیں، یہی کیفیت ان کی تسبیح و ذکر کی سمجھو۔ وہ کسی کام پر مامور ہوں، کسی خدمت کو بجالا رہے ہوں ایک منٹ ادھر سے غافل نہیں

ہوتے۔ جب معصوم و مقرب فرشتوں کا یہ حال ہے تو خطا کار انسان کو کہیں زیادہ اپنے رب کی طرف جھکنے کی ضرورت ہے۔

❖ اللہ کے سوا کون معبود ہو سکتا ہے :- یعنی آسمان والے فرشتے تو اس کی بندگی سے کتراتے نہیں بلکہ ہمہ وقت اس کی یاد اور

بندگی میں مشغول رہتے ہیں، پھر کیا زمین میں کچھ ایسی ہستیاں ہیں جن کو خدا کے بالمقابل معبود ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ اور جب خدا انکے

پجاریوں کو اپنے عذاب سے مار ڈالے تو وہ ان کو پھر جلا اٹھائیں یا بلاکت سے بچالیں؟ ہرگز نہیں۔

❖ ایک سے زیادہ خداؤں کا وجود عقلاً ممکن نہیں ایک اہم دلیل | تعدد آلہہ کے ابطال پر یہ نہایت پختہ اور واضح دلیل

ہے جو قرآن کریم نے اپنے مخصوص انداز میں پیش کی۔ اس کو یوں سمجھو کہ عبادت نام ہے کامل تذلل کا۔ اور کامل تذلل صرف اسی

ذات کے سامنے اختیار کیا جاسکتا ہے جو اپنی ذات و صفات میں ہر طرح کامل ہو، اسی کو ہم ”اللہ“ یا ”خدا“ کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ

خدا کی ذات ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہو، نہ وہ کسی حیثیت سے ناقص ہو نہ بیکار، نہ عاجز ہو نہ مغلوب، نہ کسی دوسرے سے

دبے نہ کوئی اس کے کام میں روک ٹوک کر سکے۔ اب اگر فرض کیجئے آسمان و زمین میں دو خدا ہوں تو دونوں اسی شان کے ہونگے،

اس وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم کی تخلیق اور علویات و سفلیات کی تدبیر دونوں کے کلی اتفاق سے ہوتی ہے یا گاہ بگاہ باہم اختلاف بھی ہو

جاتا ہے اتفاق کی صورت میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اکیلے ایک سے کام نہیں چل سکتا تھا اس لئے دونوں نے مل کر انتظام کیا تو معلوم ہوا

کہ دونوں میں سے ایک بھی کامل قدرت والا نہیں اور اگر تنہا ایک سارے عالم کا کامل طور پر سرانجام کر سکتا تھا تو دوسرا بیکار ٹھہرا

حالانکہ خدا کا وجود اسی لئے ماننا پڑا ہے کہ اس کے مانے بدون چارہ ہی نہیں ہو سکتا اور اگر اختلاف کی صورت فرض کریں تو لامحالہ

مقابلہ میں یا ایک مغلوب ہو کر اپنے ارادہ اور تجویز کو چھوڑ بیٹھے گا۔ وہ خدا نہ رہا۔ اور یا دونوں بالکل مساوی و متوازی طاقت سے ایک

دوسرے کے خلاف اپنے ارادہ اور تجویز کو عمل میں لانا چاہیں گے۔ اول تو (معاذ اللہ) خداؤں کی اس رسہ کشی میں سرے سے کوئی

چیز موجود ہی نہ ہو سکے گی اور موجود چیز پر زور آزمائی ہونے لگی تو اس کشمکش میں ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گی۔ یہاں سے یہ نتیجہ

نکلا کہ اگر آسمان و زمین میں دو خدا ہوتے تو آسمان و زمین کا یہ نظام کبھی کا درہم برہم ہو جاتا۔ ورنہ ایک خدا کا بیکار یا ناقص و عاجز ہونا

لازم آتا ہے جو خلاف مفروض ہے۔

❖ جو عرش (تخت شاہی) کا اکیلا مالک ہے، اس کے ملک میں شرکت کی گنجائش ہی نہیں۔ دو خود مختار بادشاہ جب ایک اقلیم میں نہیں سا

سکتے جن کی خود مختاری بھی محض مجازی ہے تو دو مختار کل اور قادر مطلق خدا ایک قلمرو میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔

❖ اللہ قادر مطلق اور مختار کل ہے | یعنی ”خدا“ تو اس ہستی کا نام ہے جو قادر مطلق ہے۔ جو قادر مطلق اور مختار کل ہو اس کی

قدرت و مشیت کو روکنا تو کجا کوئی پوچھ پانچھ بھی نہیں کر سکتا کہ آپ نے فلاں کام اس طرح کیوں کیا۔ ہاں اس کو حق ہے کہ وہ ہر شخص

سے مواخذہ اور باز پرس کر سکتا ہے۔

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلُوبًا بِرُءُوسِهِمْ ۚ

کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اس سے ورے (اس کے نیچے) اور معبود تو کبہ لاؤ اپنی سند

هَذَا ذِكْرٌ مِّنْ مَّعِيَ وَذِكْرٌ مِّنْ قَبْلِي ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

یہی بات ہے میرے ساتھ والوں کی اور یہی بات ہے مجھ سے پہلوں کی کوئی نہیں پر وہ بہت لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ۗ الْحَقُّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝۲۳ وَمَا أَرْسَلْنَا

نہیں سمجھتے سچی بات سونٹا رہے ہیں اور نہیں بھیجا ہم نے

مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيَنَّ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا

تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کہ

إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝۲۴ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ

کسی کی بندگی نہیں سوائے میرے سو میری بندگی کرو اور کہتے ہیں رحمن نے کر لیا کسی کو

وَلَدًا سُبْحٰنَهُ ۗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۝۲۵ لَا يَسْبِقُونَهُ

بنا وہ ہرگز لائق نہیں لیکن وہ بندے ہیں جن کو عزت دی ہے اس سے بڑھ کر

بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ۝۲۶ يَعْلَمُ مَا

نہیں بول سکتے اور وہ اسی کے حکم پر کام کرتے ہیں اس کو معلوم ہے جو

بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ

ان کے آگے ہے اور پیچھے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کی

ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ۝۲۸ وَمَنْ

اجس سے اللہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو کوئی

❖ **شُرک پر کوئی دلیل نہیں** | پہلے تو حید پر دلیل عقلی قائم کی گئی تھی۔ اب مشرکین سے ان کے دعوے پر دلیل صحیح کا مطالبہ ہے یعنی خدا کے سوا جو معبود تم نے تجویز کئے ہیں ان کا اثبات کس دلیل عقلی یا نقلی سے ہوا۔ اگر موجود ہو تو پیش کرو۔ ظاہر ہے ان کے پاس بجز اوہام و ظنون اور باپ دادوں کی کورانہ تقلید کے کیا رکھا تھا۔ شرک کی تائید میں نہ کوئی دلیل عقلی مل سکتی تھی، نہ نقلی جسے پیش کر سکتے۔ کذا قال المفسرون۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ پہلے ان معبودوں کو فرمایا تھا جن کو خدا کے برابر کوئی سمجھے کہ ایسے دو حاکم ہوتے تو جہان خراب ہو جاتا۔ اب ان کا ذکر فرماتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے نیچے چھوٹے چھوٹے خدا بطور نائین اور ماتحت حکام کے ٹھہراتے ہیں۔ سوان کو مالک کی سند چاہئے۔ سند بغیر نائب کیونکر بن سکتے ہیں۔ اگر سند ہے تو پیش کرو۔

❖ **توحید تمام انبیاء میں مشترک ہے** | یعنی میری امت اور پہلی خدا پرست امتوں کی یہ ہی ایک بات ہے کہ اس رب العرش کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں جس کی عقلی دلیل پہلے بیان ہو چکی۔ تم اگر ملل سماویہ کے اس اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی دلیل رکھتے ہو تو پیش کرو۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ یہ امت اور پہلی امتیں اس امت کی کتاب (قرآن کریم) اور پہلی امتوں کی آسمانی کتابیں (تورات، انجیل، وغیرہ) سب اس دعوئے توحید پر متفق رہی ہیں۔ چنانچہ آج بھی باوجود بیشمار تحریفات کے پہلی کتابوں کی ورق گردانی کرو تو توحید کا اعلان اور شرک کا رد صاف صاف پاؤ گے مگر یہ جاہل اس بات کو کیا سمجھیں، اگر سمجھ ہوتی تو حق بات کو سن کر ہرگز نہ مٹاتے۔

❖ **تمام انبیاء کا ایک ہی پیغام ہے** | یعنی تمام انبیاء و مرسلین کا اجماع عقیدہ توحید پر رہا ہے کسی پیغمبر نے کبھی ایک حرف اس کے خلاف نہیں کہا۔ ہمیشہ یہی تلقین کرتے آئے کہ ایک خدا کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو جس طرح عقلی اور فطری دلائل سے توحید کا ثبوت ملتا ہے اور شرک کا رد ہوتا ہے۔ ایسے ہی نقلی حیثیت سے انبیاء علیہم السلام کا اجماع دعوئے توحید کی حقیقت پر قطعی دلیل ہے۔

❖ **اللہ کا کوئی بیٹا نہیں ہے** | عرب کے بعض قبائل ملائکہ اللہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، سو بتلادیا کہ یہ خدا کی شانِ رفیع کے لائق نہیں کہ بیٹے بیٹیاں بنائے۔ اسی میں نصاریٰ کا رد بھی ہو گیا جو حضرت مسیح علیہ السلام کو "ابن اللہ" کہتے ہیں نیز یہود کے اس فرقہ کا بھی جو "حضرت عزیر" کو خدا کا بیٹا کہتا تھا۔

❖ **وہ اللہ کے بیٹے نہیں مقبول بندے ہیں** | یعنی جن برگزیدہ ہستیوں کو تم خدا کی اولاد بتلاتے ہو وہ اولاد نہیں۔ ہاں اس کے معزز بندے ہیں اور باوجود انتہائی معزز و مقرب ہونے کے ان کے ادب و اطاعت کا حال یہ ہے کہ جب تک اللہ کی مرضی اور اجازت نہ پائیں اس کے سامنے خود آگے بڑھ کر لب نہیں ہلا سکتے اور نہ کوئی کام اس کے حکم کے بدون کر سکتے ہیں۔ گویا کمال عبودیت و بندگی ہی ان کا طغرائے امتیاز ہے۔

❖ **حق تعالیٰ کا علم ان کے تمام ظاہری و باطنی احوال کو محیط ہے۔** ان کی کوئی حرکت اور کوئی قول و فعل اس سے پوشیدہ نہیں، چنانچہ وہ مقرب بندے اسی حقیقت کو سمجھ کر ہمہ وقت اپنے احوال کا مراقبہ کرتے رہتے ہیں کہ کوئی حالت اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔

❖ **یعنی اس کی مرضی معلوم کئے بدون کسی کی سفارش بھی نہیں کرتے** چونکہ مومنین موحّدین سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس لئے ان کے حق میں دنیا و آخرت میں استغفار کرنا ان کا وظیفہ ہے۔

❖ **پھر ان کو خدا کیسے کہا جاسکتا ہے۔** جب خدا نہیں تو خدا کے بیٹے یا بیٹیاں بھی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ صحیح اولاد جنس والدین سے ہونی چاہئے۔

يَقُلُّ مِنْهُمْ اِنِّي اِلٰهُ مِّنْ دُونِهِ فَاذِكْ نَجْرِيَهٗ

ان میں کہے کہ میری بندگی ہے اس سے ورے سواں کو ہم بدلہ دیں گے

جَهَنَّمَ ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِيْنَ ۝۴۱ ۚ اَوْلَمْ يَرِ

دوزخ یونہی ہم بدلہ دیتے ہیں بے انصافوں کو اور کیا نہیں دیکھا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا

ان منکروں نے کہ آسمان اور زمین مشہد

رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۚ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ

تھے پھر ہم نے ان کو کھول دیا اور بنائی ہم نے پانی سے ہر ایک چیز

حَيٍّ ۙ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۴۲ ۙ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوٰسِي

جس میں جان ہے پھر کیا یقین نہیں کرتے اور رکھ دیئے ہم نے زمین میں بھاری بوجھ

اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۚ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا

کبھی ان کو لیکر جھک پڑے اور رکھیں (چھوڑ دیں) اس میں (ان میں) کشادہ راہیں

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۴۳ ۙ وَجَعَلْنَا السَّمٰوٰءَ سَفْفًا

تاکہ وہ راہ پائیں اور بنایا ہم نے آسمان کو چھت

مَّحْفُوْطًا ۚ وَهُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا مُعْرِضُوْنَ ۝۴۴ ۙ وَهُوَ

محفوظ اور وہ آسمان کی نشانیوں کو دھیان میں نہیں لاتے اور وہ ہی ہے

الَّذِيْ خَلَقَ الْبَلَّ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۙ

جس نے بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند

اللہ کے اقتدار سے وہ بھی باہر نہیں ہیں | یعنی جن کو تم خدا کی اولاد یا خدا بنا رہے ہو اگر
بفرض محال ان میں سے کوئی اپنی نسبت (معاذ اللہ) ایسی بات کہہ گزرے تو وہ ہی دوزخ کی سزا جو حد
سے گزرنے والے ظالموں کو ملتی ہے ہم ان کو بھی دیں گے۔ ہمارے لامحدود اقتدار و جبروت سے وہ
بھی باہر نہیں جاسکتے، پھر بھلا خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔

تخلیق کا ابتدائی مادہ | ”رتق“ کے اصل معنی ملنے اور ایک دوسرے میں گھسنے کے ہیں۔ ابتداء
زمین و آسمان دونوں ظلمتِ عدم میں ایک دوسرے سے غیر متمیز پڑے تھے، پھر وجود کے ابتدائی
مراحل میں بھی خلطِ ملط رہے، بعدہ قدرت کے ہاتھ نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔ اس تمیز
کے بعد ہر ایک کے طبقات الگ الگ بنے، اس پر بھی منہ بند تھے، نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی نہ
زمین سے روئیدگی، آخر خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے دونوں کے منہ کھول دیے،
اوپر سے پانی کا دہانہ کھلا، نیچے سے زمین کے مسام کھل گئے۔ اسی زمین میں سے حق تعالیٰ نے نہریں
اور کانیں اور طرح طرح کے سبزے نکالے، آسمان کو کتنے بے شمار ستاروں سے مزین کر دیا جن میں
سے ہر ایک کا گھر جدا اور چال جدی رکھی۔

زندگی کی ابتدا پانی سے | یعنی عموماً جاندار چیزیں جو تم کو نظر آتی ہیں بالواسطہ و بلاواسطہ پانی
سے بنائی گئیں۔ پانی ہی ان کا مادہ ہے الا کوئی ایسی مخلوق جسکی نسبت ثابت ہو جائے کہ اس کی پیدائش
میں پانی کو دخل نہیں وہ مستثنیٰ ہوگی۔ تاہم لاکثر حکم الکل کے اعتبار سے یہ کلیہ صادق رہے گا۔
یعنی قدرت کے ایسے کھلے نشان اور محکم انتظامات کو دیکھ کر بھی کیا لوگوں کو خدا کے وجود اور اسکی
وحدانیت پر یقین نہیں آتا۔

اس کی تقریر سورہ نخل میں گذر چکی۔

پہاڑوں میں کشادہ راستے | یعنی ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک والوں سے مل سکیں۔ اگر
پہاڑا ایسے ڈھپ پر پڑتے کہ راہیں بند ہو جاتیں تو یہ بات کہاں ہوتی (کذافی الموضح) ان ہی کشادہ
راہوں کو دیکھ کر انسان حق تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور توحید کی طرف راہ پاسکتا ہے۔

آسمان کی تخلیق | یعنی نہ گرے نہ ٹوٹے پھوٹے نہ بدلی جائے اور شیاطین کے استراقِ سمع سے
بھی محفوظ ہے۔ اور چھت اس لئے کہا کہ دیکھنے میں چھت کی طرح معلوم ہوتی ہے۔

کہ کیسی مضبوط و محکم اور وسیع و بلند چھت اتنی مدت سے بدون ستون اور کھمبے کے کھڑی ہے۔ ذرا
سارنگ و روغن اور پلاسٹر بھی نہیں جھڑتا۔

یہ ان ہی آسمانی نشانیوں کی قدرے تفصیل ہوئی۔

كُلُّ فِي فَلَكَ يُسَبِّحُونَ ﴿۳۳﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ

سب اپنے اپنے گھر (چکر) میں پھرتے ہیں ﴿۳۳﴾ اور تمہیں دیا ہم نے

قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مَّتَّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ ﴿۳۴﴾

کسی آدمی کو ہمیشہ کے لیے زندہ رہنا (جینا) پھر کیا اگر تو مر گیا تو وہ رہ جائیں گے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ

بہر جی کو چکھنی ہے موت ﴿۳۴﴾ اور ہم تم کو جانچتے ہیں برائی سے

وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿۳۵﴾ وَإِذَا

اور بھلائی سے آزمانے کو ﴿۳۵﴾ اور ہماری طرف پھر کر آ جاؤ گے اور جہاں

رَأَى الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۗ

تجھ کو دیکھا منکروں نے تو کوئی کام نہیں ان کو تجھ سے مگر شہسھا کرنا

أَهَذَا الَّذِي يَذُكُرُ الْإِهْتِكُمْ ۗ وَهُمْ يَذِكُرُ الرَّحْمَنِ

کیا یہی شخص ہے جو نام لیتا ہے تمہارے معبودوں کا اور وہ رحمن کے نام سے

هُمْ كَفِرُونَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۗ سَأُورِيكُمْ

منکر ہیں ﴿۳۶﴾ بنا ہے آدمی جلدی کا اب دکھاتا ہوں تم کو

أَبِيَّتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا

اپنی نشانیاں سو مجھ سے جلدی مت کرو ﴿۳۷﴾ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ

الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ

وعدہ اگر تم سچے ہو ﴿۳۸﴾ اگر جان لیں یہ

❖ فلکی سیاروں کا خلا میں تیرنا | یعنی سورج چاند بلکہ ہر سیارہ اپنے مدار پر پڑا چکر کھارہا ہے۔ ”یَسْبَحُونَ“ کے لفظ سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیارات اللہ کے حکم سے بذات خود چلتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

❖ ہر نفس کیلئے موت یقینی ہے | یعنی جس طرح مذکورہ بالا مخلوقات کا وجود حق تعالیٰ کی ایجاد سے ہوا۔ تمام انسانوں کی زندگی بھی اسی کی عطا کردہ ہے جس وقت چاہے گا چھین لے گا۔ موت ہر ایک پر ثابت کر دے گی کہ تمہاری ہستی تمہارے قبضہ میں نہیں۔ چند روز کی چہل پہل تھی جو ختم ہوئی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”کافر حضورؐ کی باتیں سن کر کہتے تھے کہ یہ ساری دھوم محض اس شخص کے دم تک ہے یہ دنیا سے رخصت ہوئے پھر کچھ نہیں“ اس سے اگر ان کی غرض یہ تھی کہ موت آنا نبوت کے منافی ہے تو اس کا جواب دیا۔ ”وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ“ یعنی انبیاء و مرسلین میں سے کون ایسا ہے جس پر کبھی موت طاری نہ ہو ہمیشہ زندہ رہے۔ اور اگر محض آپ کی موت کے تصور سے اپنا دل ٹھنڈا کرنا ہی مقصود تھا تو اس کا جواب ”أَفَأَن قِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ“ میں دے دیا۔ یعنی خوشی کا ہے کی؟ کیا آپ کا انتقال ہو جائے تو تم کبھی نہیں مرو گے قیامت کے بورے سمیٹو گے؟ جب تم کو بھی آگے پیچھے مرنا ہے تو پیغمبر کی وفات پر خوش ہونے کا کیا موقع ہے۔ اس راستہ سے تو سب کو گذرنا ہے کون ہے جس کو کبھی موت کا مزا چکھنا نہیں پڑے گا گویا توحید اور دلائل قدرت بیان کرنے کے بعد اس آیت میں مسئلہ نبوت کی طرف روئے سخن پھیر دیا گیا۔

❖ خیر و شر کے ذریعے آزمائش | یعنی دنیا میں سختی، نرمی، تندرستی، بیماری، تنگی، فراخی اور مصیبت و عیش وغیرہ مختلف احوال بھیج کر تم کو جانچا جاتا ہے تاکہ کھرا کھوٹا الگ ہو جائے اور علانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون سختی پر صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے اور کتنے لوگ ہیں جو مایوسی یا شکوہ شکایت اور ناشکری کے مرض میں مبتلا ہیں۔

❖ جہاں تمہارے صبر و شکر اور ہر نیک و بد عمل کا پھل دیا جائے گا۔

❖ کفار کا آنحضرت سے استہزاء اور اس کا جواب | جہاں انجام سے بالکل بے فکر ہو کر یہ لوگ پیغمبر علیہ السلام کی ہنسی اڑاتے ہیں اور ان سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ چنانچہ استہزاء و تحقیر سے کہتے ہیں ”أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ الْهَيْتَكُمْ“ کیا یہ ہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا برائی سے ذکر کرتا ہے، انہیں شرم نہیں آتی کہ خود حقیقی معبود کے ذکر اور ”رحمن“ کے نام تک سے چڑتے ہیں، اس کی سچی کتاب کے منکر ہیں، اور جھوٹے معبودوں کی برائی سن کر چین بچیں ہوتے ہیں۔ اندریں صورت ہنسی کے قابل انکی حالت ہوئی یا فریق مقابل کی؟

❖ انسان کی فطرت میں جلد بازی | شاید کفار کے سفیانہ استہزاء و تمسخر کو سن کر بعضوں کا جی چاہا ہوگا کہ ان بے حیاءوں پر فوراً عذاب آجائے تو اچھا ہو، اور خود کفار بھی بطور استہزاء جلدی مچایا کرتے تھے کہ اگر واقعی ہم تمہارے نزدیک مستحق عذاب ہیں تو وہ عذاب فوراً کیوں نہیں لے آتے۔ دونوں کو بتلایا کہ انسان بڑا جلد باز ہے گویا اس کے خمیر میں جلدی پڑی ہے، چاہیے کہ تھوڑا سا صبر کرو عنقریب میں اپنے قہر و انتقام کی نشانیاں تم کو دکھلا دوں گا۔

❖ یعنی کہتے رہتے ہو کہ قیامت آئے گی اور سب کافر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جلیں گے۔ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر سچے ہو تو قیامت اور جہنم کو ابھی کیوں نہیں بلا لیتے۔

كُفْرًا حِينَ لَا يَكْفُونَ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا

منکر اس وقت کو کہ نہ روک سکیں گے اپنے منہ سے آگ اور نہ

عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَأْتِيهِمْ

اپنی پیٹھ سے اور نہ ان کو مدد پہنچے گی کچھ نہیں وہ آئے گی ان پر

بَعْتَهُ فَتَبَهَّتْهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ

ناگہاں پھر ان کے ہوش کھو دے گی پھر نہ پھیر سکیں گے اس کو اور نہ ان کو

يُنظَرُونَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْ بِرُسُلٍ مِّنْ

فرصت ملے گی اور ٹھٹھے ہو چکے ہیں رسولوں سے

قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا

تجھ سے پہلے پھر الٹ پڑی ٹھٹھا کرنے والوں پر ان میں سے وہ چیز جس کا

بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۴۱﴾ قُلْ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللَّيْلِ وَ

ٹھٹھا کرتے تھے تو کہہ کون گنہگاری کرتا ہے تمہاری رات میں اور

النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَنِ ط بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ

دن میں رحمن سے کوئی نہیں وہ اپنے رب کے ذکر

مُعْرِضُونَ ﴿۴۲﴾ أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُونِنَا ط

سے منہ پھیرتے ہیں یا ان کے واسطے کوئی معبود ہیں کہ ان کو بچاتے ہیں ہمارے سوا

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُونَ ﴿۴۳﴾

وہ اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے اور نہ ان کی ہماری طرف سے رفاقت ہو (ہم سے کوئی حفاظت کرے)

❖ کفار آگ کی حقیقت سے بے خبر ہیں | یعنی اگر ان پر حقیقت منکشف ہو جائے اور اس ہولناک گھڑی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیں تو کبھی ایسی درخواست نہ کریں۔ یہ باتیں اس وقت بے فکری میں سوچ رہی ہیں، جب وہ وقت سامنے آجائے گا کہ آگے پیچھے ہر طرف سے آگ گھیرے ہوگی تو نہ کسی طرف سے اس کو دفع کر سکیں گے، نہ کہیں سے مدد پہنچے گی، نہ مہلت ملے گی، نہ پہلے سے اس کا کامل اندازہ ہوگا۔ اس کے اچانک سامنے آجانے سے ہوش باختہ ہو جائیں گے تب پتہ چلے گا کہ جس چیز کی ہنسی کرتے تھے وہ حقیقت ثابتہ تھی۔

❖ پچھلے انبیاء سے استہزاء اور اس کا انجام | یعنی جس چیز سے ٹھٹھا کرتے تھے اس کی سزا نے گھیر لیا اور ان کی ہنسی ان ہی پر الٹ دی گئی۔

❖ رحمٰن سے کفار کی غفلت | یعنی رحمان کے غصہ اور عذاب سے تمہاری حفاظت کرنے والا دوسرا کون ہے، محض اس کی رحمت واسعہ ہے جو فوراً عذاب نازل نہیں کرتا لیکن ایسے رحمت والے حلیم و بردبار کے غصہ سے ڈرنا بھی بہت چاہیے نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ الْحَلِیْمِ۔

❖ یعنی رحمان کی حفاظت کا ان کو احساس و اعتراف نہیں۔ عیش و تنعم اور پر امن زندگی نے پروردگار حقیقی کی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔ اسی لئے جب اس کی طرف سے کوئی نصیحت کی جاتی ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں کہ یہ کہاں کی باتیں شروع کر دیں۔

❖ فرضی معبودوں کی حقیقت | یعنی کیا اپنے فرضی معبودوں کی نسبت خیال ہے کہ وہ انکی حفاظت کرتے ہیں؟ اور موقع آنے پر خدا تعالیٰ کے غضب سے بچالیں گے؟ سو وہ مسکین انکی مدد اور حفاظت تو درکنار خود اپنے وجود کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے، اگر ان کو کوئی توڑنے پھوڑنے لگے یا کچھ چیز ان کے پاس سے چھین کر لے جائے تو اتنی قدرت نہیں کہ مدافعتاً تحفظ کے لئے خود ہاتھ پاؤں ہلا سکیں یا اپنے بچاؤ کی خاطر ہماری امداد و رفاقت حاصل کر لیں۔

بَلْ مَتَّعْنَا هَؤُلَاءِ وَاٰبَاءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ط

کوئی نہیں پر ہم نے عیش دیا ان کو اور ان کے باپ دادوں کو یہاں تک کہ بڑھ گئی ان پر زندگی

اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط

پھر کیا نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹاتے اس کے کناروں سے

اَفْهَمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ اِنَّمَا اُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ر

اب کیا وہ جیتنے والے ہیں تو کہہ میں جو تم کو ڈراتا (ڈر سنا تا) ہوں سو حکم کے موافق

وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءِ اِذَا مَا يُنذَرُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور سنتے نہیں بہرے پکارنے کو جب کوئی ان کو ڈر کی بات سنانے

وَلٰٓئِن مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ

اور کہیں پہنچ جائے ان تک ایک بھاپ تیرے رب کے عذاب کی تو ضرور کہنے لگیں

يٰۤوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ

ہائے کم بختی ہماری بے شک ہم تھے گنہگار اور رکھیں گے ہم ترازو میں

الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط وَاِنْ

انصاف کی قیامت کے دن پھر ظلم نہ ہوگا کسی جی پر ایک ذرہ اور اگر

كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ط وَكَفٰى

ہوگا برابرائی کے دان کی تو ہم لے آئیں گے اس کو اور ہم کافی ہیں

بِنَا حَسِبٰٓئِن ۙ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰٓى وَ هٰرُونَ

حساب کرنے کو اور ہم نے وہی تھی موسیٰ اور ہارون کو

کفار کی غفلت اور غرور کی وجہ | یعنی رحمان کی کلمات و حفاظت اور بتوں کا بجز و بیچارگی ایسی چیز نہیں جس کو یہ لوگ سمجھ نہ سکیں۔ بات یہ ہے کہ پشتہا پشت سے یہ لوگ بے فکری کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کوئی جھٹکا عذاب الہی کا نہیں لگا۔ اس پر مغرور ہو گئے اور غفلت کے نشہ میں چور ہو کر حق تعالیٰ کا پیغام اور پیغمبروں کی نصیحت قبول کرنے سے منہ موڑ لیا۔

کفار کے مغلوب ہونے کے قرائن | یعنی عرب کے ملک میں اسلام پھیلنے لگا ہے اور کفر گھٹنے لگا۔ آہستہ آہستہ وہاں کی زمین کافروں پر تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ ان کی حکومتیں اور سرداریاں ٹوٹی جا رہی ہیں۔ کیا ایسے کھلے ہوئے آثار و قرائن دیکھ کر بھی انہیں اپنا انجام نظر نہیں آتا۔ اور کیا ان مشاہدات کے باوجود وہ اسی کے امیدوار ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں پر ہم غالب ہو گئے۔ اگر چشم عبرت ہے تو چاہئے کہ عقل سے کام لیں اور قرائن و احوال سے مستقبل کا اندازہ کریں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان کے گرد و پیش کی بستیاں انبیاء کی تکذیب و عداوت کی سزا میں تباہ کی جا چکی ہیں اور ہمیشہ آخر کار خدا کے وفاداروں کا مشن کامیاب رہا ہے۔ پھر سید المرسلین اور مومنین کا ملین کے مقابلہ میں غالب آنے کی ان کو کیا توقع ہو سکتی ہے۔ وَلَقَدْ أَهَلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَىٰ وَصَرَفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (احقاف رکوع ۴) تنبیہ | اس مضمون کی آیت سورہ رعد کے آخر میں گذر چکی وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔

کفار بہرے ہیں کہ دعوت حق نہیں سنتے | یعنی ہمارا کام وحی الہی کے موافق نصیحت سنا دینا اور انجام سے آگاہ کر دینا ہے۔ دل کے بہرے اگر اس پکار کو نہ سنیں تو ہمارا قصور نہیں۔ وہ خود اپنے بہرے پن کا خمیازہ بھگتیں گے۔

یعنی یہ لوگ جو بہرے بنے ہوئے ہیں، صرف اس وقت تک ہے کہ ذرا زور سے کھٹکھٹائے نہ جائیں۔ اگر عذاب الہی کی ذرا سی بھنک کان میں پڑ گئی یا خدا کے قہر و انتقام کی ادنیٰ بھاپ بھی ان کو چھو گئی تو آنکھ کان سب کھل جائیں گے اس وقت بدحواس ہو کر چلائیں گے کہ بیشک ہم بڑے بھاری مجرم تھے جو ایسی کم بختی آئی۔

انصاف کی میزان اور وزن اعمال | یعنی رائی کے دانہ کے برابر کسی کا عمل ہو گا وہ بھی میزان میں تلے گا، ادھر ادھر ضائع نہ ہو گا نہ کسی پر ظلم و زیادتی کی جائے گی۔ رتی رتی کا حساب برابر کر دیا جائے گا تنبیہ | ”موازنین“ میزان کی جمع ہے شاید بہت سی ترازوئیں ہوں یا ایک ہی ہو مگر مختلف اعمال و اعمال کے اعتبار سے کئی قرار دے دی گئیں واللہ اعلم۔ وزن اعمال اور میزان کے متعلق پہلے سورہ ”اعراف“ میں کلام کیا چکا ہے اسے دیکھ لیا جائے۔

یعنی ہمارا حساب آخری اور فیصلہ کن ہو گا جس کے بعد کوئی دوسرا حساب نہیں۔ نہ ہم کو ساری مخلوق کا حساب لینے میں کسی مددگار کی ضرورت ہے۔ آگے بتلایا کہ انداز و تخویف کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے۔ آج جن باتوں سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ڈراتے ہیں انبیائے سابقین بھی ان سے ڈراتے چلے آئے ہیں۔

الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِلْمُتَّقِينَ ﴿۳۸﴾ الَّذِينَ

قصبے چکانے والی کتاب اور روشنی اور نصیحت ڈرنے والوں کو

يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿۳۹﴾

ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے اور وہ قیامت کا خطرہ رکھتے ہیں

وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبْرَكٌ أَنْزَلْنَاهُ ۗ وَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿۵۰﴾

اور یہ ایک نصیحت ہے برکت کی جو ہم نے اتاری سو کیا تم اس کو نہیں مانتے

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ

اور آگے دی تھی ہم نے ابراہیم کو اس کی نیک راہ اور ہم رکھتے ہیں (تھے)

عَلِيمِينَ ﴿۵۱﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ

اس کی خبر جب کہا اس نے اپنے باپ کو اور اپنی قوم کو یہ کیسی مورتیں ہیں

الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عِكِفُونَ ﴿۵۲﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا

جن پر تم مجاور بنے بیٹھے ہو ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو بولے

لَهَا عِبْدِينَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ

انہی کی پوجا کرتے بولا مقرر رہے تم اور تمہارے باپ دادے

فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ

صریح گمراہی (غلطی) میں بولے تو ہمارے پاس لایا ہے سچی بات یا

أَنْتَ مِنَ اللَّعِبِينَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ سَرَّبْتُمْ رَبُّ

تو کھلاڑیاں کرتا ہے بولا نہیں رب تمہارا وہی ہے رب

حضرت موسیٰ و ہارون کو تورات دی گئی | یعنی تورات شریف جو حق و باطل، ہدایت و ضلالت اور حلال و حرام کے قضیے چکانے والی اور جہل و غفلت کی اندھیروں میں روشنی پہنچانے والی اور خدا سے ڈرنے والوں کو نصیحت سنانے والی کتاب تھی۔

مومنین کی خشیت | قیامت کا خطرہ بھی اسی لئے رکھتے ہیں کہ ان کے دل میں خدا کا ڈر ہے۔ ہر وقت دل میں کھٹکا لگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں کیا صورت پیش آئے گی۔ کہیں العیاذ باللہ حق تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کے مورد نہ بن جائیں۔ ظاہر ہے ایسے ہی لوگ نصیحت سے منتفع ہوتے ہیں۔

قرآن مبارک ذکر ہے | یعنی ایک نصیحت کی کتاب یہ قرآن تمہارے سامنے موجود ہے جس کا جلیل القدر عظیم النفع اور کثیر الخیر ہونا، تورات سے بھی زیادہ روشن ہے۔ کیا ایسی واضح اور روشن کتاب کے تم منکر ہوتے ہو جہاں انکار کی گنجائش ہی نہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کو رشد و ہدایت | یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام سے پیشتر ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی اعلیٰ قابلیت و شان کے مناسب رشد و ہدایت دی تھی، بلکہ جوانی سے پہلے ہی بچپن میں اس نیک راہ پر ڈال دیا تھا جو ایسے اولوالعزم انبیاء کے شایان شان ہو۔

یعنی اس کی استعداد و اہلیت اور کمالات علمیہ و عملیہ کی پوری خبر ہم ہی رکھتے ہیں۔ اسی لئے جو رشد و ہدائی اس کے حسب حال تھی ہم نے عطا کر دی۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعوت | یعنی ذرا ان کی اصلیت اور حقیقت تو بیان کرو۔ آخر پتھر کی خود تراشیدہ مورتیاں خدا کس طرح بن گئیں۔

آباؤ اجداد کی اندھی تقلید | یعنی عقل و فطرت اور نقل معتد بہ کی کوئی شہادت ہماری تائید میں نہیں نہ سہی لیکن بڑی بھاری دلیل بت پرستی کے حق و صواب ہونے کی یہ ہے کہ اوپر سے ہمارے باپ دادا ان ہی کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں۔ پھر ہم اپنے بڑوں کا طریقہ کیسے چھوڑ دیں۔

یعنی اس دلیل سے تمہاری حقانیت اور عقلمندی ثابت نہ ہوئی۔ ہاں یہ ثابت ہوا کہ تمہارے باپ دادا بھی تمہاری طرح گمراہ اور بیوقوف تھے جن کی کورانہ تقلید میں تم تباہ ہو رہے ہو۔

تمام قوم کے عقیدہ کے خلاف ابراہیمؑ کی ایسی سخت گفتگو سن کر ان میں اضطراب پیدا ہو گیا کہنے لگے کیا سچ مچ تیرا خیال اور عقیدہ یہ ہی ہے یا محض ہنسی اور دل لگی کرنا ہے۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَى

آسمان اور زمین کا جس نے ان کو بنایا اور میں

ذِكْرِكُمْ مِنَ الشُّهَدَاءِ ۝۵۶ وَ تَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ

اسی بات کا قائل ہوں اور قسم اللہ کی میں علاج کروں گا

أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ تُولُوا مُدْبِرِينَ ۝۵۷ فَجَعَلَهُمُ

تمہارے بتوں کا جب تم جا چکو گے پیٹھ پھیر کر پھر کر ڈالا ان کو

جُذُا إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ۝۵۸

تکڑے ٹکڑے مگر ایک بڑا ان کا کہ شاید (تاکہ) اس کی طرف رجوع کریں

قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَذَا بِإِلَهِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۝۵۹

کہنے لگے کس نے کیا یہ کام ہمارے معبودوں کے ساتھ وہ تو کوئی بے انصاف ہے

قَالُوا سَمِعْنَا فَتَىٰ يَذُكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ ۝۶۰ قَالُوا

وہ بولے ہم نے سنا ہے ایک جوان بتوں کو کچھ کہا کرتا ہے اس کو کہتے ہیں ابراہیم وہ بولے

فَاتُوا بِهِ عَلَىٰ عَيْنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ۝۶۱

اس کو لے آؤ لوگوں کے سامنے شاید (تاکہ) وہ دیکھیں

قَالُوا آءَأَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِإِلَهِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ ۝۶۲

بولے کیا تو نے کیا ہے یہ ہمارے معبودوں کے ساتھ اے ابراہیم

قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا

بولے نہیں پر یہ کیا ہے ان کے اس بڑے نے سوان سے پوچھ لو اگر وہ

دعوت تو حید | یعنی میرا عقیدہ ہی یہ ہے اور پورے یقین و بصیرت سے اس کی شہادت دیتا ہوں کہ میرا تمہارا سب کا رب وہ ہی ایک خدا ہے جس نے آسمان زمین پیدا کئے اور ان کی دیکھ بھال رکھی۔ کوئی دوسری چیز اس کی خدائی میں شریک نہیں ہو سکتی۔

کفار کا اضطراب | یہ بات ذرا آہستہ کہی کہ بعض نے سنی، بہتوں نے نہ سنی، جنہوں نے سنی اس کی کچھ پروا نہ کی، کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ تنہا ایک نوجوان ساری قوم کے معبودوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم کا بتوں کو توڑنا | جب وہ لوگ شہر سے باہر ایک میلہ میں گئے تب ابراہیم نے بت خانہ میں جا کر بتوں کو توڑ ڈالا۔ صرف ایک بت کو باقی رہنے دیا جو باعتبار جثہ کے یا تعظیم و تکریم کے ان کے نزدیک سب سے بڑا تھا، اور جس کلہاڑی سے توڑا تھا وہ اس بڑے کے گلے میں لٹکا دی، تاکہ وہ لوگ جب واپس آ کر یہ صورت حال دیکھیں تو قدرتی طور پر ان کا خیال اس بڑے بت کی طرف ہو یا الزام اس کی طرف رجوع کرایا جاسکے۔

کفار کا غصہ | یعنی یہ گستاخی اور بے ادبی کی حرکت ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے کی یقیناً جس نے یہ کام کیا بڑا ظالم اور شریر ہے (اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ) یہ شاید ان لوگوں نے کہا ہو گا جن کے کان تک ”تَاللّٰهِ لَا كَيْدَ لَنَا اَصْنَامُكُمْ“ کی آواز نہ پہنچی تھی۔

یہ کہنے والے وہ لوگ ہونگے جو حضرت ابراہیم کے جملے سن چکے تھے۔ یعنی وہ ہی ایک شخص ہے جو ہمارے معبودوں کا ذکر برائی سے کیا کرتا ہے، یقیناً یہ کام اسی نے کیا ہوگا۔

مجمع عام میں حضرت ابراہیمؑ سے باز پرس | یعنی اس کو بلا کر برملا مجمع عام میں بیان لیا جائے۔ تاکہ معاملہ کو سب لوگ دیکھ کر اور خود اس کی باتیں سن کر گواہ رہیں کہ جو سزا اُس کو قوم کی طرف سے دی جائے گی بیشک وہ اس کا مستحق تھا۔ یہ تو ان کی غرض تھی اور حضرت ابراہیمؑ کا مقصود بھی یہ ہی ہوگا کہ مجمع عام میں ان کو موقع ملے کہ مشرکین کو عاجز و مبہوت کریں اور علیٰ رؤس الاشہاد غلبہ حق کا اظہار ہو۔

يَنْطِقُونَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ

بولتے ہیں ﴿۶۳﴾ پھر سوچے اپنے جی میں پھر بولے لوگو تم ہی

أَنْتُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ فُكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ ۚ لَقَدْ

بے انصاف ہو ﴿۶۴﴾ پھر اوندھے ہو گئے سر جھکا کر ﴿۶۵﴾

عَلِمْتَ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ ﴿٦٥﴾ قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ

تو تو جانتا ہے جیسا یہ بولتے ہیں ﴿۶۵﴾ کیا پھر تم پوجتے ہو

مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾

اللہ سے ورے ایسے کو جو تمہارا کچھ بھلا کرے نہ برا

أَفِ لَكُمْ وَلِيًّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۗ أَفَلَا

بیزار ہوں میں تم سے اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا کیا

تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ

تم کو سمجھ نہیں ﴿۶۷﴾ بولے اس کو جلاؤ اور مدد کرو اپنے معبودوں کی

إِنْ كُنْتُمْ فَعَلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يَنْارُ كُوْنِي بَرْدًا

اگر کچھ کرتے ہو ﴿۶۸﴾ ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈک ہو جا

وَسَلْمًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۗ وَآرَادُوا بِهِ كَيْدًا

اور آرام اور ابراہیم پر ﴿۶۹﴾ اور چاہنے لگے اس کا برا

فَجَعَلْنَاهُمُ الْآخِصْرِينَ ﴿٧٠﴾ وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَىٰ

پھر انہی کو ہم نے ڈال انقصان میں ﴿۷۰﴾ اور بچا انکا لاہم نے اس کو اور لوط کو

حضرت ابراہیمؑ کا مناظرانہ جواب اور شرک کا ابطال | یعنی مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ فرض کر

لیا جائے کہ اس بڑے گروگھنٹال نے جو صحیح سالم کھڑا ہے اور توڑنے کا آلہ بھی اس کے پاس موجود ہے، یہ کام کیا ہوگا۔ لیجئے بحث و تحقیق کے وقت بطور الزام و تکبیت میں یہ دعویٰ کئے لیتا ہوں کہ بڑے بت نے سب چھوٹوں کو توڑ ڈالا۔ اب آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ کیا دنیا میں ایسا ہوتا نہیں کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے۔ اور بڑے بادشاہ چھوٹی سلطنتوں کو تباہ کر ڈالتے ہیں، اس لئے بہترین صورت میرے تمہارے درمیان فیصلہ کی یہ ہے کہ تم خود اپنے ان معبودوں ہی سے دریافت کر لو کہ یہ ماجرا کس طرح ہوا، اگر یہ کچھ بول سکتے ہیں تو کیا ایسے اہم معاملہ میں بول کر میرے جھوٹ سچ کا فیصلہ نہ کر دیں گے؟ **تنبیہ** | ہماری تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ ”بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرٌ هُمْ هَذَا“ کہنا خلاف واقعہ خبر دینے کے طور پر نہ تھا جسے حقیقتہً جھوٹ کہا جائے بلکہ انکی تحمیل و تجہیل کے لئے ایک فرضی احتمال کو بصورت دعویٰ لیکر بطور تعریض و الزام کلام کیا گیا تھا جیسا کہ عموماً بحث و مناظرہ میں ہوتا ہے اس کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں بظاہر صورت جھوٹ کی معلوم ہوتی ہے اسی لئے بعض احادیث میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق صورتہً کیا گیا ہے۔ مفسرین نے اس کی توجیہ میں اور بھی کئی محمل بیان کئے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک یہ ہی تقریر زیادہ صاف بے تکلف اور اقرب الی الروایات ہے۔ واللہ اعلم۔

کفار کی شرمندگی | یعنی سمجھے کہ بیکار پتھر پوجنے سے کیا حاصل یا یہ مطلب ہو کہ تم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا کہ باوجود ابراہیمؑ کی دھمکی سننے کے یوں ہی لا پرواہی سے بت خانہ کھلا چھوڑ کر چلے گئے اپنے معبودوں کی حفاظت کا کوئی سامان کر کے نہ گئے کذا قال ابن کثیر۔ یعنی شرمندگی سے آنکھ نہیں ملا سکتے تھے۔

کفار کا جواب | یعنی جان بوجھ کر ہم سے ایسی ناممکن بات کا مطالبہ کیوں کرتا ہے کہیں پتھر بھی بولے ہیں؟

حضرت ابراہیمؑ کی ملامت | یعنی پھر تم کو ڈوب مرنا چاہئے کہ جو مورتی ایک لفظ نہ بول سکے، کسی آڑے وقت کام نہ آسکے، ذرہ برابر نفع و نقصان اس کے اختیار میں نہ ہو، اسے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے، کیا اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے۔

حضرت ابراہیمؑ کو زندہ جلانے کا فیصلہ | یعنی بحث و مناظرہ میں تو اس سے جیت نہیں سکتے۔ اب صرف ایک ہی صورت ہے کہ (جو معبود ہماری بلکہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے) ہم ان کی مدد کریں اور انکے دشمن کو سخت ترین سزا دیں۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو ہم نے کچھ کام نہ کیا۔ چنانچہ اس مشورہ کے موافق حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلانے کی سزا تجویز ہوئی۔ گویا جس طرح ابراہیمؑ نے بت توڑ کر ان کے دل جلائے تھے، یہ ان کو آگ میں جلا ڈالیں۔ آخر ظالموں نے جمع ہو کر نہایت اہتمام اور بے رحمی کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کو سخت بھڑکتی ہوئی آگ کی نذر کر دیا۔

آگ کو ٹھنڈا ہونے اور سلامتی کا حکم | یعنی نکوینا آگ کو حکم ہوا کہ ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا۔ لیکن اس قدر ٹھنڈی نہیں کہ برودت سے تکلیف پہنچنے لگے۔ ایسی معتدل ٹھنڈی ہو جو جسم و جان کو خوشگوار معلوم ہونے لگے **تنبیہ** | آگ کا ابراہیمؑ پر ٹھنڈا ہو جانا ان کا معجزہ تھا۔ معجزہ کی حقیقت یہ ہی ہے کہ حق تعالیٰ اپنی عام عادت کے خلاف سبب عادی کو مسبب سے یا مسبب کو سبب سے جدا کر دے، یہاں احراق کا سبب آگ موجود تھی، مگر مسبب اس پر مرتب نہ ہوا۔ معجزہ وغیرہ کے متعلق مفصل کلام ہم نے ایک مستقل تحریر میں کیا ہے جو رسالہ ”المحمود“ کے کئی نمبروں میں چھپ چکی۔ فلیراجع

حق کی صداقت کا اظہار | یعنی ابراہیمؑ کا برا چاہتے تھے، لیکن خود ناکامی، ذلت اور خسارہ میں پڑ گئے حق کی صداقت بر ملا ظاہر ہوئی اور اللہ کا کلمہ بلند ہوا۔ قال فی البحر المحیط ”قد اکثر الناس فی حکایتہ ماجری لا براہیم علیہ السلام والذی صح ہو ما ذکرہ اللہ تعالیٰ من انہ علیہ السلام القی فی النار فجعلہا اللہ علیہ برداً و سلاماً۔“

الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ﴿٤١﴾ وَوَهَبْنَا

اس زمین کی طرف جس میں برکت رکھی ہے ہم نے جہاں کے واسطے ﴿۴۱﴾ اور بخشا ہم نے

لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۗ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا

اس کو اسحق اور یعقوب دیا انعام میں ﴿۴۲﴾ اور سب کو

صَالِحِينَ ﴿٤٢﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً ۗ يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا

نیک بخت کیا ﴿۴۲﴾ اور ان کو کیا ہم نے پیشوا راہ بتلاتے تھے ہمارے حکم سے ﴿۴۳﴾

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَ

اور کہلا بھیجا ہم نے ان کو کرنا نیکیوں کا اور قائم رکھنی نماز اور

إِيتَاءِ الزَّكَاةِ ۗ وَكَانُوا لَنَا عِبْدِينَ ﴿٤٣﴾ وَ لَوْ طَا

دینی زکوٰۃ ﴿۴۳﴾ اور وہ تھے ہماری بندگی میں لگے ہوئے ﴿۴۴﴾ اور لو ط کو

أَتَيْنَهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي

دیا ہم نے حکم اور کچھ ﴿۴۴﴾ اور بچا نکالا اس کو اس ہستی سے

كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبِيثَاتِ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ

جو کرتے تھے گندے کام وہ تھے لوگ بڑے (برے)

فَاسِقِينَ ﴿٤٤﴾ وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا ۗ إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٤٥﴾

نافرمان ﴿۴۵﴾ اور اس کو لے لیا ہم نے اپنی رحمت میں وہ ہے نیک بختوں میں ﴿۴۶﴾

وَنُوحًا إِذْ نَادَى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ

اور نوح کو جب اس نے پکارا اس سے پہلے ﴿۴۶﴾ پھر قبول کر لی ہم نے اس کی دعا سو بچا دیا اس کو

حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کی شام کی طرف ہجرت | یعنی حضرت ابراہیم کو مع حضرت لوط کے صحیح سالم ملک شام میں لے گئے جہاں بہت سی ظاہری و باطنی برکات و دیعت کی گئی ہیں۔

یعنی بڑھاپے میں بیٹا مانگا تھا، ہم نے پوتا بھی دے دیا۔ یعنی یعقوب علیہ السلام۔

یعنی ابراہیم، لوط، اسحق، یعقوب اعلیٰ درجہ کے نیک بندوں میں ہیں۔ کیونکہ سب نبی ہوئے اور انبیاء سے بڑھ کر نیکی کس میں ہو سکتی ہے۔

یعنی ایسے کامل تھے کہ دوسروں کی تکمیل بھی کرتے تھے۔

یعنی ان کی طرف جی بھیجی جس میں ان امور کی تاکید تھی۔ یہ ان کا کمال علمی ہوا۔

آل ابراہیم کے مناقب | یعنی شب و روز ہماری بندگی میں لگے رہتے تھے کسی دوسری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ یہ ہی انبیاء کی شان ہوتی ہے کہ ان کا ہر کام خدا کی بندگی کا پہلو لئے ہوتا ہے۔ یہ عملی کمال ہوا۔

یعنی حکمت و حکومت اور علم و فہم جو انبیاء کی شان کے لائق ہو

قوم لوط کی بستی | بستی سے مراد ”سدوم“ اور اس کے ملکقات ہیں۔ وہاں کے لوگ خلاف فطرت افعال کے مرتکب اور بہت سے گندے کاموں میں مبتلا تھے۔ ان کا قصہ پہلے کئی جگہ گذر چکا۔

حضرت لوط پر رحمت | یعنی جب لوط کی قوم پر عذاب بھیجا تو لوط اور اس کے ساتھیوں کو ہم نے اپنی مہربانی اور رحمت کی چادر میں ڈھانپ لیا۔ تانیکوں کا اور بدوں کا انجام الگ الگ ظاہر ہو جائے۔

یعنی ابراہیم اور لوط سے پہلے۔

وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَ نَصَرْنَاهُ

اور اس کے گھروالوں کو بڑی گھبراہٹ سے اور مدد کی اس کی

مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا

ان لوگوں پر جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتیں وہ تھے

قَوْمٌ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٧﴾ وَ دَاوُدَ وَ

برے لوگ پھر ڈبا دیا ہم نے ان سب کو اور داؤد اور

سُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمُونَ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ

سلیمان کو جب لگے فیصل کرنے کھیتی کا جھگڑا جب روند گئیں اس کو

غَمُّ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ﴿٤٨﴾ فَفَهَّمْنَاهَا

رات میں ایک قوم کی بکریاں اور سامنے تھا ہمارے ان کا فیصلہ پھر سمجھا دیا ہم نے وہ فیصلہ

سُلَيْمَانَ ۚ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا وَسَخَّرْنَا

سلیمان کو اور دونوں کو دیا تھا ہم نے حکم اور سمجھ اور تابع کئے ہم نے

مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ ﴿٤٩﴾

داؤد کے ساتھ پہاڑ تسبیح پڑھا کرتے اور اڑتے جانور اور یہ سب کچھ ہم نے کیا

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِنُحَصِّنَكُمْ مِنَ

اور اس کو سکھایا ہم نے بنانا ایک تمہارا لباس کہ بچاؤ ہو تم کو تمہاری

بَأْسِكُمْ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ ﴿٥٠﴾ وَلِسُلَيْمَانَ

لڑائی میں لکھتم شکر کرتے ہو اور سلیمان کے تابع کی

حضرت نوح کو کرب عظیم سے نجات | نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک قوم کو سمجھاتے رہے اتنی طویل مدت میں سخت زہرہ گداز سختیاں اٹھائیں۔ آخر دعا کی "اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" (قمر رکوع ۱) اور "رَبِّ لَا تَذَرُ عَلٰی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دِیَارًا" (نوح رکوع ۲) حق تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ کافروں کو طوفان سے غرق کر دیا اور نوح کو مع ہمراہیوں کے طوفان کی گھبراہٹ اور کفار کی ایذا دہی سے بچالیا۔ ان کا مفصل قصہ پہلے گزر چکا۔

دربار داؤد میں مقدمہ اور حضرت سلیمان کا حکیمانہ فیصلہ | حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے صاحبزادے ہیں، اور خود نبی ہیں دونوں کو اللہ تعالیٰ نے حکومت، قوت فیصلہ اور علم و حکمت عنایت فرمائے تھے۔ حضرت سلیمان بچپن ہی میں اس قدر غیر معمولی سمجھ کی باتیں کر۔ تے تھے کہ سننے والے حیران رہ جائیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے کھیت میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں آگھسیں کھیتی کا نقصان ہوا، حضرت داؤد نے یہ دیکھ کر کہ بکریوں کی قیمت اس مالیت کے برابر ہے جس کا کھیت والے نے نقصان اٹھایا تھا، یہ فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میرے نزدیک کھیتی والا بکریاں اپنے پاس رکھے اور دودھ پئے اور بکریوں والے کھیت کی آبپاشی اور تردد کریں جب کھیتی جیسی تھی ویسی ہو جائے تو بکریاں لوٹا دیں اور کھیتی لے لیں اس میں دونوں کا نقصان نہ ہوگا۔ حضرت داؤد نے بھی یہ فیصلہ سن کر تحسین فرمائی اور اپنے اجتہاد سے رجوع کیا۔ گویا اصول فقہ کی اصطلاح میں سلیمان علیہ السلام کے استحسان کو اپنے قیاس کے مقابلہ میں قبول فرمایا۔ باپ بیٹے دونوں نے جو فیصلہ شرکائے مقدمہ کے حق میں کیا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اور دونوں ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے فیصلہ کرنے کی قوت اور سمجھ عنایت کی تھی۔ لیکن اصل گر کی بات اس نے سلیمان کو بھادی وہ اس نتیجہ پر پہنچے جو اللہ کے نزدیک اصلح و اصوب تھا، اور جسے آخر کار داؤد نے بھی قبول کیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بادشاہ ہو کر بھی مخلوق کے چھوٹے چھوٹے معاملات کی طرف اسی قدر توجہ فرماتے ہیں جیسے بڑے مہم کاموں کی طرف۔

حسن داؤدی کی معجزانہ تاثیر | حضرت داؤد علیہ السلام بے انتہا خوش آواز تھے اس پر پیغمبرانہ تاثیر، حالت یہ ہوتی تھی کہ جب جوش میں آ کر زبور پڑھتے یا خدا کی تسبیح و تحمید کرتے تو پہاڑ اور پرند جانور بھی ان کے ساتھ آواز سے تسبیح پڑھنے لگتے تھے۔

پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کی دلیل | یعنی تعجب نہ کرو کہ پتھر اور جانور کیسے بولتے اور تسبیح پڑھتے ہو گئے یہ سب کچھ ہمارا کیا ہوا تھا، بھلا ہماری لامحدود قدرت کے لحاظ سے یہ باتیں کیا مستبعد سمجھی جاسکتی ہیں۔

حضرت داؤد کا زر ہیں بنانا | حق تعالیٰ نے حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہا موم کر دیا تھا۔ اسے موڑ کر نہایت ہلکی مضبوط، جدید قسم کی زر ہیں تیار کرتے تھے جو لڑائی میں کام دیں۔

یعنی تمہارے فائدہ کے لئے ہم نے داؤد کے ذریعہ سے ایسی عجیب صنعت نکال دی، سوچو کہ تم اس قسم کی نعمتوں کا کچھ شکر ادا کرتے ہو۔

الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي

ہوا زور سے چلنے والی کہ چلتی اس کے حکم سے اس زمین کی طرف

بُرَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلَيْهِمْ ۝۸۱ وَ مِنْ

جہاں برکت دی ہے ہم نے اور ہم کو سب چیز کی خبر ہے اور

الشَّيْطَانِ مَنْ يَغْوُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ

تابع کئے کتے شیطان جو غوط لگاتے اس کے واسطے اور بہت سے کام بناتے اس کے سوا

ذَلِكَ ۝ وَكُنَّا لَهُمْ حَفِظِينَ ۝۸۲ وَ أَيُّوبَ إِذْ

اور ہم نے ان کو تمام رکھتا تھا اور ایوب کو جس وقت

نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ

پکارا اس نے اپنے رب کو کہ مجھ پر پڑی ہے تکلیف اور تو ہے سب رحم والوں سے

الرَّحِيمِينَ ۝۸۳ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ

رحم والا پھر ہم نے سن لی اس کی فریاد سو دور کر دی جو اس پر تھی

ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنْ

تکلیف اور عطا کئے اس کو اس کے گھر والے اور اتنے ہی اور ان کے ساتھ رحمت

عِنْدِنَا وَذَكَرْهُ لِلْعَالَمِينَ ۝۸۴ وَإِسْمَاعِيلَ وَ

اپنی طرف سے اور نصیحت بندگی کرنے والوں کو اور اسمعیل اور

إِدْرِيسَ وَذَا الْكُفْلِ ۝۸۵ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝۸۵

ادریس اور ذوالکفل کو یہ سب ہیں صبر والے

۱ ہوا پر حضرت سلیمان کی حکومت | حضرت سلیمان نے دعا کی تھی رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي (ص ۳ رکوع ۳) اللہ تعالیٰ نے ہوا اور جن ان کے لئے مسخر کر دیے۔ حضرت سلیمان نے ایک تخت تیار کرایا تھا جس پر مع اعیان دولت بیٹھ جاتے اور ضروری سامان بھی پار کرایا جاتا، پھر ہوا آتی، زور سے اس کو زمین سے اٹھاتی، پھر اوپر جا کر نرم ہوا کی ضرورت کے مناسب چلتی جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ ”رُحَسَاءٌ حَيْثُ أَصَاب“ (ص ۳ رکوع ۳) یمن سے شام کو اور شام سے یمن کو مہینہ کی راہ دو پہر میں پہنچا دیتی۔ تعجب ہے کہ آج عجیب و غریب ہوائی جہازوں کے زمانہ میں بھی بہت سے زانین اس قسم کے واقعات کا انکار کرتے ہیں۔ کیا یورپ جو کام اسٹیم اور الیکٹرک سے کر سکتا ہے خدا تعالیٰ ایک پیغمبر کی خاطر اپنی قدرت سے نہیں کر سکتا۔ کہ کس کو کس قسم کا امتیاز دینا مناسب ہے، اور ہوا وغیرہ عناصر سے کس طرح کام لیا جاسکتا ہے۔

۲ سرکش جنات پر حضرت سلیمان کی حکومت | شیاطین سے مراد سرکش جن ہیں، ان سے حضرت سلیمان دریا میں غوط لگواتے تاکہ موتی اور جواہر اس کی تہ میں سے نکالیں اور عمارات میں بھاری کام کرواتے اور حوض کے برابر تانے کے لگن اور بڑی عظیم الشان دیکھیں جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں بنا کر اٹھواتے تھے اور سخت سخت کام ان سے لیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس قسم کے حیرت انگیز کام اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مادی قوتوں سے کرائے ہیں اس وقت مخفی اور روحی قوتوں سے کرائے جاتے تھے۔

۳ جنات کی تسخیر اللہ کی طرف سے تھی | یعنی ہم نے اپنے اقتدار کامل سے ان شیاطین کو سلیمان کی قید میں اس طرح تھام رکھا تھا کہ جو چاہتے ان سے بیگار لیتے تھے۔ اور وہ کوئی ضرر سلیمان کو نہیں پہنچا سکتے تھے۔ ورنہ آدمی کی کیا بساط ہے کہ ایسی مخلوق کو اپنے قبضہ میں کر لے اور زنجیروں میں جکڑ کر رکھ چھوڑے ”وَآخِرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ“ (ص ۳ رکوع ۳)

۴ حضرت ایوب کی تکلیف اور دعاء | حضرت ایوب کو حق تعالیٰ نے دنیا میں سب طرح آسودہ رکھا تھا، کھیت، مویشی، لوٹڈی، غلام، اولاد صالح اور عورت مرضی کے موافق عطا کی تھی۔ حضرت ایوب بڑے شکر گزار بندے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا، کھیت جل گئے، مویشی مر گئے، اور اولاد اکٹھی دب مری، دوست آشنا الگ ہو گئے، بدن میں آبلے پڑ کر کیزے پڑ گئے ایک بیوی رفیق رہی، آخر میں وہ بیچاری بھی اکتانے لگتی۔ مگر حضرت ایوب جیسے نعمت میں شا کر تھے ویسے ہی بلا میں صابر رہے۔ جب تکلیف و اذیت اور دشمنوں کی شامت حد سے گذر گئی۔ بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ یقیناً ایوب نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے جس کی سزا ایسی ہی سخت ہو سکتی تھی تب دعا کی ”رَبِّ اِنِّیْ مَسْسَنِی الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ“ رب کو پکارنا تھا کہ دریائے رحمت امنڈ پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے مری ہوئی اولاد سے دگنی اولاد دی، زمین سے چشمہ نکالا۔ اسی سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہوئے۔ بدن کا سارا روگ جاتا رہا۔ اور جیسا کہ حدیث میں ہے سونے کی ٹڈیاں برسائیں، غرض سب طرح درست کر دیا۔

۵ ہر ابتلاء غضب نہیں ہوتا | یعنی ایوب پر یہ مہربانی ہوئی اور تمام بندگی کرنے والوں کے لئے ایک نصیحت اور یادگار قائم ہو گئی کہ جب کسی نیک بندے پر دنیا میں برا وقت آئے تو ایوب کی طرح صبر و استقلال دکھلانا اور صرف اپنے پروردگار سے فریاد کرنا چاہئے۔ حق تعالیٰ اس پر نظر عنایت فرمائے گا۔ اور محض ایسے ابتلاء کو دیکھ کر کسی شخص کی نسبت یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اللہ کے یہاں مبغوض ہے۔

۶ حضرت اسمعیل اور ذوالکفل | یعنی ان سب نیک بندوں کو یاد کرو۔ اسمعیل اور ادریس کا ذکر پہلے سورہ ”مریم“ میں گذر چکا۔ ذوالکفل کی نسبت اختلاف ہے کہ نبی تھے جیسا کہ انبیاء کے ذیل میں تذکرہ فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے یا محض ایک مرد صالح تھے۔ کہتے ہیں ایک شخص کے ضامن ہو کر کئی برس قید رہے اور اللہ یہ محنت اٹھائی۔ تمہیں | مسند امام احمد اور جامع ترمذی میں ایک شخص کا قصہ آتا ہے جو پہلے سخت بدکار اور فاسق و فاجر تھا، بعدہ تائب ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کی بشارت اسی دنیا میں لوگوں کو سنائی، اس کا نام حدیث میں ”کفل“ آیا ہے۔ بظاہر یہ وہ ”ذوالکفل“ نہیں جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا۔ واللہ اعلم۔ ہمارے زمانہ کے بعض مصنفین کا خیال ہے کہ ”ذوالکفل“ وہ ہی ہیں جن کو ”حز قیل“ کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُمْ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۸۶﴾

اور لے لیا ہم نے ان کو اپنی رحمت میں وہ ہیں نیک بختوں میں

وَإِذَا النُّونُ إِذْ ذُكِّرَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ يَنْجُوهُ

اور مچھلی والے کو جب چلا گیا غصہ ہو کر پھر سمجھا کہ ہم

نَقَدَرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

نہ پکڑ سکیں گے (پکڑیں گے) اس کو پھر پکارا ان اندھیروں میں کہ کوئی حاکم نہیں

إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ قَاتِلُ الظُّلُمَاتِ ﴿۸۷﴾

سوائے تیرے تو بے عیب ہے میں تھا گنہگاروں سے

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الغَمِّ ط وَكَذَلِكَ

پھر ہم نے اس کی فریاد اور بچا دیا اس کو اس گھٹنے (گھٹن) سے اور یونہی

نُجِّى الْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۸﴾ وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ

ہم بچا دیتے ہیں ایمان والوں کو اور زکریا کو جب پکارا اس نے اپنے رب کو

رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿۸۹﴾

اے رب نہ چھوڑ مجھ کو اکیلا اور تو ہے سب سے بہتر وارث

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى وَأَصَدَقْنَا لَهُ

پھر ہم نے سن لی اس کی دعا اور بخشا اس کو یحییٰ اور اچھا (درست) کر دیا اس کی

زَوْجَهُ ط إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَبْرَاتِ وَ

عورت کو وہ لوگ دوڑتے تھے اور بھلائیوں پر

◆ حضرت یونس کا قصہ | ”مچھلی والا“ فرمایا حضرت یونس علیہ السلام کو۔ ان کا مختصر قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شہر نینوی کی طرف (جو موصل کے مضافات میں سے ہے) مبعوث فرمایا تھا۔ یونس علیہ السلام نے ان کو بت پرستی سے روکا اور حق کی طرف بلایا۔ وہ ماننے والے کہاں تھے، روز بروز ان کا عناد و تمرد ترقی کرتا رہا۔

حضرت یونس کی بددعا | آخر بددعا کی اور قوم کی حرکات سے خفا ہو کر غصہ میں بھرے ہوئے شہر سے نکل گئے حکم الہی کا انتظار نہ کیا اور وعدہ کر گئے کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آئے گا ان کے نکل جانے کے بعد قوم کو یقین ہوا کہ نبی کی بددعا خالی نہیں جائے گی کچھ آثار بھی عذاب کے دیکھے ہوئے گھبرا کر سب لوگ بچوں اور جانوروں سمیت باہر جنگل میں چلے گئے اور ماؤں کو بچوں سے جدا کر دیا۔ میدان میں پہنچ کر سب نے رونا چلانا شروع کیا، بچے اور ماںیں، آدمی اور جانور سب شور مچا رہے تھے، کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی،

قوم یونس کی توبہ اور عذاب کا ٹلنا | تمام بستی والوں نے سچے دل سے توبہ کی، بت توڑ ڈالے۔ خدا تعالیٰ کی اطاعت کا عہد باندھا اور حضرت یونس کو تلاش کرنے لگے کہ ملیں تو ان کے ارشاد پر کار بند ہوں۔ حق تعالیٰ نے آنے والا عذاب ان پر سے اٹھا لیا۔ ”فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا اِلَّا قَوْمٌ يُّنُوْسُ لَمَّا اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الْمُدْنٰیَا وَمَتَّعْنٰهُمُ الْيٰسِيْنَ“ (یونس رکوع ۱۰) ادھر یونس علیہ السلام بستی سے نکل کر ایک جماعت کے ساتھ کشتی پر سوار ہوئے، وہ کشتی غرق ہونے لگی۔ کشتی والوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ارادہ کیا کہ ایک آدمی کو نیچے پھینک دیا جائے (یا اپنے مفروضات کے موافق یہ سمجھے کہ کشتی میں کوئی غلام مولا سے بھاگا ہوا ہے) بہر حال اس آدمی کی تعیین کے لئے قرعہ ڈالا۔ وہ یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا۔ دو تین مرتبہ قرعہ اندازی کی ہر دفعہ یونس کے نام پر نکلتا رہا۔ یہ دیکھ کر یونس علیہ السلام دریا میں کود پڑے۔

مچھلی کا حضرت یونس کو نگلنا | فوراً ایک مچھلی آ کر نگل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونس کو اپنے پیٹ میں رکھ، اس کا ایک بال بینکانہ ہو۔ یہ تیری روزی نہیں بلکہ تیرا پیٹ ہم نے اس کا قید خانہ بنایا ہے۔ اس کو اپنے اندر حفاظت سے رکھنا۔

حضرت یونس کی دعاء اور رہائی | اس وقت یونس نے اللہ کو پکارا۔ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ“ اپنی خطا کا اعتراف کیا کہ بیشک میں نے جلدی کی کہ تیرے حکم کا انتظار کئے بدون بستی والوں کو چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا۔ گو یونس علیہ السلام کی یہ غلطی اجتہادی تھی جو امت کے حق میں معاف ہے، مگر انبیاء کی تربیت و تہذیب دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتی ہے۔ جس معاملہ میں وحی آنے کی امید ہو، بدون انتظار کئے قوم کو چھوڑ کر چلا جانا ایک نبی کی شان کے لائق نہ تھا۔ اسی نامناسب بات پر دار و گیر شروع ہو گئی۔ آخر توبہ کے بعد نجات ملی مچھلی نے کنارہ پر آ کر اگل دیا۔ اور اسی بستی کی طرف صحیح سالم واپس کئے گئے۔

◆ حضرت یونس کی اجتہادی غلطی کی حقیقت | یعنی یہ خیال کر لیا کہ ہم اس حرکت پر کوئی دار و گیر نہ کریں گے، یا ایسی طرح نکل کر بھاگا جیسے کوئی یوں سمجھ کر جائے کہ اب ہم اس کو پکڑ کر واپس نہیں لاسکیں گے۔ گویا بستی سے نکل کر ہماری قدرت سے ہی نکل گیا۔ یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ یونس علیہ السلام فی الواقع ایسا سمجھتے تھے۔ ایسا خیال تو ایک ادنیٰ مومن بھی نہیں کر سکتا بلکہ غرض یہ ہے کہ صورت حال ایسی تھی جس سے یوں مترشح ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ کاہلیوں کی ادنیٰ ترین اغزش کو بہت سخت پیرایہ میں ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے کئی جگہ لکھ چکے ہیں اور اس سے کاہلیوں کی تنقیص نہیں ہوتی۔ بلکہ جلالت شان ظاہر ہوتی ہے کہ اتنے بڑے ہو کر ایسی چھوٹی سی فرو گذاشت بھی کیوں کرتے ہیں۔

◆ یعنی دریا کی گہرائی، مچھلی کے پیٹ اور شب تاریک کے اندھیروں میں۔

◆ یعنی میری خطا کو معاف فرمائیے بیشک مجھ سے غلطی ہوئی۔

◆ اس دعاء کی فضیلت | یعنی یونس کے ساتھ مخصوص نہیں، جو ایماندار لوگ ہم کو اسی طرح پکاریں گے ہم انکو بلاؤں سے نجات دیں گے۔ احادیث میں اس دعا کی بہت فضیلت آئی ہے۔ اور امت نے شدید و نواب میں ہمیشہ اس کو مجرب پایا ہے۔

◆ حضرت زکریا کی دعا | یعنی اولاد سے جو میرے بعد قوم کی خدمت کر سکے اور میری تعلیم کو پھیلانے جیسا کہ سورہ ”مریم“ کے نوآند میں لکھا جا چکا ہے۔

◆ وارث طلب کر رہے تھے ”یٰرَبِّیْ وَیٰرَبِّیْ وَیٰرَبِّیْ مِنْ اِلٍ یُّعْقِبُوْنَ“ (مریم رکوع ۱) اسی کے مناسب نام سے اللہ کو یاد کیا۔

◆ یعنی ہاں مجھ عورت کو ولادت کے قابل کر دیا۔

يَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خِشَعِينَ ﴿٩٠﴾

پکارتے تھے ہم کو توقع سے اور ڈر سے اور تھے ہمارے آگے عاجز

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا

اور وہ عورت جس نے قابو میں رکھی اپنی شہوت پھر پھونک دی ہم نے اس عورت میں اپنی روح

وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿٩١﴾ إِنَّ هَذِهِ

اور کیا اس کو اور اس کے بیٹے کو نشانی (نمونہ) جہان والوں کے واسطے یہ لوگ ہیں

أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿٩٢﴾

تمہارے دین کے سب ایک دین پر اور میں ہوں رب تمہارا سو میری بندگی کرو

وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلُّ إِلَيْنَا رُجْعُونَ ﴿٩٣﴾

اور ٹکڑے ٹکڑے بانٹ لیا (کر لیا) لوگوں نے آپس میں اپنا کام سب ہمارے پاس پھر آئیں گے

فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ

سو جو کوئی کرے اور وہ رکھتا ہو ایمان کچھ نیک کام سوا کارت نہ کریں گے

لِسَعِيدِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿٩٤﴾ وَحَرَّمْنَا عَلَى قَرِيَّتِهِ

اس کی سعی کو اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں اور مقرر ہو چکا ہر ہستی پر

أَهْلَكُنَّهَا إِنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٩٥﴾ حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ

جس کو غارت کر دیا ہم نے کہ وہ پھر نہ آئیں گے یہاں تک کہ جب کھول دیئے جائیں

يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ﴿٩٦﴾

یا جوج اور ما جوج اور وہ ہر اونچان سے پھلتے چلے آئیں

❖ **متصوفین کی ایک غلطی** | بعض متصوفین کہا کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کو پکارے تو قح سے یا ڈر سے وہ اصلی محبت نہیں۔ یہاں سے انکی غلطی ظاہر ہوئی۔ انبیاء سے بڑھ کر خدا کا محبت کون ہو سکتا ہے۔

❖ یعنی حلال و حرام دونوں طریقوں سے محفوظ تھی۔

❖ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو جو ”روح اللہ“ کے لقب سے ملقب ہیں اس کے پیٹ میں پرورش کیا۔

❖ انکا ”نشانی“ ہونا سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں بیان ہو چکا ہے۔

❖ **توحید تمام امتوں میں مشترک ہے** | یعنی خدا بھی ایک اور تمہارا اصل دین بھی ایک ہے۔ تمام انبیاء اصول میں متحد ہوتے ہیں جو ایک کی تعلیم ہے وہ ہی دوسروں کی ہے۔ رہا فروع کا اختلاف، وہ زمان و مکان کے اختلاف کی وجہ سے عین مصلحت و حکمت ہے۔ اختلاف مذموم وہ ہے جو اصول میں ہو، پس لازم ہے کہ سب مل کر خدا کی بندگی کریں اور جن اصول میں تمام انبیاء متفق رہے ہیں ان کو متحدہ طاقت سے پکڑیں۔

❖ **خود ساختہ اختلافات** | ہم نے تو اصول کے اعتبار سے ایک دین دیا تھا۔ لوگوں نے خود اختلاف ڈال کر اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے اور آپس میں پھوٹ ڈال دی۔

❖ یعنی ہمارے پاس آ کر تمام اختلافات کا فیصلہ ہو جائے گا جب ہر ایک کو اس کے کئے کی جزاء ملے گی۔ آگے اس جزاء کی تفصیل ہے۔
❖ **مومن کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی** | یعنی کسی کی محنت اکارت نہ جائے گی۔ نیکی کا بیٹھا پھل مومن کو مل کر رہے گا۔ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی بھی ضائع نہ ہوگی ہر چھوٹا بڑا عمل ہم اس کے اعمال نامہ میں ثبت کر دیتے ہیں جو قیامت کے دن کھول دیے جائیں گے۔

❖ **معذب قوموں کی ابدی محرومی** | پہلے نجات پانے والے مومنین کا ذکر تھا اس کے بالمقابل اس آیت میں ہلاک ہونے والے کافروں کا مذکور ہے یعنی جن کے لئے ہلاک اور غارت ہونا مقدر ہو چکا وہ کبھی اپنے کفر و عصیان کو چھوڑ کر اور توبہ کر کے خدا کی طرف رجوع ہونے والے نہیں۔ نہ وہ کبھی دنیا میں اس غرض سے واپس کئے جاسکتے ہیں کہ دوبارہ یہاں آ کر گذشتہ زندگی کی تفسیرات کی تلافی کر لیں۔ پھر ان کو نجات و فلاح کی توقع کدھر سے ہو سکتی ہے۔ ان کے لئے تو صرف ایک ہی وقت ہے جب وہ دوبارہ زندہ ہو کر خدا کی طرف رجوع کریں گے اور اپنی زیادتیوں کے معترف ہو کر پشیمان ہونگے۔ مگر اس وقت پشیمانی کچھ کام نہ آئے گی وہ وقت قیامت کا ہے جس کے مبادئی قریبہ میں سے ہے خروج ”یا جوج و ماجوج“ آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔

❖ **یا جوج و ماجوج کا خروج** | یعنی قیامت کے قریب نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سد ذوالقرنین توڑ کر ”یا جوج ماجوج“ کا لشکر ٹوٹ پڑے گا۔ یہ لوگ اپنی کثرت و ازدحام کی وجہ سے تمام بلندی و پستی پر چھا جائیں گے۔ جدھر دیکھوان ہی کا ہجوم نظر آئے گا۔ ان کا بے پناہ سیلاب ایسی شدت اور تیز رفتار سے آئے گا کہ کوئی انسانی طاقت روک نہ سکے گی۔ یہ معلوم ہوگا کہ ہر ایک ٹیلہ اور پہاڑ سے ان کی فوجیں پھسلتی اور لڑھکتی چلی آ رہی ہیں۔ سورہ ”کہف“ کے آخر میں اس قوم کے متعلق ہم جو کچھ لکھ چکے ہیں اس کا ایک مرتبہ مطالعہ کر لیا جائے۔

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ

اور نزدیک آگے سچا وعدہ پھر اس دم اور پرگنی رہ جائیں

أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ يَوِيدُنَا قَدْ كُنَّا فِي

منکروں کی آنکھیں ہائے کم ہمتی ہماری ہم بے

غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٩٤﴾ إِنَّكُمْ وَمَا

خبر ہے اس سے نہیں پر ہم تھے گنہگار تم اور جو کچھ

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۗ أَنْتُمْ لَهَا

تم پوجتے ہو اللہ کے سوا ایندھن ہے دوزخ کا تم کو اس پر

وَرِدُونَ ﴿٩٥﴾ لَوْ كَانَ هُوَ آئِلَهِ مَا وَرَدُوهَا ۗ

پہنچنا ہے اگر ہوتے یہ بت معبود تو نہ پہنچتے اس پر

وَكَُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٩٦﴾ لَهُمْ فِيهَا زَوْجٌ وَهُمْ

اور سارے اس میں سدا پڑے رہیں گے ان کو وہاں چلانا ہے اور وہ

فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿٩٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا

اس میں کچھ نہ سنیں گے جن کے لیے پہلے سے ظہر چکی ہماری طرف سے

الْحُسْنَىٰ ۗ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿٩٨﴾ لَا يَسْمَعُونَ

نیکی وہ اس سے دور ہیں گے نہیں سنیں گے

حَسِبْسَهَا ۗ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ

اس کی آہت اور وہ اپنے جی کے مزوں میں

قیامت میں کفار کی دہشت | یعنی جزاء و سزا کا وعدہ جب نزدیک آگے گا اس وقت منکروں کی آنکھیں مارے شدتِ ہول کے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور اپنی غفلت پر دستِ حسرت ملیں گے کہ افسوس آج کے دن سے ہم کیسے بے خبر رہے جو ایسی کم بختی آئی۔ کاش دنیا میں اس آفت سے بچنے کی فکر کرتے۔

یعنی بے خبری بھی کیسے کہیں، آخر انبیاء علیہم السلام نے تو کھول کھول کر آگاہ کر دیا تھا۔ لیکن ہم نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ ان کا کہنا نہ مانا اور برابر شرارتوں اور گناہوں پر اصرار کرتے رہے۔

دوزخ کا ایندھن | یہ خطاب مشرکین مکہ کو ہے جو بت پوجتے تھے، یعنی تم اور تمہارے یہ معبود سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے ”وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ“ (بقرہ رکوع ۳) اس کے معنی یہ نہیں کہ اصنام (بت) معذب ہونگے۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ بت پرستوں پر حجت زیادہ لازم ہو۔ جیسا کہ آگے فرمایا لَوْ كَانَهُمْ يَافِقُونَ رَبَّهُمْ لَخَبِئَ اللَّهُ بَيْنَهُمْ وَالْجِنَّةَ إِنَّهُمْ لَمُتَّعُونَ بَرًا ۗ وَمَا يَحْتَفِظُونَ کہ جن سے خیر کی توقع رکھتے تھے وہ آج خود اپنے کو نہ بچا سکے پھر ہماری حفاظت کیا کر سکتے ہیں۔ تنبیہ | ”وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ“ سے مراد یہاں صرف اصنام ہیں۔ کیونکہ خطاب ان ہی کے پرستاروں سے ہے۔ لیکن اگر ”مَا“ کو عام رکھا جائے تو ”بشرط عدم المانع“ کی قید معتبر ہوگی یعنی جن فرضی معبودوں میں کوئی مانع دخول نار سے نہ ہو وہ اپنے عابدین کے ساتھ دوزخ کا ایندھن بنائے جائیں گے۔ مثلاً شیاطین و اصنام۔ باقی حضرت مسیح و عزیر اور ملائکہ اللہ جن کو بہت لوگوں نے معبود ٹھہرایا ہے۔ ان حضرات کی مقبولیت و وجاہت مانع ہے کہ (معاذ اللہ اس عموم میں شامل رکھے جائیں۔ اسی لئے آگے تصریح فرمادیا۔ ”إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ“۔

یعنی سب عابد و معبود ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہیں گے۔

دوزخ میں کفار کی حالت | یعنی شدتِ ہول اور عذاب کی سخت تکلیف اور اپنے چلانے کے شور سے کچھ سنائی نہ دے گا۔ ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ ایک وقت آئے گا جب ہر دوزخی کو ایک لوہے کے صندوق میں بند کر کے اوپر میخیں ٹھونک دی جائیں گی۔ اور جہنم کی تہ میں چھوڑ دیے جائیں گے۔ شاید کچھ نہ سن سکن اس وقت کا حال ہو۔

اہل جنت کا دوزخ سے بعد | یعنی ایک بار پل صراط پر سے گذر کر پھر ہمیشہ دور رہیں گے اور اس پر سے گذرتے ہوئے بھی دوزخ کی تکلیف و الم سے قطعاً دوری ہوگی۔

خُلِدُونَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَجْزِيهِمُ الْفِزْرُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّهِمْ

سدا رہیں گے ﴿۱۰۲﴾ نہ غم ہوگا ان کو ﴿۱۰۲﴾ اس بڑی گھبراہٹ میں ﴿۱۰۲﴾ اور لینے آئیں گے ان کو

الْمَلَكِ كَتُّهُ هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۱۰۳﴾

فرشتے ﴿۱۰۳﴾ آج دن تمہارا ہے ﴿۱۰۳﴾ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ﴿۱۰۳﴾

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ط كَمَا

جس دن ہم لپیٹ لیوں آسمان کو ﴿۱۰۴﴾ جیسے لپیٹتے ہیں ﴿۱۰۴﴾ طومار میں کاغذ ﴿۱۰۴﴾ جیسا

بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ط وَعُدًّا عَلَيْنَا ط إِنَّا

سرے سے بنایا تھا ہم نے پہلی بار ﴿۱۰۵﴾ پھر اس کو دوہرائیں گے ﴿۱۰۵﴾ وعدہ ضرور ہو چکا ہے ہم پر ﴿۱۰۵﴾ ہم کو

كُنَّا فَعِيدِينَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن

پورا کرتا ہے ﴿۱۰۶﴾ اور ہم نے لکھ دیا ہے ﴿۱۰۶﴾ زبور میں

بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿۱۰۷﴾

نبیحت کے پیچھے ﴿۱۰۷﴾ کہ آخر زمین پر ﴿۱۰۷﴾ مالک ہوں گے میرے نیک بندے ﴿۱۰۷﴾

إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا

اس میں مطلب کو پہنچتے ہیں ﴿۱۰۸﴾ لوگ بندگی والے ﴿۱۰۸﴾ اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا ﴿۱۰۸﴾

رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۹﴾ قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنبَاءٌ

مہربانی کر ﴿۱۰۹﴾ جہان کے لوگوں پر ﴿۱۰۹﴾ تو کہہ ﴿۱۰۹﴾ مجھ کو تو حکم یہی آیا ہے ﴿۱۰۹﴾ کہ

﴿۱۰۹﴾ جنتیوں کو دوزخ سے اس قدر بعد ہوگا کہ اس کی آہٹ تک محسوس نہ کریں گے اور نہایت عیش و آرام کے ساتھ ہمیشہ جنت کے مزے لوٹیں گے۔

﴿۱۱۰﴾ یعنی اس دن جب خلقت کو سخت گھبراہٹ ہوگی اللہ تعالیٰ ان کو رنج و غم سے محفوظ رکھے گا۔

﴿۱۱۱﴾ اہل جنت کیلئے فرشتوں کا استقبال ﴿۱۱۱﴾ یعنی قبروں سے اٹھنے یا جنت میں داخل ہونے کے وقت فرشتے ان کا استقبال کریں

گے اور کہیں گے کہ جس دائمی مسرت و راحت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا آج اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

❖ قیامت میں آسمانوں کا لپیٹنا | یعنی جب قیامت آئے گی آسمانوں کی صفیں لپیٹ دی جائیں گی جس طرح دستاویز کا لکھا ہوا کاغذ لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ بعض روایات میں جو نبی کریم ﷺ کے ایک کاتب کا نام "جبل" بتلایا ہے، اس کو حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے ضعیف بلکہ موضوع قرار دیا ہے کما صرح ابن کثیر فلا يعتبر بتخریج ابی داؤد والنسائی فی سننہما۔

❖ دوبارہ تخلیق | یعنی جیسی سہولت سے دنیا کو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کر دی جائے گی۔ یہ حتمی وعدہ ہے جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔

❖ مومنین سے وعدہ الہی | کامل وفادار بندوں سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انکو دنیا و آخرت کی کامیابی اور اس زمین اور جنت کی زمین کا وارث بنائے گا چنانچہ فرمایا۔ "إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ" (اعراف رکوع ۱۵) اور "إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ" (مؤمن رکوع ۶) اور "وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ" (نور رکوع ۷) یہ ایسا حتمی اور قطعی وعدہ ہے جس کی خبر اس نے اپنی کتب شرعیہ اور کتب قدریہ میں دی۔ "لوح محفوظ" اور "ام الكتاب" میں یہ وعدہ درج کیا اور انبیاء علیہم السلام کی زبانی بار بار اعلان کرایا۔ داؤد علیہ السلام کی کتاب "زبور" ۳۷-۳۹ میں ہے کہ "صادق زمین کے وارث ہونگے۔" چنانچہ اس امت میں کے کامل وفادار اور صادق بندے مدت دراز تک زمین کے وارث رہے، شرق و غرب میں انہوں نے آسمانی بادشاہت قائم کی، عدل و انصاف کے جھنڈے گاڑ دیے۔ دین حق کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجا دیا۔ اور نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی ان کے ہاتھوں پر پوری ہوئی۔ "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى زَوَى لِي الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَعَارِبَهَا وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَلُغُ مَلِكُهَا مَا زَوَى لِي مِنْهَا" اور اسی قسم کی دوسری پیشینگوئی امام مہدی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں پوری ہو کر رہے گی۔

❖ یعنی اس قسم کی بشارات سن کر خدائے واحد کی بندگی کرنے والے اپنے مطلب کو پہنچتے ہیں، یا اس قرآن کریم میں جو ایسی عظیم بشارات و ہدایات پر مشتمل ہے بندگی کرنے والوں کے لئے کافی منفعت اور کامیابی ہے۔

❖ آنحضرت تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں | یعنی آپ تو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اگر کوئی بد بخت اس رحمت عام سے خود ہی منتفع نہ ہو تو یہ اس کا قصور ہے۔ آفتاب عالمتاب سے روشنی اور گرمی کا فیض ہر طرف پہنچتا ہے لیکن کوئی شخص اگر اپنے اوپر تمام دروازے اور سوراخ بند کر لے تو یہ اس کی دیوانگی ہوگی۔ آفتاب کے عمومی فیض میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا اور یہاں تو رحمت للعالمین کا حلقہ فیض اس قدر وسیع ہے کہ جو محروم القسمت مستفید ہونا نہ چاہے اس کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں بے اختیار رحمت کا حصہ پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ دنیا میں علوم نبوت اور تہذیب و انسانیت کے اصول کی عام اشاعت سے ہر مسلم و کافر اپنے اپنے مذاق کے موافق فائدہ اٹھاتا ہے۔ نیز حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ پہلی امتوں کے برخلاف اس امت کے کافروں کو عام و متاصل عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ حضور کے عام اخلاق کے علاوہ جن کافروں پر آپ جہاد کرتے تھے وہ بھی مجموعہ عالم کے لئے سراسر رحمت تھا کیونکہ اس کے ذریعہ سے اس رحمت کبریٰ کی حفاظت ہوتی تھی جس کے آپ حامل بن کر آئے تھے اور بہت سے اندھے جو آنکھیں بنوانے سے بھاگتے تھے اس سلسلہ میں ان کی آنکھوں میں بھی خواہ مخواہ ایمان کی روشنی پہنچ جاتی تھی، ایک حدیث میں ہے "وَاللَّيْلِ نَفْسِي بِيَدِهِ لَا قَبْلَهُمْ وَلَا صَلْبَهُمْ وَلَا هُدْيَهُمْ وَهُمْ كَارَهُونَ إِنِّي رَحْمَةٌ بَعْثَنِي اللَّهُ وَلَا يَتَوَفَّانِي حَتَّى يَظْهَرَ اللَّهُ دِينَهُ" (ابن کثیر) ان الفاظ سے آپ کے "رحمت للعالمین" ہونے کا مطلب زیادہ وسعت کے ساتھ سمجھ میں آ سکتا ہے۔

إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۸﴾

معبود تبارا ایک معبود ہے پھر کیا ہو تم حکم برداری کرنے والے

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۗ وَإِنْ

پھر اگر وہ من موڑیں تو تو کہو میں نے خبر دی تم کو دونوں طرف برابر اور

أَدْرِي أَقْرَبُ أَمْ بَعِيدُ ۗ مَا تُوعَدُونَ ﴿۱۰۹﴾ إِنَّكَ

میں نہیں جانتا نزدیک ہے یا دور ہے جو تم سے وعدہ ہوا

يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿۱۱۰﴾

رب جانتا ہے جو بات پکار کر کرو اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو

وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّه فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ

اور میں نہیں جانتا شاید تاخیر میں تم کو جانچنا ہے اور فائدہ دینا ہے

حِينٍ ﴿۱۱۱﴾ قُلْ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ

ایک وقت تک رسول نے کہا اے رب فیصلہ کر انصاف کا اور رب ہمارا رحمن ہے

الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿۱۱۲﴾

اسی سے مدد مانگتے ہیں ان باتوں پر جو تم بتلاتے ہو

آيَاتُهَا ۙ ﴿۲۲﴾ سُورَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ ﴿۱۰۳﴾ رُكُوعَاتُهَا ۱۰

سورہ حج مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھتر آیتیں ہیں اور اس رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

آنحضرتؐ کی دعوت توحید | یہ رسالت کے ساتھ توحید کا بیان ہوا۔ یعنی جو رحمت عظیمہ لیکر آپؐ تشریف لائے ہیں اس کا لب لباب توحیدِ کامل ہے اور یہ ایسا صاف و واضح مضمون ہے جس کے قبول کرنے میں آدمی کو کچھ پس و پیش نہ ہونا چاہئے۔ پس کیا تم حکم ماننے اور حق کے سامنے گردن ڈال دینے کے لئے تیار ہو؟ اگر ہو تو فہما و نعمت، ورنہ میں تبلیغ کر کے بری الذمہ ہو چکا۔ تم اپنا انجام سوچ لو۔

آنحضرتؐ کا اتمامِ حجت | یعنی اس قدر اتمامِ حجت کے بعد بھی نہ مانو، تو میں تم کو خبر کر چکا کہ اب میں تم سے بیزار اور تم مجھ سے علیحدہ، تمہارا عمل تمہارے ساتھ اور میرا عمل میرے ساتھ۔ ہر ایک کا جو نتیجہ ہوگا سامنے آ جائے گا حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”دونوں طرف برابر یعنی ابھی تم دونوں بات کر سکتے ہو (قبول کرو یا رد کرو) ایک طرف کا زور نہیں آیا۔“

یعنی تمہارے نہ ماننے پر عذاب کا وعدہ ہے وقوع تو اس کا ضرور بالضرور ہو کر رہے گا۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ جلد ہوگا یا بدیر۔

وہ ہی ہر ایک کھلی چھپی بات کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کس بات کی کیا جزاء ملنی چاہئے اور کب ملنی چاہئے۔

تاخیر عذاب کی حکمت اللہ کو معلوم ہے | یعنی تاخیر عذاب میں ممکن ہے تم کو جانچنا ہو کہ اس مدت میں کچھ سمجھ لو اور شرارتوں سے باز آ جاؤ۔ یا محض ڈھیل دینا ہو کہ ایک مدت تک دنیا میں پھنس کر شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز کر لو۔

آنحضرتؐ کی دُعاء | یعنی جیسے ہر معاملہ کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کرنا آپؐ کی شان ہے، اسی کے موافق میرے اور میری قوم کے درمیان جلدی فیصلہ فرما دیجئے۔

یعنی اسی سے ہم فیصلہ چاہتے ہیں اور کافروں کی خرافات کے مقابلہ میں اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ اسی طرح کی دُعاء انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے ”رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ“ (اعراف رکوع ۱۱) کیونکہ انہیں اپنی حقانیت و صداقت اور حق تعالیٰ کے عدل و انصاف پر پورا وثوق و اعتماد ہوتا تھا۔ تم سورۃ الانبیاء و لله الحمد والمنة۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ

لوگو ڈرو اپنے رب سے بے شک بھونچال قیامت کا

شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝۱ يَوْمَ تَرْوَنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ

ایک بڑی چیز ہے جس دن اس کو دیکھو گے بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی

عَبًّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا

اپنے دودھ پلانے کو اور ڈال دے گی ہر پیٹ والی اپنا پیٹ

وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَرَىٰ وَلَٰكِنَّ

اور تو دیکھے لوگوں پر نشہ اور ان پر نشہ نہیں ہے

عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدًا ۝۲ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ

آفت اللہ کی سخت ہے اور بعض لوگ وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں

فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ ۝۳

اللہ کی بات میں بے خبری سے اور پیروی کرتا ہے ہر شیطان سرکش کی

كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَن تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ ۝۴

جس کے حق میں (جس کی قسمت میں) لکھ دیا گیا ہے کہ جو کوئی اس کا رفیق ہو سو وہ اس کو بہکا دے

يَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝۵ يَا أَيُّهَا النَّاسُ

یجاڑے عذاب میں دوزخ کے اے لوگو

إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ

اگر تم کو دھوکا ہے جی اٹھنے میں تو ہم نے تم کو بنایا

سورۃ الحج

قیامت کے زلزلے اور ان کی شدت | قیامت کے عظیم الشان زلزلے (بھونچال) دو ہیں۔ ایک عین قیامت کے وقت یا نختہ ثانیہ کے بعد دوسرا قیامت کے کچھ پیشتر جو علامات قیامت میں سے ہے۔ اگر یہاں دوسرا مراد ہو تو آیت اپنے ظاہر معنی پر رہے گی اور پہلا مراد ہو تو دونوں احتمال ہیں، حقیقتہً زلزلہ آئے اور دودھ پلانے والی یا حاملہ عورتیں اپنی اسی ہیئت پر محسوس ہوں۔ یا زلزلہ سے مراد وہاں کے احوال و شدائد ہوں اور ”تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ“ الخ کو تمثیل پر حمل کیا جائے یعنی اس قدر گھبراہٹ اور سختی ہوگی کہ اگر دودھ پلانے والی عورتیں موجود ہوں تو مارے گھبراہٹ اور شدت ہول کے اپنے بچوں کو بھول جائیں اور حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں۔ اس وقت لوگ اس قدر مدہوش ہونگے کہ دیکھنے والا شراب کے نشہ کا گمان کرے حالانکہ وہاں نشہ کا کیا کام۔ خدا کے عذاب کا تصور اور احوال و شدائد کی سختی ہوش گم کر دے گی۔ تنبیہ | اگر یہ گھبراہٹ سب کو عام ہو تو ”لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ“ میں نفی باعتبار اکثر احوال کے اور یہاں اثبات باعتبار ساعتِ قلیلہ کے لیا جائے گا۔ اور اگر آیت حاضرہ اکثر ناس کے حق میں ہو، سب کے حق میں نہ ہو تو سرے سے اشکال ہی نہیں۔

اللہ کی باتوں میں جھگڑنے والے | یعنی اللہ تعالیٰ جن باتوں کی خبر دیتا ہے ان میں یہ لوگ جھگڑتے اور کج بحثیاں کرتے ہیں اور جہل و بے خبری سے عجیب احمقانہ شبہات پھیلاتے ہیں۔ چنانچہ قیامت، بعث بعد الموت اور جزاء و سزا وغیرہ پر ان کا بڑا اعتراض یہ ہے کہ جب آدمی مر کر گل سرگیا اور ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہو گئیں تو یہ کیسے سمجھ میں آئے کہ وہ پھر زندہ ہو کر اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے گا۔

ہر شیطان کی پیروی کرنے والے | یعنی جن یا آدمیوں میں کا جو شیطان اس کو اپنی طرف بلائے یہ فوراً اسی کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ گویا گمراہ ہونے کی ایسی کامل استعداد رکھتا ہے کہ کوئی شیطان کسی طرف پکارے یہ اس پر لبیک کہنے کے لئے تیار رہتا ہے۔

یعنی شیطان مرید کے متعلق یہ طے شدہ امر ہے کہ جو اس کی رفاقت اور پیروی کرے وہ اپنے ساتھ اسے بھی لے ڈوبتا ہے اور گمراہ کر کے دوزخ سے ورے نہیں چھوڑتا۔

دوبارہ زندگی پر شبہ اور جواب | یعنی اگر یہ رھو کا لگ رہا ہے کہ ریزہ ریزہ ہو کر دوبارہ کیسے جی اٹھیں گے تو خود اپنی پیدائش میں غور کرو کس طرح ہوئی ہے۔

مِّن تُّرَابٍ ثُمَّ مِّنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِّنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِّنْ

مٹی سے پھر قطرہ سے پھر جے ہوئے خون سے پھر

مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ

گوشت کی بوئی نقشہ بنی ہوئی سے اور بدون نقشہ بنی ہوئی سے اس واسطے کہ تم کو کھول کر سناویں

وَنُقَرِّبُ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ لِآلِ أَجَلٍ مُّسَمًّى

اور ٹھہرا رکھتے ہیں ہم پیٹ میں جو کچھ چاہیں ایک وقت معین تک

ثُمَّ نَخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لَتَبَلُغُوا أَشَدَّكُمْ

پھر تم کو نکالتے ہیں لڑکا پھر جب تک کہ پہنچو اپنی جوانی کے زور کو

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ إِلَىٰ

اور کوئی تم میں سے قبضہ کر لیا جاتا ہے اور کوئی تم میں سے پھر چلایا جاتا ہے

أَرْدِلِ الْعُمْرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا

تاکہ سمجھنے کے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے تاکہ عمر تک

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

اور تو دیکھتا ہے زمین خراب (دبی) پڑی ہوئی، پھر جہاں ہم نے اتارا اس پر

الْمَاءَ اهْتَرَّتْ وَرَبَّتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ

پانی تازی ہوگئی اور ابھری اور اگائیں ہر قسم قسم رونق کی چیزیں

بِيَهِيحٍ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنََّّهُ يَحْيِي

یہ سب کچھ اس واسطے کہ اللہ وہی ہے محقق (تحقیق) اور وہ جلاتا ہے

تخلیق انسانی کے مختلف مراحل | یعنی اول تمہارے باپ آدم کو مٹی سے، پھر تم کو قطرہ منی سے بنایا، یا یہ مطلب ہے کہ مٹی سے غذا نکالی جس سے کئی منزلیں طے ہو کر نطفہ بنا، پھر نطفہ سے کئی درجے طے کر کے تمہاری تشکیل و تخلیق ہوئی۔

یعنی نطفہ سے جما ہوا خون اور خون سے گوشت کا لوٹھڑا بنتا ہے۔ جس پر ایک وقت آتا ہے کہ آدمی کا پورا نقشہ (ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک، وغیرہ) بنا دیا جاتا ہے۔ اور ایک وقت ہوتا ہے کہ ابھی تک نہیں بنایا گیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ بعض کی پیدائش مکمل کر دی جاتی ہے اور بعض یونہی ناقص صورت میں گر جاتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ بعض بے عیب ہوتا ہے، بعض عیب دار۔

کہ خود تمہاری اصل کیا تھی اور کتنے روز گزرنے کے بعد آدمی بنے ہو۔ اسی کو سمجھ کر بہت سے حقائق کا انکشاف ہو سکتا ہے۔ اور بعث بعد الموت کا امکان بھی سمجھ میں آ سکتا ہے۔

یعنی جتنی مدت جس کو رحم مادر میں ٹھہرانا مناسب ہوتا ہے ٹھہراتے ہیں۔ کم از کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس یا چار برس علی اختلاف الاقوال۔

انسانی عمر کے مختلف مراحل | یعنی جس طرح اندر رہ کر بہت سے مدارج طے کئے ہیں، باہر آ کر بھی تدریجاً بہت منازل میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ ایک بچپن کا زمانہ ہے جب آدمی بالکل کمزور و ناتواں ہوتا ہے اور اس کی تمام قوتیں چھپی رہتی ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ کامن (پوشیدہ) قوتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ جسمانی حیثیت سے ہر چیز کمال شباب کو پہنچ جاتی ہے۔ پھر بعض تو جوانی ہی میں مر جاتے ہیں اور بعض اس عمر کو پہنچتے ہیں جہاں پہنچ کر آدمی کے اعضاء و قویٰ جواب دے دیتے ہیں وہ سمجھدار بننے کے بعد نا سمجھ اور کارآمد ہونے کے بعد نکما ہو جاتا ہے۔ یاد کی ہوئی چیزیں بھول جاتا ہے اور جانی ہوئی چیزوں کو کچھ نہیں جانتا۔ گویا بوڑھا ہو کر پھر بچہ بن جاتا ہے۔

مردہ زمین کا زندہ ہونا | یعنی زمین مردہ پڑی تھی، رحمت کا پانی پڑتے ہی جی اٹھی اور تروتازہ ہو کر لہلہانے لگی۔ قسم قسم کے خوش منظر، فرحت بخش اور نشاط افزا پودے قدرت نے اگا دیئے۔

الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۖ وَأَنَّ السَّاعَةَ

مردوں کو اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے اور یہ کہ قیامت

آتيةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي

آتی ہے اس میں دھوکا نہیں اور یہ کہ اللہ اٹھائے گا قبروں میں پڑے

الْقُبُورِ ۗ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ

ہوؤں کو اور بعضا شخص وہ ہے جو جھگڑتا ہے اللہ کی بات میں

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ۗ ثَانِي

بغیر جانے اور بغیر دلیل اور بدون روشن کتاب کے اپنی

عِطْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط لَهُ فِي الدُّنْيَا

کروٹ موڑ کر تاکہ بہکائے اللہ کی راہ سے اس کے لیے دنیا میں

خِزْيٌ وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ۗ

رسوائی ہے اور چکھائیں گے ہم اس کو قیامت کے دن جلن کی مار (جلنے کا عذاب)

ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْت يَدَاكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

یہ اس کی وجہ سے جو آگے بھیج چکے تیرے دو ہاتھ اور اس وجہ سے کہ اللہ نہیں ظلم کرتا

لِلْعَبِيدِ ۗ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْبِدُ اللَّهَ عَلَىٰ

بندوں پر اور بعضا شخص وہ ہے کہ بندگی کرتا ہے اللہ کی

حَرْفٍ ۚ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۚ وَإِنْ

کنارے پر پھر اگر پہنچی اس کو بھلائی تو قائم ہو گیا اس عبادت پر اور اگر

وجودِ صالحِ آخرت اور بعث بعد الموت کا اثبات | انسان کی پیدائش اور کھیتی کی مثالوں

سے جو اوپر مذکور ہوئیں چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) یہ کہ یقیناً اور بالتحقیق اللہ موجود ہے ورنہ ایسی منظم متنقن اور حکیمانہ صنعتیں کہاں سے ظاہر ہوئیں۔ (۲) یہ کہ خدا تعالیٰ مردہ اور بے جان چیزوں کو زندہ اور جاندار بنا دیتا ہے۔ چنانچہ مشیتِ خاک یا قطرہ آب سے انسان بنا دینا اور افتادہ زمین میں روح نباتی پھونک دینا اس پر شاہد ہے، پھر دوبارہ پیدا کر دینا اس کو کیا مشکل ہے (۳) یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر ہر چیز اس کی قدرت کے نیچے نہ ہوتی تو ہرگز یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ (۴) یہ کہ قیامت ضرور آنی چاہئے اور اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ضرور ملنی چاہئے کیونکہ اتنے بڑے انتظامات یوں ہی لغو اور بے کار نہیں ہو سکتے۔ جس حکیم مطلق اور قادر علی الاطلاق نے اپنے حکمتِ بالغہ اور قدرتِ کاملہ سے انسان کو ایسی عجیب و غریب صفت کے ساتھ پیدا کیا، کیا خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس نے اس کی زندگی بیکار بنائی ہوگی؟ ہرگز نہیں یقیناً انسان کی یہ محدود زندگی جس میں سعادت و شقاوت نیکی بدی اور رنج و راحت باہم مخلوط رہتے ہیں اور امتحان و انتقام کی صورتیں ایک دوسرے سے مکمل اور نمایاں طور پر متمیز نہیں ہوتیں، اس کو مقتضی ہے کہ کوئی دوسری زندگی ہو۔ جہاں سعید و شقی، مجرم و وفادار صاف طور پر الگ الگ ہوں اور ہر ایک اس مقام پر پہنچایا جائے جہاں پہنچنے کے لئے بنایا گیا ہے اور جس کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے۔ مادی حیثیت سے مٹی کے جن اجزاء میں نطفہ بننے کی استعداد تھی ان سے نطفہ بنا اسی طرح نطفہ کی پوشیدہ قوتیں علقہ میں، علقہ کی مضغہ میں، مضغہ کی طفل میں آئیں اور جوانی کے وقت ان کا پورا ظہور ہو۔ یا زمین کی پوشیدہ قوتیں بارش کا چھینٹا پڑنے سے ظہور پذیر ہوئیں۔ اسی طرح ضروری ہے کہ انسان میں سعادت و شقاوت کی جو روحانی قوتیں ودیعت کی گئیں یا نیکی اور بدی میں پھولنے پھلنے کی جو زبردست استعداد رکھی ہے وہ اپنے پورے شباب کو پہنچے اور کامل ترین اشکال و صورتیں ظاہر ہوں۔ اسی کا نام بعث بعد الموت ہے جو دنیا کی زندگی کا موجودہ دورہ ختم کرنے کے بعد وقوع پذیر ہوگا۔

منکرین کے اوہام و ظنون | یعنی ایسے واضح دلائل و شواہد سننے کے بعد بھی بعض کجبر و اور ضدی لوگ اللہ کی باتوں میں یوں ہی بے سند جھگڑے کرتے رہتے ہیں۔ ان کے پاس نہ کوئی علم ضروری ہے، نہ دلیل عقلی، نہ دلیل سمعی، محض اوہام و ظنون کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ یعنی اعراض و تکبر کے ساتھ۔

دنیا کی رسوائی اور آخرت کا عذاب | یعنی جو شخص بدون حجت و دلیل محض عناد سے خدا کی باتوں میں جھگڑتا ہے اور غرض یہ ہو کہ دوسرے لوگوں کو ایمان و یقین کی راہ سے ہٹا دے اس کو دنیا میں خدا تعالیٰ ذلیل کرے گا اور آخرت کا عذاب رہا سوالگ۔

یعنی جب سزا دیں گے تو کہا جائے گا کہ خدا کی طرف سے کسی پر ظلم و زیادتی نہیں۔ تیرے ہاتھوں کی کرتوت ہے۔ جس کا مزہ آج چکھ رہا ہے۔

أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ ۖ أَنْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ ۗ خَسِرَ الدُّنْيَا

گنوائی دنیا

پھر گیا الٹا اپنے منہ پر

پہنچ گئی اس کو جانچ (مصیبت)

وَالْآخِرَةُ ۗ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝ ۱۱ ۖ يَدْعُوا

پکارتا ہے

یہی ہے تو نا صریح

اور آخرت

مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ ۗ ذَٰلِكَ

یہی ہے

اور نہ اس کا فائدہ کرے

کہ نہ اس کا نقصان کرے

اللہ کے سوا ایسی چیز کو

هُوَ الضَّلَلُ الْبَعِيدُ ۝ ۱۲ ۖ يَدْعُوا لِمَنْ ضَرَّهُمْ أَقْرَبُ

جس کا ضرر پہلے پہنچے

پکارتے جاتا ہے اس کو

دور جا پڑنا گمراہ ہو کر

مِنْ نَفْعِهِ ۗ لِبِئْسَ الْمَوْلَىٰ وَلِبِئْسَ الْعَشِيرُ ۝ ۱۳ ۖ إِنَّ

اور برابر نیک

بے شک برادر دوست ہے

نفع سے

اللَّهُ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ

باغوں میں

اور کیس بھلائیاں

جو ایمان لائے

اللہ داخل کرے گا ان کو

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا

جو

اللہ کرتا ہے

نہیں

نیچے ان کے

بہتی ہیں

يُرِيدُ ۝ ۱۴ ۖ مَنْ كَانَ يُظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي

کہ ہرگز نہ مدد کرے گا اس کی اللہ

جس کو یہ خیال ہو

چاہے

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ

آسمان کو

تو تان لے ایک رسی

اور آخرت میں

دنیا میں

◆ مذبذبین کی حالت | یعنی بعض آدمی محض دنیا کی غرض سے دین کو اختیار کرتا ہے اور اس کا دل مذبذب رہتا ہے۔ اگر دین میں داخل ہو کر دنیا کی بھلائی دیکھے، بظاہر بندگی پر قائم رہے اور تکلیف پائے تو چھوڑ دے، ادھر دنیا گئی ادھر دین گیا، کنارے پر کھڑا ہے۔ یعنی دل ابھی اس طرف ہے نہ اس طرف، جیسا کوئی مکان کے کنارے کھڑا ہو جب چاہے نکل بھاگے۔

◆ غیر اللہ کو پکارنا | یعنی خدا کی بندگی چھوڑی، دنیا کی بھلائی نہ ملنے کی وجہ سے اب پکارتا ہے ان چیزوں کو جن کے اختیار میں نہ ذرہ برابر بھلائی ہے نہ برائی۔ کیا خدا نے جو چیز نہیں دی تھی وہ پتھر سے حاصل کرے گا؟ اس سے بڑھ کر کھلی حماقت کیا ہوگی۔

◆ شرک کا ضرر | یعنی بتوں سے نفع کی تو امید موہوم ہے (بت پرستوں کے زعم کے موافق) لیکن ان کو پوجنے کا جو ضرر ہے وہ قطعی اور یقینی ہے اس لئے فائدہ کا سوال تو بعد کو دیکھا جائے گا، نقصان ابھی ہاتھوں ہاتھ پہنچ گیا۔

◆ جب قیامت میں بت پرستی کے نتائج سامنے آئیں گے تو بت پرست بھی یہ کہیں گے ”لَبِئْسَ الْمَوْلَىٰ وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ“ یعنی جن سے بڑی امداد و رفاقت کی توقع تھی وہ بہت ہی برے رفیق اور مددگار ثابت ہوئے کہ نفع تو کیا پہنچاتے الٹا ان کے سبب سے نقصان پہنچ گیا۔

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا
موم سمجھا تھا ترے دل کو سو پتھر نکلا

◆ مومنین کا انجام | منکرین مجادلین اور مذہب بین کے بعد یہاں مومنین مخلصین کا انجام نیک بیان فرمایا۔

◆ جس کو مناسب جانے سزا دے اور جس پر چاہے انعام فرمائے۔ اس کا کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔

ثُمَّ لِيَقْطَعَنَّ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدَهُ مَا يَغِيظُ ⑮

پھر کاٹ ڈالے اب دیکھے کچھ جاتا رہا اس کی اس تدبیر سے اس کا غصہ

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي

اور یوں اتارا ہم نے یہ قرآن کھلی باتیں اور یہ ہے کہ اللہ بھادیتا ہے

مَنْ يُرِيدُ ⑯ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا

جس کو چاہے جو لوگ مسلمان ہیں اور جو یہود ہیں

وَالضَّالِّينَ وَالنَّصْرَةَ وَالْمُجْرِمِينَ وَالَّذِينَ اشْرَكُوا ۚ

اور صائبین اور نصاریٰ اور مجرموں اور جو شرک کرتے ہیں

إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ

مقرر اللہ فیصلہ کرے گا ان میں قیامت کے دن اللہ کے

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ⑰ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ

سائے ہے ہر چیز تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے

مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَ

جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور

الْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ

چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور

وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۗ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَ

اور بہت آدمی کہ ان پر ٹھہر چکا عذاب اور بہت ہیں

❖ **حاسدین کا غصہ اللہ کی نصرت کو نہیں روک سکتا** "لَنْ يَنْصُرَهُ" میں ضمیر مفعول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے جن کا تصور قرآن پڑھنے والے کے ذہن میں گویا ہمہ وقت موجود رہتا ہے۔ کیونکہ آپ ہی قرآن کے اولین مخاطب ہیں۔ گویا

مومنین کا انجام ذکر کرنے کے بعد یہ انکے پیغمبر کے مستقبل کا بیان ہوا۔ حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے رسول سے دنیوی اور اخروی فتح و نصرت کے جو وعدے کر چکا ہے وہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے، خواہ کفار و حاسدین کتنا ہی غیظ کھائیں اور نصرت ربانی کے روکنے کی کیسی ہی تدبیریں کر لیں، لیکن حضور کی نصرت و کامیابی کسی طرح رک نہیں سکتی یقیناً آ کر رہے گی۔ اگر ان کفار و حاسدین کو اس پر زیادہ غصہ ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہم کسی کوشش سے خدا کی مشیت کو روک سکیں گے تو اپنی انتہائی کوشش صرف کر کے دیکھ لیں، حتیٰ کہ ایک رسی اوپر چھت میں لٹکا کر گلے میں ڈال لیں اور خود پھانسی لے کر غیظ سے مرجائیں، یا ہو سکتا ہو تو آسمان میں رسی تان کر اوپر چڑھیں اور وہاں سے آسمانی امداد کو منقطع کر آئیں، پھر دیکھیں کہ ان تدبیروں سے وہ چیز آنی بند ہو جاتی ہے۔ جس پر انہیں اس قدر غصہ اور تیغ و تاب ہے۔ اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے لیکن حضرت شاہ صاحب نے آیت کو "وَمِنَ النَّاسِ مَنُ يَعْْبُدُ اللّٰهَ عَلٰی حَرْفٍ اِلٰحٍ" کے مضمون سے مربوط کر کے نہایت لطیف تقریر فرمائی ہے۔ ان کے نزدیک "مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَنْصُرَهُ اِلٰحٌ" میں ضمیر مفعول "مَنْ" کی طرف لوٹی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تکلیف میں جو کوئی خدا سے ناامید ہو کر اس کی بندگی چھوڑ دے اور جھوٹی چیزیں پوجنے لگے وہ اپنے دل کے ٹھہرانے کو یہ قیاس کر لے جیسے ایک شخص اونچی لٹکتی رسی سے لٹک رہا ہے، اگر چڑھ نہیں سکتا تو قیاس ہے کہ رسی اوپر کھینچے تو چڑھ جائے۔ جب رسی توڑ دی تو کیا توقع رہی، کیا خدا کی رحمت سے ناامید ہو کر کامیابی حاصل کر سکے گا؟ گویا "رسی" کہا اللہ کی امید کو، اس کا کاٹ دینا ناامید ہو جانا اور آسمان سے مراد بلندی ہے۔ واللہ اعلم

❖ یعنی کیسی صاف صاف مثالیں اور کھلی باتیں ہیں۔ مگر سمجھتا وہ ہی ہے جسے خدا سمجھ دے۔

❖ **مجوس کا عقیدہ** | مجوس آگ پوجتے ہیں اور دو خالق مانتے ہیں ایک خیر کا خالق جس کا نام "یزداں" ہے، دوسرا شر کا جس کو "اہرن" کہتے ہیں اور کسی نبی کا نام بھی لیتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ پیچھے بگڑے ہیں یا سرے سے غلط ہیں۔ شہرستانی نے "ملل و نحل" میں ان کے مذہب پر جو کلام کیا ہے اسے دیکھا جائے "صائبین" وغیرہ کا ذکر پہلے گذر چکا۔

❖ **قیامت کے دن فیصلہ ہوگا** | یعنی تمام مذاہب و فرق کے نزاعات کا عملی اور دو ٹوک فیصلہ حق تعالیٰ کی بارگاہ سے قیامت کے دن ہوگا۔ سب جدا کر کے اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیئے جائیں گے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کون کس مقام یا کس سزا کا مستحق ہے۔

❖ **مخلوقات کا اللہ کو سجدہ** | ایک سجدہ ہے جس میں آسمان و زمین کی ہر ایک مخلوق شامل ہے وہ یہ کہ اللہ کی قدرت کے آگے تکویناً سب مطیع و منقاد اور عاجز و بے بس ہیں خواہی نحو ہی سب کو اس کے سامنے گردن ڈالنا اور سر جھکانا پڑتا ہے۔ دوسرا سجدہ ہے ہر چیز کا جدا۔ وہ یہ کہ جس چیز کو جس کام کے لئے بنایا اس کام میں لگے، یہ بہت آدمی کرتے ہیں بہت نہیں کرتے۔ مگر آدمیوں کو چھوڑ کر اور ساری خلقت کرتی ہے۔ بناء علیہ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ اِلٰحٌ میں ہر چیز کا اپنی شان کے لائق سجدہ مراد ہوگا "مَنْ فِي الْاَرْضِ" کے بعد دوسرا "يَسْجُدُ" مقدر نکالا جائے گا تنبیہاً پہلی آیت سے ربط یہ ہوا کہ مختلف مذاہب کے لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں حالانکہ دوسری تمام مخلوق خدا کی مطیع و منقاد ہے۔ انسان جو ساری مخلوق سے زائد عاقل ہے، چاہئے تھا کہ اس کے کل افراد اوروں سے زیادہ متفق ہوتے۔

❖ یعنی سجدہ سے انکار و اعراض کرنے کی بدولت عذاب کے مستحق ہوئے۔

مَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ

اللہ کرتا ہے

اسے کوئی نہیں عزت دینے والا

جس کو اللہ ذلیل کرے

مَا يَشَاءُ^{السجدة} ۱۸ هَذَا خَصَمِينَ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ

اپنے رب پر

جھگڑے ہیں

یہ دو مدعی ہیں

جو چاہے

فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِنْ نَارٍ

آگ کے

ان کے واسطے بیوتے (قطع کیے، کترے) ہیں کپڑے

سو جو منکر ہوئے

يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ^ج ۱۹ يُصْهِرُ

ڈالتے ہیں

جلتا پانی

ان کے سر پر

گل کر نکل جاتا ہے

بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ^ط ۲۰ وَلَهُمْ مَقَامُهُمْ

اس سے

اور کھال بھی

جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے

اور ان کے واسطے ہتھوڑے (موتگریاں) ہیں

مِنْ حَدِيدٍ^{۲۱} كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ

کہ نکل پڑیں دوزخ سے

جب چاہیں

لوہے کے

غَمٍّ أَعِيدُوا فِيهَا وَذُقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ^ع ۲۲

اور جکھتے رہو جلنے کا عذاب

گھٹنے کے مارے پھر ڈال دیئے جائیں اس کے اندر

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور کہیں بھلائیاں

جو یقین لائے

بے شک اللہ داخل کرے گا ان کو

جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّونَ فِيهَا

باغوں میں

بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں

گہنا پہنائیں گے ان کو وہاں

یعنی خدا تعالیٰ جس کو اس کی شامتِ اعمال سے ذلیل کرنا چاہے اسے ذلت کے گڑھے سے نکال کر عزت کے مقام پر کون پہنچا سکتا ہے؟

دو فریق کون ہیں؟ یعنی پہلے ”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ“ اِلیٰ آخرہ میں جن فرقوں کا ذکر ہوا ان سب کو حق و باطل پر ہونے کی حیثیت سے دو فریق کہہ سکتے ہیں۔ ایک مومنین کا گروہ جو اپنے رب کی سب باتوں کو من و عن تسلیم کرتا اور اس کے احکام کے آگے سر بسجود رہتا ہے۔ دوسرے کفار کا مجمع جس میں یہود، نصاریٰ، مجوس، مشرکین، صابئین وغیرہم سب شامل ہیں۔ جو ربانی ہدایات کو قبول نہیں کرتے اور اسکی اطاعت کے لئے سر نہیں جھکاتے، یہ دونوں فریق دعاوی میں، بحث و مناظرہ میں اور جہاد و قتال کے مواقع میں بھی ایک دوسرے کے مد مقابل رہتے ہیں۔ جیسا کہ ”بدر“ کے میدان مبارزہ میں حضرت علی، حضرت حمزہ اور عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم تین کافروں (عتبہ ابن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ) کے مقابلہ پر نکلے تھے، آگے دونوں فریق کا انجام بتلاتے ہیں۔

آگ کے لباس | یعنی جس طرح لباس آدمی کے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے۔ جہنم کی آگ اسی طرح ان کو محیط ہوگی۔ یا کسی ایسی چیز کے کپڑے پہنائے جائیں گے جو آگ کی گرمی سے بہت سخت اور بہت جلد تپنے والے ہوں۔

دوزخ کی سزائیں۔ لوہے کے ہتھوڑے | دوزخیوں کے سر کو ہتھوڑے سے کچل کر کھولتا ہوا پانی اوپر سے ڈالا جائے گا جو دماغ کے راستہ سے پیٹ میں پہنچے گا جس سے سب انتڑی اور جھڑی کٹ کٹ کر نکل پڑے گی اور بدن کی بالائی سطح کو جب پانی مس کرے گا تو بدن کا چمڑا گل کر گر پڑے گا۔ پھر اصلی حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے اور بار بار یہ ہی عمل ہوتا رہے گا۔ ”كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ“ (نساء، رکوع ۸) ”اللَّهُمَّ اَعِزَّنَا مِنْ غَضَبِكَ وَعَذَابِكَ۔“

یعنی دوزخ میں گھٹ گھٹ کر چاہیں گے کہ کہیں کو نکل بھاگیں، آگ کے شعلے ان کو اوپر کی طرف اٹھائیں گے پھر فرشتے آہنی گرز مار کر نیچے دھکیل دیں گے اور کہا جائے گا کہ دائمی عذاب کا مزہ چکھتے رہو جس سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ العیاذ باللہ۔

مِنْ أَسَاوِرٍ مِنْ ذَهَبٍ وَ لُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا

کتغن سونے کے اور موتی اور ان کی پوشاک ہے وہاں

حَرِيرٍ ۲۳ وَ هُدًى إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۲۴ وَ هُدًى

ریشم کی اور راہ پائی انہوں نے ستمی بات کی اور پائی

إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ ۲۵ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

اس تعریفوں (خوبیوں) والے کی راہ جو لوگ منکر ہوئے

وَيُصَدُّونَ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے (حرمت والی مسجد سے)

الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَ

جو ہم نے بنائی سب لوگوں کے واسطے برابر ہے اس میں رہنے والا اور

الْبَادِطُ ۲۶ وَمَنْ يَرِدْ فِيهِ بِالْحَادِ بِظُلْمٍ نُدِقُهُ

باہر سے آنے والا اور جو اس میں چاہے ٹیڑھی راہ شرارت سے اسے ہم پکھائیں گے

مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۲۷ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ

ایک عذاب درد ناک اور جب ٹھیک کر دی ہم نے ابراہیم کو جگہ اس

الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا وَ طَهَّرَ بَيْتِي

گھر کی کہ شریک نہ کرنا میرے ساتھ کسی کو اور پاک رکھ میرا گھر

لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۲۸

طواف کرنے والوں کے واسطے اور کھڑے رہنے والوں کے اور رکوع و سجدہ والوں کے

۱ اہل جنت کے زیور اور کنگن | یعنی بڑی آرائش اور زیب و زینت سے رہیں گے اور ہر ایک عنوان سے تجل و تنعم کا اظہار ہوگا۔

۲ اہل جنت کا لباس | پہلے "قُطِعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ" میں دوزخیوں کا لباس مذکور ہوا تھا، اس کے بالمقابل یہاں جنتیوں کا پہنا و بیان فرماتے ہیں کہ ان کی پوشاک ریشم کی ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یہ جو فرمایا کہ وہاں گہنا اور وہاں پوشاک۔ معلوم ہوا یہ دونوں (چیزیں مردوں کے لئے) یہاں نہیں۔ اور گہنوں میں سے کنگن اس واسطے کہ غلام کی خدمت پسند آتی ہے تو کڑے ہاتھ میں ڈالتے ہیں۔" تنبیہ | احادیث میں ہے کہ جو مرد یہاں ریشم کا لباس پہنے گا آخرت میں نہیں پہنے گا اگر وہ پہنے والا کافر ہے تب تو ظاہر ہے کہ وہ جنت میں داخل ہی نہ ہوگا کہ جنتیوں کا لباس پہنے۔ ہاں اگر مومن ہے تو شاید کچھ مدت تک اس لباس سے محروم رکھا جائے پھر ابدالاً بابت تک پہناتا رہے اور اس لامتناہی مدت کے مقابلہ میں یہ قلیل زمانہ تعمیر معتد بہ سمجھا جائے۔

۳ اہل جنت کی پاکیزہ گفتگو | دنیا میں بھی لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا، قرآن پڑھا، خدا کی تسبیح و تحمید کی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا اور آخرت میں بھی کہ فرشتے ہر طرف سے سلام کریں گے اور جنتی آپس میں ایک دوسرے سے ستھری باتیں کرتے ہوں گے بک بک جھک جھک نہ ہوگی اور نعمائے جنت پر شکر خداوندی بجالائیں گے۔ مثلاً کہیں گے "الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقْنَا وَغَدَا وَ اَوْرَثَنَا الْجَنَّةَ" سورہ فاطر میں ہے "يُحَلِّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسْوَدٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّلَوْ لَوُاْ اَوْلِيَاۡهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ وَّقَالُوْا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ" الآیہ۔ اس سے آیت حاضرہ کی تفسیر ہوتی ہے۔ نبہ علیہ فی الروح۔

۴ یعنی اللہ کی راہ پائی جس کا نام اسلام ہے یہ راہ خود بھی حمید ہے اور راہ والا بھی حمید ہے۔ یا راہ پائی اس جگہ کی جہاں پہنچ کر آدمی کو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے۔

۵ اللہ کی راہ سے روکنے والے | پہلے "هٰذَانِ خِصْمَانِ اِخْتَصَمُوْا" الخ میں مومنین اور کفار کے اختصام (بھگڑے) کا ذکر تھا۔ اسی اختصام کی بعض صورتوں کو یہاں بیان فرمایا ہے۔ یعنی ایک وہ لوگ ہیں جو خود گمراہ ہونے کے ساتھ دوسروں سے مزاحم ہوتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ کوئی شخص اللہ کے راستہ پر نہ چلے۔ حتیٰ کہ جو مسلمان اپنے پیغمبر کی معیت میں عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ جا رہے تھے ان کا راستہ روک دیا۔ حالانکہ مسجد حرام (یا حرم شریف کا وہ حصہ جس سے لوگوں کی عبادات و مناسک کا تعلق ہے) سب کے لئے یکساں ہے۔ جہاں مقیم و مسافر اور شہری و پردیسی کو ٹھہرنے اور عبادت کرنے کے مساویانہ حقوق حاصل ہیں۔ ہاں وہاں سے نکالے جانے کے قابل اگر ہیں تو وہ لوگ جو شرک اور شرارتیں کر کے اس بقعہ مبارکہ کی بے تعظیمی کرتے ہیں۔ تنبیہ | بیوت مکہ کی ملکیت اور بیع و شراء وغیرہ کا مسئلہ ایک مستقل مسئلہ ہے جس کی کافی تفصیل روح المعانی وغیرہ میں کی گئی ہے۔ یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں۔

۶ حرم شریف میں گناہوں کی سزا | یعنی جو شخص حرم شریف میں جان بوجھ کر بالارادہ بے دینی اور شرارت کی کوئی بات کرے گا اس کو اس سے زیادہ سخت سزا دی جائے گی جو دوسری جگہ ایسا کام کرنے پر ملتی۔ اسی سے ان کا حال معلوم کر لو جو ظلم و شرارت سے مومنین کو یہاں آنے سے روکتے ہیں۔

۷ خانہ کعبہ کی جگہ | کہتے ہیں کعبہ شریف کی جگہ پہلے سے بزرگ تھی، پھر مدتوں کے بعد نشان نہ رہا تھا۔ حضرت ابراہیم کو حکم ہوا کہ بیت اللہ تعمیر کرو۔ اس معظم جگہ کا نشان دکھلایا گیا۔ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے اسمعیل کو ساتھ لیکر خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ تنبیہ | "مسجد حرام" کا ذکر پہلے آیا تھا اس کی مناسبت سے کعبہ کی بناء کا حال اور اس کے متعلق بعض احکام دور تک بیان کئے گئے ہیں۔

۸ کعبہ کی بنیاد تو حید پر | یعنی اس گھر کی بنیاد خالص تو حید پر رکھو، کوئی شخص یہاں آ کر اللہ کی عبادت کے سوا کوئی مشرک نہ رسوم نہ بجالائے۔ کفار مکہ نے اس پر ایسا عمل کیا کہ وہاں تین سو ساٹھ بت لاکر کھڑے کر دیے۔ العیاذ باللہ جن کی گندگی سے ہمیشہ کے لئے خاتم الانبیاء ﷺ نے خدا کے گھر کو پاک کیا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّه۔

۹ یعنی خالص ان ہی لوگوں کے لئے رہے اور سب سے پاک کیا جائے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "پہلی امتوں میں رکوع نہ تھا یہ خاص اسی امت محمدیہ کی نماز میں ہے۔ تو خبر دی کہ آگے لوگ ہو گئے اس کے آباد کرنے والے" وفيہ نظر فتامل۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ

اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پیروں چل کر اور

كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٤﴾

سوار ہو کر دبلے دبلے اونٹوں پر چلے آئیں راہوں دور سے

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي

تاکہ پہنچیں اپنے فائدہ کی جگہوں پر اور پڑھیں اللہ کا نام

أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةٍ

کئی دن جو معلوم ہیں ذبح پر جو پایوں مواشی کے جو اللہ نے دیئے ہیں

الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٥﴾

ان کو سوکھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ برے حال کے محتاج کو

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُوفُوا نُدُورَهُمْ وَلِيَطَّوَّفُوا

پھر چاہئے کہ ختم کر دیں اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی منتیں اور طواف کریں

بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٦﴾ ذَلِكَ وَمَنْ يُعْظِمِ حُرْمَتِ

اس قدیم گھر کا یہ سن چکے اور جو کوئی بڑائی رکھے اللہ کی

اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ ط وَأُحِلَّتْ لَكُمْ

حرماتوں کی سو وہ بہتر ہے اس کے لیے اپنے رب کے پاس اور حلال ہیں تم کو

الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُنْتَلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ

چوپائے مگر جو تم کو سناتے ہیں سو بچتے رہو بتوں کی

❖ حج کیلئے حضرت ابراہیمؑ کی پکار | جب کعبہ تعمیر ہو گیا تو ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے پکارا کہ لوگو! تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے حج کو آؤ۔ حق تعالیٰ نے یہ آواز ہر طرف ہر ایک روح کو پہنچا دی (بلا تشبیہ جیسے آج کل ہم امریکہ یا ہندوستان میں بیٹھ کر لندن کی آوازیں سن لیتے ہیں) جس کے لئے حج مقدر تھا اس کی روح نے لبیک کہا۔ وہ ہی شوق کی دہلی ہوئی چنگاری ہے کہ ہزاروں آدمی پا پیادہ تکلیفیں اٹھاتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں اور بہت سے اتنی دور سے سوار ہو کر آتے ہیں کہ چلتے چلتے اونٹنیاں تھک جاتی اور دہلی ہو جاتی ہیں، بلکہ عموماً حاجیوں کو عمدہ سائڈ نیاں کہاں ملتی ہیں ان ہی سوکھے دبلے اونٹوں پر منزلیں قطع کرتے ہیں۔ یہ گویا اس دعا کی مقبولیت کا اثر ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی ”فَجَعَلَ أَفْنَدَةَ مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ“ (ابراہیم رکوع ۶)

❖ منافع حج | اصل مقصد تو دینی و اخروی فوائد کی تحصیل ہے مثلاً حج و عمرہ اور دوسری عبادات کے ذریعہ حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور روحانی ترقیات کے بلند مقامات پر فائز ہونا۔ لیکن اس عظیم الشان اجتماع کے ضمن میں بہت سے سیاسی، تمدنی اور اقتصادی فوائد بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ کمالاً بخفی۔

❖ ایام معلومات میں ذکر اللہ | ”ایام معلومات“ سے بعض کے نزدیک ذی الحجہ کا پہلا عشرہ اور بعض کے نزدیک تین دن قربانی کے مراد ہیں۔ بہر حال ان ایام میں ذکر اللہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اسی ذکر کے تحت میں خصوصیت کے ساتھ یہ بھی داخل ہے کہ قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا جائے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہا جائے۔ ان دنوں میں بہترین عمل یہ ہی ہے اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔

❖ قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت | بعض کفار کا خیال تھا کہ قربانی کا گوشت خود قربانی کرنے والے کو نہ کھانا چاہئے۔ اس کی اصلاح فرمادی کہ شوق سے کھاؤ، دوستوں کو دو اور مصیبت زدہ محتاجوں کو کھلاؤ۔

❖ بیت اللہ کا طواف | جہاں سے لبیک شروع کرتے ہیں حجامت نہیں ہناتے، ناخن نہیں لیتے، بالوں میں تیل نہیں ڈالتے، بدن پر میل اور گردوغبار چڑھ جاتا ہے زیادہ مل ول کر غسل نہیں کرتے۔ ایک عجیب عاشقانہ و مستانہ حالت ہوتی ہے، اب دسویں تاریخ کو سب قصے تمام کرتے ہیں، حجامت ہوا کر غسل کر کے سلے ہوئے کپڑے پہن کر طواف زیارت کو جاتے ہیں، جس کو ذبح کرنا ہو پہلے ذبح کر لیتا ہے۔ اور اپنی منتیں پوری کرنے سے یہ مراد ہے کہ اپنی مرادوں کے واسطے جو منتیں مانی ہوں ادا کریں۔ اصل منت اللہ کی ہے اور کسی کی نہیں۔ بعض کے نزدیک ”نذوڑ“ کے لفظ سے مناسک حج یا واجبات حج مراد ہیں۔ اور یہ ہی اقرب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ تبیہ ”عتیق“ کے معنی قدیم پرانے کے ہیں، اور بعض کے نزدیک ”بیت عتیق“ اس لئے کہا کہ اس گھر کو برباد کرنے کی غرض سے جو طاقت اٹھے گی حق تعالیٰ اس کو کامیاب نہ ہونے دے گا۔ تا آنکہ خود اس کا اٹھالینا منظور ہو۔

❖ حرمت اللہ کی تشریح | یعنی حرام چیزوں کو بھاری سمجھ کر چھوڑ دینا یا اللہ نے جن چیزوں کو محترم قرار دیا ہے ان کا ادب و تعظیم قائم رکھنا بڑی خوبی اور نیکی کی بات ہے جس کا انجام نہایت اچھا ہوگا۔ محترم چیزوں میں قربانی کا جانور، بیت اللہ، صفامروہ، منی، عرفات، مسجدیں، قرآن، بلکہ تمام احکام الہیہ آجاتے ہیں۔ خصوصیت سے یہاں مسجد حرام اور ہدی کے جانور کی تعظیم پر زور دینا ہے کہ خدائے واحد کے پرستاروں کو وہاں آنے سے نہ روکیں نہ قربانی کے آئے ہوئے جانوروں کو واپس جانے پر مجبور کریں بلکہ قیمتی اور موٹے تازے جانور قربان کریں۔

❖ حلال جانوروں کی قربانی | یعنی ان کے ذبح کرنے کا حکم تعظیم حرمت اللہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ جس مالک نے ایک چیز کی حرمت بتلائی تھی اسی کی اجازت سے اور اسی کے نام پر وہ قربان کی جاتی ہے۔

❖ یعنی جن جانوروں کا حرام ہونا وقتاً فوقتاً کو سنایا جاتا رہا ہے جیسا کہ سورہ ”انعام“ میں تفصیلاً گزر چکا، وہ حلال نہیں۔

مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۝ حُنَفَاءُ

گندگی سے ۛ اور بچتے رہو ۛ جھوٹی بات سے ۛ ایک اللہ کی طرف کے

لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۝ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ

ہو کر ۛ نہ کہ اس کے ساتھ شریک بنا کر ۛ اور جس نے شریک بنایا اللہ کا

فَكَانَنَا خَرَمًا مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ

سو جیسے گر پڑا آسمان سے ۛ پھرا پکتے ہیں اس کو اڑنے والے مردار خوار یا

تَهْوَىٰ بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيبٍ ۝ ذٰلِكَ

جاڈالا اس کو ہوانے ۛ کسی دور مکان میں ۛ یہاں تک

وَمَنْ يُعْظَمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝

اور جو کوئی ادب رکھے ۛ اللہ کے نام لگی چیزوں کا ۛ سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے ۛ

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا

تمہارے واسطے چوپایوں میں فائدے ہیں ۛ ایک مقرر وعدہ تک ۛ پھر ان کو پہنچانا

إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا

اس قدیم گھر تک ۛ اور ہر امت کے واسطے ہم نے مقرر کر دی ہے ۛ قربانی

لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةٍ

کہ یاد کریں ۛ اللہ کے نام ۛ ذبح پر چوپایوں کے ۛ جو ان کو

الْأَنْعَامِ ۝ فَالهِكْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۝

(اللہ نے دینے) ۛ سو اللہ تمہارا ایک اللہ ہے ۛ سو اسی کے حکم میں رہو ۛ

❖ **غیر اللہ کی قربانی سے اجتناب** | یعنی جانور اللہ کی مخلوق و مملوک ہیں، اس کی اجازت سے اسی کے نام پر ذبح کئے جاسکتے ہیں اور اسی کے کعبہ کی نیاز ہو سکتے ہیں، جو جانور کسی بت یا دیوی دیوتا کے استھان پر ذبح کیا گیا وہ مردار ہوا۔ ایسی شریکیات اور گندے کاموں سے بچنا ضروری ہے۔

❖ **جھوٹی بات سے بچنے کا حکم** | جھوٹی بات زبان سے نکالنا، جھوٹی شہادت دینا، اللہ کے پیدا کئے ہوئے جانور کو غیر اللہ کے نامزد کر کے ذبح کرنا، کسی چیز کو بلا دلیل شرعی حلال و حرام کہنا، سب "قول الزور" میں داخل ہے۔ "قول الزور" کی برائی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو یہاں شرک کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ "وَأَنْ تَشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطٰنًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ" (اعراف رکوع ۴) احادیث میں بڑی تاکید و تشدید سے آپ نے اس کو منع فرمایا ہے۔
یعنی ہر طرف سے ہٹ کر ایک اللہ کے ہو کر رہو۔ تمہارے تمام افعال و نیات بالکل یہ بلا شرکت غیرے خالص خدا کے لئے ہونے چاہئیں۔

❖ **شرک کی مثال** | یہ شرک کی مثال بیان فرمائی، خلاصہ یہ ہے کہ توحید نہایت اعلیٰ اور بلند مقام ہے۔ اس کو چھوڑ کر جب آدمی کسی مخلوق کے سامنے جھکتا ہے تو خود اپنے کو ذلیل کرتا اور آسمان توحید کی بلندی سے پستی کی طرف گراتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قدر اونچے سے گر کر زندہ بچ نہیں سکتا۔ اب یا تو اہواء و افکار روئیہ کے مردار خوار جانور چاروں طرف سے اس کی بوٹیاں نوچ کر کھائیں گے یا شیطان لعین ایک تیز ہوا کے جھکڑ کی طرح اس کو اڑالے جائے گا اور ایسے گہرے کھڈ میں پھینکے گا جہاں کوئی ہڈی پسلی نظر نہ آئے۔ یا یوں کہو کہ مثال میں دو قسم کے مشرکوں کا الگ الگ حال بیان ہوا ہے۔ جو مشرک اپنے شرک میں پوری طرح پکا نہیں مذہب ہے کبھی ایک طرف جھک جاتا ہے کبھی دوسری طرف، وہ "فَتَخَطَفُهُ الطَّيْرُ" کا، اور جو مشرک اپنے شرک میں پختہ، مضبوط اور اٹل ہو، وہ تھوٹی بہ الرِّيحِ فِي مَكَانٍ سَحِيحٍ" کا مصداق ہے یا تَخَطَفُهُ الطَّيْرُ سے مراد لوگوں کے ہاتھوں مارا جانا اور تھوٹی بہ الرِّيحِ فِي مَكَانٍ سَحِيحٍ سے طبعی موت مرنا مراد ہو۔ اکثر مفسرین نے وجہ تشبیہ کے بیان میں اسی طرح کے احتمالات ذکر کئے ہیں۔ لیکن حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ جس کی نیت ایک اللہ پر ہے وہ قائم ہے اور جہاں نیت بہت طرف گئی وہ سب اُس کو (پریشان کر کے) راہ میں سے اچک لیں گی۔ یا سب سے منکر ہو کر دہری ہو جائے گا۔

❖ **شعائر اللہ کی تعظیم** | یعنی شعائر اللہ کی تعظیم شرک میں داخل نہیں۔ جس کے دل میں پرہیزگاری کا مضمون اور خدائے واحد کا ڈر ہوگا وہ اس کے نام لگی چیزوں کا ادب ضرور کرے گا۔ یہ ادب کرنا شرک نہیں بلکہ عین توحید کے آثار میں سے ہے کہ خدا کا عاشق ہر اس چیز کی قدر کرتا ہے جو بالخصوص اس کی طرف منسوب ہو جائے۔

❖ **جانوروں میں انسان کے منافع** | قدیم گھر بیت اللہ شریف ہے اور یہاں شاید تو سنا سارا حرم مراد ہو، یعنی اونٹ، گائے، بکری وغیرہ سے تم بہت فوائد حاصل کر سکتے ہو۔ مثلاً سواری کرو، دودھ پیو، نسل چلاؤ، اون وغیرہ کو کام میں لاؤ، مگر یہ اس وقت کہ ان کو ہدی نہ بناؤ۔ "ہدی" بننے کے بعد اس قسم کا انتفاع (بدون شدید ترین ضرورت کے) نہیں کر سکتے۔ اب تو اس کا عظیم الشان اخروی فائدہ یہ ہی ہے کہ کعبہ کے پاس لیجا کر خدا تعالیٰ کے نام پر قربان کر دو۔

❖ **ہر امت میں قربانی عبادت تھی** | یعنی اللہ کی نیاز کے طور پر مواشی قربان کرنا ہر دین سماوی میں عبادت قرار دی گئی ہے۔ اگر یہ عبادت غیر اللہ کی نیاز کے طور پر کر دو گے تو شرک ہو جائے گا جس سے بہت پرہیز کرنا چاہئے۔ موحد کا کام یہ ہے کہ قربانی اکیلے اسی خدا کے لئے کرے جس کے نام پر قربان کرنے کا تمام شرائع میں حکم رہا ہے۔ اس کے حکم سے باہر نہ ہو۔

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿۳۳﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ

اور بشارت سنا دے عاجزی کرنے والوں کو ♦ وہ کہ جب نام لیجئے اللہ کا

وَجَلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ

ڈر جائیں ان کے دل اور سنبے (جھیلنے) والے اس کو جو ان پر پڑے ♦

وَالْمُقِيْبِي الصَّلَاةِ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۳۴﴾

اور قائم رکھنے والے نماز کے اور تمہارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں ♦

وَالْبُدَانَ جَعَلْنَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ

اور کعبہ کے چڑھانے کے اونٹ ٹھہرائے ہیں ہم نے تمہارے واسطے نشانِ اللہ کے نام کی تمہارے واسطے

فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ ۚ

اس میں بھلائی ہے سو پڑھو ان پر نام اللہ کا قطار باندھ کر

فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا

پھر جب گر پڑے ان کی کروٹ تو کھاؤ اس میں سے ♦ اور کھلاؤ

الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَا لَكُمْ

میرے پیٹھے کو اور بے قراری کرتے کو ♦ اسی طرح تمہارے بس میں کر دیا ہم نے ان جانوروں کو

لَعَدَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۳۵﴾ لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا

تا کہ تم احسان مانو ♦ اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت

وَلَا دِمَآءُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۗ

اور نہ ان کا لہو لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا ادب ♦

۱ | مومنین کیلئے خوشخبری | یعنی ان لوگوں کو رضائے الہی کی بشارت سنا دیجئے جو صرف اسی ایک خدا کا حکم مانتے ہیں اسی کے سامنے جھکتے ہیں اسی پر ان کا دل جمتا ہے اور اسی کے جلال و جبروت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

۲ | مختبتین کے اوصاف | یعنی مصائب و شدائد کو صبر و استقلال سے برداشت کریں، کوئی سختی اٹھا کر راہ حق سے قدم نہ ڈگمگائے۔

۳ | بیت اللہ تک پہنچنے میں بہت مصائب و شدائد پیش آتے ہیں، سفر میں اکثر نمازوں کے فوت ہونے یا قضا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے، شاید اسی مناسبت سے ان اوصاف و خصال کا یہاں ذکر فرمایا۔

۴ | قربانی کے اونٹوں کی تعظیم۔ اور نحر کا طریقہ | پہلے مطلق شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم تھا۔ اب تصریحاً بتلادیا کہ اونٹ وغیرہ قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ جن کی ذوات میں اور جن کو ادب کے ساتھ قربان کرنے میں تمہارے لئے بہت سی دنیوی و اخروی بھلائیاں ہیں تو عام ضابطہ کے موافق چاہئے کہ اللہ کا نام پاک لیکر ان کو ذبح کرو۔ بالخصوص اونٹ کے ذبح کا بہترین طریقہ نحر ہے کہ اس کو قبلہ رخ کھڑا کر کے اور ایک ہاتھ داہن یا بائیں ہاتھ پر سینہ پر زخم لگائیں جب سارا خون نکل چکا وہ گر پڑا تب ٹکڑے کر کے استعمال کریں اور بہت اونٹ ہوں تو قطار باندھ کر کھڑا کر لیں۔

۵ | یہ محتاج کی دو قسمیں بتلائیں۔ ایک جو صبر سے بیٹھا ہے، سوال نہیں کرتا۔ تھوڑا مل جائے تو اسی پر قناعت کرتا ہے دوسرا جو بے قرار ہو کر سوال کرتا پھرتا ہے کچھ مل جائے تب بھی قرار نہیں۔

۶ | انسان کیلئے جانوروں کی تسخیر | یعنی ایسے بڑے بڑے جانور جو تم سے جُش میں اور قوت میں کہیں زیادہ ہیں، تمہارے قبضہ میں کر دیئے کہ تم ان سے طرح طرح کی خدمات لیتے ہو اور کیسی آسانی سے ذبح بھی کر لیتے ہو۔ یہ خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہے جس کا شکر ادا کرنا چاہئے نہ یہ کہ شرک کر کے الٹی ناشکری کرو۔

۷ | قربانی کی روح اور فلسفہ | اس میں قربانی کا اصل فلسفہ بیان فرمایا۔ یعنی جانور کو ذبح کر کے محض گوشت کھانے کھلانے یا اس کا خون گرانے سے تم اللہ کی رضا کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ گوشت اور خون اٹھ کر اس کی بارگاہ تک پہنچتا ہے اس کے یہاں تو تمہارے دل کا تقویٰ اور ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوش دلی اور جوشِ محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اس کی اجازت سے اس کے نام پر اس کے بیت کے پاس لے جا کر قربان کی۔ گویا اس قربانی کے ذریعہ سے ظاہر کر دیا کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ بس یہ ہی وہ تقویٰ ہے جس کا ذکر "وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ" میں کیا گیا تھا۔ اور جس کی بدولت خدا کا عاشق اپنے محبوب حقیقی کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔

كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا

اسی طرح ان کو بس میں کر دیا تمہارے کہ اللہ کی بڑائی پڑھو اس بات پر

هَدَاكُمْ ۖ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۷﴾ إِنَّ اللَّهَ يُدْفِعُ

کہ تم کو راہ بھٹائی اور بشارت سنا دے نیکی والوں کو ﴿۳۷﴾ اللہ دشمنوں کو ہٹا دے گا

عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ط إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ

ایمان والوں سے ﴿۳۸﴾ اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی دغا باز

كُفُورٍ ﴿۳۸﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا ۖ

ناشکر ﴿۳۸﴾ حکم ہوا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا ﴿۳۹﴾

وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿۳۹﴾ الَّذِينَ

اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے ﴿۳۹﴾ وہ لوگ

أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا

جن کو نکالا ان کے گھروں سے اور دعویٰ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں

رَبُّنَا اللَّهُ ۖ وَلَوْلَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ

ہمارا رب اللہ ہے ﴿۴۰﴾ اور اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو

بِبَعْضٍ لَّهَدَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعُ وَصَلَوَاتُ ۖ وَ

دوسرے تو ڈھائے جاتے تکیے اور مدرسے اور عبادت خانے اور

مَسْجِدٌ يُذَكِّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۖ

مسجدیں جن میں نام پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت

الثلثة
۴۰۵

ذبح کرنے کے وقت کی تکبیر | یعنی ”بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ“ کہہ کر ذبح کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنی محبت و عبودیت کے اظہار کی کیسی اچھی راہ بھادی، اور ایک جانور کی قربانی کو گویا خود تمہاری جان قربان کرنے کے قائم مقام بنا دیا۔

حج و عمرہ کی رکاوٹیں دور ہو جائیں گی | ”اِنَّ الدِّیْنََ کَفْرُوًا وَّیَصُدُّوْنَ عَن سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ“ الخ میں ان کفار کا ذکر تھا جو مسلمانوں کو حرم شریف کی زیارت اور حج و عمرہ وغیرہ سے روکتے تھے درمیان میں مسجد حرام اور اس کے متعلقات کی تعظیم و ادب کے احکام بیان فرمائے۔ اب پھر مضمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی مسلمان مطمئن رہیں اللہ تعالیٰ عنقریب دشمنوں سے انکارا ستہ صاف کر دے گا۔ مسجد حرام تک پہنچنے اور اس کے متعلق احکام کی تعمیل کرنے میں کوئی مخالفا نہ رکاوٹ باقی نہ رہے گی۔ بے خوف و خطر حج و عمرہ ادا کریں گے۔ گویا ”وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ“ میں جو بشارت دینے کا امر تھا اس کا ایک فرد یہ خوشخبری ہوئی۔

یعنی دغا باز ناشکر گزاروں کو اگر ایک خاص میعاد تک مہلت دی جائے تو یہ مت خیال کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش آتے ہیں۔ یہ مہلت بعض مصالِح اور حکمتوں کی بناء پر ہے۔ آخری انجام یہ ہی ہونا ہے کہ اہل حق غالب ہوں اور باطل پرستوں کو راستہ سے چھانٹ دیا جائے۔

کفار سے قتال کا حکم | جب تک آنحضرت ﷺ مکہ میں تھے۔ حکم تھا کہ کفار کی سختیوں پر مسلمان صبر کریں اور ہاتھ روکے رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے کامل تیرہ سال تک سخت زہرہ گداز مظالم کے مقابلہ میں بے مثال صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ جب مدینہ ”دارالاسلام“ بن گیا اور مسلمانوں کی قلبی سی جمعیت ایک مستقل مرکز پر جمع ہو گئی تو مظلوم مسلمانوں کو جن سے کفار برابر لڑتے رہتے تھے اجازت ہوئی بلکہ حکم ہوا کہ ظالموں کے مقابلہ پر تلوار اٹھائیں۔ اور اپنی جماعت اور مذہب کی حفاظت کریں۔ اس قسم کی کئی آیتیں اسی زمانہ میں نازل ہوئی ہیں۔

مسلمانوں کی امداد کا وعدہ | یعنی اپنی قلت اور بے سروسامانی سے نہ گھبرائیں۔ اللہ تعالیٰ مٹھی بھر فاقہ مستوں کو دنیا کی فوجوں اور سلطنتوں پر غالب کر سکتا ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک شہنشاہانہ طرز میں مسلمانوں کی نصرت و امداد کا وعدہ تھا۔ جیسے دنیا میں بادشاہ اور بڑے لوگ وعدہ کے موقع پر اپنی شان و وقار و استغناء دکھلانے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہاں تمہارا فلاں کام ہم کر سکتے ہیں۔ شاید یہ عنوان اس لئے اختیار کیا جاتا ہے کہ مخاطب سمجھ لے کہ ہم ایسا کرنے میں کسی سے مجبور نہیں ہیں جو کچھ کریں گے اپنی قدرت اختیار سے کریں گے۔

مہاجرین کی مدح | یعنی مسلمان مہاجرین جو اپنے گھروں سے نکالے گئے ان کا کوئی جرم نہ تھا نہ ان پر کسی کا کوئی دعویٰ تھا، بجز اس کے کہ وہ اکیلے ایک خدا کو اپنا رب کیوں کہتے ہیں۔ اینٹ پتھروں کو کیوں نہیں پوجتے۔ گویا ان پر سب سے بڑا اور سنگین الزام اگر لگایا جاسکتا ہے تو یہ ہی کہ ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کے کیوں ہو رہے۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ط لَاتِ اللَّهُ لِقَوِيٍّ

اور اللہ مقرر مدد کرے گا اس کی جو مدد کرے گا اس کی بے شک اللہ زبردست ہے

عَزِيزٌ ﴿۳۰﴾ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ

زور والا ﴿۳۰﴾ وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں

أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا

تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں

بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاللَّهُ عَاقِبَةُ

بھلے کام کا اور منع کریں برائی سے (برے کام سے) اور اللہ کے اختیار میں ہے آخر

الْأُمُورِ ﴿۳۱﴾ وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ

ہر کام کا ﴿۳۱﴾ اور اگر تجھ کو جھٹلائیں تو ان سے پہلے

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ ﴿۳۲﴾ وَقَوْمُ

جھٹلا چکی ہے قوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی

إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿۳۳﴾ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكَذَّبَ

قوم اور لوط کی قوم اور مدین کے لوگ اور موسیٰ کو

مُوسَى فَاَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتَهُمْ ج

جھٹلایا ﴿۳۳﴾ پھر میں نے ذلیل دی منکروں کو پھر پکڑ لیا ان کو

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۳۴﴾ فَكَأَيِّنْ مِنْ قُرْبَانٍ

تو کیسا ہوا میرا انکار ﴿۳۴﴾ سو کتنی بستیاں

❖ **جہاد کی حکمت** | یعنی اگر کسی وقت اور کسی حالت میں بھی ایک جماعت کو دوسری سے لڑنے بھڑنے کی اجازت نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے قانون فطرت کی سخت خلاف ورزی ہوگی۔ اس نے دنیا کا نظام ہی ایسا رکھا ہے کہ ہر چیز یا ہر شخص یا ہر جماعت دوسری چیز یا شخص یا ہر جماعت کے مقابلہ میں اپنی ہستی برقرار رکھنے کے لئے جنگ کرتی رہے اگر ایسا نہ ہوتا اور نیکی کو اللہ تعالیٰ اپنی حمایت میں لیکر بدی کے مقابلہ میں کھڑا نہ کرتا تو نیکی کا نشان زمین پر باقی نہ رہتا۔ بددین اور شریر لوگ جن کی ہر زمانہ میں کثرت رہی ہے تمام مقدس مقامات اور یادگاریں ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹا دیتے۔ کوئی عبادت گاہ، تکیہ، خانقاہ، مسجد، مدرسہ محفوظ نہ رہ سکتا۔

قانون حفاظت و مدافعت | بناءً علیہ ضروری ہوا کہ بدی کی طاقتیں خواہ کتنی ہی مجتمع ہو جائیں قدرت کی طرف سے ایک وقت آئے جب نیکی کے مقدس ہاتھوں سے بدی کے حملوں کی مدافعت کرائی جائے۔ اور حق تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرنے والوں کی خود مدد فرما کر ان کو دشمنان حق و صداقت پر غالب کرے بلاشبہ وہ ایسا قوی اور زبردست ہے کہ اس کی اعانت و امداد کے بعد ضعیف سے ضعیف چیز بڑی بڑی طاقتور ہستیوں کو شکست دے سکتی ہے۔ بہر حال اس وقت مسلمانوں کو ظالم کافروں کے مقابلہ میں جہاد و قتال کی اجازت دینا اسی قانون قدرت کے ماتحت تھا اور یہ وہ عام قانون ہے جس کا انکار کوئی عقلمند نہیں کر سکتا۔ اگر مدافعت و حفاظت کا یہ قانون نہ ہوتا تو اپنے زمانہ میں نہ عیسائی راہبوں کے صومعے (کوٹھڑے) قائم رہتے نہ نصاریٰ کے گرجے، نہ یہود کے عبادت خانے نہ مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر بڑی کثرت سے ہوتا ہے۔ یہ سب عبادت گاہیں گرا کر اور ڈھا کر برابر کر دی جاتیں۔ پس اس عام قانون کے ماتحت کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کو ایک وقت مناسب پر اپنے دشمنوں سے لڑنے کی اجازت نہ دی جائے۔

❖ **مہاجرین کی فضیلت اور ان کے اقتدار کی پیشینگونی** | یہ ان ہی مسلمانوں کا بیان ہے جن پر ظلم ہوئے اور جن کو گھروں سے نکالا گیا۔ یعنی خدا ان کی مدد کیوں نہ کرے گا جب کہ وہ ایسی قوم ہے کہ اگر ہم اسے زمین کی سلطنت دے دیں تب بھی خدا سے غافل نہ ہوں۔ بذات خود بدنی و مالی نیکیوں میں لگے رہیں۔ اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو زمین کی حکومت عطاء کی اور جو پیشین گوئی کی تھی حرف بحرف سچی ہوئی۔ فللہ الحمد علی ذالک۔ اس آیت سے صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً مہاجرین اور ان میں انحصار خصوص کے طور پر حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی حقانیت اور مقبولیت و منقبت ثابت ہوئی۔

❖ یعنی گو آج مسلمان کمزور اور کافر غالب و قوی نظر آتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کہ آخر کار انہیں منصور و غالب کر دے۔ یا یہ مطلب کہ یہ امت خدا کا دین قائم کرے گی ایک مدت تک آخر اللہ ہی جانے کیا ہوگا۔

❖ جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام معبوث ہوئے تھے۔

❖ یعنی مصر کے قبیلوں نے۔

❖ **سابقہ حالات سے کفار کو تنبیہ** | یعنی مسلمانوں کے غلبہ و نصرت کے جو وعدے کئے جا رہے ہیں، کفار اپنی موجودہ کثرت و قوت کو دیکھتے ہوئے انکی تکذیب نہ کریں، یہ خدا کی ڈھیل ہے۔ پہلی قوموں نے بھی خدا کی چند روز ڈھیل سے دھوکہ کھا کر اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔ آخر جب پکڑے گئے تو دیکھ لو ان کا حشر کیسا ہوا۔ اور خدا نے اپنے عذاب سے ڈرا کر ان کی شرارتوں پر جو انکار فرمایا تھا وہ کس طرح سامنے آ گیا۔ اگلی آیت میں اسی کی تفصیل ہے۔

أَهْلَكُنَّهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَا

ہم نے غارت کر ڈالیں اور وہ گنہگار تھیں اب وہ گری پڑی ہیں اپنی

عُرْوَتِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ﴿۳۵﴾ أَفَلَمْ

چھتوں پر اور کتنے کنوئیں نکلے پڑے اور کتنے محل گنہگاری کے کیا

لَيَسِيرُونَ فِي الْأَرْضِ فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ

سیر نہیں کی ملک کی جوان کے دل ہوتے جن سے سمجھتے

بِهَا أَوْ آذَانٌ يَّسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ

یا کان ہوتے جن سے سنتے سو کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں

وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿۳۶﴾ وَ

پر اندھے ہو جاتے ہیں دل جو سینوں میں ہیں اور

يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ

تجھ سے جلدی مانگتے ہیں عذاب اور اللہ ہرگز نہ ٹالے گا اپنا وعدہ

وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿۳۷﴾

اور ایک دن تیرے رب کے یہاں ہزار برس کے برابر ہوتا ہے جو تم گنتے ہو

وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرِيْبَةٍ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ

اور کتنی بستیاں ہیں کہ میں نے ان کو ڈھیل دی اور وہ گنہگار تھیں پھر

أَخَذَتْهَا وَإِلَى الْمَصِيْرِ ﴿۳۸﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا

میں نے ان کو پکڑا اور میری طرف پھر کر آنا ہے تو کہہ اے

یعنی بنیادیں ملنے سے اول چھتیں گر پڑیں پھر دیواریں اور سارا مکان گر کر چھت کے ڈھیر پر آ رہا۔ یہ ان کے تہ و بالا ہونے کا نقشہ کھینچا ہے۔

عبرت کے اسباق | یعنی کنویں جن پر پانی کھینچنے والوں کی بھیڑ رہتی تھی۔ آج ان میں کوئی ڈول پھانسنے والا نہ رہا۔ اور بڑے بڑے پختہ، بلند عالیشان، قلعی چونے کے محل ویران کھنڈ بن کر رہ گئے۔ جن میں کوئی بسنے والا نہیں۔

یعنی ان تباہ شدہ مقامات کے کھنڈر دیکھ کر کبھی غور و فکر نہ کیا، ورنہ ان کو سچی بات کی سمجھ آ جاتی اور کان کھل جاتے۔

یعنی آنکھوں سے دیکھ کر اگر دل سے غور نہ کیا تو وہ نہ دیکھنے کے برابر ہے۔ گو اس کی ظاہری آنکھیں کھلی ہوں پر دل کی آنکھیں اندھی ہیں۔ اور حقیقت میں زیادہ خطرناک اندھا پن وہی ہے جس میں دل اندھے ہو جائیں (العیاذ باللہ)

یعنی عذاب اپنے وقت پر یقیناً آ کر رہے گا۔ استہزاء و تکذیب کی راہ سے جلدی مچانا فضول ہے۔

آخرت کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے | یعنی تمہارے ہزار برس اس کے یہاں ایک دن کے برابر ہیں۔ جیسے مجرم آج اس کے قبضہ میں ہے ہزار برس گزرنے کے بعد بھی اسی طرح اس کے قبضہ و اقتدار کے نیچے ہے۔ کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتا۔ یا یہ مطلب کہ ہزار برس کا کام وہ ایک دن میں کر سکتا ہے۔ مگر کرتا وہی ہے جو اس کی حکمت و مصلحت کے موافق ہو۔ کسی کے جلدی مچانے سے وہاں کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ یا یوں کہا جائے کہ اخروی عذاب کا وعدہ ضرور آ کر رہے گا۔ یعنی قیامت آئے گی اور تم کو پوری سزا ملے گی۔ آگے قیامت کے دن کا بیان ہوا کہ وہ ایک دن اپنی شدت و ہول کے لحاظ سے ہزار سال کے برابر ہوگا پھر ایسی مصیبت کو بلانے کے لئے کیوں جلدی مچاتے ہو۔

اللہ کی ڈھیل پر بے فکر نہ ہوں | یعنی کیا ڈھیل دینے سے وہ کہیں نکل کر بھاگ گئیں، آخر سب کولوٹ کر ہماری ہی طرف آنا پڑا اور ہم نے ان کو پکڑ کر تباہ کر دیا۔

النَّاسُ إِنَّمَا آتَاكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۳۹﴾ فَالَّذِينَ آمَنُوا

لوگو میں تو ڈرنا دینے والا ہوں تم کو کھول کر سو جو لوگ یقین لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۴۰﴾ وَ

اور ان کے گناہ بخش دیتے ہیں اور ان کو روزی ہے عزت کی اور اور

الَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

جو دوڑے ہماری آیتوں کے ہرانے کو وہی ہیں

الْجَحِيمِ ﴿۴۱﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ

دوزخ کے رہنے والے اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی

إِلَّا إِذَا تَمَنَّيَ الْوَالِقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ

سو جب لگا خیال باندھنے شیطان نے ملادیا اس کے خیال میں پھر اللہ مٹا دیتا ہے

اللَّهُ مَا يُلْقَى الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ أَيْتَهُ ط وَاللَّهُ

شیطان کا ملایا ہوا پھر پکی کر دیتا ہے اپنی باتیں اور اللہ

عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ ﴿۴۲﴾ لِيَجْعَلَ مَا يُلْقَى الشَّيْطَانُ فِتْنَةً

سب خبر رکھتا ہے حکمتوں والا اس واسطے کہ جو کچھ شیطان نے ملایا اس سے جانچے

﴿۱﴾ رسول اللہ کا فرض منصبی | یعنی میرا کام آگاہ و ہشیار کر دینا ہے۔ عذاب کا لے آنا میرے قبضہ میں نہیں خدا ہی کے قبضہ میں ہے کہ سب مطیع و عاصی کا فیصلہ کرے اور ہر ایک کو اس کے مناسب حال جگہ پر پہنچائے۔

﴿۲﴾ یعنی جنت میں میوے پھل اور عمدہ عمدہ الوان نعمت اور حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔

﴿۳﴾ آیات وحی میں شیطانی شبہات | آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے اپنے پیشرو حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کی روش اختیار فرمائی ہے جس کی طرف حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے بھی ”حجتہ اللہ البالغہ“ کے آخر میں اشارہ کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب ”موضح القرآن“ میں لکھتے ہیں ”نبی کو ایک حکم (یا ایک خبر) اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ اس میں ہرگز ذرہ بھر

تفاوت نہیں ہو سکتا۔ اور ایک اپنے دل کا خیال (اور رائے کا اجتہاد) ہے وہ کبھی ٹھیک پڑتا ہے کبھی نہیں۔ جیسے حضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا (اور نبی کا خواب وحی ہوتا ہے) کہ آپ مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ کیا خیال میں آیا کہ شاید اس سال ایسا ہوگا (چنانچہ عمرہ کی نیت سے سفر شروع کیا۔ لیکن درمیان میں احرام کھولنا پڑا) اور اگلے سال خواب کی تعبیر پوری ہوئی یا وعدہ ہوا کہ کافروں پر غلبہ ہوگا۔ خیال آیا کہ اب کی لڑائی میں۔ اس میں نہ ہوا، بعد کو ہوا۔ پھر اللہ جتلا دیتا ہے کہ جتنا حکم یا وعدہ تھا اس میں سر مو تفاوت نہیں۔ "ہاں نبی کے ذاتی خیال و اجتہاد میں تفاوت ہو سکتا ہے۔ گو نبی اصلی پیشینگوئی کے ساتھ ملا کر اپنے ذاتی خیال کی اشاعت نہیں کرتا بلکہ دونوں الگ رکھتا ہے۔ باقی اس صورت میں "القاء" کی نسبت شیطان کی طرف ویسی ہوگی جیسے "وَمَا أُنْسَيْنِي إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ" میں "انساء" کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ احقر کے نزدیک بہترین اور بہل ترین تفسیر وہ ہے جس کی مختصر اصل سلف سے منقول ہے۔ یعنی "تمنی" کو بمعنی قراءت و تلاوت یا تحدیث کے اور "امنیث" کو بمعنی تمکو یا حدیث کے لیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ قدیم سے یہ عادت رہی ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول کوئی بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ شیطان اس بیان کی ہوئی بات یا آیت میں طرح طرح کے شبہات ڈال دیتا ہے۔ یعنی بعض باتوں کے متعلق بہت لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کر کے شکوک و شبہات پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً نبی نے آیت "حُورٌ مَّعِينٌ عَلَيْكُمْ الْمَيِّتَةُ الرَّحْمَاءُ" پڑھ کر سنائی، شیطان نے شبہ ڈالا کہ دیکھو اپنا مارا ہوا تو حلال اور اللہ کا مارا ہوا حرام کہتے ہیں۔ یا آپ نے "إِنَّكُمْ وَمَنْ يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" پڑھا۔ اس نے شبہ ڈالا کہ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ میں حضرت مسیح و عزیٰ اور ملائکہ اللہ بھی شامل ہیں۔ یا آپ نے حضرت مسیح کے متعلق پڑھا "وَكَلِمَةً أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَوُجَّهَ مِنْهُ" شیطان نے جھمایا کہ اس سے حضرت مسیح کی اہلیت والوہیت ثابت ہوتی ہے۔ اس القاء شیطانی کے ابطال و رد میں پیغمبر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وہ آیات سناتے ہیں جو بالکل صاف اور محکم ہوں اور ایسی یہی باتیں بتلاتے ہیں جن کو سن کر شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہ رہے۔

آیات محکمات سے شیطانی شبہات کا علاج | گویا "متشابہات" کی ظاہری سطح کو لیکر شیطان جو اغواء کرتا ہے "آیات محکمات" اس کی جڑ کاٹ دیتی ہیں جنہیں سن کر تمام شکوک و شبہات ایک دم کافور ہو جاتے ہیں۔ یہ دو قسم کی آیتیں کیوں اتاری جاتی ہیں؟ شیاطین کو اتنی وسوسہ اندازی اور تصرف کا موقع کیوں دیا جاتا ہے؟ اور آیات کا جو احکام بعد کو کیا جاتا ہے ابتداء ہی سے کیوں نہیں کروایا جاتا؟ یہ سب امور حق تعالیٰ کی غیر محدود علم و حکمت سے ناشی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو علما و عملاً دار امتحان بنایا ہے۔ چنانچہ اس قسم کی کارروائی میں بندوں کی جانچ ہے کہ کون شخص اپنے دل کی بیماری یا سختی کی وجہ سے پادر ہوا شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کون سمجھ دار آدمی اپنے علم و تحقیق کی قوت سے ایمان و جنات کے مقام بلند پر پہنچ کر دم لیتا ہے، سچ تو یہ کہ آدمی نیک نیتی اور ایمان داری سے سمجھنا چاہے تو اللہ تعالیٰ دستگیری فرما کر اس کو سیدھی راہ پر قائم فرمادیتے ہیں۔ رہے منکرین و مشرکین ان کو قیامت تک اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہرچہ گیر دلتی علت شود۔ ہماری اس تقریر میں دور تک کئی آیتوں کا مطلب بیان ہو گیا۔ سمجھ دار آدمی اس کے اجزاء کو آیات کے اجزاء پر بے تکلف منطبق کر سکتا ہے یہ آیات جیسا کہ ہم نے سورہ "آل عمران" کے شروع میں بیان کیا تھا "هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ" الخ سے بہت مشابہ ہیں۔ چنانچہ "إِلَّا إِذَا تَمَنَّى الْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ" الخ میں متشابہات کا اور "ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ إِلَيْهِ" میں "محکمات" کا ذکر ہوا۔ اور "لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً" الخ میں زائفین کی دو قسمیں مذکور ہوئیں۔ جن میں اللذین فی قلوبہم مرض کا کام ابتغاء تاویل، اور القاسیۃ قلوبہم کی غرض ابتغاء فتنہ ہے۔ آگے وَلَيَعْلَمَنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الخ کو آیت وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ الخ کی جگہ سمجھو اور وہاں جو دعاء رَبَّنَا لَا تُرِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا سے کی تھی یہاں اسکی اجابت کا ذکر وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ میں کیا گیا اور رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ کے مناسب "وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مَرِيَّةٍ مِنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ الَّتِي قَوْلُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ" ہوئی (تنبیہ) آیت حاضرہ کے تحت میں مفسرین نے جو قصہ غرائق کا ذکر کیا ہے اس پر بحث کا یہاں موقع نہیں۔ شاید سورہ نجم میں کچھ لکھنے کی نوبت آئے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت بڑے سے اس پر کلام کیا ہے۔ بہر حال آیت کا مطلب سلف کی تفسیر کے موافق بالکل صاف ہے گویا یہ تفصیل اس کی ہوئی جو اوپر وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ میں ابطال آیات اللہ کی سعی کا ذکر تھا۔

لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ط

ان کو کہ جن کے دل میں روگ ہیں اور جن کے دل سخت ہیں

وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝۵۳ وَلْيَعْلَمْ

اور گنہگار تو ہیں مخالفت میں دور جا پڑے اور اس واسطے کہ معلوم کر لیں

الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ

وہ لوگ جن کو سمجھ ملی ہے کہ یہ تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے

فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ ط وَإِنَّ اللَّهَ

پھر اس پر یقین لائیں اور نرم ہو جائیں اس کے آگے ان کے دل اور اللہ

لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۵۴

سجھانے والا ہے یقین لانے والوں کو راہ سیدھی

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ

اور منکروں کو ہمیشہ رہے گا اس میں دھوکا

حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ

جب تک (یہاں تک کہ) آپہنچے ان پر قیامت بے خبری میں یا آپہنچے ان پر آفت

يَوْمِ عَقِيبٍ ۝۵۵ أَلَمْ لِكُ يَوْمَئِذٍ اللَّهُ ط يَحْكُمُ

ایسے دن کی جس میں راہ نہیں خلاصی کی راج اس دن اللہ کا ہے ان میں فیصلہ

بَيْنَهُمْ ط فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي

کرے گا سو جو یقین لائے اور کیں بھلائیاں

❖ اہل باطل کی آزمائش | ”موضح القرآن میں ہے۔ ”یعنی اس میں گمراہ بہکتے ہیں سوان کا کام ہے بہکنا، اور ایمان والے اور زیادہ مضبوط ہوتے ہیں کہ اس کلام میں بندہ کا دخل نہیں۔ اگر ہوتا تو یہ بھی بندہ کے خیال کی طرح کبھی صحیح کبھی غلط نکلتا۔ اور جس کی نیت اعتقاد پر ہو۔ اللہ اس کو یہ بات سمجھاتا ہے۔“ حضرت شاہ صاحب نے یہ فائدہ اپنے مذاق کے موافق لکھا ہے۔ ہمارا جو خیال ہے اس کی تقریر گذشتہ فائدہ میں گذر چکی۔ واللہ اعلم۔

❖ منکرین قیامت تک دھوکے میں رہیں گے | یعنی نفس قیامت کا ہولناک حادثہ اچانک آچنچے یا اسی قیامت کے دن کا عذاب سامنے آجائے۔ اور ممکن ہے ”عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ“ سے دنیا کا عذاب مراد ہو۔ یعنی دنیا ہی میں سزا مل جائے جس سے کوئی رستگاری کی شکل نہیں۔

❖ یعنی قیامت کے دن اکیلے خدا کی بادشاہت کام کرے گی۔ کسی کی ظاہری و مجازی حکومت برائے نام بھی باقی نہ رہے گی۔ اس وقت سب دنیا کا بیک وقت عملی فیصلہ ہو جائے گا۔ جس کی تفصیل آگے مذکور ہے۔

جَنَّتِ النَّعِيمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

نعت کے باغوں میں ہیں اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری باتیں

فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِينَ

سوان کے لیے ہے ذلت کا عذاب اور جو لوگ

هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا

گھر چھوڑ آئے اللہ کی راہ میں پھر مارے گئے یا مر گئے

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ

البتہ ان کو دے گا اللہ روزی خاصی اور اللہ ہے

خَيْرُ الرَّزُقِينَ ﴿۵۸﴾ لَيَدْخُلْنَهُمْ مِّنْ دُونِهَا يُرْضَوْنَ لَهُ

سب سے بہتر روزی دینے والا البتہ پہنچائے گا ان کو ایک (ایسی) جگہ جس کو پسند کریں گے

وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿۵۹﴾ ذَٰلِكَ ۚ وَمَنْ

اور اللہ سب کچھ جانتا ہے تحمل والا یہ سن چکے اور جس نے

عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ

بدلہ لیا جیسا کہ اس کو دکھ دیا تھا پھر اس پر کوئی زیادتی کرے

لَيَنْصُرَنَّهُ اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۶۰﴾ ذَٰلِكَ

تو البتہ اس کی مدد کرے گا اللہ بے شک اللہ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے

بِأَنَّ اللَّهَ يُورِجُ الْبَلَّ فِي النَّهَارِ وَيُورِجُ النَّهَارَ

اس واسطے کہ اللہ لے لیتا ہے رات کو دن میں اور دن کو

اللہ کیلئے ہجرت کرنے والوں کے انعامات | مومنین کا انجام پہلے بتلایا تھا، یہاں ان میں سے ایک ممتاز جماعت کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا۔ یعنی جو لوگ خدا کے راستہ میں گھریا چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے خواہ وہ لڑائی میں شہید ہوں یا طبعی موت سے مریں دونوں صورتوں میں اللہ کے ہاں ان کی خاص مہمانی ہوگی۔ کھانا پینا، رہنا سہنا سب انکی مرضی کے موافق ہوگا۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کس چیز سے راضی ہوں گے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کن لوگوں نے خالص اس کے راستہ میں اپنا گھریا ترک کیا ہے۔ ایسے مہاجرین و مجاہدین کی فروگذاشتوں پر حق تعالیٰ تحمل کرے گا۔ اور شانِ عفو سے کام لے گا یا ”علیم“ و ”حلیم“ کی صفات اس غرض سے ذکر کیں کہ اللہ سب کو جانتا ہے ان کو بھی جنہوں نے ایسے مخلص بندوں کو تکلیفیں دیکر گھریا چھوڑنے پر مجبور کیا۔ لیکن اپنی بردباری کی وجہ سے فوراً سزا نہیں دیتا۔

مظلوم کی مدد کا وعدہ | یعنی مظلوم اگر ظالم سے واجبی بدلہ لے لے۔ پھر از سر نو ظالم اس پر زیادتی کرے تو وہ پھر مظلوم ٹھہر گیا۔ حق تعالیٰ پھر مدد کرے گا جیسا کہ اس کی عادت ہے کہ مظلوم کی آخر حمایت کرتا ہے۔ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید

یعنی بندوں کو بھی چاہئے کہ اپنے ذاتی اور معاشری معاملات میں عفو و درگزر کی عادت سیکھیں۔ ہر وقت بدلہ لینے کے درپے نہ ہوں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یعنی واجبی بدلہ لینے والے کو خدا عذاب نہیں کرتا اگرچہ بدلہ نہ لینا بہتر تھا ”بدر“ کی لڑائی میں مسلمانوں نے بدلہ لیا کافروں کی ایذا کا۔ پھر کافر ”احد“ و ”احزاب“ میں زیادتی کرنے کو آئے۔ پھر اللہ نے پوری مدد کی۔“

فِي الْبَيْلِ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٦١﴾ ذَلِكُمْ بِأَنَّ

رات میں ♦♦ اور اللہ سنتا دیکھتا ہے ♦♦ یہ اس واسطے کہ

اللَّهُ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ

اللہ وہی ہے سچ ♦♦ اور جس کو پکارتے ہیں اس کے سوا وہی ہے

الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ

تعلو ♦♦ اور اللہ وہی ہے سب سے اوپر بڑا ♦♦ تو نے

تَرَأَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ز فَتُصِبُّهُ

نہیں دیکھا کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر

الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ۗ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿٦٣﴾ لَهُ مَا

زمین ہو جاتی ہے سرسبز ♦♦ بے شک اللہ جانتا ہے چھپی تدبیریں خبردار ہے ♦♦ اسی کا ہے جو کچھ ہے

فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ

آسمان اور زمین میں اور اللہ وہی ہے

الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٦٤﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مِمَّا

بے پروا تعریفوں والا (سب خوبیوں والا) ♦♦ تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے بس میں کر دیا تمہارے جو کچھ ہے

فِي الْأَرْضِ وَالْفُلُكَ تَجَرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۗ

زمین میں اور کشتی کو جو چلتی ہے دریا میں اس کے حکم سے

وَيُوسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا

مگر اور تمام رکھتا ہے (سنجبال رکھا ہے) آسمان کو اس سے کہ گر پڑے زمین پر

اللہ کی قدرت کاملہ | یعنی وہ اتنی بڑی قدرت والا ہے کہ رات دن کا الٹ پلٹ کرنا اور گھٹانا بڑھانا اسی کے ہاتھ میں ہے اسی کے تصرف سے کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ پھر کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ایک مظلوم قوم یا شخص کو امداد دے کر ظالموں کے پنجہ سے نکال دے بلکہ ان پر غالب و مسلط کر دے۔ پہلے مسلمان مہاجرین کا ذکر تھا اس آیت میں اشارہ فرما دیا کہ عنقریب حالات رات دن کی طرح پلٹا کھانے والے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رات کو دن میں لے لیتا ہے اسی طرح کفر کی سر زمین کو اسلام کی آغوش میں داخل کر دے گا۔

یعنی مظلوم کی فریاد سنتا اور ظالم کے کرتوت دیکھتا ہے۔

یعنی اللہ کے سوا ایسے عظیم الشان انقلابات اور کس سے ہو سکتے ہیں۔ واقع میں صحیح اور سچا خدا تو وہ ہی ہے باقی اسی کو چھوڑ کر خدائی کے جو دوسرے پا کھنڈ پھیلائے گئے ہیں سب غلط جھوٹ اور باطل ہیں۔ اسی کو خدا کہنا اور معبود بنانا چاہئے جو سب سے اوپر اور سب سے بڑا ہے اور یہ شان بالا اتفاق اسی ایک اللہ کی ہے۔

اسی طرح کفر کی خشک و ویران زمین کو اسلام کی بارش سے سبزہ زار بنا دے گا۔

اللہ کی تدبیر اور تصرف | وہ ہی جانتا ہے کہ کس طرح بارش کے پانی سے سبزہ اُگ آتا ہے۔ قدرت اندر ہی اندر ایسی تدبیر و تصرف کرتی ہے کہ خشک زمین پانی وغیرہ کے اجزاء کو اپنے اندر جذب کر کے سرسبز و شاداب ہو جائے۔ اسی طرح وہ اپنی مہربانی، لطیف تدبیر و تربیت، اور کمال خبرداری و آگاہی سے قلوب بنی آدم کو فیوض اسلام کا مینہ برسسا کر سرسبز و شاداب بنا دے گا۔

یعنی آسمان و زمین کی تمام چیزیں جب اسی کی مملوک و مخلوق ہیں اور سب کو اس کی احتیاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں تو اُن میں جس طرح چاہے تصرف اور ادل بدل کرے، کوئی مانع و مزاحم نہیں ہو سکتا۔ البتہ باوجود غنائے تام اور اقتدارِ کامل کے کرتا وہ ہی ہے جو سراپا حکمت و مصلحت ہو۔ اس کے تمام افعال محمود ہیں اور اس کی ذات تمام خوبیوں اور صفاتِ حمیدہ کی جامع ہے۔

يَا ذِي نَبِيٍّ ط إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَّءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٥﴾ وَ

اس کے حکم سے بے شک اللہ لوگوں پر نرمی کرنے والا مہربان ہے اور

هُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ط

اسی نے تم کو جلایا پھر مارتا ہے پھر زندہ کرے گا

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَفُورٌ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا

بے شک انسان ناشکرا ہے ہر امت کے لیے ہم نے مقرر کر دی

مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُبَارِعُكَ فِي الْأَمْرِ

ایک راہ بندگی کی کہ وہ اسی طرح کرتے ہیں بندگی، سو چاہئے تجھ سے جھگڑانہ کریں اس کام میں

وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ط إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ﴿٦٧﴾

اور تو بلائے جا اپنے رب کی طرف بے شک تو ہے سیدھی راہ پر سوجھ والا

وَإِنْ جَدَلُواكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٦٨﴾

اور اگر تجھ سے جھگڑنے لگیں تو تو کہہ اللہ بہتر جانتا ہے جو تم کرتے ہو

اللَّهُ يُحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ

اللہ فیصلہ کرے گا تم میں قیامت کے دن جس چیز میں

تَخْتَلِفُونَ ﴿٦٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي

تمہاری راہ جدا جانتی تھا کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ ہے

السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ط إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ ط إِنَّ

آسمان اور زمین میں یہ سب لکھا ہوا ہے کتاب میں

بحر و بر کی تسخیر | یعنی اس کو تمہاری یا کسی کی کیا پروا تھی۔ محض شفقت و مہربانی دیکھو کہ کس طرح خشکی اور تری کی چیزوں کو تمہارے قابو میں کر دیا۔ پھر اسی نے اپنے دستِ قدرت سے آسمان، چاند، سورج اور ستاروں کو اس فضائے ہوائی میں بدون کسی ظاہر کھبے یا ستون کے تھام رکھا ہے جو اپنی جگہ سے نیچے نہیں سرکتے۔ ورنہ گر کر اور ٹکرا کر تمہاری زمین کو پاش پاش کر دیتے۔ جب تک اس کا حکم نہ ہو یہ کڑتات یوں ہی اپنی جگہ قائم رہیں گے مجال نہیں کہ ایک انچ سرک جائیں۔ ”إِلَّا بِإِذْنِهِ“ کا استثناء محض اثباتِ قدرت کی تاکید کے لئے ہے۔ یا شاید قیامت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہو۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح کفر و جہل سے جو قوم روحانی موت مرچکی تھی، ایمان و معرفت کی روح سے اس کو زندہ کر دے گا۔

انسان ناشکرا ہے | یعنی اتنے احسانات و انعامات دیکھ کر بھی اس کا حق نہیں مانتا منعم حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے جھکنے لگتا ہے۔

آنحضرتؐ کو تسلی اور دعوت کا حکم | تمام انبیاء اصول دین میں متفق رہے ہیں۔ البتہ ہر امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بندگی کی صورتیں مختلف زمانوں میں مختلف مقرر کی ہیں۔ جن کے موافق وہ امتیں خدا کی عبادت بجالاتی رہیں۔ اس امتِ محمدیہ کے لئے بھی ایک خاص شریعت بھیجی گئی لیکن اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا۔ بجز اللہ کے کبھی کسی دوسری چیز کی عبادت مقرر نہیں کی گئی۔ اس لئے توحید وغیرہ کے ان متفق علیہ کاموں میں جھگڑا کرنا کسی کو کسی حال زیبا نہیں۔ جب ایسی کھلی ہوئی چیز میں بھی جھتیں نکالی جائیں تو آپؐ کچھ پروا نہ کریں۔ آپؐ جس سیدھی راہ پر قائم ہیں لوگوں کو اسی طرف بلا تے رہئے۔ اور خواہ مخواہ کے جھگڑے نکالنے والوں کا معاملہ خدائے واحد کے سپرد کیجئے۔ وہ خود اُن کی تمام حرکات سے واقف ہے۔ قیامت کے دن اُن کے تمام اختلافات اور جھگڑوں کا عملی فیصلہ کر دے گا۔ آپؐ دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کر کے ان کی فکر میں زیادہ درد سہی نہ اٹھائیں۔ ایسے ضدی معاندین کا علاج خدا کے پاس ہے۔ تنبیہ | ”فَلَا يُنَازِعُنَكَ فِي الْأَمْرِ“ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہر امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جداگانہ دستور العمل مقرر کیا ہے، پھر اس پیغمبر کی امت کے لئے نئی شریعت آئی تو جھگڑنے کی کیا بات ہے۔ بعض مفسرین نے ”مَنْسُك“ کے معنی ذبح و قربانی کے لئے ہیں، مگر اقرب وہ ہی ہے جو مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے اختیار فرمایا۔ واللہ اعلم۔

ذٰلِكَ عَلٰى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۴۰﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اللہ پر آسان ہے ﴿۴۰﴾ اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا

اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَمَا لَيْسَ لَهُمْ

اس چیز کو جس کی سند نہیں اتاری اس نے اور جس کی خبر نہیں

بِهٖ عِلْمٌ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نّٰصِيْرٍ ﴿۴۱﴾ وَاِذَا تَنٰتَلٰ

ان کو ﴿۴۱﴾ اور بے انصافوں کا کوئی نہیں مددگار ﴿۴۱﴾ اور جب سنائے

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الذّٰلِمِيْنَ

ان کو ہماری آیتیں صاف تو پہچانے تو منکروں کے منہ کی

كَفَرُوْا الْمُنْكَرُطُ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالذّٰلِمِيْنَ

برے شکل (پرنا خوشی) نزدیک ہوتے ہیں کہ حملہ کر پڑیں ان پر

يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا قُلْ اَفَاَنْبِئُكُمْ بِشَرِّ

جو پڑھتے ہیں ان کے پاس ہماری آیتیں ﴿۴۲﴾ تو کہہ میں تم کو بتلاؤں ایک چیز

مِنْ ذٰلِكُمْط النَّارُط وَعَدٰهَا اللّٰهُ الذّٰلِمِيْنَ كَفَرُوْا ط

اس سے بدتر وہ آگ ہے اس کا وعدہ کر دیا ہے اللہ نے منکروں کو

وَبِئْسَ الْبَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ

اور وہ بہت بری ہے پھر جانے کی جگہ ﴿۴۲﴾ اے لوگو ایک مثل کہی ہے

فَاَسْتَمِعُوْا لَهُط اِنَّ الذّٰلِمِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

سو اس پر کان رکھو ﴿۴۳﴾ جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے

اللہ تعالیٰ کا علم محیط | یعنی کچھ ان کے اعمال پر منحصر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم تو زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو محیط ہے اور بعض مصالِح اور حکمتوں کی بناء پر اسی علم کے موافق تمام واقعات ”لوح محفوظ“ میں اور بنی آدم کے تمام اعمال ان کے اعمال ناموں میں لکھ بھی دیے گئے ہیں۔ اس کے موافق قیامت کے دن فیصلہ ہوگا۔ اور اتنی بے شمار چیزوں کا ٹھیک ٹھیک جاننا اور لکھ دینا اور اسی کے مطابق ہر ایک کا فیصلہ کرنا، ان میں سے کوئی بات اللہ کے ہاں مشکل نہیں، جس میں کچھ تکلیف یا دقت اٹھانی پڑے۔

آباؤ اجداد کی اندھی تقلید | محض باپ دادوں کی کورانہ تقلید میں ایسا کرتے ہیں، کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہیں رکھتے۔

سب سے بڑا ظلم اور بے انصافی یہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔ سو ایسے ظالم اور بے انصاف لوگ خوب یاد رکھیں کہ انکے شرکاء مصیبت پڑنے پر کچھ کام نہ آئیں گے نہ اور کوئی اس وقت مدد کر سکے گا۔

آیات قرآن پر کفار کا غیظ و غضب | یعنی قرآن کی آیتیں (جو توحید و غیرہ کے صاف بیانات پر مشتمل ہیں) سن کر کفار و مشرکین کے چہرے بگڑ جاتے اور مارے ناخوشی کے تیوریاں بدل جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ شدت غیظ و غضب سے پاگل ہو کر چاہتے ہیں کہ آیات سنانے والوں پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ بعض اوقات کر بھی گزرتے ہیں۔

یعنی تمہارے اس غیظ و غضب اور ناگواری سے بڑھ کر جو آیات اللہ کے پڑھے جانے پر پیدا ہوتی ہے، ایک سخت بری ناگواری چیز اور ہے جس پر کسی طرح صبر ہی نہ کر سکو گے اور وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا وعدہ کافروں سے کیا جا چکا ہے۔ دونوں کا موازنہ کر کے فیصلہ کر لو کہ کونسا تلخ گھونٹ پینا تم کو نسبتاً آسان ہوگا۔

شُرک کی مثال | یہ توحید کے مقابلہ میں شرک کی شناعیت و قبح ظاہر کرنے کے لئے مثال بیان فرمائی جسے کان لگا کر سننا اور غور و فکر سے سمجھنا چاہئے تا ایسی رکیک و ذلیل حرکت سے باز رہو۔

كُنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ ۗ وَ

سوائے ہرگز نہ بنا سکیں گے ایک مکھی اگرچہ سارے جمع ہو جائیں اور

إِنْ يَسُدُّبَهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوهُ

اگر کچھ چھین لے ان سے مکھی چھڑان سکیں (نہیں سکتے)

مِنْهُ ۗ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۗ مَا قَدَرُوا

وہ اس سے بودا ہے چاہنے والا اور جن کو چاہتا ہے اللہ کی قدر نہیں سمجھے

اللَّهُ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۗ اللَّهُ

جیسی اس کی قدر ہے بے شک اللہ زور آور ہے زبردست اللہ

يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ۗ

چھانت لیتا ہے فرشتوں سے پیغام پہنچانے والے اور آدمیوں میں

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۗ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

اللہ سنتا دیکھتا ہے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے

وَمَا خَلْفَهُمْ ۗ وَاللَّهُ تَرْجِعُ الْأُمُورَ ۗ

اور جو کچھ ان کے پیچھے اور اللہ تک پہنچا ہے ہر کام کی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا

اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور بندگی کرو

رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۗ وَجَاهِدُوا

اپنے رب کی اور بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو اور محنت کرو

شُرکاء اور مشرکین کمزور ہیں | یعنی مکھی بہت ہی ادنیٰ اور حقیر جانور ہے۔ جن چیزوں میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ سب مل کر ایک مکھی پیدا کر دیں یا مکھی ان کے چڑھاوے وغیرہ میں سے کوئی چیز بجائے تو اس سے واپس لے سکیں ان کو ”خالق السموات والارضین“ کے ساتھ معبودیت اور خدائی کی کرسی پر بٹھا دینا کس قدر بے حیائی، حماقت اور شرمناک گستاخی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مکھی بھی کمزور، مکھی سے زیادہ ان کے بت کمزور اور بتوں سے بڑھ کر ان کا پوجنے والا کمزور ہے جس نے ایسی حقیر اور کمزور چیز کو اپنا معبود و حاجت روا بنا لیا۔

اللہ قوت والا اور زبردست ہے | سمجھتے تو ایسی گستاخی کیوں کرتے۔ کیا اللہ کی شانِ رفیع اور قدر و منزلت اتنی ہے کہ ایسی کمزور چیزوں کو اس کا ہمسر بنا دیا جائے؟ (العیاذ باللہ) اس کی قوت و عزت کے سامنے تو بڑے بڑے مقرب فرشتے اور پیغمبر بھی مجبور و بے بس ہیں۔ آگے ان کا ذکر کیا ہے۔

فرشتوں اور انسانوں میں سے اللہ کے پیغمبر | یعنی بعض فرشتوں سے پیغامبری کا کام لیتا ہے (مثلاً جبریل علیہ السلام) اور بعض انسانوں سے جن کو خدا اس منصب کے لئے انتخاب فرمائے گا۔ ظاہر ہے ان کا درجہ دوسری تمام مخلوق سے اعلیٰ ہونا چاہئے۔

یعنی ان کی تمام باتوں کو اور ان کے ماضی و مستقبل کے تمام احوال کو دیکھتا ہے اس لئے وہ ہی حق رکھتا ہے کہ جس کے احوال و استعداد پر نظر کر کے منصب رسالت پر فائز کرنا چاہے فائز کر دے۔ ”أَلَلَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ“ (انعام رکوع ۱۵) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”یعنی ساری خلق میں بہتر وہ لوگ ہیں پیغام پہنچانے والے، فرشتوں میں بھی وہ فرشتے اعلیٰ ہیں۔ اُن کو (یعنی انکی ہدایات کو) چھوڑ کر بتوں کو مانتے ہو“ کس قدر بے تکلی بات ہے۔

یعنی وہ بھی اختیار نہیں رکھتے، اختیار ہر چیز میں اللہ کا ہے (کذا فی الموضح)

مومنین کو عبادت کا حکم | شرک کی تفسیح اور مشرکین کی تفسیح کے بعد مومنین کو خطاب فرماتے ہیں کہ تم اکیلے اپنے رب کی بندگی پر لگے رہو۔ اسی کے آگے جھکو، اسی کے حضور میں پیشانی ٹیکو، اور اسی کے لئے دوسرے بھلائی کے کام کرو۔ تاکہ دنیا اور آخرت میں تمہارا بھلا ہو۔

فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۖ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ

اللہ کے واسطے جیسی کہ چاہئے اس کے واسطے محنت ♦ اس نے تم کو پسند کیا ♦ اور نہیں رکھی

عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۖ مِلَّةَ أَبِيكُمْ

تم پر دین میں ♦ کچھ مشکل ♦ دین تمہارے باپ

إِبْرَاهِيمَ ۖ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ ۚ مِنْ قَبْلُ

ابراہیم کا ♦ اسی نے نام رکھا تمہارا مسلمان (حکم بردار) پہلے سے

وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ

اور اس قرآن میں ♦ تاکہ رسول ہو ♦ بتانے والا تم پر

وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا

اور تم ہو ♦ بتا کر والے لوگوں پر ♦ سو قائم رکھو

الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ ۖ هُوَ

نماز ♦ اور دیتے رہو زکوٰۃ ♦ اور مضبوط پکڑو اللہ کو

مَوْلَاكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿٤٨﴾

تمہارا مالک ہے ♦ سو خوب مالک ہے ♦ اور خوب مددگار

♦ مومنین کو مجاہدہ کا حکم | اپنے نفس کو درست رکھنے اور دنیا کو درست پر لانے کے لئے پوری محنت کرو جو اتنے بڑے اہم مقصد کے شایان شان ہو۔ آخر دنیاوی مقاصد میں کامیابی کے لئے کتنی محنتیں اٹھاتے ہو۔ یہ تو دین کا اور آخرت کی دائمی کامیابی کا راستہ ہے جس میں جس قدر محنت برداشت کی جائے انصافاً تھوڑی ہے۔ تنبیہ لفظ ”مجاہدہ“ میں ہر قسم کی زبانی، قلمی، مالی، بدنی کوشش شامل ہے۔ اور ”جہاد“ کی تمام قسمیں (جہاد مع النفس، جہاد مع الشیطان، جہاد مع الکفار، جہاد مع البغات، جہاد مع المبتلین) اس کے نیچے مندرج ہیں۔

♦ آنحضرت کی فضیلت | کہ سب سے اعلیٰ و افضل پیغمبر دیا اور تمام شرائع سے اکمل شریعت

عنایت کی، تمام دنیا میں خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے تم کو چھانٹ لیا اور سب امتوں پر فضیلت بخشی۔
دین میں کوئی تنگی نہیں | دین میں کوئی ایسی مشکل نہیں رکھی جس کا اٹھانا کٹھن ہو۔ احکام میں ہر طرح کی رخصتوں اور سہولتوں کا لحاظ رکھا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم خود اپنے اوپر ایک آسان چیز کو مشکل بنا لو۔
 ابراہیم علیہ السلام چونکہ حضور کے اجداد میں ہیں اس لئے ساری امت کے باپ ہوئے، یا یہ مراد ہو کہ عربوں کے باپ ہیں کیونکہ اولین مخاطب قرآن کے وہ ہی تھے۔

تمہارا دینی نام مسلم ہے | یعنی اللہ نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تمہارا نام ”مسلم“ رکھا جس کے معنی حکم بردار اور وفا شعار کے ہیں یا ابراہیم نے پہلے تمہارا یہ نام رکھا تھا جب کہ دعاء میں کہا ”وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ لَّكَ“ (بقرہ رکوع ۱۵) اور اس قرآن میں شاید ان ہی کے مانگنے سے یہ نام پڑا ہو۔ بہر حال تمہارا نام ”مسلم“ ہے۔ گو اور امتیں بھی مسلم تھیں مگر لقب یہ تمہارا ہی ٹھہرا ہے سو اس کی لاج رکھنی چاہئے۔

امت محمدیہ کی فضیلت | یعنی پسند کیا تم کو اس واسطے کہ تم اور امتوں کو سکھاؤ اور رسول تم کو سکھائے۔ اور یہ امت جو سب سے پیچھے آئی یہ ہی غرض ہے کہ تمام امتوں کی غلطیاں درست کرے اور سب کو سیدھی راہ بتائے۔ گویا جو مجد و شرف اس کو ملا ہے اسی وجہ سے ہے کہ یہ دنیا کے لئے معلم بنے اور تبلیغی جہاد کرے۔ تنبیہ | دوسرے مفسرین نے ”شہید“ اور ”شہداء“ کو بمعنی ”گواہ“ لیا ہے۔ قیامت کے دن جب دوسری امتیں انکار کریں گی کہ پیغمبروں نے ہم کو تبلیغ نہیں کی اور پیغمبروں سے گواہ مانگے جائیں گے تو وہ امت محمدیہ کو بطور گواہ پیش کریں گے، یہ امت گواہی دے گی کہ بیشک پیغمبروں نے دعوت و تبلیغ کر کے خدا کی حجت قائم کر دی تھی۔ جب سوال ہوگا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا۔ جواب دیں گے کہ ہمارے نبی نے اطلاع کی جس کی صداقت پر خدا کی محفوظ کتاب (قرآن کریم) گواہ ہے۔ گویا یہ فضل و شرف اس لئے دیا گیا کہ تم کو ایک بڑے عظیم الشان مقدمہ میں بطور معزز گواہ کے کھڑا ہونا ہے۔ لیکن تمہاری گواہی کی سماعت اور وقعت بھی تمہارے پیغمبر کے طفیل میں ہے کہ وہ تمہارا تزکیہ کریں گے۔

مسلمانوں کو عبادت اور اتحاد کا حکم | یعنی انعامات الہیہ کی قدر کرو، اپنے نام و لقب اور فضل و شرف کی لاج رکھو، اور سمجھو کہ تم بہت بڑے کام کے لئے کھڑے کئے گئے ہو۔ اس لئے اول اپنے کو نمونہ عمل بناؤ۔ نماز، زکوٰۃ بالفاظ دیگر بدنی و مالی عبادت میں کوتاہی نہ ہونے پائے، ہر کام میں اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو۔ ذرا بھی قدم جاہدہ حق سے ادھر ادھر نہ ہو۔ اس کے فضل و رحمت پر اعتماد رکھو۔ تمام کمزور سہارے چھوڑ دو، تنہا اسی کو اپنا مولیٰ اور مالک سمجھو، اس سے اچھا مالک و مددگار اور کون ملے گا؟ رَبِّ اجْعَلْنَا مِنْ مُّقِيمِي الصَّلَاةِ وَمُؤْتِي الزَّكَاةِ وَالْمُعْتَصِمِينَ بِكَ وَالْمُتَوَكِّلِينَ عَلَيْكَ فَإِنَّ مَوْلَانَا وَنَاصِرُنَا فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ أَنْتَ وَنِعْمَ النَّصِيرُ“
 تم سورۃ الحج بفضلہ و مہیہ فیللہ الحمد و علی نبیہ الصلوٰۃ و التسلیم۔

آيَاتُهَا ۱۸ ﴿۲۳﴾ سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ مَكِّيَّةٌ ﴿۲۴﴾ رُكُوعَاتُهَا ۶

سورۃ مؤمنون مکہ میں اتری اور اس کی ایک سو اٹھارہ آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ

کام نکال لے گئے (لیا ایمان والوں نے) ایمان والے جو اپنی نماز میں

خٰشِعُونَ ﴿۲﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ﴿۳﴾ وَ

جھکنے والے ہیں اور جو ٹکمی بات پر دھیان نہیں کرتے اور

الَّذِينَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَعِلُونَ ﴿۴﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأُزْوَاجِهِمْ

جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو

حٰفِظُونَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلَىٰ اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

تھامتے ہیں مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال باندیوں پر

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِيْنَ ﴿۶﴾ فَمِنْ اَبْتِغٰ وَرَآءَ ذٰلِكَ

سوان پر نہیں کچھ الزام پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُونَ ﴿۷﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْنَتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

سو وہ ہی ہیں حد سے بڑھنے والے اور جو اپنی امانتوں سے اور اپنے قرار سے

سورۃ المؤمنون

◆ خشوع کی تعریف "خشوع" کے معنی ہیں کسی کے سامنے خوف و ہیبت کے ساتھ ساکن اور پست ہونا، چنانچہ ابن عباس نے "خٰشِعُونَ" کی تفسیر "خائفون ساکنون" سے کی ہے۔ اور آیت "تَسْرِى الْأَرْضُ خٰشِعَةً فَاِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ

وَرَبَّاتٌ بھی دلالت کرتی ہے کہ ”خشوع“ میں ایک طرح کا سکون و تذلل معتبر ہے۔ قرآن کریم میں ”خشوع“ کو وجوہ، البصار، اصوات وغیرہ کی صفت قرار دیا ہے۔ اور ایک جگہ آیت ”الْمَ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ“ میں قلب کی صفت بتلائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصل خشوع قلب کا ہے اور اعضاء بدن کا خشوع اس کے تابع ہے۔ جب نماز میں قلب خاشع و خائف اور ساکن و پست ہوگا تو خیالات ادھر ادھر بھٹکتے نہیں پھریں گے، ایک ہی مقصود پر جم جائیں گے۔ پھر خوف ہیبت اور سکون و خضوع کے آثار بدن پر بھی ظاہر ہونگے مثلاً بازو اور سر جھکانا، نگاہ پست رکھنا، ادب سے دست بستہ کھڑا ہونا، ادھر ادھر نہ تکانا، کپڑے یا ڈاڑھی وغیرہ سے نہ کھیلنا، انگلیاں نہ چٹھانا، اور اسی قسم کے بہت افعال و احوال لوازم خشوع میں سے ہیں۔

صحابہ کرام کی نماز | احادیث میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نماز میں ایسے ساکن ہوتے تھے جیسے ایک بیجان لکڑی، اور کہا جاتا تھا کہ یہ نماز کا خشوع ہے فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا نماز بدون خشوع کے صحیح و مقبول ہوتی ہے یا نہیں۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ خشوع اجزائے صلوٰۃ کے لئے شرط نہیں۔ ہاں قبول صلوٰۃ کے لئے شرط ہے میرے نزدیک یوں کہنا بہتر ہوگا کہ حسن قبول کے لئے شرط ہے۔ واللہ اعلم۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ احیاء العلوم اور اسکی شرح میں تفصیل ملاحظہ کی جائے بہر حال انتہائی فلاح اور اعلیٰ کامیابی ان ہی مومنین کو حاصل ہوگی جو خشوع و خضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں اور ان اوصاف سے موصوف ہیں جو آگے بیان کئے گئے ہیں۔

◆ لغو باتوں سے اعراض | یعنی فضول و بیکار مشغلوں میں وقت ضائع نہیں کرتے کوئی دوسرا شخص لغو اور نکمی بات کہے تو ادھر سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ان کو وظائف عبودیت سے اتنی فرصت ہی نہیں ہوتی کہ ایسے بے فائدہ جھگڑوں میں اپنے کو پھنسانیں۔

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خو چو بگذشت بر عارف جنگجو
گر ایں مدعی دوست بشناختے بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

◆ ادائے زکوٰۃ کا اہتمام | یعنی ان کی عادت ہے کہ ہمیشہ زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ کبھی دی کبھی نہ دی، غالباً اسی لئے یُوذُونَ الزَّكْوَةَ كِيَجْهَ لِلسَّكْوَةِ فَاعْلُونَ کی ترکیب اختیار فرمائی۔ گویا بتلادیا کہ زکوٰۃ ادا کرنا ان کا مستمر کام ہے۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے ”دیا کرتے ہیں“ کہہ کر ادھر اشارہ کر دیا۔ بعض مفسرین نے یہاں زکوٰۃ کو ”طہارت“ (پاکیزگی) یا تزکیہ نفس کے معنی میں لیا ہے۔ گویا آیت حاضرہ کو ”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى“ اور ”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا“ کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اگر یہ مراد ہو تو اس کے مفہوم کو عام رکھا جائے جس میں بدن کا، دل کا اور مال کا پاک رکھنا سب داخل ہو۔ زکوٰۃ و صدقات بھی ایک قسم کی مالی تطہیر ہے۔ ”خُذِمْنَ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا“ (توبہ رکوع ۱۳) یہ کہنا کہ آیت کی ہے اور مکہ میں زکوٰۃ فرض نہ ہوئی تھی، ابن کثیر نے اس کا جواب دیا ہے کہ اصل زکوٰۃ کی مشروعیت مکہ میں ہو چکی تھی۔ ہاں مقادیر و نصاب وغیرہ کی تشخیص مدینہ پہنچ کر ہوئی واللہ اعلم۔

◆ شرمگاہوں کی حفاظت | یعنی اپنی منکوحہ عورت یا باندی کے سوا کوئی اور راستہ قضائے شہوت کا ڈھونڈے، وہ حلال کی حد سے آگے نکل جانے والا ہے۔ اس میں زنا، لواطت اور استمناء بالید وغیرہ سب صورتیں آگئیں، بلکہ بعض مفسرین نے حرمت متعہ پر بھی اس سے استدلال کیا ہے و فیہ کلام طویل لا یسعہ المقام۔ راجع روح المعانی تحت هذه الآیة الکریمۃ۔

رَاعُونَ ۸ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۹

خبردار ہیں ♦ اور جو ♦ اپنی نمازوں کی خبر رکھتے ہیں ♦

أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۱۰ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ط

وہ ہی ہیں میراث لینے والے ♦ جو میراث پائیں گے باغ (بہشت) ٹھنڈی چھاؤں کے ♦

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۱۱ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ

وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے ♦ اور ہم نے بنایا آدمی کو

سُلَلَةٍ مِنْ طِينٍ ۱۲ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ

چنی ہوئی مٹی سے ♦ پھر ہم نے رکھا اس کو پانی کی بوند کر کے ♦ ایک جگہ ہوئے

مَكِينٍ ۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا

ٹھکانہ میں ♦ پھر بنایا اس بوند سے پھر بنائی

الْعَلَقَةَ مَضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظًا فَكَسَوْنَا الْعِظَ

اس لہو جگہ ہوئے سے گوشت کی بوٹی پھر بنائیں اس بوٹی سے ہڈیاں پھر پہنایا ان ہڈیوں پر

لَحْمًا ۱۴ ثُمَّ أَنشأناه خَلْقًا آخَرَ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ

گوشت ♦ پھر اٹھا کھڑا کیا اس کو ایک نئی صورت میں ♦ سو بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر

الْخَالِقِينَ ط ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَمَسِيتُونَ ۱۵ ثُمَّ إِنَّكُمْ

بنانے والا ہے ♦ پھر تم ♦ اس کے بعد ♦ مرو گے ♦ پھر تم

يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۱۶ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ۱۷

قیامت کے دن کھڑے کئے جاؤ گے ♦ اور ہم نے بنائے ہیں تمہارے اوپر سات راستے ♦

❖ **عہد و امانت کے محافظ** | یعنی امانت اور قول و قرار کی حفاظت کرتے ہیں، خیانت اور بد عہدی نہیں کرتے نہ اللہ کے معاملہ میں نہ بندوں کے۔

❖ **نمازوں کی حفاظت** | نمازیں اپنے اوقات پر آداب و حقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ بندوں کے معاملات میں پڑ کر عبادت الہی سے غافل نہیں ہوتے۔ یہاں تک مومنین مفلحین کی چھ صفات و خصال بیان کیں۔ (۱) خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھنا، یعنی بدن اور دل سے اللہ کی طرف جھکنا۔ (۲) باطل لغو اور نکمی باتوں سے علیحدہ رہنا (۳) زکوٰۃ یعنی مالی حقوق ادا کرنا یا اپنے بدن، نفس اور مال کو پاک رکھنا (۴) شہواتِ نفسانی کو قابو میں رکھنا (۵) امانت و عہد کی حفاظت کرنا گویا معاملات کو درست رکھنا (۶) اور آخر میں پھر نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرنا کہ اپنے وقت پر آداب و شروط کی رعایت کے ساتھ ادا ہوں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کا حق تعالیٰ کے یہاں کیا درجہ ہے اور کس قدر مہتمم بالشان چیز ہے کہ اس سے شروع کر کے اسی پر ختم فرمایا۔

❖ جنت کے میراث ہونے پر پہلے کسی جگہ ہم لکھ چکے ہیں۔

❖ **مٹی سے پیدا ہونے کا مطلب** | کیونکہ سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام منتخب مٹی سے پیدا ہوئے اور ویسے بھی تمام بنی آدم نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور نطفہ بھی مٹی سے نکلی ہوئی غذاؤں کا خلاصہ ہے۔

❖ یعنی رحم مادر میں جہاں سے کہیں بل نہ سکے۔

❖ **انسانی تخلیق کے مراحل** | یعنی کچھ حصہ گوشت کا سخت کر کے ہڈیاں بنا دیں۔ اور ہڈیوں کے ڈھانچے پر پھر گوشت پوست منڈھ دیا۔ سورہ "حج" میں اسی کے قریب کیفیت تخلیق انسان کی بیان ہو چکی ہے۔

❖ یعنی رُوح حیات پھونک کر ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ جس پر آگے چل کر بچپن، جوانی، کہولت اور بڑھاپے کے بہت سے احوال وادوار گزرتے ہیں۔

❖ جس نے نہایت خوبصورتی سے تمام اعضاء و قوی کو بہترین سانچے میں ڈھالا اور اس کی ساخت عین حکمت کے موافق نہایت موزوں و متناسب بنائی۔

❖ **وجود انسانی کا بقاء و فنا** | یعنی تمہارا وجود ذاتی اور خانہ زاد نہیں، مستعار اور دوسرے کا عطیہ ہے۔ چنانچہ موت آ کر سب نقشہ بگاڑ دیتی ہے۔ تم اس وقت اس کے زبردست پنجے سے اپنی ہستی کو نہیں بچا سکتے۔ یقیناً کوئی اور طاقت تمہارے اوپر ہے جس نے وجود کی باگ اپنے ہاتھ میں تھام رکھی ہے جب چاہے ڈھیلی چھوڑ دے، جب چاہے کھینچ لے۔

❖ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا وہ ہی دوبارہ بنا کر کھڑا کرے گا۔ تا پہلے وجود کی مستور قوتیں اور اعمال کے نتائج اپنی کامل ترین صورتوں میں ظاہر ہو کر ثابت کر دیں کہ یہ اتنا بڑا کارخانہ کوئی بیکار اور بے نتیجہ ڈھونگ نہیں بنایا گیا تھا۔

❖ **سات راستوں کی تخلیق** | "طرائق" کے معنی بعض مفسرین و لغویین کے نزدیک طبقات کے ہیں۔ یعنی آسمان کے ساتھ طبقے اوپر نیچے بنائے۔ فہذا کما قال "كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا" (نوح رکوع ۱) اور بعض نے طرائق کو راستوں کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی سات آسمان بنائے جو فرشتوں کی گذرگاہیں ہیں۔ بعض معاصر مصنفین نے "سبع طرائق" سے سات سیاروں کے مدارات مراد لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ ﴿۱۴﴾ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

اور ہم نہیں ہیں خلق سے بے خبر اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی

بِقَدْرِ فَاسْكُنْهُ فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ

ماپ کر پھر اس کو ٹھہرا دیا زمین میں اور ہم اس کو لے جائیں

لِقَدَرُونَ ﴿۱۵﴾ فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّتٍ مِّنْ نَّجِيلٍ وَّ

تولے جاسکتے ہیں پھر اگادے تمہارے واسطے اس سے باغ اور کھجور

أَعْنَابٍ لَّكُمْ فِيهَا فَاوَاكِهِ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۱۶﴾ وَ

انگور کے تمہارے واسطے ان میں میوے ہیں بہت اور انہی میں سے کھاتے ہو

شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدَّهْنِ وَصِبْغٍ

وہ درخت جو نکلتا ہے سینا پہاڑ سے لے آگتا ہے تیل اور روئی ڈبونا (سالن)

لِلَّذَلِيلِينَ ﴿۱۷﴾ وَإِنَّا لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةٌ ۖ نُسْقِيكُمْ مِمَّا

کھانے والوں کے واسطے اور تمہارے لیے چوپایوں میں دھیان کرنے کی بات ہے پلاتے ہیں ہم تم کو ان کے

فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا

پیٹ کی چیز سے اور تمہارے لیے ان میں بہت فائدے ہیں اور بعضوں کو

تَأْكُلُونَ ﴿۱۸﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ

کھاتے ہو اور ان پر اور کشتیوں پر لدے پھرتے ہو اور

أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا

ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کے پاس تو اس نے کہا اے قوم بندگی کرو اللہ کی

خلق کی نگرانی | ہر چیز پورے انتظام و احکام اور خبرداری سے بنائی ہے اور اس کی حفاظت و بقاء کے طریقوں سے ہم پورے باخبر ہیں۔ اجرامِ سماویہ اور مخلوقاتِ سفلیہ میں کوئی چیز نہیں جو ہمارے احاطہ علم و قدرت سے باہر ہو۔ ورنہ سارا انتظام ہی درہم برہم ہو جائے۔ ”یَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا لَخ“ (حدید رکوع ۱) پانی کے ذخائر | نہ اس قدر زیادہ کہ دنیا بے وقت اور بے موقع تباہ ہو جائے۔ اور نہ اتنا کم کہ ضروریات کو کافی نہ ہو۔

یعنی بارش کا پانی زمین اپنے اندر جذب کر لیتی ہے جس کو ہم کنواں وغیرہ کھود کر نکالتے ہیں۔ یعنی نہ اتارنا چاہیں تو نہ اتاریں اور اتارنے کے بعد تم کو اس سے منتفع ہونے کی دسترس نہ دیں مثلاً اس قدر گہرا کر دیں کہ تم نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکو، یا خشک کر کے ہوا میں اڑادیں، یا کھاری اور کڑوا کر دیں، تو ہم یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔

پھل اور باغات | یعنی ان کی بہار دیکھ کر خوش ہوتے ہو اور بعض کو بطور تفلکہ اور بعض کو بطور غذا استعمال کرتے ہو۔

زیتون کا فضل و شرف | یعنی زیتون کا درخت جس میں سے روغن نکلتا ہے جو مالش وغیرہ کے کام آتا ہے اور بہت ملکوں کے لوگ سالن کی جگہ اس کا استعمال کرتے ہیں۔ اس درخت کا ذکر خصوصیت سے فرمایا کیونکہ اس کے فوائد کثیر ہیں اور خاص فضل و شرف رکھتا ہے۔ اسی لئے سورہ ”تین“ میں اس کی قسم کھائی گئی۔ جیل طور کی طرف نسبت کرنا بھی اس کی فضیلت و برکت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ وہاں اس کی پید اور زیادہ ہوتی ہوگی۔

چوپایوں کی تخلیق میں انسان کے فوائد | نباتات کے بعد یہ حیوانات کا ذکر ہوا، یعنی جانوروں کا دودھ ہم اپنی قدرت سے تم کو پلاتے ہیں۔ اور بہت کچھ فائدے تمہارے لئے ان کی ذات میں رکھ دیئے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض جانوروں کا گوشت کھانا بھی حلال کر دیا۔

یعنی خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر اور دریا میں جہازوں اور کشتیوں پر سوار ہو کر کہیں سے کہیں نکل جاتے ہو اور بڑے بڑے وزنی سامان ان پر بار کرتے ہو۔ کشتی کی مناسبت سے آگے نوح علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے کشتی بنوائی جو طوفانِ عظیم کے وقت مومنین کی نجات کا ذریعہ بنی۔ پھر نوح علیہ السلام کی مناسبت سے بعض دوسرے انبیاء کے واقعات بھی ذکر فرما دیئے۔ شاید یہاں ان قصص کے بیان میں یہ بھی اشارہ ہوگا کہ جس طرح اوپر کی آیات میں تمہاری جسمانی ضروریات کا انتظام مذکور تھا اسی طرح خداوند رحمان نے تمہاری روحانی حوائج و ضروریات کا سرانجام کرنے کے لئے ابتدائے دنیا سے وحی و رسالت کا سلسلہ بھی قائم فرما دیا۔ یایوں کہہ لو کہ اوپر قدرت کے نشانات بیان فرما کر توحید کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ اس کی تکمیل کے لئے یہاں سے سلسلہ نبوت کا بیان شروع کر دیا۔ جس کے ضمن میں انبیاء اور ان کے تابعین کی خوش انجامی اور مکذبین و معاندین کی بد انجامی بھی ذہن نشین کر دی گئی۔

لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَأُوا الَّذِينَ

تمہارا کوئی حاکم نہیں اس کے سوا کیا تم ڈرتے نہیں تب بولے سردار جو

كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشْرٌ مِثْلُكُمْ ۗ يُرِيدُ

کافر تھے اس کی قوم میں یہ کیا ہے آدمی ہے جیسے تم چاہتا ہے کہ

أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مِّنَ

بڑائی کرے تم پر اور اگر اللہ چاہتا تو اتارنا فرشتے ہم

سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿۲۴﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ

نے یہ نہیں سنا اپنے اگلے باپ دادوں میں اور کچھ نہیں یہ ایک مرد ہے

بِهِ جَنَّةٌ فَنَرَبُّوْا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي

کہ اس کو سوا ہے سوراہ دیکھو اس کی ایک وقت تک بولا اے رب تو مدد کر میری

بِمَا كَذَّبُونَ ﴿۲۶﴾ فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنْ اصْنَعِ الْفُلْكَ

کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا پھر ہم نے حکم بھیجا اس کو کہ بنا کشتی

بِأَعْيُنِنَا وَوَحَيْنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۗ فَاسْلُكْ

ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے پھر جب پہنچے ہمارا حکم اور ابلے تنور تو تو ڈال لے

فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ

کشتی میں ہر چیز کا جوڑا دو دو (نر اور مادہ) اور اپنے گھر کے لوگ مگر جس کی قسمت میں

عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۗ وَلَا تَخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۗ

پہلے سے ٹھہر چکی ہے بات اور مجھ سے بات نہ کر (نہ کہہ مجھ سے) ان ظالموں کے واسطے

آنحضرتؐ پر کفار کے اعتراضات | یعنی اس میں اور تم میں فرق کیا ہے جو یہ رسول بن جائے تم نہ بنو۔

یعنی بڑا بن کر رہنا چاہتا ہے اس لئے یہ سب ڈھونگ بنایا ہے ورنہ خدا کسی کو رسول بنا کر بھیجتا تو کیا یہ ہی اس کام کے لئے رہ گیا تھا۔ کوئی فرشتہ نہ بھیج سکتا تھا۔

یعنی ہم نے ایسی عجیب بات کبھی نہیں سنی کہ ایک ہماری طرح کا معمولی آدمی خدا کا رسول بن جائے اور تمام دیوتاؤں کو ہٹا کر تنہا ایک خدا کی حکومت منوانے لگے۔

آنحضرتؐ پر جنون کا الزام | معلوم ہوتا ہے کہ اس غریب کا دماغ چل گیا۔ بھلا ساری قوم کے خلاف اور اپنے باپ دادوں کے خلاف ایسی بات زبان سے نکالنا جو کوئی شخص باور نہ کر سکے کھلا جنون نہیں تو اور کیا ہوگا بہتر ہے چند روز صبر کرو اور انتظار کرو، شاید کچھ دنوں کے بعد اسے ہوش آ جائے اور جنون کے دورہ سے افاقہ ہو یا یوں ہی مر مر کر قصہ ختم ہو جائے۔ (العیاذ باللہ)

حضرت نوحؑ کی فریاد | یعنی جب نوحؑ کی ساری کوششیں بیکار ثابت ہوئیں، ساڑھے نو سو برس سختیاں جھیل کر بھی ان کو راہِ راست پر لانے میں کامیاب نہ ہوئے تو خدا سے فریاد کی کہ اب ان اشقیاء کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے۔ کیونکہ بظاہر یہ لوگ میری تکذیب سے باز آنے والے نہیں۔ اوروں کو بھی خراب کریں گے۔

طوفانِ نوح | یہ قصہ پہلے سورہ ”ہود“ وغیرہ میں گذر چکا ہے۔ وہاں ان الفاظ کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

یعنی کافروں کو، خواہ تیرے کنبہ کے ہوں سوار مت کر۔

إِنَّهُمْ مُّعْرِقُونَ ﴿۲۷﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ

بے شک ان کو ڈوبنا ہے ﴿۲۷﴾ پھر جب چڑھ چکے تو اور جو تیرے ساتھ ہے

عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّيْنَا مِنَ الْقَوْمِ

کشتی پر تو کہہ شکر اللہ کا جس نے چھڑایا ہم کو گنہگار

الظَّالِمِينَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَبِّ انزِلْنِي مُنْزَلًا مُّبْرَكًا وَأَنْتَ

لوگوں سے ﴿۲۸﴾ اور کہہ اے رب اتار مجھ کو برکت کا اتارنا اور تو ہے

خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴿۲۹﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ وَإِنْ كُنَّا

بہتر اتارنے والا ﴿۲۹﴾ اس میں نشانیاں ہیں اور ہم ہیں

لَمُبْتَلِينَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿۳۱﴾

جانچنے والے ﴿۳۰﴾ پھر پیدا کی ہم نے ان سے پیچھے ایک جماعت اور ﴿۳۱﴾

فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ

پھر بھیجا ہم نے ان میں ایک رسول ان میں کا ﴿۳۲﴾ کہ بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا

مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ

حاکم اس کے سوا پھر کیا تم ڈرتے نہیں اور بولے سردار

قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَاتْرَفْتُمْ

اس کی قوم کے جو کافر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی ملاقات کو اور آرام دیا تھا ان کو

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ ۗ يَا كُلُّ

ہم نے دنیا کی زندگی میں ﴿۳۳﴾ اور کچھ نہیں یہ ایک آدمی ہے جیسے تم کھاتا ہے

ظالموں کی سفارش نہ کرو | یعنی حکمِ قطعی عذاب کا ہو چکا۔ یہ فیصلہ اٹل ہے، ضرور ہو کر رہے گا۔ اب ظالموں میں سے کسی کو بچانے کے لئے ہم سے سعی سفارش نہ کرنا۔

یعنی ہم کو ان سے علیحدہ کر کے عذاب سے مامون رکھ۔

سواری سے اترنے کی دُعا | یعنی کشتی میں اچھی آرام کی جگہ دے اور کشتی سے جہاں اُتارے جائیں وہاں بھی کوئی تکلیف نہ ہو۔ ہر طرح اور ہر جگہ تیری رحمت و برکت شامل حال رہے۔

کہ کون ان نشانوں کو سن کر عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہے کون نہیں کرتا۔ کما قال تعالیٰ
”وَلَقَدْ تَرَكْنَهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ“ (قمر رکوع ۱)

یہ ذکر ”عاد“ کا ہے یا ”ثمود“ کا۔

یعنی حضرت ہود یا حضرت صالح علیہما السلام۔

یعنی اس کے معتقد نہ تھے کہ مرنے کے بعد ایک دن خدا سے ملنا ہے۔ بس دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

مِمَّا نَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِن

جس قسم سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جس قسم سے تم پیتے ہو ﴿۳۳﴾ اور کہیں

أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمُ إِتَّكُمُ إِذَا لَخَسِرُونَ ﴿۳۴﴾ أَيْعِدُكُمْ

تم چلنے لگے کہنے پر ایک آدمی کے اپنے برابر کے تو تم بے شک خراب ہوئے ﴿۳۴﴾ کیا تم کو وعدہ دیتا ہے

أَنْتُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنْتُمْ فَخْرُجُونَ ﴿۳۵﴾

کہ جب تم مر جاؤ اور ہو جاؤ مٹی اور ہڈیاں تو تم کو نکلتا ہے

هَيَّاهَاتَ هَيَّاهَاتَ لِمَا تُوْعَدُونَ ﴿۳۶﴾ إِنَّ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا

کہاں ہو سکتا ہے کہاں ہو سکتا ہے جو تم سے وعدہ ہوتا ہے ﴿۳۶﴾ اور کچھ نہیں یہی جینا ہے ہمارا

الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِسَبْعَوْتَيْنِ ﴿۳۷﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا

دنیا کا مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو پھر اٹھنا نہیں ﴿۳۷﴾ اور کچھ نہیں یہ

رَجُلٌ أَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۳۸﴾

ایک مرد ہے باندھ لایا ہے اللہ پر جھوٹ ﴿۳۸﴾ اور اس کو ہم نہیں ماننے والے

قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونَ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ

بولو اے رب میری مدد کر کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ﴿۳۹﴾ فرمایا اب تھوڑے دنوں میں

لَيُصْبِحَنَّ نَدِيمِينَ ﴿۴۰﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ

صبح کو رہ جائیں گے پچھتاتے ﴿۴۰﴾ پھر پکڑ ان کو چنگھاڑ (سخت آواز) نے تحقیق ﴿۴۰﴾ پھر کر دیا ہم نے ان کو

عُنَاءً ۚ فَبُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ

کوڑا (خاشاک) ﴿۴۱﴾ سو دور ہو جائیں گنہگار لوگ ﴿۴۱﴾ پھر پیدا کیں ہم نے

یعنی بظاہر کوئی بات اس میں تم سے سوا نہیں۔

یعنی اس سے بڑی خرابی اور نذلت کیا ہوگی کہ اپنے جیسے ایک معمولی آدمی کو خواہ مخواہ مخدوم و مطاع ٹھہرا لیا جائے۔

مرنے کے بعد زندہ ہونا | یعنی کس قدر بعید از عقل بات کہتا ہے کہ ہڈیوں کے ریزے مٹی کے ذرات میں مل جانے کے بعد پھر قبروں سے آدمی بن کر اٹھیں گے؟ ایسی مہمل بات ماننے کو کون تیار ہوگا۔

کفار کا عقیدہ | یعنی کہاں کی آخرت، اور کہاں کا حساب کتاب۔ ہم تو جانیں یہ ہی ایک دنیا کا سلسلہ اور یہ ہی ایک مرنا اور جینا ہے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہوتا رہتا ہے۔ کوئی پیدا ہوا، کوئی فنا ہو گیا آگے کچھ نہیں۔

رسول کے دعوے کی تکذیب | کہ میں اس کا پیغمبر ہوں اور وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے عذاب و ثواب دے گا۔ یہ دونوں دعوے ایسے ہیں جن کو ہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ خواہ مخواہ جھگڑنے اور دوسری کرنے سے کیا فائدہ؟

یعنی آخر پیغمبر نے کفار کی طرف سے ناامید ہو کر دُعا کی۔

یعنی عذاب آیا چاہتا ہے جس کے بعد پچھتائیں گے، اور وہ پچھتانا نفع نہ دے گا۔

اس سے بظاہر مترشح ہوتا ہے کہ یہ قصہ ”شمود“ کا ہے کہ وہ چنگھاڑ سے مرے ہیں۔ واللہ اعلم۔

جیسے سیلاب خس و خاشاک کو بہا لے جاتا ہے، اس طرح عذاب الہی کے سیل میں بہے چلے گئے۔

یعنی خدا کی رحمت سے۔

بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخِرِينَ ۳۲ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا

ان سے پیچھے جماعتیں اور نہ آگے جائے کوئی قوم اپنے وعدہ سے

وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۳۳ ثُمَّ أَرْسَلْنَا رَسُولَنَا نُثْرَاطُ كَلِمًا

اور نہ پیچھے رہے پھر بھیجتے رہے ہم اپنے رسول لگاتار جہاں

جَاءَ أُمَّةٌ رَّسُولُهَا كَذِبُوهُ فَاَتَّبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا

پہنچا کسی امت کے پاس ان کا رسول اس کو جھٹلایا پھر چلاتے گئے ہم ایک کے پیچھے دوسرے

وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ فَبَعَدَ الْقَوْمِ لَا يُؤْمِنُونَ ۳۴ ثُمَّ

اور کر ڈالا ان کو کہانیاں سو دور ہو جائیں جو لوگ نہیں مانتے پھر

أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ ۵ يَا أَيُّهَا سُلْطِنِ

بھیجا ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں دے کر اور کھلی

مُتَّبِعِينَ ۳۵ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا

سند فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پھر لگے بڑائی کرنے اور وہ لوگ

عَالِينَ ۳۶ فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا

زور پر چڑھ رہے تھے (مغرور تھے) سو بولے کیا ہم مانیں گے اپنے برابر کے دو آدمیوں کو اور ان کی قوم ہمارے

عِبَادُونَ ۳۷ فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ۳۸

تا بعد از (خدمتگار) ہیں پھر جھٹلایا ان دونوں کو پھر ہو گئے عارت ہونے والوں میں

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۳۹ وَ

اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب تاکہ وہ راہ پائیں اور

یعنی ہر ایک قوم جس نے پیغمبروں کی تکذیب کی ٹھیک اپنے اپنے وعدہ پر ہلاک کی جاتی رہی، جو میعاد کسی قوم کی تھی ایک منٹ اس سے آگے پیچھے نہ ہوئی۔

رسولوں کی آمد کا پیہم سلسلہ | یعنی رسولوں کا تانتا باندھ دیا کیے بعد دیگرے پیغمبر بھیجتے رہے اور مکذبین میں بھی ایک کو دوسرے کے پیچھے چلتا کرتے رہے۔ ادھر پیغمبروں کی بعثت کا اور ادھر ہلاک ہونے والوں کا نمبر لگا دیا۔ چنانچہ بہت قومیں ایسی تباہ و برباد کر دی گئیں جن کے قصے کہانیوں کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ آج ان کی داستانیں محض عبرت کے لئے پڑھی اور سنی جاتی ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔

اس لئے خدائی پیغام کو خاطر میں نہ لائے۔ کبر و غرور کے نشہ نے ان کے دماغوں کو بالکل مختل کر رکھا تھا۔

فرعون کا کبر و غرور | یعنی موسیٰ و ہارون کی قوم (بنی اسرائیل) تو ہماری غلامی کر رہی ہے ان میں کے دو آدمیوں کو ہم اپنا سردار کس طرح بنا سکتے ہیں۔

یعنی فرعونوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے ان کو تورات شریف مرحمت کی تا لوگ اس پر چل کر جنت اور رضائے الہی کی منزل تک پہنچ سکیں۔

جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ

بنایا ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو ایک نشانی ﴿۵۱﴾ اور ان کو ٹھکانا دیا ایک ٹیلہ (اوپنی زمین) پر

ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿۵۱﴾ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوا مِنَ

جہاں ٹھہرنے کا موقع تھا اور پانی تھرا (جاری) ﴿۵۱﴾ اے رسولو کھاؤ

الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿۵۱﴾

سحری چیزیں اور کام کرو بھلا ﴿۵۱﴾ جو تم کرتے ہو میں جانتا ہوں ﴿۵۱﴾

وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ﴿۵۲﴾

اور یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے سب ایک دین پر اور میں ہوں تمہارا رب سو مجھ سے ڈرتے رہو

فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلٌّ حِزْبٌ بِمَا لَدَيْهِمْ

پھر پھوٹ ڈال کر کر لیا اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ﴿۵۲﴾ ہر فرقہ جوان کے پاس ہے اس پر

فِرْحُونَ ﴿۵۲﴾ فَذَرَهُمْ فِي غُرَّتِهِمْ حَتَّىٰ حَبِينِ ﴿۵۳﴾ أَيْحُسِبُونَ

رکھ (نازاں ہیں) رہے ہیں ﴿۵۲﴾ سو چھوڑو ان کو بیہوشی (بیہوشی کے گھڑے میں ڈوبے) میں ڈوبے ایک وقت تک ﴿۵۳﴾ کیا وہ خیال کرتے ہیں

﴿۵۲﴾ یعنی قدرت الہیہ کی نشانی ہے کہ تنہا ماں سے بن باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کر دیا۔ جیسا کہ ”آل عمران“ اور سورہ ”مریم“ میں اس کی تقریر کی جا چکی۔

﴿۵۳﴾ حضرت عیسیٰ کی جائے پیدائش شاید یہ وہی ٹیلہ یا اونچی زمین ہو جہاں وضع حمل کے وقت حضرت مریم تشریف رکھتی

تھیں۔ چنانچہ سورہ مریم کی آیات ”فَنَادَاهَا مِن تَحْتِهَا أَنْ لَا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّي إِلَيْكِ

بِجَدْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطُ عَلَيْكَ رُطْبًا غَنِيًّا“ دلالت کرتی ہیں کہ وہ جگہ بلند تھی۔ نیچے چشمہ یا نہر بہ رہی تھی۔ اور کھجور کا

درخت نزدیک تھا۔ (کذا افسرہ ابن کثیر رحمہ اللہ) لیکن عموماً مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح کے بچپن کا واقعہ ہے۔ ایک

ظالم بادشاہ ہیردوس نامی نجومیوں سے سن کر کہ حضرت عیسیٰ کو سرداری ملے گی، لڑکپن ہی میں ان کا دشمن ہو گیا تھا اور قتل کے درپے تھا۔

حضرت مریم الہام ربانی سے ان کو لے کر مصر چلی گئیں اور اس ظالم کے مرنے کے بعد پھر شام واپس چلی آئیں۔ چنانچہ

”انجیل متی“ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اور مصر کا اونچا ہونا یا اعتباراً رود نیل کے ہے ورنہ غرق ہو جاتا اور ”ماء معین“ رود نیل ہے بعض

نے ”ربوہ“ (اوپنی جگہ) سے مراد شام یا فلسطین لیا ہے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ جس ٹیلہ پر ولادت کے وقت موجود تھیں وہیں اس خطرہ

۱۰۵۱

تفسیر عثمان

کے وقت بھی پناہ دی گئی ہو۔ واللہ اعلم۔

ربوہ سے مراد کشمیر نہیں | بہر حال اہل اسلام میں کسی نے ”ربوہ“ سے مراد کشمیر نہیں لیا۔ نہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں بتلائی۔ البتہ ہمارے زمانہ کے بعض زانغین نے ”ربوہ“ سے کشمیر مراد لیا ہے اور وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتلائی ہے۔ جس کا کوئی ثبوت تاریخی حیثیت سے نہیں۔ محض کذب و دروغ بانی ہے۔ محلہ ”خان یار“ شہر سری نگر میں جو قبر ”یوز آسف“ کے نام سے مشہور ہے اور جس کی بابت ”تاریخی اعظمی“ کے مصنف نے محض عام افواہ نقل کی ہے کہ ”لوگ اس کو کسی نبی کی قبر بتاتے ہیں وہ کوئی شہزادہ تھا اور دوسرے ملک سے یہاں آیا“ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتانا پر لے درجہ کی بیجائی اور سفاہت ہے۔ ایسی انکل پچو قیاس آرائیوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کو باطل ٹھہرانا بجز خط اور جنون کے کچھ نہیں اگر اس قبر کی تحقیق مطلوب ہو اور یہ کہ ”یوز آسف“ کون تھا تو جناب منشی حبیب اللہ صاحب امرتسری کا رسالہ دیکھو جو خاص اس موضوع پر نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھا گیا ہے۔ اور جس میں اس مہمل خیال کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

❖ انبیاء کو اکل حلال اور عمل صالح کا حکم | یعنی سب پیغمبروں کے دین میں یہ ہی ایک حکم رہا کہ حلال کھانا حلال راہ سے کما کر۔ اور نیک کام کرنا۔ نیک کام سب خلق جانتی ہے۔ چنانچہ تمام پیغمبر نہایت مضبوطی اور استقامت کے ساتھ اکل حلال، صدق مقال اور نیک اعمال پر مواظبت اور اپنی امتوں کو اسی کی تاکید کرتے رہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ اسی طرح کا حکم جو یہاں رسولوں کو ہوا، عامہء مومنین کو دیا گیا ہے۔ اس میں نصاریٰ کی رہبانیت کا بھی رد ہو گیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا کھانا پینا، پہننا حرام کا ہو، اسے اپنی دعاء کے قبول ہونے کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ اور بعض احادیث میں ہے کہ جو گوشت حرام سے اگا ہو، دوزخ کی آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔ العیاذ باللہ۔

❖ یعنی حلال کھانے اور نیک کام کرنے والوں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ ان کے تمام کھلے چھپے احوال و افعال سے باخبر ہے۔ اسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔ یہ رسولوں کو خطاب کر کے امتوں کو سنایا۔

❖ تمام انبیاء کا دین و ملت ایک ہے | یعنی اصول کے اعتبار سے تمام انبیاء کا دین و ملت ایک اور سب کا خدا بھی ایک ہے جس کی نافرمانی سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے۔ لیکن لوگوں نے پھوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کر دیا اور جدی جدی راہیں نکال لیں۔ اسی طرح آراء و اہواء کا اتباع کر کے سینکڑوں فرقے اور مذہب بن گئے۔ یہ تفریق انبیاء نے نہیں سکھائی۔ ان کے یہاں ازمنہ و امکانہ وغیرہ کے اختلاف سے صرف فرعی اختلاف تھا۔ اصول دین میں سب بالکل متفق رہے ہیں۔ عموماً مفسرین نے آیت کی تقریر اسی طرح کی ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”ہر پیغمبر کے ہاتھ اللہ تعالیٰ نے جو اس وقت کے لوگوں میں بگاڑ تھا، اس کا سنوار فرمایا۔ پیچھے لوگوں نے جانا انکا حکم جدا جدا ہے۔ آخر ہمارے پیغمبر کی معرفت سب بگاڑ کا سنوار (اور سب خرابیوں کا علاج) اکٹھا بنا دیا اب سب دین مل کر ایک دین ہو گیا۔“ اور سب قومیں ایک جھنڈے تلے جمع کر دی گئیں۔

❖ فرقوں کی غلط فہمی | یعنی سمجھتے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہماری ہی راہ سیدھی ہے۔

❖ کفار کو ڈھیل دی گئی | یعنی جن لوگوں نے انبیاء کی متفقہ ہدایات میں رخنے ڈال کر الگ الگ فرقے اور ملتیں قائم کر دیں ہر فرقہ اپنے ہی عقائد و خیالات پر دل جمائے بیٹھا ہے۔ کسی طرح اس سے ہٹنا نہیں چاہتا، خواہ آپ کتنی ہی نصیحت فرمائیں تو آپ بھی ان کے غم میں زیادہ نہ پڑیے بلکہ تھوڑی سی مہلت دیجئے کہ یہ اپنی غفلت و جہالت کے نشہ میں ڈوبے رہیں۔ یہاں تک کہ وہ گھڑی آ پہنچے جب ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔ یعنی موت یا عذاب الہی ان کے سروں پر منڈلانے لگے۔

أَنْتُمْ عَمْدُهُمْ بِهِ مِنْ مَّالٍ وَبَيْنِينَ ۝۵۵ نُسَارِعُ لَكُمْ فِي

کہ یہ جو ہم ان کو دیئے جاتے ہیں مال اور اولاد سو دوڑ دوڑ کر پہنچا رہے ہیں ان کو

الْخَيْرِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ۝۵۶ إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ

بھلائیاں یہ بات نہیں وہ سمجھتے نہیں البتہ جو لوگ اپنے رب کے خوف سے

رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۝۵۷ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝۵۸

اندیشہ رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی باتوں پر یقین کرتے ہیں

وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ۝۵۹ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا

اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتے اور جو لوگ کہہ دیتے ہیں جو کچھ

أَتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنْتُمْ إِلَيْ رَبِّهِمْ رَجِعُونَ ۝۶۰

دیتے ہیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں اس لیے کہ ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے

أُولَئِكَ يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ۝۶۱ وَلَا

وہ لوگ دوڑ دوڑ کر لیتے ہیں بھلائیاں اور وہ ان پر پہنچے سب سے آگے اور

تُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنْطِقُ

ہم کسی پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کی گنجائش کے موافق اور ہمارے پاس لکھا ہوا (کتاب) ہے جو بولتا (بولتی) ہے

بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝۶۲ بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِّنْ

سچ اور ان پر ظلم نہ ہوگا کوئی نہیں ان کے دل بے ہوش ہیں اس

هَذَا وَلَكُمْ أَعْمَالٌ مِّنْ دُونِ ذَلِكَ هُمْ لَهَا عَمَلُونَ ۝۶۳

طرف سے اور ان کو اور کام لگ رہے ہیں اس کے سوا کہ وہ ان کو کر رہے ہیں

❖ کفار کے مال و اولاد کی حقیقت | یہ ہی خیال ان کا تھا۔ چنانچہ کہتے تھے۔ ”نَحْنُ أَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ

بِمُعَدِّبِينَ“ (سبارکوع ۴) یعنی ہم اگر خدا کے ہاں مردود و مبغوض ہوتے تو یہ مال و دولت اور اولاد وغیرہ کی بہتات کیوں ہوتی۔

❖ یعنی سمجھتے نہیں کہ مال و اولاد کی یہ افراط ان کی فضیلت و کرامت کی وجہ سے نہیں امہال و استدرج کی بناء پر ہے۔ جتنی ڈھیل دی جا

رہی ہے اسی قدر ان کی شقاوت کا پیمانہ لبریز ہو رہا ہے۔ ”سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ

مَبِيْنٌ“ (اعراف رکوع ۲۳)

❖ مومنین کی خشیت | یعنی باوجود ایمان و احسان کے کفار و مغرورین کی طرح ”مکر اللہ“ سے مامون نہیں ہمہ وقت خوف خدا سے

لرزاں و ترساں رہتے ہیں کہ نہ معلوم دنیا میں جو انعامات ہو رہے ہیں استدرج تو نہیں۔ حسن بصری کا مقولہ ہے۔ ”اِنَّ الْمُؤْمِنِ جَمْعَ

اِحْسَانًا وَّ شَفَقَةً وَّاِنَّ الْمُنَافِقَ جَمْعَ اِسَاءَةٍ وَّ اَمْنًا۔“ (مومن نیکی کرتا اور ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کر کے بے فکر ہوتا ہے)

❖ یعنی آیات کو نیہ و شرعیہ دونوں پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ ادھر سے پیش آئے عین حکمت اور جو خبر دی جائے بالکل حق اور جو حکم ملے وہ

بہمہ و جوہ صواب و معقول ہے۔

❖ یعنی خالص ایمان و توحید پر قائم ہیں۔ ہر ایک عمل صدق و اخلاص سے ادا کرتے ہیں۔ شرک جلی یا خفی کا شائبہ بھی نہیں آنے دیتے۔

❖ یعنی کیا جانے وہاں قبول ہوا یا نہ ہوا، آگے کام آئے یا نہ آئے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کر کے یہ کھٹکا لگا رہتا ہے، اپنے عمل پر مغرور

نہیں ہوتے، نیکی کرنے کے باوجود ڈرتے ہیں۔

❖ خیرات کا اصل مفہوم | دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ کما قال تعالیٰ۔ ”فَاتَّاهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ

الْآخِرَةِ“ (آل عمران رکوع ۱۵) تو درحقیقت اصلی بھلائی اعمال صالحہ، اخلاق حمیدہ اور ملکات فاضلہ میں ہوئی نہ کہ اموال و اولاد

میں، جیسے کفار کا گمان تھا۔

❖ شریعت کا کوئی حکم انسانی طاقت سے باہر نہیں | یعنی اوپر جو اعمال و خصال بیان کئے گئے، کوئی ایسے مشکل کام نہیں جن

کا اٹھانا انسانی طاقت سے باہر ہو۔ ہماری یہ عادت نہیں کہ لوگوں کو تکلیف مالا یطاق دی جائے۔ یہ سب باتیں وہ ہیں جن کو اگر توجہ کرو

تو بخوبی حاصل کر سکتے ہو۔ اور جو لوگ سابقین کا ملین کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے انہیں بھی اپنی وسعت و ہمت کے موافق پوری کوشش

کرنی چاہئے کہ وہ اسی کے مکلف ہیں۔ ہماری یہاں صحائف اعمال میں درجہ بدرجہ ہر ایک کے اعمال لکھے ہوئے موجود ہیں جو

قیامت کے دن سب کے سامنے کھول کر رکھ دیے جائیں گے اور ان ہی کے موافق جزا دی جائے گی جس میں رتی برابر ظلم نہ ہوگا نہ

کسی کی نیکی ضائع ہوگی۔ نہ اجر کم کیا جائے گا، نہ بے وجہ بے قصور دوسرے کا بوجھ اس پر ڈالا جائے گا۔

❖ آخرت سے غفلت | یعنی آخرت کے حساب کتاب سے یہ لوگ غافل ہیں اور دنیا کے دوسرے دھندوں میں پڑے ہیں جن

سے نکلنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی جو آخرت کی طرف توجہ کریں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان کے دل شک و تردد اور غفلت و جہالت کی

تاریک موجوں میں غرقاب ہیں۔ بڑا گناہ تو یہ ہوا، باقی اس سے ورے اور بہت سے گناہ ہیں جن کو وہ سمیٹ رہے ہیں۔ ایک دم کو

ان سے جدا نہیں ہوتے، اور جدا بھی کیونکر ہوں، جو کام ان کی سوء استعداد کی بدولت مقدر ہو چکے ہیں وہ کر کے رہیں گے اور لامحالہ

ان کا خمیازہ بھی اٹھانا پڑے گا۔

حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِم بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْعَرُونَ ﴿٦٣﴾ ط

یہاں تک کہ جب پکڑیں گے ہم ان کے آسودہ لوگوں کو آفت میں سمی وہ لگیں گے چلانے

لَا تَجْعَرُوا الْيَوْمَ إِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تَنْصَرُونَ ﴿٦٤﴾ قَدْ كَانَتْ

مت چلاؤ آج کے دن تم ہم سے چھوٹ نہ سکو گے (چھڑائے نہ جاؤ گے) تم کو

أَيُّنِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ تَنْكِبُونَ ﴿٦٥﴾ ٤

سنائی جاتی تھیں میری آیتیں تو تم ایڑیوں پر لٹے بھاگتے تھے

مُسْتَكْبِرِينَ ۖ بِهِ سِيرًا تَهْجُرُونَ ﴿٦٦﴾ أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا

اس سے تکبر کر کے ایک قصہ گو کو چھوڑ کر چلے گئے (قصہ کو سمجھ کر، کہہ کر چھوڑ جاتے) سو کیا انہوں نے دھیان نہیں کیا

الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَّا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوْلِينَ ﴿٦٧﴾ ز

اس کلام میں یا آئی ہے ان کے پاس ایسی چیز جو نہ آئی تھی ان کے پہلے باپ دادوں کے پاس

أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿٦٨﴾ ٦

یا پہچانا نہیں انہوں نے اپنے پیغام لانے والے کو سو وہ اس کو اوپر سمجھتے (نہیں مانتے) ہیں یا

يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ ۗ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ وَكَثُرُهُمْ

کہتے ہیں اس کو سودا ہے کوئی نہیں وہ تو لایا ہے ان کے پاس سچی بات اور ان بہتوں کو سچی

لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ﴿٦٩﴾ وَلَوْ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ

بات بری لگتی ہے اور اگر سچا رہ چلے ان کی خوشی پر تو خراب ہو جائیں

اللہ کی پکڑ کے وقت کفار کی چیخ پکار یعنی جب ذنیوی یا آخروی عذاب میں پکڑے جائیں گے تو چلائیں گے اور شور

مچائیں گے کہ ہمیں اس آفت سے بچاؤ۔ بھلا وہاں بچانے والا کون؟ حکم ہوگا کہ چلاؤ نہیں، یہ سب چیخ پکار بیکار ہے۔ آج کوئی

تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکتا نہ ہمارے عذاب سے چھڑا سکتا ہے۔ چنانچہ اس عذاب کا ایک نمونہ کفار مکہ کو بدر میں دکھلایا گیا جہاں ان

کے بڑے بڑے سردار مارے گئے یا قید ہو گئے۔ عورتیں مہینوں تک ان کا نوحہ کرتی رہیں، سر کے بال کٹوا کر ماتم کئے گئے۔ روئے پیٹے، چہنچے چلائے، کچھ بن نہ پڑا۔ ایک مرتبہ جب حضورؐ نے مظالم سے تنگ آ کر بددعا فرمائی تو سات سال کا قحط مسلط ہوا مردار کی ہڈیاں اور چمڑے کھانے اور خون پینے کی نوبت آگئی، آخر رحمۃ للعالمین سے رحم کا واسطہ دیکر دعا کی درخواست کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے وہ عذاب اٹھایا۔ اس وقت نہ "لات و منات" کام آئے نہ بہل و نائلہ۔

❖ **کفار کو تنبیہ** | یعنی اب کیوں شور مچاتے ہو، وہ وقت یاد کرو جب خدا کے پیغمبر آیات پڑھ کر سناتے تھے تو تم اٹھے پاؤں بھاگتے تھے، سننا بھی گوارا نہ تھا۔ تمہاری شیخی اور تکبر اجازت نہ دیتا تھا کہ حق کو قبول کرو اور پیغمبروں کی بات پر کان دھرو۔

❖ **یعنی پیغمبر کی مجلس سے ایسے بھاگتے تھے گویا کسی فضول قصہ گو کو چھوڑ کر چلے گئے** یا سَامِرًا تَهْجُرُونَ کا مطلب یہ ہے کہ رات کے وقت حرم میں بیٹھ کر پیغمبر علیہ السلام اور قرآن کریم کی نسبت باتیں بناتے اور طرح طرح کے قصے گھڑتے تھے، کوئی جادو کہتا تھا، کوئی شاعری، کوئی کہانت، کوئی کچھ اور۔ اسی طرح کی بکواس اور بیہودہ ہذیان کیا کرتے تھے۔ آج اس کا مزہ چکھو۔ چیخنے چلانے سے کچھ حاصل نہیں۔

❖ **قرآن میں غور و فکر کی اہمیت** | یعنی قرآن کی خوبیوں میں غور و فکر نہیں کرتے۔ ورنہ حقیقت حال منکشف ہو جاتی کہ بلاشبہ یہ کلام اللہ جل شانہ کا ہے جس میں ان کی بیماریوں کا صحیح علاج بتلایا گیا ہے۔

❖ **قرآن کا نزول کوئی نیا واقعہ نہیں ہے** | یعنی نصیحت کرنے والے ہمیشہ ہوتے رہے ہیں، پیغمبر ہوئے یا پیغمبر کے تابع ہوئے۔ آسمانی کتابیں بھی برابر اترتی رہی ہیں۔ کبھی کہیں، کبھی کہیں۔ سو یہ کوئی انوکھی بات نہیں جس کا نمونہ پیشتر سے موجود نہ ہو۔ ہاں جو اہل ترین و اشرف ترین کتاب اب آئی اس شان و مرتبہ کی پہلے نہ آئی تھی تو اس کا مقصد یہ تھا کہ اور زیادہ اس نعمت کی قدر کرتے اور آگے بڑھ کر اس کی آواز پر لبیک کہتے۔ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہی **تنبیہ** | شاید یہاں "آباء اولین" سے آباء ابعدين مراد ہوں۔ اور سورہ "یس" میں جو آیا ہے۔ "لَتُنذِرَنَّهُمْ قَوْمًا مَّا أُنذِرَ آبَاؤُهُمْ" وہاں آباء اقربین کا ارادہ کیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

❖ **آنحضرتؐ سے کفار کا اعراض انکی ضد کی وجہ سے ہے** | یعنی کیا اس لئے اعراض و تکذیب پر تلے ہوئے ہیں کہ ان کو پیغمبر کے احوال سے آگاہی نہیں، حالانکہ سارا عرب جانتا ہے کہ آپؐ بچپن سے صادق و امین اور عقیف و پاکباز تھے۔ چنانچہ حضرت جعفرؓ نے بادشاہ حبشہ کے سامنے، حضرت مغیرہؓ ابن شعبہ نے نائب کسریٰ کے آگے اور ابوسفیان نے بحالت کفر قیصر روم کے دربار میں اسی چیز کا اظہار کیا۔ پھر ایسے مشہور و معروف راستباز بندہ کی نسبت کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ (العیاذ باللہ) خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے۔

❖ **آنحضرتؐ حق کے مبلغ ہیں** | یعنی سودائیوں اور دیوانوں کی باتیں کہیں ایسی کھری اور سچی ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ بھی محض زبان سے کہتے تھے، دل ان کا جانتا تھا کہ بیشک جو کچھ آپؐ لائے ہیں حق ہے۔ پر حق بات چونکہ ان کی اغراض و خواہشات کے موافق نہ تھی۔ اس لئے بری لگتی تھی اور قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتے تھے۔

السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۖ بَلْ أَنْبَيْتُهُمْ بِذِكْرِهُمْ

آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے ۖ کوئی نہیں ہم نے پہنچائی ہے ان کو ان کی نصیحت ۖ

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ ۗ ۙ أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا

سو وہ اپنی نصیحت کو دھیان نہیں کرتے ۖ یا تو ان سے مانگتا ہے کچھ محصول

فَخَرَجَ رِبِّكَ خَيْرًا ۙ وَهُوَ خَيْرُ الرَّزَاقِينَ ۗ ۙ وَإِنَّكَ

سو محصول تیرے رب کا بہتر ہے اور وہ ہے بہتر روزی دینے والا ۖ اور تو تو

لَتَدْعُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۗ ۙ وَإِنَّ الَّذِينَ

بلاتا ہے ان کو سیدھی راہ پر اور جو لوگ

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنُكَيِّبُونَ ۗ ۙ وَلَوْ

نہیں مانتے آخرت کو راہ سے ٹیڑھے ہو گئے ہیں ۖ اور اگر

رَحْمَتُهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلكُفُورُ فِي طُغْيَانِهِمْ

ہم ان پر رحم کریں اور کھول دیں جو تکلیف پہنچی ان کو تو بھی برابر لگے رہیں گے اپنی شرارت میں

يَعْمَهُونَ ۗ ۙ وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا

بہلے ہوئے ۖ اور ہم نے پکڑا تھا ان کو آفت میں پھرنے عاجزی کی

لِرَبِّهِمْ وَمَا يَنْصُرِعُونَ ۗ ۙ حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ بَابًا ذَا

اپنے رب کے آگے اور نہ گڑ گڑائے ۖ یہاں تک کہ جب کھول دیں ہم ان پر دروازہ ایک

عَذَابٍ شَدِيدٍ إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ۗ ۙ وَهُوَ

سخت آفت کا تب اس میں ان کی آس ٹوٹے گی ۖ اور

۱۸

۲۳

❖ یعنی سچی بات بری لگتی ہے تو لگنے دو۔ سچائی ان کی خوشی اور خواہش کے تابع نہیں ہو سکتی۔ اگر سچا خدا ان کی خوشی اور خواہش ہی پر چلا کرے تو وہ خدا ہی کہاں رہے۔ معاذ اللہ بندوں کے ہاتھ میں ایک کٹ پتلی بن جائے۔ ایسی صورت میں زمین و آسمان کے یہ محکم انتظامات کیونکر قائم رہ سکتے ہیں۔ اگر ایک چھوٹے سے گاؤں کا انتظام محض لوگوں کی خواہشات کے تابع کر دیا جائے، وہ بھی چار دن قائم نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ زمین و آسمان کی حکومت۔ کیونکہ عام خواہشات نظام عقلی کے مزاحم اور باہم گریز بھی متناقض واقع ہوئی ہیں۔ عقل و ہوا کی کشمکش اور ہوائے مختلفہ کی لڑائی میں سارے انتظامات درہم برہم ہو جائیں گے۔

❖ جس کی وہ تمنا کیا کرتے تھے۔ ”لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ“ (الصفات رکوع ۵)

❖ جب آگنی اور ایسی آئی جس سے ان کو قومی حیثیت سے عظیم الشان فخر و شرف حاصل ہوا، تو اب منہ پھیرتے ہیں اور ایسے اعلیٰ فضل و شرف کو ہاتھ سے گنوار ہے ہیں۔

❖ نبی کی دعوت بے لوث ہے | یعنی آپ دعوت اور تبلیغ اور نصیحت و خیر خواہی کر کے ان سے کسی معاوضہ کے بھی طلبگار نہیں۔ خدا تعالیٰ نے دارین کی جو دولت آپ کو مرحمت فرمائی ہے وہ اس معاوضہ سے کہیں بہتر ہے۔

❖ آنحضرتؐ کی دعوت صراطِ مستقیم کی طرف ہے | یعنی آپ کے صدق و امانت کا حال سب کو معلوم ہے۔ جو کلام آپ لائے اس کی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں۔ معاذ اللہ آپ کو خلل دماغ نہیں، ان سے کسی معاوضہ کے طالب نہیں، جس راستہ کی طرف آپ بلا تے ہیں بالکل سیدھا اور صاف راستہ ہے جس کو ہر سیدھی عقل والا بسہولت سمجھ سکتا ہے کوئی ایچ پیج نہیں ٹیڑھا تر چھا نہیں۔ ہاں اُس پر چلنا اُن ہی کا حصہ ہے جو موت کے بعد دوسری زندگی مانتے ہوں اور اپنی بد انجامی سے ڈرتے ہوں، جسے انجام کا ڈر اور عاقبت کی فکر ہی نہیں وہ کب سیدھے راستہ پر چلے گا، یقیناً ٹیڑھا رہے گا۔ اور سیدھی سی بات کو بھی اپنی کج روی سے کج بنا لے گا۔

❖ یعنی تکلیف سے نکال کر آرام دیں تب بھی احسان نہ مانیں اور شرارت و سرکشی سے باز نہ آئیں۔ حضرت کی دعا سے ایک مرتبہ مکہ والوں پر قحط پڑا تھا، پھر حضرت ہی کی دعا سے کھلا۔ شاید یہ اسی کو فرمایا، یا یہ مطلب ہے کہ اگر ہم اپنی رحمت سے ان کے نقصان کو دور کر دیں۔ یعنی قرآن کی سمجھ دے دیں۔ تب بھی یہ لوگ اپنے ازلی خسران اور سوء استعداد کی وجہ سے اطاعت و انقیاد اختیار کرنے والے نہیں کما قال تعالیٰ ”وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّآ سَمَعَهُمْ وَ لَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ“ (انفال رکوع ۳)

❖ مثلاً قحط وغیرہ آفات مسلط ہوئیں۔ تب بھی عاجزی کر کے خدا کی بات نہ مانی۔

❖ کفار پر آفت | اس سے یا تو آخرت کا عذاب مراد ہے یا شاید وہ دروازہ لڑائیوں کا کھلا جس میں تھک کر عاجز ہوئے۔

الَّذِي أَنْشَأَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۗ قَلِيلًا

اسی نے بنادئے تمہارے

کان اور آنکھیں اور دل

تم بہت تھوڑا

مَّا تَشْكُرُونَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَ

حق مانتے ہو

اور اسی نے تم کو پھیلا رکھا ہے

زمین میں

اور

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ

اسی کی طرف جمع ہو کر جاؤ گے

اور وہی ہے جلاتا

اور مارتا

اور اسی کا

اُخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوا

کام ہے بد لئارات اور دن کا

سو کیا تم کو سمجھ نہیں

کوئی بات نہیں یہ تو وہی کہہ رہے ہیں

مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿۸۱﴾ قَالُوا آءِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا

جیسا کہا کرتے تھے پہلے لوگ

کہتے ہیں کیا جب ہم مر گئے

اور ہو گئے مٹی

وَعِظًا مَّاءِنًا لِمَبْعُوثُونَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وَعَدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا

اور بڑیاں کیا ہم کو زندہ ہو کر اٹھنا ہے (جلا اٹھائیں گے)

وعدہ دیا جاتا (چکا) ہے ہم کو اور ہمارے باپ دادوں کو

هَذَا مِنْ قَبْلُ إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۸۳﴾ قُلْ

یہی پہلے سے

اور کچھ بھی نہیں

یہ نقلیں ہیں پہلوں کی

تو کہہ

لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُولُونَ

کس کی ہے زمین

اور جو کوئی اس میں ہے

بتاؤ اگر تم جانتے ہو

اب کہیں گے

لِلَّهِ ۗ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ

سب کچھ اللہ کا ہے

تو کہہ پھر تم سوچتے نہیں

تو کہہ

کون ہے مالک ساتوں آسمانوں کا

انسانوں کی ناشکری | کانوں سے اس کی آیات تنزیلیہ کو سنو اور آنکھوں سے آیات تکوینیہ کو دیکھو اور دلوں سے دونوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ ان نعمتوں کا شکر یہ تھا کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو ان کے کام میں لاتے لیکن ایسا نہ ہوا۔ اکثر آدمیوں نے اکثر اوقات میں ان قوتوں کو بے جا خرچ کیا۔

وہاں ہر ایک کو شکر گزاری اور ناشکری کا بدلہ مل جائے گا۔ اس وقت کوئی شخص یا کوئی عمل غیر حاضر نہ ہو سکے گا۔ جس نے پھیلایا اس کو سمیٹنا کیا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ | زندہ سے مُردہ اور مُردہ سے زندہ، یا اندھیرے سے اجالا اور اجالے سے اندھیرا کر دینا جس کے قبضہ میں ہے اس کی قدرتِ عظیمہ کے سامنے کیا مشکل ہے کہ تم کو دوبارہ زندہ کر دے اور آنکھوں کے آگے سے ظلمتِ جہل کے پردے اٹھا دے۔ جس کے بعد حقائق اشیاء ٹھیک ٹھیک منکشف ہو جائیں، جیسا کہ قیامت میں ہوگا۔ فَبَصُرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدًا۔

مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر کفار کے احمقانہ شکوک | یعنی عقل و فہم کی بات کچھ نہیں محض پرانے لوگوں کی اندھی تقلید کئے چلے جا رہے ہیں، وہ ہی دقیانوسی شکوک پیش کرتے ہیں جو ان کے پیشرو کیا کرتے تھے۔ یعنی مٹی میں مل کر اور ریزہ ریزہ ہو کر ہم کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ ایسی دوراز عقل باتیں جو ہم کو سنائی جا رہی ہیں پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی کہی گئی تھیں۔ لیکن ہم نے تو آج تک خاک کے ذروں اور ہڈیوں کے ریزوں کو آدمی بنتے نہ دیکھا۔ ہونہ ہو یہ سب قصے کہانیاں ہیں جو پہلے لوگ گھڑ گئے تھے۔ اور اب ان ہی کی نقل کی جا رہی ہے۔

اللہ کی حاکمیت کا بیان | کہ جس کا قبضہ ساری زمین اور زمینی چیزوں پر ہے۔ کیا تمہاری مُشتِ خاک اس کے قبضہ سے باہر ہوگی؟

وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا

اور مالک اس بڑے تخت کا اب بتائیں گے اللہ کو تو کہہ پھر

تَتَّقُونَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ

تم ڈرتے نہیں تو کہہ کس کے ہاتھ میں ہے حکومت ہر چیز کی اور وہ بچا لیتا ہے

وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ

اور اس سے کوئی بچا نہیں سکتا بتاؤ اگر تم جانتے ہو اب بتائیں گے اللہ کو

قُلْ فَأَنِي تُسْحَرُونَ ﴿۸۹﴾ بَلْ أَتَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ

تو کہہ پھر کہاں سے تم پر جادو آ پڑتا ہے کوئی نہیں ہم نے ان کو پہنچایا ہے اور وہ

لَكَذِبُونَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ

البتہ جھوٹے ہیں اللہ نے کوئی بیٹا نہیں کیا اور نہ اس کے ساتھ

مِنْ إِلَهٍ إِذَا الذَّهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ

کسی کا حکم چلے یوں ہوتا تو لے جاتا ہر حکم والا اپنی بنائی چیز کو اور چڑھائی کرتا

عَلَى بَعْضٍ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ﴿۹۱﴾ عِلْمِ الْغَيْبِ وَ

ایک پر ایک اللہ نرالا (پاک) ہے ان کی بتلائی باتوں سے جاننے والا چھپے اور

الشَّهَادَةِ فَتَعَلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَبِّ إِمَّا تُرَبِّئُ

کھلے کا وہ بہت اوپر ہے اس سے جس کو شریک بتلاتے ہیں تو کہہ اے رب اگر تو دکھانے لگے مجھ

مَا يُوْعَدُونَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۹۴﴾

کو جو ان سے وعدہ ہوا ہے تو اے رب مجھ کو نہ کریو ان گنہگار لوگوں میں

۱ کہ اتنا بڑا شہنشاہ مطلق تمہاری ان گستاخیوں اور نافرمانیوں پر تم کو دھر گھسیٹے۔ کیا یہ انتہائی گستاخی نہیں کہ اس شہنشاہ مطلق کو ایک ذرہ بے مقدار سے عاجز قرار دینے لگے۔

۲ یعنی ہر چیز پر اسی کا اختیار چلتا ہے جس کو چاہے وہ پناہ دے سکتا ہے۔ لیکن کوئی دوسرا اُس کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتا۔

۳ جس سے مسحور ہو کر تم ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہو کہ ایسی موٹی باتیں بھی نہیں سمجھ سکتے جب تمام زمین و آسمان کا مالک وہ ہی ہو اور ہر چیز اسی کے زیر تصرف و اقتدار ہوئی، تو آخر تمہارے بدن کی ہڈیاں اور ریزے اس کے قبضہ اقتدار سے نکل کر کہاں چلے جائیں گے کہ ان پر وہ قادر مطلق اپنی مشیت نافذ نہ کر سکے گا۔

۴ یعنی دلائل و شواہد سے ظاہر کر دیا گیا کہ جو کچھ اُن سے کہا جا رہا ہے موبہ صحت اور حق ہے اور وہ لوگ محض جھوٹے خیالات کی پیروی کر رہے ہیں۔

۵ توحید کے مشاہداتی دلائل | یعنی زمین و آسمان اور ذرہ ذرہ کا تنہا مالک و مختار وہ ہی ہے نہ اسے بیٹے کی ضرورت نہ مددگار کی، نہ اس کی حکومت و فرمانروائی میں کوئی شریک جسے ایک ذرہ کا مستقل اختیار ہو۔ ایسا ہوتا تو ہر ایک با اختیار حاکم اپنی رعایا کو لے کر علیحدہ ہو جاتا اور اپنی جمعیت فراہم کر کے دوسرے پر چڑھائی کر دیتا اور عالم کا یہ مضبوط و محکم نظام چند روز بھی قائم نہ رہ سکتا۔ سورہ انبیاء کی آیت ”لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا“ کے فوائد میں اس کی تقریر کی جا چکی ہے ملاحظہ کر لی جائے۔

۶ کیا خدا کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کے آگے کوئی دم مار سکے یا ایک ذرہ اس کے حکم سے باہر ہو سکے۔ یعنی جس کی قدرت عامہ و تامہ کا حال پہلے بیان ہو چکا اور علم محیط ایسا کہ کوئی ظاہر و باطن اور غیب و شہادت اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس کی حکومت میں کیا وہ چیزیں شریک ہونگی جن کی قدرت اور علم وغیرہ سب صفات محدود و مستعار ہیں؟ استغفر اللہ۔

۷ مومنین کو ایک دعاء کی ہدایت | یعنی حق تعالیٰ کی جناب میں ایسی گستاخی کی جاتی ہے تو یقیناً کوئی سخت آفت آ کر رہے گی۔ اس لئے ہر مومن کو ہدایت ہوئی کہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر یہ دعاء مانگے کہ جب ظالموں پر عذاب آئے تو الہی مجھ کو اس کے ذیل میں شامل نہ کرنا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ”وَإِذَا رَزَدَتْ فِي قَوْمٍ فِتْنَةً فَأَقْبِضْنِي غَيْرَ مَفْتُونٍ“ مطلب یہ ہے کہ خداوند اہم کو ایمان و احسان کی راہ پر مستقیم رکھے۔ کوئی ایسی تقصیر نہ ہو کہ العیاذ باللہ تیرے عذاب کی لپیٹ میں آجائیں۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ ”وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً“ (انفال رکوع ۳) یہاں حضور کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا ہے اور یہ قرآن کریم کی عام عادت ہے۔

وَاِنَّا عَلٰى اَنْ تُرِيكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَدِيرُونَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِاَيْتِنَا

اور ہم کو قدرت ہے کہ تجھ کو دکھلا دیں جو ان سے وعدہ کر دیا ہے
بری بات کے جواب میں

هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةِ ۚ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ﴿۹۶﴾ وَ

وہ کہہ جو بہتر ہے ہم خوب جانتے ہیں جو یہ بتاتے ہیں اور

قُلْ رَبِّ اَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطٰنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوذُ

کہہ اے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان کی چھیڑ سے اور پناہ

بِكَ رَبِّ اَنْ يُّحْضِرُونِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰى اِذَا جَاءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

تیری چاہتا ہوں اے رب اس سے کہ میرے پاس آئیں یہاں تک کہ جب پہنچے ان میں کسی کو موت

قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صٰلِحًا فِيمَا تَرَكْتُ

کہے گا اے رب مجھ کو پھر بھیج دو شاید کچھ میں بھلا کام کر لوں اس میں جو پیچھے چھوڑ آیا

كَلَّا ۗ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۚ وَمِنْ وَّرَآءِهِمْ

ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے کہ وہی کہتا ہے اور ان کے پیچھے

بَرْزَخٌ ۗ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ

پردہ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں پھر جب پھونک ماریں صور میں

فَلَا اُنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ ۚ وَلَا يَتَسَاءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ

تو نہ قرابتیں ہیں ان میں اس دن اور نہ ایک دوسرے کو پوچھے اور جس کی

ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۚ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ

بھاری ہوئی تول تو وہی لوگ کام لے نکلے اور جس کی

❖ **برائی کا جواب بھلائی سے** | یعنی ہم کو قدرت ہے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے دنیا ہی میں ان کو سزا دے دیں لیکن آپ کے مقام بلند اور اعلیٰ اخلاق کا مقتضی یہ ہے کہ ان کی برائی کو بھلائی سے دفع کریں جہاں تک اس طرح دفع ہو سکتی ہو۔ اور ان کی بیہودہ بکواس سے مشتعل نہ ہوں۔ اس کو ہم خوب جانتے ہیں، وقت پر کافی سزا دی جائے گی۔ آپ کے انماض اور نرم برتاؤ کا اثر یہ ہوگا کہ بہت سے لوگ گرویدہ ہو کر آپ کی طرف جھکیں گے اور دعوت و اصلاح کا مقصود حاصل ہوگا۔

❖ **شیطان سے استعاذہ** | پہلے شیاطین الانس کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ بتلایا تھا۔ لیکن شیاطین الجن اس طریقہ سے متاثر نہیں ہو سکتے۔ کوئی تدبیر یا نرمی ان کو رام نہیں کر سکتی۔ اس کا علاج صرف استعاذہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جانا، تا وہ قادر مطلق ان کی چھیڑ خانی اور شر سے محفوظ رکھے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ شیطان کی چھیڑ یہ ہے کہ دین کے سوال و جواب میں بے موقع غصہ چڑھے اور لڑائی ہو پڑے۔ اسی پر فرمایا کہ برے کا جواب دے اُس سے بہتر۔

❖ یعنی کسی حال میں بھی شیطان کو میرے پاس نہ آنے دیجئے کہ مجھ پر وہ اپنا وار کر سکے۔

❖ **نزع کے وقت کفار کا پچھتاوا** | یعنی آپ ان کفار کی برائیوں کو بھلے طریقہ سے دفع کرتے رہئے۔ اور جو باتیں یہ بناتے ہیں ان کو ہمارے حوالہ کیجئے یہاں تک کہ ان میں سے بعض کی موت کا وقت آ پہنچے اور نزع کی حالت میں مبادی عذاب کا معائنہ کر کے پچھتاوا شروع ہو۔ اس وقت تمنا کریں گے کہ اے پروردگار! قبر کی طرف لے جانے کے بجائے ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس کر دو۔ تا گذشتہ زندگی میں جو تقصیرات ہم نے کی ہیں اب نیک عمل سے ان کی تلافی کر سکیں۔ آئندہ ہم ایسی خطائیں ہرگز نہیں کریں گے۔

کَمَا قَالَ تَعَالَى - وَانْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقْتُ وَأَكُنُ مِنَ الصَّالِحِينَ (منافقون رکوع ۲)

❖ یعنی اجل آ جانے کے بعد اس کام کے لئے ہرگز واپس نہیں کیا جاسکتا اور بالفرض واپس کر دیا جائے تو ہرگز نیک کام نہ کرے گا۔ وہ ہی شرارتیں پھر سوچیں گی۔ "وَلَوْ رُحُوا الْعَادُوَ الْمَانَهُوْا عَنْهُ وَانَّهُمْ لَكَاذِبُونَ" (انعام رکوع ۳) یہ محض اس کی بات ہے جو زبان سے بنا رہا ہے اور غلبہ حسرت و ندامت کی وجہ سے خاموش نہیں رہ سکتا وہ ہی اپنی طرف سے یہ بات کہتا ہے، کہتا رہے، ہمارے یہاں شنوائی نہیں ہوگی۔

❖ **عالم برزخ** | یعنی ابھی کیا دیکھا ہے۔ موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے۔ جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردہ میں ہو جاتا ہے اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی۔ ہاں عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے جس کا مزہ قیامت تک پڑا چکھتا رہے گا۔

❖ **قیامت میں ایک دوسرے سے بیزاری** | یعنی عالم برزخ کے بعد قیامت کی گھڑی ہے۔ دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد تمام خلاق کو ایک میدان میں لاکھڑا کریں گے۔ اس وقت ہر ایک شخص اپنی فکر میں مشغول ہوگا۔ اولاد ماں باپ سے، بھائی بھائی سے اور میاں بیوی سے سروکار نہ رکھے گا۔ ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے۔ کوئی کسی کی بات نہ پوچھے گا۔ "يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ" (حجس رکوع ۱) اس کے بعد دوسرے وقت ممکن ہے بعض قرابتوں سے کچھ نفع پہنچ جائے گا

قیامت میں حضور کے سببی و صہری تعلق کا فائدہ | بعض احادیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سارے نسب اور دامادی کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے (یعنی کام نہ دیں گے) "إِلَّا نَسَبِي وَصِهْرِي" (بجز میرے نسب اور صہر کے) معلوم ہوا کہ حضور کے تعلقات عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی حدیث کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے نکاح کیا، اور چالیس ہزار درہم مہر باندھا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "وہاں باپ بیٹا ایک دوسرے کے شامل نہیں، ہر ایک سے اس کے عمل کا حساب ہے۔"

خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا

جو ہار بیٹھے

سو وہی لوگ ہیں

بلکی نکلی تول

أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿١٣﴾ تَلَفَهُمْ وَجُوهَهُمْ

جھلس دے گی ان کے منہ کو

دوزخ ہی میں رہا کریں گے

اپنی جان

النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿١٤﴾ أَلَمْ تَكُنْ آيَتِي تُتْلَىٰ

کیا تم کو سنائی نہ تھیں ہماری

آگ اور وہ اس میں بد شکل ہو رہے ہوں گے (ہیں) ◆

عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٥﴾ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ

اے رب زور کیا

بولے

پھر تم ان کو جھٹلاتے تھے ◆

آیتیں

عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ﴿١٦﴾ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا

اے ہمارے رب نکال لے ہم کو

اور رہے ہم لوگ بہکے ہوئے

ہم پر ہماری کم بخشتی نے

مِنْهَا فَإِنِ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴿١٧﴾ قَالَ اخْسَؤْا فِيهَا

اس میں سے

تو ہم گنہگار ◆

اگر ہم پھر کریں

فرمایا پڑے رہو پھٹکارے ہوئے اس میں

وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴿١٨﴾ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي

میرے بندوں میں

ایک فرقہ تھا

اور مجھ سے نہ بولو

يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَبِيرٌ

جو کہتے تھے اے رب ہمارے ہم یقین لائے سو معاف کر ہم کو اور رحم کر ہم پر اور تو سب رحم والوں سے

الرَّحِيمِينَ ﴿١٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سَخِرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوَكُمُ

یہاں تک کہ بھول گئے ان کے پیچھے

پھر تم نے ان کو ٹٹھسوں میں پکڑا

بہتر ہے ◆

❖ دوزخ کی ہولناک سزا | جلتے جلتے بدن سوچ جائے گا، نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک اور اوپر کا پھول کر کھوپڑی تک پہنچ جائے گا، اور زبان باہر نکل کر زمین میں لٹکتی ہوگی جسے دوزخی پاؤں سے روندیں گے (اللَّهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ وَمِنْ سَائِرِ أَنْوَاعِ الْعَذَابِ)

❖ کفار کو ان کی تکذیب پر تشبیہ | یعنی اس وقت ان سے یوں کہیں گے۔ گویا جن باتوں کو دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے، اب آنکھوں سے دیکھ لو سچی تھیں یا جھوٹی؟

❖ کفار کا اعتراف گناہ اور پچھتاوا | یعنی اعتراف کریں گے کہ بیشک ہماری بدنہختی نے دھکا دیا جو سیدھے راستے سے بہک کر اس ابدی ہلاکت کے گڑھے میں آپڑے۔ اب ہم نے سب کچھ دیکھ لیا۔ ازراہ کرم ایک دفعہ ہم کو یہاں سے نکال دیجئے۔ پھر کبھی ایسا کریں تو گنہگار، جو سزا چاہے دیجئے گا۔

❖ کفار کو حق تعالیٰ کا جواب | یعنی بگ بگ مت کرو، جو کیا تھا اب اس کی سزا بھگتو۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب کے بعد پھر فریاد منقطع ہو جائے گی۔ بجز فیرو شہیق کے کچھ کلام نہ کر سکیں گے۔ العیاذ باللہ۔

ذِكْرِي وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُونَ ﴿۱۰﴾ اِنِّي جَزَيْتُهُمْ

میری یاد اور تم ان سے ہنستے رہے ﴿۱۰﴾ میں نے آج دیا ان کو

الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا وَاَآنَهُمْ هُمْ الْفَائِزُونَ ﴿۱۱﴾ قُلْ كَمْ

بدلان کے صبر کرنے کا (نخل کا) کہ وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے ﴿۱۱﴾ فرمایا

لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿۱۲﴾ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ

تم کتنی دیر رہے زمین میں برسوں کی گنتی سے بولے ہم رہے ایک دن یا

بَعْضَ يَوْمٍ فَسَلِّ الْعَادِينَ ﴿۱۳﴾ قُلْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا

کچھ دن سے کم تو پوچھ لے گنتی والوں سے ﴿۱۳﴾ فرمایا تم اس میں بہت نہیں تھوڑا ہی رہے ہو

لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۴﴾ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّنَا خَلَقْنَاكُمْ

اگر تم جانتے ہوتے ﴿۱۴﴾ سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو بنایا

عِبْنَا وَأَنْتُمْ إِلَيْنَا لَاتُرْجَعُونَ ﴿۱۵﴾ فَتَعَالَى الْمَلِكُ

کھیلنے کو اور تم ہمارے پاس پھر کرنا آؤ گے ﴿۱۵﴾ سو بہت اوپر ہے اللہ وہ بادشاہ

الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ﴿۱۶﴾ وَمَنْ

سچا کوئی حاکم نہیں اس کے سوا مالک اس عزت کے تخت کا ﴿۱۶﴾ اور جو کوئی

يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا يَرْهَانَ لَهُ بِهِ ۖ فَإِنَّمَا

پکارے اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم جس کی سند نہیں اس کے پاس سو

حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ط إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُونَ ﴿۱۷﴾ وَقُلْ

اس کا حساب ہے اس کے رب کے نزدیک ﴿۱۷﴾ بے شک بھلا نہ ہوگا منکروں کا اور تو کہہ

یعنی دنیا میں مسلمان جب اپنے رب کے آگے دعاء و استغفار کرتے تو تم کو ہنسی سوجھتی تھی۔ اس قدر ٹھٹھا کرتے اور ان کی نیک خصلتوں کا اتنا مذاق اڑاتے تھے کہ ان کے پیچھے پڑ کر تم نے مجھے بھی یاد نہ رکھا، گویا تمہارے سر پر کوئی حاکم ہی نہ تھا جو کسی وقت ان حرکتوں پر نوٹس لے اور ایسی سخت شرارتوں کی مزادے سکے۔

صبر کرنے والوں کا اجر | بیچارے مسلمانوں نے تمہاری زبانی اور عملی ایذاؤں پر صبر کیا تھا، آج دیکھتے ہو تمہارے بالمقابل ان کو کیا پھل ملا۔ ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا گیا جہاں وہ ہر طرح کامیاب اور ہر قسم کی لذتوں اور مسرتوں سے ہمکنار ہیں۔

دنیا کی زندگی کی حقیقت | یعنی فرشتوں سے۔ جنہوں نے ہر نیکی بدی گن رکھی ہے یہ بھی گناہ ہوگا۔ ”زمین میں رہنا“ یعنی قبر میں رہنا یا دنیا کی عمر، یہ بھی وہاں تھوڑی نظر آئے گی۔ یہ پوچھنا اس واسطے کہ دنیا میں عذاب کی شتابی کیا کرتے تھے، اب جانا کہ شتاب ہی آیا۔ کذافی موضح القرآن۔

یعنی واقعی دنیا کی عمر تھوڑی ہی تھی۔ لیکن اگر اس بات کو پیغمبروں کے کہنے سے دنیا میں سمجھ لیتے تو کبھی اس متاعِ فانی پر مغرور ہو کر انجام سے غافل نہ ہوتے اور وہ گستاخیاں اور شرارتیں نہ کرتے جن کا دنیا کی زائل و فانی لذتوں میں پڑ کر ارتکاب کیا۔

دوسری زندگی کے بغیر حیات دنیا بے مقصد ہے | یعنی دنیا میں تو نیکی بدی کا پورا نتیجہ نہیں ملتا۔ اگر اس زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہو تو گویا یہ سب کارخانہ محض کھیل تماشاہ اور بے نتیجہ تھا۔ سو حق تعالیٰ کی جناب اس سے بہت بلند ہے کہ اس کی نسبت ایسا رکیک خیال کیا جائے۔

جب وہ بالا و برتر، شہنشاہ، مالک علی الاطلاق ہے تو ہو نہیں سکتا کہ وفاداروں اور مجرموں کو یوں کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ دے۔

یعنی وہاں حساب ہو کر مقدار جرم کے موافق سزا دی جائے گی۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ ﴿۱۱۸﴾

اے رب معاف کر اور رحم کر اور تو ہے بہتر سب رحم والوں سے

آیاتھا ۶۴ ﴿۲۳﴾ سُورَةُ النُّورِ مَدَنِيَّةٌ ﴿۱۰۲﴾ رُكُوعَاتُهَا ۹

سورہ نور مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی چونسٹھ آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ

یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اتاری اور ذمہ پر لازم کی اور اتاریں اس میں باتیں صاف

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۱﴾ الزَّانِبَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ

تا کہ تم یاد رکھو بدکاری کرنے والی عورت اور مرد سوارو

وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْ كُفْرَهُمَا رَأْفَةٌ

ہر ایک کو دونوں میں سے سو سو درتے اور نہ آوے تم کو ان پر ترس

◆ ایک استغفار کی تعلیم یعنی ہماری تقصیرات سے درگزر فرما اور اپنی رحمت سے دنیا و آخرت میں سرفراز کر۔ تیری رحمت بے نہایت کے سامنے کوئی چیز مشکل نہیں۔

ان آیات کی فضیلت "افحسبتم" سے ختم سورت تک کی یہ آیتیں بہت بڑی فضیلت اور تاثیر رکھتی ہیں، جس کا ثبوت بعض احادیث سے ہوا ہے اور مشائخ نے تجربہ کیا ہے۔ چاہئے کہ ان آیات کا ورد رکھا جائے، خاتمہ پر وہ دعاء تبرکاً "وَتَقَاوُلًا نَقَلَ كَرْتَا هَوْنِ جَوْرَسُوْلِ كَرِيْمٍ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو تلقین فرمائی کیونکہ اس کے الفاظ ان آیات کے مناسب ہیں۔ "اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاعْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي أَنْكَ أَنْتَ الْعَفْوُورُ الرَّحِيمُ." تم سورۃ المؤمنون بفضله ومنه و حسن تو فيقه و نرجو منه اكمال بقية الفوائد۔

سورة النور

◆ سورۃ نور کی فضیلت کا بیان یہ سورت بعض نہایت ضروری احکام و حدود، امثال و مواعظ، حقائق توحید اور بہت ہی اہم تنبیہات و اصلاحات پر مشتمل ہے اس کا سب سے زیادہ ممتاز اور سبق آموز حصہ وہ ہے جس کا تعلق قصہ "انک" سے ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے جو جھوٹی تہمت لگائی تھی اس میں بعض سادہ دل اور مخلص مسلمانوں کے پائے استقامت کو بھی قدرے لغزش ہو گئی تھی۔ جس کا خطرناک اثر نہ صرف عائشہ صدیقہ کی پوزیشن پر پڑتا تھا، بلکہ ایک حیثیت سے خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ مجدد و شرف تک پہنچتا تھا، اس لئے ضروری ہوا کہ قرآن کریم پورے اہتمام اور قوت سے ایسی خوفناک غلط کاری یا غلطی فہمی کی اصلاح کرے اور ہمیشہ کے لئے ایمانداروں کے کان کھول دے کہ آئندہ کبھی دشمنوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ایسی ٹھوکرنہ کھائیں۔ پیغمبر علیہ السلام کا مرتبہ رفیع یا امہات المؤمنین کی پاک و محترم حیثیت ایسی نہیں جس کے سمجھنے اور یاد رکھنے میں کوئی مسلمان کسی وقت بھی ذرا سہولتیں روا رکھے۔ شاید اسی لئے سورت کا آغاز ان الفاظ سے فرمایا۔

”سُوْرَةُ اَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا“ الخ تا مخاطبین سمجھ لیں کہ اس کے مضامین ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں اور بہت زیادہ محفوظ رکھنے اور لازم پکڑنے کے مستحق ہیں۔ اور جو صاف صاف نصیحتیں اور کھری کھری باتیں اس سورت میں بیان فرمائی گئی ہیں، اس لائق ہیں کہ ہر مسلمان ان کو حرز جان بنائے اور یاد رکھے۔ ایک منٹ کے لئے اس سے غفلت نہ کرے ورنہ دین و دنیا کی تباہی ہے۔

♦ **زنا کرنے والوں کی سزا** | یہ سزا اس زانی اور زانیہ کی ہے جو آزاد، عاقل، بالغ اور نکاح کئے ہوئے نہ ہو یا نکاح کرنے کے بعد ہم بستری نہ کر چکے ہوں اور جو آزاد نہ ہو اس کے پچاس ذرے لگتے ہیں، اس کا حکم پانچویں پارہ کے اول رکوع کے ختم پر مذکور ہے۔ اور جو عاقل یا بالغ نہ ہو وہ مکلف ہی نہیں۔

محصن کون ہے؟ اور جس مسلمان میں تمام صفات موجود ہوں (حریت، بلوغ، عقل، نکاح اور ہم بستری سے فراغ) ایسے شخص کو ”محصن“ کہتے ہیں۔ اس کی سزا ”رجم“ (سنگسار کرنا) ہے جیسا کہ سورۃ مائدہ میں ”تورات“ کے حوالہ سے فرمایا ”وَكَيْفَ يُحْجَمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ الخ“ اور وہ حکم اللہ رحم تھا جیسا کہ وہاں کے فوائد میں گذر چکا۔ چنانچہ نبی کریم نے اسی کے موافق فیصلہ کیا اور فرمایا ”اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ اَحْيَا اَمْرَكَ اِذَا مَاتُوْهُ“ (خدایا! میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جبکہ وہ اسے مٹا چکے تھے) پھر نہ صرف ان یہود کو بلکہ جس قدر واقعات اس قسم کے پیش آئے ان سب میں زانی محسن کو آپ نے یہی سزا کی سزا دی، اور آپ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کا مثل برابر اسی قانونِ رجم پر رہا۔ بلکہ اہل سنت والجماعت میں کسی ایک شخص نے بھی اس سے اختلاف کی جرأت نہ کی۔ گویا سنت متواترہ اور اجماع اہل حق نے بتلادیا کہ اس مسئلہ میں شریعت محمدیہ نے تورات کے حکم کو باقی رکھا ہے جیسا کہ قتل عمد کی سزا قتل ہونا قرآن کریم نے بحوالہ تورات بیان فرمایا تھا ”وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنْ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ“ الخ اور مرتدین کے قتل کا بنی اسرائیل کو حکم دینا سورہ ”بقرہ“ میں بیان کیا گیا۔ ”فَتَوْبُوْا اِلٰیْ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ“ پھر ان ہی احکام کو امت محمدیہ کے حق میں بھی قائم رکھا گیا۔ شاید رجم محسن اور مسئلہ قصاص کو نقل کرنے کے بعد جو بڑی شدت و تاکید سے ترک حکم بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ کی برائی بیان فرمائی اور آخر میں ارشاد ہوا ”وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاَحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ“ الخ اس سے یہی غرض ہو کہ تورات کے یہ احکام اب قرآن کے زیر حفاظت ہیں جن کے قائم رکھنے میں پیغمبر کو کسی کی اہوا و آراء کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔ چنانچہ نہ آپ نے پروا کی نہ آپ کے خلفاء نے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب رجم محسن کے متعلق یہ اندیشہ ہوا بلکہ مکشوف ہو گیا کہ آگے چل کر بعض زانغین اس کا انکار کرنے لگیں گے (چنانچہ خوارج نے اور ہمارے زمانے کے ایک مسوخ فرقہ نے کیا) تو آپ نے منبر پر چڑھ کر صحابہ و تابعین کے مجمع میں اس حکم خداوندی کا بہت شد و مد سے اعلان فرمایا اور اس میں قرآن کی ایک آیت کا حوالہ دیا جس میں رجم محسن کا صریح حکم تھا اور جس کی تلاوت گو بعد میں منسوخ ہو گئی مگر حکم برابر باقی رہا۔ **تنبیہ** | کسی آیت کا محض منسوخ التلاوت ہونا اور حکم باقی رہنا یہ ایک مستقل مسئلہ ہے جس کی تحقیق ان مختصر فوائد میں درج نہیں ہو سکتی۔ انشاء اللہ العزیز اگر مستقل تفسیر قرآن لکھنے کی نوبت آئی تو وہاں لکھا جائے گا۔

فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اللہ کے حکم چلانے میں اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝۲۰ الزَّانِي

اور دیکھیں ان کا مارنا (ان کی سزا کو) کچھ لوگ مسلمان کچھ لوگ مسلمان بدکار مرد

لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا

نہیں نکاح کرتا مگر عورت بدکار سے یا شرک والی سے اور بدکار عورت سے نکاح نہیں کرتا

إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۝۲۱ وَحُرِّمَ عَلَيْكَ الْمُؤْمِنَاتُ

مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ حرام ہوا ہے ایمان والوں پر

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ

اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں حفاظت والیوں کو (پاکدامنوں کو) پھر نہ لائیں چار مرد

شُهَدَاءَ فَأَجِدُوهُمْ ثَمَنِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ

شاہد تو ماروان کو اسی درے اور نہ مانوان کی کوئی

شَهَادَةَ أَبَدًا ۝۲۲ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝۲۳ إِلَّا الَّذِينَ

گواہی کبھی اور وہ ہی لوگ ہیں نافرمان مگر جنہوں نے

تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْدَحُوا ۝۲۴ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

توبہ کر لی اس کے پیچھے اور سنور گئے تو اللہ بخشنے والا

رَحِيمٌ ۝۲۵ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَرْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ

مہربان ہے اور جو لوگ عیب لگائیں اپنی جو روؤں کو اور شاہد نہ ہوں

❖ مجرم پر ترس کھا کر سزاؤں میں تبدیلی کی ممانعت | یعنی اگر اللہ پر یقین رکھتے ہو تو اس کے احکام و حدود جاری کرنے میں کچھ پس و پیش نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا بالکل روک لو یا اس میں کمی کرنے لگو یا سزا دینے کی ایسی ہلکی اور غیر موثر طرز اختیار کرو کہ سزا نہ رہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ حکیم مطلق اور تم سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اس کا کوئی حکم سخت ہو یا نرم مجموعہ عالم کے حق میں حکمت و رحمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اگر تم اس کے احکام و حدود کے اجراء میں کوتاہی کرو گے تو آخرت کے دن تمہاری پکڑ ہوگی۔

❖ منظر عام پر سزا دینے کا حکم | یعنی سزا تنہائی میں نہیں، مسلمانوں کے مجمع میں دینی چاہیے کیونکہ اس رسوائی میں سزا کی تکمیل و شہیر اور دیکھنے سننے والوں کے لئے سامان عبرت ہے۔ اور شاید یہ بھی غرض ہو کہ دیکھنے والے مسلمان اس کی حالت پر رحم کھا کر غصہ و مغفرت کی دعا کریں گے۔ واللہ اعلم۔

❖ فعل زنا کی شناعیت | زنا کی سزا دہ کرنے کے بعد اس فعل کی غایت شناعیت بیان فرماتے ہیں۔ یعنی جو مرد یا عورت اس عادت شنیع میں مبتلا ہیں حقیقت میں وہ اس لائق نہیں رہتے کہ کسی عیاف مسلمان سے ان کا تعلق از دواج و ہمبستری قائم کی جائے ان کی پلید طبیعت اور میلان کے مناسب تو یہ ہے کہ ایسے ہی کسی بدکار و تباہ حال مرد و عورت سے یا ان سے بھی بدتر کسی مشرک و مشرکہ سے ان کا تعلق ہو۔

❖ زانی اور زانیہ کا نکاح | کما قال تعالیٰ: **الْحَيْثَاتُ لِلْحَيْثِينَ وَالْحَيْثُونَ لِلْحَيْثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ** (سورہ نور) کندہم جنس باہم جنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز۔ ان کی حرکت کا اصلی اقتضاء تو یہ ہی تھا۔ اب یہ جداگانہ امر ہے کہ حق تعالیٰ نے دوسری مصالح و حکم کی بنا پر کسی نام نہاد مسلمان کا مشرک و مشرکہ سے عقد جائز نہیں رکھا۔ یا مثلاً بدکار مرد کا پاکباز عورت سے نکاح ہو جائے تو بالکل باطل نہیں ٹھہرایا۔ تنبیہ | آیت کی جو تقریر ہم نے کی وہ بالکل سہل اور بے تکلف ہے اس میں "لَا يَنْكِحُ" کے معنی وہ لئے گئے جو "السُّلْطَانُ لَا يَنْكِحُ" وغیرہ محاورات میں لئے جاتے ہیں۔ یعنی نفی لیاقت فعل کو نفی فعل کی حیثیت دے دی گئی۔ فافہم و استقم۔

❖ یعنی زنا موئنین پر حرام ہے | ایک مومن مومن رہتے ہوئے یہ حرکت کیسے کرے گا۔ حدیث میں ہے "لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ" یا یہ مطلب ہو کہ زانیہ سے نکاح کرنا ان پاکباز مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے جو صحیح اور حقیقی معنوں میں مومنین کہلانے کے مستحق ہیں۔ یعنی تگوتی طور پر ان کے پاک نفوس کو ایسی گندی جگہ کی طرف مائل ہونے سے روک دیا گیا ہے۔ اس وقت "حُرْمٌ" کے معنی وہ ہوں گے جو "حُرْمًا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعُ" میں، یا "حُرْمًا عَلَى قَرِيْبَةٍ أَهْلُ كُنَاہَا" میں لئے گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

❖ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت کا بیان | یعنی ایسی پاکدامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں جن کا بدکار ہونا کسی دلیل یا قرینہ شرعیہ سے ثابت نہیں۔ اس کی سزا بیان فرماتے ہیں اور یہی حکم پاکباز مردوں پر تہمت لگانے کا ہے۔ چونکہ یہ آیات ایک عورت کے قصہ میں نازل ہوئیں اس لئے ان ہی کا ذکر فرمایا اگر چار گواہ پیش کر دیے اور ان کی شہادت بقاعدہ شریعت پوری اتنی تو مقصد وف یہ مقصد وف پر حد زنا جاری کی جائے گی۔

❖ حد قذف کا بیان | یہ سزا قذف (تہمت لگانے والے) کی ہوئی کہ (مقصد وف کے مطالبہ پر) اسی ڈر سے لگائے جائیں اور آئندہ ہمیشہ کے لئے (معاملات) میں مرد و شہادت قرار دیا جائے۔ حنفیہ کے نزدیک تو یہ کے بعد بھی اس کی شہادت معاملات میں قبول نہیں کی جاسکتی۔

❖ تہمت ثابت نہ کرنے والے فاسق ہیں | اگر واقع میں جان بوجھ کر جھوٹی تہمت لگائی تھی تب تو ان کا فاسق و نافرمان ہونا ظاہر ہے اور اگر واقعی سچ بیان کیا تھا لیکن جانتے تھے کہ چار گواہوں سے ہم اپنا دعویٰ ثابت نہیں کر سکیں گے تو ایسی بات کا اظہار کرنے سے بجز ایک مسلمان کی آبروریزی اور پردہ دری کے کیا مقصود ہو جو بجائے خود ایک مستقل گناہ ہے اور علماء نے اس کو کہاڑ میں شمار کیا ہے۔

❖ یعنی تو بہ اور اصلاح حال کے بعد اللہ کے نافرمان بندوں میں اس کا شمار نہ رہے گا۔ گو پچھلے قذف کی سزا میں مرد و شہادت پھر بھی رہے۔ یہ ہی مذہب سلف میں سے قاضی شریح، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، کھول، عبدالرحمن بن زید بن جابر، حسن بصری، محمد بن سیرین اور سعید بن المسیب رحمہم اللہ کا ہے کما فی الدر المنثور و ابن کثیر

❖ بیویوں پر تہمت | یعنی زنا کی تہمت لگائے یا اپنے بچہ کو کہے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں۔

شُهَدَاءٌ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَدَاتٍ

ان کے پاس سوائے ان کی جان کے تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ چار بار گواہی

بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۱۰ وَالْخَامِسَةَ أَنْ كَعُنْتَ

دے اللہ کی قسم کھا کر کہ مقررہ (یہ) شخص سچا ہے اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کی پھٹکار ہو

اللَّهُ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۱۱ وَيَدْرُؤُا عَنْهَا

اس شخص پر اگر ہو وہ جھوٹا اور عورت سے ٹل جائے گی

الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ

بار یوں کہ وہ گواہی دے چار بار گواہی اللہ کی قسم کھا کر کہ مقررہ

الْكَاذِبِينَ ۱۲ وَالْخَامِسَةَ أَنْ غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهَا إِنْ

شخص جھوٹا ہے اور پانچویں یہ کہ اللہ کا غضب آئے اس عورت پر اگر

كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۱۳ وَلَوْ لَا فَضَّلُ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَ

وہ شخص سچا ہے اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تمہارے اوپر اور

رَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ۱۴ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا

اس کی رحمت اور یہ کہ اللہ معاف کرنے والا ہے حکمتیں جاننے والا تو کیا کچھ نہ ہوتا جو لوگ لائے ہیں

◆ لعان کا قانون | یعنی جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اولاً اس سے چار گواہ طلب کئے جائیں گے، اگر پیش کر دے تو عورت پر حد نہ ناجاری کر دی جائے گی۔ اگر گواہ نہ لاسکا تو اس کو کہا جائے گا کہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے (یعنی جو تہمت اپنی بیوی پر لگائی ہے اس میں جھوٹ نہیں بولا) گویا چار گواہوں کی جگہ خود اس کی یہ چار حلفیہ شہادتیں ہوئیں اور آخر میں پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہنے ہونگے کہ ”اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار“ اگر الفاظ مذکورہ بالا کہنے سے انکار کرے تو جس کی جگہ لگائے گا اور حاکم اس کو مجبور کرے گا کہ یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے، تو حد قذف لگے گی جو اوپر گزری۔ اور یا پانچ مرتبہ وہی الفاظ کہے جو اوپر مذکور

ہوئے۔ اگر کہہ لئے تو پھر عورت سے کہا جائے گا کہ وہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ ”یہ مرد تہمت لگانے میں جھوٹا ہے“ اور پانچویں دفعہ یہ الفاظ کہے کہ ”اللہ کا غضب آوے اس عورت پر اگر یہ مرد اپنے دعوے میں سچا ہو“ تا وقتیکہ عورت یہ الفاظ نہ کہے گی اس کو قید میں رکھیں گے اور مجبور کریں گے کہ یا صاف طور پر مرد کے دعوے کی تصدیق کرے تب تو حد زنا اس پر جاری ہوگی، اور یا بالفاظ مذکورہ بالا اس کی تکذیب کرے۔ اگر اس نے بھی مرد کی طرح یہ الفاظ کہہ دیے اور ”لعان“ سے فراغت ہوئی تو اس عورت سے صحبت اور دواعی صحبت سب حرام ہو گئے۔ پھر اگر مرد نے اس کو طلاق دے دی فبہا ورنہ قاضی ان میں تفریق کر دے۔ گودونوں رضامند نہ ہوں یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے ان میں تفریق کی۔ اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔ تنبیہ زوجین سے اس طرح الفاظ کہلوانے کو شریعت میں ”لعان“ کہتے ہیں اور لعان صرف قذف ازواج کے ساتھ مخصوص ہے عام محسنات کے قذف کا وہ ہی حکم ہے جو اوپر کی آیات میں مذکور ہو چکا۔

لعان کا حکم اللہ کا بڑا فضل ہے | یعنی اگر یہ حکم لعان مشروع نہ ہوتا تو قذف کے عام قاعدہ کے موافق زوج پر حد قذف آتی اور یا ساری عمر خون کے گھونٹ پیتا۔ کیونکہ ممکن ہے وہ سچا ہو۔ بخلاف غیر شوہر کے کہ وہ اظہار میں مضطر نہیں، اس لئے اس کے قانون میں ان امور کی رعایت ضروری نہیں۔ دوسری طرف اگر محض خاوند کے قسمیں کھانے پر زنا کا ثبوت ہو جایا کرتا تو عورت کی سخت مصیبت تھی، حالانکہ ممکن ہے وہ ہی سچی ہو۔ اسی طرح اگر عورت کو قسمیں کھانے پر یقیناً بری سمجھ لیا جاتا تو مرد پر حد قذف واجب ہو جاتی باوجودیکہ اسکے صادق ہونے کا بھی مساوی احتمال موجود ہے پس ایسے طور پر لعان کا مشروع کرنا کہ سب کی رعایت رہے۔ یہ اثر ہے حق تعالیٰ کے فضل و رحمت اور حکمت کا کیونکہ فریقین میں سے جو سچا ہو وہ بے محل سزا سے بچ گیا۔ اور جھوٹے کی دنیا میں پردہ پوشی کر کے مہلت دی گئی کہ شاید توبہ کرے۔ پھر اسکی توبہ کا قبول کر لینا یہ اثر صفت تو ابیت کا ہوا۔

بِالْإِفْكِ عَصَبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ

یہ طوفان ♦ تمہیں میں ایک جماعت ہیں ♦ تم اس کو نہ سمجھو برا اپنے حق میں بلکہ یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ

بہتر ہے تمہارے حق میں ♦ ہر آدمی کے لیے ان میں سے وہ ہے جتنا اس نے گناہ کمایا

وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۱۱

اور جس نے اٹھایا ہے اس کا بڑا بوجھ اس کے واسطے بڑا عذاب ہے ♦

لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ

کیوں نہ جب تم نے اس کو سنا تھا خیال کیا ہوتا ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے لوگوں پر

♦ **واقعہ افک** یہاں سے اس طوفان کا ذکر ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ پر اٹھایا گیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ۶ھ میں غزوہ بنی المصطلق سے واپس مدینہ تشریف لارہے تھے، حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی ہمراہ تھیں، ان کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا، وہ ہودہ میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں۔ جمال ہودے کو اونٹ پر باندھ دیتے۔ ایک منزل پر قافلہ ٹھہرا ہوا تھا، کوچ سے ذرا پہلے حضرت عائشہؓ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ جس کے لئے قافلہ سے علیحدہ ہو کر جنگل کی طرف تشریف لے گئیں، وہاں اتفاق سے ان کا پار ٹوٹ کر گر گیا۔ اس کی تلاش میں دیر لگ گئی۔ یہاں پیچھے کوچ ہو گیا۔ جمال حسب عادت اونٹ پر ہودہ باندھنے آئے، اور اس کے پردے پڑے رہنے سے گمان کیا حضرت عائشہؓ اس میں تشریف رکھتی ہیں۔ اٹھاتے وقت بھی شبہ نہ ہوا۔ کیونکہ ان کی عمر تھوڑی تھی اور بدن بہت ہلکا پھلکا تھا۔ غرض جمالوں نے ہودہ باندھ کر اونٹ کو چلتا کر دیا۔ حضرت عائشہؓ واپس آئیں تو وہاں کوئی نہ تھا۔ نہایت استقلال سے انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہاں سے اب جانا خلاف مصلحت ہے۔ جب آگے جا کر میں نہ ملوں گی تو یہیں تلاش کرنے آئیں گے۔ آخر وہیں قیام کیا، رات کا وقت تھا، نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ گئیں۔

حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ گرے پڑے کی خبر گیری کی غرض سے قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلہ سے رہا کرتے تھے، وہ اس موقع پر صبح کے وقت پہنچے۔ دیکھا کوئی آدمی پڑا سوتا ہے۔ قریب آ کر پہچانا کہ حضرت عائشہؓ ہیں (کیونکہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے انہوں نے ان کو دیکھا تھا) دیکھ کر گھبرا گئے اور ”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ پڑھا۔ جس سے ان کی آنکھ کھل گئی فوراً چہرہ چادر سے ڈھانک لیا۔ حضرت صفوانؓ نے اونٹ ان کے قریب لا کر بٹھلا دیا۔ یہ اس پر پردہ کے ساتھ سوار ہو گئیں۔ انہوں نے اونٹ کی ٹیکل پکڑ کر دو پہر کے وقت قافلہ سے جا ملایا۔

عبداللہ بن ابی کی شرارت عبداللہ بن ابی بڑا خبیث، بد باطن، اور دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، اسے ایک بات ہاتھ لگ گئی اور بد بخت نے وہی تباہی بکنا شروع کیا۔ اور بعض بھولے بھالے مسلمان بھی (مثلاً مردوں میں سے حضرت حسان،

حضرت مسطح، اور عورتوں میں سے حضرت حمنہ بنت جحش (منافقین کے مغویانہ پراپیگنڈا سے متاثر ہو کر اس قسم کے افسوس ناک تذکرے کرنے لگے۔ عموماً مسلمانوں کو اور خود جناب رسول کریم ﷺ کو اس قسم کے واہیات تذکروں اور شہرتوں سے سخت صدمہ تھا۔ ایک مہینہ تک یہی چرچا رہا۔ حضورؐ سنتے اور بغیر تحقیق کچھ نہ کہتے، مگر دل میں خفا رہتے۔ ایک ماہ بعد ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس شہرت کی اطلاع ہوئی شدت غم سے بیتاب ہو گئیں اور بیمار پڑ گئیں۔ شب دروز روتی تھیں۔ ایک منٹ کے لئے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اسی دوران میں بہت سے واقعات پیش آئے اور گفتگوئیں ہوئیں جو صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہیں اور پڑھنے کے قابل ہیں۔ آخر حضرت صدیقہ کی براءت میں خود حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورہ "نور" کی یہ آیتیں "إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ" الخ سے دور تک نازل فرمائیں جس پر عائشہ صدیقہ فخر کیا کرتی تھیں اور بلاشبہ جتنا فخر کریں تھوڑا تھا۔

◆ سازش کرنے والے تمہاری ہی جماعت کے لوگ ہیں | یعنی طوفان اٹھانے والے خیر سے وہ لوگ ہیں جو جھوٹ یا سچ اسلام کا نام لیتے اور اپنے کو مسلمان بتلاتے ہیں۔ ان میں سے چند آدمیوں نے مل کر یہ سازش کی اور کچھ لوگ نادانستہ ان کی عیارانہ سازش کا شکار ہو گئے۔ تاہم خدا کا احسان ہے کہ جمہور مسلمان ان کے جال میں نہیں پھنسے۔

◆ مسلمانوں کی تسلی | یہ خطاب ان مسلمانوں کی تسلی کے لئے ہے جنہیں اس واقعہ سے صدمہ پہنچا تھا بالخصوص عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ان کا گھرانہ کہ ظاہر ہے وہ سخت غمزدہ اور پریشان تھے۔ یعنی گو بظاہر یہ چرچا بہت مکروہ، رنجیدہ اور ناخوشگوار تھا۔ لیکن فی الحقیقت تمہارے لئے اس کی تہ میں بڑی چھپی ہوئی تھی۔ آخر اتنی مدت تک ایسے جگر خراش حملوں اور ایذاؤں پر صبر کرنا کیا خالی جاسکتا ہے۔ کیا یہ شرف تھوڑا ہے کہ خود حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں تمہاری نزاہت و براءت اتاری۔ اور دشمنوں کو رسوا کیا اور قیامت تک کے لئے تمہارا ذکر خیر قرآن پڑھنے والوں کی زبان پر جاری کر دیا۔ اور مسلمانوں کو پیغمبر علیہ السلام کی ازواج و اہل بیت کا حق پہچاننے کے لئے ایسا سبق دیا جو کبھی فراموش نہ ہو سکے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِكَ۔

◆ عبد اللہ بن ابی کیلئے عذاب عظیم | یعنی جس شخص نے اس فتنہ میں جس قدر حصہ لیا اسی قدر گناہ سمیٹا اور سزا کا مستحق ہوا۔ مثلاً بعض خوش ہو کر اور خوب مزے لے کر ان واہیات باتوں کا تذکرہ کرتے تھے۔ بعض اظہار افسوس کے طرز میں، بعض چھیڑ کر مجلس میں چرچا اٹھا دیتے۔ اور آپ خود چپکے سنا کرتے۔ بعض سن کر تردد میں پڑ جاتے، بہت سے خاموش رہتے اور بہت سے سن کر جھٹلا دیتے۔ ان پچھلوں کو پسند فرمایا اور سب کو درجہ بدرجہ کم و بیش الزام دیا۔ اور بڑا بوجھ اٹھانے والا منافقوں کا سردار عبد اللہ بن ابی تھا جیسا کہ روایات کثیرہ میں تصریح ہے۔ یہ ہی خبیث لوگوں کو جمع کرتا اور ابھارتا اور نہایت چالاک کی سے خود دامن بچا کر دوسروں سے اس کی اشاعت کرایا کرتا تھا۔ اس کے لئے آخرت میں بڑا عذاب تو ہے ہی، دنیا میں بھی ملعون خوب ذلیل و رسوا ہوا اور قیامت تک اسی ذلت و خواری سے یاد کیا جائے گا۔

خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا آفَكٌ مُّبِينٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَاءُوا

بھلا خیال اور کہا ہوتا یہ صریح طوفان ہے ﴿۱۲﴾ کیوں نہ لائے وہ

عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةٍ شُهَدَاءَ ۚ فَاذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ

اس بات پر چار شاہد پھر جب نہ لائے شاہد

فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكٰذِبُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ

تو وہ لوگ اللہ کے یہاں وہی ہیں جھوٹے ﴿۱۳﴾ اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا

تم پر اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں تو تم پر پڑتی اس

أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۴﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنْتِكُمْ وَ

چرچا کرنے میں کوئی آفت بڑی ﴿۱۴﴾ جب لینے لگے تم اس کو اپنی زبانوں پر اور

تَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ

بولنے لگے اپنے منہ سے جس چیز کی تم کو خبر نہیں اور تم سمجھتے ہو اس کو

هَيِّنًا ۗ وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ

ہلکی بات اور یہ اللہ کے یہاں بہت بڑی ہے ﴿۱۵﴾ اور کیوں نہ جب تم نے اس کو سنا تھا

قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا ۗ سُبْحٰنَكَ هٰذَا

کہا ہوتا ہم کو نہیں لائق کہ منہ پر لائیں یہ بات اللہ تو پاک ہے یہ تو

بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا

بڑا بہتان ہے ﴿۱۶﴾ اللہ تم کو سمجھاتا ہے کہ پھر نہ کرو ایسا کام کبھی

بے ثبوت بہتان کی تصدیق | مسلمان کو چاہئے کہ اپنے مسلمان بھائی بہنوں کے ساتھ حسن ظن رکھے۔ اور جب سنے کہ لوگ ایک نیک شخص پر یوں ہی رجحاناً بغیب بری تہمتیں لگاتے ہیں تو اپنے دل میں ایسے خیالات کو راہ نہ دے بلکہ ان کو جھٹلائے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی پیٹھ پیچھے بھائی مسلمان کی مدد کرے۔ اللہ پیٹھ پیچھے اس کی مدد کرے گا۔ بے تحقیق تہمتیں تراشنا ایمان سے بعید ہے۔ چاہئے کہ آدمی خود اپنی آبرو پر دوسروں کی آبرو کو قیاس کر لے۔ جیسا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ نے قصہ ”افک“ میں کیا۔ ایک روز ان کی بیوی نے کہا کہ لوگ عائشہ صدیقہؓ کی نسبت ایسا کہتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ جھوٹے ہیں۔ کیا ایسا کام تو کر سکتی ہے؟ بولی ہرگز نہیں۔ فرمایا پھر (صدیقؓ کی بیٹی اور نبیؐ کی بیوی) عائشہ صدیقہؓ تجھ سے کہیں بڑھ کر پاک و صاف اور طاہر و مطہر ہیں، ان کی نسبت بے وجہ ایسا گمان کیوں کیا جائے۔

بدکاری تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کرنا | یعنی اللہ کے حکم اور اس کی شریعت کے موافق وہ لوگ جھوٹے قرار دیے گئے ہیں۔ جو کسی پر بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کر سکیں۔ اور بدوین کافی ثبوت کے ایسی سنگین بات زبان سے بکتے پھریں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس امت کو پیغمبر کے طفیل دنیا کے عذابوں سے بچایا ہے۔ نہیں تو یہ بات قابل تھی عذاب کے۔ (موضح القرآن) نیز تم میں سے مخلصین کو توبہ کی توفیق دے کر خطا معاف کر دی ورنہ منافقین کی طرح وہ بھی قیامت کے دن عذاب عظیم میں گرفتار ہوتے۔ (العیاذ باللہ)

بلا تحقیق بہتان کا چرچا جرم عظیم ہے | یعنی عذاب عظیم کے مستحق کیوں نہ ہوتے جبکہ تم ایسی بے تحقیق اور ظاہر البطلان بات کو ایک دوسرے کی طرف چلتا کر رہے تھے۔ اور زبان سے وہ انکل پچو باتیں نکالتے تھے جنکی واقعیت کی تمہیں کچھ بھی خبر نہ تھی۔ پھر طرفہ یہ ہے کہ ایسی سخت بات کو (یعنی کسی محضہ خصوصاً پیغمبر علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ اور مومنین کی روحانی والدہ کو متہم کرنا) جو اللہ کے نزدیک بہت بڑا سنگین جرم ہے محض ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھنا، یہ اصل جرم سے بھی بڑھ کر جرم تھا۔

مسلمانوں کو کہنا چاہئے تھا کہ یہ بہتان عظیم ہے | یعنی اول تو حسن ظن کا اقتضاء یہ تھا کہ دل میں بھی یہ خیال نہ گذرنے پائے۔ جیسا کہ اوپر ارشاد ہوا۔ لیکن اگر شیطانی اغواء سے فرض کیجئے کسی کے دل میں کوئی بُرا سوہ گذرے تو پھر یہ جائز نہیں کہ ایسی ناپاک بات زبان پر لائی جائے۔ چاہئے کہ اس وقت مومن اپنی حیثیت اور دیانت کو ملحوظ رکھے اور صاف کہہ دے کہ ایسی بے سرو پا بات کا زبان سے نکالنا مجھ کو زیب نہیں دیتا۔ اے اللہ تو پاک ہے۔ کس طرح لوگ ایسی نامعقول بات منہ سے نکالتے ہیں۔ بھلا جس پاکباز خاتون کو تو نے سید الانبیاء اور اس المتقین کی زوجیت کے لئے چنا، کیا وہ (معاذ اللہ) خود بے آبرو ہو کر پیغمبر کی آبرو کو بٹہ لگائے گی (حاشا ہاشم حاشا ہا) ہونہ ہو دشمنوں نے ایک بے قصور پر بہتان باندھا ہے۔

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَيَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ ۖ وَاللَّهُ

اگر تم ایمان رکھتے ہو ۝ اور کھولتا ہے اللہ تمہارے واسطے پتے کی باتیں اور اللہ

عَلَيْكُمْ حَكِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ

سب جانتا ہے حکمت والا ہے ۝ جو لوگ چاہتے ہیں کہ چرچا ہو بدکاری کا

فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ

ایمان والوں میں ۝ ان کے لیے عذاب ہے دردناک دنیا اور آخرت میں ۝

وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۝ اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَعُوفٌ رَحِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا

تم پر اور اس کی رحمت اور یہ کہ اللہ نرمی کرنے والا ہے مہربان تو کیا کچھ نہ ہوتا ۝ اے

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۖ وَمَنْ يَتَّبِعْ

ایمان والو نہ چلو قدموں پر شیطان کے اور جو کوئی چلے گا

خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۖ

قدموں پر شیطان کے سو وہ تو یہی بتلائے گا بے حیائی اور بری بات ۝

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنْكُمْ مَنٌ

اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت تو نہ سنورتا تم میں ایک

أَحَدٍ أَبَدًا ۖ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ سَمِيعٌ

شخص بھی بس بھی لیکن اللہ سنوارتا ہے جس کو چاہے اور اللہ سب کچھ سنتا

آئندہ ایسا نہ کرنے کی نصیحت | یعنی مومنین کو پوری طرح چوکس اور ہشیار رہنا چاہئے۔
بد باطن منافقین کے چکموں میں کبھی نہ آئیں۔ ہمیشہ پیغمبر علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت کی عظمت
شان کو ملحوظ رکھیں۔

یعنی پتہ اس کا کہ یہ طوفان اٹھایا کس نے۔ معلوم ہوا کہ منافقین نے جو ہمیشہ چھپے دشمن تھے۔ اگلی آیت
میں پتہ بتلا دیا۔ (کذافی الموضح) عموماً مفسرین نے آیات سے مراد احکام، نصائح، حدود اور قبول توبہ
وغیرہ کے مضامین لئے ہیں۔ اس وقت صفات علم و حکمت کے ذکر سے یہ غرض ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تم میں
سے مخلصین کی ندامت قلبی کا حال خوب جانتا ہے۔ اس لئے توبہ قبول کی اور چونکہ حکیم مطلق ہے اس
لئے نہایت حکمت و دانائی کے ساتھ تمہاری سیاست کی گئی۔

بے حیائی پھیلانے والوں کی سزا | یعنی بدکاری پھیلے یا بدکاری کی خبریں پھیلیں۔ یہ چاہئے
والے منافقین تھے۔ لیکن ان کا تذکرہ کر کے مومنین کو بھی متنبہ فرما دیا کہ اگر فرض کرو کسی کے دل میں
ایک بری بات کا خطرہ گذرا اور بے پروائی سے کوئی لفظ زبان سے بھی کہہ گذرا تو چاہئے کہ اب ایسی
مہمل بات کا چرچا کرتا نہ پھرے۔ اگر خواہی نہ خواہی کس مومن کی آبروریزی کرے گا تو خوب سمجھ
لے کہ اس کی آبرو بھی محفوظ نہ رہے گی۔ حق تعالیٰ اسے ذلیل و خوار کر کے چھوڑے گا۔ کما فی
حدیث احمد رحمہ اللہ۔

دنیا میں حدِ قذف، رسوائی اور قسم قسم کی سزائیں اور آخرت میں دوزخ کی سزا۔
یعنی ایسے فتنہ پردازوں کو خدا خوب جانتا ہے گو تم نہ جانتے ہو۔ اور یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ کس کا
جرم کتنا ہے اور کس کی کیا غرض ہے | تنبیہ | حسب شیوع فاحشہ، حسد و کینہ وغیرہ کی طرح اعمالِ قلبیہ
میں سے ہے مراتبِ قصد میں سے نہیں۔ اس لئے اس پر ماخوذ ہونے میں اختلاف نہ ہونا
چاہئے۔ فتنہ لہ۔

مسلمانوں پر اللہ کی رحمت اور فضل | یعنی یہ طوفان تو ایسا اٹھا تھا کہ نہ معلوم کون کون اس کی
نذر ہوتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و رحمت اور شفقت و مہربانی سے تم میں سے تائبین کی توبہ
کو قبول فرمایا اور بعض کو حدِ شرعی جاری کر کے پاک کیا اور جو زیادہ خبیث تھے ان کو ایک گونہ مہلت دی۔
شیطان بے حیائی کی تعلیم دیتا ہے | یعنی شیطان کی چالوں سے ہشیار رہا کرو۔ مسلمان کا یہ
کام نہیں ہونا چاہئے کہ شیاطین الانس والجن کے قدم بقدم چلنے لگے۔ ان ملعونوں کا تو مشن ہی یہ ہے
کہ لوگوں کو بے حیائی اور برائی کی طرف لے جائیں۔ تم جان بوجھ کر کیوں ان کے بھرے میں آتے
ہو۔ دیکھ لو شیطان نے ذرا سا چر کہ لگا کر کتنا بڑا طوفان کھڑا کر دیا اور کئی سیدھے سادھے مسلمان کس
طرح اس کے قدم پر چل پڑے۔

عَلَيْكُمْ ۲۱ وَلَا يَأْتِلْ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ

جانتا ہے اور قسم نہ کھائیں بڑے درجہ والے تم میں سے اور کشائش والے اس پر (اس سے) کہ

يُؤْتُوا أَوْلِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي

دیں قرابتیوں کو اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو

سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ

اللہ کی راہ میں اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ

اللَّهُ لَكُمْ ط وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۲۲ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ

تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان جو لوگ عیب لگاتے ہیں

الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعْنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

حفاظت والیوں (پاکدامنوں) بے خبر ایمان والیوں کو ان کو پھٹکارے دنیا اور آخرت میں

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۲۳ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنُهُمْ

اور ان کے لیے ہے بڑا عذاب جس دن کہ ظاہر کر دیں گی ان کی زبانیں

وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۲۴ يَوْمَئِذٍ

اور ہاتھ اور پاؤں جو کچھ وہ کرتے تھے اس دن

يُؤْفِقُهُمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ

پوری دے گا ان کو اللہ ان کی سزا جو چاہئے اور جان لیں گے کہ اللہ وہی ہے

الْحَقُّ الْمُبِينُ ۲۵ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ

سچا کھولنے والا گندیاں (گندی عورتیں) ہیں گندوں کے واسطے اور گندے

یعنی شیطان تو سب کو بگاڑ کر چھوڑتا ایک کو بھی سیدھے راستہ پر نہ رہنے دیتا۔ یہ تو خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کی دستگیری فرما کر بہتروں کو محفوظ رکھتا ہے اور بعض کو مبتلا ہو جانے کے بعد توبہ کی توفیق دے کر درست کر دیتا ہے۔ یہ بات اسی خدائے واحد کے اختیار میں ہے اور وہ ہی اپنے علم محیط اور حکمت کاملہ سے جانتا ہے کہ کون بندہ ستوارے جانے کے قابل ہے اور کس کی توبہ قبول ہونی چاہئے۔ وہ سب کی توبہ وغیرہ کو سنتا اور ان کی قلبی کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کی قسم | حضرت عائشہؓ پر طوفان اٹھانے والوں میں بعض مسلمان بھی نادانی سے شریک ہو گئے۔ ان میں سے ایک حضرت مسطح تھے جو ایک مفلس مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں۔ قصہ "افک" سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ ان کی امداد اور خبر گیری کیا کرتے۔ جب یہ قصہ ختم ہوا اور عائشہ صدیقہؓ کی براءت آسمان سے نازل ہو چکی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ آئندہ مسطح کی امداد نہ کرونگا۔ شاید بعض دوسرے صحابہ کو بھی ایسی صورت پیش آئی ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے انہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں۔ بڑی جوانمردی تو یہ ہی ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ محتاج رشتہ داروں اور خدا کے لئے وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دستکش ہو جانا بزرگوں اور بہادروں کا کام نہیں۔ اگر قسم کھالی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو۔ اس کا کفارہ ادا کر دو۔

عفو و درگزر کی تعلیم | تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ خطا کاروں کی خطا سے اغماض اور درگزر کرو۔ ایسا کرو گے تو حق تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں سے درگزر کرے گا۔ کیا تم حق تعالیٰ سے عفو و درگزر کی امید اور خواہش نہیں رکھتے؟ اگر رکھتے ہو تو تم کو اسکے بندوں کے معاملہ میں یہی خواہش اختیار کرنی چاہئے۔ گویا اس میں "تَخْلُقُ بِأَخْلَاقِ اللَّهِ" کی تعلیم ہوئی۔ احادیث میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جب سنا "أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ" (کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے؟) تو فوراً بول اٹھے۔ "بَلَىٰ يَا رَبَّنَا إِنَّا نُحِبُّ" (بیشک اے پروردگار! ہم ضرور چاہتے ہیں) یہ کہہ کر مسطح کی جو امداد کرتے تھے بدستور جاری فرمادی، بلکہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے سے دگنی کر دی۔ رضی اللہ عنہ۔

ازواج مطہرات پر تہمت لگانا ہوا لے اسلام سے خارج ہیں | صحیحین کی حدیث میں ہے۔ "اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُزْبِقَاتِ الشِّرْكَ بِاللَّهِ وَقَتْلَ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلَ الرِّبَا وَأَكْلَ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الزُّحْفِ وَقَذْفَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ"۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قذف محصنات مطلقاً مہلکات میں سے ہے۔ پھر ان میں سے بھی ازواج مطہرات بالخصوص ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قذف تو کس درجہ کا گناہ ہوگا، علماء نے تصریح کی ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد جو شخص عائشہ صدیقہؓ یا ازواج مطہرات میں سے کسی کو متہم کرے وہ کافر، مکذب قرآن اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور طہرانی کی ایک حدیث میں ہے۔ "قَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ يَهْدِمُ عَمَلَ مِائَةِ سَنَةٍ"۔ محصنہ پر تہمت لگانا سو برس کے عمل کو ڈھا دیتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

حشر میں ہاتھ پاؤں اور زبان کی گواہی | یعنی مجرم منہ سے بولنا اور ظاہر کرنا نہ چاہے گا۔ مگر خود زبان اور ہاتھ پاؤں بولیں گے اور ان میں سے ہر عضو اس عمل کو ظاہر کرے گا جو اس کے ذریعہ سے کیا گیا تھا (الطیفہ) قاذف نے زبان سے تہمت لگائی تھی اور چار گواہوں کا اس سے مطالبہ تھا جو پورا نہ کر سکا۔ اس کے بالمقابل یہاں یہی پانچ چیزیں ذکر ہوئیں۔ ایک زبان جو قذف کا اصلی آلہ ہے اور چار ہاتھ پاؤں جو اس کی شرارت کے گواہ ہونگے۔

جو رتی رتی عمل کھول کر سامنے رکھ دیتا ہے اور جس کا حساب بالکل صاف ہے اسکے ہاں کسی طرح کا ظلم و تعدی نہیں۔ یہ مضمون قیامت کے دن سب کو مکشوف و مشہود ہو جائے گا۔

لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتِ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبَاتِ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ

واسطے گندیوں کے اور ستھریاں ہیں ستھروں کے واسطے اور ستھرے واسطے ستھریوں کے

أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ

وہ لوگ بے تعلق (لگاؤ) ہیں ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں ان کے واسطے بخشش ہے اور روزی ہے

كَرِيمٌ ۚ ﴿٢٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ

عزت کی اے ایمان والو مت جایا کرو کسی گھر میں اپنے

بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذِكْرُكُمْ

گھروں کے سوا جب تک بول چال نہ کر لو (اجازت نہ لے لو) اور سلام کر لو ان گھروں پر یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۚ ﴿٢٧﴾ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا

بہتر ہے تمہارے حق میں تاکہ تم یاد رکھو پھر اگر نہ پاؤ اس میں

أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ قِيلَ

کسی کو تو اس میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ ملے تم کو اور اگر تم کو

لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا ۚ هُوَ أَزْكَ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا

جواب ملے کہ پھر جاؤ تو پھر جاؤ اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے لیے اور اللہ

تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۚ ﴿٢٨﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا

جو تم کرتے ہو اس کو جانتا ہے نہیں گناہ تم پر اس میں کہ جاؤ

بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ ۚ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا

ان گھروں میں جہاں کوئی نہیں بستا اس میں کچھ چیز ہو تمہاری اور اللہ کو معلوم ہے جو

◆ گندے مرد گندی عورتوں کیلئے اور پاک مرد پاک عورتوں کیلئے | یعنی بدکار اور گندی عورتیں گندے اور بدکار مردوں کے لائق ہیں اسی طرح بدکار اور گندے مرد اس قابل ہیں کہ ان کا تعلق اپنے جیسی گندی اور بدکار عورتوں سے ہو۔ پاک اور ستھرے آدمیوں کا ناپاک بدکاروں سے کیا مطلب۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پیغمبر کی عورت بدکار (زانیہ) نہیں ہوتی، یعنی اللہ تعالیٰ ان کی ناموس کی حفاظت فرماتا ہے۔ نقلہ فی موضح القرآن۔ تنبیہ | آیت کا یہ مطلب تو ترجمہ کے موافق ہوا۔ مگر بعض مفسرین سلف سے یہ منقول ہے کہ ”الْحَبِيثَاتُ“ اور ”الطَّيِّبَاتُ“ سے یہاں عورتیں مراد نہیں۔ بلکہ اقوال و کلمات مراد ہیں۔ یعنی گندی باتیں گندوں کے لائق ہیں۔ اور ستھری باتیں ستھرے آدمیوں کے۔ پاکباز اور ستھرے مرد و عورت ایسی گندی تہمتوں سے بری ہوتے ہیں جیسا کہ آگے ”اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءٌ مِّنْ مَّا يَقُولُونَ“ سے ظاہر ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ گندی باتیں گندوں کی زبان سے نکلا کرتی ہیں تو جنہوں نے کسی پاکباز کی نسبت گندی بات کہی، سمجھ لو کہ وہ خود گندے ہیں۔

◆ یعنی ستھرے آدمی ان باتوں سے بری ہیں جو یہ گندے لوگ کہتے پھرتے ہیں۔

◆ یعنی بُرا کہنے سے وہ بُرے نہیں ہو جاتے، بلکہ جب وہ اس پر صبر کرتے ہیں تو یہ چیز ان کی خطاؤں یا لغزشوں کا کفارہ بنتی ہے۔ اور یہاں مفید لوگ جس قدر ان کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں وہاں اسکے بدلہ میں عزت کی روزی ملتی ہے۔

◆ دوسرے گھروں میں داخلے کی اجازت کا حکم اور آداب | یعنی خاص اپنے ہی رہنے کا جو گھر ہوا سکے سوا کسی دوسرے کے رہنے کے گھر میں یوں ہی بے خبر نہ گھس جائے کیا جانے وہ کس حال میں ہو اور اس وقت کسی کا اندر آنا پسند کرتا ہے یا نہیں۔ لہذا اندر جانے سے پہلے آواز دیکر اجازت حاصل کرے اور سب سے بہتر آواز سلام کی، حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ سلام کرے اور اجازت داخل ہونے کی لے۔ اگر تین بار سلام کرنے کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ فی الحقیقت یہ ایسی حکیمانہ تعلیم ہے کہ اگر اسکی پابندی کی جائے تو صاحب خانہ اور ملاقاتی دونوں کے حق میں بہتر ہے۔ مگر افسوس آج مسلمان ان مفید ہدایات کو ترک کرتے جاتے ہیں۔ جنکو دوسری قومیں ان ہی سے سیکھ کر ترقی کر رہی ہیں (ربط) شروع سورت سے احکام زنا و قذف وغیرہ بیان ہوئے تھے۔ چونکہ بسا اوقات بلا اجازت کسی کے گھر میں چلا جانا ان امور کی طرف مفہمی ہو جاتا ہے، اس لئے ان آیات میں مسائل استیذان کو بیان فرما دیا۔

◆ اگر یہ معلوم ہوا ہو کہ گھر میں کوئی موجود نہیں تب بھی دوسرے کے گھر میں بدون مالک و مختار کی اجازت کے مت جاؤ۔ کیونکہ ملک غیر میں بدون اجازت تصرف کا کوئی حق نہیں۔ نہ معلوم بے اجازت چلے جانے سے کیا جھگڑا پیش آجائے ہاں صراحتاً یا دلالتاً اجازت ہو تو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

◆ اجازت نہ ملے تو لوٹ جاؤ | یعنی ایسا کہے سے بُرا نہ مانو۔ بسا اوقات آدمی کی طبیعت کسی سے ملنے کو نہیں چاہتی یا حرج ہوتا ہے یا کوئی ایسی بات کر رہا ہے جس پر غیر کو مطلع کرنا پسند نہیں کرتا تو تم کو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اس پر بوجھ ڈالو۔ اس طرح بار خاطر بننے سے تعلقات صاف نہیں رہتے۔

◆ وہ تمہارے تمام اعمال قلبیہ و قلبیہ سے باخبر ہے جیسا کچھ کرو گے اور جس نیت سے کرو گے حق تعالیٰ اس کے مناسب جزا دے گا۔ اور اس نے اپنے علم محیط سے تمام امور کی رعایت کر کے یہ احکام دیئے ہیں۔

◆ اجازت سے مستثنیٰ مکانات | یعنی جن مکانوں میں کوئی خاص آدمی نہیں رہتا، نہ کوئی روک ٹوک ہے مثلاً مسجد، مدرسہ، خانقاہ، سرائے وغیرہ۔ اگر وہاں تمہاری کوئی چیز ہے یا تم کو چندے اُس کے برتنے کی ضرورت ہے تو بے شک وہاں جاسکتے ہو اس کے لئے استیذان کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کے مسائل کی تفصیل فقہ میں دیکھی جائے۔

تُبَدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ بَعْضُوا

تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو ﴿۲۹﴾ کہہ دے ایمان والوں کو نیچی رکھیں ذرا

مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكَىٰ

اپنی آنکھیں ﴿۲۹﴾ اور تھامتے رہیں (تھامے رکھیں) اپنے ستر کو ﴿۲۹﴾ اس میں خوب ستمرائی ہے

لَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ

ان کے لیے بے شک اللہ کو خبر ہے جو کچھ کرتے ہیں ﴿۳۰﴾ اور کہہ دے ایمان والیوں کو

بَعْضُضْنَ مِنْۢ مِّنْۢ M

نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور تھامتے رہیں (تھامے رکھیں) اپنے ستر کو

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ

اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے اس میں ﴿۳۱﴾ اور ڈال لیں

بِخُمْرِهِنَّ عَلٰۤى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ

اپنی اور ہنسی اپنے گریبان پر ﴿۳۱﴾ اور نہ کھولیں اپنا سنگار

اس نے تمہارے تمام کھلے چھپے حالات کی رعایت سے یہ احکام مشروع کئے ہیں جن سے مقصود فتنہ فساد کے مدخل کو بند کرنا ہے۔

مومن کو چاہئے کہ اپنے دل میں اسی غرض کو پیش نظر رکھ کر عمل کرے۔

نظریں نیچی رکھنے کا حکم | بدنظری عموماً زنا کی پہلی سیڑھی ہے۔ اسی سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے۔ قرآن کریم

نے بدکاری اور بیجائی کا انسداد کرنے کے لئے اول اسی سوراخ کو بند کرنا چاہا۔ یعنی مسلمان مرد و عورت کو حکم دیا کہ بدنظری سے

بچیں اور اپنی شہوات کو قابو میں رکھیں۔ اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو

دوبارہ ارادہ سے اُس طرف نظر نہ کرے۔ کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا، جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر آدمی

نگاہ نیچی رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار و ارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ

ہوسکتا ہے۔ چونکہ پہلی مرتبہ دفعۃً جو بیساختہ نظر پڑتی ہے ازراہ شہوت و نفسانیت نہیں ہوتی۔ اس لئے حدیث میں اس کو معاف رکھا

گیا ہے۔ شاید یہاں بھی مِنْۢ مِّنْۢ M

♦ **ستر کی حفاظت** | یعنی حرام کاری سے بچیں اور ستر کسی کے سامنے نہ کھولیں۔ اِلَّا عِنْدَ مَنْ اَبَاحَهُ الشَّارِعُ مِنَ الْاَزْوَاجِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ۔

♦ یعنی آنکھ کی چوری اور دلوں کے بھید اور نیتوں کا حال اس کو سب معلوم ہے لہذا اس کا خیال کر کے بدنگاہی اور ہر قسم کی بدکاری سے بچو۔ ورنہ وہ اپنے علم کے موافق تم کو مزادے گا۔ ”يُعَلِّمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ“ (مومن رکوع ۲۷) حضرت شاہ صاحبؒ نے ”مَا يَصْنَعُونَ“ سے مراد غالباً جاہلیت کی بے اعتدالیوں لی ہیں۔ یعنی جو بے اعتدالیوں پہلے سے کرتے آ رہے ہو اللہ کو سب معلوم ہے اسی لئے اب اُس نے اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے یہ احکام جاری کیے تا تمہارا تزکیہ ہو سکے۔

♦ **عورتوں کے پردے کے احکام** | سنگار عرف میں خارجی اور کسی آرائش کو کہتے ہیں جو مثلاً لباس یا زیور وغیرہ سے حاصل ہو۔ احقر کے نزدیک یہاں ”زینت“ کا ترجمہ ”سنگار“ کے بجائے ”زیبائش“ کیا جاتا تو زیادہ جامع اور مناسب ہوتا۔ زیبائش کا لفظ ہر قسم کی خلقی اور کسی زینت کو شامل ہے، خواہ وہ جسم کی پیدائشی ساخت سے متعلق ہو یا پوشاک وغیرہ خارجی ٹیپ ٹاپ سے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عورت کو کسی قسم کی خلقی یا کسی زیبائش کا اظہار بجز محارم کے جن کا ذکر آگے آتا ہے کسی کے سامنے جائز نہیں۔ ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اور اس کے ظہور کو بسبب عدم قدرت یا ضرورت کے روک نہیں سکتی، اس کے بجزوری یا بضرورت کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں (بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو) حدیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ اور کفین (ہتھیلیاں) ”اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ میں داخل ہیں۔ کیونکہ بہت سی ضروریات دینی و دنیوی ان کے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اگر انکے چھپانے کا مطلقاً حکم دیا جائے تو عورتوں کے لئے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئے گی۔ آگے فقہاء نے قدیم کو بھی ان ہی اعضاء پر قیاس کیا ہے اور جب یہ اعضاء مستثنی ہوئے تو ان کے متعلقات مثلاً انگوٹھی، چھلایا مہندی، کاجل وغیرہ کو بھی استثناء میں داخل ماننا پڑے گا۔ لیکن واضح رہے کہ ”اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ سے صرف عورتوں کو بضرورت ان کے کھلا رکھنے کی اجازت ہوئی۔ نامحرم مردوں کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ آنکھیں لڑایا کریں اور ان اعضاء کا نظارہ کیا کریں۔ شاید اسی لئے اس اجازت سے پیشتر ہی حق تعالیٰ نے غصہ بصر کا حکم مومنین کو سنا دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک طرف سے کسی عضو کے کھولنے کی اجازت اس کو سترزم نہیں کہ دوسری طرف سے اس کو دیکھنا بھی جائز ہو۔ آخر مرد جن کے لئے پردہ کا حکم نہیں اسی آیت بالا میں عورتوں کو ان کی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا۔ نیز یاد رکھنا چاہئے کہ ان آیات میں محض ستر کا مسئلہ بیان ہوا ہے یعنی اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ اپنے گھر کے اندر ہو یا باہر، عورت کو کس حصہ بدن کا کس کے سامنے کن حالات میں کھلا رکھنا جائز ہے۔ باقی مسئلہ ”حجاب“ یعنی شریعت نے اس کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے اور سیر و سیاحت کرنے کی اجازت دی، یہاں مذکور نہیں۔ اس کی کچھ تفصیل انشاء اللہ سورہ احزاب میں آئے گی۔ اور ہم نے فتنہ کا خوف نہ ہونے کی جو شرط بڑھائی وہ دوسرے دلائل اور قواعد شرعیہ سے ماخوذ ہے جو ادنیٰ تا مل اور مراجعت نصوص سے دریافت ہو سکتی ہیں۔

♦ **اوڑھنی کا حکم اور طریقہ** | بدن کی خلقی زیبائش میں سب سے زیادہ نمایاں چیز سینہ کا ابھار ہے، اس کے مزید ستر کی خاص طور پر تاکید فرمائی اور جاہلیت کی رسم کو مٹانے کی صورت بھی بتلا دی۔ جاہلیت میں عورتیں خمار (اوڑھنی) سر پر ڈال کر اس کے دونوں پلے پشت پر لٹکا لیتی تھیں۔ اس طرح سینہ کی ہیئت نمایاں رہتی تھی۔ یہ گویا حسن کا مظاہرہ تھا۔ قرآن کریم نے بتلا دیا کہ اوڑھنی کو سر پر سے لا کر گریبان پر ڈالنا چاہئے تاکہ اس طرح کان، گردن اور سینہ پوری طرح مستور رہے۔

إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ

مگر اپنے خاوند کے آگے یا اپنے باپ کے یا اپنے خاوند کے باپ کے یا

أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ

اپنے بیٹے کے یا اپنے خاوند کے بیٹے کے یا اپنے بھائی کے یا

بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا

اپنے بھتیجیوں کے یا اپنے بھانجیوں کے یا اپنی عورتوں کے یا

مَلَكَتْ أَيْمَانَهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ

اپنے ہاتھ کے مال کے یا کاروبار کرنے والوں کے یا جو مرد کے

مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَتِ

کچھ غرض نہیں رکھتے یا لڑکوں کے جنہوں نے ابھی نہیں پہچانا عورتوں کے

النِّسَاءِ صَ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ

بھید کو اور نہ ماریں زمین پر اپنے پاؤں کو کہ جانا جائے جو چھپاتی ہیں

زِينَتِهِنَّ ۖ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ

اپنا سنگار اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب مل کر اے ایمان والو

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ﴿۳۱﴾ وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ

تا کہ تم بھلائی پاؤ اور نکاح کر دو رانڈوں کا اپنے اندر اور جو نیک ہوں

مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۖ إِنَّ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِيكُمُ

تمہارے غلام اور لونڈیاں اگر وہ ہوں گے مفلس اللہ ان کو

محرم لوگوں کی تفصیل | چچا اور ماموں کا بھی یہ ہی حکم ہے اور ان محارم میں پھر فرق مراتب ہے، مثلاً جو زینت خاوند کے آگے ظاہر کر سکتی ہے دوسرے محارم کے سامنے نہیں کر سکتی۔ ابدائے زینت کے درجات ہیں جن کی تفصیل تفاسیر اور تفسیر فقہ میں دیکھنی چاہئے۔ یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ جس قدر تستر کا اہتمام اجنبیوں سے تھا، اتنا محارم سے نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک عضو کو ان میں سے ہر ایک کے آگے کھول سکتی ہے۔

یعنی جو عورتیں اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے والی ہیں بشرطیکہ نیک چلن ہوں۔ بدراہ عورتوں کے سامنے نہیں۔ اور بہت سے سلف کے نزدیک اس سے مسلمان عورتیں مراد ہیں۔ کافر عورت اجنبی مرد کے حکم میں ہے۔

یعنی اپنی لونڈیاں (باندیاں) اور بعض سلف کے نزدیک مملوک غلام بھی اس میں داخل ہے اور ظاہر قرآن سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن جمہور ائمہ اور سلف کا یہ مذہب نہیں۔

یعنی کمیرے خدمتگار جو محض اپنے کام سے کام رکھیں اور کھانے سونے میں غرق ہوں، شوخی نہ رکھتے ہوں یا قاتر اعقل پاگل جن کے حواس وغیرہ بھی ٹھکانے نہ ہوں، محض کھانے پینے میں گھر والوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

یا جن لڑکوں کو ابھی تک نسوانی سرائی کی کوئی تمیز نہیں، نہ نفسانی جذبات رکھتے ہیں۔
عورتوں کے چلنے پھرنے کے آداب | یعنی چال ڈھال ایسی نہ ہونی چاہئے کہ زیور وغیرہ کی آواز سے اجانب کو ادھر میلان اور توجہ ہو۔ بسا اوقات اس قسم کی آواز صورت دیکھنے سے بھی زیادہ نفسانی جذبات کے لئے محرک ہو جاتی ہے۔

توبہ کا حکم | یعنی پہلے جو کچھ حرکات ہو چکیں ان سے توبہ کرو اور آئندہ کے لئے ہر مرد و عورت کو خدا سے ڈر کر اپنی تمام حرکات و سکنات اور چال چلن میں انابت اور تقویٰ کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ اس میں دارین کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

دوسرے نکاح کا حکم | اوپر استیذان، غضب بصر اور تستر وغیرہ کے احکام بیان ہوئے تھے، تا بے حیائی اور بدکاری کی روک تھام کی جائے۔ اس آیت میں یہ حکم دیا کہ جن کا نکاح نہیں ہوا یا ہو کر بیوہ اور رنڈوے ہو گئے تو موقع مناسب ملنے پر ان کا نکاح کر دیا کرو۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ”اے علی! تین کاموں میں دیر نہ کر، نماز فرض کا جب وقت آجائے، جنازہ جب موجود ہو، اور رانڈ عورت جب اس کا کفول جائے۔“ جو تو میں رانڈوں کے نکاح پر ناک بھوں چڑھاتی ہیں سمجھ لیں کہ ان کا ایمان سلامت نہیں۔

یعنی لونڈی غلام کو اگر اس لائق سمجھو کہ حقوق زوجیت ادا کر سکیں گے اور نکاح ہو جانے پر مغرور ہو کر تمہاری خدمت نہ چھوڑ بیٹھیں گے تو ان کا بھی نکاح کر دو۔

اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ط وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۲﴾ وَلَيْسْتَ عَفِيفٌ

غنی کر دے گا اپنے فضل سے ♦ اور اللہ کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے ♦ اور اپنے آپ کو تھامتے رہیں

الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ

جن کو نہیں ملتا سامان نکاح کا جب تک مقدور دے ان کو اللہ اپنے

فَضْلِهِ ط وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ

فضل سے ♦ اور جو لوگ چاہیں لکھت آزادی کی مال دے کر ان میں سے کہ جو

أَيْمَانُكُمْ فَكَا تَبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُمْ

تمہارے ہاتھ کے مال ہیں تو ان کو لکھ کر دے دو اگر جھوٹان میں کچھ نیکی (بھلائی) ♦ اور دو ان کو

مِّنْ مَّالِ اللَّهِ الَّذِي أَشْكُرُ ط وَلَا تَكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ

اللہ کے مال سے جو اس نے تم کو دیا ہے ♦ اور نہ زبردستی کرو اپنی چھو کر یوں پر

عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتُغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ

بدکاری کے واسطے اگر وہ چاہیں قید سے (بچے) رہنا کہ تم کمانا چاہو اسباب دنیا کی

الذُّبْيَاءِ وَمَنْ يُكْرِهِنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ

زندگانی کا ♦ اور جو کوئی ان پر زبردستی کرے گا تو اللہ ان کی بے بسی کے پیچھے

عَفْوٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ

بخشنے والا مہربان ہے ♦ اور ہم نے اتاریں تمہاری طرف آیتیں کھلی ہوئی

وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً

اور کچھ حال ان کا جو ہو چکے تم سے پہلے اور نصیحت

❖ **افلاس کی وجہ سے نکاح کو مت چھوڑو** | بعض لوگ نکاح میں اس لئے پس و پیش کیا کرتے ہیں کہ نکاح ہو جانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھے گا۔ انہیں سمجھا دیا کہ ایسے موہوم خطرات پر نکاح سے مت رکو۔ روزی تمہاری اور بیوی بچوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہے کیا معلوم ہے کہ خدا چاہے تو ان ہی کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشائش کر دے۔ نہ مجرد ہنا غنا کا موجب ہے اور نہ نکاح کرنا فقر و افلاس کو مستلزم ہے۔ یہ باتیں حق تعالیٰ کی مشیت پر ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ "وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةَ فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ" (توبہ رکوع ۴) اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے بھی یہ چیز معقول ہے کہ نکاح کر لینے یا ایسا ارادہ کرنے سے آدمی پر بوجھ پڑتا ہے اور وہ پہلے سے بڑھ کر کمائی کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ ادھر بیوی اور اولاد ہو جائے تو وہ بلکہ بعض اوقات بیوی کے کنبہ والے بھی کسب معاش میں اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ بہر حال روزی کی تنگی یا وسعت نکاح یا تجرد پر موقوف نہیں۔ پھر یہ خیال نکاح سے مانع کیوں ہو۔

❖ جس کے حق میں مناسب جانتا ہے کشائش کر دیتا ہے۔

❖ **نکاح ہونے تک پاکدامن رہیں** | یعنی جن کو فی الحال اتنا بھی مقدور نہیں کہ کسی عورت کو نکاح میں لاسکیں تو جب تک خدا تعالیٰ مقدور دے چاہے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں۔ اور عقیف رہنے کی کوشش کریں۔ کچھ بعید نہیں کہ ایسی ضبط نفس اور عفت کی برکت سے حق تعالیٰ ان کو غنی کر دے اور نکاح کے بہترین مواقع مہیا فرمادے۔

❖ **مکاتبت کا حکم** | یعنی کسی کا غلام یا لونڈی کہے یا مزید توثیق کے لئے لکھوانا چاہے کہ میں اتنی مدت میں اس قدر مال تجھ کو کمادوں تو مجھے آزاد کر دے، تو مالک کو چاہئے کہ قبول کر لے اور لکھ دے (اس معاملہ کو 'مکاتبت' کہتے ہیں اور یہ غلاموں کے آزاد کرانے کی ایک خاص صورت ہے) لیکن یہ مالک کو اس وقت قبول کرنا چاہئے جبکہ وہ سمجھے کہ واقعی اس غلام یا لونڈی کے حق میں آزادی بہتر ہو گی۔ قید غلامی سے چھوٹ کر چوری یا بدکاری یا اور طرح کی بد معاشیاں کرتا نہ پھرے گا۔ اگر یہ اطمینان ہو تو بیشک اس کو آزادی کا موقع دینا چاہئے۔ تا وہ آزاد ہو کر اپنی فلاح کے میدانوں میں خوب ترقی کر سکے اور کہیں نکاح کرنا چاہے تو باختیار خود نکاح کر لے۔ غلامی کی وجہ سے میدان تنگ نہ ہو۔

❖ **غلاموں کی مالی امداد** | یہ دو متمند مسلمانوں کو فرمایا کہ ایسی لونڈی غلام کی مالی امداد کرو خواہ زکوٰۃ سے یا عام صدقات و خیرات وغیرہ سے، تا وہ جلد آزادی حاصل کر سکیں، اور اگر مالک بدل کتابت کا کوئی حصہ معاف کر دے، یہ بھی بڑی امداد ہے۔ **تنبیہ** | مصارف زکوٰۃ میں جو **وَفِي السَّرَّابِ** کا ایک مد رکھا ہے وہ ان ہی غلاموں کے آزاد کرانے کا فنڈ ہے۔ خلفائے راشدین کے عہد میں بیت المال سے ایسے غلاموں کی امداد ہوتی تھی۔

❖ **لونڈیوں سے بدکاری کرانا** | جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لونڈیوں سے کسب کراتے تھے۔ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کے پاس کئی لونڈیاں تھیں جن سے بدکاری کرا کر روپیہ حاصل کرتا تھا۔ ان میں بعض مسلمان ہو گئیں تو اس فعل شنیع سے انکار کیا۔ اس پر وہ ملعون زد و کوب کرتا تھا، یہ آیت اسی قصہ میں نازل ہوئی۔ اور اسی شان نزول کی رعایت سے مزید تفسیح کے لئے "إِنْ أَرَدْنَا تَحْصِنَا" اور "لَتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" کی قیود بڑھائی ہیں ورنہ لونڈیوں سے بدکاری کرانا بہر حال حرام ہے اور اس طرح جو کمائی کریں سب ناپاک ہے۔ خواہ لونڈیاں یہ کام رضاء و رغبت سے کریں یا زبردستی اور ناخوشی سے۔ ہاں اگر لونڈیاں نہ چاہیں اور یہ محض دنیا کے حقیر فائدے کے لئے زبردستی مجبور کرے تو اور بھی زیادہ وبال اور انتہائی وقاحت اور بے شرمی کی دلیل ہے۔

❖ یعنی زنا ایسی بری چیز ہے جو جبر و اکراہ کے بعد بھی بری رہتی ہے لیکن حق تعالیٰ محض اپنی رحمت سے "مکرمہ" کی بے بسی اور بیچارگی کو دیکھ کر درگزر فرماتا ہے۔ اس صورت میں مکرمہ (زبردستی کر نیوالے) پر سخت عذاب ہوگا اور مکرمہ پر (جس پر زبردستی کی گئی) رحم کیا جائے گا۔

لِلْمُتَّقِينَ ۴ (۳۳) اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ مِثْلُ

ڈرنے والوں کو اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی مثال

نُورِهِ كَمِثْلِ شَوْكَةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ

اس کی روشنی کی جیسے ایک طاق اس میں ہو ایک چراغ وہ چراغ دھرا ہو ایک شیشہ میں

الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ

وہ شیشہ ہے جیسے ایک تارہ چمکتا ہو تیل جلتا ہے اس میں ایک برکت کے درخت کا

زَيْتُونَةٍ ۖ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ

وہ زیتون ہے نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف قریب ہے (لگتا ہے) اس کا تیل کہ روشن ہو جائے اگرچہ

لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۖ نُورٌ عَلَى نُورٍ ۗ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن

نہ لگی ہو اس میں آگ روشنی پر روشنی اللہ راہ دکھلا دیتا ہے اپنی روشنی کی جس کو

يَشَاءُ ۖ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ

چاہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے واسطے اور اللہ سب

قرآن کریم میں گزشتہ اقوام کے حالات | یعنی قرآن میں سب کچھ نصیحتیں، احکام اور گزشتہ اقوام کے عبرتناک واقعات بیان کر دیئے گئے ہیں تا خدا کا ڈر رکھنے والے سن کر نصیحت و عبرت حاصل کریں اور اپنے انجام کو سوچیں۔ یا مَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا سَعَةً مَّرَادِيَهُ هُوَ كَمَا هِيَ فِي الْأَمْثَلِ مِثْلُهَا فِي الْأَمْثَلِ اس کی طرح کی حدود اور احکام جاری کئے گئے تھے جو اس سورت میں مذکور ہوئے۔ اور بعض قصے بھی اس قصہ "افک" کے مشابہ پیش آئے جو سورت ہذا میں بیان کیا گیا ہے۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم صدیقہ اور حضرت یوسف صدیق کی دشمنوں کے بہتان سے براءت ظاہر فرمائی، عائشہ صدیقہ بنت الصدیق کی براءت اور بزرگی بھی تا قیام قیامت صادقین کے قلوب میں نقش فی الحجر کر دی۔ اور دشمنوں کا منہ کالا کیا۔

اللذین و آسمان کا نور ہے | یعنی اللہ سے رونق اور بستی ہے زمین اور آسمان کی، اس کی مدد نہ ہو تو سب ویران ہو جائیں (موضح القرآن) سب مخلوق کو نور وجود اسی سے ملا ہے۔ چاند، سورج، ستارے، فرشتے اور انبیاء و اولیاء میں جو ظاہری یا باطنی روشنی ہے اسی منبع النور سے مستفاد ہے۔ ہدایت و معرفت کا جو چکر کسی کو پہنچتا ہے اسی بارگاہ رفیع سے پہنچتا ہے۔ تمام علویات و سفلیات اس کی آیات تکوینیہ و تنزیلیہ سے منور ہیں۔ حسن و جمال یا خوبی و کمال کی کوئی چمک اگر کہیں نظر پڑتی ہے وہ اسی کے وجہ منور اور ذات مبارک کے جمال و کمال کا ایک پرتو ہے۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ طائف میں جب لوگوں نے حضور کو ستایا تو یہ دعا زبان پر تھی ”أَعُوذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِي أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَنْ يَجِلَّ بِي غَضَبُكَ أَوْ يَنْزِلَ بِي سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبَى حَتَّى تَرْضَى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ رات کی تاریکی میں آپ اپنے رب کو ”أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ کہہ کر پکارا کرتے اور اپنے کان، آنکھ، دل ہر عضو بلکہ بال بال میں اس سے نور طلب فرماتے تھے اور اخیر میں بطور خلاصہ فرماتے۔ ”وَاجْعَلْ لِي نُورًا يَا وَاعْظِمْ لِي نُورًا“ یا واجْعَلْنِي نُورًا“ یعنی میرے نور کو بڑھا بلکہ مجھے نور ہی نور بنا دے۔ اور ایک حدیث میں ہے۔ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ ثُمَّ أَلْقَى عَلَيْهِمْ مِنْ نُورِهِ فَمَنْ أَصَابَهُ مِنْ نُورِهِ يَوْمئِذٍ اهْتَدَى وَمَنْ أَخْطَاهُ ضَلَّ (فتح الباری ۱/۶۳۰) یعنی جس کو اس وقت اللہ کے نور (توفیق) سے حصہ ملا وہ ہدایت پر آیا اور جو اس سے چوکا گمراہ رہا۔ واضح رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات مثلاً سمع بصر وغیرہ کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی۔ ایسے ہی صفت نور بھی ہے ممکنات کے نور پر قیاس نہ کیا جائے تفصیل کے لئے امام غزالی کا رسالہ ”مشکوٰۃ الانوار“ دیکھو۔“

شَيْءٍ عَلَيْهِمْ ۚ فِي بُيُوتِ اٰذِنِ اللّٰهُ اَنْ تَرْفَعَهُ وَيُذَكِّرَ

چیز کو جانتا ہے ۚ ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ۚ ان کو بلند کرنے کا ۚ اور وہاں

فِيهَا اَسْمُهُ ۚ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۚ

اس کا نام پڑھنے کا ۚ یاد کرتے ہیں اس کی وہاں ۚ صبح اور شام

رِجَالٌ ۙ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّوَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَا

وہ مرد ۙ کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور

اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيتَاءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ

نماز قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے ۙ ڈرتے رہتے ہیں اس دن سے جس میں

فِيهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۚ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا

الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں ۙ تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ ان کے بہتر سے

عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ

بہتر کاموں کا اور زیادتی دے ان کو اپنے فضل سے ۙ اور اللہ روزی دیتا ہے جس کو

بِشَآءٍ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَعْمَالُهُمْ

چاہے بے شمار ۙ اور جو لوگ منکر ہیں ان کے کام

یعنی یوں تو اللہ تعالیٰ کے نور سے تمام موجودات کی نمود ہے۔ لیکن مومنین مہتدین کو نور الہی سے ہدایت و عرفان کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے

اس مثال کی ایک عمدہ توجیہہ | اس کی مثال ایسی سمجھو گویا مومن قانت کا جسم ایک طاق کی طرح ہے جس کے اندر ایک

ستارہ کی طرح چمک دار شیشہ (قندیل) رکھا ہو۔ یہ شیشہ اس کا قلب ہو جس کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ اس شیشہ (قندیل) میں

معرفت و ہدایت کا چراغ روشن ہے، یہ روشنی ایسے صاف و شفاف اور لطیف تیل سے حاصل ہو رہی ہے جو ایک نہایت ہی مبارک

درخت (زیتون) سے نکل کر آیا ہے اور زیتون بھی وہ جو کسی حجاب سے نہ مشرق میں ہو نہ مغرب میں یعنی کسی طرف دھوپ کی روک

نہیں کھلے میدان میں کھڑا ہے جس پر صبح و شام دونوں وقت کی دھوپ پڑتی ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایسے زیتون کا تیل اور بھی

تفسیر عثمانی

زیادہ لطیف و صاف ہوتا ہے۔ غرض اس کا تیل اس قدر صاف اور چمکدار ہے کہ بدون آگ دکھلائے ہی معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود روشن ہو جائے گا۔ یہ تیل میرے نزدیک اسی حسن استعداد اور نور توفیق کا ہوا جو نور مبارک کے القاء سے بدء فطرت میں مومن کو حاصل ہوا تھا۔ جیسا کہ اوپر کے فائدہ میں گذر چکا اور جس طرح شجرہ مبارک کو ”لَا شَرْقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ“ فرمایا تھا وہ نور ربانی بھی جہت کی قید سے پاک ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مومن کا شیشہء دل نہایت صاف ہوتا ہے اور خدا کی توفیق سے اس میں قبول حق کی ایسی زبردست استعداد پائی جاتی ہے کہ بدون دیاسلائی دکھائے ہی جل اٹھنے کو تیار ہوتا ہے۔ اب جہاں ذرا آگ دکھائی یعنی وحی و قرآن کی تیز روشنی نے اس کو مس کیا فوراً اس کی فطری روشنی بھڑک اٹھی۔ اسی کو ”نُورٌ عَلٰی نُورٍ“ فرمایا۔ باقی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، جس کو چاہے اپنی روشنی عنایت فرمائے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کس کو یہ روشنی ملنی چاہئے کس کو نہیں۔ ان عجیب و غریب مثالوں کا بیان فرمانا بھی اسی غرض سے ہے کہ استعداد رکھنے والوں کو بصیرت کی ایک روشنی حاصل ہو۔ حق تعالیٰ ہی تمثیل کے مناسب موقع و محل کو پوری طرح جانتا ہے، کسی دوسرے کو قدرت کہاں کہ ایسی موزوں و جامع مثال پیش کر سکے۔ آگے فرمایا کہ وہ روشنی ملتی ہے اس سے کہ جن مسجدوں میں کامل لوگ صبح و شام بندگی کرتے ہیں وہاں دھیان لگا رہے۔ تنبیہ | مفسرین نے تشبیہ کی تقریر بہت طرح کی ہے، حضرت شاہ صاحب نے بھی موضح القرآن میں نہایت لطیف و عمیق تقریر فرمائی ہے مگر بندہ کے خیال میں جو توجیہ آئی وہ درج کر دی۔ وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْتَقُونَ مَذَاهِبَ وَاضِحٌ رَّحْمَةً لِّمَنْ يَّرْتَدُّ“ اور ”وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ“ میں جس نار کی طرف اشارہ ہے میں نے مشبہ میں اس کی جگہ وحی و قرآن کو رکھا ہے۔ اس کا ماخذ وہ فائدہ ہے جو حضرت شاہ صاحب نے ”مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا“ پر لکھا ہے اور جس کی تائید صحیحین کی ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ ”اِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ النَّارِ اسْتَوْقَدَ نَارًا اَفَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي يَقَعْنَ فِيْهَا“ الخ

مسجد کی تعظیم و تطہیر | ان کی تعظیم و تطہیر کا حکم دیا یعنی ان کی خبر گیری کی جائے اور ہر قسم کی گندگی اور لغو افعال و اقوال سے پاک رکھا جائے۔ مساجد کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ وہاں پہنچ کر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔

تسبیح و تہلیل اور تلاوت قرآن وغیرہ سب اذکار اس میں شامل ہیں۔

یعنی تمام مناسب اوقات میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا کہ ”عُدُوْا“ سے صبح کی نماز مراد ہے۔ اور ”اصال“ میں باقی چاروں نمازیں داخل ہیں۔ کیونکہ اصیل زوال شمس سے صبح تک کے اوقات پر بولا جاتا ہے۔

رجال اللہ کبھی غافل نہیں ہوتے | یعنی معاش کے دھندے ان کو اللہ کی یاد اور احکام الہیہ کی بجا آوری سے غافل نہیں کرتے۔ بڑے سے بڑا بیوپار یا معمولی خرید و فروخت کوئی چیز خدا کے ذکر سے نہیں روکتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہی شان تھی۔

یعنی اس روز دل وہ باتیں سمجھ لیں گے جو ابھی تک نہ سمجھے تھے اور آنکھیں وہ ہولناک واقعات دیکھیں گی جو کبھی نہ دیکھے تھے۔ قلوب میں کبھی نجات کی توقع پیدا ہوگی، کبھی ہلاکت کا خوف۔ اور آنکھیں کبھی داہنے کبھی بائیں دیکھیں گی کہ دیکھئے کس طرح سے پکڑے جائیں، یا کس جانب سے اعمال نامہ ہاتھ میں دیا جائے۔

یعنی اچھے کاموں کا جو صلہ مقرر ہے وہ ملے گا۔ اور حق تعالیٰ کے فضل سے اور زیادہ دیا جائے گا جس کی تفصیل و تعین ابھی نہیں کی جا سکی۔

یعنی اس کے ہاں کیا کمی ہے، اگر جنتیوں کو بچھو حساب عنایت فرمائے تو کچھ مشکل نہیں۔

كَسْرَابٍ بِقَيْعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّهَانُ مَاءً حَمًا إِذَا جَاءَهُ

جیسے ریت جنگل میں پیاسا جانے اس کو پانی یہاں تک کہ جب پہنچا اس پر

لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهُ عِنْدَهُ فَوْقَهُ حِسَابًا

اس کو کچھ نہ پایا اور اللہ کو پایا اپنے پاس پھر اس کو پورا پہنچا دیا اس کا لکھا

وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ أَوْ كُظُمْتُ فِي بَحْرِ لُجِّي

اور اللہ جلد لینے والا ہے حساب یا جیسے اندھیرے گہرے دریا میں

يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ

چڑھی آتی ہے اس پر ایک لہر اس پر ایک اور لہر اس کے اوپر بادل

ظَلِمْتُ بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ

اندھیرے ہیں ایک پر ایک جب نکالے اپنا ہاتھ

يَكْدُ بِرُيْهَاءٍ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ

لگتا نہیں کہ اس کو وہ سوچھے اور جس کو اللہ نے ندی روشنی اس کے واسطے

مِنْ نُورٍ ﴿۴۰﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مِنْ فِي السَّمَوَاتِ

کہیں نہیں روشنی کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کی یاد کرتے ہیں جو کوئی ہیں آسمان

وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَفَّتْ كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَ

وزمین میں اور اڑتے جانور پر کھولے ہوئے ہر ایک نے جان رکھی ہے اپنی طرح کی بندگی اور

تَسْبِيحَهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۴۱﴾ وَ لِلَّهِ مُلْكُ

یاد اور اللہ کو معلوم ہے جو کچھ کرتے ہیں اور اللہ کی حکومت ہے

❖ کفار کے اعمال کی مثال | کافر دو قسم کے ہیں ایک وہ جو اپنے زعم اور عقیدہ کے موافق کچھ اچھے کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کام آئیں گے۔ حالانکہ اگر کوئی کام بظاہر اچھا بھی ہو تو کفر کی شامت سے وہ عند اللہ مقبول و معتبر نہیں۔ ان فریب خوردہ کافروں کی مثال ایسی سمجھو کہ دو پہر کے وقت جنگل میں ایک پیاسے کو دور سے پانی دکھائی دیا اور وہ حقیقت میں چمکتی ہوئی ریت تھی۔ پیاسا شدت تشنگی سے بیتاب ہو کر وہاں پہنچا، دیکھا تو پانی وانی کچھ نہ تھا، ہاں ہلاکت کی گھڑی سامنے کھڑی تھی اور اللہ تعالیٰ عمر بھر کا حساب لینے کے لئے موجود تھا، چنانچہ اسی اضطراب و حسرت کے وقت اللہ نے اس کا سب حساب ایک دم میں چکا دیا۔ کیونکہ وہاں حساب کرتے کیا دیر لگتی ہے۔ ہاتھوں ہاتھ عمر بھر کی شرارتوں اور غفلتوں کا بھگتان کر دیا گیا۔ دوسرے وہ ہیں جو سر سے پاؤں تک دنیا کے مزوں میں غرق اور جہل و کفر، ظلم و عصیان کی اندھیرویوں میں پڑے غوطے کھا رہے ہیں ان کی مثال آگے بیان فرمائی۔ ان کے پاس روشنی کی اتنی بھی چمک نہیں جتنی سراب پر دھوکہ کھانے والے کو نظر آتی تھی۔ یہ لوگ خالص اندھیرویوں اور تہہ برتہ ظلمات میں بند ہیں کسی طرف سے روشنی کی شعاع اپنے تک نہیں پہنچنے دیتے۔ نعوذ باللہ منها۔

❖ یعنی سمندر کی تہ میں خود دریا کا اندھیرا، اس پر طوفانی لہریں جو ایک پر ایک چڑھی آتی ہیں۔ پھر سب کے اوپر گھٹا بادل کا اندھیرا، اور رات کا وقت فرض کیا جائے تو ان اندھیرویوں میں اور اضافہ ہو جائے گا۔

❖ یعنی اپنا ہاتھ اٹھا کر آنکھوں سے قریب کر کے دیکھے تو اندھیرے کی وجہ سے نظر نہ آئے جس کو ہمارے یہاں کہتے ہیں کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں پہچانتا۔

❖ اوپر مومنین کے ذکر میں جو ”يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ“ فرمایا تھا، یہ جملہ اس کے مقابل ہوا یعنی جس کو خدا تعالیٰ نور تو توفیق نہ دے اسے اور کون روشنی پہنچا سکتا ہے۔ ان کی استعداد خراب تھی توفیق نہ ملی۔ اور دریا کی تہ میں گر کر انہوں نے سب دروازے روشنی کے اپنے اوپر بند کر لئے۔ پھر نور آئے تو کدھر سے آئے۔

❖ مخلوقات اور پرندوں کی تسبیح | شاید اڑتے جانوروں کا علیحدہ ذکر اس لئے کیا کہ وہ اس وقت آسمان اور زمین کے بیچ میں معلق ہوتے ہیں۔ اور ان کا اس طرح ہوا میں اڑتے رہنا قدرت کی بڑی نشانی ہے۔

❖ یعنی حق تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو اس کے حال کے مناسب جو طریقہ انابت و بندگی اور تسبیح خوانی کا الہام فرمایا اس کو سمجھ کر وہ اپنا وظیفہ ادا کرتی رہتی ہے۔ لیکن افسوس و تعجب کا مقام ہے کہ بہت سے انسان کہلانے والے غرور و غفلت اور ظلمتِ جہالت میں پھنس کر مالکِ حقیقی کی یاد اور ادائے وظیفہ عبودیت سے بے بہرہ ہیں۔ تنبیہ | مخلوقات کی تسبیح کے متعلق پندرہویں پارہ میں ربع کے قریب کچھ مضمون گذر چکا۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو تسبیح کی وصیت کی اور فرمایا: ”وَأَنَّهَا لَصَلْوَةُ الْخَلْقِ“۔ (یہ ہی باقی مخلوق کی نماز ہے)۔

❖ یعنی ان کی بندگی اور تسبیح کو خواہ تم نہ سمجھو، لیکن حق تعالیٰ کو سب معلوم ہے کہ کون کیا کرتا ہے۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿۴۲﴾ أَلَمْ تَرَ

آسمان اور زمین میں اور اللہ ہی تک پھر جانا ہے ﴿۴۲﴾ تو نے نہ دیکھا

أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي السَّحَابَ ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ

کہ اللہ ہانک لاتا ہے بادل کو (بادلوں کو) پھر ان کو ملا دیتا ہے پھر ان کو رکھتا ہے

رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنْ

تہ بہ تہ پھر تو دیکھے مین نکلتا ہے اس کے بیچ سے ﴿۴۳﴾ اور اتارتا ہے

السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ

آسمان سے اس میں جو پہاڑ ہیں اولوں کے پھر وہ ڈالتا ہے

مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ طَبِيبًا كَادُ سَنَا بَرْقِهِ

جس پر چاہے اور بچا دیتا ہے جس سے چاہے ﴿۴۴﴾ ابھی اس کی بجلی کی کوند (چمک)

يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ط

لے جائے آنکھوں کو ﴿۴۳﴾ اللہ بدلتا ہے رات اور دن کو ﴿۴۳﴾

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللَّهُ

اس میں دھیان کرنے کی جگہ ہے آنکھ والوں کو ﴿۴۴﴾ اور اللہ نے

خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَمْشِي عَلَى

بنایا ہر پھرنے والے کو ایک پانی سے ﴿۴۵﴾ پھر کوئی ہے کہ چلتا ہے اپنے

بَطْنِهِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَمْشِي عَلَى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ

پیٹ پر اور کوئی ہے کہ چلتا ہے دو پاؤں پر ﴿۴۵﴾ اور کوئی ہے

۱ اللہ کی حکومت ہر شے پر حاوی ہے | یعنی جیسے اس کا علم سب کو محیط ہے، اُس کی حکومت بھی تمام علویات و سفلیات پر حاوی ہے اور سب کو آخر کار اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ آگے اپنے حاکمانہ اور قادرانہ تصرفات کو بیان فرماتے ہیں۔

۲ بادلوں کے نظام میں اللہ کی نشانیاں | یعنی ابتداء میں بادل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اٹھتے ہیں پھر مل کر بڑا بادل بن جاتا ہے۔ پھر بادلوں کی تہ پر تہ جمادی جاتی ہے۔

۳ پہاڑ اور اولے | یعنی جیسے زمین میں پتھروں کے پہاڑ ہیں، بعض سلف نے کہا کہ اسی طرح آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہیں۔ مترجم رحمہ اللہ نے اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے۔ لیکن زیادہ راجح اور قوی یہ ہے کہ ”سما“ سے بادل مراد ہو۔ مطلب یہ ہے کہ بادلوں سے جو کثیف اور بھاری ہونے میں پہاڑوں کی طرح ہیں، اولے برساتا ہے جس سے بہتوں کو جانی یا مالی نقصان پہنچ جاتا ہے اور بہت سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ مشہور ہے کہ اولے کی چھال بیل کے ایک سینگ پر پڑتی ہے اور دوسرا سینگ خشک رہ جاتا ہے۔

۴ برق کی چمک | یعنی بجلی کی چمک اس قدر تیز ہوتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، قریب ہے کہ بینائی جاتی رہے۔

۵ دن اور رات کی تبدیلی | یعنی دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن اسی کی قدرت سے آتا ہے۔ وہ ہی کبھی رات کو کبھی دن کو گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے، اور ان کی گرمی کو سردی سے، سردی کو گرمی سے تبدیل کرتا ہے۔

۶ قدرت کے ان مظاہر کا مطالبہ | یعنی چاہئے کہ قدرت کے ایسے عظیم الشان نشانات دیکھ کر آدمی بصیرت و عبرت حاصل کرے اور اس شہنشاہ حقیقی کی طرف سچے دل سے رجوع ہو جس کے قبضہ میں ان تمام تصرفات و تقلبات کی باگ ہے۔

۷ اس کے لئے سترھویں پارہ کے تیسرے رکوع میں آیت ”وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ“ کا فائدہ دیکھنا چاہئے۔

۸ جیسے سانپ اور مچھلی۔

۹ جیسے آدمی اور طیور۔

مَنْ يَمْسِسْ عَلَىٰ أَرْبَعٍ يُخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ

کہ چلتا ہے چار پر ۱ بناتا ہے اللہ جو چاہتا ہے بیشک اللہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٥﴾ لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ ۗ وَاللَّهُ

ہر چیز کر سکتا ہے ہم نے اتاریں آیتیں کھول کھول کر بتلائے والی اور اللہ

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٣٦﴾ وَيَقُولُونَ

چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ پر ۲ اور لوگ کہتے ہیں

أَمَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ

ہم نے مانا اللہ کو اور رسول کو اور حکم میں آگئے پھر پھر جاتا ہے ایک فرقہ

مِنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ ۗ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٣٧﴾ وَ

ان میں سے اس کے پیچھے اور وہ لوگ نہیں ماننے والے اور

إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا

جب ان کو بلائے اللہ اور رسول کی طرف کہ ان میں قضیہ چکائے تبھی

فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٣٨﴾ وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ

ایک فرقہ کے لوگ ان میں منہ موڑتے ہیں اور اگر ان کو کچھ پہنچتا ہو (حق ملتا ہو)

يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٣٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَمْ

تو چلے آئیں اس کی طرف قبول کر کر کیا ان کے دلوں میں روگ ہے یا

أَرْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولَهُ ۗ

دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں یا ڈرتے ہیں کہ بے انصافی کرے گا ان پر اللہ اور اس کا رسول

جیسے گائے بھینس وغیرہ۔

یعنی کسی جانور کو چار سے زائد پاؤں دیئے ہوں تو بعید نہیں۔ اس کی لامحدود قدرت و مشیت کو کوئی محصور نہیں کر سکتا۔

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے | یعنی آیات تکوینیہ و تنزیلیہ تو اس قدر واضح ہیں کہ انہیں دیکھ کر اور سن کر چاہیے کوئی آدمی نہ بہکے لیکن سیدھی راہ پر چلتا وہ ہی ہے جسے خدا تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی ہو۔ لاکھوں آدمی یہ کھلی کھلی نشانیاں دیکھتے ہیں پر نتیجہ کے اعتبار سے ان کا دیکھنا نہ دیکھنا برابر ہے۔

منافقین کا بیان | یہ منافقین کا ذکر ہے۔ وہ زبان سے دعوے ایمان و اطاعت کا کیا کرتے تھے اور جب عمل کا وقت آتا تو پھر جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں شروع سے ایمان و انقیاد موجود ہی نہ تھا۔ جو کچھ زبانی جمع خرچ تھا امتحان و ابتلاء کے وقت اس کی بھی قلعی کھل جاتی تھی۔

منافقین کی ہوا پرستی | یعنی اگر ان کا جھگڑا کسی سے ہو گیا اور سمجھتے ہوں کہ ہم ناحق پر ہیں اس وقت اگر دوسرا فریق کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چل کر اس معاملہ کو طے کرالو تو یہ منافق رضا مند نہیں ہوتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حضور یقیناً بلا رور عایت حق کے موافق فیصلہ کریں گے جو ان کے مفاد کے خلاف پڑے گا۔ حالانکہ پہلے سے یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ ہم اللہ و رسول پر ایمان لانے اور ان کا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ اب وہ دعویٰ کہاں گیا۔ ہاں فرض کیجئے اگر کسی معاملہ میں حق ان کی جانب ہو تو اس وقت بہت جلدی سے گردن جھکا کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو جائیں اور فیصلہ کا انحصار حضور کی ذات مبارک پر کر دیں گے۔ کیونکہ سمجھتے ہیں عدالت سے ہمارے موافق فیصلہ ہوگا۔ تو یہ ایمان و اسلام کیا ہوا، محض ہوا پرستی ہوئی۔

روگ یہ کہ خدا اور رسول کو سچ مانا لیکن حرص نہیں چھوڑتی کہ کہے پر چلیں جیسے بیمار چاہتا ہے چلے اور پاؤں نہیں اٹھتا۔

بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ

ایمان والوں کی



کچھ نہیں وہ ہی لوگ بے انصاف ہیں

الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ

تو

فیصلہ کرنے کو ان میں

کہ جب بلائے ان کو اللہ اور رسول کی طرف

بات یہی تھی (ہے)

يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾



اور وہ لوگ کہ انہی کا بھلا ہے

اور حکم مان لیا

کہیں ہم نے سن لیا

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ

سو وہ ہی

اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اس کے رسول کے

اور ڈرتا رہے اللہ سے اور بچ کر چلے اس سے

اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اس کے رسول کے

هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ

اپنی تاکید کی (سخت) قسمیں

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی



لوگ ہیں مراد کو پہنچنے والے

لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لِيَخْرُجُنَّ قُلُوبَهُمْ لَأَنْقَسِمُوا بِطَاعَتِهِ

حکم برداری چاہئے

تو کہہ قسمیں نہ کھاؤ

تو سب کچھ چھوڑ کر نکل جائیں

کہ اگر تو حکم کرے

مَعْرُوفَةً وَإِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٣﴾ قُلْ

تو کہہ

جو تم کرتے ہو

البتہ اللہ کو خبر ہے

جو دستور ہے (دستور کے موافق)

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا

تو اس کا (رسول کا)

پھر اگر تم منہ پھیرو گے

اور حکم مانو رسول کا

حکم مانو اللہ کا

عَلَيْهِ مَا حُمِّلْتُمْ ۚ وَإِنْ تُطِيعُوهُ

اور اگر اس کا کہنا مانو

اور تمہارا ذمہ ہے جو بوجھ تم پر رکھا

ذمہ ہے جو بوجھ اس پر رکھا

یعنی خدا اور رسول کی بابت کوئی دھوکہ لگا ہوا ہے اور حضور کی صداقت یا اللہ کے وعدہ و وعید میں کوئی شک و شبہ ہے؟ یا یہ گمان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے معاملات کا خلاف انصاف فیصلہ کریں گے؟ اس لئے ان کی عدالت میں مقدمہ لے جانے سے کتراتے ہیں۔ سو یاد رکھو وہاں تو ظلم و بے انصافی کا احتمال ہی نہیں۔ ہاں خود ان ہی لوگوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے۔ چاہتے ہیں کہ اپنا حق پورا وصول کر لیں اور دوسروں کا ایک پیسہ نہ دیں۔ اسی لئے ان معاملات کو خدائی عدالت میں لانے سے گھبراتے ہیں جن میں سمجھتے ہیں کہ رسول کا منصفانہ فیصلہ ہمارے مطلب کے خلاف ہوگا۔ یہ تو منافقین کا ذکر تھا، آگے ان کے بالمقابل مخلصین کی اطاعت و فرمانبرداری کو بیان فرماتے ہیں۔

مومنین کا طریقہ | یعنی سچے مسلمان کا کام یہ ہوتا ہے اور یہ ہونا چاہئے کہ جب کسی معاملہ میں انکو خدا اور رسول کی طرف بلا یا جائے خواہ اس میں بظاہر ان کا نفع ہو یا نقصان۔ ایک منٹ کا توقف نہ کریں۔ فی الفور ”سَمْعًا و طَاعَةً“ کہہ کر حکم ماننے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اسی میں ان کی اصلی بھلائی اور حقیقی فلاح کا راز مضمر ہے۔

یعنی جو فی الحال فرمانبردار ہو، گذشتہ تفصیلات پر نادم ہو کر اور خدا سے ڈر کر توبہ کرے اور آئندہ برے راستہ سے بچ کر چلے، اسی کے لئے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

منافقوں کی جھوٹی قسمیں | یعنی منافقین بڑی سخت تاکید قسمیں کھا کر آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ہم کو آپ حکم دیں تو سب گھر بار چھوڑ کر خدا کے راستہ میں نکل جانے کے لئے تیار ہیں ذرا حضور اشارہ فرمائیں تو سب مال و دولت اللہ کے راستہ میں لٹا کر الگ ہو جائیں۔ اس پر فرمایا کہ اس قدر منہ بھر کر لمبی چوڑی قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری فرمانبرداری کی حقیقت سب معلوم ہو چکی کہ زبان سے دعوے بہت کیا کرتے ہو۔ اور عمل کا وقت آئے تو آہستہ سے کھسک جاتے ہو۔ چاہئے کہ سچے مسلمانوں کے دستور کے موافق حکم برداری کر کے دکھلاؤ زبانی قسمیں کھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ فرض کرو تم قسمیں کھا کر بندوں کو اپنی بات کا یقین دلادو۔ لیکن اللہ کے آگے کسی کی چالاکی اور فریب نہیں چل سکتا۔ وہ تو تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں کی خبر رکھتا ہے۔ آگے چل کر تمہاری مکاری اور نفاق کا پردہ فاش کر دے گا۔

تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿۵۲﴾

مگر پہنچا دینا کھول کر

اور پیغام لانے والے کا ذمہ نہیں

تو راہ پاؤ

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور کیے ہیں انہوں نے نیک کام

جو تم میں ایمان لائے ہیں

وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ

جیسا حاکم کیا تھا ان سے

ملک میں

البتہ پیچھے (بعد کو) حاکم کر دے گا ان کو

قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمْكِنَنَّ لَهُمْ دِينُهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ

جو پسند کر دیا ان کے واسطے

اور جمادے گا ان کے لیے دین ان کا

انگلوں کو

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا

میری بندگی کریں گے

ان کے ڈر کے بدلے میں امن

اور دے گا ان کو

يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ

سو وہ ہی لوگ ہیں

اس کے پیچھے

اور جو کوئی ناشکری کرے گا

شریک نہ کریں گے میرا کسی کو

هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۵۵﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

اور دیتے رہو زکوٰۃ

اور قائم رکھو نماز

نافرمان

وَاطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ

نہ خیال کر

تا کہ تم پر رحم ہو

اور حکم پر چلو رسول کے

الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ

اور ان کا ٹھکانا آگ ہے

تھکا دیں گے بھاگ کر ملک میں

کہ یہ جو کافر ہیں

قبول حق کی ذمہ داری پوری کرو یعنی پیغمبر پر خدا کی طرف سے تبلیغ کا بوجھ رکھا گیا ہے، سو اس نے پوری طرح ادا کر دیا۔ اور تم پر جو بوجھ ڈالا گیا وہ تصدیق و قبول حق کا ہے، اور یہ کہ اسکے ارشاد کے موافق چلو۔ اگر تم اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے اس کے احکام کی تعمیل کرو گے تو کامیابی و آرزو کی راہ پاؤ گے اور دنیا و آخرت میں خوش رہو گے ورنہ پیغمبر کا کچھ نقصان نہیں، تمہاری شرارت و سرکشی کا خمیازہ تم کو ہی بھگتنا پڑے گا۔ پیغمبر تو اپنا فرض ادا کر کے عند اللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے۔ آگے اطاعت رسول کے بعض ثمرات بیان فرماتے ہیں جن کا سلسلہ دنیا ہی میں شروع ہو جائے گا۔

صحابہ کرام سے حکومت کا وعدہ | یہ خطاب فرمایا حضرت کے وقت کے لوگوں کو یعنی جو ان میں اعلیٰ درجہ کے نیک اور رسول کے کامل تابع ہیں رسول کے بعد ان کو زمین کی حکومت دے گا اور جو دین اسلام خدا کو پسند ہے ان کے ہاتھوں سے دنیا میں اس کو قائم کرے گا۔ گویا جیسا کہ لفظ استخلاف میں اشارہ ہے وہ لوگ محض دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ ہوں گے۔ بلکہ پیغمبر کے جانشین ہو کر آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے اور دین حق کی بنیادیں جمائیں گے اور خشکی و تری میں اس کا سکہ بٹھلا دیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کو کفار کا خوف مرعوب نہ کرے گا وہ کامل امن و اطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہیں گے اور دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہوگا۔ ان مقبول و معزز بندوں کی ممتاز شان یہ ہوگی کہ وہ خالص خدائے واحد کی بندگی کریں گے جس میں ذرہ برابر شرک کی آمیزش نہ ہوگی۔ شرک جلی کا تو وہاں ذکر کیا ہے شرک خفی کی ہوا بھی ان کو نہ پہنچے گی۔ صرف ایک خدا کے غلام ہونگے، اسی سے ڈریں گے اسی سے امید رکھیں گے۔ اسی پر بھروسہ کریں گے اسی کی رضا میں ان کا جینا اور مرنا ہوگا۔ دوسری ہستی کا خوف و ہراس ان کے پاس نہ پھٹکے گا۔ نہ کسی دوسرے کی خوشی ناخوشی کی پروا کریں گے۔

اس وعدے کا ایفاء | الحمد للہ۔ کہ یہ وعدہ الہی چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر پورا ہوا۔ اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشین گوئی کے ایک ایک حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خلفائے اربعہ کے بعد بھی کچھ بادشاہان اسلام وقتاً فوقتاً اس نمونہ کے آتے رہے اور جب اللہ چاہے گا آئندہ بھی آئیں گے۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخری خلیفہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہونگے جنکے متعلق عجیب و غریب بشارات سنائی گئی ہیں۔ وہ خدا کی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور خارق عادت جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سے اسلام کا کلمہ بلند کریں گے۔ "اللَّهُمَّ احْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهِ وَارْزُقْنَا شَهَادَةَ فِي سَبِيلِكَ اِنَّكَ وَاَسِعُ الْمَغْفِرَةَ وَذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ" تنبیہ

خلفائے اربعہ کی فضیلت | اس آیت استخلاف سے خلفائے اربعہ کی بڑی بھاری فضیلت و منقبت نکلتی ہے۔ ابن کثیر نے اس کے تحت میں عہد نبوت سے لیکر عہد عثمانی تک کی فتوحات کو درجہ بدرجہ بیان کیا ہے اور آخر میں یہ الفاظ لکھے ہیں: "وَجِبِي الْخَرَاجَ مِنَ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِلَى حَضْرَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَذَلِكَ بِبَرَكَاتِهِ تَبَارَكَ وَجَدَّاسَتِهِ وَجَمْعِهِ الْأُمَّةَ عَلَى حِفْظِ الْقُرْآنِ وَلِهَذَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ فَرَأَيْتَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَسَيَلُغُ مُلْكُ أُمَّتِي مَا زَوَى لِي مِنْهَا فَهِيَ نَحْنُ نَتَقَلَّبُ فِيهَا وَعَدْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَتَسْأَلُ اللَّهُ الْإِيمَانَ بِهِ وَبِرَسُولِهِ وَالْقِيَامَ بِشُكْرِهِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي يُرَضِيهِ عَنَّا۔"

یعنی ایسے انعامات عظیمہ کے بعد ناشکری کرنا بہت ہی بڑے نافرمان اور بیکڑ مجرم کا کام ہے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو کوئی خلفاء اربعہ کی خلافت (اور ان کے فضل و شرف) سے منکر ہوا۔ ان الفاظ سے اس کا حال سمجھا گیا۔ "رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلَا خَوَاتِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ"

حصول رحمت کا طریقہ | یعنی خدا کی رحمت سے حصہ لینا چاہتے ہو تم بھی ان ہی مقبول بندوں کی روش اختیار کرو۔ وہ روش یہ ہی ہے نمازیں قائم کرنا، زکوٰۃ دیتے رہنا اور تمام شعب زندگی میں رسول کے احکام پر چلنا۔ "اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا مُتَابَعَةَ رَسُولِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوْفُقًا عَلَيْهَا وَالْحَقْنَا بِالصَّالِحِينَ۔ آمین۔"

وَلِبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٥٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ

اور وہ بری جگہ سے پھر جانے کی ﴿۵۴﴾ اے ایمان والو اجازت لے کر آئیں تم سے

الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں ﴿۵۵﴾ اور جو کہ نہیں پہنچے تم میں عقل (بلوغ) کی حد کو

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ

تین بار ﴿۵۶﴾ فجر کی نماز سے پہلے اور جب اتار رکھتے ہو

ثِيَابِكُمْ مِنَ الظُّهَيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ

اپنے کپڑے دوپہر میں اور عشاء کی نماز سے پیچھے یہ تین وقت

عَوْرَاتٍ لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ

بدن کھلنے کے ہیں تمہارے ﴿۵۷﴾ کچھ تنگی نہیں تم پر اور نہ ان پر ان وقتوں کے پیچھے

طَوْفُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِكَ

پھر ابھی کرتے ہو ﴿۵۸﴾ ایک دوسرے کے پاس یوں

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٩﴾

کھولتا ہے اللہ تمہارے آگے باتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۵۹﴾

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمْ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا

اور جب پہنچیں لڑکے تم میں کے عقل (بلوغ) کی حد کو تو ان کو ویسی ہی اجازت لینی چاہئے

كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ

جیسے لیتے رہے ہیں ان سے اگلے ﴿۶۰﴾ یوں کھول کر سناتا ہے

کفار کا ٹھکانہ | یہ نیک بندوں کے بالمقابل مردود و مغضوب لوگوں کا انجام بتلایا۔ یعنی جبکہ نیکوں کو ملک کی حکومت اور زمین کی خلافت عطا کی جاتی ہے، کافروں اور بدکاروں کی ساری مکاریاں اور تدبیریں شکست ہو جاتی ہیں۔ اللہ کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اگر تمام خدائی میں ادھر ادھر بھاگتے پھریں تب بھی وہ خدائی سزا سے اپنے کو نہیں بچا سکتے۔ یقیناً ان کو جہنم کے جیلخانہ میں جانا پڑے گا۔

اجازت لینے کا مسئلہ | یعنی لونڈی غلام، چار رکوع پہلے مسئلہ استیذان (اجازت لینے) کا ذکر تھا۔ یہ اسی کا تتمہ ہے۔ درمیان میں خاص خاص مناسبتوں سے دوسرے مضامین آگئے۔

ان تین وقتوں میں عموماً زائد کیڑے اُتار دیئے جاتے ہیں یا سونے جاگنے کا لباس تبدیل کیا جاتا ہے اور بیوی کے ساتھ مخالفت بھی بیشتر ان ہی اوقات میں ہوتی ہے کبھی فجر سے قبل یا دوپہر کے وقت آدمی غسل کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی مطلع نہ ہو۔ اس لئے حکم دیا کہ ان تین وقتوں میں نابالغ لڑکوں اور لونڈی غلام کو بھی اجازت لے کر آنا چاہئے۔ باقی وقتوں میں ان کو اجانب کی طرح اجازت طلب کرنے کی حاجت نہیں۔ الا یہ کہ کوئی شخص اپنی مصلحت سے دوسرے اوقات میں بھی استیذان کی پابندی عائد کر دے۔

استیذان سے مستثنیٰ اوقات | یعنی اوقات مذکورہ بالا کو چھوڑ کر باقی جن اوقات میں عادتاً ایک دوسرے کے پاس بے روک ٹوک آتے جاتے ہیں ان میں نابالغ لڑکوں یا لونڈی غلام کو ہر مرتبہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایسا پابند کرنے میں بہت تنگی اور کاروبار کا تعطل ہے جو حق تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔

نابالغ لڑکوں کا حکم | یعنی لڑکا جب تک نابالغ ہے تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں بلا اجازت لئے آ جاسکتا ہے۔ جس وقت حد بلوغ کو پہنچا پھر اس کا حکم ان ہی مردوں جیسا ہو گیا جو اس سے پہلے بالغ ہو چکے ہیں اور جن کا حکم پیشتر آیت ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا“ میں گزر چکا ہے۔

اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ

اللہ تم کو اپنی باتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور جو بیٹھ رہی ہیں

مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ

گھروں میں تمہاری عورتوں میں سے جن کو توقع نہیں رہی نکاح کی ان پر گناہ نہیں

جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۖ

کہ اتار رکھیں اپنے کپڑے یہ نہیں کہ دکھاتی پھریں اپنا سنگار

وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۖ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۶۰﴾

اور اس سے بھی بچیں تو بہتر ہے ان کے لئے اور اللہ سب باتیں سنتا جانتا ہے

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرْجٌ ۖ

نہیں ہے اندھے پر کچھ تکلیف اور نہ لنگڑے پر تکلیف

وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ

اور نہ بیمار پر اور نہ تم لوگوں پر کہ تکلیف

تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ

کھاؤ اپنے گھروں سے یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے

أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ

گھر سے یا اپنے بھائی کے گھر سے یا اپنی بہن کے گھر سے

أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ

یا اپنے چچا کے گھر سے یا اپنی پھوپھی کے گھر سے یا اپنے

بُوڑھی عورتوں کا پردہ | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”یعنی بوڑھی عورتیں گھر میں تھوڑے کپڑوں میں رہیں تو درست ہے اور پورا پردہ رکھیں تو اور بہتر“ اور گھر سے باہر نکلتے وقت بھی زائد کپڑے مثلاً برقع وغیرہ اتار دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ اُس زینت کا اظہار نہ ہو جس کے چھپانے کا حکم آیت ”وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ الْخ“ میں دیا جا چکا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو ان عورتوں کے تستر کے متعلق قرآن کریم کا منشاء کیا ہے۔

اللہ پردے کی باتیں بھی جانتا ہے | یعنی یہ تو فتنہ کی روک تھام کے ظاہری انتظامات ہیں باقی پردہ کے اندر جو باتیں کی جاتی ہیں اور فتنے اٹھائے جاتے ہیں، یاد رہے کہ خدا تعالیٰ اُن سب کو سنتا اور جانتا ہے۔ اُسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔

معذوروں کیلئے احکام میں رعایت | یعنی جو کام تکلیف کے ہیں وہ اُن کو معاف ہیں مثلاً جہاد، حج، جمعہ اور جماعت اور ایسی چیزیں۔ (کذا فی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ ان معذور محتاج لوگوں کو تندرستوں کے ساتھ کھانے میں کچھ حرج نہیں۔ جاہلیت میں اس قسم کے محتاج و معذور آدمی اغنیاء اور تندرستوں کے ساتھ کھانے سے رکتے تھے انہیں خیال گزرتا تھا کہ شاید لوگوں کو ہمارے ساتھ کھانے سے نفرت ہو اور ہماری بعض حرکات و اوضاع سے ایذا پہنچتی ہو، اور واقعی بعضوں کو نفرت و وحشت ہوتی بھی تھی۔

معذوروں کے ساتھ صحابہ کرام کا متقیانہ طریقہ | نیز بعض مومنین کو غایت اتقاء سے یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسے معذوروں اور مریضوں کے ساتھ کھانے میں شاید اصول عدل و مساوات قائم نہ رہ سکے۔ اندھے کو سب کھانے نظر نہیں آتے لنگڑا ممکن ہے دیر میں پہنچے اور مناسب نشست سے نہ بیٹھ سکے۔ بیمار کا تو پوچھنا ہی کیا ہے اس بناء پر ساتھ کھلانے میں احتیاط کرتے تھے کہ ان کی حق تلفی نہ ہو۔ دوسری ایک اور صورت پیش آتی تھی۔ کہ یہ معذور و محتاج لوگ کسی کے پاس گئے، وہ شخص استطاعت نہ رکھتا تھا، ازراہ بے تکلفی ان کو اپنے باپ، بھائی، بہن، چچا، ماموں وغیرہ کسی عزیز و قریب کے گھر لے گیا۔ اس پر ان حاجتمندوں کو خیال ہوتا تھا کہ ہم تو آئے تھے اس کے پاس، یہ دوسرے کے ہاں لے گیا۔ کیا معلوم وہ ہمارے کھلانے سے کارہ اور ناخوش تو نہیں۔ ان تمام خیالات کی اصلاح آیت حاضرہ میں کر دی گئی کہ خواہی نہ خواہی اس طرح کے اوہام و وساوس میں مت پڑو۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں وسعت رکھی ہے پھر تم خود اپنے اوپر تنگی کیوں کرتے ہو۔

أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خُلَّتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكَتُمْ مَفَاتِحَهُ

ماموں کے گھر سے یا اپنی خالہ کے گھر سے یا جس گھر کی کنجیوں کے تم مالک ہو

أَوْ صَدِيقِكُمْ ۖ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا

یا اپنے دوست کے گھر سے ۖ نہیں گناہ تم پر کہ کھاؤ

جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا ۖ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا

آپس میں مل کر یا جدا ہو کر پھر جب کبھی جانے لگو گھروں میں تو سلام کہو

عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبْرَكَةٌ

اپنے لوگوں پر نیک دعا ہے اللہ کے یہاں سے برکت والی

طَيِّبَةٌ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ

سٹھری یوں کھولتا ہے اللہ تمہارے آگے اپنی باتیں تاکہ تم

تَعْقِلُونَ ﴿٦١﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ

سمجھ لو ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے ہیں اللہ پر

وَرَسُولِهِ إِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ

اور اس کے رسول پر اور جب ہوتے ہیں اس کے ساتھ کسی جمع ہونے کے کام میں تو

يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۗ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ

چلے نہیں جاتے جب تک اس سے اجازت نہ لے لیں جو لوگ تجھ سے اجازت لیتے ہیں

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا

وہی ہیں جو مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو ۚ پھر جب

یعنی تمہارے زیر تصرف دے دیا گیا ہو۔ مثلاً کسی نے اپنی چیز کا وکیل یا محافظ بنا دیا اور بقدر معروف اُس میں سے کھانے پینے کی اجازت دے دی۔

گھر والوں کے ساتھ کھانے پینے کے آداب | یعنی اپنایت کے علاقوں میں کھانے کی چیز کو ہر وقت پوچھنا ضروری نہیں۔ نہ کھانے والا حجاب کرے نہ گھر والا دروغ کرے۔ مگر عورت کا گھر اگر اُس کے خاوند کا ہو۔ اُس کی مرضی حاصل کرنی چاہئے اور مل کر کھاؤ یا جدا یعنی اس کی تکرار دل میں نہ رکھے کہ کس نے کم کھایا کس نے زیادہ۔ سب نے مل کر پکایا سب نے مل کر کھایا۔ اور اگر ایک شخص کی مرضی نہ ہو تو پھر کسی کی چیز کھانی ہرگز درست نہیں اور تقید فرمایا سلام کا آپس کی ملاقات میں۔ کیونکہ اس سے بہتر دعا نہیں۔ جو لوگ اس کو چھوڑ کر اور الفاظ گھڑتے ہیں اللہ کی تجویز سے اُن کی تجویز بہتر نہیں ہو سکتی۔ تنبیہ آیت سے تنہا کھانے کا جواز بھی نکلا۔ بعض حضرات کو لکھا ہے کہ جب تک کوئی مہمان ساتھ نہ ہو کھانا نہ کھاتے تھے۔ معلوم ہوا یہ غلو ہے۔ البتہ اگر کئی کھانے والے ہوں اور اکٹھے بیٹھ کر کھائیں تو موجب برکت ہوتا ہے۔ کماورد فی الحدیث۔

صحابہ کرام کو اجازت دینے کا حکم | اوپر کی آیتوں میں آنے کے وقت استیذان (اجازت طلب کرنے) کا ذکر تھا۔ یہاں جانے کے وقت استیذان کی ضرورت بتائی ہے یعنی پورے ایمان والے وہ ہیں جو رسول کے بلانے پر حاضر ہوتے ہیں اور جب کسی اجتماعی کام میں شریک ہوں مثلاً جمعہ، عیدین، جہاد اور مجلس مشاورت وغیرہ میں تو بدون اجازت کے اٹھ کر نہیں جاتے۔ یہ ہی لوگ ہیں جو کامل اور صحیح معنی میں اللہ اور رسول کو مانتے ہیں۔

اَسْتَاذَنُوكَ لِبَعْضِ شَايِنِهِمْ فَاذِنْ لِمَنْ سِئْتَتْ

اجازت مانگیں تجھ سے اپنے کسی کام کے لیے تو اجازت دے جس کو ان میں سے تو چاہے

مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَللّٰهُ طِرَانٌ اَللّٰهُ عَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾

اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے اللہ بخشنے والا مہربان ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ

مت کر لو (سمجھو) بلا نا رسول کا اپنے اندر برابر اس کے جو بلاتا ہے تم میں

بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ

ایک دوسرے کو اللہ جانتا ہے ان لوگوں کو تم میں سے جو شک جاتے ہیں

لِوَاذَاہِ فَلَیْحٰذِرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖ اَنْ

آنکھ بچا کر سو ڈرتے رہیں وہ لوگ جو خلاف کرتے ہیں اس کے حکم کا اس سے کہ

تُصِیْبُهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبُهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَا

آپڑے ان پر کچھ خرابی یا پہنچے ان کو عذاب دردناک سنتے ہو

اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ مَا

اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں اس کو معلوم ہے جس

اَنْتُمْ عَلَیْہِ ط وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْہِ فِیْنَبِئْتُهُمْ بِمَا

حال پر تم ہو اور جس دن پھیرے جائیں گے اس کی طرف تو بتائے گا ان کو جو کچھ

عَبَلُوْا وَاَللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

انہوں نے کیا اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے

یعنی غور و فکر کے بعد جس کو مناسب سمجھیں اجازت دے دیں۔ اور چونکہ اس اجازت پر عمل کرنا بھی فی الجملہ صحبت نبوی سے حرمان اور صورت تقدیم الدین علی الدین کا شاہد اپنے اندر رکھتا ہے اس لئے اُن مخلصین کے حق میں استغفار فرمائیں تاکہ آپ کے استغفار کی برکت سے اس نقص کا تدارک ہو سکے۔

آنحضرتؐ کا لوگوں کو بلانا | یعنی حضرت کے بلانے پر حاضر ہونا فرض ہو جاتا ہے۔ آپ کا بلانا اوروں کی طرح نہیں کہ چاہے اُس پر ”لیک“ کہے یا نہ کہے۔ اگر حضورؐ کے بلانے پر حاضر نہ ہو تو آپ کی بددعا سے ڈرنا چاہئے کیونکہ آپ کی دعا معمولی انسانوں جیسی نہیں۔ نیز مخاطبات میں حضور کے ادب و عظمت کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔

آنحضرتؐ کا خاص ادب | عام لوگوں کی طرح ”یا محمد“ وغیرہ کہہ کر خطاب نہ کیا جائے بلکہ ”یا نبی اللہ“ اور ”یا رسول اللہ“ جیسے تعظیسی القاب سے پکارنا چاہئے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”حضرتؐ کے بلانے سے فرض ہوتا تھا حاضر ہونا جس کام کو بلائیں۔ پھر یہ بھی تھا کہ وہاں سے بے اجازت اٹھ کر چلے نہ جائیں۔ اب بھی سب مسلمانوں کو اپنے سرداروں کے ساتھ یہ برتاؤ کرنا چاہئے۔“

مجلس نبوی میں منافقین کا رویہ | یہ منافقین تھے جن کو مجلس نبوی میں بیٹھنا اور پند و نصیحت سننا شاق گذرتا تھا۔ وہ اکثر موقع پا کر اور آنکھ بچا کر مجلس سے بلا اجازت کھسک جاتے تھے۔ مثلاً کوئی مسلمان اجازت لے کر اٹھا، یہ بھی اُس کی آڑ میں ہو کر ساتھ ساتھ چل دیئے، اُس کو فرمایا کہ تم پیغمبر سے کیا چھپاتے ہو، خدا تعالیٰ کو تمہارا سب کا حال معلوم ہے۔

یعنی اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں اُن کے دلوں میں کفر و نفاق وغیرہ کا فتنہ ہمیشہ کے لئے جڑ نہ پکڑ جائے۔ اور اس طرح دنیا کی کسی سخت آفت یا آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ العیاذ باللہ۔

اللہ کا علم محیط | یعنی ممکن ہے مخلوق سے آنکھ بچا کر کوئی کام کر گزرو، لیکن حق تعالیٰ سے تمہارا کوئی حال پوشیدہ نہیں رہ سکتا نہ اُس کی زمین و آسمان میں سے نکل کر کہیں بھاگ سکتے ہو۔ وہ جس طرح تمہارے احوال موجودہ سے باخبر ہے ایسے ہی اُس دن کی کیفیت مجازات سے بھی پورا آگاہ ہے۔ جب تمام مخلوق حساب و کتاب کے لئے اُس کی طرف لوٹائی جائیگی اور ہر ایک کے سامنے اُس کا ذرہ ذرہ عمل کھول کر رکھ دیا جائے گا۔ ایسے علیم الکل اور مالک الکل کی سزا سے مجرم کس طرح اپنے کو بچا سکتا ہے۔ **تَمَّ سُوْرَةُ السُّوْرِ لِفَضْلِ اللَّهِ وَتَوْفِيقِهِ اللَّهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْإِيْمَانِ وَالْإِحْسَانِ وَنَوِّرْ قُبُوْرَنَا وَآتِمِّمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَبِالْجَابَةِ جَدِيْرٌ.**

آیاتھا ﴿﴾ (۲۵) سُورَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ (۴۲) ﴿﴾ رُكُوعَاتُهَا ۶ ﴿﴾

سورۃ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ستر آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهِ لِيَكُوْنَ

بڑی برکت ہے اس کی جس نے اتاری فیصلہ کی کتاب اپنے بند پر تاکہ رہے (ہو)

لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝۱ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

جہان والوں کے لئے ڈرانے والا وہ کہ جس کی ہے سلطنت آسمان

وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكَ

اور زمین میں اور نہیں پکڑا اس نے بیٹا اور نہیں کوئی اس کا ساجھی

فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدْرَةً تَقْدِیْرًا ۝۲

سلطنت میں اور بنائی ہر چیز پھر ٹھیک کیا اس کو ماپ کر

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِہٖ الْاِہٰتَ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْءًا

اور لوگوں نے پکڑ رکھے ہیں اس سے ورے کتنے حاکم جو نہیں بناتے کچھ چیز

وَهُمْ یُخْلِقُوْنَ وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِہُمْ ضَرًّا

اور وہ خود بنائے گئے ہیں اور نہیں مالک اپنے حق میں برے کے

وَلَا نَفْعًا وَلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَلَا حَیٰوَةً وَلَا

اور نہ بھلے کے اور نہیں مالک مرنے کے اور نہ جینے کے اور نہ

سورۃ الفرقان

قرآن فرقان ہے | ”فرقان“ (فیصلہ کی کتاب) قرآن کریم کو فرمایا جو حق و باطل کا آخری فیصلہ اور حرام و حلال کو کھلے طور پر ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ یہ ہی کتاب ہے جس نے اپنے اتارنے والے کی عظمتِ شان، علو صفات اور اعلیٰ درجہ کی حکمت و رافت کو انتہائی شکل میں پیش کیا اور تمام جہان کی ہدایت و اصلاح کا تکفل اور ان کو خیر کثیر اور غیر منقطع برکت عطا کرنے کا سامان بہم پہنچایا۔

یعنی اپنے اس کامل و اکمل بندہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کا ممتاز لقب ہی کمالِ عبودیت کی وجہ سے ”عبداللہ“ ہو گیا۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

قرآن عالمین کیلئے نذیر ہے | یعنی قرآن کریم سارے جہان کو کفر و عصیان کے انجام بد سے آگاہ کرنے والا ہے۔ چونکہ سورت ہذا میں مکذبین و معاندین کا ذکر بکثرت ہوا ہے، شاید اسی لئے یہاں صفت ”نذیر“ کو بیان فرمایا۔ ”بشیر“ کا ذکر نہیں کیا۔ اور ”للعالمین“ کے لفظ سے بتلا دیا کہ یہ قرآن صرف عرب کے اُمیوں کے لئے نہیں اترا بلکہ تمام جن و انس کی ہدایت و اصلاح کے واسطے آیا ہے۔

تخلیق میں فطری موزونیت | یعنی ہر چیز کو ایک خاص اندازہ میں رکھا کہ اس سے وہی خواص و افعال ظاہر ہوتے ہیں جن کے لئے پیدا کی گئی ہے اپنے دائرہ سے باہر قدم نہیں نکال سکتی نہ اپنی حدود میں عمل و تصرف کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ غرض ہر چیز کو ایسا ماپ تول کر پیدا فرمایا کہ اس کی فطری موزونیت کے لحاظ سے ذرا کمی بیشی یا انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ بڑے بڑے سائنس دان حکمت کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں اور آخر کار ان کو یہی کہنا پڑتا ہے ”صُنِعَ اللّٰهِ الَّذِي اتَّقَنَ كُلَّ شَيْءٍ“ اور ”فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ“۔

نُشُورًا ۲ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن هَذَا إِلَّا

جی اٹھنے کے ♦ اور کہنے لگے جو منکر ہیں اور یہ کچھ نہیں ہے یہ مگر

إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ ۳

طوفان باندھ لایا ہے اور ساتھ دیا ہے اس کا اس میں اور لوگوں نے ♦

فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا ۴ وَقَالُوا آسَاطِيرُ

سو آگے بے انصافی اور جھوٹ پر ♦ اور کہنے لگے یہ نقلیں ہیں

الْأَوَّلِينَ اَكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً

پہلوں کی جن کو اس نے لکھ رکھا ہے سو وہ ہی لکھوائی جاتی ہیں اس کے پاس صبح

وَاصْبِلًا ۵ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ

اور شام ♦ تو کہہ اس کو اتارا ہے اس نے جو جانتا ہے چھپے ہوئے بھید

فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا

آسمانوں میں اور زمین میں ♦ بیشک وہ بخشنے والا

رَحِيمًا ۶ وَقَالُوا مَا هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ

مہربان ہے ♦ اور کہنے لگے یہ کیسا رسول ہے کھاتا ہے

الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ۷ لَوْلَا أَنْزَلَ

کھانا اور پھرتا ہے بازاروں میں ♦ کیوں نہ اترا

إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا ۸ أَوْ يُلْقَىٰ

اس کی طرف کوئی فرشتہ کہ رہتا اس کے ساتھ ڈرانے کو یا آپڑتا

❖ **مشرکین کا شرک غیر فطری ہے** | یعنی کس قدر ظلم اور تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ ایسے قادر مطلق، مالک الکل، حکیم علی الاطلاق کی زبردست ہستی کو کافی نہ سمجھ کر دوسرے معبود اور حاکم تجویز کرنے لگے جو گویا خدا کی حکومت میں حصہ دار ہیں۔ حالانکہ ان بیچاروں کا خود اپنا وجود بھی اپنے گھر کا نہیں۔ نہ وہ ایک ذرہ کے پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، نہ مارنا جلانا ان کے قبضہ میں ہے، نہ اپنے مستقل اختیار سے کسی کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ خود اپنی ذات کے لئے بھی ذرہ برابر فائدہ حاصل کرنے یا نقصان سے محفوظ رہنے کی قدرت نہیں رکھتے ایسی عاجز و مجبور ہستیوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا کس قدر سفاہت اور بے حیائی ہے۔ (رابط) یہ تو قرآن نازل کرنے والے کی صفات و شئون کا ذکر تھا اور اس کے متعلق مشرکین جو بے تمیزی کر رہے تھے اس کی تردید تھی۔ آگے خود قرآن اور حامل قرآن کی نسبت سفیہانہ نکتہ چینیوں کا جواب ہے۔

❖ **کفار کا قرآن پر بے سرو پا اعتراض** | یعنی یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ معاذ اللہ محمد ﷺ نے چند یہودیوں کی مدد سے ایک کلام تیار کر لیا اور اس کو جھوٹ طوفان خدا کی طرف منسوب کر دیا۔ پھر ان کے ساتھی لگے اس کی اشاعت کرنے، بس کل حقیقت اتنی ہے۔

❖ یعنی اس سے بڑھ کر ظلم اور جھوٹ کیا ہوگا کہ ایسے کلام معجز اور کتاب حکیم کو جسکی عظمت و صداقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے، کذب و افتراء کہا جائے۔ کیا چند یہودی غلاموں کی مدد سے ایسا کلام بنایا جاسکتا ہے جس کے مقابلہ سے تمام دنیا کے فصیح و بلیغ عالم و حکیم بلکہ جن و انس ہمیشہ کے لئے عاجز رہ جائیں۔ اور جس کے علوم و معارف کی تھوڑی سی جھلک بڑے بڑے عالی دماغ عقلاء و حکماء کی آنکھوں کو خیرہ کر دے۔

❖ **قرآن پر کفار کا ایک اور اعتراض** | یعنی محمد ﷺ نے اہل کتاب سے کچھ قصے کہانیاں سن کر نوٹ کر لی ہیں۔ یا کسی سے نوٹ کرائی ہیں۔ وہ ہی شب و روز ان کے سامنے پڑھی اور رٹی جاتی ہیں۔ نئے نئے اسلوب سے ان ہی کا الٹ پھیر رہتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اول نماز کے دو وقت مقرر تھے صبح اور شام۔ مسلمان حضرت کے پاس جمع ہوتے جو نیا قرآن اترتا لکھ لیتے یاد کرنے کو۔ اس کو کافر یوں کہنے لگے۔

❖ **قرآن خود اپنی دلیل ہے** | یعنی کتاب خود بتلا رہی ہے کہ وہ کسی ایک انسان یا کمیٹی کی بنائی ہوئی نہیں، بلکہ اس خدا کی اتاری ہوئی ہے جس کے احاطہ علمی سے زمین و آسمان کی کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی۔ اس کلام کی معجزانہ فصاحت و بلاغت، علوم و معارف، اخبار غیبیہ، احکام و قوانین اور وہ اسرار مکنونہ جن کی تک بدون توفیق الہی کے عقول و افہام کی رسائی نہیں ہو سکتی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کسی محدود علم والے آدمی یا سازشی جماعت کا کلام نہیں۔

❖ یعنی اپنی بخشش اور مہر سے ہی یہ قرآن اتارا (موضح القرآن) پھر جو لوگ ایسی روشن حقیقت کے منکر ہیں باوجود ان کے جرائم کا تفصیلی علم رکھنے کے فوراً سزا نہیں دیتا۔ یہ بھی اس کی بخشش اور مہر ہی کا پرتو ہے۔

❖ **آنحضرت کی نبوت پر کھانے پینے سے اعتراض** | یعنی جب ہماری طرح کھانا کھائے اور ہماری طرح خرید و فروخت کے لئے بازاروں میں جائے تو ہم میں اس میں فرق کیا رہا۔ اگر واقعی رسول تھا تو چاہئے تھا کہ فرشتوں کی طرح کھانے پینے اور طلب معاش کے بکھیڑوں سے فارغ ہوتا۔

إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا

اس کے پاس خزانہ یا ہو جاتا اس کے لیے ایک باغ کہ کھایا کرتا اس میں سے

وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا ۱

اور کہنے لگے بے انصاف تم پیروی کرتے ہو اس ایک مرد جادو مارے کی

أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا

دیکھ کیسی بٹھلاتے ہیں تجھ پر مثالیں سو بہک گئے

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۴ تَبَارَكَ الَّذِي

اب یا نہیں سکتے راستہ بڑی برکت ہے اس کو

إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَدَّتِ

جو چاہے تو کر دے تیرے واسطے اس سے بہتر باغ

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَلُ لَكَ

کہ نیچے بہتی ہیں (ہوں) ان کے نہریں اور کر دے تیرے واسطے

قُصُورًا ۱۰ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۱۱ وَأَعْتَدْنَا

محل کچھ نہیں وہ جھٹلاتے ہیں قیامت کو اور ہم نے تیار کی ہے

لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ۱۲ إِذَا رَأَتْهُمْ

اس کے واسطے کہ جھٹلاتا ہے قیامت کو آگ جب وہ دیکھے گی ان کو

مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغِيظًا وَ

دور کی جگہ سے

سین گے اس کا جھٹلانا

اور

نبوت پر کفار کے جاہلانہ شبہات | یعنی اگر فرشتوں کی فوج نہیں تو کم از کم خدا کا ایک آدھ فرشتہ ان کو سچا ثابت کرنے اور رعب جمانے کے لئے ساتھ رہتا جسے دیکھ کر خواہ مخواہ لوگوں کو جھکنا پڑتا۔ یہ کیا کہ کس مہر سی کی حالت میں اکیلے دعویٰ کرتے پھر رہے ہیں۔ یا اگر فرشتے بھی ہمراہ نہ ہوں تو کم از کم آسمان سے سونے چاندی کا کوئی غیبی خزانہ مل جاتا کہ لوگوں کو بے دریغ مال خرچ کر کے ہی اپنی طرف کھینچ لیا کرتے۔ اور خیر یہ بھی نہ سہی معمولی رئیسوں اور زمینداروں کی طرح انگور کھجور وغیرہ کا ایک باغ تو ان کی ملک میں ہوتا جس سے دوسروں کو نہ دیتے تو کم از کم خود بے فکری سے کھایا پیا کرتے جب اتنا بھی نہیں تو کس طرح یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رسالت کے عہدہ جلیلہ پر معاذ اللہ ایسی معمولی حیثیت کے آدمی کو مامور کیا ہے۔

یعنی میاں کی یہ پوزیشن اور اتنے اونچے دعوے؟ بجز اس کے کیا کہا جائے کہ عقل کھوئی گئی ہے یا کسی نے جادو کے زور سے دماغ مختل کر دیا ہے جو ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

کفار کی حیرانی اور ابدی گمراہی | یعنی کبھی کہتے ہیں کہ ان کی باتیں محض مفتریات ہیں۔ کبھی دعوے کرتے ہیں کہ نہیں دوسروں سے سیکھ کر اپنے سانچے میں ڈھال لی ہیں کبھی آپ کو مسحور بتلاتے ہیں کبھی ساحر، کبھی کاہن، کبھی شاعر، کبھی مجنوں، یہ اضطراب خود بتلاتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز آپ پر منطبق نہیں ہوتی۔ اسی لئے کسی ایک بات پر قرار نہیں۔ اور الزام لگانے کا کوئی راستہ ہاتھ نہیں آتا۔ جو لوگ انبیاء کی جناب میں اس طرح کی گستاخیاں کر کے گمراہ ہوتے ہیں ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی توقع نہیں۔

یعنی اللہ کے خزانہ میں کیا کمی ہے، وہ چاہے تو ایک باغ کیا، بہت سے باغ اس سے بہتر عنایت فرما دے جس کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں۔ بلکہ اس کو قدرت ہے کہ آخرت میں جو باغ اور نہریں اور حور و قصور ملنے والے ہیں وہ سب آپ کو ابھی دنیا میں عطا کر دے۔ لیکن حکمت الہی بالفعل اس کو مقتضی نہیں۔ اور معاندین کے سارے مطالبات اور فرمائشیں بھی اگر پوری کر دی جائیں تب بھی یہ حق و صداقت کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ باقی پیغمبر علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے جو دلائل و معجزات پیش کئے جا چکے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔

قیامت کا آنا اٹل ہے | یعنی یہ لوگ جن چیزوں کا مطالبہ کر رہے ہیں، فی الحقیقت طلب حق کی نیت نہیں۔ محض شرارت اور تنگ کرنے کے لئے ہے۔ اور شرارت کا سبب یہ ہے کہ انہیں ابھی تک قیامت اور سزا و جزاء پر یقین نہیں آیا۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے جھٹلانے سے کچھ نہیں بنتا، قیامت آ کر رہے گی اور ان مکذبین کے لئے آگ کا جو جیل خانہ تیار کیا گیا ہے اس میں ضرور رہنا پڑے گا۔

زَفِيرًا ⑩ وَإِذَا الْقُتُوبُ مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِينَ

چلانا ⑩ اور جب ڈالے جائیں گے اس کے اندر ایک جگہ تنگ میں ایک زنجیر میں کئی کئی بندھے ہوئے

دَعُوا هُنَالِكَ ثُبُورًا ⑪ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا

پکاریں گے اس جگہ موت کو ⑪ مت پکارو آج ایک

وَاحِدًا وَّادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ⑫ قُلْ أَذْكَاءَ خَيْرٌ

مرنے کو اور پکارو بہت سے مرنے کو ⑫ تو کہہ بھلا یہ چیز بہتر ہے

أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ ⑬ كَانَتْ

یاباغ ⑬ جس کا وعدہ ہو چکا پر ہمیزگاروں سے ⑬ وہ ہوگا

لَهُمْ جَزَاءٌ وَصَيبًا ⑭ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ

ان کا بدلہ اور پھر جانے کی جگہ ⑭ ان کے واسطے وہاں ہے جو وہ چاہیں

خُلْدِينَ ⑮ كَانَ عَلَى رَبِّكَ وَعْدًا مَسْئُولًا ⑯ وَ

رہا کریں ہمیشہ ہو چکا تیرے رب کے ذمہ وعدہ مانگا ملتا ⑯ اور

يَوْمَ يَجْمَعُ كَرْبَلَاءَ الْكَافِرِينَ ⑰ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

جس دن جمع کر بلائے گا ان کو اور جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا

فَيَقُولُ أَيْنَ أَنْتُمْ أَضَلَلْتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاءِ أَمْ

پھر ان سے کہے گا کیا تم نے بہکایا میرے ان بندوں کو یا

هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ⑱ قَالُوا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ

وہ آپ بھکے راہ سے ⑱ بولیں گے تو پاک ہے ہم سے

کفار کیلئے دوزخ کا جوش و غضب | یعنی دوزخ کی آگ محشر میں جہنمیوں کو دور سے دیکھ کر جوش میں بھر جائے گی اور اس کی غضبناک آوازوں اور خوفناک پھنکاروں سے بڑے بڑے دلیروں کے پتے پانی ہو جائیں گے۔

کفار زنجیروں میں بندھے ہونگے | یعنی دوزخ میں ہر مجرم کے لئے خاص جگہ ہوگی جہاں سے اہل نہ سکے گا۔ اور ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم ایک ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہونگے۔ اس وقت مصیبت سے گھبرا کر موت کو پکاریں گے کہ کاش موت آکر ہمارے ان دردناک مصائب کا خاتمہ کر دے۔

بار بار کی موت | یعنی ایک بار مریں تو چھوٹ جائیں۔ دن میں ہزار بار مرنے سے بدتر حال ہوتا ہے (موضح القرآن)

یعنی مکذبین کا انجام سن لیا۔ اب خود فیصلہ کر لو کہ یہ پسند ہے یا وہ جس کا وعدہ مومنین متقین سے کیا گیا۔ اور چاہیں گے وہی جو ان کے مرتبہ کے مناسب ہوگا۔

مومنین کے انعامات | ”وَعَدًا مَسْنُونًا“ سے مراد حتمی وعدہ ہے جو خدا تعالیٰ نے محض فضل و عنایت سے اپنے ذمہ لازم کر لیا۔ یا یہ مطلب کہ اس وعدہ کے ایفاء کا متقین سوال کریں گے۔ جو یقیناً پورا کیا جائے گا جیسا کہ دعاء میں ہے۔ ”رَبَّنَا وَإِنَّا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ“

باطل معبودوں سے سوال | یعنی عابدین کو سنا کر معبودوں سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم نے ان کو شرک کی اور اپنی پرستش کرانے کی ترغیب دی تھی یا یہ خود اپنی حماقت و جہالت اور غفلت و بے توجہی سے گمراہ ہوئے۔

يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ

بن نہ آتا تھا کہ پکڑ لیں کسی کو تیرے بغیر

أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَأَبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا

رفیق لیکن تو ان کو فائدہ پہنچاتا رہا اور ان کے باپ دادوں کو یہاں تک کہ بھلا بیٹھے

الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۱۸ فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ

تیری یاد اور یہ تھے لوگ تباہ ہونے والے سو وہ تو جھٹلا چکے تم کو

بِمَا تَقُولُونَ ۚ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا

تمہاری بات میں اب نہ تم لوٹا سکتے ہو اور نہ مدد کر سکتے ہو

وَمَنْ يَظْلِمِ مِّنْكُمْ نَذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ۱۹

اور جو کوئی تم میں گنہگار ہے اس کو ہم چکھائیں گے بڑا عذاب

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا

اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے رسول

أَنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي

سب کھاتے تھے کھانا اور پھرتے (آتے جاتے) تھے

الْأَسْوَاقِ ۖ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً

بازاروں میں اور ہم نے رکھا ہے تم میں ایک دوسرے کے جانچنے کو

أَنْ تَصْبِرُونَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ۲۰

دیکھیں ثابت بھی رہتے ہو اور تیرا رب سب کچھ دیکھتا ہے

یعنی ہماری کیا مجال تھی کہ تجھ سے ہٹ کر کسی دوسرے کو اپنا رفیق و مددگار سمجھتے۔ پھر جب ہم اپنے نفس کے لئے تیرے سوا کوئی سہارا نہیں رکھتے تھے تو دوسروں کو کیسے حکم دیتے کہ ہم کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھیں۔

باطل معبودوں کا جواب | یعنی اصل یہ ہے کہ یہ بد بخت اپنی سوء استعداد سے خود ہی تباہ ہونے کو پھر رہے تھے ہلاکت ان کے لئے مقدر ہو چکی تھی، ظاہری سبب اس کا یہ ہوا کہ عیش و آرام میں پڑ کر اور غفلت کے نشہ میں چور ہو کر آپ کی یاد کو بھلا بیٹھے، کسی نصیحت پر کان نہ دھرا، پیغمبروں کی ہدایت و ارشاد کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیں اور دنیوی تمتع پر مغرور ہو گئے، آپ نے اپنی نوازش سے جس قدر ان کو اور ان کے باپ دادوں کو دنیا کے فائدے پہنچائے، یہ اسی قدر غفلت و نسیان میں ترقی کرتے گئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انعامات الہیہ کو دیکھ کر منعم حقیقی کی بندگی اور شکر گزاری اختیار کرتے، الٹے مغرور و مفتون ہو کر کفر و عصیان پر تل گئے۔ گویا جو امرت تھا، بد بختی سے ان کے حق میں زہر بن گیا۔

یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو گا کہ لو! جن کی اعانت پر تم کو بڑا بھروسہ تھا وہ خود تمہارے دعاوی کو جھٹلا رہے اور تمہاری حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔

یعنی اب نہ عذاب الہی کو پھیر سکتے ہونہ بات کو پلٹ سکتے ہونہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہو، جس کو جو سزا ملنے والی ہے اس کا پڑے مزہ چکھتے رہو۔

شاید ظلم سے مراد یہاں شرک ہو، اور ممکن ہے ہر قسم کا ظلم و گناہ مراد لیا جائے۔

تمام انبیاء بشر تھے | یہ جواب ہوا۔ ”مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ“ الخ کا۔ یعنی آپ سے پہلے جتنے پیغمبر دنیا میں آئے سب آدمی تھے۔ آدمیوں کی طرح کھاتے پیتے اور معاشی ضروریات کے لئے بازار بھی جاتے تھے۔ ان کو فرشتہ بنا کر نہیں بھیجا جو کھانے پینے اور حوائج بشریہ سے مستغنی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے لئے بازاروں میں پھرنا شانِ تقدس اور بزرگی کے منافی نہیں۔ بلکہ اگر بازار نہ جانے کا منشاء کبر و خود بینی ہو تو یہ بزرگی کے خلاف ہے۔

تم ایک دوسرے کیلئے آزمائش ہو | یعنی پیغمبر ہیں کافروں کا ایمان جانچنے کو۔ اور کافر ہیں پیغمبروں کا صبر جانچنے کو۔ اب دیکھیں کافروں کے سفیہانہ طعن و تشنیع اور لغو اعتراضات سن کر تم کس حد تک صبر و استقلال دکھاتے ہو۔

یعنی کافروں کا کفر و ایذاء دہی اور صابروں کا صبر و تحمل سب اس کی نظر میں ہے۔ ہر ایک کو اس کے کیے کا پھل دے کر رہے گا۔

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا

اور بولے وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے کہ ہم سے ملیں گے کیوں نہ اترے ہم پر

الْمَلٰئِكَةُ اَوْ نُرِّى رَبَّنَا لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِيْ اَنْفُسِهِمْ

فرشتے یا ہم دیکھ لیتے اپنے رب کو بہت بڑائی رکھتے ہیں اپنے جی میں

وَعَتَوْا عُنُوتًا كَبِيْرًا ۝۲۱ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰئِكَةَ لَا بُشْرٰى

اور سر چڑھ رہے ہیں بڑی شرارت میں جس دن دیکھیں گے فرشتوں کو کچھ خوش خبری نہیں

يَوْمَئِذٍ لِلْبٰجِرِ مِیْنٍ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝۲۲ وَقَدْ مَنَّآ

اس دن گنہگاروں کو اور کہیں گے کہیں روک دی جائے کوئی آڑ اور ہم پہنچے

اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا ۝۲۳ اَصْحٰبُ

ان کے کاموں پر جو انہوں نے کئے تھے پھر ہم نے کر ڈالا اس کو خاک اڑتی ہوئی بہشت کے

الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقْرًا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا ۝۲۴ وَيَوْمَ

لوگوں کا اس دن خوب ہے ٹھکانا اور خوب ہے جگہ دوپہر کے آرام کی اور جس دن

نَشَقُّ السَّمٰوٰتِ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلُ الْمَلٰئِكَةَ تَنْزِيْلًا ۝۲۵

پھٹ جائے آسمان بادل سے اور اتارے جائیں فرشتے تارگا کر

الْمُلْكِ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۝۲۶ وَكَانَ يَوْمًا عَلٰى

بادشاہی اس دن سچی ہے رحمن کی اور ہے وہ دن

کفار کی جاہلانہ فرمائشیں | یعنی جن کو یہ امید نہیں کہ ایک روز ہمارے روبرو حاضر ہو کر حساب و کتاب دینا ہے وہ سزا کے خوف سے بالکل بے فکر ہو کر معاندانہ اور گستاخانہ کلمات زبان سے بکتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کی طرح ہم پر فرشتے وحی لیکر کیوں نہ اترے۔ یا خدا تعالیٰ سامنے آکر ہم سے ہم کلام کیوں نہ ہو گیا۔ کم از کم فرشتے تمہاری تصدیق ہی کے لئے آجاتے یا خود

خداوند رب العزت کو ہم دیکھتے کہ سامنے ہو کر تمہارے دعوے کی تائید و تصدیق کر رہا ہے کما فی موضع آخر۔ ”قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ“ (انعام رکوع ۱۵) وفی سورۃ الاسراء۔ ”اَوْتَاتِنِي بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا“ (اسراء رکوع ۱۰) کفار کا بدترین تکبر یعنی انہوں نے اپنے دل میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے جو وحی اور فرشتوں کے آنے کی تمنا رکھتے ہیں شرارت و سرکشی کی حد ہو گئی کہ باوجود ایسی سیاہ کاریوں کے دنیا میں ان آنکھوں سے خداوند قدوس کو دیکھنے اور شرف ہم کلامی سے مشرف ہونے کا مطالبہ کریں۔

آخرت میں کفار کی حالت یعنی گھبراؤ نہیں، ایک دن آنے والا ہے جب فرشتے تم کو نظر پڑیں گے، لیکن انکے دیکھنے سے تم جیسے مجرموں کو کچھ خوشی حاصل نہ ہوگی، بلکہ سخت ہولناک مصائب کا سامنا ہوگا۔ حتیٰ کہ جو لوگ اس وقت فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کرنے والے ہیں اس وقت ”حَجْرًا مَّحْجُورًا“ کہہ کر پناہ طلب کریں گے، اور چاہیں گے کہ ان کے اور فرشتوں کے درمیان کوئی سخت روک قائم ہو جائے کہ وہ ان تک نہ پہنچ سکیں لیکن خدا کا فیصلہ کب رک سکتا ہے۔ فرشتے بھی حَجْرًا مَّحْجُورًا کہہ کر بتلا دیں گے کہ آج مسرت و کامیابی ہمیشہ کے لئے تم سے روک دی گئی ہے۔ تنبیہ ممکن ہے یہ تذکرہ احتضار (موت) کے وقت کا ہو۔ کما قال تعالیٰ ”وَلَوْ تَرَىٰ اِذِتَوَفَّى الدِّينَ كَفَرُوا وَالْمَلَائِكَةُ يُضْرِبُونَ وُجُوهُهُمْ وَاذْبَارَهُمْ“۔ (انفال رکوع ۷) وقال تعالیٰ ”وَلَوْ تَرَىٰ اِذَا الظَّالِمُونَ فِي عُمرَاتِ المَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو اَيْدِيهِمْ اٰخِرِ جُوعِ اَنْفُسِكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْرَزُونَ عَذَابِ الهُونَ“۔ (انعام رکوع ۱۱) گویا یہ کیفیت اس کے بالمقابل ہوگی۔ جو دوسری جگہ مؤمنین کی بیان ہوئی ہے۔ ”اِنَّ الدِّينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَنْزَلَ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ اَنْ لَا تَخَافُوا وَاُولَا تَحْزَنُوا وَاَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ“ الخ (حم السجدہ رکوع ۴) اور ممکن ہے یہاں قیامت کے دن کا ذکر ہو۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

کفار کے اعمال کی حقیقت یعنی وہ ہم کو بلاتے تھے تو ہم بھی آپہنچے، مگر ان کی عزت بڑھانے کو نہیں، بلکہ اس لئے کہ انہوں نے اپنے زعم باطل کے موافق جو بھلے کام کئے تھے جن پر بڑا بھروسہ تھا انہیں ہم قطعاً ملیا میٹ کر دیں اور اس طرح بے حقیقت کر کے اڑا دیں جیسے خاک کے حقیر ذرات ہو میں ادھر ادھر اڑ جایا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اعمال روح اخلاص و ایمان سے یکسر خالی یا طریق حق کے بالکل متضاد واقع ہوئے ہیں۔ قال تعالیٰ ”مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِه الرِّيحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ“ (ابراہیم رکوع ۳) و غیر ذلک من الآیات۔

یعنی یہ لوگ تو اس روز اس مصیبت میں گرفتار ہونگے اور جن کی ہنسی اڑایا کرتے تھے وہ جنت میں خوب عیش و آرام کے مزے لوٹیں گے۔ حق تعالیٰ کے چتر شاہی اور ملائکہ کا نزول قیامت کے دن آسمانوں کے پھٹنے کے بعد اوپر سے بادل کی طرح کی ایک چیز اترتی نظر آئے گی جس میں حق تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہوگی۔ اسے ہم چتر شاہی سے تعبیر کئے لیتے ہیں۔ شاید یہ وہی چیز ہو جسے ابورزین کی حدیث میں ”عماء“ سے اور نسائی کی ایک روایت میں جو معراج سے متعلق ہے ”غیابہ“ سے تعبیر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کے ساتھ بیسٹا فرشتوں کا ہجوم ہوگا اور آسمانوں کے فرشتے اس روز لگا تار مقام محشر کی طرف نزول فرمائیں گے۔ دوسرے پارہ کے نصف کے قریب آیت ”هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا اَنْ يَّاتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلُلٍ مِّنَ الْعَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ اِلَيْهِمْ“ میں بھی اسی طرح کا مضمون گذر چکا ہے۔

الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ۳۱ وَيَوْمَ يَعْصُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ

منکروں پر مشکل اور جس دن کاٹ کاٹ کھائے گا گنہگار اپنے ہاتھوں کو

يَقُولُ يَلِيَّتِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۳۲ يُوبِلْتِي

کہے گا اے کاش کہ میں نے پکڑا ہوتا رسول کے ساتھ رستہ اے خرابی میری

لَيْتَنِي لَمْ آتَخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۳۳ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ

کاش کہ نہ پکڑا ہوتا میں نے فلا نے کو دوست اس نے تو بہکا دیا مجھ کو

الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۶ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ

نصیحت سے مجھ تک پہنچ چکنے کے پیچھے (بعد) اور ہے شیطان آدمی کو وقت پر

خَذُولًا ۳۴ وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا

دغا دینے والا اور کہا رسول نے اے میرے رب میری قوم نے ٹھہرایا ہے

هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۳۵ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ

اس قرآن کو جھک جھک اور اسی طرح رکھے ہیں ہم نے ہر نبی کے لیے

عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۶ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ۳۶

دشمن گنہگاروں میں سے اور کافی ہے تیرا ہدایت دہلانے کو اور مدد کرنے کو

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً

اور کہنے لگے وہ لوگ جو منکر ہیں کیوں نہ اترا اس پر قرآن سارا (اکٹھا)

وَاحِدَةً ۷ كَذَلِكَ ۷ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ ۷ وَرَتَّلْنَاهُ

ایک جگہ ہو کر (ایک بار) اسی طرح اتارا تا کہ ثابت رہے تیرا دل اور پڑھ سنایا ہم نے اس کو

❖ **رحمن کی بادشاہی** | یعنی ظاہر و باطن، صورت و معنی، من کل الوجوه اکیلے رحمن کی بادشاہت ہوگی اور صرف اسی کا حکم چلے گا۔
لَمَنْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (مومن۔ رکوع ۲) پھر جب رحمان کی حکومت ہوئی تو جو مستحق رحمت ہیں ان کے لئے رحمت کی کیا کمی، بے حساب رحمتوں سے نوازے جائیں گے مگر باوجود ایسی لامحدود رحمت کے کافروں کے لئے وہ دن بڑی سخت مشکل اور مصیبت کا ہوگا کہ بازار چنداں کے آگندہ تر۔ تہی دست رادل پر آگندہ تر۔

❖ **کافر کی انتہائی حسرت و ندامت** | یعنی مارے حسرت و ندامت کے اپنے ہاتھ کاٹنے گا اور افسوس کرے گا کہ میں نے کیوں دنیا میں رسول خدا کا راستہ اختیار نہ کیا اور کیوں شیاطین الانس والجن کے بہکائے میں آ گیا جو آج یہ روز بد دیکھنا پڑا۔

❖ یعنی جنگی دوستی اور انگوٹوں سے گمراہ ہوا تھا یا گمراہی میں ترقی کی تھی، اس وقت پچھتائے گا کہ افسوس ایسوں کو میں نے اپنا دوست کیوں سمجھا۔ کاش میرے اور انکے درمیان کبھی دوستی اور رفاقت نہ ہوئی ہوتی۔ **تنبیہ** | مفسرین نے یہاں عقبہ بن ابی معیط اور ابی بن خلف کا جو واقعہ نقل کیا ہے، کچھ ضرورت نہیں کہ آیت کے مدلول کو اس پر مقصور کیا جائے۔ ہاں جو تقریر ہم نے کی ہے اس میں وہ بھی داخل ہے۔

❖ یعنی پیغمبر کی نصیحت مجھ کو پہنچ چکی تھی جو ہدایت کے لئے کافی تھی، اور امکان تھا کہ میرے دل میں گھر کر لے۔ مگر اس کم بخت کی دوستی نے تباہ کیا اور دل کو ادھر متوجہ نہ ہونے دیا۔ بیشک شیطان بڑا دغا باز ہے آدمی کو عین وقت پر دھوکا دیتا اور بری طرح رسوا کرتا ہے۔

❖ **آنحضرت کی شکایت** | یعنی صدی معاندین نے جب کس طرح نصیحت پر کان نہ دھرا، تب پیغمبر نے بارگاہ الہی میں شکایت کی کہ خداوند امیری قوم نہیں سنتی، انہوں نے قرآن جیسی عظیم الشان کتاب کو (العیاذ باللہ) بکواس قرار دیا ہے، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خوب شور مچاتے اور بک بک جھک جھک کرتے ہیں۔ تاکوئی شخص سن اور سمجھ نہ سکے۔ اس طرح ان اشیاء نے قرآن جیسی قابل قدر کتاب کو بالکل متروک و مہجور کر چھوڑا ہے۔ **تنبیہ** | آیت میں اگرچہ مذکور صرف کافروں کا ہے تاہم قرآن کی تصدیق نہ کرنا، اس میں تدبر نہ کرنا، اس پر عمل نہ کرنا، اس کی تلاوت نہ کرنا، اس کی صحیح قراءت کی طرف توجہ نہ کرنا، اس سے اعراض کر کے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا، یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجران قرآن کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں۔ "فَنَسَأَلُ اللَّهُ الْكُرْئِمَ الْمَنَّانَ الْقَادِرَ عَلَى مَا يَشَاءُ أَنْ يُخْلِصَنَا مِمَّا يُسْحِطُهُ وَ يَسْتَعْمِلَنَا فِيمَا يُرْضِيهِ مِنْ حِفْظِ كِتَابِهِ وَ فَهْمِهِ وَ الْقِيَامِ بِمَقْتَضَاهُ انَاءَ اللَّيْلِ وَ اطراف النهار على الوجه الذى يحبه وَ يَرْضاه انَّهُ كُرْئِمٌ وَ هَابٌ"

❖ ہر نبی کے دشمن ضرور ہوئے ہیں | جو نبی کی بات ماننے میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور لوگوں کو قبول حق سے روکتے ہیں۔
❖ یعنی کافر پڑے بہکایا کریں، جس کو اللہ چاہے گارہ پر لے آویگا یا یہ مطلب ہے کہ اللہ جس کو چاہے گاہدایت کر دے گا اور جن کو ہدایت نصیب نہ ہوگی ان کے سب کے مقابلہ میں تیری مدد کرے گا۔ یا یہ کہ حق تعالیٰ تیری مدد کر کے مقام مطلوب تک پہنچا دے گا۔ کوئی رکاوٹ مانع نہ ہو سکے گی۔

❖ **قرآن کی یکبارگی نازل نہ ہونے پر کفار کے شبہات** | یعنی نبی کے دشمن لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ایسے ایسے اعتراض چھانٹتے ہیں کہ صاحب دوسری کتابوں کی طرح پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اتارا گیا، برسوں میں جو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا، کیا اللہ میاں کو کچھ سوچنا پڑتا تھا، اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ خود محمد ﷺ سوچ سوچ کر بناتے ہیں۔ پھر موقع مناسب دیکھ کر تھوڑا تھوڑا اتارتے رہتے ہیں۔

نَرْتَبِلًا ۳۰ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ

تظہر ٹھہر کر ۱ اور نہیں لاتے تیرے پاس کوئی مثل کہ ہم نہیں پہنچا دیتے تجھ کو ٹھیک بات اور اس سے بہتر

تَفْسِيرًا ۳۱ الَّذِينَ يُحْشِرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ

کھول کر ۱ جو لوگ کہ گھیر کر لائے جائیں گے اونڈھے پڑے ہوئے اپنے منہ پر

جَهَنَّمَ ۴ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۳۲ وَلَقَدْ

دوزخ کی طرف ۱ انہی کا برا درجہ ہے اور بہت بگے ہوئے ہیں راہ سے ۱ اور

آتَيْنَا مُوسَىٰ مِنَ الْكِنْتِ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ

ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور کر دیا ہم نے اس کے ساتھ اس کا بھائی ہارون

وَزِيرًا ۳۳ فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا

کام بنانے والا پھر کہا ہم نے تم دونوں جاؤ ان لوگوں کے پاس جنہوں نے جھٹلایا

بِأَيْتِنَاهُمْ فَدَمَّرْنَاهُمْ تَدْمِيرًا ۳۴ وَقَوْمَ نُوحٍ لَمَّا كَذَبُوا

ہماری باتوں کو ۱ پھر دے مارا ہم نے ان کو اکھاڑ کر اور نوح کی قوم کو جب انہوں نے جھٹلایا

الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۳۵ وَأَعْتَدْنَا

پیغام لانے والوں کو ۱ ہم نے ان کو ڈبا دیا اور کیا ان کو لوگوں کے حق میں نشانی اور تیار کر رکھا ہے

لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۳۶ وَعَادًا وَثَمُودًا وَأَصْحَابَ

ہم نے گنہگاروں کے واسطے عذاب دردناک اور عاد کو اور ثمود کو اور کنوئیں

الرُّسُلِ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ۳۷ وَكَلَّا ضَرَبْنَا لَهُ

والوں کو ۱ اور اس کے بیچ میں بہت سی جماعتوں کو اور سب کو کہہ سنائیں ہم نے

قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی حکمت | یعنی یہ کیا ضرور ہے کہ تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا اس سبب سے ہو جو تم نے سمجھا۔ اگر غور کرو گے تو اس طرح نازل کرنے میں بہت سے فوائد ہیں جو دفعۃً نازل کرنے کی صورت میں پوری طرح حاصل نہ ہوتے۔ مثلاً اس صورت میں قرآن کا حفظ کرنا زیادہ آسان ہوا، سمجھنے میں سہولت رہی، کلام پوری طرح منضبط ہوتا رہا اور جن مصالِح و حکم کی رعایت اس میں کی گئی تھی، لوگ موقع بہ موقع ان کی تفصیل پر مطلع ہوتے رہے۔ ہر آیت کی جداگانہ شان نزول کو دیکھ کر اس کا صحیح مطلب متعین کرنے میں مدد ملی۔ ہر ضرورت کے وقت ہر بات کا بروقت جواب ملتے رہنے سے پیغمبر اور مسلمانوں کے قلوب تسکین پاتے رہے اور ہر آیت کے نزول پر گویا دعویٰ اعجاز کی تجدید ہوتی رہی۔ اس سلسلہ میں جبریل کا بار بار آنا جانا ہوا جو ایک مستقل برکت تھی، وغیرہ ذالک من الفوائد۔ ان ہی میں سے بعض فوائد کی طرف یہاں اشارہ فرمایا ہے۔

قرآن میں تمام شبہات کا جواب | یعنی کفار جب کوئی اعتراض قرآن پر یا کوئی مثال آپ پر چسپاں کرتے ہیں تو قرآن اس کے جواب میں ٹھیک ٹھیک بات بتلا دیتا ہے جس میں کسی قسم کا ہیر پھیر نہیں ہوتا۔ بلکہ صاف واضح، معتدل اور بے غل و غش بات ہوتی ہے ہاں جنکی عقل اوندھی ہو گئی ہو وہ سیدھی اور صاف بات کو بھی ٹیڑھی سمجھیں، یہ الگ چیز ہے، ایسوں کا انجام اگلی آیت میں بیان فرمایا۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی عقل اوندھی ہو گئی اور علویات کو چھوڑ کر سفلی خواہشات پر جھک پڑے۔ آگے ایسی چند اقوام کا جو حشر ہوا عبرت کے لئے اس کو بیان فرماتے ہیں۔

یعنی آیات تکوینیہ کو جو اللہ کی توحید و غیرہ پر دال ہیں اور انبیائے سابقین کے متفقہ بیانات کو جن کا تھوڑا بہت چرچا پہلے سے چلا آتا تھا، جھٹلا کر خدائی کے دعوے کرنے لگے تھے۔

ایک پیغمبر کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے۔ کیونکہ اصول دین میں سب انبیاء متحد ہیں۔

اصحاب الرّس کون تھے | ”اصحاب الرّس“ (کنوئیں والے) کون تھے؟ اس میں سخت اختلاف ہوا ہے۔ ”روح المعانی“ میں بہت اقوال نقل کر کے لکھا ہے۔ ”وَمَلَخَّصُ الْأَقْوَالِ أَنَّهُمْ قَوْمٌ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ بِتَكْذِيبٍ مَنْ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ“ (یعنی خلاصہ یہ ہے کہ وہ کوئی قوم تھی جو اپنے پیغمبر کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک ہوئی) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”ایک امت نے اپنے رسول کو کنوئیں میں بند کیا پھر ان پر عذاب آیا تب وہ رسول خلاص ہوا۔“

الْأَمْثَالِ ۚ وَكَلَّا تَبَرْنَا تَنْبِيرًا ۝۳۹ ۚ وَلَقَدْ آتَوْنَا عَلَى الْقَرْيَةِ

مثالیں اور سب کو کھودیا ہم نے غارت کر کر ۱۰ اور یہ لوگ ہو آئے ہیں اس ہستی کے پاس

الَّتِي أَمْطَرْتُ مَطَرًا سَوِيًّا ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرُونَهَا ۚ بَلْ

جن پر برسا جن پر برسا (مینہ) ۱۰ کیا دیکھتے نہ تھے اس کو ۱۰ نہیں پر

كَانُوا لَا يَرْجُونَ نَشُورًا ۝۴۰ ۚ وَإِذَا رَأَوْكَ إِذَا يَتَّخِذُونَكَ

امید نہیں رکھتے جی اٹھنے کی ۱۰ اور جہاں تجھ کو دیکھیں کچھ کام نہیں ان کو تجھ سے

إِلَّا هُزُوعًا ۚ وَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝۴۱ ۚ إِنَّ كَادَ

مگر ٹھٹھے کرنے کیا یہی ہے جس کو بھیجا اللہ نے پیغام دے کر یہ تو

لِيُضِلَّنَا عَنْ الْهَدْيِ لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا وَسَوْفَ

ہم کو بچلا ہی دیتا ہمارے معبودوں سے اگر ہم نہ جبرے رہتے ان پر ۱۰ اور آگے

يَعْلَمُونَ حِينَ يَرُونَ الْعَذَابَ ۚ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝۴۲ ۚ

جان لیں گے جس وقت دیکھیں گے عذاب کہ کون بہت بچلا ہوا ہے راہ سے ۱۰

أَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ ۚ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ

بھلا دیکھ تو اس شخص کو جس نے پوجنا اختیار کیا اپنی خواہش کا کہیں تو لے سکتا ہے اس کا

وَكَيْلًا ۝۴۳ ۚ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ

۱۰ ذمہ یا تو خیال رکھتا ہے کہ بہت سے ان میں سنتے یا سمجھتے ہیں

إِنَّ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝۴۴ ۚ أَلَمْ تَرَ

اور کچھ نہیں وہ برابر ہیں چوپایوں کے بلکہ وہ زیادہ بہکے ہوئے ہیں راہ سے ۱۰ تو نے نہیں دیکھا

یعنی پہلے سب کو اچھی طرح سمجھایا۔ جب کسی طرح نہ مانا تو تختہ الٹ دیا۔

یعنی قوم لوط کی بستیاں جن کے کھنڈرات پر سے مکہ والے ”شام“ کے سفر میں گذرتے تھے۔

یعنی کیا ان کے کھنڈرات کو عبرت کی نگاہ سے نہ دیکھا۔

یعنی عبرت کہاں سے ہوتی جب انکے نزدیک یہ احتمال ہی نہیں کہ مرنے کے بعد پھر جی اٹھنا اور خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ عبرت تو وہ ہی حاصل کرتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت ڈر ہو اور انجام کی طرف سے بالکل بے فکر نہ ہو۔

آنحضرتؐ سے استہزاء | یعنی بجائے عبرت حاصل کرنے کے ان کا مشغلہ تو یہ ہے کہ پیغمبر

سے ٹھٹھا کیا کریں۔ چنانچہ آپؐ کو دیکھ کر استہزاء کہتے ہیں کہ کیا یہ ہی بزرگ ہیں جن کو اللہ نے رسول

بنا کر بھیجا ہے؟ بھلا یہ حیثیت اور منصب رسالت؟ کیا ساری خدائی میں سے یہ ہی اکیلے رسول بننے

کے لئے رہ گئے تھے؟ آخر کوئی بات تو ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کی تقریر جادو کا اثر رکھتی ہے۔ قوت

فصاحت اور زور تقریر سے رنگ تو ایسا جمایا تھا کہ بڑے بڑوں کے قدم پھسل گئے ہوتے۔ قریب تھا

کہ اس کی باتیں ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیتیں۔ وہ تو ہم کے ہی ایسے تھے کہ برابر جے

رہے انکی کسی بات کا اثر قبول نہ کیا۔ ورنہ یہ ہم سب کو کبھی کا گمراہ کر کے چھوڑتے (العیاذ باللہ)

یعنی عذاب الہی کو آنکھوں سے دیکھیں گے تب ان کو پتہ لگے گا کہ واقع میں کون گمراہی پر تھا۔

خواہش ان کا خدا ہے | یعنی آپؐ ایسے ہو ا پرستوں کو راہ ہدایت پر لے آنے کی کیا ذمہ داری کر

سکتے ہیں جن کا معبود ہی محض خواہش ہو کہ جدھر خواہش لے گئی ادھر ہی جھک پڑے جو بات خواہش

کے موافق ہوئی قبول کر لی، جو مخالف ہوئی رد کر دی۔ آج ایک پتھرا چھما معلوم ہوا اسے پوجنے لگے کل

دوسرا اس سے خوبصورت مل گیا پہلے کو چھوڑ کر اس کے آگے سر جھکا دیا۔

کفار چوپایوں سے بھی بدتر ہیں | یعنی کیسی ہی نصیحتیں سنائیں، یہ تو چوپائے جانور ہیں بلکہ

ان سے بھی بدتر، انہیں سننے یا سمجھنے سے کیا واسطہ چوپائے تو بہر حال اپنے پرورش کرنے والے مالک

کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں۔ اپنے محسن کو پہچانتے ہیں، نافع و مضر کی کچھ شناخت رکھتے ہیں۔ کھلا

چھوڑ دو تو اپنی چراگاہ اور پانی پینے کی جگہ پہنچ جاتے ہیں، لیکن ان بدبختوں کا حال یہ ہے کہ نہ اپنے

خالق و رازق کا حق پہچانا، نہ اس کے احسانات کو سمجھا۔ نہ بھلے برے کی تمیز کی، نہ دوست دشمن میں

فرق کیا، نہ غذائے روحانی اور چشمہ ہدایت کی طرف قدم اٹھایا۔ بلکہ اس سے کوسوں دور بھاگے اور

جو قوتیں خدا تعالیٰ نے عطا کی تھیں ان کو معطل کئے رکھا بلکہ بے موقع صرف کیا۔ اگر ذرا بھی عقل و فہم

سے کام لیتے تو اس کارخانہ قدرت میں بی شمار نشانیاں موجود تھیں جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی

توحید و تنزیہ اور اصول دین کی صداقت و حقانیت کی طرف رہبری کر رہی ہیں جن میں سے بعض

نشانیوں کا ذکر آئندہ آیات میں کیا گیا ہے۔

إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلُّ ۚ وَوَشَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا

اپنے رب کی طرف کیسے دراز کیا سایہ کو (پرچھائیں کو) اور اگر چاہتا تو اس کو ٹھہرا رکھتا

ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسُ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝۳۵ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا

پھر ہم نے مقرر کیا سورج کو اس کا راہ بتلانے والا پھر کھینچ لیا ہم نے اس کو اپنی طرف

قَبْضًا يَسِيرًا ۝۳۶ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ لِبَاسًا

سج سچ سمیٹ کر اور وہی ہے جس نے بنا دیا تمہارے واسطے رات کو اور ڈھنا

وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ۝۳۷ وَهُوَ الَّذِي

اور نیند کو آرام اور دن کو بنا دیا اٹھ نکلنے کے لیے اور وہی ہے جس نے

أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ وَأَنْزَلْنَا مِنْ

چلائیں ہوائیں خوش خبری لانے والیاں اس کی رحمت سے (کے) آگے اور اتارا ہم نے

السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ۝۳۸ لِنُنْجِيَ بِهِ بَلَدَةً صَيَّنَّا وَنُسْقِيهِ

آسمان سے پانی پاکی حاصل کرنے کا کہ زندہ کر دیں اس سے مرے ہوئے دیں کو اور پلائیں اس کو

مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنْ آسَىٰ كَثِيرًا ۝۳۹ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ

اپنے پیدا کیے ہوئے بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو اور طرح طرح سے تقسیم کیا ہم نے اس کو

بَيْنَهُمْ لِيَذْكُرُوا ۚ فَآبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كَفُورًا ۝۴۰ وَلَوْ

ان کے بیچ میں تا دھیان رکھیں پھر بھی نہیں رہتے بہت لوگ بدون ناشکری کے اور اگر

شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا ۝۴۱ فَلَا تَطِعِ الْكُفْرَيْنِ

ہم چاہتے تو اٹھاتے ہر پستی میں کوئی ڈرانے والا سو تو کہنا مت مان منکروں کا

سائے اور روشنی میں قدرت کے دلائل | صبح سے طلوع شمس تک سب جگہ سایہ رہتا ہے اگر حق تعالیٰ سورج کو طلوع نہ ہونے دیتا تو یہ ہی سایہ قائم رہتا، مگر اس نے اپنی قدرت سے سورج نکالا جس سے دھوپ پھیلنی شروع ہوئی اور سایہ بتدریج ایک طرف کو سمٹنے لگا۔ اگر دھوپ نہ آتی تو سایہ کو ہم سمجھ بھی نہ سکتے۔ کیونکہ ایک ضد کے آنے سے ہی دوسری ضد پہچانی جاتی ہے۔ ”قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مِنْ آلِهَةٍ غَيْرِ اللَّهِ يَأْتِيَكُمُ بِضِيَاءٍ“ الخ (تقصص رکوع ۷) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”اول ہر چیز کا سایہ لمبا پڑتا ہے۔ پھر جس طرف سورج چلتا ہے اس کے مقابل سایہ ہٹتا جاتا ہے جب تک کہ جڑ میں آگے۔“ اپنی طرف کھینچ لیا کا یہ مطلب ہے کہ اپنی اصل کو جا لگتا ہے۔ سب کی اصل اللہ ہے۔“ (موضح القرآن) پھر زوال کے بعد سے ایک طرف سے دھوپ سمٹنا شروع ہوتی ہے اور دوسری طرف سایہ لمبا ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ آخر نہار میں دھوپ غائب ہو جاتی ہے۔ یہ ہی مثال دنیا کی ہستی کی سمجھو۔ اول عدم تھا، پھر نور وجود آیا، پھر آخر کار کتم عدم میں چلی جائیگی۔ اور اسی جسمانی نور و ظل کے سلسلہ پر روحانی نور و ظلمت کو قیاس کرو۔ اگر کفر و عصیان اور جہل و طغیان کی ظلمات میں آفتاب نبوت کی روشنی اللہ تعالیٰ نہ بھیجتا تو کسی کو معرفت صحیحہ کا راستہ ہاتھ نہ آتا۔

لیل و نہار سے قیامت کا استدلال | یعنی رات کی تاریکی چادر کی طرح سب پر محیط ہو جاتی ہے جس میں لوگ کاروبار چھوڑ کر آرام کرتے ہیں، پھر دن کا اجالا ہوتا ہے تو نیند سے اٹھ کر ادھر ادھر چلنے پھرنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح موت کی نیند کے بعد قیامت کی صبح آئے گی جس میں سارا جہان دوبارہ اٹھ کھڑا ہوگا اور یہی حالت اس وقت پیش آتی ہے جب انبیاء علیہم السلام وحی والہام کی روشنی سے دنیا میں اجالا کرتے ہیں، تو جہل و غفلت کی نیند سے سوئی ہوئی مخلوق ایک دم آنکھیں مل کر اٹھ بیٹھتی ہے۔

ہواؤں اور پانی میں اللہ کی نشانیاں | یعنی اول برسائی ہوائیں بارش کی خوشخبری لاتی ہیں، پھر آسمان کی طرف سے پانی برستا ہے جو خود پاک اور دوسروں کو پاک کرنے والا ہے۔ پانی پڑتے ہی مردہ زمینوں میں جان پڑ جاتی ہے، کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں جہاں خاک اڑ رہی تھی وہاں سبزہ زار بن جاتا ہے۔ اور کتنے جانور اور آدمی بارش کا پانی پی کر سیراب ہوتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن ایک غیبی بارش کے ذریعہ مردہ جسموں کو جو خاک میں مل چکے تھے زندہ کر دیا جائے گا اور دنیا میں بھی اسی طرح جو دل جہل و عصیان کی موت سے مر چکے تھے، وحی الہی کی آسمانی بارش ان کو زندہ کر دیتی ہے جو رو جس پلیدی میں پھنس گئی تھیں، روحانی بارش کے پانی سے دھل کر پاک و صاف ہو جاتی ہیں اور معرفت و وصول الی اللہ کی پیاس رکھنے والے اسی کو پی کر سیراب ہوتے ہیں۔

پانی کی حکیمانہ تقسیم | یعنی بارش کا پانی تمام زمینوں اور آدمیوں کو یکساں نہیں پہنچتا بلکہ کہیں کم کہیں زیادہ، کہیں جلد کہیں بدیر، جس طرح اللہ کی حکمت متقضی ہو پہنچتا رہتا ہے۔ تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کی تقسیم کسی قادر مختار و حکیم کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن بہت لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے اور نعمت الہی کا شکر ادا نہیں کرتے۔ لے کفر اور ناشکری پر اتر آتے ہیں۔ یہ ہی حال روحانی بارش کا ہے کہ جس کو اپنی استعداد اور ظرف کے موافق جتنا حصہ ملنا تھا مل گیا اور بہت سے اس نعمت عظمیٰ کا کفران ہی کرتے رہے۔

وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ

اور مقابلہ کران کا اس کے ساتھ بڑے زور سے اور وہی ہے جس نے ملے ہوئے چلائے دو دریا

هَذَا عَذَابٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا

یہ بیٹھا ہے پیاس بچھانے والا اور یہ کھاری ہے کڑوا اور رکھان دونوں کے بیچ

بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ

پردہ اور آڑ روکی ہوئی اور وہی ہے جس نے بنایا پانی سے

بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿۵۴﴾ وَ

آدمی پھر ٹھہرایا اس کے لیے نسب (جد) اور سرال اور تیرا رب سب کچھ کر سکتا ہے اور

يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ وَكَانَ

پوجتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر وہ چیز جو نہ بھلا کرے ان کا نہ برا اور ہے

الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿۵۵﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَ

کافر اپنے رب کی طرف سے پیٹھ (منہ) پھیر رہا (طرف پیٹھ کر رہا) اور تجھ کو ہم نے بھیجا یہی خوشی اور

نَذِيرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ

ڈرسانے کے لیے تو کہہ میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری مگر جو کوئی چاہے

أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَىٰ الْحَيِّ الَّذِي

کہ پکڑ لے اپنے رب کی طرف راہ اور بھروسہ کر اوپر اس زندہ کے جو

لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ط وَكُفَىٰ بِهِ يَذُنُوبَ عِبَادِهِ خَيْرًا ﴿۵۸﴾

نہیں مرتا اور یاد کر اس کی خوبیاں اور وہ کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار

◆ آخضر ت کو تسلی | یعنی نبی کا آنا تعجب کی چیز نہیں۔ اللہ چاہے تو اب بھی نبیوں کی کثرت کر دے کہ ہر بستی میں علیحدہ نبی ہو۔ مگر اس کو منظور ہی یہ ہوا کہ اب آخر میں سارے جہان کے لیے اکیلے محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجے۔ سو آپ کافروں کے احمقانہ طعن و تشنیع اور سفیہانہ نکتہ چینیوں کی طرف التفات نہ فرمائیں۔ اپنا کام پوری قوت اور جوش سے انجام دیتے رہیں اور قرآن ہاتھ میں لیکر ان منکرین کا مقابلہ زور و شور کے ساتھ کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرنے والا ہے۔

◆ پیٹھے اور کھاری پانی کے دریاؤں کا سنگم | بیان القرآن میں دو معتبر بنگالی علماء کی شہادت نقل کی ہے کہ ”ارکان“ سے ”چائگام“ تک دریا کی شان یہ ہے کہ اس کی دو جانبیں بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں، ایک کا پانی سفید ہے، ایک کا سیاہ، سیاہ میں سمندر کی طرح طوفانی تلاطم اور تہوج ہوتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے کشتی سفید میں چلتی ہے اور دونوں کے بیچ میں ایک دھاری سی برابر چلی گئی ہے جو دونوں کا ملتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سفید پانی مینھا ہے اور سیاہ کڑوا اھ۔ اور مجھ سے ”باریال“ کے بعض طلبہ نے بیان کیا کہ ضلع ”باریال“ میں دو ندیاں ہیں جو ایک ہی دریا سے نکلی ہیں۔ ایک کا پانی کھاری بالکل کڑوا، اور ایک کا نہایت شیریں اور لذیذ ہے۔ یہاں گجرات میں راقم الحروف جس جگہ آج کل مقیم ہے (ذابھیل سملک ضلع سورت) سمندر تقریباً دس بارہ میل کے فاصلہ پر ہے ادھر کی ندیوں میں برابر دو جزر (جوار بھانا) ہوتا رہتا ہے۔ بکثرت ثقات نے بیان کیا کہ مد کے وقت جب سمندر کا پانی ندی میں آجاتا ہے تو پیٹھے پانی کی سطح پر کھاری پانی بہت زور سے چڑھ جاتا ہے لیکن اس وقت بھی دونوں پانی مختلف نہیں ہوتے۔ اوپر کھاری رہتا ہے، نیچے پیٹھا، جزر کے وقت اوپر سے کھاری اتر جاتا اور پیٹھا جوں کا توں باقی رہ جاتا ہے واللہ اعلم۔ ان شواہد کو دیکھتے ہوئے آیت کا مطلب بالکل واضح ہے۔ یعنی خدا کی قدرت دیکھو کہ کھاری اور پیٹھے دونوں دریاؤں کے پانی کہیں نہ کہیں مل جانے کے باوجود بھی کس طرح ایک دوسرے سے ممتاز رہتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں دریا الگ الگ اپنے اپنے بحر میں چلائے اور دونوں کے بیچ میں بہت جگہ زمین حائل کر دی، اس طرح آزاد نہ چھوڑا کہ دونوں زور لگا کر درمیان سے زمین کو ہٹا دیتے اور اس کی ہستی کو تباہ کر دیتے، پھر دونوں میں ہر ایک کا جو مزہ ہے وہ اسی کے لئے لازم ہے۔ یہ نہیں کہ پیٹھا دریا کھاری، یا کھاری پیٹھا بن جائے۔ گویا با اعتبار اوصاف کے ہر ایک دوسرے سے بالکل الگ رہنا چاہتا ہے۔ وقیل غیر ذالک، والرأجح عندی هو الاول، واللہ اعلم۔

◆ پانی کے قطرہ سے انسانی تخلیق | دیکھ لو! کس طرح اپنی قدرت کاملہ سے ایک قطرہ آب کو عاقل و کامل آدمی بنا دیا۔ پھر آگے اس سے نسلیں چلائیں اور دامادی اور سسرال کے تعلقات قائم کئے۔ ایک ناپیز قطرہ کو کیا سے کیا کر دیا اور کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ لیکن یہ حضرت تھوڑی ہی دیر میں اپنی اصل کو بھول گئے اور اس رب قدر کو چھوڑ کر عاجز مخلوق کو خدا کہنے لگے۔ اپنے پروردگار کا حق تو کیا پہچانتے اس سے منہ موڑ کر اور پیٹھے پھیر کر شیطان کی فوج میں جا شامل ہوئے۔ تا اغواء و اضلال کے مشن میں اس کی مدد کریں اور مخلوق کو گمراہ کرنے میں اس کا ہاتھ بنا لیں۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔

◆ آپ کا کام پیغام پہنچانا ہے | یعنی آپ کا کام خدا تعالیٰ کی وفاداری پر بشارات سنانا اور غداروں کو خراب نتائج و عواقب سے آگاہ کر دینا ہے۔ آگے کوئی مانے یا نہ مانے، آپ کو کچھ نقصان نہیں۔ آپ ان سے کچھ فیس یا مزدوری تھوڑی طلب کر رہے تھے کہ ان کے نہ ماننے سے اس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ آپ تو ان سے صرف اتنا ہی چاہتے ہیں کہ جو کوئی چاہے خدا کی توفیق پا کر اپنے رب کا راستہ پکڑے۔ اسی کو چاہو فیس کہہ لو یا مزدوری۔

◆ توکل کی نصیحت | یعنی آپ تنہا خدا پر بھروسہ کر کے اپنا فرض (تبلیغ و دعوت وغیرہ) ادا کئے جائیے۔ کسی کی مخالفت یا موافقت کی پروا نہ کریں۔ فانی چیزوں کا کیا سہارا۔ سہارا تو اسی کا ہے جو ہمیشہ زندہ رہے کبھی نہ مرے۔

◆ یعنی اسی پر توکل رکھئے اور اسی کی عبادت اور حمد و ثنا کرتے رہئے۔ ان مجرموں سے وہ خود بٹ لے گا۔

الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ

جس نے بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ

أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۗ الرَّحْمَنُ فَسَأَلُ بِهِ

دن میں پھر قائم ہوا عرش پر وہ بڑی رحمت والا سو پوچھا اس سے

خَيْرًا ۝ ۵۹ ۚ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا

جو اس کی خبر رکھتا ہو اور جب کہیے ان سے (کو) سجدہ کرو رحمن کو کہیں

الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۝ ۶۰ تَبَارَكَ

رحمن کیا ہے کیا سجدہ کرنے لگیں ہم جس کو تو فرمائے اور بڑھ جاتا ہے ان کا بدکنا (چوکننا) بڑی برکت ہے

الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَ

اس کی جس نے بنائے آسمان میں برج اور رکھا اس میں چراغ اور

قَمَرًا مُنِيرًا ۝ ۶۱ ۚ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً

چاند جالا (چاندنا) کرنے والا اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن بدلنے والے (بدلتے سہلتے)

لِّمَنۢ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ۝ ۶۲ ۚ وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ

اس شخص کے واسطے کہ چاہے دھیان رکھنا یا چاہے شکر کرنا اور بندے رحمن کے وہ ہیں

الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هُونًَا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ

جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں اور جب بات کرنے لگیں

الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَمًا ۝ ۶۳ ۚ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ

ان سے بے سمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت اور وہ لوگ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے آگے

۱ اس کا بیان سورۃ اعراف میں گذر چکا۔

۲ رحمن کو اہل خبر سے پوچھو | یعنی اللہ تعالیٰ کی شانوں اور رحمتوں کو کسی جاننے والے سے پوچھو۔ یہ جاہل مشرک اسے کیا

جائیں۔ ”وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ“ اپنی شئون و کمالات کا پوری طرح جاننے والا تو خدا ہی ہے۔ ”أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ“ لیکن مخلوق میں سب سے بڑے جاننے والے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جن کی ذات گرامی میں حق تعالیٰ نے اولین و آخرین کے تمام علوم جمع کر دیئے، خدا تعالیٰ کی شانوں کو کوئی ان سے پوچھے۔

۳ رحمن سے کفار کی چڑ | یعنی یہ جاہل مشرک رحمان کی عظمتِ شان کو کیا سمجھ سکتے ہیں جن کو اس نام سے بھی چڑ ہے۔ جب یہ نام سنتے ہیں تو انتہائی جہل یا بے حیائی اور تعنت سے ناواقف بن کر کہتے ہیں کہ رحمان کون ہے جس کو ہم سے سجدہ کراتا ہے کیا محض تیرے کہہ دینے سے ایسی بات مان لیں؟ بس تم نے ایک نام لے دیا اور ہم سجدہ میں گر پڑے۔ غرض جس قدر انہیں رحمان کی اطاعت و انقیاد کی طرف توجہ دلائے اسی قدر زیادہ بدکتے اور بھاگتے ہیں۔

۴ آسمان میں برجوں کی تخلیق | یعنی بڑے بڑے ستارے، یا آسمانی قلعے جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں۔ یا ممکن ہے سورج کی بارہ منزلیں مراد ہوں جو اہل ہیئت نے بیان کی ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ آسمان کے بارہ حصے، ان کا نام برج، ہر ایک پر ستاروں کا پتہ، یہ حدیں رکھی ہیں حساب کو۔ (موضح)

۵ یعنی سورج، شاید نور و حرارت کے جمع ہونے اور صفت احراق رکھنے کی وجہ سے اس کو چراغ فرمایا۔ ”وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا“ (نوح رکوع ۱)

۶ گھٹنے بڑھنے یا آنے جانے کو بدلنا سدلنا فرمایا، یا یہ مطلب ہے کہ ایک کو دوسرے کا بدل بنایا ہے۔ مثلاً دن کا کام رہ گیا، رات کو کر لیا، رات کا وظیفہ رہ گیا، دن میں پورا کر دیا۔ کماوردی الحدیث۔

۷ لیل و نہار کی تبدیلی اللہ کی معرفت کیلئے ہے | یعنی چاند سورج وغیرہ کا الٹ پھیر اور رات دن کا اول بدل اس لئے ہے کہ اس میں دھیان کر کے لوگ خداوند قدیر کی معرفت کا سراغ لگائیں کہ یہ سب تصرفات و تقلبات عظیمہ اسی کے دست قدرت کی کارسازیاں ہیں۔ اور رات دن کے فوائد و انعامات کو دیکھ کر اس کی شکر گزاری کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ رحمن کے مخلص بندے جن کا ذکر آگے آتا ہے، ایسا ہی کرتے ہیں۔

۸ رحمن کے بندے اور انکے اوصاف | یعنی مشرکین کی طرح رحمان کا نام سن کر ناک بھوئیں نہیں چڑھاتے بلکہ ہر فعل و قول سے بندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی چال ڈھال سے تواضع، متانت، خاکساری اور بے تکلفی نکلتی ہے۔ متکبروں کی طرح زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے۔ یہ مطلب نہیں کہ ریاء و تصنع سے بیماروں کی طرح قدم اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ حضور کی جو رفتار احادیث میں منقول ہے، اس کی تائید نہیں کرتی۔

۹ جہلاء کی بات کا جواب نرمی سے | یعنی کم عقل اور بے ادب لوگوں کی بات کا جواب عفو و صفا سے دیتے ہیں۔ جب کوئی جہالت کی گفتگو کرے تو ملائم بات اور صاحب سلامت کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ ایسوں سے منہ نہیں لگتے۔ نہ ان میں شامل ہوں نہ ان سے لڑیں۔ ان کا شیوہ وہ نہیں جو جاہلیت میں کسی نے کہا تھا

أَلَا لَا يَجْهَلُنَّ أَحَدٌ عَلَيْنَا

فَنَجْهَلُ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِينَ

یہ تو رحمان کے ان مخلص بندوں کا دن تھا، آگے رات کی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔

سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا

سجدہ میں اور کھڑے ﴿٦٣﴾ اور وہ لوگ کہتے ہیں اے رب ہٹا ہم سے

عَذَابٍ جَهَنَّمَ ۚ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٤﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ

دوزخ کا عذاب بے شک اس کا عذاب چمٹنے والا ہے وہ بری جگہ ہے

مُسْتَقْرًا وَمَقَامًا ﴿٦٥﴾ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا

تھہرنے کی اور بری جگہ رہنے کی ﴿٦٥﴾ اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ بے جا اڑائیں

وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِينَ لَا

اور نہ تنگی کریں اور ہے اس کے بیچ ایک سیدھی گذران ﴿٦٦﴾ اور وہ لوگ کہ نہیں

يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي

پکارتے اللہ کے ساتھ دوسرے حاکم کو اور نہیں خون کرتے جان کا جو

حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ

منع کردی اللہ نے مگر جہاں چاہئے ﴿٦٧﴾ اور بدکاری نہیں کرتے اور جو کوئی کرے یہ کام وہ جا پڑا

أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدُ

گناہ میں ﴿٦٨﴾ دو ٹا ہوگا اس کو عذاب قیامت کے دن اور پڑا رہے گا

فِيهِ مُهَانًا ۚ ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

اس میں خوار ہو کر ﴿٦٩﴾ مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک

فَأُولَٰئِكَ يَبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ

سوان کو بدل دے گا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیاں اور ہے اللہ

۱ | رحمن کے بندوں کی رات | یعنی رات کو جب غافل بندے نیند اور آرام کے مزے لوٹتے ہیں، یہ خدا کے آگے کھڑے اور سجدہ میں پڑے ہوئے گزارتے ہیں۔ رکوع چونکہ قیام و سجود کے درمیان واقع ہے، شاید اسی لئے اس کو علیحدہ ذکر نہیں کیا۔ گویا ان ہی دونوں کے بیچ میں آگیا۔

۲ | خوف جہنم | یعنی اتنی عبادت پر اتنا خوف بھی ہے۔ یہ نہیں کہ تہجد کی آٹھ رکعت پڑھ کر خدا کے عذاب و قہر سے بے فکر ہو گئے۔

۳ | خرچ میں میانہ روی | یعنی موقع دیکھ بھال کر میانہ روی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔ نہ مال کی محبت نہ اس کی اضاعت۔ کما قال تعالیٰ - "وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ" (بنی اسرائیل رکوع ۳)

۴ | قتل کی جائز صورتیں | مثلاً قتل عمد کے بدلہ قتل کرنا، یا بدکاری کی سزا میں زانی مہسن کو سنگسار کرنا، یا جو شخص دین چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے اس کو مار ڈالنا، یہ سب صورتیں "إِلَّا بِالْحَقِّ" میں شامل ہیں۔ کما ورد فی الحدیث۔

۵ | جہنم کی وادی آثام | یعنی بڑا سخت گناہ کیا جس کی سزا مل کر رہے گی۔ بعض روایات میں آیا کہ "آثار" جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں بہت ہی ہولناک عذاب بیان کئے گئے ہیں۔ اعاذنا اللہ منها۔

۶ | یعنی اور گناہوں سے یہ گناہ بڑے ہیں۔ عذاب بھی ان پر بڑا ہوگا اور دم بدم بڑھتا رہے گا۔

غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۴۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ

بخشنے والا مہربان ﴿۴۰﴾ اور جو کوئی توبہ کرے اور کرے کام نیک سو وہ پھرتا ہے

إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴿۴۱﴾ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا

اللہ کی طرف پھرانے کی جگہ ﴿۴۱﴾ اور جو لوگ شامل نہیں ہوتے جھوٹے کام میں ﴿۴۱﴾ اور جب گذرتے ہیں

بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ﴿۴۲﴾ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ

کھیل کی باتوں پر نکل جائیں بزرگانہ ﴿۴۲﴾ اور وہ لوگ کہ جب ان کو سمجھائیے ان کے رب کی باتیں

لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ﴿۴۳﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ

نہ پڑیں ان پر بہرے اندھے ہو کر ﴿۴۳﴾ اور وہ لوگ جو کہتے ہیں

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَ

اے رب دے ہم کو ہماری عورتوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک ﴿۴۴﴾ اور

اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿۴۵﴾ أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ

کر ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا ﴿۴۵﴾ ان کو بدلے ملے گا ان کوٹھوں کے چھرو کے

بِمَا صَبَرُوا وَيُلْقُونَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿۴۶﴾ خُلِدِينَ

اس لیے کہ وہ ثابت قدم رہے اور لینے آئیں گے ان کو وہاں دعا اور سلام کہتے ہوئے ﴿۴۶﴾ سدا رہا کریں

فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿۴۷﴾ قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي

ان میں خوب جگہ ہے ٹھہرنے کی اور خوب جگہ رہنے کی ﴿۴۷﴾ تو کہہ پروا نہیں رکھتا میرا رب تمہاری

لَوْ لَا دُعَاؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿۴۸﴾

اگر تم اس کو نہ پکارا کرو ﴿۴۸﴾ سو تم تو جھٹلا چکے اب آگے کو ہونی ہے ٹڈ بھیر ﴿۴۸﴾

توبہ کرنے والوں پر اللہ کا انعام | یعنی گناہوں کی جگہ نیکیوں کی توفیق دے گا اور کفر کے گناہ معاف کرے گا۔ یا یہ کہ بدیوں کو مٹا کر توبہ اور عمل صالح کی برکت سے ان کی تعداد کے مناسب نیکیاں ثبت فرمائے گا۔ کما یظہر من بعض الاحادیث۔

پہلے ذکر تھا کافر کے گناہوں کا جو پیچھے ایمان لے آیا۔ یہ ذکر ہے اسلام میں گناہ کرنے کا۔ وہ بھی جب توبہ کرے یعنی پھرے برے کام سے تو اللہ کے یہاں جگہ پائے۔ معلوم ہوا کہ سورۃ نساء میں جو فرمایا ”وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا فَرَجْزَ آوُهُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا“ (نساء رکوع ۱۳) وہ غیر تائب کے حق میں ہے۔ واللہ اعلم۔

جھوٹی شہادت | یعنی جو جھوٹ بولیں نہ جھوٹی شہادت دیں۔ نہ باطل کاموں، اور گناہ کی مجلسوں میں حاضر ہوں۔

لغو کاموں سے اعراض | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یعنی گناہ میں شامل نہیں، اور کھیل کی باتوں کی طرف دھیان نہیں کرتے نہ اس میں شامل نہ ان سے لڑیں۔“

بلکہ نہایت فکر و تدبر اور دھیان سے سینس اور سن کر متاثر ہوں مشرکین کی طرح پتھر کی مورتیں نہ بن جائیں۔
مومنین کا ملیں کی دُعا | یعنی بیوی بچے ایسے عنایت فرما جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی اور قلب مسرور ہو۔ اور ظاہر ہے مومن کامل کا دل اسی وقت ٹھنڈا ہوگا۔ جب اپنے اہل و عیال کو طاعت الہی کے راستہ پر گامزن اور علم نافع کی تحصیل میں مشغول پائے۔ دنیا کی سب نعمتیں اور مسرتیں اس کے بعد ہیں۔
جنت میں ان کا مقام | یعنی ایسا بنادے کہ لوگ ہماری اقتداء کر کے متقی بن جایا کریں۔ حاصل یہ کہ ہم نہ صرف بذات خود مہتدی، بلکہ دوسروں کے لئے ہادی ہوں۔ اور ہمارا خاندان تقویٰ و طہارت میں ہماری پیروی کرے۔

یعنی جنت میں اوپر کے درجے ملیں گے اور فرشتے دعا و سلام کہتے ہوئے انکا استقبال کریں گے اور آپس کی ملاقاتوں میں یہ ہی کلمات سلام و دعا انکی تکریم و عزت افزائی کے لئے استعمال ہونگے۔
یعنی ایسی جگہ تھوڑی دیر بٹھہرنا ملے تو بھی غنیمت ہے ان کا تو وہ گھر ہوگا۔

یعنی تمہارے نفع نقصان کی باتیں بچھا دیں۔ بندہ کو چاہئے مغرور اور بیباک نہ ہو، خدا کو اس کی کیا پروا، ہاں اس کی التجاء پر رحم کرتا ہے، نہ التجا کرو گے اور بڑے بے رہو گے تو مڈ بھینٹ کے لئے تیار ہو جاؤ جو عنقریب ہونے والی ہے۔

کفار کی تکذیب کا انجام | یعنی کافر جو حق کو جھٹلا چکے۔ یہ تکذیب عنقریب انکے گلے کا ہار بنے گی۔ اس کی سزا سے کسی طرح چھٹکارا نہ ہوگا۔ آخرت کی ابدی ہلاکت تو ہے ہی، دنیا میں بھی اب جلدی مڈ بھینٹ ہونے والی ہے۔ یعنی لڑائی جہاد۔ چنانچہ غزوہ بدر میں اس مڈ بھینٹ کا نتیجہ دیکھ لیا۔ تم
سورۃ الفرقان وللہ الحمد والمنہ۔

آيَاتُهَا ۲۶ ﴿۲۶﴾ سُورَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ (۲۶) ﴿رُكُوعَاتُهَا ۱﴾

سورہ شعراء مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی دو سو ستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

طَسْمٌ ۱ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۲ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ

طسم یہ آیتیں ہیں کھلی کتاب کی شاید تو گھونٹ مارے

نَفْسِكَ إِلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۳ إِنْ نَشَأْ نُذِرْكَ عَلَيْهِمْ

اپنی جان اس بات پر کہ وہ یقین نہیں کرتے اگر ہم چاہیں اتاریں ان پر

مِّنَ السَّمَاءِ آيَةٌ فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ۴

آسمان سے ایک نشانی پھر رہ جائیں ان کی گردنیں اس کے آگے نیچی

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرِ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحَدِّثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ

اور نہیں پہنچتی ان کے پاس کوئی نصیحت رحمن سے نئی جس سے

مُعْرِضِينَ ۵ فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءٌ مَّا كَانُوا بِهِ

منہ نہیں موڑتے سو یہ تو جھٹلا چکے اب پہنچے گی ان پر حقیقت اس بات کی جس پر

كٰسِتْهُمْ وَنَ ۶ أَوَّلُهُمْ يَبْرُونَ ۷ الْأَرْضِ كَمَا أَنْبَأْنَا

ٹھنھے کرتے تھے کیا نہیں دیکھتے وہ زمین کو کتنی اگائیں ہم نے

فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۸ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً ط وَمَا

اس میں ہر ایک قسم کی (طرح کی) خاصی چیزیں اس میں البتہ نشانی ہے اور

سورۃ الشعراء

یعنی اس کتاب کا اعجاز کھلا ہوا ہے۔ احکام واضح ہیں اور حق کو باطل سے الگ کرنے والی ہے۔

کفار پر آنحضرتؐ کی انتہائی شفقت | یعنی ان بد بختوں کے غم میں اپنے کو اس قدر گھلانے کی ضرورت نہیں کیا ان کے پیچھے آپؐ اپنی جان کو ہلاک کر کے رہیں گے۔ دلسوزی اور شفقت کی بھی آخر ایک حد ہے۔

اللہ اختیار کو سلب نہیں کرنا چاہتا | یعنی یہ دنیا ابتلاء کا گھر ہے جہاں بندوں کے انقیاد و تسلیم اور سرکشی کو آزما یا جاتا ہے۔ اسی لئے حکمت الہی مقتضی نہیں کہ ان کا اختیار بالکل سلب کر لیا جائے۔ ورنہ خدا چاہتا تو کوئی ایسا آسمانی نشان دکھلاتا کہ اس کے آگے زبردستی سب کی گردنیں جھک جاتیں۔ بڑے بڑے سرداروں کو بھی انکار و انحراف کی قدرت باقی نہ رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا تو نہیں کیا، ہاں وہ نشان بھیجے جنہیں دیکھ کر آدمی حق کو سمجھنا چاہے تو باسانی سمجھ سکے۔ اور کبھی کبھی مغلوب ہو کر گردن جھکانے سے مفر بھی نہ ملے۔

پند و نصیحت سے اعراض | یعنی آپؐ جن کے غم میں پڑے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ رحمن اپنی رحمت و شفقت سے جب ان کی بھلائی کے لئے کوئی پند و نصیحت بھیجتا ہے یہ ادھر متوجہ نہیں ہوتے بلکہ منہ پھیر کر بھاگتے ہیں گویا کوئی بہت بری چیز سامنے آگئی۔

یعنی صرف معمولی اعراض ہی نہیں۔ تکذیب و استہزاء بھی ہے سو عنقریب دنیا اور آخرت میں اپنی کرتوت کی سزا بھگتیں گے۔ تب اس چیز کی حقیقت کھلے گی جس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

ان میں بہت لوگ نہیں مانتے والے ۛ اور تیرا رب وہی ہے زبردست

الرَّحِيمُ ۝ وَإِذْ نَادَى رَبُّكَ مُوسَىٰ أَنِ اتَّبِعْ الْقَوْمَ

رحم والا ۛ اور جب پکارا تیرے رب نے موسیٰ کو کہ جا اس قوم

الظَّالِمِينَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۖ أَلَا يَتَّقُونَ ۝ قَالَ رَبِّ

گنہگار کے پاس قوم فرعون کے پاس کیا وہ ڈرتے نہیں ۛ بولا اے رب

إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ۖ وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا

میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو جھٹلائیں اور رک جاتا ہے میرا جی اور نہیں

يُنطَلِقُ لِسَانِي فَأُرْسِلُ إِلَىٰ هَارُونَ ۖ وَلَهُمْ عَلَىٰ

چلتی ہے میری زبان سو پیغام دے ہارون کو ۛ اور ان کو مجھ پر ہے

ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ۖ قَالَ كَلَّا ۖ فَاذْهَبَا

ایک گناہ کا دعویٰ ۛ سو ڈرتا ہوں کہ مجھ کو مار ڈالیں ۛ فرمایا کبھی نہیں تم دونوں جاؤ

بِأُيْتِنَا إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ ۖ فَاتَّبَعَا فَرْعَوْنَ فَمَا قَوْلَا

لے کر ہماری نشانیاں ہم ساتھ تمہارے سنتے ہیں ۛ سو جاؤ فرعون کے پاس اور کہو

إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ أَنْ أُرْسِلُ مَعَنَا بِنِي

ہم پیغام لے کر آئے ہیں پروردگار عالم کا یہ کہ بھیج دے ہمارے ساتھ بنی

إِسْرَائِيلَ ۖ قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ

اسرائیل کو ۛ بولا کیا نہیں پالا ہم نے تجھ کو اپنے اندر (یہاں) لڑکا سا ۛ اور رہا

❖ کیا یہ زمین میں غور و خوض نہیں کرتے | یعنی یہ مکذبین اگر ایک پیش پا افتادہ زمین ہی کے احوال میں غور کرتے تو مہد او معاد کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کافی ہو سکتی تھی۔ کیا دیکھتے نہیں کہ اسی کرکری اور حقیر مٹی سے کیسے عجیب و غریب رنگ برنگ پھول پھل اور قسم قسم کے غلے اور میوے ایک مضبوط نظام تکوین کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں۔ کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ کسی لامحدود قدرت و حکمت رکھنے والے صانع نے اس پر رونق چمن کی گلکاریاں کی ہیں جس کے قبضہ میں وجود کی باگ ہے اور وہ ہی جب چاہے اسے ویران کر سکتا اور ویرانی کے بعد دوبارہ آباد کر سکتا ہے۔ پھر ان آیات تکوینیہ کو سمجھ لینے کے بعد آیات تنزیلیہ کی تصدیق میں کیا اشکال رہ جاتا ہے۔ ہاں ماننا ہی منظور نہ ہو تو الگ بات ہے۔

❖ یعنی زبردست تو ایسا ہے کہ نہ ماننے پر فوراً عذاب بھیج سکتا تھا، مگر رحم کھا کر تاخیر کرتا ہے کہ ممکن ہے اب بھی مان لیں۔ آگے عبرت کے لئے مکذبین کے چند واقعات بیان فرمائے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ خدا نے ان کو کہاں تک ڈھیل دی، جب کسی طرح نہ مانے تو پھر کیسے تباہ و برباد کیا۔ ان میں پہلا قصہ قوم فرعون کا ہے جو پیشتر سورۃ "اعراف" اور سورۃ "ط" وغیرہ میں بالتفصیل گزر چکا۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کرنے جائیں۔

❖ حضرت موسیٰ کا واقعہ | تم جا کر انہیں خدا کے غصہ سے ڈراؤ۔

❖ حضرت ہارون کو اپنا نائب بنانے کی درخواست | یعنی پوری بات سننے سے پہلے یہ جھٹلانا شروع کر دیں گے اور مجلس میں کوئی تائید کرنے والا نہ ہوگا۔ ممکن ہے اس وقت ملول اور حزین ہو کر طبیعت رک جائے، دل نہ کھلے، اور زبان میں کچھ لکنت پہلے ہی سے ہے۔ تنگدل ہو کر بولنے میں زیادہ رکاوٹ پیدا نہ ہو جائے اس لئے میری تقویت و تائید کے لئے اگر ہارون کو جو مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہیں، میرا شریک حال کر دیا جائے تو بڑی مہربانی ہو۔

❖ یعنی ایک قبلی کے خون کا دعویٰ جس کی تفصیل سورۃ قصص میں آئے گی۔

❖ یعنی دعوت و تبلیغ سے پہلے ہی میرا کام تمام نہ کر دیں کہ یہ وہ ہی شخص ہے جو ہمارے آدمی کا خون کر کے بھاگا تھا۔ ایسی صورت میں فرض تبلیغ کس طرح ادا ہوگا۔

❖ حضرت موسیٰ و ہارون کو فرعون کی طرف بھیجنا | یعنی کیا مجال ہے کہ ہاتھ لگا سکیں۔ جاؤ اپنی استدعا کے موافق ہارون کو بھی ساتھ لو اور ہمارے دیئے ہوئے معجزات و نشانات لے کر وہاں پہنچو۔ ان نشانات کے ساتھ ہوتے ہوئے تم کو کیا ڈر، اور نشان کیا ہم خود ہر موقع پر تمہارے ساتھ ہیں اور فریقین کی گفتگو سن رہے ہیں۔

❖ بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ | "بنی اسرائیل" کا وطن حضرت ابراہیم کے زمانہ سے ملک شام تھا۔ حضرت یوسف کے سبب سے مصر میں آ رہے، وہاں ایک مدت گزری۔ اب ان کو حق تعالیٰ نے ملک شام دینا چاہا۔ فرعون ان کو نہ چھوڑتا تھا کیونکہ ان سے غلاموں کی طرح بیگار میں کام لیتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی آزادی کا مطالبہ فرمایا۔

❖ حضرت موسیٰ اور فرعون کا مکالمہ | یعنی تو وہ ہی نہیں جس کو ہم نے اپنے گھر میں بڑے ناز و نعم سے پالا پوسا اور پرورش کر کے اتنا بڑا کیا۔ اب تیرا یہ دماغ ہو گیا کہ ہم ہی سے مطالبات کرتا اور اپنی بزرگی منواتا ہے۔

فِينَا مِنْ عُمْرِكَ سِنِينَ ۱۸ وَفَعَلْتَ فَعَلَتِكَ الَّتِي

تو ہم میں اپنی عمر میں سے کئی برس (برسوں) اور کر گیا تو اپنی وہ کرتوت جو

فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۱۹ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذَا وَأَنَا

کر گیا اور تو ہے ناشکر کہا کیا تو تھا میں نے وہ کام اور میں

مِنَ الضَّالِّيْنَ ۲۰ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُمْ فَوَهَبَ

تھا چوکنے والا پھر بھاگا میں تم سے جب تمہارا ڈر دیکھا پھر بخشا

لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۲۱ وَتِلْكَ

مجھ کو میرے رب نے حکم اور ٹھہرایا (مقرر کیا) مجھ کو پیغام پہنچانے والا اور کیا وہ

نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدتَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۲۲ قَالَ

احسان ہے جو تو مجھ پر رکھتا ہے کہ غلام بنایا تو نے بنی اسرائیل کو بولا

فَرَعُونَ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِينَ ۲۳ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

فرعون کیا معنی پروردگار عالم کا کہا پروردگار آسمان

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۲۴ اِنْ كُنْتُمْ مُّوقِنِينَ ۲۵ قَالَ لِمَنْ

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اگر تم یقین کرو بولا

حَوْلَهُ اَلَا نَسْتَمْعُوْنَ ۲۶ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَائِكُمْ

اپنے گرد والوں سے کیا تم نہیں سنتے ہو کہا پروردگار تمہارا اور پروردگار تمہارے اگلے

الْاَوَّلِيْنَ ۲۷ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمْ الَّذِيْ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ

باپ دادوں کا بولا تمہارا پیغام لانے والا جو تمہاری طرف بھیجا گیا

۱ اتنے برسوں تک کبھی یہ دعوے نہ کئے، اب یہاں سے نکلتے ہی رسول بن گئے۔

۲ یعنی جو کروتوت کر کے بھاگا تھا (قبلی کا خون) اسے ہم بھولے نہیں۔

۳ یعنی ہمارے سب احسانات بھلا کر لگا پیغمبری کے دعوے کرنے اس وقت تو بھی (العیاذ باللہ) ان ہی میں کا ایک تھا جن کو آج کافر بتلاتا ہے۔

۴ حضرت موسیٰ کا فرعون کو جواب | یعنی قبلی کا خون میں نے دانستہ نہیں کیا تھا، غلطی سے ایسا ہو گیا مجھے کیا خبر تھی کہ ایک مکامار نے میں جو تادیب کے لئے تھا اس کا دم نکل جائے گا "فَوَكَّرَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ" (نقص رکوع ۲)

۵ یعنی بیشک میں خوف کھا کر یہاں سے بھاگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ مجھے نبوت و حکمت عطا فرمائے۔ اس نے اپنے فضل سے مجھے سرفراز کیا اور رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا۔ یہ بجائے خود میری صداقت کی دلیل ہے کہ جو شخص تم سے خوف کھا کر بھاگا ہو، پھر اس طرح بے خوف و خطر تمہارا سامنے آ کر ڈٹ جائے۔

۶ یعنی بچپن میں میری پرورش کا احسان جتلانا تجھے زیب نہیں دیتا کیا ایک اسرائیلی بچہ کی تربیت سے اس کا جواب ہو سکتا ہے کہ تو نے اس کی ساری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ بالخصوص جبکہ اس بچہ کی تربیت بھی خود تیرے زہرہ گداز مظالم کے سلسلہ ہی میں وقوع پذیر ہوئی ہو۔ نہ تو "بنی اسرائیل" کے بچوں کو ذبح کرتا، نہ خوف کی وجہ سے میری والدہ تابوت میں رکھ کر مجھے دریا میں چھوڑتی، نہ تیرے محل سرا تک رسائی ہوتی، ان حالات کا تصور کر کے تجھ کو ایسا احسان جتلاتا ہوئے شرمنا چاہئے اور صاف بات یہ ہے کہ جس پروردگار نے تجھ جیسے دشمن کے گھر میں میری پرورش کرائی اسی نے آج تیری خیر خواہی کے لئے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

۷ رب العالمین کیا ہوتا ہے؟ فرعون کا سوال | یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فَقُولَا اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کے امثال میں اپنے کو "رب العالمین" کا پیغمبر کہا، اس پر فرعون تجو، تعنت اور ہٹ دھرمی کی راہ سے بولا کہ (العیاذ باللہ) رب العالمین کیا چیز ہوتی ہے، میری موجودگی میں کسی اور رب کا نام لینا کیا معنی رکھتا ہے کیونکہ اس شقی ازلی کا دعویٰ تو اپنی قوم کے روبرو یہ تھا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرِي (میں اپنے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں سمجھتا) اور "اَنَا رَبُّكُمْ اَلَا عَلِي" (تمہارا بڑا پروردگار میں ہوں) چنانچہ اس کی قوم کے لوگ بعض تو انتہائی جہل و بلادت سے اور بعض خوف یا طمع سے اسی کی پرستش کرتے تھے۔ گودل میں اس ملعون کو بھی خدا کی ہستی کا یقین تھا۔ جیسا کہ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا اَنْزَلَ هُوَ لَا اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصٰٓئِرٌ (بنی اسرائیل رکوع ۱۲) سے ظاہر ہوتا ہے،

۸ حضرت موسیٰ کا جواب | یعنی آسمان و زمین کی سب چیزیں جس کے زیر تربیت ہیں وہ ہی رب العالمین ہے۔ اگر تمہارے قلوب میں کسی چیز پر بھی یقین لانے کی استعداد موجود ہو تو فطرت انسانی سب سے پہلے اس چیز کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے۔

۹ فرعون جان بوجھ کر بات کو رلانا چاہتا تھا۔ اپنے حوالی موالی کو ابھارنے اور موسیٰ علیہ السلام کی بات کو خفیف کرنے کے لئے کہنے لگا، سنتے ہو، موسیٰ کیسی دوزخ کار باتیں کر رہے ہیں۔ کیا تم میں کوئی تصدیق کرے گا کہ میرے سوا آسمان و زمین میں کوئی اور رب ہے؟

۱۰ یعنی اواحق! میں جس رب العالمین کا ذکر کر رہا ہوں، وہ ہے جس نے خود تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا۔ اور جب تمہارا رنج بھی نہ تھا اس وقت زمین و آسمان کی تربیت و تدبیر کر رہا تھا۔

لَمَجْنُونٌ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ط

ضرور باؤلا ہے ﴿﴾ کہا پروردگار مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے

إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالَ لِيِنِ اتَّخَذَتِ إِلَهًا غَيْرِي

اگر تم سمجھ رکھتے ہو ﴿﴾ بولا اگر تو نے ٹھہرایا کوئی اور حاکم میرے سوائے

لَا جَعَلْنَاكَ مِنَ الْمُسْجُوتِينَ ﴿٢٦﴾ قَالَ أَوْلَوْ جُنَّتْ بِشَىْءٍ

تو مقرر (ضرور) ڈالوں گا تجھ کو قید میں ﴿﴾ کہا اور اگر لے کر آیا ہوں تیرے پاس ایک چیز

مُبِينٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ فَأْتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٣١﴾

کھول دینے والی ﴿﴾ بولا تو وہ چیز لا اگر تو سچ کہتا ہے

فَأَلْفُ عَصَاةٍ فَإِذَا هِيَ تَعْبَانٌ مُّبِينٌ ﴿٣٢﴾ وَنَزَعْنَا يَدَهُ

پھر ڈال دیا اپنا عصا سو اسی وقت وہ اثر دہا ہو گیا صریح اور اندر (بغل) سے نکالا اپنا ہاتھ

فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّظِيرِينَ ﴿٣٣﴾ قَالَ لِيَمَلَأْ حَوْلَهُ إِنْ

سو اسی وقت وہ سفید تھا دیکھنے والوں کے سامنے بولا اپنے گرد کے سرداروں سے یہ تو

هَذَا السُّحْرُ عَلَيْكُمْ ﴿٣٤﴾ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِّنْ أَرْضِكُمْ

کوئی جادو گر ہے پڑھا ہوا چاہتا ہے کہ نکال دے تم کو تمہارے دیس سے

بِسِحْرِهِ ﴿٣٥﴾ فَمَا ذَا نَأْمُرُونَ ﴿٣٥﴾ قَالُوا أَرْجَاهُ وَأَخَاهُ وَأَبْعَثْ

اپنے جادو کے زور سے سوا ب کیا حکم دیتے ہو ﴿﴾ بولے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو اور بھیج دے

فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿٣٦﴾ يَا نُؤُكَ بِكُلِّ سَحَابٍ عَلَيْكُمْ ﴿٣٦﴾

شہروں میں نقیب لے آئیں تیرے پاس جو بڑا جادو گر ہو پڑھا ہوا

❖ فرعون کی طرف سے حضرت موسیٰ پر جنون کا الزام | یعنی (العیاذ باللہ) کس دیوانہ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، جو ہماری اور ہمارے باپ دادوں کی خبر لیتا ہے۔ اور ہماری شوکت و حشمت کو دیکھ کر ذرا نہیں جھجکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دماغ عقل سے بالکل خالی ہے۔

❖ حضرت موسیٰ کے دلائل توحید | حضرت موسیٰ نے پھر ایک بات کہی جس طرح کی حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کے سامنے آخر میں کہی تھی۔ یعنی رب العالمین وہ ہے جو مشرق و مغرب کا مالک اور تمام سیارات کے طلوع و غروب کی تدبیر ایک محکم و مضبوط نظام کے موافق کرنے والا ہے۔ اور تم میں ذرا بھی عقل ہو تو بتلا سکتے ہو کہ اس عظیم الشان نظام کا قائم رکھنے والا بجز خدا کے کون ہو سکتا ہے۔ کیا کسی کو قدرت ہے کہ اس کے قائم کئے ہوئے نظام کو ایک سیکنڈ کے لئے توڑ دے یا بدل ڈالے۔ یہ آخری بات سن کر فرعون بالکل مبہوت ہو گیا اور بحث و جدال سے گذر کر دھمکیوں پر اتر آیا۔ جیسا کہ آگے آتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”حضرت موسیٰ ایک بات کہے جاتے تھے اللہ کی قدرتیں بتانے کو اور فرعون بیچ میں اپنے سرداروں کو ابھارتا تھا کہ ان کو یقین نہ آجائے۔“

❖ فرعون کا دعویٰ الوہیت | اس مرتبہ فرعون نے اپنا مطلب صاف کہہ دیا کہ یہاں ”مصر“ میں کوئی اور خدا نہیں۔ اگر میرے سوا کسی اور معبود کی حکومت مانی تو یاد رکھو قید خانہ تیار ہے۔

❖ معجزات نبوت کا مظاہرہ | یعنی فیصلہ میں ابھی جلدی نہ کر۔ یہ تو تیری باتوں کا جواب تھا اب ذرا وہ کھلے ہوئے نشان بھی دیکھ جن سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور میری صداقت دونوں کا اظہار ہو۔ اگر ایسے نشان دکھلاؤں تو کیا پھر بھی تیرا فیصلہ یہ ہی رہے گا۔

❖ فرعون کا حواس باختہ ہونا | یا تو خدائی کے دعوے تھے، یا اتنی جلد ایسا حواس باختہ ہو گیا کہ اپنے غلاموں اور پرستاروں کے احکام پر چلنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿۳۸﴾ وَقِيلَ

پھر اکٹھے کئے جاؤ گے وعدہ پر ایک مقرر دن کے اور کہہ دیا

لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُجْتَمِعُونَ ﴿۳۹﴾ كَلْنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ

لوگوں کو کیا تم بھی اکٹھے ہو گے شاید ہم راہ قبول کر لیں جادو گروں کی

إِنْ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا

اگر ہوا ان کو غلبہ پھر جب آئے جادو گر کہنے لگے

لِفِرْعَوْنَ أَيْنَ لَنَا أَجْرٌ إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿۴۱﴾

فرعون سے بھلا کچھ ہمارا حق بھی ہے اگر ہو ہم کو غلبہ

قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا لَمِنَ الْمُفْرَبِينَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ

بولا البتہ (ہاں) اور تم اس وقت مقربوں (مصاحبوں) میں ہو گے کہا ان کو موسیٰ نے

الْقَوْمَا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ﴿۴۳﴾ فَالْقَوْمَا جِبَالَهُمْ وَعِصْبَهُمْ

ڈالو جو تم ڈالتے ہو پھر ڈالیں انہوں نے اپنی رسیاں اور لائشیاں

وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿۴۴﴾ فَأَلْفَىٰ

اور بولے فرعون کے اقبال سے ہماری ہی فتح ہے پھر ڈالا

مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿۴۵﴾ فَأَلْفَىٰ

موسیٰ نے اپنا عصا پھر تہی وہ نکلنے لگا جو سانگ انہوں نے بنایا تھا پھر اوندھے گرے

السَّحَرَةُ سُجِدِينَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۷﴾

جادو گر سجدہ میں بولے ہم نے مان لیا جہاں کے رب کو

❖ جادوگروں کا اکٹھا ہونا | یعنی عید کے دن چاشت کے وقت۔

❖ یعنی سب کو اکٹھا ہونا چاہئے۔ امید قوی ہے کہ ہمارے جادوگر غالب آئیں گے۔ اس وقت ہم موسیٰ کی شکست اور مغلوبیت دکھلانے کے لئے اپنے ساحرین ہی کی راہ پر چلیں گے۔ گویا یہ ظاہر کرنا تھا کہ اس میں ہماری کوئی خود غرضی نہیں۔ جب مقابلہ میں ہمارا پلہ بھاری رہے گا تو انصافاً کسی کو ہمارے طریقہ سے منحرف ہونے کی گنجائش نہیں رہ سکتی۔

❖ جادوگروں کا فرعون سے مطالبہ اور فرعون کا وعدہ | یعنی نہ صرف مالی انعام و اکرام، بلکہ تم میرے خاص مصاحبوں میں رہو گے۔ ان آیات کا مفصل بیان ”اعراف“ اور ”طہ“ میں گذر چکا ہے۔

❖ ساحرین کا مظاہرہ | یعنی جب ساحرین نے کہا کہ موسیٰ تم پہلے اپنی لاشی ڈالتے ہو، یا ہم ڈالیں، اس کے جواب میں فرمایا کہ تم ہی اپنی قوت خرچ کر دیکھو۔

❖ بعض نے ”بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ“ کو قسم کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی فرعون کے اقبال کی قسم ہم ہی غالب ہو کر رہیں گے۔

❖ عصائے موسیٰ کا سانپوں کا نگلنا | شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ خالی رسیاں اور لاشیاں رہ گئیں جو سانپوں کی صورتیں انہوں نے بنائی تھیں، موسیٰ کا عصا ان کو نگل گیا۔

رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۳۸﴾ قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ

جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا بولا تم نے اس کو مان لیا ابھی

أَذِنَ لَكُمْ ۚ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ

میں نے حکم نہیں دیا تم کو مقرر (بیشک) وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو سکھلایا جادو

فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۗ لَا قُطْعَانَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ مِّنْ

سوا ب معلوم کر لو گے البتہ کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے

خِلَافٍ وَلَا وَصَلَبِنَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۳۹﴾ قَالُوا لَا ضَيْرَ

پاؤں اور سولی پر چڑھاؤں گا تم سب کو بولے کچھ ڈر نہیں

إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ﴿۴۰﴾ إِنَّا نَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لَنَا

ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے ہم غرض رکھتے ہیں کہ بخش دے ہم کو

رَبُّنَا خَطِينًا ۚ إِنَّهُ كَانَ أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۱﴾ وَأَوْحَيْنَا

رب ہمارا نقیصہ میں ہماری اس واسطے کہ ہم ہونے پہلے قبول کرنے والے اور حکم بھیجا ہم نے

إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي ۖ إِنَّكُمْ مُّتَّبِعُونَ ﴿۴۲﴾

موسیٰ کو کہ رات کو لے نکل میرے بندوں کو البتہ تمہارا پیچھا کریں گے

فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿۴۳﴾ إِنَّ هَؤُلَاءِ

پھر بھیجے فرعون نے شہروں میں نقیب یہ لوگ جو ہیں

لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ﴿۴۴﴾ وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُونَ ﴿۴۵﴾ وَ

سوا یک جماعت ہے تھوڑی سی اور وہ مقرر ہم سے دل جلے ہوئے ہیں اور

ساحرین کا قبول ایمان | یعنی موسیٰ تمہارا بڑا استاد ہے، آپس میں سازش کر کے آئے ہو کہ تم یہ کرنا، ہم یوں کہیں گے اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”تمہارا بڑا“ کہارب کو ”یعنی موسیٰ اور تم ایک استاد کے شاگرد ہو“ واللہ اعلم۔

یعنی بہر حال مر کر خدا کے یہاں جانا ہے، اس طرح مریں گے، شہادت کا درجہ ملے گا، یہ سب مضامین سورہ ”اعراف“ وغیرہ میں گذر چکے ہیں۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

ساحرین کی استقامت اور حوصلہ | یعنی موسیٰ علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کے بعد بھرے مجمع میں ظالم فرعون کے روبرو سب سے پہلے ہم نے قبول حق کا اعلان کیا۔ اس سے امید ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ ہماری گذشتہ تقصیرات کو معاف فرمائے گا۔

حضرت موسیٰ کو مصر سے ہجرت کا حکم | یعنی جب ایک مدت مدید تک سمجھانے اور آیات دکھلاتے رہنے کے بعد بھی فرعون نے حق کو قبول نہ کیا اور ”بنی اسرائیل“ کا ستانا نہ چھوڑا، تو ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو لے کر رات میں یہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ اور دیکھنا یہ فرعون کی لوگ تمہارا پیچھا کریں گے (گھبرانا نہیں)۔

تعاقب کی تیاری | تا تمام قبیلوں کو جمع کر کے بنی اسرائیل کا تعاقب کرے۔

فرعون کا قوم سے خطاب | یعنی ان تھوڑے سے آدمیوں نے تم کو تنگ کر رکھا ہے۔ حالانکہ ان کی ہستی کیا ہے جو تمہارے مقابلہ میں عہدہ برآ ہو سکیں۔ یہ باتیں قوم کو غیرت اور جوش دلانے کے لئے کہیں۔

یا ہم کو غصہ دلار ہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان کی کم بختی نے دھکا دیا ہے۔

إِنَّا لَجَبِيهٌ وَحٰذِرُونَ ۝۵۶ ط فَأَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنَّتٍ وَعٰ

ہم سارے ان سے خطرہ رکھتے ہیں ۛ پھر نکال باہر کیا ہم نے ان کو باغوں اور

عِبُونَ ۝۵۷ لا وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝۵۸ لا كَذٰلِكَ ط وَ

چشموں سے اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے اسی طرح ۛ اور

أَوْرَثْنٰهَا بَنِي إِسْرَآءِيلَ ۝۵۹ ط فَاتَّبَعُوهُمْ مَّشْرِقِينَ ۝۶۰ ج

ہاتھ لگا دیں ہم نے یہ بنی اسرائیل کے ۛ پھر پیچھے پڑے ان کے سورج نکلنے کے وقت

فَلَمَّا تَرَأَى الْجَمْعَ قَالَا أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرِكُونَ ۝۶۱ ج

پھر جب مقابل ہوئیں دونوں فوجیں کہنے لگے موسیٰ کے لوگ ہم تو پکڑے گئے ۛ

قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝۶۲ ج فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ

کہا ہرگز (کوئی) نہیں میرے ساتھ ہے میرا رب وہ مجھ کو راہ بتلائے گا ۛ پھر حکم بھیجا ہم نے

مُوسَىٰ أَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ ط فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ

موسیٰ کو کہ مار اپنے عصا سے دریا کو پھر دریا پھٹ گیا تو ہو گئی ہر

فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۝۶۳ ج وَأَزَلَفْنَا ثَمَّ الْآخِرِينَ ۝۶۴ ج وَ

پھانک جیسے بڑا پہاڑ ۛ اور پاس پہنچا دیا ہم نے اسی جگہ دوسروں کو اور

أَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَّعَهُ أَجْمَعِينَ ۝۶۵ ج ثُمَّ أَغْرَقْنَا

بچا دیا ہم نے موسیٰ کو اور جو لوگ تھے اس کے ساتھ سب کو پھر ڈبا دیا ہم نے

الْآخِرِينَ ۝۶۶ ط إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

ان دوسروں کو ۛ اس چیز میں ایک نشانی ہے اور نہیں تھے بہت لوگ ان میں

تو اس روز روز کے خطرہ کا قلع قمع ہی کر دو۔ بعض مفسرین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ہماری بڑی جمعیت ہے جو محتاط یا مسلح ہے تو یہ الفاظ دل بڑھانے کے لئے ہونگے۔ واللہ اعلم۔

حضرت موسیٰ کا تعاقب | یعنی اس طرح قبطنی گھربار، مال و دولت، باغ اور کھیتیاں چھوڑ کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں ایک دم نکل پڑے۔ جنہیں پھر لوٹنا نصیب نہ ہوا۔ گویا اس تدبیر سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نکال باہر کیا۔

بنی اسرائیل کو خزانوں کا انعام | یا تو اس کے بعد ہی یہ چیزیں بنی اسرائیل کے ہاتھ لگیں اور یا ایک مدت بعد سلیمان علیہ السلام کے عہد میں جب ملک مصر بھی ان کی سلطنت میں شامل ہوا۔ واللہ اعلم۔ پہلے اس کے متعلق اختلاف گذر چکا ہے۔

بنی اسرائیل کی گھبراہٹ | یعنی بحر قلزم کے کنارہ پہنچ کر بنی اسرائیل پار ہونے کی فکر کر رہے تھے کہ پیچھے سے فرعونی لشکر نظر آیا گھبرا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اب ان کے ہاتھ سے کیسے بچیں گے۔ آگے سمندر حائل ہے اور پیچھے سے دشمن دبائے چلا آ رہا ہے۔

حضرت موسیٰ کی تسلی | یعنی گھبراؤ نہیں، اللہ کے وعدوں پر اطمینان رکھو، اس کی حمایت و نصرت میرے ساتھ ہے۔ وہ یقیناً ہمارے لئے کوئی راستہ نکال دے گا۔ ناممکن ہے کہ دشمن ہم کو پکڑ سکے۔

دریا میں بارہ راستے | پانی بہت گہرا تھا۔ بارہ جگہ سے پھٹ کر خشک راستے بن گئے۔ بارہ قبیلے بنی اسرائیل کے الگ الگ ان میں کو گزرے اور بیچ میں پانی کے پہاڑ کھڑے رہ گئے۔ (کذا فی موضح القرآن)۔

غرق فرعون | یعنی فرعونی لشکر بھی قریب آ گیا اور دریا میں راستے بنے ہوئے دیکھ کر بنی اسرائیل کے بعد بے سوچے سمجھے گھس پڑا۔ جب تمام لشکر دریا کی لپیٹ میں آ گیا، فوراً خدا کے حکم سے پانی کے پہاڑ ایک دوسرے سے مل گئے۔ یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے۔

وقف لازم

مُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦٥﴾ وَأَنْتُمْ

ماننے والے ﴿٦٤﴾ اور تیرا رب ﴿٦٥﴾ وہی ہے زبردست رحم والا ﴿٦٥﴾ اور سنا دے

عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٦﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٦٧﴾

ان کو خبر ابراہیم کی ﴿٦٦﴾ جب کہا اپنے باپ کو اور اس کی قوم کو ﴿٦٧﴾ تم کس کو پوجتے

قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَنْظِلُ لَهَا عَافِيَةً ﴿٦٨﴾ قَالَ هَلْ

وہ بولے ہم پوجتے ہیں صورتوں کو پھر سارے دن (دن بھر) انہی کے پاس لگے بیٹھے رہتے ہیں ﴿٦٨﴾ کہا کچھ

يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ﴿٦٩﴾ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يُضُرُّونَ ﴿٧٠﴾

سننے ہیں تمہارا کہا ﴿٦٩﴾ جب تم پکارتے ہو ﴿٧٠﴾ یا کچھ بھلا کرتے ہیں تمہارا یا برا

قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾ قَالَ

بولے نہیں پر ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو یہی کام کرتے ﴿٧١﴾ کہا

أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٢﴾ أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ

بھلا دیکھتے ہو ﴿٧٢﴾ جن کو پوجتے رہے ہو ﴿٧٢﴾ تم اور تمہارے باپ دادے

الْأَقْدَامُونَ ﴿٧٣﴾ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٤﴾

انگلی ﴿٧٣﴾ سو وہ میرے غنیم (دشمن) ہیں ﴿٧٤﴾ مگر جہان کا رب

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٧٥﴾ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَ

جس نے مجھ کو بنایا ﴿٧٥﴾ سو وہی مجھ کو راہ دکھلاتا ہے ﴿٧٥﴾ اور جو مجھ کو کھلاتا ہے اور

يَسْقِينِي ﴿٧٦﴾ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِي ﴿٧٧﴾ وَالَّذِي

پلاتا ہے ﴿٧٦﴾ اور جب میں بیمار ہوں ﴿٧٧﴾ تو وہی شفا دیتا ہے اور وہ جو

یعنی جب اکثروں نے حق کو قبول نہ کیا تو آخر میں قدرت نے یہ نشان دکھلایا جس سے صادقین اور مکذبین کے انجام کا دنیا ہی میں الگ الگ پتہ چل جاتا ہے۔

یہ سنا دیا ہمارے حضرت کو کہ مکہ کے فرعون بھی مسلمانوں کے پیچھے نکلیں گے لڑائی کو۔ پھر وطن سے باہر تباہ ہونگے ”بدر“ کے دن، جیسے فرعون تباہ ہوا۔ (موضح القرآن)

حضرت ابراہیم کا واقعہ | یعنی یہ چیز کیا ہے جسے تم پوجتے ہو؟

یعنی تم ہمارے معبودوں کو جانتے نہیں، جو ایسی تحقیر سے سوال کر رہے ہو۔ ہم ان صورتوں کو پوجتے ہیں اور اس قدر وقعت و عقیدت ہمارے دل میں ہے کہ دن بھر آسن جما کر ان ہی کو لگے بیٹھے رہتے ہیں۔

دعوت تو حید | یعنی اتنا پکارنے پر کبھی تمہاری بات سنتے ہیں؟ اگر نہیں سنتے (جیسا کہ ان کے جماد ہونے سے ظاہر ہے) تو پکارنا فضول ہے۔

یعنی کیا پوجنے پر کچھ نفع یا نہ پوجنے کی صورت میں کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ ظاہر ہے جو اپنے اوپر سے مکھی تک نہ اڑا سکیں وہ دوسرے کو کیا نفع نقصان پہنچا سکیں گے؟ پھر ایسی عاجز و لاعقل چیز کو معبود بنانا کہاں کی عقلمندی ہے۔

کفار کی آباء پرستی | یعنی ان منطقی بحثوں اور کج حجتیوں کو ہم نہیں جانتے، نہ ہماری عقیدہ اور پرستش کا مدار ان باتوں پر ہے بس سود لیلوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ ہمارے بڑے اسی طرح کرتے چلے آئے۔ کیا ہم ان سب کو احمق سمجھ لیں۔

یعنی ان کا پوجنا ایک پرانی حماقت ہے، ورنہ جس کے اختیار اور قبضہ میں ذرہ برابر نفع نقصان نہ ہو اسکی عبادت کیسی؟

حضرت ابراہیم کا بتوں سے دشمنی کا اعلان | یعنی لو! میں بے خوف و خطر اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے ان معبودوں سے میری لڑائی ہے۔ میں ان کی گت بنا کر رہوں گا۔ ”وَتَاللّٰهِ لَا كَيْدَنَّ

اَضْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ“ (انبیاء رکوع ۵) اگر ان میں کوئی طاقت ہے تو مجھ کو نقصان پہنچا دیکھیں۔ کما قال تعالیٰ فی موضع آخر۔ ”وَلَا اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ

رَبِّيْ سَيُنَا“ (انعام رکوع ۹) وقال نوح علیہ السلام ”فَاَجْمِعُوْا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ“ (یونس رکوع ۸) وقال ہود علیہ السلام ”فَكَيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا لَّمْ لَا تَنْظُرُوْنَ“ (ہود

رکوع ۵) اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ نہایت مؤثر و لطیف پیرایہ میں مشرکین پر تعریض ہے۔ یعنی جن کی تم عبادت کر رہے ہو میں انکو اپنا دشمن سمجھتا ہوں۔ اگر نعوذ باللہ ان کی پرستش کروں تو سراسر نقصان

ہے۔ اسی سے سمجھ لو کہ تم بھی ان کی عبادت کر کے نقصان اٹھا رہے ہو۔

حضرت ابراہیم کا تذکیر نعمت | کہ وہ ہی میرا معبود، دوست اور مددگار ہے۔

یعنی فلاح دارین کی راہ دکھاتا اور اعلیٰ درجہ کے فوائد و منافع کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

بِمَيْتِنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي

مجھ کو مارے گا پھر جلانے گا اور وہ جو مجھ کو تو قح ہے کہ بخشنے

خَطِيبَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي

میری تقصیر انصاف کے دن اے میرے رب دے مجھ کو حکم اور ملا (شامل کر) مجھ کو

بِالصُّالِحِينَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي

نیکیوں میں اور رکھ میرا بول سچا

الْآخِرِينَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ الْجَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿۸۵﴾

پچھلوں میں اور کر مجھ کو وارثوں میں نعمت کے باغ کے

وَاعْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ

اور معاف کر میرے باپ کو وہ تھا راہ بھولے ہوؤں میں اور رسوا نہ کر مجھ کو جس دن

يُبْعَثُونَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿۸۸﴾ إِلَّا

سب جی کر انھیں جس دن نہ کام آئے کوئی مال اور نہ بیٹے

مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿۸۹﴾ وَأُزِلَّتِ الْجَنَّةُ

جو کوئی آیا اللہ کے پاس لے کر دل چنگا (بے روگ) اور پاس لائیں بہشت کو

لِلْمُتَّقِينَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوَّينَ ﴿۹۱﴾ وَقِيلَ لَهُمْ

واسطے ڈروالوں کے اور نکالیں دوزخ کو سامنے بے راہوں کے اور کہیں ان کو

أَيُّمَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُم

کہاں ہیں جن کو تم پوجتے تھے اللہ کے سوا کیا کچھ مدد کرتے ہیں تمہاری

❖ یعنی کھلانا پلانا، مارنا جلانا اور بیماری سے اچھا کرنا، سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

❖ یعنی کسی معاملہ میں بھول چوک یا اپنے درجہ کے موافق خطا، و تقصیر ہو جائے تو اسی کی مہربانی سے معافی کی توقع ہو سکتی ہے، کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں۔ آگے حق تعالیٰ کے کمالات اور مہربانیوں کا ذکر کرتے کرتے حضرت ابراہیم نے غلبہ حضور سے دعا شروع کر دی جو کمال عبدیت کے لوازم میں سے ہے۔

❖ حضرت ابراہیم کی دعاء | یعنی مزید علم و حکمت اور درجات قرب و قبول مرحمت فرما، اور اعلیٰ درجہ کے نیکیوں کے زمرہ میں (جو انبیاء علیہم السلام ہیں) شامل رکھ۔ کما قال نبینا صلعم ”اللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْاَعْلٰى“ اس دعا سے اپنی کامل احتیاج اور حق تعالیٰ کی غناء کا اظہار مقصود ہے یعنی نبی ہو یا ولی، اللہ تعالیٰ کسی کے معاملہ میں مجبور و مضطر نہیں، ہمہ وقت اس کے فضل و رحمت سے کام چلتا ہے۔

❖ قول صدق عطا فرما | یعنی ایسے اعمال مرضیہ اور آثار حسنہ کی توفیق دے کہ پیچھے آنے والی نسلیں ہمیشہ میرا ذکر خیر کریں اور میرے راستے پر چلنے کی طرف راغب ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آخر زمانے میں میرے گھرانے سے نبی ہو اور امت ہو، اور میرا دین تازہ کریں۔ چنانچہ یہ ہی ہوا کہ حق تعالیٰ نے ابراہیم کو دنیا میں قبول عام عطا فرمایا۔ ان کی نسل سے خاتم الانبیاء ﷺ کو مبعوث کیا جنہوں نے ملت ابراہیمی کی تجدید کی اور فرمایا کہ میں ابراہیم کی دعا ہوں، آج بھی ابراہیم کا ذکر خیر اہل ملل کی زبانوں پر جاری ہے اور امت محمدیہ تو ہر نماز میں ”کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ“ اور ”کَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ“ پڑھتی ہے۔

❖ یعنی جنت کا جو آدم کی میراث ہے۔

❖ باپ کیلئے مغفرت کی دعا | ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دعا باپ کی موت کے بعد کی۔ مگر دوسری جگہ تصریح آگئی کہ جب اس کا دشمن خدا ہونا ظاہر ہو گیا تو براءت اور بیزاری کا اظہار فرمایا۔ کما قال تعالیٰ. ”وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لَابِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّ اَمْنُهٗ“ (توبہ رکوع ۱۴) اور اگر ”اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ“ میں ”كَانَ“ کا ترجمہ ”تھا“ کے بجائے ”ہے“ سے کیا جائے، پھر کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ زندگی میں ایمان لے آنے کا امکان تھا۔ تو دعاء کا حاصل یہ ہے کہ الہی اس کو ایمان سے مشرف فرما کر کفر کے زمانہ کی خطائیں معاف فرمادے۔ اس کی قدرے مفصل تحقیق پہلے کسی جگہ گذر چکی ہے۔ فلیراجع۔

❖ یعنی بھلا چنگا بے روگ دل جو کفر و نفاق اور فاسد عقیدوں سے پاک ہوگا وہ ہی وہاں کام دے گا۔ نرے مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں گے۔ اگر کافر چاہے کہ قیامت میں مال و اولاد فد یہ دے کر جان چھڑالے، تو ممکن نہیں۔ یہاں کے صداقات و خیرات اور نیک اولاد سے بھی کچھ نفع کی توقع اسی وقت ہے جب اپنا دل کفر کی پلیدی سے پاک ہو۔

❖ دوزخ میں جنت و دوزخ کی قربت | یعنی محشر میں جنت مع اپنی انتہائی آرائش و زیبائش کے متقین کو قریب نظر آئے گی۔ جسے دیکھ کر داخل ہونے سے پہلے ہی مسرور و محظوظ ہونگے۔ اسی طرح دوزخ کو مجرموں کے پاس لے آئیں گے تا داخل ہونے سے پیشتر ہی خوف کھا کر لرزنے لگیں۔

أَوْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُذِّبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُودُ

یابدلہ لے سکتے ہیں ♦ پھر اوندھے ڈالیں اس میں ان کو اور سب بے راہوں کو اور ایلیس کے

إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا ﴿٩٦﴾ وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٧﴾

لشکر کو سبھوں کو کہیں گے جب وہ وہاں باہم جھگڑنے لگیں

تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٩٨﴾ إِذْ نُسَوِّبُكُمْ رَبِّ

قسم اللہ کی ہم تھے صریح غلطی میں جب ہم تم کو برابر کرتے تھے

الْعَالَمِينَ ﴿٩٩﴾ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿١٠٠﴾ فَمَا لَنَا

پروردگار عالم کے اور ہم کو راہ سے بہکایا سوان گنہگاروں نے پھر کوئی نہیں

مِنْ شَافِعِينَ ﴿١٠١﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠٢﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ كُنَّا

ہماری سفارش کرنے والے اور نہ کوئی دوست محبت کرنے والا ♦ سو کسی طرح ہم کو

كُرَّةً فَكَوْنَنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ ﴿١٠٤﴾

پھر جانا ملے تو ہم ہوں ایمان والوں میں ♦ اس بات میں نشانی ہے

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٠٥﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

اور بہت لوگ ان میں نہیں ماننے والے ♦ اور تیرا رب وہی ہے زبردست

الرَّحِيمُ ﴿١٠٦﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٧﴾ إِذْ قَالَ

رحم والا جھٹلایا نوح کی قوم نے پیغام لانے والوں کو جب کہا

لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٨﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ

ان کو ان کے بھائی نوح نے کیا تم کو ڈر نہیں میں تمہارے واسطے پیغام لانے والا ہوں

۱ | اب فرضی معبود کہاں گئے؟ یعنی اب وہ فرضی معبود کہاں گئے کہ نہ تمہاری مدد کر کے اس عذاب سے چھڑا سکتے ہیں نہ بدلہ لے سکتے ہیں بلکہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔

۲ | آخرت میں کفار کا اعتراف گناہ | یعنی بت اور بت پرست اور ابلیس کا سارا لشکر، سب کو دوزخ میں اوندھے منہ گرا دیا جائے گا۔ وہاں پہنچ کر آپس میں جھگڑیں گے۔ ایک دوسرے کو الزام دے گا اور آخر کار اپنی گمراہی کا اعتراف کریں گے کہ واقعی ہم سے بڑی سخت غلطی ہوئی کہ تم کو (یعنی بتوں کو یا دوسری چیزوں کو جنہیں خدائی کے حقوق و اختیارات دے رکھے تھے) رب العالمین کے برابر کر دیا۔ کیا کہیں یہ غلطی ہم سے ان بڑے شیطانوں نے کرائی، اب ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں نہ کوئی بت کام دیتا ہے نہ شیطان مدد کو پہنچتا ہے۔ وہ خود ہی دوزخ کے کندے بن رہے ہیں۔ کوئی اتنا بھی نہیں کہ خدا کے یہاں ہماری سفارش کر دے یا کم از کم اس آڑے وقت میں کوئی دوست دلسوزی و ہمدردی ہی کا اظہار کرے۔ سچ ہے ”الَا خِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِينَ“ (زخرف رکوع ۶۷)

۳ | دوبارہ دنیا میں بھیجنے کی درخواست | یعنی اگر ایک مرتبہ ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس جانے کا موقع دیا جائے تو اب وہاں سے چکے ایماندار بن کر آئیں لیکن یہ کہنا بھی جھوٹ ہے۔ ”وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا اِلَآئِهَا عَادُوْا لِمَآنْهُوَ عَنَّهُ وَاِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ“ (انعام رکوع ۳۷)

۴ | یعنی ابراہیمؑ کے اس قصہ میں توحید و غیرہ کے دلائل اور مشرکین کا عبرتناک انجام دکھلایا گیا ہے مگر لوگ کہاں مانتے ہیں۔

أَمِينٌ ۱۰۷ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۱۰۸ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ

معتبر سوڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو اور مانگتا نہیں میں تم سے اس پر

مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۱۰۹ فَاتَّقُوا

کچھ بدلہ (حق) میرا بدلہ ہے اسی پروردگار عالم پر سوڈرو

اللَّهُ وَأَطِيعُوا ۱۱۰ قَالُوا أَنْتُمْ لَكُمْ وَاتَّبَعَكَ

اللہ سے اور میرا کہا مانو بولے کیا ہم تجھ کو مان لیں اور تیرے ساتھ (ساتھی) ہو رہے ہیں

الْأَرْضَ لَوْ أَنَّ قَالٍ وَمَا عَلَّمِيٰ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۱۱۱

کہنے کہا مجھ کو کیا جانتا ہے اس کا جو کام وہ کر رہے ہیں

إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوِ تَشْعُرُونَ ۱۱۲ وَمَا أَنَا

ان کا حساب پوچھنا میرے رب کا ہی کام ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو اور میں

بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ۱۱۳ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۱۱۴ قَالُوا

ہانکنے والا نہیں ایمان لانے والوں کو میں تو بس یہی ڈر سنا دینے والا ہوں کھول کر بولے

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهَ يَنْوَحْ لَنْكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ۱۱۵ ط

اگر تو نہ چھوڑے گا (باز رہے گا) اے نوح تو ضرور سنگسار کر دیا جائے گا

قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ۱۱۶ فَافْتَرِ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ

کہا اے رب میری قوم نے تو مجھ کو جھٹلایا سو فیصلہ کر دے میرے ان کے بیچ میں

فَنجَا وَنَجِّنِي وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۱۱۷ فَانجِبْنَاهُ

کسی طرح کا فیصلہ اور بچالے مجھ کو اور جو میرے ساتھ ہیں ایمان والے پھر بچا دیا ہم نے اس کو

۱ | حضرت نوح کی دعوت | یعنی نہایت صدق و امانت کے ساتھ حق تعالیٰ کا پیغام بلا کم و کاست تم کو پہنچاتا ہوں۔ لہذا واجب ہے کہ پیغام الہی سن کر خدا سے ڈرو۔ اور میرا کہا مانو۔

۲ | یعنی ایک بے غرض اور بے لوث آدمی کی بات ماننی چاہئے۔

۳ | یعنی تھوڑے سے کمینے اور بچ قوم کے لوگ اپنی نمود کے لئے تیرے ساتھ ہو گئے ہیں، بھلا یہ کیا اونچے کام کریں گے اور ہمارا فضل و شرف کب اجازت دے سکتا ہے کہ ان کمینوں کے دوش بدوش تمہاری مجلس میں بیٹھا کریں، پہلے تو آپ ان کو اپنے یہاں سے کھسکائیے۔ پھر ہم سے بات کرنا۔

۴ | حضرت نوح کا جواب | یعنی مجھے ان کا صدق و ایمان قبول ہے، ان کے پیشے یا نیت اور اندرونی کاموں کے جاننے سے کیا مطلب۔ اس کا فیصلہ اور حساب تو پروردگار کے یہاں ہوگا۔ باقی میں تمہاری خاطر سے غریب ایمانداروں کو اپنے پاس سے دھکے نہیں دے سکتا۔

۵ | یعنی میرا فرض تم کو آگاہ کر دینا تھا سو کرچکا، تمہاری لغو فرمائشیں پوری کرنا میرے ذمہ نہیں۔

۶ | حضرت نوح کو قوم کی دھمکی | یعنی بس اب ہم کو اپنی نصیحت سے معاف رکھو، گراں روش سے باز نہ آئے تو سنگسار کئے جاؤ گے۔

۷ | حضرت نوح کی دعاء | یعنی میرے اور ان کے درمیان عملی فیصلہ فرما دیجئے۔ اب ان کے راہ راست پر آنے کی توقع نہیں۔

۸ | یعنی مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو الگ کر کے ان کا بیڑا غرق کر۔

وَمَنْ مَّعَهُ فِي الْفُلِكِ الْمَشْحُونِ ۝۱۱۹ ثُمَّ اغْرَقْنَا بَعْدُ

اور جو اس کے ساتھ تھے اس لدی (بھری) ہوئی کشتی میں پھر ڈبا دیا ہم نے اس کے پیچھے

الْبُقِيْنَ ۝۱۲۰ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةًۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

ان باقی رہے ہوؤں کو البتہ اس بات میں نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ

مُؤْمِنِيْنَ ۝۱۲۱ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۱۲۲ كَذَّبَتْ

نہیں ہیں ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا جھٹلایا

عَادُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۲۳ اِذْ قَالْ لَهُمْ اٰخُوهُمْ هُوْدٌ اَكَا

عاد نے پیغام لانے والوں کو جب کہا ان کو ان کے بھائی ہونے کیا

تَتَّقُوْنَ ۝۱۲۴ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌۭ اَمِيْنٌ ۝۱۲۵ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

تم کو ڈر نہیں میں تمہارے پاس پیغام لانے والا معتبر ہوں سو ڈرو اللہ سے اور

اَطِيعُوْنَ ۝۱۲۶ وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيْ

میرا کہا مانو اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کچھ بدلہ میرا بدلہ ہے

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۲۷ اَتَّبِعُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةًۭ

اسی جہان کے مالک پر کیا بناتے ہو ہر اونچی زمین پر ایک نشان

تَعْبَثُوْنَ ۝۱۲۸ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصٰرِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلَدُوْنَ ۝۱۲۹

کھینچنے کو اور بناتے ہو کارگیریاں شاید (گویا) تم ہمیشہ رہو گے

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبّٰرِيْنَ ۝۱۳۰ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

اور جب ہاتھ ڈالتے ہو تو پیچھے (چنگل) مارتے ہو ظلم سے سو ڈرو اللہ سے اور

اس قصہ کی تفصیل پہلے کئی جگہ گذر چکی۔

قوم عاد کے واقعہ کی تذکیر | ان لوگوں کو بڑا شوق تھا اونچے مضبوط منارے بنانے کا جس سے کچھ کام نہ نکلے، مگر نام ہو جائے اور رہنے کی عمارتیں بھی بڑے تکلف کی بناتے تھے مال ضائع کرنے کو۔ ان میں بڑی کاریگریاں دکھلاتے گویا یہ سمجھتے تھے کہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور یہ یادگاریں اور عمارتیں کبھی برباد نہ ہوں گی۔ (لیکن آج دیکھو تو انکے کھنڈر بھی باقی نہیں)

أَطِيعُونَ ﴿٣١﴾ وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٢﴾

میرا کہا مانو اور ڈرو اس سے جس نے تم کو پہنچائیں وہ چیزیں جو تم جانتے ہو

أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿٣٣﴾ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٣٤﴾

پہنچائے تم کو چوپائے اور بیٹے اور باغ اور چشمے میں

أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٣٥﴾ قَالُوا سَوَاءٌ

ڈرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کی آفت سے بولے ہم کو

عَلَيْنَا أَوْعُظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَعِظِينَ ﴿٣٦﴾ إِنْ هَذَا

برابر ہے تو نصیحت کرے یا نہ بنے تو نصیحت کرنے والا اور کچھ نہیں

إِلَّا خُلُقٌ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمَعْدٍ بَيْنَ يَدَيْهِ ﴿٣٨﴾ فَكَذَّبُوهُ

یہ باتیں عادت ہے اگلے لوگوں کی اور ہم پر آفت نہیں آنے والی پھر اس کو جھٹلانے لگے

فَأَهْلَكْنَاهُمْ ﴿٣٩﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ط وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

تو ہم نے ان کو غارت کر دیا اس بات میں البتہ نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ

مُؤْمِنِينَ ﴿٤٠﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٤١﴾ كَذَّبَتْ

نہیں ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا جھٹلایا

ثَمُودَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٤٢﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا

ثمود نے پیغام لانے والوں کو جب کہا ان کو ان کے بھائی صالح نے کیا

تَتَّقُونَ ﴿٤٣﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿٤٤﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ

تم ڈرتے نہیں میں تمہارے پاس پیغام لانے والا ہوں معتبر سو ڈرو اللہ سے اور

حضرت ہود کی دعوت | یعنی ظلم و ستم سے زیر دستوں اور کمزوروں کو تنگ کر رکھا ہے۔ گویا انصاف اور نرمی کا سبق ہی نہیں پڑھا۔ خدا کی ضعیف مخلوق کو جبر و تعدی کا تختہ مشق بنا رکھا ہے۔ سو اللہ سے ڈرو، ظلم و تکبر سے باز آؤ، اور میری بات مانو۔

یعنی اتنا تو سوچو کہ آخر یہ سامان تم کو کس نے دیئے ہیں؟ کیا اس منعم حقیقی کا تمہارے ذمہ کوئی حق نہیں۔ اگر تمہاری یہ ہی شرارت اور سرکشی رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ پہلی قوموں کی طرح کسی سخت آفت میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ دیکھو! میں تم کو نصیحت کر چکا۔ اپنے انجام کو خوب سوچ لو۔

قوم عاد کی ضد اور ہٹ دھرمی | یعنی تمہاری نصیحت بیکار ہے۔ یہ جادو ہم پر چلنے والا نہیں۔ قدیم سے یہ عادت چلی آتی ہے کہ کچھ لوگ نبی بن کر عذاب سے ڈرایا کرتے ہیں اور مرنے جینے کا سلسلہ بھی پہلے سے چلا آتا ہے تو اس سے ہم کو کیا اندیشہ ہو سکتا ہے رہا جو طریقہ ہمارا ہے وہ ہی ہمارے اگلے باپ دادوں کا تھا۔ ہم اس سے کسی طرح ہٹنے والے نہیں۔ نہ عذاب کی دھمکیوں کو خاطر میں لا سکتے ہیں۔

قوم عاد کی ہلاکت | یعنی سخت آندھی بھیج کر۔ ان کا قصہ بھی پہلے ”اعراف“ وغیرہ میں مفصل گزر چکا ہے۔

أَطِيعُونَ ﴿۱۴۳﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ

میرا کہاناو اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کچھ بدلہ

أَجْرِي إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۴۴﴾ أَتُزَكُّونَ فِي مَا

میرا بدلہ ہے اسی جہان کے پالنے والے پر کیا چھوڑے رکھیں گے تم کو

هٰهُنَا أَمِينٌ ﴿۱۴۵﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۱۴۶﴾ وَزُرُوعٍ وَ

یہاں کی چیزوں میں بے کھٹکے (بیخوف) باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں اور

نَخْلٍ طَلَعُهَا هَضْبِيمٌ ﴿۱۴۷﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا

کھجوروں میں جن کا گاجھا (خوشہ) ملائم ہے اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر

فَرِهِينَ ﴿۱۴۸﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَا تُطِيعُوا آهْرًا

تکلف کے سوڈرو اللہ سے اور میرا کہاناو اور نہ مانو حکم

الْمُسْرِفِينَ ﴿۱۵۰﴾ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا

بہاک لوگوں کا جو خرابی کرتے ہیں ملک میں اور

يُصْلِحُونَ ﴿۱۵۱﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿۱۵۲﴾ مَا أَنْتَ

اصلاح نہیں کرتے بولے تجھ پر تو کسی نے جادو کیا ہے تو بھی

إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَأْتِ بَآيَاتِنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۵۳﴾

ایک آدمی ہے جیسے ہم سولے آ کچھ نشانی اگر تو سچا ہے

قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿۱۵۴﴾

کہا یہ اونٹنی ہے اس کے لئے پانی پینے کی ایک باری اور تمہارے لئے باری ایک دن کی مقرر

قوم شموذ کی تکذیب اور حضرت صالح کی دعوت | یعنی کیا یہ خیال ہے کہ ہمیشہ اسی عیش و آرام اور باغ و بہار کے مزے لوٹو گے؟ اور پہاڑوں کو تراش کر جو تکلف کے مکان تیار کئے ہیں ان سے کبھی نہ نکلو گے؟ یا یہ مضبوط اور سنگین عمارتیں تم کو خدا کے عذاب سے بچالیں گی؟ اس سو دائے خام کو دل سے نکال ڈالو۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈر کر میرا کہا مانو۔ میں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں۔

یہ عوام کو فرمایا کہ تم ان بڑے مفسد شیطانوں کے پیچھے چل کر تباہ نہ ہو۔ یہ تو زمین میں خرابی پھیلانے والے ہیں۔ اصلاح کرنے والے اور نیک صلاح دینے والے نہیں۔

یعنی ہم سے کونسی بات تجھ میں زائد ہے جو نبی بن گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے جادو کر دیا ہے جس سے تیری عقل ماری گئی (العیاذ باللہ)

معجزے کا مطالبہ | یعنی اگر نبی ہے اور ہم سے ممتاز درجہ رکھتا ہے تو اللہ سے کہہ کر کوئی ایسا نشان دکھلا جسے ہم بھی تسلیم کر لیں پھر فرمائش کی کہ اچھا پتھر کی اس چٹان میں سے ایک اونٹنی نکال دے جو ایسی اور ایسی ہو۔ حضرت صالح نے دعا فرمائی، حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ نشان دکھلا دیا۔

اونٹنی کا معجزہ | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”اونٹنی پیدا ہوئی پتھر میں سے اللہ کی قدرت سے، حضرت صالح کی دعا سے وہ چھوٹی پھرتی، جس جنگل میں چرنے یا جس تالاب پر پانی پینے جاتی سب مواشی بھاگ کر کنارے ہو جاتے۔ تب یوں ٹھہرا دیا کہ ایک دن اس پانی پر وہ جائے، ایک دن اوروں کے مواشی جائیں۔“

وَلَا تَسُوهُنَّ بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۵۶﴾

اور مت چھیڑو اس کو بری طرح سے پھر پکڑ لے تم کو آفت ایک بڑے دن کی

فَعَقَرُوهَا فَاصْبِرُوا نَدِيبًا ﴿۱۵۷﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ط

پھر کاٹ ڈالا اس اونٹنی کو (کوئچیں کاٹیں اس اونٹنی کی) پھر کل کورہ گئے پچھتاتے پھر آ پکڑا ان کو عذاب نے

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ط وَمَا كَانَ أَكْثَرَهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۵۸﴾ وَ

البتہ اس بات میں نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ نہیں ماننے والے اور

إِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۵۹﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ

تیرا رب وہی ہے زبردست رحم کرنے والا کھڑایا لوط کی قوم نے

الْمُرِّ سَالِينَ ﴿۱۶۰﴾ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ لُوطُ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۶۱﴾

پیغام لانے والوں کو جب کہا ان کو ان کے بھائی لوط نے کیا تم ڈرتے نہیں

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿۱۶۳﴾

میں تمہارے لیے پیغام لانے والا ہوں معتبر سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ

اور مانگتا نہیں میں تم سے اس کا کچھ بدلہ میرا بدلہ ہے اسی پروردگار

الْعَالَمِينَ ﴿۱۶۴﴾ أَنَا تُؤَنُّونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعُلَمِيَّةِ ﴿۱۶۵﴾ وَ

عالم پر کیا تم دوڑتے ہو جہان کے مردوں پر اور

تَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَرْوَاجِكُمْ ط بَلْ أَنْتُمْ

چھوڑتے ہو جو تمہارے واسطے بنا دی ہیں تمہارے رب نے بلکہ تم لوگ تمہاری جو روئیں

یعنی اونٹنی کے ساتھ برائی سے پیش نہ آنا ورنہ بڑی سخت آفت ہوگی۔

اونٹنی کے پاؤں کو کاٹنے کا جرم | ایک بدکار عورت کے گھر مواشی بہت تھے، چارے اور پانی کی تکلیف سے اپنے ایک آشنا کو اکسایا، اس نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ کر ڈال دیئے۔ اس کے تین دن بعد عذاب آیا (موضح القرآن) یہ قصہ بھی پہلے مفصل گزر چکا۔

حضرت لوط کی دعوت | یعنی سارے جہان میں سے مرد ہی تمہاری شہوت رانی کے لئے رہ گئے، یا یہ کہ سارے جہان میں سے تم ہی ہو جو اس فعل شنیع کے مرتکب ہوتے ہو۔

قَوْمٌ عَدُوْنَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهَ يَلُوطُ لَنَكُونَنَّ مِنْ

ہو حد سے بڑھنے والے ﴿١٦٦﴾ بولے اگر نہ چھوڑے گا (نہ چپکارے گا) تو اے لوط تو تو

الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ

نکال دیا جائے گا ﴿١٦٧﴾ کہا میں تمہارے کام سے البتہ بیزار ہوں ﴿١٦٨﴾ اے رب

نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾ فَجَنَّبْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٧٠﴾

خلاص کر مجھ کو اور میرے گھر والوں کو ان کاموں سے جو یہ کرتے ہیں ﴿١٦٩﴾ پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو سب کو

إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَرْنَا الْأَخْرَبِينَ ﴿١٧٢﴾ وَ

مگر ایک بڑھیا رہ گئی رہنے والوں میں ﴿١٧١﴾ پھر اٹھا مارا (اکھاڑا) ہم نے ان دوسروں کو اور

أَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ

برسایا ان پر ایک برسواؤ (مینہ) سو کیا برابر بساؤ تھا ان ڈرائے ہوؤں کا ﴿١٧٣﴾ البتہ

فِي ذَلِكَ لآيَةٌ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧٤﴾ وَإِنَّ

اس بات میں نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ نہیں تھے ماننے والے اور

رَبِّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٧٥﴾ كَذَّبَ أَصْحَابُ لُعَيْكَةَ

تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا ﴿١٧٥﴾ جھٹلایا بن کے رہنے والوں نے

الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧٦﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾

پیغام لانے والوں کو ﴿١٧٦﴾ جب کہا ان کو شعیب نے کیا تم ڈرتے نہیں

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

میں تم کو پیغام پہنچانے والا ہوں معتبر ﴿١٧٨﴾ سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو

یعنی یہ خلاف فطرت کام کر کے آدمیت کی حد سے بھی نکل چکے ہو۔

یعنی یہ وعظ و نصیحت رہنے دو۔ اگر آئندہ ہمیں تنگ کرو گے تو تم کو بستی سے نکال باہر کریں گے۔

اس لئے ضرور اس پر اظہار نفرت کرونگا اور نصیحت سے باز نہیں آسکتا۔

یعنی ان کی نحوست اور وبال سے ہم کو بچا اور انہیں غارت کر۔

حضرت لوط کی بیوی کی ہلاکت | یہ ان کی بیوی تھی جو ان بد معاشوں سے مل رہی تھی۔ جب عذاب آیا تو یہ بھی ہلاک ہوئی۔

قوم لوط پر عذاب | یعنی اس کی بستیاں الٹ دیں اور آسمان سے پتھروں کا برس آؤ کیا۔ سو ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ ان کا قصہ بھی مفصل اعراف وغیرہ میں گزر چکا۔

حضرت شعیب کی قوم اصحاب ایکہ | ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ”اصحاب ایکہ“ وہ ہی قوم مدین ہے۔ ”ایکہ“ ایک درخت تھا جسے یہ لوگ پوجتے تھے، اسی نسبت سے ”اصحاب الا یکہ“ کہا گیا۔ اور اسی لئے شعیب کو ”اٰخُوْهُمُ“ سے تعبیر نہیں فرمایا۔ کیونکہ انبیاء کی اخوت محض قومی و نسبی تعلقات پر مبنی تھی۔ اگر ”مدین“ کہتے تو ”اٰخُوْهُمُ“ کہنا موزوں تھا۔ جب ”اصحاب الا یکہ“ کہہ کر ایک مذہبی نسبت سے ذکر کیا تو اس حیثیت سے ”اٰخُوْهُمُ“ فرمانا حضرت شعیب کی شان کے مناسب نہ تھا۔ بہر حال ”مدین“ اور ”اصحاب ایکہ“ ایک قوم ہے اور شعیب اسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے پہلے بھی اس کے متعلق کچھ بحث گزر چکی۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ

اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کچھ بدلہ میرا بدلہ ہے اسی پروردگار

الْعَالَمِينَ ﴿١٨٠﴾ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ﴿١٨١﴾

عالم پر پورا بھر کر دو ماپ اور مت ہو نقصان دینے والے

وَزِنُوا بِالْقِسْطِ أَسِ الْمُسْتَقِيمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

اور تولو سیدھی ترازو سے اور مت گھٹا دو لوگوں کو

أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿١٨٣﴾ وَ

ان کی چیزیں اور مت دوڑو ملک میں خرابی ڈالتے ہوئے اور

اتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَأَبْجَلَّةَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٨٤﴾ قَالُوا

ڈرو اس سے جس نے بنایا تم کو اور اگلی خلقت کو بولے

إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٨٥﴾ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا

تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے اور تو بھی ایک آدمی ہے جیسے ہم

وَإِنْ نَظُنُّكَ لِمَنِ الْكُذِبِينَ ﴿١٨٦﴾ فَاسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا

اور ہمارے خیال میں تو تو جھوٹا ہے سو گرا دے (ڈال دے) ہم پر کوئی ٹکڑا

مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّ

آسمان کا اگر تو سچا ہے کہا میرا رب

أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابٌ

خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو پھر اس کو جھٹلایا پھر پکڑ لیا ان کو آفت نے

◆ ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو | یعنی معاملات میں خیانت اور بے انصافی مت کرو جس طرح لینے کے وقت پورا ناپ تول کر لیتے ہو دیتے وقت بھی پورا ناپ تول کر دو۔

◆ یعنی ملک میں ڈاکے مت ڈالو اور لوگوں کے حقوق نہ مارو۔

◆ یعنی دعویٰ نبوت میں اور عذاب وغیرہ کی دھمکیوں میں۔

◆ قوم شعیب کی گستاخی | اگر سچا ہے تو آسمان کا یا بادل کا کوئی ٹکڑا گروا کر ہم کو ہلاک کیوں نہیں کر دیتا۔

◆ یعنی وہ ہی جانتا ہے کہ کس جرم پر کس وقت اور کتنی سزا ملنی چاہئے۔ عذاب دینا ہمارا کام نہیں۔ ہمارا کام ہشیار کر دینا تھا، سو کر چکے۔

يَوْمِ الظُّلَّةِ ۖ إِنَّهُ كَانَ عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٨٩﴾ إِنَّ

ساتھان والے دن کی بیشک وہ تھا عذاب بڑے دن کا البتہ

فِي ذَلِكَ لآيَةٌ ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٠﴾

اس بات میں نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ نہیں ماننے والے

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٩١﴾ وَإِنَّهُ لَنَنْزِيلُ

اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا اور یہ قرآن ہے اتارا ہوا

رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَى

پروردگار عالم کا لے کر اترا ہے اس کو فرشتہ معبر تیرے

قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ

دل پر کہ تو ہو ڈرنا دینے والا کھلی عربی

مُبِينٍ ﴿١٩٥﴾ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٩٦﴾ أَوْلَمْ يَكُنْ

زبان میں اور یہ لکھا ہے پہلوں کی کتابوں میں کیا ان کے واسطے

لَهُمْ آيَةٌ أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۚ وَلَوْ

نشانی نہیں یہ بات کہ اس کی خبر رکھتے ہیں پڑھے لوگ بنی اسرائیل کے اور اگر

نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَبِينَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا

اتارتے ہم یہ کتاب کسی اوپری (دوسری) زبان والے پر اور وہ اس کو پڑھ کر سناتا

﴿١٩٧﴾ قوم شعیب پر ساتھان کا عذاب | ساتھان کی طرح ابر آیا اس میں سے آگ برسی، نیچے سے زمین کو بھونچال آیا اور سخت ہولناک آواز آئی۔ اس طرح سب قوم تباہ ہو گئی۔ ان کا قصہ بھی پہلے مفصل گزر چکا ہے۔ ایک نظر وہاں کے فوائد پر ڈال لی جائے۔

﴿١٩٨﴾ قرآن پاک کا نزول قلب رسول پر | آغاز سورت میں قرآن کریم کا ذکر تھا اور اس کی تکذیب پر دھمکی دی گئی تھی، درمیان

میں مکذبین حق کے واقعات بیان ہوئے، یہاں سے پھر مضمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی قرآن کریم وہ مبارک اور عظیم الشان کتاب ہے جسے رب العالمین نے اتارا، جبریل امین لے کر اترے اور تیرے پاک و صاف قلب پر اتاری گئی کیونکہ یہ ہی قلب تھا جو اللہ کے علم میں اس بھاری امانت کو اٹھانے اور سنبھالنے کے لائق تھا، چنانچہ وحی قرآنی آئی اور سیدھی تیرے دل میں اترتی چلی گئی۔ تو نے اس کو اپنے سارے دل سے سنا اور سمجھا اور محفوظ رکھا، شاید ”عَلَى قَلْبِكَ“ کے لفظ میں یہ بھی اشارہ ہو کہ نزول وحی کی جو دو کیفیتیں احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہیں (یعنی کبھی ”مصلصلة الجرس“ کی طرح آنا اور کبھی فرشتہ کا آدمی کی صورت میں سامنے آ کر بات کرنا) ان میں سے قرآن کی وحی اغلباً پہلی کیفیت کے ساتھ آتی تھی۔ کیونکہ دونوں حالتوں میں محققین کے نزدیک فرق یہ تھا کہ پہلی حالت میں پیغمبر کو بشریت سے منقطع ہو کر ملکیت کی طرف جانا پڑتا تھا۔ گویا اس وقت آلات جسدانیہ کو بالکل معطل کر کے صرف روحی قوتوں اور قلبی حواس سے کام لیتے تھے، دل کے کانوں سے وحی کی آواز سنتے تھے اور دل کی آنکھوں سے فرشتہ کو دیکھتے تھے اور دل کی الہی قوتوں سے ان علوم کی تلقی کرتے تھے اور محفوظ رکھتے تھے بخلاف دوسری حالت کے کہ اس میں فرشتہ کو ملکیت سے نزول کر کے بشریت کی طرف آنا پڑتا تھا، اس وقت پیغمبر ان ہی ظاہری آنکھوں سے فرشتہ کو دیکھتے اور ان ہی ظاہری کانوں کے توسط سے آواز سنتے تھے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ وحی کی پہلی قسم کو احادیث میں فرمایا کہ ”هُوَ أَشَدُّ عَلَيَّ“ (وہ مجھ پر بہت بھاری ہوتی ہے) کیونکہ اس میں آپ کو بشریت سے ملکیت کی طرف صعود کرنا پڑتا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

◆ الفاظ اور معانی دونوں وحی کئے گئے | یعنی اتارا نہایت فصیح، واضح اور شگفتہ عربی زبان میں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ ”عَلَى قَلْبِكَ“ سے مراد یہ نہیں کہ صرف مضامین قرآن کے آپ کے دل میں اتار دیئے۔ پھر آپ نے ان کو اپنے الفاظ میں ادا کر دیا۔ بلکہ الفاظ اور مضامین سب وحی ربانی سے قلب مبارک پر القاء کئے گئے۔

◆ پچھلی کتابوں میں قرآن کی خبر | یعنی قرآن کی اور اس کے لانے والے کی خبر پہلی آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ انبیائے سابقین برابر پیشین گوئی کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ باوجود بہت سی تحریف و تبدیل کے اب تک بھی ایک ذخیرہ اس قسم کی پیشینگوئیوں کا پایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اس قرآن کے بیشتر مضامین اجمالاً یا تفصیلاً اگلی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ خصوصاً قصص، توحید، رسالت، معاد وغیرہ مضامین جن پر تمام کتب سماویہ اور انبیاء و مرسلین کا اتفاق رہا ہے۔

◆ علمائے بنی اسرائیل کی گواہی | یعنی علمائے بنی اسرائیل خوب جانتے ہیں کہ یہ وہ ہی کتاب اور پیغمبر ہے جس کی خبر پہلے سے آسمانی صحیفوں میں دی گئی تھی۔ چنانچہ ان میں سے بعض نے علانیہ اور بعض نے اپنی خصوصی مجلسوں میں امر حق کا اقرار کیا ہے اور بعض انصاف پسند اسی علم کی بناء پر مسلمان ہو گئے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ، غرض ایک منصف فہم کے لئے جس کا دل حق کی طلب رکھتا اور خدا سے ڈرتا ہو، اس چیز میں بڑی نشانی ہے کہ دوسرے مذاہب کے علماء بھی اپنے دلوں میں قرآن کی حقانیت کو سمجھتے ہیں، گو کسی وجہ سے بعض اوقات اعلان و اقرار کی جرأت نہ کر سکیں۔

كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ۱۹۹ ط كَذَلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ

تو بھی اس پر یقین نہلاتے ♦ اسی طرح گھسا دیا ہم نے اس انکار کو گنہگاروں

الْمُجْرِمِينَ ۲۰۰ ط لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ

کے دل میں وہ نہ مانیں گے اس کو جب تک نہ دیکھ لیں گے عذاب

الْأَلِيمَ ۲۰۱ ط فَيَأْتِيهِمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۲۰۲ ط

دروناک ♦ پھر آئے ان پر اچانک اور ان کو خبر بھی نہ ہو

فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ ۲۰۳ ط أَفَبِعَذَابِنَا

پھر کہنے لگے کچھ بھی ہم کو فرصت ملے گی ♦ کیا ہمارے عذاب کو

يَسْتَعْجِلُونَ ۲۰۴ ط أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ۲۰۵ ط ثُمَّ

جلد مانگتے ہیں بھلا دیکھ تو اگر فائدہ پہنچاتے رہیں ہم ان کو برسوں پھر

جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ۲۰۶ ط مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

پہنچے ان پر جس چیز کا ان سے وعدہ تھا تو کیا کام آئے گا ان کے جو کچھ

يُتَّبِعُونَ ۲۰۷ ط وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرِيْبَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ ۲۰۸ ط

فائدہ اٹھاتے رہے ♦ اور کوئی بستی نہیں غارت کی ہم نے جس کے لئے نہیں تھے ڈرنا دینے والے

ذِكْرِي قَدْ وَكَّأْنَا ظَلِيمِينَ ۲۰۹ ط وَمَا نَزَّلَتْ بِهِ الشَّاطِئِينَ ۲۱۰ ط

یاد دلانے کو اور ہمارا کام نہیں ہے ظلم کرنا ♦ اور اس قرآن کو نہیں لے کر اترے شیطان

وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ۲۱۱ ط إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ

اور نہ ان سے بن آئے اور نہ وہ کر سکیں ♦ ان کو تو سننے کی جگہ سے

عجمی پر قرآن نازل ہوتا تو کبھی نہ مانتے | یعنی آپ تو فصحاء عرب میں سے ہیں۔ ممکن ہے مشرکین مکہ یوں کہہ دیں کہ قرآن آپ نے خود تصنیف کر لیا ہوگا (حالانکہ قرآن اس حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہے جس کا مثل تمام جن و انس بھی بنا کر نہیں لاسکتے) تاہم کہنے کو یہ احتمال پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کی ہٹ دھرمی، شقاوت اور بدنیتی کا حال تو یہ ہے کہ اگر یہ قرآن فرض کرو ہم کسی غیر فصیح عرب یا عجمی انسان پر اتارتے جو ایک حرف عربی کا بولنے پر قادر نہ ہوتا، بلکہ بفرض محال کسی حیوان لایعقل پر اتارا جاتا، تب بھی یہ لوگ اس کے ماننے والے نہ تھے۔ اس وقت کچھ اور احتمالات پیدا کرتے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”کافر کہتے تھے کہ قرآن آیا ہے عربی زبان میں، اس نبی کی زبان بھی عربی ہے شاید آپ ہی کہہ لاتا ہو۔ اگر غیر زبان والے پر عربی قرآن اترتا تو یقین کرتے، فرمایا کہ دھوکہ والے کا جی کبھی نہیں ٹھہرتا۔ تب اور شبہ نکالتے کہ کوئی سکھا جاتا ہے۔“ (موضح القرآن)

قرآن کے کلام الہی ہونے کا کفار کو یقین ہے | یعنی جو آدمی جرائم اور گناہوں کا خوگر ہو جاتا ہے اور اپنے قوی کو شرارت اور سرکشی میں لگا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی عادت کے موافق ڈھیل چھوڑ دیتا ہے اور اسکے دل میں انکار و تکذیب کے اثر کو جا گزیر کر دیتا ہے۔ یہ تقریر ترجمہ کے موافق ہوئی۔ لیکن بہت سے مفسرین نے ”سَلَكْنَا“ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع کی ہے یعنی قرآن کو ہم نے اس طرح مجرمین کے دل میں گھسا دیا ہے کہ وہ دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ یہ کلام بشر کا نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی ہٹ دھرمی سے ایمان نہیں لاسکتے اور تکذیب کئے چلے جاتے ہیں تا آنکہ دنیا یا آخرت میں دردناک عذاب کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں، اس وقت مانیں گے کہ ہاں پیغمبر سچے تھے اور جو کتاب لائے تھے وہ سچی تھی، مگر اس وقت ماننا کچھ نفع نہ دے گا۔

کفار کا مہلت طلب کرنا | یعنی جب عذاب الہی ایک دم سر پر پہنچ جائے گا اس وقت کہیں گے کیا ہمیں تھوڑی سی مہلت دی جا سکتی ہے کہ اب توبہ کر کے اپنا چال چلن درست کر لیں اور پیغمبروں کا اتباع کر کے دکھلائیں۔ دنیا میں تو عذاب کی جلدی مچا رہے تھے اب مہلت طلب کرنے لگے۔

یعنی سالہا سال کی ڈھیل اور مہلت بھی جو دی گئی تھی اس وقت کچھ کام نہ آئے گی۔ اس وقت یہ برسوں کی مہلت کا عدم معلوم ہوگی اور سمجھیں گے کہ واقعی بہت ہی جلدی پکڑے گے۔ ”كَانَتْهُمْ يَوْمَ يَرُونَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عِشْرِينَ أَوْ ضِعْفًا“ (نازعات رکوع ۲۴)۔ کسی کو مہلت دیئے بغیر عذاب نہیں دیا گیا | یعنی کسی قوم کا تختہ یوں ہی ایک دم نہیں الٹ دیا گیا۔ عذاب بھیجنے سے پہلے کافی مہلت دی گئی اور ہشیار کرنے والے پیغمبر بھیجے گئے کہ لوگ غفلت میں نہ رہیں، جب کسی طرح نہ مانے آخر غارت کئے گئے العیاذ باللہ۔

قرآن کسی جن کا لایا ہوا نہیں ہے | درمیان میں مکذبین کے احوال بیان فرما کر پھر اصل مضمون ”وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ“ کی تکمیل و تسمیم فرماتے ہیں۔ یعنی یہ کتاب خدا کے ہاں سے جبریل امین لائے ہیں۔ شیاطین کی سکھائی ہوئی چیز نہیں۔ بھلا شیاطین سے کہاں ممکن ہے کہ ایسی کتاب بن آئے۔ ان کی طبائع کا خاصہ تو گمراہی، فساد، اور ظلمت پھیلانا ہے۔ اور یہ کتاب اول سے آخر تک رشد و صلاح اور نور ہدایت سے بھری ہوئی ہے جسکی تعلیم سے وہ جماعت تیار ہوئی۔ جس سے زیادہ آسمان کے نیچے بجز انبیاء کے کوئی پاک باز، صادق، خدا ترس اور خدا پرست جماعت نہیں تو اس کتاب کے علوم اور شیاطین کی طبائع میں کوئی مناسبت نہیں۔ نہ وہ اس لائق ہیں کہ اس عظیم الشان، متبرک بارامانت کو اٹھا سکیں۔ ”لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْنَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ“ (حشر رکوع ۳۴) روایات میں ہے کہ بعض مشرکین کا خیال تھا کہ محمد ﷺ کے پاس کوئی جن آکر یہ قرآن سکھلا جاتا ہے۔ بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ وحی آنے میں کچھ دیر ہوئی تو ایک عورت نے حضور کو کہا کہ تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا (نعوذ باللہ) ان آیات میں اسی خیال کی تردید ہے۔

لَمَعَزُولُونَ ﴿٢١٢﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ

دور (برطرف) کر دیا ہے ﴿٢١٢﴾ سو تو مت پکار اللہ کے ساتھ دوسرا معبود (حاکم) پھر تو پڑے

مِنَ الْمُعَذِّبِينَ ﴿٢١٣﴾ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾

عذاب میں ﴿٢١٣﴾ اور ڈر سنا دے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ﴿٢١٤﴾

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢١٥﴾

اور اپنے بازو نیچے رکھ ان کے واسطے جو تیرے ساتھ ہیں ایمان والے ﴿٢١٥﴾

فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢١٦﴾ وَتَوَكَّلْ

پھر اگر تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے میں بیزار ہوں تمہارے کام سے ﴿٢١٦﴾ اور بھروسہ کر

عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِي يَرْبِكُ حِينَ تَقُومُونَ ﴿٢١٨﴾ وَ

اس زبردست رحم والے پر ﴿٢١٧﴾ جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو اٹھتا ہے اور

تَقَلِّبُكَ فِي السُّجُودِ ﴿٢١٩﴾ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٢٢٠﴾ هَلْ

تیرا پھرنا نمازیوں میں ﴿٢١٩﴾ بے شک وہی ہے سنے والا جاننے والا میں

أَنْبَأَكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنْزِلُ الشَّيْطَانِ ﴿٢٢١﴾ تَنْزِلُ عَلَىٰ كُلِّ

بتلاؤں تم کو کس پر اترتے ہیں شیطان اترتے ہیں ہر

أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثُرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾

جھوٹے گنہگار پر ﴿٢٢٢﴾ لاڈالتے ہیں سنی ہوئی بات اور بہت ان میں جھوٹے ہیں ﴿٢٢٣﴾

﴿٢٢٣﴾ شیاطین کو دور کر دیا گیا ہے | یعنی نزول قرآن کے زمانہ میں اس کی حفاظت کے لئے ایسے غیبی پہرے بٹھائے گئے ہیں کہ

شیاطین پاس بھی نہیں پھٹک سکتے نہ ایک حرف اچک سکتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ "وَأَنَا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ

يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَصَدًا" (جن رکوع ۱) وقال تعالیٰ "فَأِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا"

تیسرا

(جن۔ رکوع ۲) وقال تعالیٰ "لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ مَبْنِي يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ" (حَمَّ السَّجْدِہ رکوع ۵)۔ تنبیہ | شیاطین کے غیبی خبریں سننے کی کوشش کرنے اور ناکام رہنے کے متعلق سورہ حجر کے شروع میں مفصل کلام کیا جا چکا ہے وہاں مطالعہ کرنا چاہئے۔

یہ فرمایا رسول کو اور سنایا اوروں کو یعنی جب یہ کتاب بلاشک و شبہ خدا کی اتاری ہوئی ہے، شیطان کا اس میں ذرہ بھر دخل نہیں تو چاہئے کہ اس کی تعلیم پر چلو جس میں اصل اصول توحید ہے۔ شرک و کفر اور تکذیب کی شیطانی راہ اختیار مت کرو۔ ورنہ عذاب الہی سے رستگاری کی کوئی سبیل نہیں۔

❖ اقرباء کو دعوت کا حکم | یعنی اوروں سے پہلے اپنے اقارب کو تنبیہ کیجئے کہ خیر خواہی میں ان کا حق مقدم ہے اور ویسے بھی آدمی کی صداقت و حقانیت اقارب کے معاملہ سے پرکھی جاتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "جب یہ آیت اتری۔ حضرت نے سارے قریش کو پکار کر سنا دیا اور اپنی پھوپھی تک اور اپنی بیٹی تک اور چچا تک کہہ سنایا کہ اللہ کے ہاں اپنی فکر کرو۔ خدا کے ہاں تمہارا کچھ نہیں کر سکتا۔" یعنی شفقت میں رکھ ایمان والوں کو، اپنے ہوں یا پرانے۔

❖ یعنی خلاف حکم خدا جو کوئی کرے اس سے تو بیزار ہو جا، اپنا ہو یا پرانا۔ (موضح)

❖ آنحضرتؐ کو نصرت کا وعدہ | یعنی نافرمانی کرنے والے کوئی ہوں اور کتنے ہی ہوں تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ سب سے بیزار ہو کر ایک خدا پر بھروسہ رکھ جو زبردست بھی ہے کسی کی اس کے مقابلہ میں چل نہیں سکتی، اور مہربانی فرمانے والا بھی۔ چنانچہ اپنی مہربانی سے تیرے حال پر ہر وقت نظر عنایت رکھتا ہے۔

❖ یعنی جب تو تہجد کو اٹھتا ہے اور متوسلین کی خبر لیتا ہے کہ خدا کی یاد میں ہیں یا نافل (موضح) یا تو جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے، اور جماعت کی نماز میں نقل و حرکت (رکوع و سجود وغیرہ) کرتا ہے، اور مقتدیوں کی دیکھ بھال رکھتا ہے اور بعض سلف نے کہا کہ ساجدین سے آپ کے آباء مراد ہیں۔ یعنی آپ کے نور کا ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب تک منتقل ہونا اور آخر میں نبی ہو کر تشریف لانا بلکہ بعض مفسرین نے اس لفظ سے حضور کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

❖ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ | یہاں پھر قرآن کے صدق اور عظمت شان پر تنبیہ فرمائی۔ یعنی ایسے ساجدین اور تہجد گزاروں کے امام کو جو اللہ کے معاملہ میں اپنے اور بیگانے کی کوئی پروا نہ کرے اور ساری دنیا سے ٹوٹ کر اکیلے خدا پر بھروسہ رکھے، کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) شیطان ان پر وحی لاتا تھا؟ آؤ! میں تم کو بتاؤں کہ شیطانی وحی کس قسم کے لوگوں پر آتی ہے۔ وہ آتی ہے جھوٹوں پر، بد معاشوں اور بدکاروں پر، کیونکہ شیطان سچے اور نیک آدمیوں سے بیزار ہے کہ یہ اس کو برا جانتے ہیں۔ جھوٹے دغا بازوں سے خوش ہے جو اس کی مرضی کے موافق ہیں۔ بھلا سب بچوں سے زیادہ سچے اور تمام نیکوں سے بڑھ کر نیک انسان کو شیطانی وحی سے کیا نسبت، حضور کا صدق و امانت، اتقاء، پاکبازی، خدا ترسی تو وہ اوصاف ہیں جو بچپن سے لیکر دعوت نبوت تک آپ کی ساری قوم کو تسلیم تھے۔ حتیٰ کہ "الصادق الامین" آپ کا لقب ہی پڑ گیا تھا۔

❖ شیاطین جھوٹی خبریں لاتے ہیں | یعنی شیاطین کوئی ایک آدھ ناکام بات امور غیبیہ جزئیہ کے متعلق جو سن بھاگتے ہیں اس میں سو جھوٹ ملا کر اپنے کاہن دوستوں کو پہنچاتے ہیں، یہ حقیقت انکی وحی کی ہے۔ برخلاف اس کے انبیاء کی وحی کا ایک حرف اور ایک شوشہ بھی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ بعض نے "يُلْقُونَ السَّمْعَ" کے معنی یہ لئے ہیں، کہ شیاطین ملا علی کی طرف کان لگاتے ہیں کہ کوئی غیبی بھنک کان میں پڑ جائے، یا جھوٹے گنہگار شیاطین کی طرف کان جھکائے رکھتے ہیں کہ کوئی چیز ادھر سے ہاتھ آئے تو چلتی کریں۔

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۚ أَلَمْ نَرَأَهُمْ فِي كُلِّ

اور شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں ◆ تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر

وَادٍ يَهَيِّمُونَ ۚ وَأَنْهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۚ

میدان میں سرمارتے پھرتے ہیں ◆ اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے ◆

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ

مگر وہ لوگ جو یقین لائے اور کام کئے اچھے اور یاد کی اللہ کی

كَثِيرًا وَّانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ

بہت اور بدلہ لیا اس کے پیچھے کہ ان پر ظلم ہوا ◆ اور اب معلوم کر لیں گے

الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۚ

ظلم کرنے والے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں ◆

آيَاتُهَا ۙ ۹۳ ﴿۲۷﴾ سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ (۲۸) رُكُوْعَاتُهَا ۙ

سورۃ نمل مکہ میں اتری اور اس کی ترانوں آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

طَسَّ تَف تَلْكَ اٰیَةُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِیْنٍ ۙ

طس یہ آیتیں ہیں قرآن اور کھلی کتاب کی

هُدًی وَبُشْرًا لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ الَّذِينَ يُقِیْمُونَ الصَّلٰوةَ

ہدایت اور خوش خبری ایمان والوں کے واسطے جو قائم رکھتے ہیں نماز کو

شاعروں کی بات پر بے راہ چلتے ہیں | کافر لوگ پیغمبر کو کبھی کاہن بتاتے کبھی شاعر، سو فرمایا کہ شاعری کی باتیں محض تخیلات ہوتی ہیں تحقیق سے اس کو لگاؤ نہیں ہوتا، اس لئے اس کی باتوں سے بجز گرمی محفل یا وقتی جوش اور واہ واہ کے کسی کو مستقل ہدایت نہیں ہوتی حالانکہ اس پیغمبر کی صحبت میں قرآن سن کر ہزاروں آدمی نیکی اور پرہیزگاری پر آتے ہیں۔

شاعر تخیل کی وادیوں میں بھٹکتے ہیں | یعنی جو مضمون پکڑ لیا اسی کو بڑھاتے چلے گئے، کسی کی تعریف کی تو آسمان پر چڑھا دیا، مذمت کی تو ساری دنیا کے عیب اس میں جمع کر دیئے۔ موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود ثابت کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ غرض جھوٹ، مبالغہ اور تخیل کے جس جنگل میں نکل گئے، پھر مڑ کر نہیں دیکھا۔ اسی لئے شعر کی نسبت مشہور ہے۔ ”اَكْذِبْ اَوْ احْسَنْ اَوْ“۔

شاعر جو کہتے ہیں کرتے نہیں | یعنی شعر پڑھو تو معلوم ہو کہ رستم سے زیادہ بہادر اور شیر سے زیادہ دلیر ہونگے، اور جا کر ملو تو پر لے درجہ کے نامرد اور ڈر پوک کبھی دیکھو تو ہٹے کٹے ہیں اور اشعار پڑھو تو خیال ہو کہ نبضیں ساقط ہو چکیں، قبض روح کا انتظار ہے۔ حالی نے مسدس میں ان کے جھوٹ کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ غرض ایک پیغمبر خدا اور وہ بھی خاتم الانبیاء کو اس جماعت سے کیا لگاؤ۔ اسی لئے فرمایا۔ ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ“ آپ کی جو بات تھی سچی، چچی تلی باون تو لے پاؤرتی، تحقیق کے ترازو میں تلی ہوئی۔ پھر جو بات زبان مبارک سے سنی جاتی تھی وہ ہی عمل میں آنکھوں سے نظر آتی تھی۔ بھلا شاعر ایسے ہوتے ہیں؟ اور شاعری اسے کہتے ہیں؟ حاشا ثم حاشا۔

کون سے شاعر اس سے مستثنیٰ ہے | مگر جو کوئی شعر میں اللہ کی حمد کہے یا نیکی کی ترغیب دے، یا کفر کی مذمت یا گناہ کی برائی کرے یا کافر اسلام کی بھوکریں یہ اس کا جواب دے، یا کسی نے اس کو ایذا پہنچائی اس کا جواب بحد اعتدال دیا، ایسا شعر عیب نہیں۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ ایسے ہی اشعار کہتے تھے۔ اسی لئے حضور نے فرمایا کہ ان کافروں کا جواب دے اور روح القدس تیرے ساتھ ہے۔

یہ ”مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمْتُمْ“ کی مناسبت سے فرمایا کہ ظالموں کو عنقریب اپنا انجام معلوم ہو جائے گا کہ کس کروٹ اونٹ بیٹھتا ہے سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اللہ کی کتابوں اور پیغمبروں کو کاہن و شاعر کہہ کر جھٹلائے۔ تَمَّ سُورَةُ الشُّعْرَاءِ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّه

وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿۳﴾ إِنَّ

اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور ان کو آخرت پر یقین ہے

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيْنًا لَهُمْ أَعْمَالُهُمْ فَهُمْ

جو لوگ نہیں مانتے آخرت کو اچھے دکھلائے ہم نے ان کی نظروں میں ان کے کام سو وہ

يَعْمَهُونَ ﴿۴﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ

بہکے پھرتے ہیں وہی ہیں جن کے واسطے بری طرح کا عذاب ہے اور

فِي الْآخِرَةِ هُمْ الْآخُسِرُونَ ﴿۵﴾ وَإِنَّكَ لَتَلْقَى الْقُرْآنَ

آخرت میں وہی ہیں خراب اور تجھ کو تو قرآن پہنچتا ہے

مِنْ لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ﴿۶﴾ إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِيهِ

ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے جب کہا موسیٰ نے اپنے گھر والوں کو

إِنِّي أَنَسْتُ نَارًا سَأَتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُمْ

میں نے دیکھی ہے ایک آگ اب لاتا ہوں تمہارے پاس وہاں سے کچھ خبر یا لاتا ہوں

بِشَهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿۷﴾ فَلَمَّا جَاءَهَا

انگار اسلگا کر شاید (تا کہ) تم سینگو (تا پو) پھر جب پہنچا اس کے پاس

نُودِيَ أَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَ

آواز ہوئی کہ برکت ہے اس پر جو کوئی کہ آگ میں ہے اور جو اسکے آس پاس ہے اور

سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۸﴾ يُمُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ

پاک ہے ذات اللہ کی جو رب سارے جہان کا اے موسیٰ وہ میں اللہ ہوں

سورۃ النمل

❖ **کفار دنیا کی رونقوں میں گم ہیں** | یعنی جن کو انجام کی کوئی فکر اور مستقبل کا خیال نہ ہو، وہ اسی دنیائے فانی کی فکر میں ڈوبے رہتے ہیں۔ ان کی تمام کوششوں کا مرکز یہ ہی چند روزہ زندگی ہے جو کتاب یا پیغمبر ادھر سے ہٹا کر عاقبت کی طرف توجہ دلائے، اس پر کیوں کان دھرنے لگے۔ وہ دنیا کے عشق میں غرق ہو کر ہادیوں پر آوازیں کتے ہیں۔ آسمانی صحیفوں کو موردِ طعن بناتے ہیں۔ پیغمبروں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اور یہ ہی کام ہیں، جن کو اپنے نزدیک بہت اچھا سمجھ کر برابر گمراہی میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ **تنبیہ** | تزئین کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف اس حیثیت سے کی کہ خالق ہر چیز کا وہ ہی ہے کسی سبب پر سبب کا ترتیب بدون اس کی مشیت و ارادہ کے نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ دوسرے مواضع میں اضلال و ختم و طبع وغیرہ کی نسبت اسکی طرف ہوئی ہے۔ سورۃ ”نمل“ کی ان ابتدائی آیات کا مضمون سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات سے بہت مشابہ ہے ان کو ایک مرتبہ مطالعہ کر لیا جائے۔

یعنی وہاں سب سے زیادہ خسارہ میں یہ ہی لوگ ہونگے۔

❖ **قرآن کریم کی نعمت اللہ کا فضل عظیم ہے** | یعنی ان بد بختوں کو تیرہ ضلالت سے بھٹکنے دو۔ جب انہوں نے قرآن مبین کی قدر نہ پہچانی اور اس کی ہدایات و بشارات سے فائدہ نہ اٹھایا تو یہ ہی حشر ہونا تھا۔ آپؐ تو خدا کا شکر کیجئے کہ اس علیم و حکیم کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب آپؐ کو مرحمت کی گئی ہے جس سے ہر وقت تازہ بہ تازہ فوائد پہنچ رہے ہیں جس میں مومنین کے لئے بشارتیں ہیں اور مکذبین کو عبرتناک واقعات سنائے گئے ہیں تا پچھوں کا دل مضبوط و قوی ہو اور جھوٹ کی حمایت کرنے والے اپنی بد انجامی پر مطلع ہو جائیں۔ چنانچہ ان ہی اغراض کے لئے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعونوں کا قصہ سنایا جاتا ہے۔

❖ **حضرت موسیٰ کا آگ لینے کیلئے پہاڑ پر جانا** | یہ ”مدین“ سے جاتے ہوئے وادی ”طوی“ کے قریب پہنچ کر کہا جبکہ سخت سردی کی اندھیری رات میں راستہ بھول گئے تھے مفصل واقعہ سورہ ”طہ“ کے فوائد میں گذر چکا۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

یعنی رستہ کی خبر لاتا ہوں اگر آگ کے پاس کوئی موجود ہو ورنہ کم از کم سینکنے تا پنے کے لئے ایک انگارے آؤنگا۔

❖ **تجلی الہی کی روشنی** | وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ دنیا کی آگ نہیں، بلکہ غیبی اور نورانی آگ ہے جس کے اندر نور الہی ظاہر ہو رہا تھا، یا اس کی بجلی چمک رہی تھی۔ شاید وہ ہی ہو جس کو حدیث میں فرمایا ”حجَابُہُ النَّارِ“ یا ”حجَابُہُ النَّوْرِ“ پھر غیب سے آواز آئی۔ ”اِنَّ بُورِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَہَا“ یعنی زمین کا یہ ٹکڑا مبارک، آگ میں جو تجلی ہے وہ بھی مبارک، اور اس کے اندر یا اس کے آس پاس جو ہستیاں ہیں مثلاً فرشتے یا خود موسیٰ علیہ السلام وہ سب مبارک ہیں۔ یہ غالباً موسیٰ علیہ السلام کو مانوس کرنے کے لئے بطور اعزاز و اکرام کے فرمایا۔

❖ **آگ میں تجلی کی حقیقت** | یعنی مکان، جہت، جسم، صورت اور رنگ وغیرہ سمات حدوث سے اللہ کی ذات پاک ہے۔ آگ میں اس کی تجلی کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ اس کی ذات پاک آگ میں حلول کر آئی؟ آفتاب عالمتاب قلعی دار آئینہ میں تجلی ہوتا ہے لیکن کون احمق کہہ سکتا ہے کہ اتنا بڑا کرہ شمسی چھوٹے سے آئینہ میں سما گیا؟

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۙ ۙ وَأَلْقَ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ

زبردست حکمتوں والا ۙ اور ڈال دے لاشی اپنی پھر جب دیکھا اس کو پھینچنے والے (پھین ہلاتے)

كَانَهَا جَانًّا وَلَمْ يَأْتِهَا مَدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۖ يَمُوسَىٰ

جیسے سانپ (سفید پتلا سانپ) کی سٹک ۙ لونا پیڑ پھیر کر اور مر کر نہ دیکھا ۙ اے موسیٰ

لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَائِيَ الْمُرْسَلُونَ ۙ إِلَّا

مت ڈر میں جو ہوں میرے پاس نہیں ڈرتے رسول ۙ مگر

مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ

جس نے زیادتی کی پھر بدلے میں نیکی کی برائی کے پیچھے تو میں بخشنے والا

رَحِيمٌ ۙ ۙ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجَ بَيْضًا

مہربان ہوں ۙ اور ڈال دے ہاتھ اپنا اپنے گریبان میں کہ نکلے سفید ہو کر

مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۚ قَفَا فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ ۖ

بغیر کسی عیب کے (نہ کسی برائی کے) یہ دونوں مل کر نو نشانیاں لے کر جا فرعون اور اس کی قوم کی طرف

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِقِينَ ۙ ۙ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا

بے شک وہ تھے لوگ نافرمان ۙ پھر جب پہنچیں ان کے پاس ہماری نشانیاں

مُبْصِرَةً قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۙ ۙ وَجَحَدُوا بِهَا

سمجھانے کو بولے یہ جادو ہے صریح اور ان کا انکار کیا

وَأَسْتَبَقْتَهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۚ فَانظُرْ كَيْفَ

اور ان کا یقین کر چکے تھے اپنے جی میں بے انصافی اور غرور سے سو دیکھ لے کیسا

❖ حق تعالیٰ کا حضرت موسیٰ سے خطاب | یعنی اس وقت تجھ سے کلام کرنے والا میں ہوں، یہ سب واقعہ مفصلاً سورہ ”طہ“ میں گذر چکا۔

❖ عصا کو زمین پر ڈالنے کا حکم | شاید ابتداء میں پتلا ہوگا، یا سرعت حرکت میں تشبیہ ہوگی، صفر جثہ میں نہیں۔

❖ یہ خوف طبعی تھا جو منافی نبوت نہیں۔

❖ یعنی اس مقام حضور و اصطفاء میں پہنچ کر ایسی چیزوں سے ڈرنے کا کیا مطلب۔ مرسلین کو لائق نہیں کہ ہماری بارگاہ قرب میں پہنچ کر لاٹھی یا سانپ یا کسی مخلوق سے ڈریں۔ وہاں تو دل کو انتہائی سکون و طمانیت حاصل ہونا چاہئے۔

❖ یہ استثناء منقطع ہے یعنی خدا کے حضور میں پہنچ کر خوف و اندیشہ صرف اس کو ہونا چاہئے جو کوئی زیادتی یا خطا و تقصیر کر کے آیا ہو۔ اس کے متعلق بھی ہمارے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ برائی کئے بعد اگر دل سے توبہ کر کے اپنی روش درست کر لی اور نیکیاں کر کے برائی کا اثر مٹا دیا تو حق تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرمانے والا ہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”موسیٰ علیہ السلام سے چوک کر ایک کافر کا خون ہو گیا تھا اس کا ڈر تھا ان کے دل میں، ان کو وہ معاف کر دیا۔“

❖ نو نشانیوں کا بیان سورہ ”بنی اسرائیل“ کی آیت ”وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَاَسْتَلْ بِنِيِّ إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ“ الخ کے تحت میں دیکھو۔

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۚ ﴿۱۳﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ

ہوا انجام خرابی کرنے والوں کا اور ہم نے دیا داؤد

وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا

اور سلیمان کو ایک علم اور بولے شکر اللہ کا جس نے ہم کو بزرگی (فضیلت) دی

عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ

اپنے بہت سے بندوں ایمان والوں پر اور قائم مقام ہوا

سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنطِقَ

سلیمان داؤد کا اور بولا اے لوگو ہم کو سکھائی ہے بولی

الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ

اڑتے جانوروں کی اور دیا ہم کو ہر چیز میں سے بے شک یہی ہے فضیلت

﴿۱﴾ معجزات دیکھ کر بھی انکار یعنی جب وقتاً فوقتاً ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے وہ نشانیاں دکھائی گئیں تو کہنے لگے کہ یہ سب جادو ہے حالانکہ ان کے دلوں میں یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اور جو نشان دکھلا رہے ہیں یقیناً خدائی نشان ہیں۔ جادو، شعبدہ اور نظر بندی نہیں مگر محض بے انصافی اور غرور و تکبر سے جان بوجھ کر اپنے ضمیر کے خلاف حق کی تکذیب اور سچائی کا انکار کر رہے تھے، پھر کیا ہوا چند روز بعد پتہ لگ گیا کہ ایسے ہٹ دھرم مفسدوں کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ سب کو بحر قلزم کی موجوں نے کھا لیا، کسی کو گور و کفن بھی نصیب نہ ہوا۔

﴿۲﴾ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو علم عطا کیا گیا حضرت سلیمان، حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادہ ہیں۔ باپ بیٹے میں سے ہر ایک کو اس کی شان کے لائق اللہ نے علم کا خاص حصہ عطا فرمایا۔ شرائع و احکام اور اصول سیاست و حکمرانی وغیرہ کے علوم سب اس لفظ کے تحت میں داخل ہو گئے۔

﴿۳﴾ حق تعالیٰ نے جو علم داؤد و سلیمان علیہما السلام کو دیا تھا اسی کا اثر یہ تھا کہ حق تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتے تھے۔ کسی نعمت الہی پر شکر ادا کرنا اصل نعمت سے بڑی نعمت ہے۔

﴿۴﴾ ”بہت سے“ اس لئے کہا کہ بہت بندگان خدا کو ان پر فضیلت دی گئی ہے۔ باقی تمام مخلوق پر فضیلت کلی تو سارے جہان میں ایک ہی بندے کو حاصل ہوئی جن کا نام مبارک ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

﴿۵﴾ حضرت داؤد کے سچے وارث حضرت سلیمانؑ یعنی داؤد کے بیٹوں میں سے انکے اصل جانشین حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے جن کی ذات میں اللہ نے نبوت اور بادشاہت دونوں جمع کر دیں اور وہ ملک عطا فرمایا جو ان سے قبل یا بعد کسی کو نہ ملا۔ جن، ہوا، اور پرندوں کو ان کے لئے مسخر فرمادیا۔ جیسا کہ سورہ ”سبا“ میں آئے گا۔

﴿۶﴾ پرندوں کی بولیوں کی عقلی توجیہ | اس بات کا انکار کرنا بدابہت کا انکار ہوگا کہ پرندے جو بولیاں بولتے ہیں ان میں ایک خاص حد تک افہام و تفہیم کی شان پائی جاتی ہے۔ ایک پرند جس وقت اپنے جوڑ کو بلاتا یا دانہ دینے کے لئے اپنے بچوں کو آواز دیتا یا کسی چیز سے خوف کھا کر خبردار کرتا ہے، ان تمام حالات میں اس کی بولی اور لب و لہجہ یکساں نہیں ہوتا چنانچہ اس کے مخاطبین اس فرق کو بخوبی محسوس کرتے ہیں۔ اسی سے ہم سمجھتے ہیں کہ دوسرے احوال و ضروریات کے وقت بھی ان کے چہچہوں میں (گو ہمیں کتنے ہی متشابہ و متقارب معلوم ہوں) ایسا لطیف و خفیف تفاوت ہوتا ہوگا، جسے وہ آپس میں سمجھ لیتے ہونگے۔ تم کسی پوسٹ آفس میں چلے جاؤ اور تار کی متشابہ کھٹ کھٹ گھنٹوں سنتے رہو، تمہارے نزدیک محض بے معنی حرکات و اصوات سے زیادہ وقعت نہ ہوگی۔ لیکن ٹیلیگراف ماسٹر فوراً بتا دے گا کہ فلاں جگہ سے فلاں آدمی یہ مضمون کہہ رہا ہے یا فلاں لیکچرار کی تقریر انہی تاروں کی کھٹکھٹاہٹ میں صاف سنائی دے رہی ہے۔ کیونکہ وہ ان ”فقرات تلغرافیہ“ کی دلالت و ضعیف سے پوری طرح واقف ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کیا بعید ہے کہ واضح حقیقی نے نعمات طیور کو بھی مختلف معانی و مطالب کے اظہار کے لئے وضع کیا ہو۔ اور جس طرح انسان کا بچہ اپنے ماں باپ کی زبان سے آہستہ آہستہ واقف ہوتا رہتا ہے، طیور کے بچے بھی اپنی فطری استعداد سے اپنے بنی نوع کی بولیوں کو سمجھنے لگتے ہوں اور بطور ایک پیغمبرانہ اعجاز کے حق تعالیٰ کسی نبی کو بھی ان کا علم عطا فرمادے۔ حیوانات کے لئے جزئی اور اکات کا حصول تو پہلے سے مسلم چلا آتا ہے لیکن یورپ کی جدید تحقیقات اب حیوانات کی عاقلیت کو آدمیت کی سرحد سے قریب کرتی جاتی ہیں حتیٰ کہ حیوانات کی بولیوں کی ”ابجد“ تیار کی جا رہی ہے۔ قرآن کریم نے خبر دی تھی کہ ”ہر چیز اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتی ہے جسے تم سمجھتے نہیں اور ہر پرندہ اپنی صلوة و تسبیح سے واقف ہے۔“ احادیث صحیحہ میں حیوانات کا تکلم، بلکہ جمادات محضہ کا بات کرنا اور تسبیح پڑھنا ثابت ہے۔

تمام مخلوقات کو خالق کی اجمالی معرفت حاصل ہے | اس سے ظاہر ہوا کہ اپنے خالق کی اجمالی مگر صحیح معرفت ہر چیز کی فطرت میں نشین کر دی گئی ہے۔ پس ان کی تسبیح و تحمید یا بعض محاورات و خطابات پر بعض بندگان خدا کا بطور خرق عادت مطلع کر دیا جانا از قبیل محالات عقلیہ نہیں۔ ہاں عام عادت کے خلاف ضرور ہے۔ سوا اعجاز و کرامت اگر عام عادت اور معمول کے موافق ہوا کرے تو اعجاز و کرامت ہی کیوں کہلائے (خوارق عادت پر ہم نے مستقل مضمون لکھا ہے اسے ملاحظہ کر لیا جائے) بہر حال اس رکوع میں کئی معجزے اس قسم کے مذکور ہیں۔ جن میں زانغین نے عجیب طرح کی رکیک اور لچر تحریفات شروع کر دی ہیں، کیونکہ بعض طیور کا اپنی بولی میں آدمیوں کے بعض علوم کو ادا کرنا، یا چیونٹیوں کا آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب بنانا اور سلیمانؑ پیغمبر کا ان کو سمجھ لینا یہ سب باتیں ان کے نزدیک ایسی لغو اور احمقانہ ہیں جن پر ایک بچہ بھی یقین نہیں کر سکتا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ لاکھوں محققین اور علمائے سلف و خلف کی نسبت خیال کرنا کہ وہ ایسی کچی، لغو اور بدیہی البطلان باتوں کو جنہیں ایک بچہ اور گنوار بھی نہیں مان سکتا تھا۔ بلا تردید و تکذیب بیان کرتے چلے آئے اور ان اوہام کو رد کر کے مضمون آیات کی صحیح حقیقت جو تم پر آج منکشف ہوئی ہے کسی نے بیان نہ کی؟ یہ خیال ان باتوں سے بھی بڑھ کر لغو اور احمقانہ ہے جن کی لغویت کو تم تسلیم کرنا چاہتے ہو۔ علماء سے ہر زمانہ میں غلط فہمی یا خطا و تقصیر ہو سکتی ہے، مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ شب و روز کی جن محسوسات اور پیش پا افتادہ حقائق کو انسان کا بچہ سمجھ جانتا ہے وہ صدیوں تک بڑے بڑے عقلمند اور محقق علماء کو ایک دن بھی نظر نہ آئی ہوں۔ یاد رہے کہ ہم اسرائیلی خرافات کی تائید نہیں کر رہے۔ ہاں جس حد تک اکابر سلف نے بلا اختلاف کلام الہی کا مدلول بیان کیا ہے اس کو ضرور تسلیم کرتے ہیں خواہ وہ اسرائیلی روایات کے موافق پڑ جائیں یا مخالف۔

﴿۷﴾ یعنی ایسی عظیم الشان سلطنت و نبوت کے لئے جو چیزیں اور سامان درکار تھے وہ عطا فرمائے۔

الْمُبِينُ ۱۶ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ

صریح اور جمع کئے گئے سلیمان کے پاس اس کے لشکر جن اور

الْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۱۷ حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا

انسان اور اڑتے جانور پھر ان کی جماعتیں بنائی (بنائیں) جاتیں ♦ یہاں تک کہ جب پہنچے

عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ ۱۸ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ

چیونٹیوں کے میدان پر ♦ کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو!

ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ ۱۹ لَا يَحِطُّ بِكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ ۲۰

گھس جاؤ اپنے گھروں میں نہ پتہ ڈالے تم کو سلیمان اور اس کی فوجیں

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۱۸ فَنَبَسَّ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ

اور ان کو خبر بھی نہ ہو ♦ پھر مسکرا کر ہنس پڑا اس کی بات سے ♦ اور

قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ

بولا اے میرے رب میری قسمت میں دے کہ شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے کیا

عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ

مجھ پر اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ کروں کام نیک جو تو پسند کرے

وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ۱۹ وَ

اور ملا لے (شامل کر لے) مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں ♦ اور

تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا آرَهُ الْهُدَاهُ ۲۰ أَمْ كَانَ

خبر لی اڑتے جانوروں کی تو کہا کیا ہے جو میں نہیں دیکھتا ہد کو یا ہے

◆ حضرت سلیمان کیلئے جن وانس کے لشکر | یعنی سلیمان علیہ السلام جب کسی طرف کوچ کرتے تو جن، انس، طیور تینوں قسم کے لشکروں میں سے حسب ضرورت و مصلحت ساتھ لئے جاتے تھے۔ اور ان کی جماعتوں میں خاص نظم و ضبط قائم رکھا جاتا تھا۔ مثلاً کچھلی جماعتیں تیز چل کر یا اڑ کر اگلی جماعتوں سے آگے نہیں نکلی سکتی تھیں۔ نہ کوئی سپاہی اپنے مقام اور ڈیوٹی کو چھوڑ کر جاسکتا تھا۔ جس طرح آج بری، بحری اور ہوائی طاقتوں کو ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ کام میں لایا جاتا ہے۔

◆ چیونٹیوں کی بستی پر حضرت سلیمان کا گذر | یعنی سلیمان کا اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ایسے میدان کی طرف گذر ہوا جہاں چیونٹیوں کی بڑی بھاری بستی تھی۔ تنبیہ | جہاں چیونٹیاں مل کر خاص سلیقہ سے اپنا گھر بناتی ہیں اسے زبان عرب میں "قریۃ النمل" کہتے ہیں۔ (چیونٹیوں کی بستی) مفسرین نے مختلف بلاد میں کئی ایسی وادیوں کا پتہ بتلایا ہے جہاں چیونٹیوں کی بستیاں بکثرت تھیں، ان میں سے کسی ایک پر حسب اتفاق حضرت سلیمان علیہ السلام کا گذر ہوا۔

◆ ایک چیونٹی کی بات | یعنی یہ ایسے تو نہیں جان بوجھ کر تم کو ہلاک کریں، ہاں ممکن ہے بے خبری میں پس جاؤ۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "چیونٹی کی آواز کوئی (آدمی) نہیں سنتا، انہیں (سلیمان علیہ السلام کو) معلوم ہوگئی" یہ ان کا معجزہ ہوا۔ تنبیہ |

چیونٹیوں کی منظم زندگی | علمائے حیوانات نے سالہا سال جو تجربے کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حقیر ترین جانور اپنی حیات اجتماعی اور نظام سیاسی میں بہت ہی عجیب اور شہنشاہی بشریہ سے بہت قریب واقع ہوا ہے۔ آدمیوں کی طرح چیونٹیوں کے خاندان اور قبائل ہیں ان میں تعاون باہمی کا جذبہ، تقسیم عمل کا اصول اور نظام حکومت کے ادارات نوع انسان کے مشابہ پائے جاتے ہیں۔ محققین یورپ نے مدتوں ان اطراف میں قیام کر کے جہاں چیونٹیوں کی بستیاں بکثرت ہیں بہت قیمتی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ افسوس ہے ان مختصر نوآباد میں ان کی گنجائش نہیں۔ محض مقام کی مناسبت سے "دائرة المعارف المصریہ" کے آخری جملے نقل کرتا ہوں۔ "فمتی ذاہم عدو قریۃ النمل اختفت العملة وخرجت الجنود للقتال والنصال فیخرج اولاً واحداً منہا لئلا سیطلاع ثم یعود مخبراً بما رآی وبعده ہنیہة تخرج ثلاثة أو اربعة یتبعها عدد کثیر من الجیوش بادیۃ علیہم علامہ الحنق فتلدغ کل ما صادفتہ ولا تفلت من تلدغہ ولو قطع ارباباً فاذا انتہی القتال رجع الفعلة فأعادوا ابناء ما تہدم یتخللہا عدد من الجنود للحراسۃ للعمل" متذکرہ جملوں میں بتلایا ہے کہ خطرہ کی آہٹ پا کر اول ایک چیونٹی باہر نکلتی اور واپس جا کر اپنی قوم کو اپنی معلومات سے آگاہ کرتی ہے۔ باقی سلیمان علیہ السلام کا پتہ لگانا اور سلیمان کا اس کی بات پر مطلع ہو جانا بطریق خرق عادت تھا۔

◆ حضرت سلیمان کا تبسم اور تعجب | اس چیونٹی کی بات سمجھ کر تعجب ہوا اور فرط اور سرور و نشاط سے ادائے شکر کا جذبہ جوش میں آیا۔

◆ حضرت سلیمان کی دعا | یعنی حیران ہوں تیرے انعاماتِ عظیمہ کا شکر کس طرح ادا کروں، پس آپ ہی سے التجاء کرتا ہوں کہ مجھے پورا شاکر بنادیتے زبان سے بھی اور عمل سے بھی۔ اور اعلیٰ درجہ کے نیک بندوں میں (جو انبیاء و مرسلین ہیں) محشور فرمائیے۔

مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿٢٠﴾ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أُولَٰئِكَ هِيَ

وہ غائب ◆ اس کو سزا دوں گا ◆ سخت سزا ◆ یا ذبح کر ڈالوں گا

أُولِيَائِي بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَتْ غَيْرَ بَعِيدٍ

یلائے میرے پاس ◆ کوئی سند صریح ◆ پھر بہت دیر نہ کی

فَقَالَ أَحَطُّ بِمَا لَمْ تَحْطُ بِهِ وَجِدْتُكَ مِنْ سَبِيلِ بَنِي

کہ آ کر کہا میں لے آیا خبر ایک چیز کی کہ تجھ کو اس کی خبر نہ تھی اور آیا ہوں تیرے پاس سب سے ایک خبر لے کر

يَقِينٍ ﴿٢٢﴾ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ

تحقیقی (یقینی) ◆ میں نے پایا ایک عورت کو جو ان پر بادشاہی کرتی ہے اور اس کو

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا

ہر ایک چیز ملی ہے ◆ اور اس کا ایک تخت ہے بڑا ◆ میں نے پایا کہ وہ اور اس کی قوم

يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

سجدہ کرتے ہیں سورج کو اللہ کے سوائے اور بھلے دکھلا رکھے ہیں ان کو شیطان نے

أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٢٤﴾

ان کے کام پھر روک دیا ہے ان کو رستے سے سو وہ راہ نہیں پاتے ◆

أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

کیوں نہ سجدہ کریں اللہ کو جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیز آسمانوں میں اور

الْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ

زمین میں اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو ◆ اللہ ہے

۱ | ہد ہد کے بارے میں سوال | کسی ضرورت سے سلیمان علیہ السلام نے اڑنے والی فوج کا جائزہ لیا، ہد ہدان میں نظر نہ پڑا۔ فرمایا کیا بات ہے ہد ہد کو میں نہیں دیکھتا۔ آیا پرندوں کے جھنڈ میں مجھ کو نظر نہیں آیا، یا حقیقت میں غیر حاضر ہے؟ تنبیہ | پرندوں سے حضرت سلیمان مختلف کام لیتے تھے مثلاً ہوائی سفر میں ان کا پرے باندھ کر اوپر سایہ کرتے ہوئے جانا، یا ضرورت کے وقت پانی وغیرہ کا کھوج لگانا، یا نامہ بری کرنا وغیرہ۔ ممکن ہے اس وقت ہد ہد کی کوئی خاص ضرورت پیش آئی ہو۔ مشہور ہے کہ جس جگہ زمین کے نیچے پانی قریب ہو ہد ہد کو محسوس ہو جاتا ہے اور یہ کچھ مستبعد نہیں کہ حق تعالیٰ کسی جانور کو کوئی خاص حاسہ انسانوں اور دوسرے جانوروں سے تیز عنایت فرمادے۔ اسی ہد ہد کی نسبت نہایت معتبر ثقافت نے بیان کیا کہ زمین میں جس جگہ مٹی کے نیچے کینچوا ہوا سے محسوس کر کے فوراً نکال لیتا ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی ایک دو بالشت زمین کھودتا ہے تب وہاں سے کینچوا نکلتا ہے۔

۲ | یعنی مثلاً اس کے بال و پر نوج ڈالونگا۔

۳ | یعنی اپنی غیر حاضری کا واضح عذر پیش کرے۔

۴ | قوم سبا کی خبر | حضرت سلیمان کو اس ملک کا حال مفصل نہ پہنچا تھا۔ اب پہنچا۔ سبا ایک قوم کا نام ہے ان کا وطن عرب میں تھا "یمن" کی طرف (موضح القرآن) گویا ہد ہد کے ذریعہ سے حق تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ بڑے بڑے انسان کا علم بھی محیط نہیں ہو سکتا دیکھو جن کی بابت خود فرمایا تھا "وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا" ان کو ایک جزئی کی اطلاع ہد ہد نے کی۔

۵ | ہر ایک چیز میں، مال، اسباب، فوج، اسلحہ، اور حسن و جمال سب آگیا۔

۶ | بلقیس کا تخت | یعنی اس ملکہ کے بیٹھنے کا تخت ایسا مکلف و مرصع اور بیش قیمت تھا کہ اس وقت کسی بادشاہ کے پاس نہ تھا، مفسرین ملکہ کا نام "بلقیس" لکھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۷ | قوم سبا کی آفتاب پرستی | یعنی وہ قوم مشرک آفتاب پرست ہے۔ شیطان نے ان کی راہ ماردی، اور مشرک کا نہ رسوم و اطوار کو ان کی نظر میں خوبصورت بنا دیا۔ اسی لئے وہ راہ ہدایت نہیں پاتے۔ ہد ہد نے یہ کہہ کر گویا سلیمان علیہ السلام کو اس قوم پر جہاد کرنے کی ترغیب دی۔

۸ | جانوروں کو حق تعالیٰ کی جبلی معرفت | غالباً یہ ہد ہد کے کلام کا تہمہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جانور اپنے خالق کی صحیح معرفت فطرۃ رکھتے ہیں۔ یا بطور خرق عادت اسی ہد ہد کو اس طرح کی تفصیلی معرفت عطا کی گئی ہو۔ خدا چاہے تو ایسی معرفت ایک خشک لکڑی میں پیدا کر دے۔ باقی جانوروں میں فطری طور پر اس قسم کی عقل و معرفت کا موجود ہونا جسے صدر شیرازی نے "اسفار اربعہ" میں "علم حضوری" یا "شعور بسیط" سے تعبیر کیا ہے اس کو مستلزم نہیں کہ انکی طرف انبیاء مبعوث ہوں۔ کیونکہ یہ فطری معرفت کسی نہیں، جبلی ہے۔ اور بعثت انبیاء کا تعلق کسبیات سے ہوتا ہے۔ نیز یہ صحیح نہیں کہ جس چیز میں کوئی درجہ عقل و شعور کا ہو وہ مکلف بھی ہو۔ مثلاً شریعت حقہ نے صبی کو مکلف قرار نہیں دیا۔ حالانکہ قبل از بلوغ اس میں خاصا درجہ عقل کا موجود ہے، اسی سے حیوانات کی عاقلیت کا اندازہ کر لو۔ تنبیہ | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ہد ہد کی روزی ہے ریت سے کیڑے نکال نکال کر کھانا۔ نہ دانہ کھائے نہ میوہ، اس کو اللہ کی اسی قدرت سے کام ہے۔" شاید اسی لئے يُنْخَرَجُ النَّحْبُ ءِ كَا خَاصٍ طُورٍ پُرْذُكْرٍ كَمَا۔ واللہ اعلم۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۲۶ ^{التجدة} قَالَ سَنُنظَرُ

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوائے پروردگار تخت بڑے کا ◆ سلیمان نے کہا ہم اب دیکھتے ہیں

أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِينَ ۲۷ إِذْ هَبُّ بِكِتٰبِي

تو نے سچ کہا ◆ یا تو جھوٹا ہے لے جا میرا یہ خط

هُدًا فَالْقِيَةُ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّى عَنْهُمْ فَانظُرْ مَا ذَا

اور ڈال دے ان کی طرف پھر ان کے پاس سے ہٹ آ پھر دیکھو وہ کیا

يَرْجِعُونَ ۲۸ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوٓآءِ إِنِّيٓ أُلْقِيَ إِلَيْكِ كِتٰبٌ

جواب دیتے ہیں ◆ کہنے لگی اے دربار والو میرے پاس ڈالا گیا ایک خط

كَرِيْمٌ ۲۹ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

عزت کا ◆ وہ خط ہے سلیمان کی طرف سے اور وہ یہ ہے شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان

الرَّحِيْمِ ۳۰ أَلَا تَعْلَمُوٓآ عَلَيَّ وَأَتُوْنِي مُسْلِمِينَ ۳۱ قَالَتْ

نہایت رحم والا ہے ◆ کہ زور نہ کرو میرے مقابلہ میں اور چلے آؤ میرے سامنے حکم بردار ہو کر کہنے لگی

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوٓآءِ أَفْتُوْنِي فِيٓ أَمْرِيٓ مَا كُنْتُ قٰطِعَةً

اے دربار والو ◆ مشورہ دو مجھ کو میرے کام میں میں طے نہیں کرتی کوئی کام

أَمْرًا حَتَّىٰ تَشْهَدُوْنَ ۳۲ قَالُوا نَحْنُ أَوْلُوٓآ قُوَّةٍ وَأَوْلُوٓا

تمہارے حاضر ہونے تک (ہونے تک) ◆ وہ بولے ہم لوگ زور آور ہیں اور

بِأَسْسٍ شَدِيْدَةٍ ۳۳ وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانظُرِيٓ مَا ذَا تَأْمُرِينَ ۳۴

سخت لڑائی والے ◆ اور کام تیرے اختیار میں ہے سو تو دیکھ لے جو حکم کرے

یعنی اس کے عرشِ عظیم سے بلقیس کے تخت کو کیا نسبت۔

یعنی تیرے جھوٹ سچ کا امتحان کرتا ہوں۔

حضرت سلیمان کا خط | یعنی سلیمان نے ایک خط لکھ کر ہد ہد کے حوالہ کیا کہ ملکہ ”سبا“ کو پہنچا دے اور جواب لے کر آ۔ اور دیکھنا خط پہنچا کروہاں سے ایک طرف ہٹ جانا۔ کیونکہ قاصد کا وہیں سر پر کھڑا رہنا آدابِ شاہانہ کے خلاف ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”یعنی آپ کو چھپا، لیکن وہاں کا ماجرا دیکھ، ہد ہد خط لے گیا، بلقیس جہاں اکیلی سوتی تھی۔ روزن میں سے جا کر اس کے سینہ پر رکھ دیا۔“ (موضح)

بلقیس کا اہل دربار سے مشورہ | بلقیس نے خط پڑھ کر اپنے مشیروں اور درباریوں کو جمع کیا، کہنے لگی کہ میرے پاس یہ خط عجیب طریقہ سے پہنچا ہے جو ایک بہت بڑے معزز و محترم بادشاہ (سلیمان) کی طرف سے آیا ہے۔ غالباً حضرت سلیمان کا نام اور ان کی بمثال حکومت و شوکت کا شہرہ پہلے سے سن چکی ہوگی۔

خط کا مضمون | ایسا مختصر، جامع اور پر عظمت خط شاید ہی دنیا میں کسی نے لکھا ہو۔ مطلب یہ تھا کہ میرے مقابلہ میں زور آزمائی سے کچھ نہ ہوگا۔ خیریت اسی میں ہے کہ اسلام قبول کرو اور حکمِ دار ہو کر آدمیوں کی طرح سیدھی انگلیوں میرے سامنے حاضر ہو جاؤ۔ تمہاری شیخی اور تکبر میرے آگے کچھ نہ چلے گی۔

یعنی مشورہ دو کیا جواب دیا جائے اور کیا کاروائی کی جائے جیسا کہ تمہیں معلوم ہے میں کسی اہم معاملہ کا فیصلہ بدون تمہارے مشورہ کے نہیں کرتی۔

اہل دربار کا مشورہ | یعنی ہمارے پاس زور و طاقت اور سامانِ حرب کی کمی نہیں۔ نہ کسی بادشاہ سے دبنے کی ضرورت، تیرا حکم ہو تو ہم سلیمان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آگے تو مختار ہے سوچ سمجھ کر حکم دے۔ ہماری گردن اس کے سامنے خم ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ درباریوں کی صلاح لڑائی کرنے کی تھی مگر ملکہ نے اس میں تعجیل مناسب نہ سمجھی اور ایک بین بین صورت اختیار کی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَ

کہنے لگی بادشاہ جب گتے ہیں کسی بستی میں اس کو خراب کر دیتے ہیں اور

جَعَلُوا أَعِزَّةً أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۚ وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿۳۳﴾

کر ڈالتے ہیں وہاں کے سرداروں کو بے عزت اور ایسا ہی کچھ کریں گے

وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ ۚ فَنَظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ

اور میں بھیجتی ہوں ان کی طرف کچھ تحفہ پھر دیکھتی ہوں کیا جواب لے کر پھرتے ہیں

الْمُرْسَلُونَ ﴿۳۴﴾ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَتُمِدُّوْنَ

بھیجے ہوئے پھر جب پہنچا سلیمان کے پاس بولا (بولا سلیمان) کیا تم میری اعانت

بِمَالٍ ۚ فَمَا آتَىٰ اللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّا أَتَيْتُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ

کرتے ہو مال سے سو جو اللہ نے مجھ کو دیا (دے رکھا) ہے بہتر ہے اس سے جو تم کو دیا ہے بلکہ تم ہی

بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿۳۵﴾ أَرْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَّا تِيبَتُمْ

اپنے تحفہ سے خوش رہو پھر جا (لوٹ) ان کے پاس اب ہم تپتے ہیں ان پر

بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَدْلَلَةً

ساتھ لشکروں کے جن کا مقابلہ نہ ہو سکے ان سے اور نکال دیں گے ان کو وہاں سے بے عزت کر کر

وَهُمْ صُغِرُونَ ﴿۳۶﴾ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْا أَيُّكُمْ

اور وہ خوار ہوں گے بولا اے دربار والو تم میں کوئی ہے

يَأْتِيَنِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿۳۷﴾ قَالَ

کہ لے آوے میرے پاس اس کا تخت پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس حکم بردار ہو کر بولا

حضرت سلیمان کیلئے بلقیس کے تحفے | معلوم ہوتا ہے کہ مضمون خط کی عظمت و شوکت اور دوسرے قرائن و آثار سے بلقیس کو یقین ہو گیا کہ اس بادشاہ پر ہم غالب نہیں آسکتے اور کم از کم اس کا قوی احتمال تو ضرور تھا۔ اس نے بتلایا کہ ایسی شان و شکوہ رکھنے والے بادشاہوں سے لڑنا کھیل نہیں۔ اگر وہ غالب آگئے (جیسا کہ قوی امکان ہے) تو ملوک و سلاطین کی عادت کے موافق تمہارے شہروں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیں گے۔ اور وہ انقلاب ایسا ہوگا جس میں بڑی عزت والے سرداروں کو ذلیل و خوار ہونا پڑے گا۔ لہذا میرے نزدیک بہتر ہے کہ ہم جنگ کرنے میں جلدی نہ کریں بلکہ ان کی طاقت، طبعی، رجحانات، نوعیت حکومت اور اس بات کا پتہ لگائیں کہ ان کی دھمکیوں کی پشت پر کونسی قوت کار فرما ہے۔ اور یہ کہ واقعی طور پر وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں، اگر کچھ تحائف و ہدایا دے کر ہم آنے والی مصیبت کو اپنے سر سے ٹال سکیں تو زیادہ اچھا ہوگا ورنہ جو کچھ رو یہ معلوم ہو جائے گا ہم اس کے مناسب کارروائی کریں گے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”بلقیس نے چاہا کہ اس بادشاہ کا شوق دریافت کرے کس چیز سے ہے۔ مال، خوبصورت آدمی، یا نادر سامان، سب قسم کی چیزیں تحفہ میں بھیجی تھیں۔“

حضرت سلیمان کا جواب | یعنی یہ تحفہ تمہیں ہی مبارک رہے، کیا تم نے مجھے محض ایک دنیوی بادشاہ سمجھا جو مال و متاع کا لالچ دیتے ہو، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے جو روحانی و مادی دولت مجھے عطا فرمائی ہے وہ تمہارے ملک و دولت سے کہیں بڑھ کر ہے ان سامانوں کی ہمیں کیا پروا۔ حملے کا ارادہ | یعنی قیدی بنیں گے، جلاوطن ہونگے اور ذلت و خواری کے ساتھ دولت و سلطنت سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”اور کسی پیغمبر نے اس طرح کی بات نہیں فرمائی۔ سلیمان کو حق تعالیٰ کی سلطنت کا زور تھا جو یہ فرمایا۔“

بلقیس کی اطاعت و انقیاد | قاصد نے واپس جا کر پیغام جنگ پہنچا دیا۔ بلقیس کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی معمولی بادشاہ نہیں ان کی قوت خدائی زور سے ہے۔ جدال و قتال سے کچھ فائدہ نہ ہوگا، نہ کوئی حیلہ اور زوران کے روبرو چل سکتا ہے آخر اظہار اطاعت و انقیاد کی غرض سے بڑے ساز و سامان کے ساتھ حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہو گئی۔ جب ملک شام کے قریب پہنچی، حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے فرمایا ”کوئی ہے جو بلقیس کا تخت شاہی اس کے پہنچنے سے پیشتر میرے سامنے حاضر کر دے۔“ اس میں بھی حضرت سلیمان کو کئی طرح بلقیس پر اپنی خداداد عظمت و قوت کا اظہار مقصود تھا۔ تا وہ سمجھ لے کہ یہ نرے بادشاہ نہیں، کوئی اور فوق العادت باطنی طاقت بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ تنبیہ | ”قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ“ سے معلوم ہوا کہ اسلام و انقیاد سے پہلے حربی کا مال مباح ہے۔

عَفَرَيْتُ مِّنَ الْجِنَّ أَنَا أَتَيْكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ

ایک دیو جنوں میں سے میں لائے دیتا ہوں وہ تجھ کو پہلے اس سے کہ تو اٹھے

مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ﴿٣٩﴾ قَالَ

اپنی جگہ سے اور میں اس پر زور آور ہوں معتبر بولا

الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ

وہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم میں لائے دیتا ہوں تیرے پاس اس کو پہلے کتاب کا

أَنْ يَّرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفًا فَلَمَّا رآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ

اس سے کہ پھر آئے تیری طرف آنکھ پھر جب دیکھا اس کو دھرا ہوا اپنے پاس

قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي ءَأَشْكُرُ أَمْ

کہا یہ میرے رب کا نفل ہے میرے جانچنے کو کہ میں شکر کرتا ہوں یا

أَكْفُرُ ۚ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ كَفَرَ

ناشکری اور جو کوئی شکر کرے سو شکر کرے اپنے واسطے اور جو کوئی ناشکری کرے

فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ﴿٤٠﴾ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ

سو میرا رب بے پروا ہے کرم والا کہا روپ بدل دکھلاؤ اس عورت کے آگے اس کے تخت کا ہم دیکھیں

أَتَهْتَدِي أَمْرًا تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾ فَلَمَّا

کبھی پاتی ہے یا ان لوگوں میں ہوتی ہے جن کو سمجھ نہیں پھر جب

جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكَ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَ

وہ آ پینچی کسی نے کہا کیا ایسا ہی ہے تیرا تخت بولی گویا یہ وہی ہے اور

❖ **تخت لانے کیلئے جن کا اصرار** | حضرت سلیمان کا دربار روزانہ ایک معین وقت تک لگتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ آپ دربار سے اٹھ کر جائیں، میں تخت کو حاضر کر سکتا ہوں، مگر اس کو پھر کچھ عرصہ لگتا۔ حضرت سلیمان اس سے بھی زیادہ جلدی چاہتے تھے۔

❖ ”زور آور ہوں، یعنی اپنی قوت بازو سے بہت جلد اٹھا کر لا سکتا ہوں، اللہ نے مجھ کو قدرت دی ہے اور ”معتبر ہوں“ یعنی اس میں خیانت نہ کرونگا۔ کہتے ہیں تخت بہت بیش قیمت تھا، سونے چاندی کا اور لعل و جواہر جڑے تھے۔

❖ **ایک صحابی کا چشم زدن میں تخت لانے کا وعدہ** | راج یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت سلیمان کا صحابی اور وزیر آصف بن برخیا ہے جو کتب سماویہ کا عالم اور اللہ کے اسماء اور کلام کی تاثیر سے واقف تھا، اس نے عرض کیا کہ میں چشم زدن میں تخت کو حاضر کر سکتا ہوں۔ آپ کسی طرف دیکھئے، قبل اس کے آپ ادھر سے نگاہ ہٹائیں تخت آپ کے سامنے رکھا ہوگا۔

❖ **کرامت اللہ کا فعل ہے** | یعنی یہ ظاہر کے اسباب سے نہیں آیا، اللہ کا فضل ہے کہ میرے رفیق اس درجہ کو پہنچے، جن سے ایسی کرامات ظاہر ہونے لگیں۔ اور چونکہ ولی کی خصوصاً صحابی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ اور اس کے اتباع کا ثمرہ ہوتا ہے اس لئے حضرت سلیمان پر بھی اس کی شکر گزاری عائد ہوئی۔ **تنبیہ** | معلوم ہوا کہ اعجاز و کرامت فی الحقیقت خداوند قدیر کا فعل ہے جو ولی یا نبی کے ہاتھ پر خلاف معمول ظاہر کیا جاتا ہے۔ پس جس کی قدرت سے سورج یا زمین کا کرہ ایک لمحہ میں ہزاروں میل کی مسافت طے کر لیتا ہے اسے کیا مشکل ہے کہ تخت بلقیس کو پلک جھپکنے میں ”مارب“ سے ”شام“ پہنچا دے۔ حالانکہ تخت بلقیس کو سورج اور زمین سے ذرہ اور پہاڑ کی نسبت ہے۔

❖ **حضرت سلیمان کا شکر** | حضرت سلیمان ہر ہر قدم پر حق تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانتے اور ہمہ وقت شکر گزاری کے لئے تیار رہتے تھے گویا یہ ”اعْمَلُوا الْاَلْ دَاوُدَ شُكْرًا“ کے حکم کی تعمیل تھی۔

❖ یعنی شکر گزاری کا نفع شاکر ہی کو پہنچتا ہے کہ دنیا و آخرت میں مزید انعامات مہذول ہوتے ہیں، ناشکری کرے گا تو خدا کا کیا نقصان، وہ ہمارے شکر یوں سے قطعاً بے نیاز اور بذات خود کامل الصفات اور منبع الکمال ہے۔ ہمارے کفران نعمت سے اس کی کسی صفت کما لہ میں کمی نہیں آجاتی۔ یہ بھی اس کا کرم ہے کہ ناشکروں کو فوراً سزا نہیں دیتا۔ ایسے کریم کی ناشکری کرنے والا پر لے درجہ کا بے حیا اور احمق ہے۔

❖ **تخت کے ذریعے بلقیس کی آزمائش** | یعنی تخت کا رنگ روپ تبدیل کر دو۔ اور اس کی وضع و ہیئت بدل ڈالو، جسے دیکھ کر بلقیس باسانی نہ سمجھ سکے۔ اس سے بلقیس کی عقل و فہم کو آزمانا تھا کہ ہدایت پانے کی استعداد اس میں کہاں تک موجود ہے۔

❖ **بلقیس کی حق گوئی** | نہ کہا کہ ہاں وہ ہی ہے اور نہ بالکل نفی کی، جو حقیقت تھی ٹھیک ٹھیک ظاہر کر دی کہ تخت وہ ہی ہے مگر کچھ اوصاف میں فرق آگیا۔ اور فرق چونکہ معتد بہ نہیں اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ گویا وہ ہی ہے۔

أَوْتَيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿۳۲﴾ وَصَدَّهَا

ہم کو معلوم ہو چکا پہلے سے اور ہم ہو چکے حکم بردار اور روک دیا اس کو

مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمِ

ان چیزوں سے جو پوجتی تھی اللہ کے سوا البتہ وہ تھی منکر

كُفْرِينَ ﴿۳۳﴾ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ

لوگوں میں کسی نے کہا اس عورت کو اندر چل محل میں پھر جب دیکھا اس کو

حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقِيهَا ۗ قَالَ إِنَّهُ

خیال کیا کہ وہ پانی ہے گہرا اور کھولیں اپنی پنڈلیاں کہا یہ تو

صَرْحٌ مُمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ ۗ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ

ایک محل ہے جڑے ہوئے ہیں اس میں شیشے بولی اے رب میں نے برا کیا ہے

نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۴﴾

اپنی جان کا اور میں حکم بردار ہوئی ساتھ سلیمان کے اللہ کے آگے جو رب ہے سارے جہان کا

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنْ

اور ہم نے بھیجا تھا ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو

اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ ﴿۳۵﴾

بندگی کرو اللہ کی پھر وہ تو دو فرقے (جتنے) ہو کر لگے جھگڑنے

قَالَ يَقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ

کہا اے میری قوم کیوں جلدی مانگتے ہو برائی کو پہلے

حضرت بلقیس کا قبول حق | یعنی اس معجزہ کی حاجت نہ تھی، ہم کو پہلے ہی یقین ہو چکا تھا کہ سلیمان محض بادشاہ نہیں۔ اللہ کے مقرب بندہ ہیں اور اسی لئے ہم نے فرمانبرداری اور تسلیم و انقیاد کا راستہ اختیار کیا۔

یعنی حق تعالیٰ نے یا سلیمان علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے حکم سے ملکہ بلقیس کو آفتاب وغیرہ کی پرستش سے روک دیا۔ جس میں وہ بمعیت اپنی قوم کے بتلاتھی۔ یا یہ مطلب ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے تک جو علانیہ اسلام کا اظہار نہیں کیا اس کا سبب یہ ہے کہ جھوٹے معبودوں کے خیال اور قوم کفار کی تقلید و صحبت نے اس کو ایسا کرنے سے روک رکھا تھا۔ نبی کی صحبت میں پہنچ کر وہ روک جاتی رہی۔ ورنہ سلیمان علیہ السلام کی صداقت کا اجمالی علم اس کو پہلے ہی ہو چکا تھا۔

یعنی پانی میں گھسنے کے لئے پانچے چڑھائے جیسے عام قاعدہ ہے کہ پانی کی گہرائی پوری طرح پر معلوم نہ ہو تو گھسنے والا شروع میں پانچے چڑھالیتا ہے۔

حضرت بلقیس کا ایک اور امتحان | حضرت سلیمان علیہ السلام دیوان خانہ میں بیٹھے تھے۔ اس میں پتھروں کی جگہ شیشے کا فرش تھا۔ صاف شیشہ دور سے نظر آتا کہ پانی لہرا رہا ہے۔ اور ممکن ہے شیشہ کے نیچے واقعی پانی ہو، یعنی حوض کو شیشہ سے پاٹ دیا ہو۔ اس نے پانی میں گھسنے کے لئے پنڈلیاں کھولیں۔ سلیمان نے پکارا کہ یہ شیشے کا فرش ہے پانی نہیں، اس کو اپنی عقل کا قصور اور ان کی عقل کا کمال معلوم ہوا۔ سمجھی کہ دین میں بھی جو یہ سمجھتے ہیں وہ ہی صحیح ہوگا۔ اور یہ بھی پتہ لگ گیا کہ جس ساز و سامان پر اس کی قوم کو ناز تھا، یہاں اس سے بڑھ کر سامان موجود ہے۔ گویا سلیمان علیہ السلام نے اس کو متنبہ فرمادیا کہ آفتاب و ستاروں کی چمک پر مفتون ہو کر انہیں خدا سمجھ لینا ایسا ہی دھوکہ ہے جیسے آدمی شیشہ کی چمک دیکھ کر پانی گمان کر لے۔

حضرت بلقیس کی شرک سے توبہ | یعنی اے پروردگار! میں تیری حکم بردار ہو کر سلیمان کا راستہ اختیار کرتی ہوں، اب تک میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا کہ شرک و کفر میں بتلا رہی، اب اس سے تائب ہو کر تیری بارگاہ ربوبیت کی طرف رجوع کرتی ہوں۔

حضرت صالح کی بعثت | یعنی ایک ایمان والے اور ایک منکر، جیسے مکہ کے لوگ پیغمبر کے آنے سے جھگڑنے لگے۔ قوم ”ثمود“ کے جھگڑنے کی قدرے تفصیل سورہ ”اعراف“ کی ان آیات میں گذر چکی۔ ”قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ“ الخ (اعراف۔ رکوع ۱۰)

الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ ۚ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۳۶﴾

بھلائی سے کیوں نہیں گناہ بخشواتے اللہ سے شاید تم پر رحم ہو جائے

قَالُوا أَطَيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ط قَالَ طَيَّرَكُمْ

بولے ہم نے منحوس قدم دیکھا تجھ کو اور تیرے ساتھ والوں کو کہا تمہاری بری قسمت

عِنْدَ اللَّهِ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴿۳۷﴾ وَكَانَ فِي

اللہ کے پاس ہے کچھ نہیں تم لوگ جانچے جاتے ہو اور تھے

الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا

اس شہر میں نو شخص کہ خرابی کرتے ملک میں اور

يُصْلِحُونَ ﴿۳۸﴾ قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ ۖ وَ

اصلاح نہ کرتے بولے کہ آپس میں قسم کھاؤ اللہ کی کہ البتہ رات کو جا پڑیں ہم اس پر اور

أَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ

اس کے گھر پر پھر کہہ دیں گے اس کے دعویٰ کرنے والے کو ہم نے نہیں دیکھا جب تباہ ہوا

أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿۳۹﴾ وَمَكْرُؤًا مَكَرًا ۖ وَمَكْرُنَا

اس کا گھر اور ہم بے شک سچ کہتے ہیں اور انہوں نے بنایا ایک فریب اور ہم نے بنایا

مَكَرًا ۖ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۴۰﴾ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ

ایک فریب اور ان کو خبر نہ ہوئی پھر دیکھ لے کیسا ہوا

عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۚ أَنَا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۱﴾

انجام ان کے فریب کا کہ ہلاک کر ڈالا (اکھاڑ مارا) ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو

❖ قوم کو فہمائش | حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بہت سمجھایا۔ ہر طرح فہمائش کی اور آخر میں عذاب کی دھمکی دی۔ جس پر وہ

کہنے لگے۔ ”يَا صَالِحُ اَنْتَنَا بِمَا تَعِدُّنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ.“ (اعراف۔ رکوع ۱۰) یعنی سچا ہے تو عذاب الہی ہم پر لے آ، دیر کسی بات کی ہے۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ کم بختو! ایمان و توبہ اور بھلائی کی راہ تو اختیار نہیں کرتے جو دنیا و آخرت میں کام آئے۔ اگلے برائی طلب کرنے میں جلدی مچا رہے ہو۔ برا وقت آ پڑے گا تو ساری ظمطراق ختم ہو جائے گی۔ ابھی موقع ہے کہ گناہوں سے توبہ کر کے محفوظ ہو جاؤ۔ کیوں توبہ و استغفار نہیں کرتے جو حق تعالیٰ عذاب کی جگہ اپنی رحمتیں تم پر نازل فرمائے۔

❖ یعنی جب سے تیرا منہس قدم آیا ہے اور یہ باتیں شروع کی ہیں ہم پر قحظ و غیرہ کی سختیاں پڑتی جاتی ہیں اور گھر گھر میں لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے۔

❖ یعنی یہ سختیاں یا برائیاں میری وجہ سے نہیں۔ تمہاری بد قسمتی سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری شرارتوں اور بد اعمالیوں کے سبب سے مقدر کی ہیں۔

❖ یعنی کفر کی شامت سے تم پر سختی پڑی ہے کہ دیکھیں سمجھتے ہو یا نہیں۔

❖ نو مفسدین | یہ نو شخص شاید نو جماعتوں کے سردار ہوں گے جن کا کام ملک میں فساد پھیلانے اور خرابی ڈالنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ اصلاح و درستی کی طرف ان کا قدم کبھی نہ اٹھتا تھا۔ مکہ میں بھی کافروں کے نو سردار تھے جو ہمہ وقت اسلام کی بیخ کنی اور پیغمبر کی دشمنی میں ساعی رہتے تھے۔ بعض مفسرین نے ان کے نام لکھے ہیں۔

❖ حضرت صالح کے قتل کی سازش | یعنی آپس میں معاہدے اور حلف ہوئے کہ سب مل کر رات کو حضرت صالح کے گھر پر ٹوٹ پڑو اور کسی کو زندہ نہ چھوڑو۔ پھر جب کوئی ان کے خون کا دعویٰ کرنے والا کھڑا ہوا تو کہہ دینا ہمیں خبر نہیں۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ اس کے گھر کی تباہی ہماری آنکھوں نے نہیں دیکھی۔ گویا ہم خود تو ایسی حرکت کیا کرتے اس وقت موقع پر موجود بھی نہ تھے۔ اس طرح کی متفقہ سازش اور دروغ گوئی سے ہم میں ایک بھی ملزم نہ ٹھہر سکے گا جس سے ان کے حمایتی خون بہا وصول کریں۔

❖ ناسمجھی میں اپنی ہلاکت کا سامان | ان کا مکر تو وہ جھوٹی سازش تھی اور خدا کا مکر تھا ان کو ڈھیل دینا کہ خوب دل کھول کر اپنی شرارتوں کی تکمیل کر لیں تا مستحق عذاب عظیم ہونے میں کوئی حجت و عذر باقی نہ رہے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ ہم حضرت صالح کا قصہ ختم کر رہے ہیں، یہ خبر نہ تھی کہ اندر اندر ان ہی کی جڑ کٹ رہی ہے اور ان ہی کا قصہ ختم ہو رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”ان کی ہلاکت کے اسباب پورے ہونے تھے، شرارت جب تک حد کو نہ پہنچے ہلاکت نہیں آتی۔“

❖ نو مفسدین کی سازش اور ہلاکت | ان نو اشخاص نے اول اتفاق کر کے اونٹنی کو ہلاک کیا۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ اب تین دن سے زیادہ مہلت نہیں عذاب آ کر رہے گا۔ تب آپس میں ٹھہرایا کہ ہم تو خیر تین دن کے بعد ہلاک کیے جائیں گے ان کا تین دن سے پہلے ہی کام تمام کر دو۔ چنانچہ شب کے وقت حضرت صالح کے گھر پر چھاپہ مارنے اور ان کو مع اہل و عیال کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ نو آدمی اس ناپاک مقصد کے لئے تیار ہو کر نکلے باقی کفار ان کے تابع یا معین تھے۔ حق تعالیٰ نے حضرت صالح کی حفاظت فرمائی۔ فرشتوں کا پہرہ لگا دیا، آخر وہ نو عذاب ساوی سے تباہ ہوئے اور اپنے ساتھ قوم کو بھی تباہ کرایا۔

فَتِلْكَ يَوْمَتُهُمْ خَاوِبَةٌ بِمَا ظَلَمُوا ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ

سو یہ پڑے ہیں ان کے گھر ڈھئے ہوئے بسبب ان کے انکار کے ♦ البتہ اس میں

لَايَةٌ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥٢﴾ وَأُنَجِّبْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَ

نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں ♦ اور بچا دیا ہم نے ان کو جو یقین لائے تھے اور

كَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٣﴾ وَلَوْطَا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ

بچتے رہتے تھے ♦ اور لوط کو جب کہا اس نے اپنی قوم کو کیا تم کرتے ہو

الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٥٤﴾ أَيُّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ

بے حیائی اور تم دیکھتے ہو ♦ کیا تم دوڑتے ہو مردوں پر

شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ۗ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥٥﴾

للیچا کر عورتوں کو چھوڑ کر کوئی نہیں تم لوگ بے سمجھ ہو ♦

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطِ

پھر اور کچھ جواب نہ تھا اس کی قوم کا مگر یہی کہ کہتے تھے نکال دو لوط کے گھر کو

مِّنْ قَرِينِكُمْ ۗ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ﴿٥٦﴾ فَأُنَجِّبْنَاهُ

اپنے شہر سے یہ لوگ ہیں سترے رہا (بنا) چاہتے ♦ پھر بچا دیا ہم نے

وَأَهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَهُ ۗ قَدَرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٥٧﴾ وَ

اس کو اور اس کے گھر والوں کو ♦ مگر اس کی عورت مقرر کر دیا تھا ہم نے اس کو رہ جانے والوں میں ♦ اور

أَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۗ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٥٨﴾

برسا دیا ہم نے ان پر برساؤ پھر کیا برا برساؤ تھا ان ڈرائے ہوؤں کا ♦

شموود کی بستیوں کے کھنڈر | مکہ والے شام کا سفر کرتے تو راستہ پر ”وادی القرئی“ میں شموود کی بستیوں کے کھنڈر دیکھتے تھے۔ ”فَبَلَّغْ بَيُوتَهُمْ خَاوِيَةً“ الخ میں ان ہی کی طرف اشارہ ہے۔

یعنی جانے والوں کو چاہئے کہ ان واقعات ہائلہ سے عبرت حاصل کریں۔

مومنین کی عذاب سے حفاظت | یعنی حضرت صالح کے رفقاء جو ایمان لائے اور کفر و عصیان سے بچتے تھے۔ ہم نے ان کو عذاب کی لپیٹ سے بچا دیا۔ خدا کی قدرت دیکھو! مومن و کافر رلے ملے ایک بستی میں رہتے ہیں مگر عذاب آتا ہے تو چین چین کر کافروں کو ہلاک کرتا ہے مومن کو نہیں چھوڑتا۔

یعنی دیکھتے ہو کیسا برا اور گندہ کام ہے۔

قوم لوط کی بے حیائی | یعنی تم سمجھتے نہیں کہ اس بے حیائی کا انجام کیا ہونے والا ہے، پر لے درجہ کے جاہل اور احمق ہو۔

یعنی اپنے کو بڑا پاک و صاف بنانا چاہتے ہیں۔ پھر ہم ناپا کوں میں ان کا کیا کام۔

یعنی انہیں تباہ کر کے انہیں بچا لیا۔

یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو ان بدمعاشوں کی اعانت کرتی تھی وہ بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ڈھیر ہو گئی۔

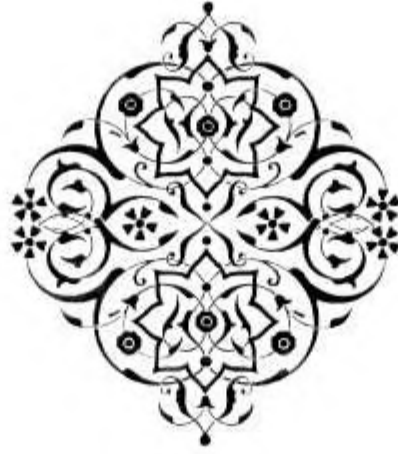
قوم لوط کا انجام ان واقعات سے عبرت | یعنی آسمان سے پتھر برسائے اور شہر کا تختہ الٹ دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ مذکورہ بالا تین قصوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان کے قصہ میں فرمایا ”ہم لائیں گے لشکر جس کا سامنا نہ کر سکیں گے، وہ ہی بات ہوئی رسول میں اور مکہ والوں میں۔ اور حضرت صالح پر نو شخص متفق ہوئے کہ رات کو جا پڑیں۔ اللہ نے ان کو بچایا اور ان کو غارت کیا۔ مکہ کے لوگ بھی یہ ہی چاہ چکے، لیکن نہ بن پڑا، جس رات حضرت نے ہجرت کی، کتنے کافر حضرت کا گھر گھیرے بیٹھے تھے کہ صبح کو اندھیرے میں نکلیں تو سب مل کر مار لیں (کسی ایک کو خون بہانہ دینا پڑے) حضرت صاف بچ کر نکل گئے۔ ان کو نہ سوچھا۔ اور قوم لوط نے چاہا کہ پیغمبر کو شہر سے نکال دیں یہ ہی مکہ والے بھی چاہ چکے۔ اللہ نے آپ سے نکلنا بتایا کہ خود اپنے اختیار سے شہر چھوڑ کر نکل جاؤ۔ اور اسی میں کام نکالا۔“

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَ سَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ

تو کہہ تعریف ہے اللہ کو اور سلام ہے اس کے بندوں پر جن کو

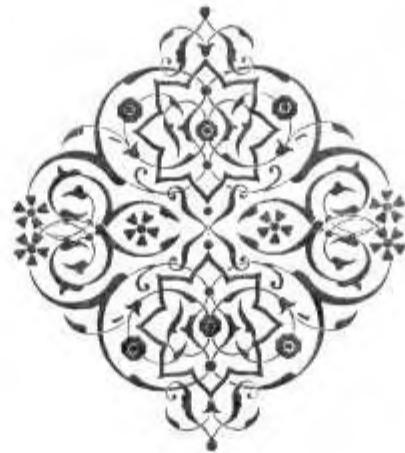
اصْطَفَىٰ ۚ اللَّهُ خَيْرٌ مَّا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾

اس نے پسند کیا بھلا اللہ بہتر ہے یا جن کو وہ شریک کرتے ہیں



خطبہ حمد و ثناء | قصص سے فارغ ہو کر آگے ”اللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ“ سے توحید کا بیان فرمانا ہے۔ یہ الفاظ بطور خطبہ کے تعلیم فرمائے جو بیان شروع کرنے سے قبل ہونا چاہئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”اللہ کی تعریف اور پیغمبر پر سلام بھیج کر اگلی بات شروع کرنی لوگوں کو سکھلا دی۔“ (موضح) اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جو کمالات و احسانات اوپر بضمن قصص مذکور ہوئے ہیں ان پر پیغمبر کو حکم ہوا کہ اللہ کی حمد و ثنا کریں اور شکر بجالائیں اور اسکے مقبول بندوں پر جن میں سے بعضوں کا اوپر نام لیا گیا ہے۔ سلام بھیجیں۔

توحید کا بیان | یہاں سے توحید کا وعظ شروع کیا گیا ہے یعنی قصص مذکورہ بالا سن کر اور دلائل تکوینیہ و تنزیلیہ میں غور کر کے تم ہی بتلاؤ کہ ایک خدائے وحدہ لا شریک لہ کا ماننا بہتر اور نافع اور معقول ہے یا اسکی خدائی میں اس کی عاجز ترین مخلوق کو شریک ٹھہرانا۔ یہ مسئلہ اب کچھ ایسا مشکل تو نہیں رہا جس کا فیصلہ کرنے میں کچھ دقت ہو یا دیر لگے۔ تاہم مزید تذکیر و تنبیہ کی غرض سے آگے اللہ تعالیٰ کی بعض شہون و صفات بیان کی جاتی ہیں جو توحید پر دال ہیں۔



أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ

بھلا کس نے بنائے آسمان اور زمین اور اتار دیا تمہارے لیے

السَّمَاءِ مَاءً، فَانْتَبْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ، مَا كَانَ

آسمان سے پانی پھرا گائے ہم نے اس سے باغ رونق والے تمہارا

لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا، إِنَّ اللَّهَ مَعَ الْقَوْمِ

کام نہ تھا کہ اگاتے ان کے درخت اب کوئی اور حاکم ہے اللہ کے ساتھ کوئی نہیں وہ لوگ

يَعْدِلُونَ ۖ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا

راہ سے مڑتے ہیں بھلا کس نے بنایا زمین کو ٹھہرنے کے لائق اور بنا کیں اس کے بیچ میں

أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ

ندیاں اور رکھے اس کے ٹھہرانے کو بوجھ اور رکھا (رکھی) دو دریاؤں میں

حَاجِزًا، إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۖ أَمَّنْ

پزدہ (آڑ) اب کوئی اور حاکم ہے اللہ کے ساتھ کوئی نہیں بہتوں کو ان میں سمجھ نہیں بھلا کون

يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ

پہنچتا ہے بیکس (بے بس) کی پکار (فریاد) کو جب اس کو پکارتا ہے اور دور کر دیتا ہے سختی اور کرتا ہے تم کو

خُلَفَاءَ الْأَرْضِ، إِنَّ اللَّهَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۖ

نائب اگلوں کا زمین پر اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ تم بہت کم دھیان کرتے ہو

أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ

بھلا کون راہ بتاتا ہے تم کو اندھیروں میں جنگل کے اور دریا کے اور کون

اللہ کی قدرت کے مظاہر | سرے سے درختوں کا اگانا تمہارے اختیار میں نہیں۔ چہ جائیکہ اس کا پھول پھل لانا اور بار آور کرنا۔

مشرکین کی بے راہ روی | یعنی تمام دنیا جانتی ہے اور خود یہ مشرکین بھی مانتے ہیں کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنا، بارش برسانا، درخت اگانا بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کا کام نہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ قرآن میں ان کا اقرار و اعتراف مذکور ہے پھر یہاں تک پہنچ کر راستہ سے کیوں کترا جاتے ہیں۔ جب اللہ کے سوا کوئی ہستی نہیں جو خلق و تدبیر کو سکے یا کسی چیز کا مستقل اختیار رکھے، تو اس کی الوہیت و معبودیت میں وہ کس طرح شریک ہو جائے گی۔ "عبادت انتہائی تذلل کا نام ہے سو وہ اسی کی ہونی چاہئے جو انتہائی درجہ میں کامل اور با اختیار ہو۔ کسی ناقص یا عاجز مخلوق کو معبودیت میں خالق کے برابر کر دینا انتہائی ظلم اور ہٹ دھرمی ہے۔

یعنی آدمی اور جانوروں کی قیام گاہ ہے۔ آرام سے اس پر زندگی بسر کرتے اور اس کے محاصل سے منتفع ہوتے ہیں۔

یعنی پہاڑ رکھ دیئے تاکہ ٹھہری رہے، کپکپائے نہیں۔

اس کی تحقیق قریب ہی سورہ "فرقان" میں گذر چکی۔ آیت "وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا" کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

یعنی کوئی اور با اختیار ہستی ہے جس سے یہ کام بن پڑیں اور اس بناء پر وہ معبود بننے کے لائق ہو۔ جب نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ مشرکین محض جہالت اور ناتجہی سے شرک و مخلوق پرستی کے غار عمیق میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔

مصیبت کو دور کرنے والا کون ہے | یعنی جب اللہ چاہے اور مناسب جانے تو بیکس اور بیقرار کی فریاد سن کر سختی کو دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ "فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَاءَ" (انعام۔ رکوع ۴) گویا اسی نے دعا کو بھی اسباب عادیہ میں سے ایک سبب بنایا ہے۔ جس پر سبب کا ترتیب بمشیت الہی، اجتماع شروط اور ارتقاع موانع کے بعد ہوتا ہے اور علامہ طیبی وغیرہ نے کہا کہ آیت میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ سخت مصائب و شدائد کے وقت تو تم بھی مضطر ہو کر اسی کو پکارتے ہو اور دوسرے معبودوں کو بھول جاتے ہو، پھر فطرت اور ضمیر کی اس شہادت کو امن و اطمینان کے وقت کیوں یاد نہیں رکھتے۔

یعنی ایک قوم یا نسل کو اٹھالیتا اور اس کی جگہ دوسری کو آباد کرتا ہے جو زمین میں مالکانہ اور بادشاہانہ تصرف کرتے ہیں۔

یعنی پوری طرح دھیان کرتے تو دور جانے کی ضرورت نہ پڑتی انہی اپنی حوائج و ضروریات اور قوموں کے اول بدل کو دیکھ کر سمجھ سکتے تھے کہ جس کے ہاتھ میں ان امور کی باگ ہے تنہا اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔

یعنی خشکی اور دریا کی اندھیریوں میں ستاروں کے ذریعہ سے تمہاری رہنمائی کرتا ہے۔ خواہ بلا واسطہ یا بواسطہ قطب نما وغیرہ آلات کے۔

يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ؕ ءِآلِهٖ مَعَهُ

چلاتا ہے ہوائیں خوش خبری لانے والیاں اس کی رحمت سے پہلے ♦ اب کوئی حاکم ہے

اللّٰهُ تَعَالٰى ؕ اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۶۳ ؕ اَمِّنْ يَّيْدِىْ وَاَخْلُقْ

اللہ کے ساتھ اللہ بہت اوپر ہے اس سے جس کو شریک بتلاتے ہیں ♦ بھلا کون سرے سے بناتا ہے

ثُمَّ يُعِيدُهٗا وَمَنْ يَّرْسُرُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ءِآلِهٖ

پھر اس کو دہرائے گا ♦ اور کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے ♦ اب کوئی حاکم ہے

مَعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَآءِٓا بُرْهٰنُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۶۴

اللہ کے ساتھ تو کہہ لاؤ اپنی سند اگر تم سچے ہو ♦

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا

تو کہہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں چھپی ہوئی چیز کی مگر

اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّٰنَ يُّبْعَثُوْنَ ۝۶۵ ؕ بَلِ اِدْرٰكِ عِلْمِهِمْ

اللہ ♦ اور ان کو خبر نہیں کب جی انھیں گے (جلائے جائیں گے) ♦ بلکہ تھک کر گر گیا ان کا فکر

فِى الْاٰخِرَةِ تَدْبَلُ هُمْ فِى شَكٍّ مِّنْهَا ؕ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝۶۶

آخرت کے بارہ میں بلکہ ان کو شبہ ہے اس میں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں ♦

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآءُنَا اِبْنَا

اور بولے وہ لوگ جو منکر ہیں کیا جب ہم ہو جائیں مٹی اور ہمارے باپ دادے کیا

لَمْخْرَجُوْنَ ۝۶۷ ؕ لَقَدْ وَعَدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ ؕ

ہم کو زمین سے نکالیں گے وعدہ پہنچ چکا ہے اس کا ہم کو اور ہمارے باپ دادوں کو پہلے سے

- ۱۔ یعنی بارانِ رحمت سے پہلے ہوا نہیں چلاتا ہے جو بارش کی آمد آمد کی خوشخبری سناتی ہیں۔
- ۲۔ یعنی کہاں وہ قادر مطلق اور حکیم برحق اور کہاں عاجز و ناقص مخلوق، جسے اس کی خدائی کا شریک بتلایا جا رہا۔
- ۳۔ ابتداءً پیدا کرنا تو سب کو مسلم ہے کہ اللہ کا کام ہے۔ موت کے بعد دوبارہ پیدا کرنے کو بھی اسی سے سمجھ لو۔ منکرین "بعث بعد الموت" بھی اتنا سمجھتے تھے کہ اگر بالفرض دوبارہ پیدا کئے گئے تو یہ کام اسی کا ہوگا جس نے اول پیدا کیا تھا۔
- ۴۔ یعنی کون ہے جو آسمانی اور زمینی اسباب کے ذریعہ سے اپنی حکمت کے موافق تم کو روزی پہنچاتا ہے۔
- ۵۔ اگر سچے ہو شرک کی دلیل لاؤ! یعنی اگر اتنے صاف نشانات اور واضح دلائل سننے کے بعد بھی تم خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور شرک کی قباحت کو تسلیم نہیں کرتے تو جو کوئی دلیل تم اپنے دعوائے باطل کے ثبوت میں رکھتے ہو پیش کرو۔ ابھی تمہارا جھوٹ سچ کھل جائے گا۔ مگر وہاں دلیل و برہان کہاں محض اندھی تقلید ہے۔ "وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ" (مومنون۔ رکوع ۶)
- ۶۔ اللہ کی قدرت تامہ اور علم محیط اس آیت میں مضمون سابق کی تکمیل اور مضمون لاحق کی تمہید ہے۔ شروع پارہ سے یہاں تک حق تعالیٰ کی قدرت تامہ اور ربوبیت کاملہ کا بیان تھا۔ یعنی جب وہ ان صفات و مشنوں میں متفرد ہے تو الوہیت و معبودیت میں بھی متفرد ہونا چاہئے۔ آیت حاضرہ میں اس کی الوہیت پر دوسری حیثیت سے استدلال کیا جا رہا ہے۔ یعنی معبود وہ ہوگا جو قدرت تامہ کے ساتھ علم کامل و محیط بھی رکھتا ہو۔ اور یہ وہ صفت ہے جو زمین و آسمان میں کسی مخلوق کو حاصل نہیں اسی رب العزت کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اس اعتبار سے بھی معبود بننے کی مستحق اکیلی اس کی ذات ہوئی۔ تنبیہ
- عالم الغیب کے الفاظ کا استعمال | کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں، نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الہی کے ہو سکتا ہے اور نہ مفاہیج غیب (غیب کی کنجیاں جن کا ذکر سورہ "انعام" میں گذر چکا) اللہ نے کسی مخلوق کو دی ہیں۔ ہاں بعض بندوں کو بعض غیب پر با اختیار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرمادیا، یا غیب کی خبر دے دی۔ لیکن اتنی بات کی وجہ سے قرآن و سنت نے کسی جگہ ایسے شخص پر "عالم الغیب" "فلان يعلم الغیب" کا اطلاق نہیں کیا۔ بلکہ احادیث میں اس پر انکار کیا گیا ہے۔ کیونکہ بظاہر یہ الفاظ اختصاص علم الغیب بذات الباری کے خلاف موہم ہوتے ہیں۔ اسی لئے علمائے محققین اجازت نہیں دیتے کہ اس طرح کے الفاظ کسی بندہ پر اطلاق کئے جائیں۔ گولفتہ صحیح ہوں جیسے کسی کا یہ کہنا کہ "إِنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ" (اللہ کو غیب کا علم نہیں) گو اس کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے کوئی چیز غیب ہے ہی نہیں، سخت ناروا اور سوء ادب ہے۔ یا کسی کا حق سے موت اور فتنہ سے اولاد اور رحمت سے بارش مراد لے کر یہ الفاظ کہنا "انسی اکرہ الحق و أحب الفتنه و افر من الرحمه" (میں حق کو برا سمجھتا ہوں اور فتنہ کو محبوب رکھتا ہوں اور رحمت سے بھاگتا ہوں) سخت مکروہ اور فتنج ہے، حالانکہ باعتبار نیت و مراد کے فتنج نہ تھا۔ اسی طرح فلاں عالم الغیب وغیرہ الفاظ کو سمجھ لو اور واضح رہے کہ علم غیب سے ہماری مراد محض ظنون و تخمینات نہیں اور نہ وہ علم جو قرآن و دلائل سے حاصل کیا جائے۔ بلکہ جس کے لئے کوئی دلیل و قرینہ موجود نہ ہو وہ مراد ہے۔ سورہ انعام و اعراف میں اس کے متعلق کسی قدر لکھا جا چکا ہے۔ وہاں مراجعت کر لی جائے۔
- ۷۔ یعنی قیامت کب آئے گی جس کے بعد مردے دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اس کی خبر کسی کو نہیں۔ پہلے سے مبداء کا ذکر چلا آتا تھا۔ یہاں سے معاد کا شروع ہوا۔
- ۸۔ آخرت کا ادراک | یعنی عقل دوڑا کر تھک گئے، آخرت کی حقیقت نہ پائی۔ کبھی شک کرتے ہیں کبھی منکر ہوتے ہیں (موضح) اور بعض مفسرین نے یوں تقریر کی ہے کہ آخرت کے ادراک تک انکے علم کی رسائی نہ ہوئی اور نہ عدم علم کی وجہ سے صرف خالی الذہن رہے بلکہ اس کے متعلق شک و تردد میں پڑ گئے، اور نہ صرف شک و تردد بلکہ ان دلائل و شواہد سے بالکل آنکھیں بند کر لیں جن میں غور و تأمل کرتے تو شک رفع ہو سکتا تھا۔

إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ

کچھ بھی نہیں یہ نقلیں ہیں انگوں کی ♦ تو کہہ دے پھر ملک میں

فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

تو دیکھو کیسا ہوا انجام کار گنہگاروں کا ♦ اور غم نہ کران پر

وَلَا تَكُنْ فِي صَبِيحٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا

اور نہ تھا ہو ان کے فریب بنانے سے ♦ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ

الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ رَدِفَ

وعدہ اگر تم سچے ہو ♦ تو کہہ کیا بعید ہے جو تمہاری پیٹھ پر پہنچ چکی ہو

لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ

بعضی وہ چیز جس کی جلدی کر رہے ہو ♦ اور تیرا رب تو فضل رکھتا ہے

عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ

لوگوں پر ان میں بہت لوگ شکر نہیں کرتے ♦ اور تیرا رب

لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ

جاتا ہے جو چھپ رہا ہے ان کے سینوں میں اور جو کچھ کہ ظاہر کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں جو غائب ہو

فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٧٥﴾ إِنَّ هَذَا

آسمان اور زمین میں مگر موجود ہے کھلی کتاب میں ♦

الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ

قرآن سناتا ہے بنی اسرائیل کو بہت چیزیں جس میں

❖ آخرت پر کفار کا اعتراض | یعنی پہلے ہمارے بڑوں سے یہ ہی وعدے کئے گئے تھے۔ جو پہلے کہہ گئے ان ہی کی نقل آج یہ پیغمبر بھی اتار رہے ہیں۔ لیکن کتنے قرن گزر چکے ہم نے تو آج تک نہ دیکھا نہ سنا کہ کوئی مردہ مٹی میں مل جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہو اور اس کو سزا ملی ہو۔

❖ یعنی کتنے مجرموں کو دنیا ہی میں عبرتناک سزائیں مل چکی ہیں اور پیغمبروں کا فرمانا پورا ہو کر رہا۔ اسی پر قیاس کر لو کہ بعث بعد الموت اور عذاب اخروی کی جو خبر انبیاء دیتے چلے آئے ہیں یقیناً پوری ہو کر رہے گی یہ کارخانہ یوں ہی بے سہرا نہیں کہ اس پر کوئی حاکم نہ ہو، وہ اپنی رعایا کو یوں ہی مہمل نہ چھوڑے گا جب سب مجرموں کو یہاں پوری سزا نہیں ملتی تو یقیناً کوئی دوسری زندگی ہوگی جہاں ہر ایک اپنے کیفر کردار کو پہنچا کر تمہاری یہ ہی تکذیب رہی تو تکذیبین کا جو انجام دنیا میں ہوا تمہارا بھی ہو سکتا ہے۔

❖ یعنی ان کو سمجھا کر اور بدی کے انجام پر متنبہ کر کے الگ ہو جائیے اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ بہت زیادہ غم و تاشف نہ کریں اور نہ ان کے مکرو فریب اور حق کے خلاف تدبیریں کرنے سے تنگدل اور خفا ہوں آپ اپنا فرض ادا کر چکے، اللہ تعالیٰ ایسے ضدی مجرموں سے خود مٹ لے گا اور جس طرح پہلے مجرموں کو سزائیں دی گئی ہیں ان کو بھی دے گا۔

❖ یعنی آخر وہ قیامت کب آئے گی؟ اور جس عذاب کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں کب نازل ہوگا؟
❖ عذاب کا وعدہ قریب ہے | یعنی گھبراؤ نہیں، وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ اور کچھ بعید نہیں کہ وعدہ کا کچھ حصہ قریب ہی آگاہ ہو (چنانچہ زیادہ دن نہ گزرے کہ ”بدر“ میں سزا کی ایک قسط پہنچ گئی) رہی قیامت کبریٰ، سو اس کے بھی بعض آثار و علامات ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔

❖ یعنی حق تعالیٰ اپنے فضل سے اگر عذاب میں تاخیر کرتا ہے تو چاہئے تھا اس مہلت کو غنیمت سمجھتے اور اس کی مہربانی کے شکر گزار ہو کر ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کرتے لیکن وہ اس کے خلاف ناشکری کرتے اور اپنے منہ سے عذاب مانگتے ہیں۔

❖ ہر چیز اللہ کے پاس لکھی ہوئی ہے | یعنی تمہارے ظاہری و پوشیدہ اعمال، دلوں کے بھید، نیتیں، ارادے اور زمین و آسمان کے چھپے سے چھپے راز سب اللہ تعالیٰ کے علم میں حاضر اور اس کے دفتر میں درج ہیں۔ ہر بات اسی کے موافق اپنے وقت پر وقوع پذیر ہوگی۔ جلدی مچانے یا دیر لگانے سے کچھ حاصل نہیں۔ جو چیز علم الہی میں طے شدہ ہے جلد یا دیر اپنے وقت پر آئے گی اور ہر ایک کو اس کے عمل اور نیت و عزم کے موافق پھل مل کر رہے گا۔

يَخْتَلِفُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِنَّهُ لَهْدَىٰ وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ إِنَّ

وہ جھگڑ رہے ہیں اور بے شک وہ ہدایت ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے واسطے ﴿۴۶﴾

رَبِّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٤٨﴾

تیرا رب ان میں فیصلہ کرے گا اپنی حکومت سے اور وہی ہے زبردست سب کچھ جانتے والا ﴿۴۸﴾

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٤٩﴾ إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ

سو تو بھروسہ کر اللہ پر بے شک تو ہے صحیح کھلے رستے پر ﴿۴۹﴾ البتہ تو نہیں سنا سکتا

الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٠﴾

مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو اپنی پکار جب لوٹیں وہ پیٹھ پھیر کر

وَمَا أَنْتَ بِهْدَىٰ الْعُصْبَىٰ عَنْ ضَلٰٓئِلِهِمْ ۗ إِن تَسْمِعُ إِلَّا

اور نہ تو دکھلا سکے اندھوں کو جب وہ راہ سے بچلیں ﴿۵۰﴾ تو تو سنا تا ہے اس کو

مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٥١﴾ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ

جو یقین رکھتا ہو ہماری باتوں پر سو وہ حکم بردار ہیں ﴿۵۱﴾ اور جب پڑ چکے گی

عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۚ أَنَّ

ان پر بات نکالیں گے ہم ان کے آگے ایک جانور زمین سے ان سے باتیں کرے گا اس واسطے

النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٥٢﴾ وَيَوْمَ نُحْشِرُ مِنْ كُلِّ

کہ لوگ ہماری نشانیوں کا یقین نہیں کرتے تھے ﴿۵۲﴾ اور جس دن گھیر بلائیں گے ہم ہر ایک

أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٥٣﴾ حَتَّىٰ

فرقہ میں سے ایک جماعت جو جھٹلاتے تھے ہماری باتوں کو پھر ان کی جماعت بندی ہوگی ﴿۵۳﴾ یہاں تک

❖ قرآن میں بنی اسرائیل کے اختلافات کا فیصلہ | یعنی ابھی عملی فیصلہ کا وقت نہیں آیا، البتہ قرآن قوی و عملی فیصلہ کے لئے آیا ہے۔ اس وقت سماوی علوم اور مذہبی چیزوں کے سب سے بڑے عالم ”بنی اسرائیل“ سمجھے جاتے تھے مگر عقائد، احکام اور قصص و روایات کے متعلق ان کے شدید اختلافات کا فیصلہ کن تصفیہ بھی قرآن نے سنایا۔ فی الحقیقت قرآن ہی وہ کتاب ہے جس نے دنیا کو خداوند قدوس کا آخری پیغام پہنچایا۔ اور ایمان لانے والوں کی رہبری کی تا لوگ اس دن کے لئے تیاری کر رکھیں۔ جبکہ ہر معاملہ کا عملی فیصلہ ہوگا۔

❖ یعنی قرآن تو آیا ہے سمجھانے اور آگاہ کرنے کو، باقی تمام معاملات کا حکیمانہ اور حاکمانہ فیصلہ خدائے قادر و توانا کرے گا۔

❖ آنحضرتؐ کے حق پر ہونے کی گواہی | یعنی آپؐ کسی کے اختلاف و تکذیب سے متاثر نہ ہوں۔ خدا پر بھروسہ کر کے اپنا کام کئے جائیں۔ جس صحیح و صاف راستہ پر آپؐ چل رہے ہیں اس میں کوئی کھٹکا نہیں۔ آدمی جب صحیح راستہ پر ہو اور خدائے واحد پر بھروسہ رکھے پھر کیا غم ہے۔

❖ کفار اندھوں اور بہروں جیسے ہیں | یعنی جس طرح ایک مردہ کو خطاب کرنا یا کسی بہرے کو پکارنا خصوصاً جبکہ وہ پیٹھ پھیرے چلا جا رہا ہو اور پکارنے والے کی طرف قطعاً ملتفت نہ ہو ان کے حق میں سود مند نہیں یہ ہی حال ان مکذبین کا ہے جن کے قلوب مرچکے ہیں اور دل کے کان بہرے ہو گئے ہیں اور سننے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے کہ ان کے حق میں کوئی نصیحت نافع اور کارگر نہیں۔ ایک نپٹ اندھے کو جب تک آنکھ نہ بنوائے تم کس طرح راستہ یا کوئی چیز دکھلا سکتے ہو۔ یہ لوگ بھی دل کے اندھے ہیں اور چاہتے بھی نہیں کہ اندھے پن سے نکلیں۔ پھر تمہارے دکھلانے سے وہ دیکھیں تو کیسے دیکھیں۔

❖ یعنی نصیحت سنانا ان کے حق میں نافع ہے جو سن کر اثر قبول کریں۔ اور اثر قبول کرنا یہ ہی ہے کہ خدا کی باتوں پر یقین کر کے فرماں بردار بنیں۔

❖ دابة الارض کا خروج اور کلام | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”قیامت سے پہلے صفا پہاڑ مکہ کا پھٹے گا اس میں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور سچے ایمان والوں کو اور چھپے منکروں کو نشان دے کر جدا کر دے گا۔“ (موضح) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل آخر زمانہ میں طلوع الشمس من المغرب کے دن ہوگا۔ قیامت تو نام ہی اس کا ہے کہ عالم کا سب موجودہ نظام درہم و برہم کر دیا جائے لہذا اس قسم کے خوارق پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے جو قیامت کی علامات قریب اور اس کے پیش خیمہ کے طور پر ظاہر کی جائیں گی۔ شاید ”دابة الارض“ کے ذریعہ سے یہ دکھلانا ہو کہ جس چیز کو تم پیغمبروں کے کہنے سے نہ مانے تھے، آج وہ ایک جانور کی زبانی ماننی پڑ رہی ہے۔ مگر اس وقت کا ماننا نافع نہیں۔ صرف مکذبین کی تجہیل و تحمیق مقصود ہے۔ ماننے کا جو وقت تھا گذر گیا۔ تنبیہ | ”دابة الارض“ کے متعلق بہت سے رطب و یابس اقوال و روایات تفاسیر میں درج کی گئی ہیں۔ مگر معتبر روایات سے تقریباً اتنا ہی ثابت ہے جو حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا۔ واللہ اعلم۔

❖ حشر میں مکذبین کے جتھے | ہر گناہ والوں کے جتھے اور جماعتیں الگ الگ ہوں گی۔ تنبیہ | عوام مفسرین نے ”فہم یؤزغون“ کے معنی روکنے کے لئے ہیں۔ یعنی ہر امت کے مکذبین کو حشر کی طرف لے چلیں گے اور وہ اتنی کثرت سے ہوں گے کہ پیچھے چلنے والوں کو آگے بڑھنے سے روکا جائے گا۔ جیسے انبوہ کثیر میں انتظام قائم رکھنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

إِذَا جَاءُوكُمْ وَقَالُوا كَذَّبْتُمْ بِآيَاتِنَا وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا

کہ جب حاضر ہو جائیں فرمائے گا کیوں جھٹلایا تم نے میری باتوں کو اور نہ آچکی تھیں تمہاری سمجھ میں

أَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۸۳﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا

یا بولو کہ کیا کرتے تھے ﴿۸۳﴾ اور پڑ چکی ان پر بات اس واسطے

ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ﴿۸۴﴾ الْمُرِيرُوا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ

کہ انہوں نے شرارت کی تھی اب (سو) وہ کچھ نہیں بول سکتے ﴿۸۴﴾ کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے بنائی رات

لَيْسَكُنْوَ فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ

کہ اس میں چین حاصل کریں اور دن بنایا دیکھنے کا (کو) البتہ اس میں نشانیاں ہیں

لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ﴿۸۵﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَمَنْ فَمَنْ

ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں ﴿۸۵﴾ اور جس دن پھونکی جائے گی صور ﴿۸۵﴾ تو گھبرا جائے جو کوئی ہے

فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ط

آسمان میں اور جو کوئی ہے زمین میں مگر جس کو اللہ چاہے ﴿۸۶﴾

وَكُلُّ أُنثَىٰ ذَخِيرِينَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا

اور سب چلے آئیں اس کے آگے عاجزی سے ﴿۸۷﴾ اور تو دیکھے پہاڑوں کو سمجھے کہ وہ

جَامِدَةٌ وَهِيَ نَمْرٌ مِّنَ السَّحَابِ ط صُنِعَ اللَّهُ الَّذِي أَنْقَنَ

جم رہے ہیں اور وہ چلیں گے جیسے چلے بادل ﴿۸۸﴾ کاری گری اللہ کی جس نے سادھا (درست کیا) ہے

كُلَّ شَيْءٍ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ

ہر چیز کو ﴿۸۸﴾ اس کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۸۸﴾ جو کوئی لے کر آیا بھلائی

۱ مکذبین سے حق تعالیٰ کی باز پرس | یعنی پوری طرح سمجھنے اور تمام اطراف و جوانب پر نظر ڈالنے کی کوشش بھی نہ کی، پہلے ہی جھٹلانا شروع کر دیا۔ یا بولو! ”یہ نہیں تو اور کیا کرتے تھے۔“ یعنی اس کے سوا تمہارا کام ہی کیا تھا۔ اور ممکن ہے یہ مطلب ہو کہ بے سوچے سمجھے تکذیب ہی کی تھی؟ یا بولو! اس کے سوا اور بھی کچھ گناہ سمیٹے تھے۔

۲ یعنی ان کی شرارتوں کا یقینی ثبوت ہو چکا اور خدا کی حجت تمام ہو چکی۔ اب آگے وہ کیا بول سکتے ہیں۔ باقی بعض آیات میں جو ان کا عذر پیش کرنا مذکور ہے وہ شاید اس سے پہلے ہو چکے گا۔ بہر حال نفی و اثبات کو اختلاف مواطن پر حمل کیا جائے۔

۳ دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں | یعنی کیسے کھلے کھلے نشان اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دکھائے، پر ذرا بھی غور نہ کیا۔ ایک رات دن کے روزانہ اول بدل ہی میں غور کر لیتے تو اللہ کی توحید، پیغمبروں کی ضرورت اور بعث بعد الموت، سب کچھ سمجھ سکتے تھے۔ آخر وہ کون ہستی ہے جو ایسے مضبوط و محکم انتظام کے ساتھ برابر دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کو نمودار کرتی ہے اور جس نے ہماری ظاہری بصارت کے لئے شب کی تاریکی کے بعد دن کا اجالا کیا، کیا وہ ہماری باطنی بصیرت کے لئے ادھام و ادھوا کی تاریکیوں میں معرفت و ہدایت کی روشنی نہ بھیجتا۔ پھر رات کیا ہے؟ نیند کا وقت ہے جسے ہم موت کا ایک نمونہ قرار دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد دن آیا پھر آنکھیں کھول کر ادھر ادھر پھرنے لگے۔ اسی طرح اگر حق تعالیٰ ہم پر موت طاری کرے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھالے تو اس میں کیا استحالہ ہے۔ غرض یقین کرنے والوں کے لئے اسی ایک نشان میں تمام ضروری چیزوں کا حل موجود ہے۔

۴ صور پھونکنے والا فرشتہ اسرافیل ہے جو حکم الہی کے انتظار میں صور لئے تیار کھڑا ہے۔

۵ بعض روایات میں ہے کہ ”اَلَا مَن شَاءَ اللّٰهُ“ جبریل، میکائیل اسرافیل اور ملک الموت ہیں۔ اور بعض نے شہداء کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۶ نفع صور کثی بار ہوگا | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”ایک بار صور پھونکے گا جس سے خلق مر جائے گی۔ دوسرا پھونکے گا تو جی انھیں گے اسکے بعد پھونکے گا تو گھبرا جائیں گے پھر پھونکے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے اور پھونکے گا تو ہشیار ہوں گے۔ صور پھونکنا کئی بار ہے۔“ (موضح القرآن) اور بہت سے علماء صرف دو نفعے مانتے ہیں یعنی کل دو مرتبہ پھونکے گا۔ اور سب احوال کو انہی دو میں درج کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۷ پہاڑ روئی کے گالے کی طرح اڑیں گے | یعنی جن بڑے بڑے پہاڑوں کو تم اس وقت دیکھ کر خیال کرتے ہو کہ ہمیشہ کے لئے زمین میں جمے ہوئے ہیں کبھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کھاسکیں گے، قیامت کے دن یہ روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اڑتے پھریں گے اور بادل کی طرح تیز رفتار ہوں گے۔ ”وَبُنُسِّ الْجِبَالِ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَاءً مُّثْبِتًا“ (واقعہ۔ رکوع) ”وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ“ (القارۃ۔ رکوع ۱) ”فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا“ (طہ رکوع ۶۷) تنبیہ | آیت ہذا کو زمین کی حرکت و سکون کے مسئلہ سے کچھ علاقہ نہیں جیسا کہ بعض متنورین نے سمجھا ہے۔

۸ یعنی جس نے ہر چیز کو نہایت حکمت سے درست کیا اسی نے آج پہاڑوں کو ایسا بھاری اور مضبوط بنایا ہے اور وہ ہی ان کو ایک دن ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا۔ وہ اڑانا محض تباہ کرنے کی غرض سے نہ ہوگا بلکہ عالم کو توڑ پھوڑ کر اس درجہ پر پہنچانا ہوگا جہاں پہنچانے کے لئے ہی اسے پیدا کیا ہے۔ تو یہ سب اسی صالح حقیقی کی کارگیری ہوئی جس کا کوئی تصرف حکمت سے خالی نہیں۔

۹ اعمال کی خبر | یعنی اس توڑ پھوڑ اور انقلاب عظیم کے بعد بندوں کا حساب کتاب ہوگا اور چونکہ حق تعالیٰ بندوں کے ذرہ ذرہ عمل سے خبردار ہے تو ہر ایک کو ٹھیک اس کے عمل کے موافق جزا و سزا دی جائے گی۔ نہ ظلم ہوگا نہ حق تلفی ہوگی۔ آگے اسی کی قدرے تفصیل ہے۔

فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فِرْعَ بِيَوْمِئِذٍ مُّؤْمِنُونَ ﴿۸۹﴾

تو اس کو ملے اس سے بہتر ۛ اور ان کو گھبراہٹ سے ۛ اس دن امن ہے ۛ

وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ

اور جو کوئی لے کر آیا برائی ۛ سواوندھے ڈالیں ان کے منہ ۛ آگ میں

تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۹۰﴾ إِنَّمَا أُهْرِتُ أَنْ أَعْبُدَ

وہی بدلہ پاؤ گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے ۛ مجھ کو یہی حکم ہے ۛ کہ بندگی کروں

رَبِّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۚ

اس شہر کے مالک کی ۛ جس نے اس کو حرمت دی ۛ اور اسی کی ہے ہر ایک چیز ۛ

وَإِهْرِتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۹۱﴾ وَأَنْ أَتْلُوا الْقُرْآنَ ۚ

اور مجھ کو حکم ہے ۛ کہ رہوں حکم برداروں میں ۛ اور یہ کہ سنا دوں قرآن ۛ

فَمِنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ

پھر جو کوئی راہ پر آیا ۛ سوا راہ پر آئے گا ۛ اپنے ہی بھلے کو ۛ اور جو کوئی بہکا رہا ۛ تو کہہ دے

إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سِيرْبِكُمْ

میں تو یہی ہوں ڈر سنا دینے والا ۛ اور کہہ تعریف ہے سب اللہ کو ۛ آگے دکھائے گا تم

أَبْنَاهُ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾

کو اپنے نمونے (اپنی نشانیاں) تو ان کو پہچان لو گے ۛ اور تیرا رب بے خبر نہیں ۛ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو ۛ

آيَاتُهَا ۸۸ ﴿۲۸﴾ سُورَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ﴿۳۹﴾ رُكُوعَاتُهَا ۹

سورہ قصص مکہ میں اتری اور اس کی اٹھاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں

۱ نیکی کرنے والوں کا بدلہ | یعنی ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس نیکیوں کے حساب سے دیا جائے گا۔ جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔

۲ یعنی بڑی گھبراہٹ سے، کما قال تعالیٰ ”لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ“ (انبیاء۔ رکوع ۷) اگر کم درجہ کی گھبراہٹ ہو تو اس آیت کے منافی نہیں۔

۳ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ زیادتی نہیں۔ جو کرنا، سو بھرنا، خود کردہ راجہ علاج۔
۴ شہر سے مراد ہے مکہ معظمہ جسے خدا تعالیٰ نے معظم و محترم بنایا۔ اسی تخصیص و تشریف کی بناء پر رب کی اضافت اس کی طرف کی گئی ورنہ یوں ہر چیز کا رب اور مالک وہ ہی ہے۔

۵ یعنی ان لوگوں میں رہوں جو حق تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری کرنے والے اور اپنے کو ہمہ تن اس کے سپرد کر دینے والے ہیں۔

۶ یعنی بذات خود اللہ کی بندگی اور فرمانبرداری کرتا رہوں اور دوسروں کو قرآن سنا کر اللہ کا راستہ بتلاتا رہوں۔

۷ یعنی میں نصیحت کر کے فارغ الذمہ ہو چکا، نہ سمجھو تو تمہارا ہی نقصان ہے۔
۸ یعنی اللہ کا ہزاراں ہزار شکر جس نے مجھ کو ہادی و مہتدی بنایا۔ فی الحقیقت تعریف کے لائق اسی کی ذات ہے۔ جس کو خوبی یا کمال ملا وہیں سے ملا۔

۹ یعنی آگے چل کر حق تعالیٰ تمہارے اندر یا تم سے باہر اپنی قدرت کے وہ نمونے اور میری صداقت کے ایسے نشان دکھلائے گا جنہیں دیکھ کر سمجھ لو گے کہ بیشک یہ اللہ کی وہ ہی آیات ہیں جن کی خبر پیغمبر نے دی تھی باقی اس وقت کا سمجھنا تم کو نافع ہو یا نہ ہو، یہ جداگانہ چیز ہے۔ علامات قیامت وغیرہ سب اس کے تحت میں آگئیں۔

۱۰ یعنی جو عمل اور معاملہ تم کرتے ہو، سب اس کی نظر میں ہے۔ اسی کے موافق آخر کار بدلہ ملے گا۔ اگر سزا وغیرہ میں تاخیر ہو تو نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ہماری کرتوت سے بے خبر ہے۔ تم سورة النمل وللہ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

طَسَمَ ۱ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۲ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ

طَسَمَ یہ آیتیں ہیں کھلی کتاب کی ہم سناتے ہیں تجھ کو

مِنْ نَبِيٍّ مُّوسَىٰ وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۳

کچھ احوال موسیٰ اور فرعون کا تحقیقی (ٹھیک ٹھیک) ان لوگوں کے واسطے جو یقین کرتے ہیں

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا

فرعون چڑھ رہا تھا ملک میں اور کر رکھا تھا وہاں کے لوگوں کو کئی فرقے

يَسْتَضِعُّ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يُدَبِّرِ الْأَنْبَاءَ ۗ وَبِئْسَتْ لِقَاءَهُمْ

کمزور کر رکھا تھا ایک فرقہ کو ان میں ذبح کرتا تھا ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھتا تھا ان کی عورتوں کو

إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۴ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَىٰ

بیشک وہ تھا خرابی ڈالنے والا اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان

الَّذِينَ اسْتَضَعُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَنَجَعَلَهُمُ

لوگوں پر جو کمزور ہوئے پڑے تھے ملک میں اور کردیں ان کو سردار اور کردیں ان کو

الْوَارِثِينَ ۵ وَنُمَكِّنْ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ

قائم مقام اور جمادیں ان کو ملک میں اور دکھادیں فرعون

وَهَامَانَ ۖ وَجُنُودَهُمْ مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ۶ وَ

اور ہامان کو اور ان کے لشکروں کو ان کے ہاتھ سے جس چیز کا ان کو خطرہ تھا اور

سورۃ القصص

♦ حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ | یعنی مسلمان لوگ اپنا حال قیاس کر لیں ظالموں کے مقابلہ میں (موضح) جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو باوجود کمزوری کے فرعونوں کی طاقت کے مقابلہ میں منصور و کامیاب کیا۔ ایسے ہی مسلمان جو فی الحال مکہ میں قلیل اور ضعیف و ناتواں نظر آتے ہیں اپنے بی شمار طاقتور حریفوں کے مقابلہ پر کامیاب ہوں گے۔

♦ بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم | یعنی ”مصر“ میں قبلی بھی آباد تھے جو فرعون کی قوم تھی اور سبطی بھی جو ”بنی اسرائیل“ کہلاتے تھے لیکن فرعون ظلم و تکبر کی راہ سے ”بنی اسرائیل“ کو پنپنے اور ابھرنے نہیں دیتا تھا۔ گویا سب قبلی آقا بنے ہوئے تھے اور پیغمبروں کی اولاد بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ ان سے ذلیل کام اور بیگاریں لیتے اور کسی طرح اس قابل نہ ہونے دیتے کہ ملک میں وہ کوئی قوت و وقعت حاصل کر سکیں۔

♦ بچوں کا قتل | کہتے ہیں فرعون نے کوئی خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر کا ہنوں نے یہ دی کہ کسی اسرائیلی کے ہاتھ سے تیری سلطنت برباد ہوگی۔ اس لئے پیش بندی کے طور پر یہ احمقانہ اور ظالمانہ تدبیر سوچی کہ بنی اسرائیل کو ہمیشہ کمزور کرتے رہنا چاہئے کہ انہیں حکومت کے مقابلہ کا حوصلہ ہی نہ ہو اور آئندہ جوڑ کے ان کے پیدا ہوں ان کو ایک طرف سے ذبح کر ڈالنا چاہئے۔ اس طرح آنے والی مصیبت رک جائے گی۔ البتہ لڑکیوں سے چونکہ کوئی خطرہ نہیں، انہیں زندہ رہنے دیا جائے۔ وہ بڑی ہو کر باندیوں کی طرح ہماری خدمت کیا کریں گی۔

♦ حضرت ابراہیم کی پیشین گوئی | اور ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل آپس میں حضرت ابراہیم خلیل کی ایک پیشین گوئی کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ جس میں خبر دی گئی تھی کہ ایک اسرائیلی جو ان کے ہاتھ پر اس سلطنت مصر کی تباہی مقدر ہے۔ شدہ شدہ یہ تذکرے فرعون کے کانوں تک پہنچ گئے اس احمق نے قضاء و قدر کی روک تھام کے لئے ظلم و ستم کی یہ اسکیم جاری کی۔

♦ یعنی زمین میں خرابی پھیلانے والا تو تھا ہی۔ لہذا اسے ایسا ظلم و ستم کرنے میں کیا جھجک ہوتی۔ بس جو دل میں آیا، اپنے کبر و غرور کے نشہ میں بے سوچے سمجھے کر گزرا۔

♦ بنی اسرائیل میں امامت کا ارادہ | یعنی اس ملعون کے انتظامات تو وہ تھے، اور ہمارا ارادہ یہ تھا کہ کمزوروں کو قوی اور پستوں کو بالا کیا جائے۔ جس قوم کو فرعونوں نے ذلیل غلام بنا رکھا تھا ان ہی کے سر پر دین کی امامت اور دنیا کی سرداری کا تاج رکھ دیں۔ ظالموں اور متکبروں سے جگہ خالی کرا کر اس مظلوم و ستم رسیدہ قوم جسے زمین کو آباد کریں اور دینی سیادت کے ساتھ دنیوی حکومت بھی اس مظلوم و مقہور قوم کے حوالے کی جائے۔

♦ ”ہامان“ وزیر تھا فرعون کا جو ظلم و ستم میں اس کا شریک اور آلہ کار بنا ہوا تھا۔

♦ حق تعالیٰ کی مشیت | یعنی جس خطرہ کی وجہ سے انہوں نے بنی اسرائیل کے ہزار بچوں کو ذبح کر ڈالا تھا۔ ہم نے چاہا کہ وہ ہی خطرہ ان کے سامنے آئے۔ فرعون نے امکانی کوشش کر دکھی اور پودے زور خرچ کر لئے کہ کسی طرح اس اسرائیلی بچہ سے مامون ہو جائے جس کے ہاتھ پر اس کی تباہی مقدر تھی، لیکن تقدیر الہی کہاں ٹٹلنے والی تھی۔ خداوند قدیر نے اس بچہ کو اسی کی گود میں اسی کے بستر پر اسی کے مخلات کے اندر شاہانہ ناز و نعم سے پرورش کرایا۔ اور دکھلا دیا کہ خدا جو انتظام کرنا چاہے، کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔

أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ

ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلاتی رہے پھر جب تجھ کو ڈر ہو

عَلَيْهِ فَالْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۗ إِنَّا

اس کا (اس پر) تو ڈال دے اس کو دریا میں اور نہ خطرہ کر اور نہ غمگین ہو ہم پھر

رَأَدُّوهُ إِلَيْكَ وَجَاءَ عُلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۗ فَالْتَقَطَهُ

پہنچادیں گے اس کو تیری طرف اور کریں گے اس کو رسولوں (رسول) سے پھر اٹھا لیا اس کو

الْفِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۗ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَ

فرعون کے گھر والوں نے کہ ہوان کا دشمن اور غم میں ڈالنے والا بے شک فرعون اور

هَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِبِينَ ۗ وَقَالَتِ امْرَأَتُ

ہامان اور ان کے لشکر تھے جو کئے والے اور بولی فرعون کی

فِرْعَوْنَ قُرَّتْ عَيْنُ لِي ۗ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ ۗ عَسَىٰ أَنْ

عورت یہ تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے اور تیرے لیے اس کو مت مارو کچھ بعید (شاید) نہیں

يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۗ وَأَصْبَحَ

جو ہمارے کام آئے یا ہم اس کو کر لیں بیٹا اور ان کو کچھ خبر نہ تھی اور صبح کو

فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فِرْعَا ۗ إِنَّ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا

موسیٰ کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا قریب تھی کہ ظاہر کر دے بے قراری کو اگر

أَنَّ رَبَّنَا عَلَّمَهَا لِيَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۗ وَ

نہ ہم نے گرہ دی ہوتی اس کے دل پر اس واسطے کہ رہے یقین کرنے والوں میں اور

♦ **حضرت موسیٰ کی والدہ کو الہام** | ان کی ماں کو الہام ہوا یا خواب دیکھایا اور کسی ذریعہ سے معلوم کرادیا گیا کہ جب تک بچے کے قتل کا اندیشہ نہ ہو برابر دودھ پلاتی رہیں، جب اندیشہ ہو تو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں چھوڑ دیں۔ سورہ ”طہ“ میں یہ قصہ گزر چکا ہے۔

♦ ماں کی تسلی کر دی کہ ڈرے مت، بے کھٹکے دریا میں چھوڑ دے، بچہ ضائع نہیں ہو سکتا۔ اور بچہ کی جدائی سے غمگین بھی مت ہو۔ ہم بہت جلد اس کو تیری ہی آغوش شفقت میں پہنچا دیں گے خدا کو اس سے بڑے کام لینے ہیں۔ وہ منصب رسالت پر سرفراز کیا جائے گا۔ کوئی طاقت اللہ کے ارادہ میں حائل و مانع نہیں ہو سکتی۔ تمام رکاوٹیں دور کر کے وہ مقصد پورا کرنا ہے جو اس محترم بچہ کی پیدائش سے متعلق ہے۔

♦ **دریا میں بچے کا صندوق** | آخر ماں نے بچہ کو لکڑی کے صندوق میں ڈال کر پانی میں چھوڑ دیا۔
فرعون کی بیوی حضرت آسیہ | صندوق بہتا ہوا ایسی جگہ جا لگا جہاں سے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے ہاتھ لگ گیا۔ ان کو اس پیارے بچہ کی پیاری صورت بھلی معلوم ہوئی۔ آثارِ نجابت و شرافت نظر آئے۔ پالنے کی غرض سے اٹھالیا۔ مگر اس اٹھانے کا آخری نتیجہ یہ ہونا تھا کہ وہ بچہ بڑا ہو کر فرعون اور فرعونوں کا دشمن ثابت ہو اور ان کے حق میں سوہان روح بنے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھانے کا موقع دیا۔ فرعون لعین کو کیا خبر تھی کہ جس دشمن کے ڈر سے ہزار ہا معصوم بچے تہ تیغ کر چکا ہوں وہ یہ ہی ہے جسے بڑے چاؤ پیار سے آج ہمارے ہاتھوں میں پرورش کرایا جا رہا ہے۔ فی الحقیقت فرعون اور اس کے وزیر و مشیر اپنے ناپاک مقصد کے اعتبار سے بہت چوکے کہ بیشمار اسرائیلی بچوں کو ایک شبہ پر قتل کرنے کے باوجود موسیٰ کو زندہ رہنے دیا۔ لیکن نہ چوکتے تو کیا کرتے، کیا خدا کی تقدیر کو بدل سکتے تھے یا مشیت ایزدی کو روک سکتے تھے ان کی بڑی چوک تو یہ تھی کہ سمجھے کہ قضاء و قدر کے فیصلوں کو انسانی تدبیروں سے روکا جاسکتا ہے۔

♦ یعنی کیسا پیارا بچہ ہے، ہمارے کوئی لڑکا نہیں، لاؤ اسی سے دل بہلائیں اور آنکھیں ٹھنڈی کیا کریں۔ بعض روایات میں ہے کہ فرعون نے کہا ”لک لالی“ (تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی میری نہیں) تقدیر ازلٰی یہ الفاظ اس ملعون کی زبان سے کہلا رہی تھی۔ آخر وہ ہی ہوا۔
 ♦ یعنی کم از کم بڑا ہو کر ہمارے کام آئے گا یا مناسب سمجھا تو متبیشی بنا لیں گے۔

♦ یعنی یہ تو خبر نہ تھی کہ بڑا ہو کر کیا کرے گا۔ سمجھے کہ بنی اسرائیل میں سے کسی نے خوف سے ڈالا ہے ایک لڑکا نہ مارا تو کیا ہوا۔ کیا ضرور ہے کہ یہ ہی وہ بچہ ہو جس سے ہمیں خوف ہے۔ پھر جب ہم پرورش کریں گے وہ خود ہی ہم سے شرمائے گا۔ کس طرح ممکن ہے کہ ہم سے ہی دشمنی کرنے لگے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ یہ اس کا دوست ہوگا جو سارے جہان کا پرورش کرنے والا ہے اور تم چونکہ اس کے دشمن ہو اس لئے مجبور ہوگا کہ پروردگار حقیقی کے حکم سے تمہاری مخالفت کرے۔ تم اپنی ظاہری تربیت پر تو ایسی اچھی امیدیں باندھتے ہو، مگر شرم نہیں آتی کہ اس رب حقیقی کے مقابلہ میں ”اناز بکم الاعلیٰ“ کی آواز بلند کر رہے ہو۔

♦ **والدہ کی بے قراری** | موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بچہ کو دریا میں ڈال تو آئیں مگر ماں کی مامتا کہاں چین سے رہنے دیتی۔ رہ رہ کر موسیٰ کا خیال آتا تھا۔ دل سے قرار جاتا رہا۔ موسیٰ کی یاد کے سوا کوئی چیز دل میں باقی نہ رہی، قریب تھا کہ صبر و ضبط کا رشتہ ہاتھ سے چھوٹ جائے اور عام طور پر ظاہر کر دیں کہ میں نے اپنا بچہ دریا میں ڈالا ہے کسی کو خبر ہو تو لاؤ۔ لیکن خدائی الہام۔ ”اناز آذوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین“ کو یاد کر کے تسلی پاتی تھیں۔ یہ خدا ہی کا کام تھا کہ اس کے دل کو مضبوط باندھ دیا کہ خدائی راز قبل از وقت کھلنے نہ پائے۔ اور تھوڑی دیر بعد خود موسیٰ کی والدہ کو عین الیقین حاصل ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔

قَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ زَفَبَرْتٌ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ

کہہ دیا اس کی (موسیٰ کی) بہن کو پیچھے چلی جا پھر دیکھتی رہی اس کو اجنبی ہو کر اور ان کو

لَا يَشْعُرُونَ ۝۱۱ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ

خبر نہ ہوئی اور روک رکھا تھا ہم نے موسیٰ سے دایوں کو پہلے سے

فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ

پھر بولی میں بتاؤں تم کو ایک گھر والے کہ اس کو پال دیں تمہارے لیے

وَهُمْ لَهُ نَصِحُونَ ۝۱۲ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَىٰ تَقَرَّ

اور وہ اس کا بھلا جاننے والے ہیں پھر ہم نے پہنچا دیا اس کو اس کی ماں کی طرف کہ ٹھنڈی رہے

عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلٰكِنْ

اس کی آنکھ اور غمگین نہ ہو اور جانے کہ اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے اس کی آنکھ

أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۱۳ وَكَمَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ

بہت لوگ نہیں جانتے اور جب پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھل گیا

أَتَيْنَهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝۱۴ وَ

دی ہم نے اس کو حکمت اور سمجھ اور اسی طرح ہم بدل دیتے ہیں نیکی والوں کو اور

دَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ

آیا شہر کے اندر جس وقت بے خبر ہوئے تھے وہاں کے لوگ پھر پائے

فِيهَا رَجُلَيْنِ يُفْتِنَانِ ۚ هٰذَا مِنْ شَيْعَتِهِ وَهٰذَا مِنْ

اس میں دو مرد لڑتے ہوئے یہ ایک اس کے رفیقوں میں اور یہ دوسرا اس کے

حضرت موسیٰؑ کی بہن کی نگرانی | یعنی جب فرعون کے محل سرا میں صندوق کھلا اور بچہ برآمد ہوا تو شہر میں شہرت ہو گئی۔ موسیٰ کی والدہ نے اپنی بیٹی کو (جو موسیٰ کی بہن تھی) حکم دیا کہ بچہ کا پتہ لگانے کے لئے چلی جا اور علیحدہ رہ کر دیکھ کیا ماجرا ہوتا ہے۔ لڑکی ہشیار تھی، جہاں بچہ کے گرد بھیڑ لگی تھی وہاں بے تعلق اجنبی بن کر دور سے دیکھتی رہی۔ کسی کو پتہ نہ لگا کہ اس بچہ کی بہن ہے۔

حضرت موسیٰؑ آغوش مادر میں | یعنی فرعون کی بیوی نے اس ملعون کو بھی بچہ کی پرورش پر راضی کر لیا تو دودھ پلانے کی فکر ہوئی اور دائیاں طلب کی گئیں۔ مگر قدرت نے پہلے ہی سے بند لگا دیا تھا کہ موسیٰؑ اپنی ماں کے سوا کسی کا دودھ نہ پکڑے۔ سخت تشویش تھی کہ کہاں سے مرضعہ لائی جائے جس کا دودھ بچہ منہ کو لگا سکے۔ موسیٰؑ کسی عورت کا دودھ نہ پیتے تھے۔ فرعون کے آدمی اسی فکر و تجسس میں تھے کہ موسیٰؑ کی بہن نے کہا میں تم کو ایک گھرانے کا پتہ بتا سکتی ہوں جو امید ہے بچہ کو پال دیں گے اور جہاں تک ان کی طبائع کا اندازہ ہے بہت خیر خواہی اور غور و پرداخت سے پالیں گے کیونکہ شریف گھرانہ ہے اور بادشاہ کے گھر سے انعام و اکرام کی بڑی توقعات ہوں گی، پھر تربیت میں کمی کیوں کرنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی کے مشورہ کے موافق حضرت موسیٰؑ کی والدہ طلب کی گئیں۔ بس بچہ کو چھاتی سے لگانا تھا کہ اس نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کے گھر والوں کو بہت غنیمت معلوم ہوا کہ بچہ نے ایک عورت کا دودھ قبول کر لیا ہے، بڑی خوشیاں منائی گئیں اور انعام و اکرام کئے گئے۔ مرضعہ نے عذر کیا کہ میں یہاں نہیں رہ سکتی، اپنے گھر لے جا کر اس کی پرورش کروں گی۔ چنانچہ موسیٰؑ علیہ السلام امن و اطمینان کے ساتھ پھر آغوش مادری میں پہنچ گئے۔ اور فرعون کے یہاں سے جو روزینہ ان کی ماں کا مقرر ہوا وہ مفت میں رہا۔

اللہ کا وعدہ حق ہے | یعنی ”إِنَّا رَأَوْنَاهُ إِلَيْكَ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ“ میں جو دو وعدے کئے تھے ایک تو آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کس حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا۔ اور دوسرے کو اسی پر قیاس کرنے کا موقع ملا کہ بلاشبہ وہ بھی اپنے وقت پر پورا ہو کر رہے گا۔

یعنی وعدہ اللہ کا پہنچ کر رہتا ہے۔ ہاں بیچ میں بڑے بڑے پھیر پڑ جاتے ہیں۔ اس میں بہت لوگ بے یقین ہونے لگتے ہیں (موضح)

حضرت موسیٰؑ اور علم و حکمت | یعنی موسیٰؑ علیہ السلام جب اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے، تو ہم نے ان کو بہت حکمت کی باتیں سمجھائیں اور خصوصی علم و فہم عطا فرمایا کیونکہ بچپن ہی سے وہ نیک کردار تھے۔ ایسے ہونہار کو ہم اسی طرح نوازا کرتے ہیں۔

یعنی حضرت موسیٰؑ جوان ہو کر ایک روز شہر میں پہنچے جس وقت لوگ غافل پڑے سو رہے تھے شاید رات کا وقت ہو گا یا دو پہر ہوگی۔

عَدُوِّهِ ۚ فَاسْتَعَاثَ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ

دشمنوں میں پھر فریاد کی اس سے اس نے جو تھا اس کے رفیقوں میں اس کی جو تھا

عَدُوِّهِ ۚ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ ۚ قَالَ هَذَا مِنْ

اس کے دشمنوں میں پھر مکارا اس کو موسیٰ نے پھر اس کو تمام کر دیا بولا یہ ہوا

عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۗ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ

شیطان کے کام سے بے شک وہ دشمن ہے بہکانے والا صریح بولا اے میرے رب

إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ ۗ إِنَّهُ هُوَ

میں نے برا کیا اپنی جان کا (اپنا) سو بخش مجھ کو پھر اس کو بخش دیا بے شک وہی ہے

الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ

بخشنے والا مہربان بولا اے رب جیسا تو نے فضل کر دیا مجھ پر پھر میں

أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ ﴿۱۷﴾ فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ

بھی نہ ہوں گا مددگار گنہگاروں کا پھر صبح کو اٹھا اس شہر میں

خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِينَ اسْتَنْصَرُوا بِالْأَمْسِ

ڈرتا ہوا انتظار کرتا ہوا (راہ دیکھتا) پھر ناگہاں (دیکھا کہ) جس نے کل مدد مانگی تھی اس (موسیٰ) سے

يَسْتَصْرِخُهُ ۗ قَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ ﴿۱۸﴾

آج پھر فریاد کرتا ہے اس سے کہا موسیٰ نے بے شک تو بے راہ ہے صریح

فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَهُمَا ۚ

پھر جب چاہا کہ ہاتھ ڈالے اس پر جو دشمن تھا ان دونوں کا

◆ **قبطی کا واقعہ** | حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہوئے، فرعون کی قوم سے بسبب ان کے ظلم و کفر کے بیزار رہتے اور بنی اسرائیل ان کے ساتھ لگے رہتے تھے، ان کی والدہ کا گھر شہر سے باہر تھا۔ حضرت موسیٰ کبھی وہاں جاتے کبھی فرعون کے گھر آتے۔ فرعون کی قوم (قبط ان کی دشمن تھی کہ غیر قوم کا ہے) اس لیے کہ زور پکڑ جائے۔ ایک روز دیکھا کہ دو شخص آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ایک اسرائیلی دوسرا قبطی۔ اسرائیلی نے موسیٰ کو دیکھ کر فریاد کی کہ مجھے اس قبطی کے ظلم سے چھڑاؤ۔ کہتے ہیں قبطی فرعون کے مطبخ کا آدمی تھا۔ موسیٰ پہلے ہی قبطیوں کے ظلم و ستم کو جانتے تھے۔ اس وقت آنکھ سے اس کی زیادتی دیکھ کر رہ گئے حمیت پھڑک اٹھی۔ ممکن ہے سمجھانے بجھانے میں قبطی نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی کوئی سخت لفظ کہا ہو۔ جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے غرض موسیٰ علیہ السلام نے اس کی تادیب و گوشالی کے لئے ایک گھونسہ رسید کیا ماشاء اللہ بڑے طاقتور جوان تھے ایک ہی گھونسہ میں قبطی نے پانی نہ مانگا۔

◆ **قبطی کی موت** | خود موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ اندازہ نہ تھا کہ ایک گھونسہ میں اس کم بخت کا کام تمام ہو جائے گا۔ پچھتائے کہ بے قصد خون ہو گیا۔ مانا کہ قبطی کا فرح ربی تھا، ظالم تھا، اور موسیٰ علیہ السلام کی نیت بھی محض ادب دینے کی تھی، جان سے مار ڈالنے کی نہ تھی۔ مگر ظاہر ہے اس وقت کوئی معرکہ جہاد نہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے قبطی قوم کو کوئی الٹی میٹم نہیں دیا تھا۔ بلکہ مصر میں ان کی بود و ماند کا شروع سے جو طرز عمل رہا تھا اس سے لوگ مطمئن تھے کہ وہ یونہی کسی کی جان و مال لینے والے نہیں پھر ممکن ہے غیظ و غضب کے جوش میں معاملہ کی تحقیق بھی سرسری ہوئی ہو اور مکار مارتے وقت پوری طرح اندازہ نہ رہا کہ کتنی ضرب تادیب کے لئے کافی ہے ادھر اس بلا ارادہ قتل سے اندیشہ تھا کہ فرقہ وارانہ اشتعال پیدا ہو کر دوسرے مصائب و فتن کا دروازہ نہ کھل جائے۔

◆ **حضرت موسیٰ کا استغفار** | اس لئے اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ اور سمجھے کہ اس میں کسی درجہ تک شیطان کا دخل ہے انبیاء علیہم السلام کی فطرت ایسی پاک و صاف اور ان کی استعداد اس قدر اعلیٰ ہوتی ہے کہ نبوت ملنے سے پیشتر ہی وہ اپنے ذرہ ذرہ عمل کا محاسبہ کرتے ہیں اور ادنیٰ سی لغزش یا خطائے اجتہادی پر بھی حق تعالیٰ سے رور و کر معافی مانگتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے اپنی تقصیرات کا اعتراف کر کے معافی چاہی جو دے دی گئی اور غالباً اس معافی کا علم ان کو بذریعہ الہام وغیرہ ہوا ہوگا۔ آخر پیغمبر لوگ نبوت سے پہلے ولی تو ہوتے ہیں۔

◆ **یعنی آپ نے جیسے اپنے فضل سے مجھ کو عزت، راحت، قوت عطا فرمائی اور میری تقصیرات کو معاف کیا اس کا شکریہ ہے کہ میں آئندہ کبھی مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔** شاید اس فریادی (اسرائیلی) کی بھی کچھ تقصیر معلوم ہوئی ہوگی، مجرم اسے کہا ہو۔ یا مجرمین سے کفار اور ظالم لوگ مراد ہوں۔ یعنی تیری دی ہوئی قوتوں کو آئندہ بھی کبھی ان کی حمایت و اعانت میں خرچ نہ کروں گا۔ یا مجرمین سے شیاطین مراد ہوں یعنی شیاطین کے مشن میں ان کا مددگار کبھی نہ ہوں گا کہ وہ وسوسہ اندازی کر کے مجھ سے ایسا کام کرا دیں جس پر بعد کو پچھتا نا پڑے۔ یا اسرائیلی کو مجرم اس حیثیت سے کہا کہ وہ وقوع جرم کا سبب بنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

◆ **یعنی انتظار کرتے اور راہ دیکھتے تھے کہ مقتول کے وارث فرعون کے پاس فریاد لے گئے ہوں گے دیکھئے کس پر جرم ثابت ہو اور مجھ سے کیا سلوک کریں۔**

◆ **یعنی اسی اسرائیلی کی لڑائی آج کسی اور سے ہو رہی تھی۔**

◆ **اسرائیلی اور قبطی کا جھگڑا** | یعنی روز ظالموں سے الجھتا ہے اور مجھ کو لڑواتا ہے۔

قَالَ يُمُوسَىٰ أُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ بِكَ مِثْلَ مَا نُمُنُّ لَكَ إِذْ قُلْنَا لَمَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَبْعَكَ إِلَىٰ قَوْمِ قَاهِنٍ وَأَنْتَ تَكْفُرُ ۗ

بول امشا (فریاد کرنے والا) اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ خون کرے میرا جیسے خون کر چکا ہے کل

بِالْأَمْسِ ۗ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِي

ایک جان کا ♦ تیرا یہی جی چاہتا ہے کہ زبردستی کرتا پھرے

الْأَرْضِ وَمَا نُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ بِكَ مِثْلَ مَا نُمُنُّ لَكَ إِذْ قُلْنَا لَمَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَبْعَكَ إِلَىٰ قَوْمِ قَاهِنٍ وَأَنْتَ تَكْفُرُ ۗ

ملک میں اور نہیں چاہتا کہ ہو صلح کرادینے والا ♦ اور آیا

رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدْيَنَةِ يَسْعَىٰ زَقَالَ يُمُوسَىٰ إِنْ

شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا کہا اے موسیٰ

الْمَلَأَ بِأَنْتُمْرُونَ بِكَ لَيَقْتُلُونَكَ فَأَخْرِجْ إِنِّي لَكَ مِنَ

دربار والے مشورہ کرتے ہیں تجھ پر کہ تجھ کو مار ڈالیں سو نکل جا میں تیرا

النَّصِيحِينَ ۗ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۗ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي

بھلا چاہنے والا ہوں ♦ پھر نکلا وہاں سے ڈرتا ہوا راہ دیکھتا بولا اے رب بچالے مجھ

مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۗ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تَلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ

کو اس قوم بے انصاف سے اور جب منہ کیا مدین کی سیدھ پر بولا

عَسَىٰ رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَاءَ السَّبِيلِ ۗ وَلَمَّا وَرَدَ

امید ہے کہ میرا رب لے جائے مجھ کو سیدھی راہ پر ♦ اور جب پہنچا

مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ۗ وَ

مدین کے پانی پر پایا وہاں ایک جماعت کو لوگوں کی پانی پلاتے ہوئے ♦ اور

ہاتھ ڈالنا چاہا اس ظالم پر بول اٹھا مظلوم جانا کہ زبان سے مجھ پر غصہ کیا ہے، ہاتھ بھی مجھ پر چلائیں گے۔ وہ کل کا خون چھپا رہا تھا کہ کس نے کیا، آج اس کی زبان سے مشہور ہوا۔ (موضح)

قبطی کا حضرت موسیٰ کو الزام دینا | یعنی زور زبردستی سے قتل کرنا ہی آتا ہے، یہ نہیں کہ سمجھا بچھا کر فریقین میں صلح کرادے۔

فرعون کے اہل دربار کا مشورہ | یعنی خون کی خبر فرعون کو پہنچ گئی۔ وہاں مشورے ہوئے کہ غیر قوم کے آدمی کا یہ حوصلہ ہو گیا ہے کہ شاہی قوم کے افراد اور سرکاری ملازموں کو قتل کر ڈالے۔ سپاہی دوڑائے گئے کہ موسیٰ کو گرفتار کر کے لائیں۔ شاید مل جاتے تو قتل کرتے، اسی مجمع میں سے ایک نیک طینت کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی خیر خواہی ڈال دی۔ وہ جلدی کر کے مختصر راستہ سے بھاگا ہوا آیا۔ اور حضرت موسیٰ کو واقعہ کی اطلاع کر کے مشورہ دیا کہ تم فوراً شہر سے نکل جاؤ۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ سنایا ہمارے پیغمبر کو کہ لوگ ان کی جان لینے کی فکر کریں گے اور وہ بھی وطن سے نکلیں گے۔ چنانچہ کافر سب اکٹھے ہوئے تھے کہ ان پر مل کر چوٹ کریں، اسی رات میں آپ وطن سے ہجرت کر گئے۔

حضرت موسیٰ کی مصر سے روانگی | حضرت موسیٰ مصر سے نکل کھڑے ہوئے، راہ سے واقف نہ تھے۔ اللہ سے درخواست کی کہ سیدھی راہ پر چلائے۔ اس نے ”مدین“ کی سیدھی سڑک پر ڈال دیا۔ جہاں پہنچا کر انہیں امن و اطمینان کے ساتھ متاہل بنانا تھا۔ صرف یہ ہی نہیں، بلکہ بہت دور تک کی سیدھی راہ پر لے چلنا تھا۔

مدین میں آمد | ”مدین“ ”مصر“ سے آٹھ دس دن کی راہ ہے۔ وہاں پہنچے بھوکے پیاسے، دیکھا کنوئیں پر لوگ اپنے مواشی کو پانی پلا رہے ہیں۔

وَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا

پایان سے ورے دو عورتوں کو کہ روکے ہوئے کھڑی تھیں اپنی کمریاں (اپنے جانور) بولا تمہارا کیا حال ہے

قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصَدِّقَ الرَّعَاءُ سَكَنَةً وَأَبُونَا شَيْخٌ

بولیں ہم نہیں پلاتیں پانی چرواہوں کے پھیر لیجانے تک اور ہمارا باپ بوڑھا ہے

كَبِيرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقَى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ

بڑی عمر کا پھر اس نے پانی پلا دیا ان کے جانوروں کو پھر ہٹ کر آیا چھانڈوں (سایہ) کی طرف بولا اے رب

إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا

تو جو چیز اتارے میری طرف اچھی میں اس کا محتاج ہوں پھر آئی اس کے پاس ان دونوں میں سے ایک

تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ

چلتی تھی شرم سے بولی میرا باپ تجھ کو بلاتا ہے کہ بدلے میں دے

أَجْرًا مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ

حق اس کا کہ تو نے پانی پلا دیا ہمارے جانوروں کو پھر جب پہنچا اس کے پاس اور بیان کیا اس سے

الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۲۵﴾

احوال کہامت ڈر بچ آیا تو اس قوم بے انصاف سے

قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا بَتِ اسْتَأْجِرُهُ ز إِنَّ خَيْرَ مَنِ

بولی ان دونوں میں سے ایک اے باپ اس کو نو کر رکھ لے البتہ بہتر نو کر جس کو

اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ﴿۲۶﴾ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ

تو رکھنا چاہے وہ ہے جو زور آور ہو امانت دار کہا میں چاہتا ہوں کہ بیاہ دوں تجھ کو

دو عورتیں | وہ دونوں بکریاں لے کر حیا سے کنارے کھڑی تھیں۔ اتنی قوت نہ تھی کہ مجمع کو ہٹادیں یا بذات خود بھاری ڈول نکال لیں۔ شاید اوروں سے بچا ہوا پانی پلاتی ہوں۔

یعنی ہمارا اب جوان اور توانا ہوتا تو ہم کو آنا نہ پڑتا۔ وہ خود ان مردوں سے نبٹ لیا کرتا۔

عورتوں کی مدد | پیغمبروں کے فطری جذبات و ملکات ایسے ہوتے ہیں، تھکے ماندے، بھوکے پیاسے تھے کہ غیرت آئی کہ میری موجودگی میں یہ صنف ضعیف ہمدردی سے محروم رہے۔ اٹھے اور مجمع کو ہٹا کر یا ان کے بعد کنوئیں سے تازہ پانی نکال کر لڑکیوں کے جانوروں کو سیراب کیا۔

حضرت موسیٰ کی دعا | یعنی اے اللہ کسی عمل کی اجرت مخلوق سے نہیں چاہتا۔ البتہ تیری طرف سے کوئی بھلائی پہنچے اس کا ہمہ وقت محتاج ہوں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”عورتوں نے پہچانا کہ چھاؤں پکڑتا ہے مسافر ہے۔ دور سے آیا ہوا، تھکا، بھوکا۔ جا کر اپنے باپ سے کہا (وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے علی القول المشہور) ان کو درکار تھا کہ کوئی مرد ملے نیک بخت جو بکریاں تھامے اور بیٹی بھی بیاہ دیں۔“ (موضح)

جیسا کہ شریف اور پاکباز عورتوں کا قاعدہ ہے۔ کہتے ہیں کہ شرم کے مارے چہرہ چھپا کر بات کی۔

لڑکی کا حضرت موسیٰ کو دعوت دینا | حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کر رہے تھے۔ اس نے اپنے فضل سے غیر متوقع طور پر خیر بھیجی، تو قبول کیوں نہ کرتے۔ اٹھ کر عورت کے ساتھ ہو لئے۔ لکھتے ہیں کہ چلتے وقت اس کو ہدایت فرمائی کہ میں آگے چلوں گا تم پیچھے آؤ۔ مبادا اجنبیہ پر عمداً نظر کرنے کی نوبت آئے۔ چنانچہ وہ پیچھے پیچھے راستہ بتلاتی ان کو لے کر گھر پہنچی۔

حضرت شعیب سے ملاقات اور مدد کا وعدہ | موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب کو اپنی ساری سرگذشت کہہ سنائی۔ انہوں نے تسلی دی اور فرمایا کہ اب تو اس ظالم قوم کے پنچے سے بچ نکلا۔ انشاء اللہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے (مدین فرعون کی حدود سلطنت سے باہر تھا)

حضرت موسیٰ کی قوت و امانت | یعنی موسیٰ میں دونوں باتیں موجود ہیں۔ زور دیکھا، ڈول نکالنے یا مجمع کو ہٹادینے سے، اور امانت دار سمجھا بے طمع اور عفیف ہونے سے۔

إِحْدَى ابْنَتَيَّ هُنَيْنٍ عَلَا أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَنِي حَبِجٍ ۚ

ایک بیٹی اپنی ان دونوں میں سے اس شرط پر کہ تو میری نوکری کرے آٹھ برس

فَإِنْ أَنْسَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَا أُرِيدُ أَنْ

پھر اگر تو پورے کر دے دس برس تو وہ تیری طرف سے ہے اور میں نہیں چاہتا کہ

أَشُقَّ عَلَيْكَ ۖ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۲۷﴾

تجھ پر تکلیف ڈالوں تو پائے گا مجھ کو اگر اللہ نے چاہا نیک بختوں سے

قَالَ ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ ۖ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ

یو لایہ وعدہ ہو چکا میرے اور تیرے بیچ جو کسی مدت ان دونوں میں پوری کر دوں

فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿۲۸﴾

سوز یا دقتی نہ ہو مجھ پر اور اللہ پر بھروسہ اس چیز کا جو ہم کہتے ہیں

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَىٰ الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ

پھر جب پوری کر چکا موسیٰ وہ مدت اور لیکر چلا اپنے گھر والوں کو دیکھی

مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا ۚ قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي

کوہ طور کی طرف سے ایک آگ کہا اپنے گھر والوں کو ٹھہرو میں نے

أَنْتُمْ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ

دیکھی ہے ایک آگ شاید لے آؤں تمہارے پاس وہاں کی کچھ خبر یا انگارا

مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ

آگ کا تاکہ تم تاپو (سینلو) پھر جب پہنچا اس کے پاس آواز ہوئی

حضرت موسیٰ کا معاہدہ مہر | شاید یہ ہی خدمت لڑکی کا مہر تھا۔ ہمارے حنفیہ کے ہاں اب بھی اگر بالغہ راضی ہو تو اس طرح کی خدمت اقارب مہر ٹھہر سکتا ہے (کذا نقلہ الشیخ الانور اطال اللہ بقاءہ) یہاں صرف نکاح کی ابتدائی گفتگو مذکور ہے۔ ظاہر ہے حضرت شعیت نے نکاح کرتے وقت ایک لڑکی کی تعیین اور اس کی رضا مندی حاصل کر لی ہوگی۔

❖

یعنی کم از کم آٹھ برس میری خدمت میں رہنا ضروری ہوگا۔ اگر دو سال اور زائد رہے تو تمہارا تبرع ہے۔

❖

یعنی کوئی سخت خدمت تم سے نہ لوں گا، تم کو میرے پاس رہ کر انشاء اللہ خود تجربہ ہو جائے گا کہ میں بری طبیعت کا آدمی نہیں۔ بلکہ خدا کے فضل سے نیک بخت ہوں، میری صحبت میں تم گھبراؤ گے نہیں، بلکہ مناسبت طبع کی وجہ سے انس حاصل کرو گے۔

❖

یعنی مجھے اختیار ہوگا کہ آٹھ برس رہوں یا دس برس۔ بہر حال جو معاہدہ ہو چکا خدا کے بھروسہ پر مجھے منظور ہے۔ اللہ کو گواہ بنا کر معاملہ ختم کرتا ہوں۔ احادیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے بڑی مدت (یعنی دس برس) پورے کئے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”ہمارے حضرت بھی وطن سے نکلے، سو آٹھ برس پیچھے آ کر مکہ فتح کیا۔ اگر چاہتے اسی وقت کافروں سے شہر خالی کرا لیتے لیکن اپنی خوشی سے دس برس پیچھے کافروں سے پاک کیا۔“

❖

شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبْرَكَةِ مِنَ

میدان کے داغنے کنارے سے برکت والے تختے (جگہ) میں ایک

الشَّجَرَةِ أَنْ يُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۰﴾ وَ

درخت سے کہے موسیٰ میں ہوں میں اللہ جہان کا رب اور

أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ

یہ کہ ڈال دے اپنی لاشی پھر جب دیکھا اس کو پھینھناتے (پھن ہلاتے جیسے پتلا سانپ) جیسے سانپ کی شکال کا پتھر

مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يُوسَىٰ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۚ قَفَا

منہ موڑ کر اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر اے موسیٰ آگے اور مت ڈر

إِنَّكَ مِنَ الْأَمِينِينَ ﴿۳۱﴾ أَسْلُكُ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ

تجھ کو کچھ خطرہ نہیں ڈال اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں نکل آئے

بِيضَاءٍ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۚ وَاصُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ

سفید ہو کر نہ کہ کسی برائی سے اور ملا لے اپنی طرف اپنا بازو

الرَّهْبِ ۚ فَذُنُوكَ بُرْهَانٍ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ ۚ وَ

ڈر سے سو یہ دو سندیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور

مَلَائِكَةٍ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي

اس کے سرداروں پر بے شک وہ تھے لوگ نافرمان بولا اے رب میں نے

قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿۳۳﴾ وَأَخِي

خون کیا ہے ان میں ایک جان کا سوڈرتا ہوں کہ مجھ کو مار ڈالیں گے اور میرا بھائی

طُور پر درخت سے آواز کا سننا | یہ وہ ہی درخت تھا جس پر آگ بھڑکتی ہوئی نظر آئی۔



تجلی الہی | شروع رکوع سے یہاں تک کے مفصل واقعات سورہ ”طہ“ وغیرہ میں گذر چکے ملاحظہ کر لئے جائیں۔



یعنی بازو کو پہلو سے ملا لو۔ سانپ وغیرہ کا ڈر جاتا رہے گا۔ شاید آگے کے لئے بھی خوف زائل کرنے کی یہ ترکیب بتلائی ہو۔



معجزہ عصا وید بیضاء | یعنی معجزہ ”عصا“ و ”ید بیضاء“ بطور سند نبوت کے دیئے گئے ہیں تا فرعون اور اس کی قوم پر اتمام حجت کر سکے۔



یعنی پہنچتے ہی قتل کر دیا تو آپ کی دعوت کیسے پہنچاؤں گا۔



هُرُونَ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا

ہارون اس کی زبان چلتی ہے مجھ سے زیادہ سواں کو بھیج میرے ساتھ مدد کو

يَصِدِّقُنِي زَيْتِي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ﴿٣٧﴾ قَالَ سَنُنْذِرُ

کہ میری تصدیق کرے میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو جھوٹا کریں ﴿۳۷﴾ فرمایا ہم مضبوط کر دیں گے

عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكَمَا سُلْطَنَا فَلَا

تیرے بازو کو تیرے بھائی سے اور دیں گے تم کو غلبہ پھر

يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ۖ بِآيَاتِنَا ۖ أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا

وہ نہ پہنچ سکیں گے تم تک ہماری نشانیوں سے تم اور جو تمہارے ساتھ ہو

الْغَالِبُونَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَى بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ

غالب رہو گے ﴿۳۵﴾ پھر جب پہنچا ان کے پاس موسیٰ لے کر ہماری نشانیاں کھلی ہوئی

قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرٍ وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا

بولے اور کچھ نہیں یہ جادو ہے باندھا ہوا ﴿۳۶﴾ اور ہم نے سنا نہیں یہ

فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿٣٦﴾ وَقَالَ مُوسَى رَبِّي أَعْلَمُ

اپنے اگلے باپ دادوں میں ﴿۳۶﴾ اور کہا موسیٰ نے میرا رب تو خوب جانتا ہے

بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ تَكُونُ لَهُ

جو کوئی لایا ہے ہدایت کی بات اس کے پاس سے اور جس کو ملے گا

عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٣٧﴾ وَقَالَ

آخرت کا گھر بے شک بھلا نہ ہوگا بے انصافوں کا ﴿۳۷﴾ اور بولا

حضرت ہارونؑ کی رفات کی درخواست | یعنی کوئی تصدیق و تائید کرنے والا ساتھ ہو تو فطرۃ دل مضبوط و قوی رہتا ہے۔ اور ان کے جھٹلانے پر اگر بحث و مناظرہ کی نوبت آجائے تو میری زبان کی لکنت ممکن ہے بولنے میں رکاوٹ ڈالے۔ اس وقت ہارونؑ کی رفاقت مفید ہوگی۔ کیونکہ ان کی زبان زیادہ صاف اور تیز ہے۔

غلبہ و نصرت کا وعدہ | یعنی دونوں درخواستیں منظور ہیں، ہارون تمہارے قوت بازو رہیں گے اور فرعونوں کو تم پر کچھ دسترس نہ ہوگی۔ ہماری نشانوں کی برکت سے۔ تم اور تمہارے ساتھی ہی غالب و منصور رہیں گے۔

فرعونیوں کا نبوت سے انکار | یعنی معجزات دیکھ کر کہنے لگے جادو ہے اور جو باتیں خدا کی طرف منسوب کر کے کہتا ہے وہ بھی جادو کی باتیں ہیں جو خود تصنیف کر کے لے آیا، اور دعویٰ کرنے لگا کہ خدا نے مجھ پر وحی کی ہے۔ حقیقت میں وحی وغیرہ کچھ نہیں۔ محض ساحرانہ تخیل و افتراء ہے۔

یعنی جو باتیں یہ کرتا ہے (مثلاً ایک خدا نے ساری دنیا کو پیدا کیا، اور ایک وقت سب کو فنا کر کے دوبارہ زندہ کرے گا پھر حساب کتاب ہوگا اور مجھ کو اس نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، وغیرہ وغیرہ) اپنے اگلے بزرگوں سے ہمارے کانوں میں یہ چیزیں کبھی نہیں پڑیں۔

حضرت موسیٰؑ کا جواب | یعنی خدا خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں اور اسی کے پاس سے ہدایت لایا ہوں اس لئے انجام میرا ہی بہتر ہوگا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں دیکھ کر اور دلائل صداقت سن کر نا انصافی سے حق کو جھٹلاتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ انجام کار ان کو ذلت و ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

فِرْعَوْنَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي ۚ

فرعون اے دربار والو مجھ کو تو معلوم نہیں تمہارا کوئی حاکم ہو میرے سوا

فَأَوْقَدْ لِي يَهَامُنُ عَلَى الطِّبْنِ فَأَجْعَلُ لِي صَرْحًا

سو آگ دے اے ہامان میرے واسطے سو آگ دے اے ہامان میرے واسطے ایک محل

لَعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَى إِلَهِ مُوسَى ۚ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ

تا کہ میں جھانک کر دیکھ لوں موسیٰ کے رب کو اور میری انکل میں تو وہ

الْكٰذِبِيْنَ ۝۳۸ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ

جھوٹا ہے اور بڑائی کرنے لگے وہ اور اس کے لشکر ملک میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُم إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ۝۳۹

ناحق اور سمجھے کہ وہ ہماری طرف پھر کر نہ آئیں گے

فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانظُرْ كَيْفَ

پھر پکڑا ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پھر پھینک دیا ہم نے انکو دریا میں سو دیکھ لے کیسا ہوا

كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِيْنَ ۝۴۰ وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يُّدْعَوْنَ

انجام گنہگاروں کا اور کیا ہم نے ان کو پیشوا کہ بلا تے ہیں

إِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ۝۴۱ وَأَتَّبَعْنَاهُمْ

دوزخ کی طرف اور قیامت کے دن ان کو مدد نہ ملے گی اور پیچھے رکھ دی ہم نے ان پر

فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ

اس دنیا میں پھٹکار اور قیامت کے دن ان پر

❖ فرعون کا استہزاء | یعنی اپنے وزیر ہامان کو کہا کہ اچھا اینٹوں کا ایک پزاوہ لگواؤ تا کہ پکی اینٹوں کی خوب اونچی عمارت بنوا کر اور آسمان کے قریب ہو کر میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں کہ کہاں ہے اور کیسا ہے۔ کیونکہ زمین میں تو مجھے کوئی خدا اپنے سوا نظر نہیں پڑتا۔ آسمان میں بھی خیال تو یہ ہی ہے کہ کوئی نہ ہوگا، تاہم موسیٰ کی بات کا جواب ہو جائے گا۔ یہ بات ملعون نے استہزاء و تمسخر سے کہی اور ممکن ہے اس قدر بدحواس و پاگل ہو گیا ہو کہ اس طرح کی لچر پوچ اور مضحکہ خیز تجویزیں سوچنے لگا۔

❖ فرعون اور اس کی قوم کے غرور کا انجام | یعنی انجام سے بالکل غافل ہو کر لگے ملک میں تکبر کرنے یہ نہ سمجھا کہ کوئی ان کی گردن نیچی کرنے والا اور سر توڑنے والا بھی موجود ہے۔ آخر خداوند قہار نے اس کو لاؤ لشکر سمیت بحر قلزم میں غرق کر دیا تا یادگار رہے کہ بد بخت ظالموں کا جو انجام سے غافل ہوں ایسا انجام ہوا کرتا ہے۔ غرق وغیرہ کے واقعات کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

❖ دوزخیوں کے امام | یعنی یہاں ضلالت و طغیان میں پیش پیش تھے اور لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے وہاں بھی ان کو دوزخیوں کے آگے امام بنا کر رکھا جائے گا۔ ”يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبَشَّ الْوَرْدُ الْمَوْرُودُ“ (ہود۔ رکوع ۹)

❖ یعنی یہاں کے لشکر وہاں کام نہ دیں گے نہ کسی طرف سے کوئی مدد پہنچ سکے گی۔ اپنے لاؤ لشکر سمیت جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

الْمَقْبُوحِينَ ﴿۴۲﴾ ۴ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ

برائی ہے ﴿۴۲﴾ اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب بعد اس کے

مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بِصَآئِرِ النَّاسِ وَهَدَىٰ

کہ ہم غارت کر چکے پہلی جماعتوں کو ﴿۴۳﴾ بچھانے والی لوگوں کو اور راہ بتانے والی

وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۴۳﴾ ۴ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ

اور رحمت تاکہ وہ یاد رکھیں ﴿۴۳﴾ اور تو نہ تھا غرب کی

الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ

طرف جب ہم نے بھیجا موسیٰ کو حکم ﴿۴۴﴾ اور نہ تھا تو

الشَّاهِدِينَ ﴿۴۴﴾ ۴ وَلَكِنَّا أَنْشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ

دیکھنے والا لیکن ہم نے پیدا کیں کئی جماعتیں پھر دراز ہوئی ان پر

الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًّا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوا

مدت ﴿۴۵﴾ اور تو نہ رہتا تھا مدین والوں میں کہ ان کو

عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿۴۵﴾ ۴ وَمَا كُنْتَ

ساتا ہماری آیتیں پر ہم رہے ہیں رسول بھیجتے ﴿۴۵﴾ اور تو نہ تھا

بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَكِنْ رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ

طور کے کنارے جب ہم نے آواز دی لیکن یہ انعام ہے تیرے رب کا ﴿۴۶﴾

لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَتْهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ

تاکہ تو ڈر سنادے ان لوگوں کو جن کے پاس نہیں آیا کوئی ڈر سنانے والا تجھ سے پہلے

- ❖ دنیا میں لعنت | یعنی آخرت کی برائی اور بد انجامی تو الگ رہی، دنیا ہی میں لوگ رہتی دنیا تک ایسوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔
- ❖ نزول تورات کے بعد دنیا میں ایسے غارت کے عذاب کم آئے۔ بجائے اہلاک سماوی کے جہاد کا طریقہ مشروع کر دیا گیا۔ کیونکہ کچھ لوگ احکام شریعت پر قائم رہا کئے۔
- ❖ تورات ہدایت ہے | یعنی تورات جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ بڑی فہم و بصیرت عطا کرنے والی، لوگوں کو راہ ہدایت پر چلانے والی، اور مستحق رحمت بنانے والی کتاب تھی تا لوگ اسے پڑھ کر اللہ کو یاد رکھیں۔ احکام الہی سیکھیں اور پسند و نصیحت حاصل کریں، سچ تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے بعد ہدایت میں تورات شریف ہی کا درجہ ہے اور آج جب کہ اس کے پیروؤں نے اسے ضائع کر دیا، قرآن ہی اس کے ضروری علوم و ہدایات کی حفاظت کر رہا ہے۔
- ❖ یعنی کوہ طور کے غرب کی جانب جہاں موسیٰ کو نبوت اور تورات ملی۔
- ❖ آنحضرت ﷺ کی نبوت پر استدلال | یعنی تو اس وقت کے واقعات تو ایسی صحت و صفائی اور بسط و تفصیل سے بیان کر رہا ہے جیسے وہیں ”طور“ کے پاس کھڑا دیکھ رہا ہو۔ حالانکہ تمہارا موقع پر موجود نہ ہونا ظاہر ہے اور ویسے بھی سب جانتے ہیں تم امی ہو۔ کسی عالم کی صحبت میں بھی نہیں رہے۔ نہ ٹھیک ٹھیک صحیح واقعات کا کوئی جید عالم مکہ میں موجود تھا۔ پھر غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ علم کہاں سے آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اقوام دنیا پر مدتیں اور قرن گذر گئے، مرورد ہور سے وہ علوم محرف و مندرس ہوتے جا رہے تھے اور وہ ہدایات مٹی جا رہی تھیں۔ لہذا اس علیم و خبیر کا ارادہ ہوا کہ ایک امی کی زبان سے بھولے ہوئے سبق یاد دلانے جائیں اور ان عبرتناک و موعظت آمیز واقعات کا ایسا صحیح نوٹ دنیا کے سامنے پیش کر دیا جائے جس پر نظر کر کے بے اختیار ماننا پڑے کہ اس کا پیش کرنے والا موقع پر موجود تھا اور اپنی آنکھوں سے من و عن کیفیات کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ پس ظاہر ہے کہ تم تو وہاں موجود نہ تھے، بجز اس کے کیا کہا جائے کہ جو خدا آپ کی زبان سے بول رہا ہے اور جس کے سامنے ہر غائب بھی حاضر ہے۔ یہ بیان اسی کا ہوگا۔
- ❖ آنحضرت ﷺ کو پچھلے واقعات کا مکمل علم | یعنی موسیٰ علیہ السلام کو ”مدین“ جا کر جو واقعات پیش آئے ان کا اس خوبی و صحت سے بیان تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا اس وقت تم شان پیغمبری کے ساتھ وہیں سکونت پذیر تھے اور جس طرح آج اپنے وطن مکہ میں اللہ کی آیات پڑھ کر سنار ہے ہو، اس وقت ”مدین“ والوں کو سناتے ہو گے حالانکہ یہ چیز صریحاً منہی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہم ہمیشہ سے پیغمبر بھیجتے رہے ہیں جو دنیا کو غفلت سے چونکاتے اور گذشتہ عبرتناک واقعات یاد دلاتے رہیں۔ اسی عام عادت کے موافق ہم نے اس زمانہ میں تم کو رسول بنا کر بھیجا کہ پچھلے قصے یاد دلاؤ۔ اور خواب غفلت سے مخلوق کو بیدار کرو۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ٹھیک ٹھیک واقعات کا صحیح علم تم کو دیا جائے اور تمہاری زبان سے ادا کرایا جائے۔
- ❖ یعنی جب موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی ”إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ“ تم وہاں کھڑے سن نہیں رہے تھے۔ یہ حق تعالیٰ کا انعام ہے کہ آپ کو ان واقعات و حقائق پر مطلع کیا اور تمہارے ساتھ بھی اسی نوعیت کا برتاؤ کیا جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔ گویا ”جبل النور“ (جہاں غار حرا ہے) اور ”مکہ“ ”مدینہ“ میں ”جبل طور“ اور ”مدین“ کی تاریخ دہرا دی گئی۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۶﴾ وَلَوْ لَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَةٌ

تا کہ وہ یاد رکھیں ♦ اور اتنی بات کے لیے کہ کبھی آن پڑے ان پر آفت

بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْ لَا أَرْسَلْتَ

ان کاموں کی وجہ سے جن کو بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ تو کہنے لگیں اے رب ہمارے کیوں نہ بھیج دیا

إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۷﴾

ہمارے پاس کسی کو پیغام دے کر تو ہم چلتے تیری باتوں پر اور ہوتے ایمان والوں میں ♦

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْ لَا آوْتِنَا

پھر جب پہنچی ان کو ٹھیک بات ہمارے پاس سے کہنے لگے کیوں نہ ملا اس رسول کو

مِثْلَ مَا آوْتِنَا مُوسَىٰ ۗ أَوْلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا آوْتِنَا مُوسَىٰ

جیسا ملا تھا موسیٰ کو ♦ کیا ابھی منکر نہیں ہو چکے اس سے جو موسیٰ کو ملا تھا

مِنْ قَبْلُ ۗ قَالُوا سِحْرِنَ تَظَاهَرَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَنَا بِكُلِّ

اس سے پہلے ♦ کہنے لگے دونوں جادو ہیں آپس میں موافق اور کہنے لگے ہم دونوں کو

كُفْرُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ فَأَنتُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ إِتِّفَاقٌ ۗ هُوَ

نہیں مانتے ♦ تو کہہ اب تم لاؤ کوئی کتاب اللہ کے پاس کی جو

أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبَعُهُ ۚ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۹﴾ فَإِنْ لَمْ

ان دونوں سے بہتر ہو کہ میں اس پر چلوں اگر تم سچے ہو ♦ پھر اگر

يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۗ وَمَنْ

نہ کر لائیں تیرا کہا تو جان لے کہ وہ چلتے ہیں نرمی (صرف) اپنی خواہشوں پر اور اس سے

یعنی عرب کے لوگوں کو یہ چیزیں بتلا کر خطرناک عواقب سے آگاہ کر دیں۔ ممکن ہے وہ سن کر یاد رکھیں اور نصیحت پکڑیں۔ تنبیہ "مَا أُنذِرَ آبَاؤَهُمْ" سے شاید آباؤے اقرین مراد ہوں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسالت اللہ کی نعمت ہے | یعنی پیغمبر کا ان میں بھیجنا خوش قسمتی ہے۔ اگر بدون پیغمبر بھیجے اللہ تعالیٰ ان کی کھلی ہوئی بے عقلیوں اور بے ایمانیوں پر سزا دینے لگتا تب بھی ظلم نہ ہوتا، لیکن اس نے احسان فرمایا اور کسی قسم کی معقول عذر داری کا موقع نہیں چھوڑا۔ ممکن تھا سزا دہی کے وقت کہنے لگتے کہ صاحب ہمارے پاس پیغمبر تو بھیجا نہیں جو ہم کو ہماری غلطیوں پر کم از کم متنبہ کر دیتا، ایک دم پکڑ کر عذاب میں دھر گھسیٹا۔ اگر کوئی پیغمبر آتا تو دیکھ لیتے ہم کیسے نیک اور ایماندار ثابت ہوتے۔

یعنی رسول نہ بھیجتے تو کہتے رسول کیوں نہ بھیجا۔ اب رسول تشریف لائے جو تمام پیغمبروں سے شان ورتبہ میں بڑھ کر ہیں تو کہتے ہیں کہ صاحب! ہم تو اس وقت مانتے جب دیکھتے کہ ان سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح "عصا" اور "ید بیضاء" وغیرہ کے معجزات ظاہر ہوتے اور ان کے پاس بھی تورات کی طرح ایک دم ایک کتاب اترتی یہ کیا کہ دو دو چار چار آیتیں پیش کرتے ہیں۔

یعنی موسیٰ کے معجزات اور کتاب ہی کو کہاں سب نے مان لیا تھا؟ شبہ نکالنے والے ان کو بھی "بسخن مفتوری" کہتے رہے جیسا کہ ابھی ایک دور کو ع پہلے گذرا بس جن کو ماننا منظور نہیں ہوتا وہ ہر بات میں کچھ نہ کچھ احتمالات نکال لیتے ہیں۔

کفار مکہ کی ہٹ دھرمی | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "مکہ کے کافر حضرت موسیٰ کے معجزے سن کر کہنے لگے کہ ویسا معجزہ اس نبی کے پاس ہوتا تو ہم مانتے، جب "یہود" سے پوچھا تو "تورات" کی باتیں اس نبی کے موافق اور اپنی مرضی کے خلاف سنیں، مثلاً یہ کہ بت پرستی کفر ہے، آخرت کا جینا برحق ہے اور جو جانور اللہ کے نام پر ذبح نہ ہو مردار ہے (اور عرب میں ایک نبی آخر الزمان آئیں گے جن کی یہ نشانیاں ہوں گی وغیرہ وغیرہ) تب لگے دونوں کو جواب دینے۔ "کہ" "تورات" اور "قرآن" دونوں جادو اور موسیٰ و محمد (علیہما الصلوٰۃ والسلام) دونوں جادوگر ہیں۔ (العیاذ باللہ) جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

کفار کے اعتراض کا جواب | یعنی آسمانی کتابوں میں سب سے بڑی اور مشہور یہ ہی دو کتابیں تھیں جن کی ہمسری کوئی کتاب نہیں کر سکتی اگر یہ دونوں جادو ہیں تو تم کوئی کتاب الہی پیش کر دو جو ان سے بہتر اور ان سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو۔ بفرض محال اگر ایسی کتاب لے آئے تو میں اسی کی پیروی کرنے لگوں گا، لیکن تم قیامت تک نہیں لاسکتے۔ اس سے زیادہ بدبختی کیا ہوگی کہ خود ہدایت ربانی سے قطعی تہی دست ہو اور جو کتاب ہدایت آتی ہے اسے جادو کہہ کر رد کر دیتے ہو۔ جب یہ ایک انسان کا بنایا ہوا جادو ہے تو تم سارے جہان کے جادوگروں کو جمع کر کے اس سے بڑا جادو لے آتے۔ آخر جادو ایسی چیز تو نہیں کہ اس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔

أَضَلُّ مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ط

گمراہ زیادہ کون جو چلے اپنی خواہش پر بدون راہ بتلائے اللہ کے

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ٥٠ ؤ وَلَقَدْ

بے شک اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو اور

وَصَلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ٥١ ط الَّذِينَ اتَّبَعُوا

ہم پے در پے بھیجتے رہے ہیں ان کو اپنے (اپنا) کلام تاکہ وہ دھیان میں لائیں جن کو ہم نے دی ہے

الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ٥٢ ؤ وَإِذَا يُتْلَىٰ

کتاب اس سے پہلے وہ اس پر یقین کرتے ہیں اور جب ان کو سنائے

عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّنَا إِنَّا كُنَّا

تو کہیں ہم یقین لائے اس پر یہی ہے ٹھیک ہمارے رب کا بھیجا ہوا ہم ہیں

مِن قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ٥٣ ؤ أُولَٰئِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَّرْتَبِينَ

اس سے پہلے کے حکم بردار وہ لوگ پائیں گے اپنا ثواب دوہرا

بِمَا صَبَرُوا وَيَدَارِعُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا

اس بات پر کہ قائم رہے اور بھلائی کرتے ہیں برائی کے جواب میں اور ہمارا

رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ٥٤ ؤ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا

دیا ہوا کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں اور جب سنیں غمی باتیں اس سے کنارہ کریں

عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ز سَلَامٌ

اور کہیں ہم کو ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام سلامت

❖ **خواہشات کی پیروی** | یعنی جب یہ لوگ نہ ہدایت کو قبول کرتے ہیں اور نہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز پیش کر سکتے ہیں تو یہ ہی اس کی دلیل ہے کہ ان کو راہ ہدایت پر چلنا مقصود ہی نہیں محض اپنی خواہشات کی پیروی ہے، جس چیز کو دل چاہا مان لیا۔ جس کو اپنی مرضی اور خواہش کے خلاف پایا رد کر دیا۔ بتلائیے ایسے ہوا پرست ظالموں کو کیا ہدایت ہو سکتی ہے۔ اللہ کی عادت اسی قوم کو ہدایت کرنے کی ہے جو ہدایت پانے کا ارادہ کرے اور محض ہوا و ہوس کو حق کا معیار نہ بنالے۔

❖ یعنی ہماری وحی کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے۔ ایک وحی کی تصدیق و تائید میں دوسری وحی برابر بھیجتے رہے ہیں۔ اور قرآن کو بھی ہم نے بتدریج نازل کیا۔ ایک آیت کے پیچھے دوسری آیت آتی رہی، مقصد یہ ہے کہ کافی غور کرنے اور سمجھنے کا موقع ملے اور یاد رکھنے میں سہولت ہو۔

❖ **مومنین کا ایمان بالکتاب** | یعنی ان جاہل مشرکین کا حال تو یہ ہے کہ نہ اگلی کتابوں کو مانیں نہ پچھلی کو، اور ان کے بالمقابل انصاف پسند اہل کتاب کو دیکھو کہ وہ دونوں کو تسلیم کرتے جاتے ہیں پہلے سے تورات و انجیل پر یقین رکھتے تھے۔ جب قرآن پاک آیا تو بول اٹھے کہ بلاشبہ یہ کتاب برحق ہے، ہمارے رب کی اتاری ہوئی، ہم اس پر اپنے یقین و اعتقاد کا اعلان کرتے ہیں، ہم تو پہلے بھی اللہ کی باتوں کو مانتے تھے آج بھی قبول کرتے ہیں۔ فی الحقیقت ہم آج سے مسلمان نہیں بہت پہلے سے مسلمان ہیں۔ کیونکہ کتب سابقہ پر ہمارا ایمان تھا جن میں پیغمبر آخر الزمان اور قرآن کریم کے متعلق صاف بشارات موجود تھیں۔ لہذا ان پیشینگوئیوں پر بھی ہمارا پہلے سے اجمالی ایمان ہوا۔ آج اس کی تفصیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

❖ **مومنین کیلئے دُہرا اجر** | یعنی مغرور و مستغنی ہو کر قبول حق سے گریز نہیں کیا بلکہ جس وقت جو حق پہنچا بے تکلف گردن تسلیم جھکا دی۔ **تنبیہ** | شیخ اکبر نے فتوحات میں لکھا ہے کہ ان اہل کتاب کا ایمان اپنے پیغمبر پر دو مرتبہ ہوا۔ اول بالاستقلال دوبارہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کے ضمن میں۔ کیونکہ حضور تمام انبیاء سابقین کے مصدق ہیں اور ان پر ایمان رکھنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور حضور پر بھی ان کا ایمان دو مرتبہ ہوا۔ ایک اب بالذات اور بالاستقلال دوسرا پہلے اپنے پیغمبر پر ایمان لانے کے ضمن میں۔ کیونکہ ہر پیغمبر حضور کی بشارت دیتے، اور پیشگی تصدیق کرتے چلے آئے ہیں اسی لئے ان لوگوں کو اجر بھی دو مرتبہ ملے گا باقی حدیث میں جو "ثَلَاثٌ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ" آیا ہے اس کی شرح کا یہاں موقع نہیں۔ ہم نے خدا کے فضل سے شرح صحیح مسلم میں اس کو بتفصیل لکھا ہے اور اشکالات کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے۔ **فَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمُنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعَصْمَةُ۔**

❖ **لغو سے اعراض** | یعنی کوئی دوسرا ان کے ساتھ برائی سے پیش آئے تو یہ اس کے جواب میں مردت و شرافت سے کام لے کر بھلائی اور احسان کرتے ہیں۔ یا یہ مطلب کہ کبھی ان سے کوئی برا کام ہو جائے تو اس کا تدارک بھلائی سے کر دیتے ہیں تاکہ حسنات کا پلہ سینات سے بھاری رہے۔

❖ یعنی اللہ نے جو مال حلال دیا ہے اس میں سے زکوٰۃ دیتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں اور خویش و اقارب کی خبر لیتے ہیں۔ غرض حقوق العباد ضائع نہیں کرتے۔

عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿۵۵﴾ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ

رہو ہم کو نہیں چاہئیں بے سمجھ لوگ ﴿۵۵﴾ تو راہ پر نہیں لاتا جس کو

أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ

چاہے پر اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے ﴿۵۶﴾ اور وہی

أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوا إِنَّا نَتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ

خوب جانتا ہے جو راہ پر آئیں گے ﴿۵۶﴾ اور کہنے لگے اگر ہم راہ پر آئیں تیرے ساتھ

نُخْطَفُ مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوْلَمْ نُمْكِنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا

اچک لیے جائیں اپنے ملک سے ﴿۵۷﴾ کیا ہم نے جگہ نہیں دی ان کو حرمت والے پناہ کے مکان میں

يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ

کھینچے چلے آتے ہیں اس کی طرف میوے ہر چیز کے روزی ہماری طرف سے پر

لَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ

بہت ان میں سمجھ نہیں رکھتے ﴿۵۷﴾ اور کتنی غارت کر دیں ہم نے

قَرِيْبَةٍ بَطَرَتْ مَعِيشَتَهَا ۚ فِتْلِكَ مَسْكِنُهُمْ لَمْ تُسْكِنِ

بستیاں جو اتر اچلی تھیں اپنی گذران میں اب یہ ہیں ان کے گھر آباد نہیں ہوئے

﴿۵۷﴾ شریر جاہلوں کی بات کا جواب | یعنی کوئی جاہل لغو و بیہودہ بات کہے تو اس سے الجھتے نہیں۔ کہہ دیتے ہیں کہ بس صاحب! تمہاری باتوں کو ہمارا دور سے سلام۔ یہ جہالت کی پوٹ تہی رکھو ہم کو ہمارے مشغلہ میں رہنے دو۔ تمہارا کیا تمہارے، اور ہمارا کیا ہمارے سامنے آجائے گا۔ ہم کو تم جیسے بے سمجھ لوگوں سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔ محمد بن اسحاق نے سیرت میں لکھا ہے کہ قیام مکہ کے زمانہ میں تقریباً بیس اشخاص حبشہ سے حضور کی خبر سن کر آئے کہ تحقیق کریں کیسے شخص ہیں۔ آپ سے بات چیت کی، حضور نے قرآن پڑھ کر سنایا، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور بڑے زور سے آپ کی تصدیق کی، جب مشرف بایمان ہو کر واپس ہونے لگے تو ابو جہل وغیرہ مشرکین نے ان پر آوازے کئے کہ ایسے احمقوں کا قافلہ آج تک کہیں نہ دیکھا ہوگا۔ جو ایک شخص کی تحقیق حال کرنے آئے تھے اور اس کے غلام بن کر اور اپنا دین چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَجَاهِلُكُمْ لِنَا مَا

تفسیر عثمانی

نَحْنُ عَلَيْهِ وَلَكُمْ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ لَمْ نَأَلْ أَنْفُسَنَا خَيْرًا“ (بس ہم تم کو سلام کریں، معاف رکھو ہم تمہاری جہالت کا جواب جہالت سے دینا نہیں چاہتے، ہم اور تم میں سے جو جس حال پر ہے اس کا وہ ہی حصہ ہے ہم نے اپنے نفس کا بھلا چاہنے میں کچھ کوتاہی نہیں کی) اسی کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جس جاہل سے توقع نہ ہو کہ سمجھائے پر لگے گا اس سے کنارہ ہی بہتر ہے (موضح)

◆ **ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا (ابوطالب) کے واسطے بہت سعی کی کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ لے، اس نے قبول نہ کیا۔ اس پر یہ آیت اتری (موضح) یعنی جس سے تم کو طبعی محبت ہو، یا دل چاہتا ہو کہ فلاں کو ہدایت ہو جائے لازم نہیں کہ ایسا ضرور ہو کر رہے۔ آپ کا کام صرف رستہ بتانا ہے آگے یہ کہ کون رستہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنچتا ہے کون نہیں پہنچتا، یہ آپ کے قبضہ اختیار سے خارج ہے۔ اللہ کو اختیار ہے جسے چاہے قبول حق اور وصول الی المطلوب کی توفیق بخشے تنبیہ | جو کچھ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ اس سے زائد اس مسئلہ میں کلام کرنا اور ابوطالب کے ایمان و کفر کو خاص موضوع بحث بنالینا غیر ضروری ہے۔ بہتر یہ ہی ہے کہ اس قسم کی غیر ضروری اور پرخطر مباحث میں کف لسان کیا جائے۔

◆ **یعنی کسی کو کسی شخص کے راہ پر لانے کا اختیار کیا ہوتا، علم بھی نہیں کہ کون راہ پر آنے والا ہے یا آنے کی استعداد و لیاقت رکھتا ہے، بہر حال اس آیت میں نبی کریمؐ کی تسلی فرمادی کہ آپ جاہلوں کی لغو گوئی اور معاندانہ شور و شغب یا اپنے خاص اعزہ و اقارب کے اسلام نہ لانے سے غمگین نہ ہوں۔ جس قدر آپ کا فرض ہے وہ ادا کئے جائیں، لوگوں کی استعدادیں مختلف ہیں، اللہ ہی کے علم و اختیار میں ہے کہ ان میں سے کسے راہ پر لایا جائے۔**

◆ **انسان کو ہدایت سے روکنے والی کئی چیزیں ہیں۔ مثلاً نقصان، جان و مال کا خوف، چنانچہ بعض مشرکین مکہ نے حضورؐ سے کہا کہ بیشک ہم جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں، لیکن اگر ہم دین اسلام قبول کر کے آپ کے ساتھ ہو جائیں تو سارا عرب ہمارا دشمن ہو جائے گا۔ ارد گرد کے تمام قبائل ہم پر چڑھ دوڑیں گے اور مل کر ہمارا القمہ کر لیں گے، نہ جان سلامت رہے گی نہ مال۔ اس کا آگے جواب دیا ہے۔**

◆ **مکہ مکرمہ امن کی جگہ ہے** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”مکہ کے لوگ کہنے لگے کہ ہم مسلمان ہوں تو سارے عرب ہم سے دشمنی کریں، اللہ نے فرمایا اب ان کی دشمنی سے کس کی پناہ میں بیٹھے ہو۔ یہ ہی حرم کا ادب (مانع ہے کہ باوجود آپس کی سخت عداوتوں کے باہر والے چڑھائی کر کے تم کو مکہ سے نکال نہیں دیتے) وہی اللہ (جس نے اس جگہ کو حرم بنایا) تب بھی پناہ دینے والا ہے“ (موضح) کیا شرک و کفر کے باوجود تو پناہ دی، ایمان تقویٰ اختیار کرنے پر پناہ نہ دے گا۔ ہاں ایمان و تقویٰ کو پرکھنے کے لئے اگر چند روز امتحان کے طور پر کوئی بات پیش آئے تو گھبرانا نہیں چاہئے۔ ”فَإِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ۔“

مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿۵۸﴾

ان کے پیچھے مگر تھوڑے اور ہم ہیں آخر کو سب کچھ لینے والے

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي

اور تیرا رب نہیں غارت کرنے والا بستیوں کو جب تک نہ بھیج لے ان کی

أُمَّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي

بڑی بستی میں کسی کو پیغام دیکر جو سنائے ان کو ہماری باتیں اور ہم ہرگز نہیں غارت کرنے والے

الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿۵۹﴾ وَمَا أَوْتَيْنَا مِنْ شَيْءٍ

بستیوں کو مگر جب کہ وہاں کے لوگ گنہگار ہوں اور جو تم کو ملی ہے کوئی چیز

فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ

سو فائدہ اٹھالینا ہے (کام چلا لینا ہے) دنیا کی زندگی میں اور یہاں کی (اس کی) رونق ہے اور جو اللہ کے پاس ہے

خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۶۰﴾ أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ

سو بہتر ہے اور باقی رہنے والا کیا تم کو سمجھ نہیں بھلا ایک شخص جس سے ہم نے وعدہ کیا ہے

وَعَدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعًا

اچھا وعدہ سو (اور) وہ اس کو پانے والا ہے برابر ہے اس کے جس کو ہم نے فائدہ دیا

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿۶۱﴾

دنیا کی زندگی کا پھر وہ قیامت کے دن پکڑا ہوا آیا

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ

اور جس دن ان کو پکارے گا تو کہے گا (فرمائے گا) کہاں ہیں میرے شریک جن کا تم

تکبر کا انجام تمہارے سامنے ہے | یعنی عرب کی دشمنی سے کیا ڈرتے ہو، اللہ کے عذاب سے ڈرو، دیکھتے نہیں کتنی قومیں گذر چکی ہیں جنہیں اپنی خوش عیشی پر غرہ ہو گیا تھا۔ جب انہوں نے تکبر اور سرکشی اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے کس طرح تباہ و برباد کر ڈالا کہ آج صفحہ ہستی پر ان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ یہ کھنڈران کی بستیوں کے پڑے ہیں جن میں کوئی بسنے والا نہیں، بجز اس کے کہ کوئی مسافر تھوڑی دیر ستانے یا قدرت الہی کا عبرتناک تماشہ دیکھنے کے لئے وہاں جا ترے۔

یعنی سب مر مر گئے کوئی وارث بھی نہ رہا۔ ہمیشہ رہے نام اللہ کا۔

بغیر نبی بھیجے عذاب نہیں کیا جاتا | یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت تک بستیوں کو غارت نہیں کرتا جب تک ان کے صدر مقام میں کوئی ہشیار کرنے والا پیغمبر نہ بھیج دے (صدر مقام کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ وہاں کا اثر دور تک پہنچتا ہے اور شہروں کے باشندے نسبتاً سلیم و عقیل ہوتے ہیں) تمام روئے زمین کی آبادیوں کا صدر مقام مکہ معظمہ تھا۔ ”لَتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا“ (شوریٰ)۔

رکوع ۱) اسی لئے وہاں سب سے بڑے اور آخری پیغمبر مبعوث ہوئے۔

یعنی ہشیار کرنے پر بھی جب لوگ باز نہیں آتے، برابر ظلم و طغیان میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ پکڑ کر ہلاک کرتا ہے۔

دنیا کے منافع عارضی ہیں | یعنی آدمی کو عقل سے کام لے کر اتنا سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں کتنے دن جینا ہے اور یہاں کی بہار اور چہل پہل کا مزہ کب تک اٹھا سکتے ہیں۔ فرض کرو دنیا میں عذاب بھی نہ آئے، تاہم موت کا ہاتھ تم سے یہ سب سامان جدا کر کے رہے گا۔ پھر خدا کے سامنے حاضر ہونا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے اگر وہاں کا عیش و آرام میسر ہو گیا تو یہاں کا عیش اس کے سامنے محض بیج اور لاشے ہے۔ کون غفلت مند ہوگا جو ایک مکدر و منغص زندگی کو بے غل و غش زندگی پر اور ناقص و فانی لذتوں کو کامل و باقی نعمتوں پر ترجیح دے۔

مومن اور کافر برابر نہیں ہیں | یعنی مومن و کافر دونوں انجام کے اعتبار سے کس طرح برابر ہو سکتے ہیں۔ ایک کے لئے دائمی عیش کا وعدہ جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا اور دوسرے کے لئے چند روزہ عیش کے بعد گرفتاری کا وارنٹ اور دائمی جیل خانہ، العیاذ باللہ! ایک شخص خواب میں دیکھے کہ میرے سر پر تاج شاہی رکھا ہے، خدم و حشم پرے باندھے کھڑے ہیں اور الوانِ نعمت دسترخوان پر چنے ہوئے ہیں جن سے لذت اندوز ہو رہا ہوں، آنکھ کھلی تو دیکھا انسپکٹر پولیس گرفتاری کا وارنٹ اور بیڑی ہتھکڑی لئے کھڑا ہے۔ بس وہ پکڑ کر لے گیا اور فوراً ہی پیش ہو کر جس دوام کی سزا مل گئی۔ بتاؤ اسے وہ خواب کی بادشاہت اور پلاؤ قور سے کی لذت کیا یاد آئے گی۔

تَزْعُمُونَ ﴿۶۱﴾ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا

دعویٰ کرتے تھے ﴿۶۱﴾ بولے جن پر ثابت (لگ چکا الزام) ہو چکی بات

هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا، أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا، تَبَرَّأْنَا

یہ لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا ان کو بہکایا جیسے ہم آپ بہکے ہم منکر ہوئے

إِلَيْكَ مَا كَانُوا بِإِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿۶۲﴾ وَقَبِيلٌ أَدْعُوا

تیرے آگے وہ ہم کو نہ پوجتے تھے ﴿۶۲﴾ اور کہیں گے پکارو

شُرَكَاءِ كُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ

اپنے شریکوں کو پھر پکاریں گے ان کو تو وہ جواب نہ دیں گے ان کو ﴿۶۳﴾ اور دیکھیں گے عذاب

لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿۶۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ

کسی طرح (کاش کہ) وہ راہ پائے ہوئے ہوتے ﴿۶۳﴾ اور جس دن ان کو پکارے گا تو فرمائے گا

مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿۶۴﴾ فَعَجِبْتُمْ عَلَيْهِمُ الْآتْيَاءَ

کیا جواب دیا تھا تم نے پیغام پہنچانے والوں کو پھر بندہ ہو جائیں گی ان پر باتیں

بِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۶۵﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَ

اس دن سو وہ آپس میں بھی نہ پوچھیں گے ﴿۶۵﴾ سو جس نے کہ توبہ کی اور

أَمِنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿۶۶﴾

یقین لایا اور عمل کئے اچھے سو امید ہے کہ ہو چھوٹنے والوں میں ﴿۶۶﴾

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ

اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند کرے جس کو چاہے ان کے ہاتھ میں نہیں

یعنی وہ خدائی کے حصہ دار کہاں ہیں ذرا اپنی تائید و حمایت کے لئے لاؤ تو سہی۔

مشرکوں میں شرکاء کا اعتراف | یعنی سوال تو مشرکین سے تھا، مگر بہکانے والے شرکاء سمجھ جائیں گے کہ فی الحقیقت ہمیں بھی ڈانٹ بتلائی گئی ہے۔ اس لئے سبقت کر کے جواب دیں گے کہ خداوند! بیشک ہم نے ان کو بہکایا اور یہ بہکانا ایسا ہی تھا جیسے ہم خود بہکے۔ یعنی جو ٹھوکر بہکنے کے وقت کھائی تھی اسی کی تکمیل بہکانے سے کی۔ کیونکہ بہکانا بھی بہکنے کی انتہائی منزل ہے۔ پس اس جرم اغواء کا تو ہمیں اعتراف ہے۔ لیکن ان مشرکین پر کوئی جبر واکراہ ہمارا نہ تھا کہ زبردستی اپنی بات منوا لیتے فی الحقیقت ان کی ہوا پرستی تھی جو ہمارے بہکانے میں آگئے۔ اس اعتبار سے یہ ہم کو نہیں پوجتے تھے بلکہ اپنے اہوا و ظنون کی پرستش کرتے تھے ہم ان کی عبادت سے آج آپ کے سامنے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ کذا قال بعض المفسرین۔ اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”یہ شیطان بولیں گے۔ بہکایا تو ہے انہوں نے پر نام لے کر نیکیوں کا۔ اسی سے کہا کہ ہم کو نہ پوجتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ تنبیہاً ”حَقُّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ“ سے مراد ہے ”لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“۔

مشرکین کو اپنے شرکاء کو پکارنے کا حکم | یعنی کہا جائے گا کہ اب مدد کو بلاؤ، مگر وہ کیا مدد کر سکتے خود اپنی مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔ کذا قال المفسرون۔ اور حضرت شاہ صاحب کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ شیاطین جب نیکیوں کا نام لیں گے تو مشرکین سے کہا جائے گا کہ ان نیکیوں کو پکارو! وہ کچھ جواب نہ دیں گے۔ کیونکہ وہ ان مشرکانہ حرکات سے راضی نہ تھے یا خبر نہ رکھتے تھے۔

یعنی اس وقت عذاب کو دیکھ کر یہ آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں سیدھی راہ چلتے تو یہ مصیبت کیوں دیکھنی پڑتی۔

انبیاء کے بارے میں سوال | پہلے سوالات توحید کے متعلق تھے، یہ سوال رسالت کی نسبت ہوا۔ یعنی اپنی عقل سے تم نے اگر حق کو نہ سمجھا تھا تو پیغمبروں کے سمجھانے سے سمجھا ہوتا، بتلاؤ ان کے ساتھ تم نے کیا برتاؤ کیا۔ اس وقت کسی کو جواب نہ آئے گا۔ اور بات کرنے کی راہیں بند ہو جائیں گی۔

ایمان و عمل صالح اصل کامیابی ہے | یعنی وہاں کی کامیابی صرف ایمان و عمل صالح سے ہے۔ اب بھی جو کوئی کفر و شرک سے توبہ کر کے ایمان لایا اور نیکی اختیار کی، حق تعالیٰ اس کی پہلی خطائیں معاف کر کے فائز المرام کرے گا۔ تنبیہاً ”عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ“ وعدہ ہے شہنشاہانہ انداز میں یعنی اس کو فلاح کی امید رکھنا چاہئے۔ گو ہم پر کسی کا دباؤ نہیں کہ ناچار ایسا کرنے پر مجبور ہوں۔ محض فضل و کرم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

الْخَيْرَةُ ۖ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾

پسند کرنا ۱ اللہ نرالا ہے اور بہت اوپر ہے اس چیز سے کہ شریک بتلاتے ہیں ۲

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾

اور تیرا رب جانتا ہے جو چھپ رہا ہے ان کے سینوں میں اور جو کچھ کہ ظاہر میں کرتے ہیں ۳

وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحُدُوفِ الْأُولَىٰ وَ

اور وہی اللہ ہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اسی کی تعریف ہے دنیا اور

الْآخِرَةَ ۚ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٧٠﴾ قُلْ

آخرت میں اور اسی کے ہاتھ حکم ہے اور اسی کے پاس پھیرے جاؤ گے ۴ تو کہہ

أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ

دیکھو تو اگر اللہ رکھ دے تم پر رات اگر اللہ رکھ دے تم پر رات ہمیشہ کو قیامت کے

الْقِيَامَةِ ۚ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ ۖ أَفَلَا

دن تک ۵ کون حاکم ہے اللہ کے سوا کہ لائے تم کو کہیں سے روشنی پھر کیا

تَسْمَعُونَ ﴿٧١﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ

تم سنتے نہیں ۶ تو کہہ دیکھو تو اگر رکھ دے اللہ تم پر

النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ

دن ہمیشہ کو قیامت کے دن تک کون حاکم ہے اللہ کے سوائے

يَأْتِيكُمْ بِدَلِيلٍ ۖ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٧٢﴾

کہ لائے تم کو رات جس میں آرام کرو پھر کیا تم نہیں دیکھتے ۷

❖ حق تعالیٰ کی مشیت و اختیار | یعنی ہر چیز کا پیدا کرنا بھی اسی کی مشیت و اختیار سے ہے اور کسی چیز کو پسند کرنے یا چھانٹ کر منتخب کر لینے کا حق بھی اسی کو حاصل ہے۔ جو اس کی مرضی ہو احکام بھیجے۔ جس شخص کو مناسب جانے کسی خاص منصب و مرتبہ پر فائز کرے۔ جس کسی میں استعداد دیکھے راہ ہدایت پر چلا کر کامیاب فرمادے اور مخلوقات کی ہر جنس میں سے جس نوع کو یا نوع میں سے جس فرد کو چاہے اپنی حکمت کے موافق دوسرے انواع و افراد سے ممتاز بنا دے۔ اس کے سوا کسی دوسرے کو اس طرح کے اختیار و انتخاب کا حق حاصل نہیں۔ حافظ ابن القیم نے زاد المعاد کے اوائل میں اس مضمون کو بہت بسط سے لکھا ہے۔ فلیراجع۔

❖ یعنی تخلیق و تشریح اور اختیار مذکور میں حق تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں لوگوں نے اپنی تجویز و انتخاب سے جو شرکاء ٹھہرا لئے ہیں سب باطل اور بے سند ہیں۔

❖ اللہ تعالیٰ کا علم محیط | یعنی دل میں جو فاسد عقیدے یا بری نیتیں رکھتے ہیں اور زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ سے جو کام کرتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہ ہی ہر ایک شخص کی پوشیدہ استعداد و قابلیت سے آگاہ ہے اسی کے موافق معاملہ کرے گا۔

❖ یعنی جس طرح تخلیق و اختیار اور علم محیط میں وہ متفرد ہے الوہیت میں بھی یگانہ ہے۔ بجز اس کے کسی کی بندگی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسی کی ذات منبع الکلمات میں تمام خوبیاں جمع ہیں۔ دنیا اور آخرت میں جو تعریف بھی ہو خواہ وہ کسی کے نام رکھ کر کی جائے حقیقت میں اسی کی تعریف ہے۔ اسی کا حکم چلتا ہے اسی کا فیصلہ ناطق ہے۔ اسی کو اقتدار کلی حاصل ہے اور انجام کار سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ آگے بتلاتے ہیں کہ رات دن میں جس قدر نعمتیں اور بھلائیاں تم کو پہنچتی ہیں اسی کے فضل و انعام سے ہیں بلکہ خود رات اور دن کا ادل بدل کرنا بھی اس کا مستقل احسان ہے۔

❖ روشنی دینے والا کون ہے؟ | مثلاً سورج کو طلوع نہ ہونے دے یا اس سے روشنی سلب کر لے تو اپنے کاروبار کے لئے ایسی روشنی کہاں سے لاسکتے ہو۔

❖ یہ بات ایسی روشن اور صاف ہے کہ سنتے ہی سمجھ میں آجائے۔ تو کیا تم سنتے بھی نہیں۔

❖ رات اور اس کا آرام کس نے دیا؟ | یعنی اگر آفتاب کو غروب نہ ہونے دے ہمیشہ تمہاری سروں پر کھڑا رکھے تو جو راحت و سکون اور دوسرے فوائد رات کے آنے سے حاصل ہوتے ہیں ان کا سامان کونسی طاقت کر سکتی ہے۔ کیا ایسی روشن حقیقت بھی تم کو نظر نہیں آتی۔ تنبیہاً ”أَفَلَا تَبْصُرُونَ“ ”إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا“ کے مناسب ہے کیونکہ آنکھ سے دیکھنا عادتہ روشنی پر موقوف ہے جو دن میں پوری طرح ہوتی ہے۔ رات کی تاریکی میں چونکہ دیکھنے کی صورت نہیں، ہاں سننا ممکن ہے، اس لئے ”إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا“ کے ساتھ ”أَفَلَا تَسْمَعُونَ“ فرمانا ہی موزوں تھا۔ واللہ اعلم۔

وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا

اور اپنی مہربانی سے بنا دیئے تمہارے واسطے رات اور دن کہ اس میں چین بھی کرو

فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۴۳﴾

اور تلاش بھی کرو کچھ اس کا فضل اور تاکہ تم شکر کرو

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ

اور جس دن ان کو پکارے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے شریک جن کا

كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۴۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

تم دعویٰ کرتے تھے اور جدا کریں گے ہم ہر فرقہ میں سے ایک احوال بتلانے والا

فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَ

پھر کہیں گے لاؤ اپنی سند تب جان لیں گے کہ سچ بات ہے اللہ کی اور

ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۴۵﴾ إِنَّ قَارُونَ

کھوئی جائیں گی ان سے جو باتیں وہ جوڑتے تھے قارون

كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى فَبَغَى عَلَيْهِمْ ۖ وَاتَّبَعَتْهُ

جو تھا سو موسیٰ کی قوم سے پھر شرارت کرنے لگا ان پر اور ہم نے دیئے تھے اس کو

مِنَ الْكُنُوزِ مِمَّا إِنَّ مَفَاتِحَهُ كَتَبْنَا بِالْعُصْبَةِ

خزانے اتنے کہ اس کی کنجیاں اٹھانے سے تھک جاتے

أُولَى الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ

کئی مرد زور آور جب کہا اس کو اس کی قوم نے اترامت اللہ کو

۱۔ یعنی رات دن کا الٹ پھیر کرتا رہتا ہے تارات کی تاریکی اور خشکی میں سکون و راحت بھی حاصل کرو اور دن کے اجالے میں کاروبار بھی جاری رکھ سکو۔ اور روز و شب کے مختلف النوع انعامات پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو۔

۲۔ احوال بتلانے والا پیغمبر یا ان کے نائب یا جو نیک بخت تھے۔ (موضح) وہ بتلائیں گے کہ لوگوں نے شرائع سماویہ اور احکام الہیہ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔

۳۔ شرک کی دلیل کیا ہے؟ یعنی خدا تعالیٰ کے شریک کس سند اور دلیل سے ٹھہرائے اور حلال و حرام وغیرہ کے احکام کس ماخذ صحیح سے لئے تھے۔ پیغمبروں کو تو تم نے مانا نہیں، پھر کس نے بتلایا کہ خدا کا یہ حکم ہے، یہ نہیں۔

۴۔ آخرت میں کفار کو حق کا علم | یعنی اس وقت نظر آ جائے گا کہ سچی بات اللہ کی ہے۔ اور معبودیت صرف اسی کا حق ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ دنیا میں پیغمبر جو بتلاتے تھے وہ ہی ٹھیک ہے۔ مشرکین نے جو عقیدے گھڑ رکھے تھے اور جو باتیں اپنے دل سے جوڑی تھیں اس روز سب کا فور ہو جائیں گی۔

۵۔ قارون کا عبرت آموز واقعہ | رکوع سابق کے آغاز میں دنیا کی بے ثباتی اور حقارت آخرت کے مقابلہ میں بیان کی گئی تھی۔ بعدہ ذکر آخرت کی مناسبت سے کچھ احوال عالم آخرت کے بیان ہوئے۔ رکوع حاضر میں پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے اور اسی دعوے کے استشہاد میں قارون کا قصہ سنایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا اور فرعون کی پیشی میں رہتا تھا، جیسا کہ ظالم حکومتوں کا دستور ہے کہ کسی قوم کا خون چوسنے کے لئے انہی میں سے بعض افراد کو اپنا آلہ کار بنا لیتے ہیں۔ فرعون نے بنی اسرائیل میں سے اس ملعون کو چن لیا تھا۔ قارون نے اس وقت موقع پا کر دونوں ہاتھوں سے خوب دولت سمیٹی اور دنیوی اقتدار حاصل کیا۔ جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے زیر حکم آئے اور فرعون غرق ہوا تو اس کی مالی ترقی کے ذرائع مسدود ہو گئے اور سرداری جاتی رہی۔ اس حسد و غیظ میں حضرت موسیٰ سے دل میں خلش رکھنے لگا۔ تاہم ظاہر میں مومن بنا ہوا تھا، تو رات بہت پڑھتا اور علم حاصل کرنے میں مشغول رہتا تھا۔ مگر دل صاف نہ تھا۔ حضرت موسیٰ اور ہارون کی خداداد عزت و وجاہت دیکھ کر جلتا اور کہتا کہ آخر میں بھی ان ہی کے چچا کا بیٹا ہوں۔ یہ کیا معنی کہ وہ دونوں تو نبی اور مذہبی سردار بن جائیں، مجھے کچھ بھی نہ ملے۔ کبھی مایوس ہو کر شیخی مارتا کہ انہیں نبوت مل گئی تو کیا ہوا۔ میرے پاس مال و دولت کے اتنے خزانے ہیں جو کسی کو میسر نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا تو لوگوں سے کہنے لگا کہ اب تک تو موسیٰ جو احکام لائے ہم تم نے برداشت کئے۔ مگر کیا تم یہ بھی برداشت کر لو گے کہ وہ ہمارا مال بھی ہم سے وصول کرنے لگے۔ کچھ لوگوں نے اس کی تائید میں کہاں، نہیں، ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ آخر ملعون نے حضرت موسیٰ کو بدنام کرنے کی ایک گندی تجویز سوچی۔ کسی عورت کو بہکا سکھلا کر آمادہ کیا کہ بھرے مجمع میں جب موسیٰ علیہ السلام زناء کی حد بیان فرمائیں تو اپنے ساتھ ان کو متہم کرنا۔ چنانچہ عورت مجمع میں کہہ گزری۔ جب حضرت موسیٰ نے اس کو شدید قسمیں دیں، اور اللہ کے غضب سے ڈرایا تو اس کا دل ڈرا۔ تب اس نے صاف کہہ دیا کہ قارون نے مجھ کو سکھایا تھا۔ اس وقت حضرت موسیٰ کی بددعا سے وہ مع اپنے گھر اور خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔

۶۔ قارون کے خزانے کی کنجیاں | بعض سلف نے ”مفتاح“ کی تفسیر خزانوں سے کی ہے۔ یعنی اس قدر روپیہ تھا کہ طاقتور مردوں کی ایک جماعت بھی اسے مشکل سے اٹھا سکتی۔ لیکن اکثر مفسرین نے مفتاح کی تفسیر کنجیوں سے کی ہے۔ یعنی مال کے صندوق اتنے تھے جن کی کنجیاں اٹھاتے ہوئے کئی زور آور آدمی تھک جائیں۔ اور یہ چنداں مستجد نہیں جیسا کہ بعض تفاسیر میں اس کی صورت بتلائی گئی ہے۔

لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿۴۶﴾ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ

نہیں بھاتے اترانے والے ♦ اور جو تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے کمالے

الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

پچھلا گھر ♦ اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے

وَأَحْسِنُ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ

اور بھلائی کر جیسے اللہ نے بھلائی کی تجھ سے ♦ اور مت چاہ خرابی ڈالنی

فِي الْأَرْضِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُبْسِدِينَ ﴿۴۷﴾ قَالَ

ملک میں اللہ کو بھاتے نہیں خرابی ڈالنے والے ♦ بولا

إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ۗ أَوَلَمْ يَعْلَم أَنَّ

یہ مال تو مجھ کو ملا ہے ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے ♦ کیا اس نے یہ نہ جانا

اللَّهُ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ

کہ اللہ غارت کر چکا ہے اس سے پہلے کتنی جماعتیں جو اس سے

أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَآكَثَرُ جَمْعًا ۗ وَلَا يُسْأَلُ

زیادہ رکھتی تھیں زور اور زیادہ رکھتی تھیں مال کی جمع ♦ اور پوچھے نہ جائیں

عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴿۴۸﴾ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ

گنہگاروں سے ان کے گناہ ♦ پھر نکلا اپنی قوم کے سامنے

فِي زِينَتِهِ ۗ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا

اپنے ٹھاٹھ سے کہنے لگے جو لوگ طالب تھے دنیا کی زندگانی کے

۱ | **قارون کو نصیحت** | یعنی اس فانی و زائل دولت پر کیا اتراتا ہے جس کی وقعت اللہ کے ہاں پرپشہ کی برابر بھی نہیں۔

۲ | **اترانے کی مذمت** | خوب سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ کو اکڑنے اور اترانے والے بندے اچھے نہیں معلوم ہوتے اور جو چیز اس مالک کو نہ بھائے اس کا نتیجہ بجز تباہی و ہلاکت کے کیا ہے۔

۳ | **مال کا صحیح مصرف** | یعنی خدا کا دیا ہوا مال اس لئے ہے کہ انسان اسے آخرت کا توشہ بنائے۔ نہ یہ کہ غفلت کے نشہ میں چور ہو کر غرور و تکبر کی چال چلنے لگے۔

۴ | یعنی حصہ موافق کھا، پہن اور زیادہ مال سے آخرت کما۔ اور مخلوق کے ساتھ سلوک کر۔

۵ | یعنی حضرت موسیٰ کی ضد نہ کر، خدا کی زمین پر سیدھی طرح رہ۔ خواہ مخواہ ملک میں اودھم مچانا اور خرابیاں ڈالنا اچھا نہیں۔

۶ | **یہ مال میرے ہنر کا نتیجہ ہے** | یعنی میں ہنرمند تھا۔ کمانے کا سلیقہ رکھتا تھا۔ اپنی لیاقت و قابلیت یا کسی خاص علمی مہارت سے مجھے یہ دولت حاصل ہوئی۔ اللہ نے بھی میری لیاقت کو دیکھ کر اور قابل جان کر یہ کچھ دیا ہے۔ کیا یونہی بیٹھے بٹھائے بے محنت مل گیا ہے کہ موسیٰ کے حکم اور تمہارے مشورہ کے موافق خدا کے نام پر خرچ کر ڈالوں۔

۷ | **پچھلے اہل مال اور اہل قوت کا انجام** | یعنی دولت کمانے کی لیاقت کس نے دی۔ افسوس ہے منعم حقیقی کو بھول کر اس کی دی ہوئی دولت و لیاقت پر غرہ کرنے لگا۔ کیا اسی دولت کو اس نے اپنی نجات کا ضامن تصور کر رکھا ہے۔ اسے معلوم نہیں کتنی جماعتیں اپنی شرارت و سرکشی کی بدولت پہلے تباہ کی جا چکی ہیں۔ جن کے پاس بادشاہتیں تھیں اور اس ملعون سے زیادہ خزانوں اور لشکروں کے مالک تھے۔ ان کا انجام سن کر اسے عبرت نہ ہوئی۔

۸ | **مجرموں سے گناہوں کی باز پرس کی ضرورت نہیں ہوگی** | یعنی پوچھنے کی ضرورت کیا ہوگی۔ اللہ کو ان کے گناہ ایک ایک کر کے معلوم ہیں، فرشتوں کے ہاں سب لکھے ہوئے ہیں، ہاں بطور تویخ و تقریع اگر کسی وقت سوال ہو وہ دوسری بات ہے۔ یا یہ کنایہ ہے گناہوں کی کثرت سے۔ یعنی اتنی تعداد میں ہوں گے کہ ایک ایک جزئی کی پوچھ پاچھ کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”پوچھے نہ جائیں گے گناہ، یعنی گنہگار کی سمجھ درست ہو تو گناہ کیوں کرے۔ جب سمجھ لٹی پڑے تو الزام دینے سے کیا فائدہ کہ یہ برا کام کیوں کرتا ہے اس کی برائی نہیں سمجھتا۔“ (موضح)

يَلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍ

اے کاش ہم کو ملے جیسا کچھ ملا ہے قارون کو بے شک اس کی بڑی

عَظِيمٍ ﴿٤٩﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيَدَّكُم

قسمت ہے اور بولے جن کو ملی تھی سمجھ اے خرابی تمہاری

ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنِ امْنٌ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا

اللہ کا دیا ثواب بہتر ہے ان کے واسطے جو یقین لائے اور کام کیا بھلا اور یہ بات

يُلْقِيهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴿٥٠﴾ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ

انہی کے دل میں پڑتی ہے جو سہنے والے ہیں (صبر سے رہنے والے) پھر دھنسا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو

الْأَرْضَ تَفَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ

زمین میں پھرت ہوئی اس کی کوئی جماعت جو مدد کرتی اس کی

مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ﴿٥١﴾

اللہ کے سوا اور نہ وہ خود مدد دلا سکا

وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ

اور فجر کو لگے کہنے جو کل شام آرزو کرتے تھے (مانگتے تھے) اس کا سادرجہ

وَيَكَاَنَّ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ

ارے خرابی یہ تو اللہ کھول دیتا ہے روزی جس کو چاہے اپنے

عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَوْ لَا أَن مِّنَ اللَّهِ عَلَيْنَا كَخَسَفَ

بندوں میں اور تنگ کر دیتا ہے اگر نہ احسان کرتا ہم پر اللہ تو ہم کو بھی

قارون کے مال پر دنیا داروں کا رشک | یعنی لباس فاخرہ پہن کر بہت سے خدم و حشم کے ساتھ بڑی شان و شکوہ اور ٹیپ ٹاپ سے نکلا، جسے دیکھ کر طالین دنیا کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ کہنے لگے کاش ہم بھی دنیا میں ایسی ترقی اور عروج حاصل کرتے جو اس کو حاصل ہوا۔ بیشک یہ بڑا ہی صاحب اقبال اور بڑی قسمت والا ہے۔

اہل علم کی لوگوں کو نصیحت | یعنی سمجھدار اور ذی علم لوگوں نے کہا کہ کم بختو! اس فانی چمک دمک میں کیا رکھا ہے جو رکھے جاتے ہو۔ مومنین صالحین کو اللہ کے ہاں جو دولت ملنے والی ہے اس کے سامنے یہ ٹیپ ٹاپ محض ہیچ اور لاشے ہے اتنی بھی نسبت نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے ہوتی ہے۔

یہ سمجھ صرف صابریں ہی کو ملتی ہے | یعنی دنیا سے آخرت کو بہتر وہ ہی جانتے ہیں جن سے محنت سہی جاتی ہے۔ اور بے صبر لوگ حرص کے مارے دنیا کی آرزو پر گرتے ہیں۔ نادان آدمی دنیا کی آسودگی دیکھ کر سمجھتا ہے کہ اس کی بڑی قسمت ہے اس کی شب و روز کی فکر و تشویش، درد سہری اور آخرت کی ذلت کو اور سو جگہ خوشامد کرنے کو نہیں دیکھتا اور یہ نہیں دیکھتا کہ دنیا میں کچھ آرام ہے تو دس بیس برس، اور مرنے کے بعد کاٹنے ہیں ہزاروں برس۔ (موضح تغیر لیسر)

قارون کا عبرت ناک انجام | یعنی نہ کوئی دوسرا اپنی طرف سے مدد کو پہنچا، نہ یہ کسی کو بلا سکا۔ نہ اپنی ہی قوت کام آئی نہ دوسروں کی۔

لوگوں کو عبرت | یعنی جو لوگ قارون کی ترقی و ترفع کو دیکھ کر کل یہ آرزو کر رہے تھے کہ کاش ہم کو بھی ایسا عروج حاصل ہوتا، آج اس کا یہ برا انجام دیکھ کر کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے۔ اب ان کو ہوش آیا کہ ایسی دولت حقیقت میں ایک خوبصورت سانپ ہے جس کے اندر مہلک زہر بھرا ہوا ہے۔ کسی شخص کی دنیوی ترقی و عروج کو دیکھ کر ہم کو ہرگز یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہئے کہ اللہ کے ہاں وہ کچھ عزت و وجاہت رکھتا ہے۔ یہ چیز کسی بندے کے مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ جس پر مناسب جانے روزی کے دروازے کھول دے جس پر چاہے تنگ کر دے۔ مال و دولت کی فراخی مقبولیت اور خوش انجامی کی دلیل نہیں۔ بلکہ بسا اوقات اس کا نتیجہ تباہی اور ابدی ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے سچ ہے۔

كَمْ جَاهِلٍ جَاهِلٍ تَلَقَّاهُ مَرْزُوقًا
وَصَيَّرَ الْعَالِمَ النِّحْرِيْرَ زَنْدِيْقًا

كَمْ عَاقِلٍ عَاقِلٍ أَعْيَتْ مَذَاهِبُهُ
هَذَا الَّذِي تَرَكَ الْأَوْهَامَ حَآئِرَةً

بِنَاءٍ وَيَكَانَنَّ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُونَ ﴿۸۲﴾ تِلْكَ الدَّارُ

وہسادیتا اے خرابی یہ تو چھکارا نہیں پاتے منکر ﴿۸۲﴾ وہ گھر

الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي

چھلا ہے ہم دیں گے وہ ان لوگوں کو جو نہیں چاہتے اپنی بڑائی

الْأَرْضِ وَلَا فِسَادًا ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۸۳﴾

ملک میں اور نہ بگاڑ ڈالنا اور عاقبت بھلی ہے ڈرنے والوں کی ﴿۸۳﴾

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۗ وَ مَنْ

جو لے کر آیا بھلائی اس کو ملنا (ملے گا) ہے اس سے بہتر ﴿۸۴﴾ اور جو کوئی

جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ

لے کر آیا برائی سے اتنا کرنے والے ان کو وہی سزا ملے گی

إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۴﴾ إِنَّ الَّذِينَ فَرَضُوا

جو کچھ کرتے تھے ﴿۸۴﴾ جس نے حکم بھیجا

عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِرَادُّكَ إِلَيْ مَعَادٍ ۗ قُلْ رَبِّي

تجھ پر قرآن کا وہ پھیر لانے والا ہے تجھ کو پہلی جگہ ﴿۸۵﴾ تو کہہ میرا رب

أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَ مَنْ هُوَ فِي ضَلٰلٍ

خوب جانتا ہے کون لایا ہے راہ کی سوجھ اور کون پڑا ہے صریح

مُبِينٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْفَىٰ إِلَيْكَ

گمراہی میں ﴿۸۵﴾ اور تو توقع نہ رکھتا تھا کہ اتاری جائے تجھ پر

یعنی خدا تعالیٰ کا احسان ہے اس نے ہم کو قارون کی طرح نہ بنایا، ورنہ یہ ہی گت ہماری بنتی، اپنی طرف سے تو ہم حرص کے مارے ”يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ“ کی آرزو کر ہی چکے تھے۔ خدا نے خیر کی کہ ہماری آرزو کو پورا نہ کیا۔ اور نہ ہماری حرص پر سزا دی۔ بلکہ قارون کا حشر آنکھوں سے دکھلا کر بیدار فرما دیا۔ اب ہمیں خوب کھل گیا کہ محض مال و زر کی ترقی سے حقیقی فلاح و کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی، اور یہ کہ ناشکر گزار منکروں کے لئے عذاب الہی سے چھٹکارا نہیں۔

♦ آخرت متفقین کیلئے ہے | یعنی قارون کی دولت کو نادانوں نے کہا کہ اس کی بڑی قسمت ہے، بڑی قسمت یہ نہیں، آخرت کا ملنا بڑی قسمت ہے۔ سو وہ ان کے لئے ہے جو اللہ کے ملک میں شرارت کرنا اور بگاڑ ڈالنا نہیں چاہتے اور اس فکر میں نہیں رہتے کہ اپنی ذات کو سب سے اونچا رکھیں۔ بلکہ تواضع و انکسار اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کی کوشش بجائے اپنی ذات کو اونچا رکھنے کے یہ ہوتی ہے کہ اپنے دین کو اونچا رکھیں، حق کا بول بالا کریں اور اپنی قوم مسلم کو ابھارنے اور سر بلند کرنے میں پوری ہمت صرف کر ڈالیں۔ وہ دنیا کے حریص نہیں ہوتے۔ آخرت کے عاشق ہوتے ہیں۔ دنیا خود ان کے قدم لیتی ہے۔ اب سوچ لو کہ دنیا کا مطلوب کیا دنیا کے طالب سے اچھا نہیں ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ لو! وہ سب سے زیادہ تارک الدنیا تھے مگر متروک الدنیا نہ تھے۔ بہر حال مومن کا مقصد اصلی آخرت ہے۔ دنیا کا جو حصہ اس مقصد کا ذریعہ بنے وہ ہی مبارک ہے ورنہ بیچ۔

♦ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا | یعنی جو بھلائی یہاں کرے گا اس سے کہیں بہتر بھلائی وہاں کی جائے گی۔ ایک نیکی کا جو مقتضی ہوگا کم از کم اس سے دس گناہ ثواب پائے گا۔

♦ برائی کا بدلہ | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں نیکی پر وعدہ دیا نیکی کا، وہ یقیناً ملنا ہے، اور برائی پر برائی کا وعدہ نہیں فرمایا کہ ضرور مل کر رہے گی کیونکہ ممکن ہے معاف ہو جائے۔ ہاں یہ فرما دیا کہ اپنے کئے سے زیادہ سزا نہیں ملتی۔

♦ ہجرت کے وقت آنحضرت کی تسلی | پہلے فرمایا تھا ”وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ“ کہ انجام بھلا پرہیزگاروں کا ہے۔ یعنی آخرت میں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ اب بتلاتے ہیں کہ دنیا میں بھی آخری فتح ان ہی کی ہوتی ہے۔ دیکھو آج کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر تم کو مکہ چھوڑنا پڑا ہے، مگر جس خدا نے آپ کو پیغمبر بنایا اور قرآن جیسی کتاب عطا فرمائی وہ یقیناً آپ کو نہایت کامیابی کے ساتھ اسی جگہ واپس لائے گا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یہ آیت اتری ہجرت کے وقت، یہ تسلی فرمادی کہ پھر مکہ میں آؤ گے۔ سو خوب طرح آئے پورے غالب ہو کر۔“ بعض مفسرین نے ”معاذ“ سے مراد موت لی ہے، بعض نے آخرت بعض نے جنت، بعض نے سرزمین شام جہاں پہلے ایک مرتبہ آپ شب معراج میں تشریف لے گئے تھے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے ان اقوال میں بہت عمیق و لطیف تطبیق دی۔ یعنی ”معاذ“ سے مراد اس جگہ مکہ معظمہ ہے (کمانی البخاری) مگر فتح مکہ علامت تھی قرب اجل کی جیسا کہ ابن عباس اور عمر رضی اللہ عنہما نے ”إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ آگے اجل کے بعد ”حشر“ حشر کے بعد ”آخرت“ اور آخرت کی انتہائی منزل جنت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اول آپ کو نہایت شاندار طریقہ سے لوٹا کر لائے گا مکہ میں، اس کے چند روز بعد اجل واقع ہوگی، پھر ارض شام کی طرف حشر ہوگا (جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے) پھر آخرت میں بڑی شان و شکوہ سے تشریف لائیں گے اور اخیر میں جنت کے سب سے اعلیٰ مقام پر ہمیشہ کے لئے پہنچ جائیں گے۔

♦ یعنی حق تعالیٰ میری ہدایت اور مکذبین و معاندین کی گمراہی کو خوب جانتا ہے۔ یقیناً وہ ہر ایک کے ساتھ ان کے احوال کے موافق معاملہ کرے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ میری کوششوں کو ضائع کر دے، یا گمراہوں کو رسوا نہ کرے۔

الْكِتَابِ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا

کتاب مگر مہربانی سے تیرے رب کی ♦ سو تو مت ہو مددگار

لِلْكَافِرِينَ ۝۸۶ وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ

کافروں کا ♦ اور نہ ہو کہ وہ تجھ کو روک دیں اللہ کے حکموں سے بعد

إِذْ أَنْزَلْتُ إِلَيْكَ وَأَدْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ

اس کے کہ اتر چکے تیری طرف اور بلا اپنے رب کی طرف اور مت ہو

مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝۸۷ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

شریک والوں میں ♦ اور مت پکار اللہ کے سوا دوسرا حاکم

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۗ

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا ہر چیز فنا ہے مگر اس کا منہ (کی ذات) ♦

لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝۸۸

اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے ♦

آيَاتُهَا ۶۹ ﴿۲۹﴾ سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ (۸۵) رُكُوعَاتُهَا ۷

سورہ عنکبوت مکہ میں نازل ہوئی اس کی اہم آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الَّذِينَ أَحْسَبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا

اللہ کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر

۱ | آنحضرتؐ پر قرآن کا نزول اللہ کی رحمت سے ہے | یعنی آپ پہلے سے کچھ پیغمبری کے انتظار میں نہ تھے، محض رحمت و مہربانی الہیہ ہے جو حق تعالیٰ نے پیغمبری اور وحی سے سرفراز فرمایا۔ وہ ہی اپنی مہربانی اور رحمت سے دنیا و آخرت میں کامیاب فرمائے گا لہذا اسی کی امداد پر ہمیشہ بھروسہ رکھیے۔

۲ | آنحضرتؐ کو نصیحت | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی اپنی قوم کو اپنا نہ سمجھ جنہوں نے تجھ سے یہ بدی کی (کہ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا) اب جو تیرا ساتھ دے وہ ہی اپنا ہے۔

۳ | یعنی دین کے کام میں اپنی قوم کی خاطر اور رعایت نہ کیجئے اور نہ آپ کو ان میں گنیے گو کہ اپنے قرابتدار ہوں۔ ہاں ان کو اپنے رب کی طرف بلاتے رہیے اور خدا کے احکام پر جئے رہئے۔

۴ | یہ آپ کو خطاب کر کے دوسروں کو سنایا۔ اوپر کی آیتوں میں بھی بعض مفسرین ایسا ہی لکھتے ہیں۔

۵ | ہر شے فانی ہے سوائے اللہ کے | یعنی ہر چیز اپنی ذات سے معدوم ہے اور تقریباً تمام چیزوں کو فنا ہونا ہے، خواہ کبھی ہو۔ مگر اس کا منہ یعنی وہ آپ نہ کبھی معدوم تھا، نہ کبھی فنا ہو سکتا ہے۔ سچ ہے۔ ع "أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللَّهُ بَاطِلٌ". "قَالَ تَعَالَى "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ" اور بعض سلف نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ سارے کام مٹ جانے والے اور فنا ہو جانے والے ہیں بجز اس کام کے جو خالصہً لوجہ اللہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶ | سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے | یعنی سب کو اس کی عدالت میں حاضر ہونا ہے جہاں تنہا اسی کا حکم چلے گا۔ صورتہً و ظاہراً بھی کسی کا حکم و اقتدار باقی نہ رہے گا۔ اے اللہ اس وقت اس گنہگار بندہ پر رحم فرمائیے اور اپنے غضب سے پناہ دیجئے۔ تم سورۃ القصص وللہ الحمد والمنۃ

أَمِنَّا وَهُمْ لَأُفْتَنُونَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ فْتَنَّا الَّذِينَ مِنْ

کہ ہم یقین لائے اور ان کو جانچ نہ لیں گے (نہ ہوگی) ﴿۲﴾ اور ہم نے جانچا ہے ان کو جو

قَبْلِهِمْ فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلْيَعْلَمَنَّ

ان سے پہلے تھے ﴿۳﴾ سو البتہ معلوم کرے گا اللہ جو لوگ سچے ہیں اور البتہ معلوم کرے گا

الْكُذِبِينَ ﴿۳﴾ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ

جھوٹوں کو ﴿۴﴾ کیا یہ سمجھتے ہیں جو لوگ کہہ کرتے ہیں برائیاں کہ

يَسْبِقُونَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۴﴾ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ

ہم سے بچ جائیں بری بات (برافصلہ) طے کرتے ہیں ﴿۵﴾ جو کوئی توقع رکھتا ہے اللہ کی

اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۵﴾

ملاقات کی ﴿۶﴾ سو اللہ کا وعدہ آ رہا ہے اور وہ ہے سنے والا جاننے والا ﴿۶﴾

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ

اور جو کوئی محنت اٹھائے سو اٹھاتا ہے اپنے ہی واسطے اللہ کو پروا نہیں

عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿۶﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

جہان والوں کی ﴿۷﴾ اور جو لوگ یقین لائے اور کیے بھلے کام

لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي

ہم اتار دیں گے ان پر سے برائیاں ان کی اور بدلہ دیں گے ان کو بہتر سے بہتر

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۷﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ

کاموں کا ﴿۸﴾ اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو اپنے ماں باپ سے

سورۃ العنکبوت

◆ ہر مومن کا امتحان کیا جاتا ہے | یعنی زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنا کچھ سہل نہیں جو دعویٰ کرے امتحان و ابتلاء کے لئے تیار ہو جائے یہ ہی کوئی ہے جس پر کھرا کھوٹا کسا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ سب سے سخت امتحان انبیاء کا ہے، ان کے بعد صالحین کا، پھر درجہ بدرجہ ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں۔ نیز امتحان آدمی کا اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتا ہے۔ جس قدر کوئی شخص دین میں مضبوط اور سخت ہوگا اسی قدر امتحان میں سختی کی جائے گی۔

◆ پچھلے لوگوں کے امتحان و آزمائش | یعنی پہلے نبیوں کے مقبوعین بڑے بڑے سخت امتحانوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں فریاد کی کہ حضرت! ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کیجئے اور دعاء فرمائیے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر سختی اور ظلم و ستم کی انتہاء کر رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایک (زندہ) آدمی کو زمین کھود کر (کھڑا) گاڑ دیا جاتا تھا۔ پھر اس کے سر پر آ رہ چلا کر بیچ سے دو ٹکڑے کر دیتے تھے، بعضوں کے بدن میں لوہے کی کنگھیاں پھرا کر چمڑا اور گوشت ادھیڑ دیا جاتا تھا۔ تاہم یہ سختیاں ان کو دین سے نہ ہٹا سکیں۔

◆ دعویٰ ایمان میں سچ اور جھوٹ کی تمیز | یعنی اللہ تعالیٰ علانیہ ظاہر کر دے گا اور دیکھ لے گا کہ دعوائے ایمان میں کون سچا نکلتا ہے اور کون جھوٹا، اسی کے موافق ہر ایک کو جزا دی جائے گی۔ تنبیہ | "فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الْخَبْرَ" جو حدیث علم باری کا وہم ہوتا ہے اس کا نہایت محققانہ جواب مترجم علام قدس سرہ نے دیا ہے۔ ملاحظہ کیا جائے پارہ دوم رکوع اول "إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَيَّ عَقْبَيْهِ" کے تحت میں۔ ہم نے یہاں ان توجیہات کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو مفسرین نے لکھی ہیں۔

◆ برائی کرنے والے اللہ سے نہیں بچ سکتے | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "پہلی دو آیتیں مسلمانوں کے متعلق تھیں جو کافروں کی ایذاؤں میں گرفتار تھے، اور یہ آیت ان کافروں سے متعلق ہے جو مسلمانوں کو ستارہ تھے۔" (موضح) یعنی مومنین کے امتحانات کو دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ ہم مزے سے ظلم کرتے رہیں گے اور سختیوں سے بچے رہیں گے۔ وہ ہم سے بچ کر کہاں جاسکتے ہیں۔ جو سخت ترین سزا ان کو ملنے والی ہے اس کے سامنے مسلمانوں کے امتحان کی سختی کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اگر اس وقت کی عارضی مہلت سے انہوں نے یہ رائے قائم کر لی ہے کہ ہم ہمیشہ مامون رہیں گے اور سزا وہی کے وقت خدا کے ہاتھ نہ آئیں گے تو حقیقت میں بہت ہی بری بات طے کی ایسا حتمانہ فیصلہ آنے والی مصیبت کو روک نہیں سکتا۔

◆ مومنوں کا وعدہ بہت قریب ہے | یعنی جو شخص اس توقع پر سختیاں اٹھا رہا ہے کہ ایک دن مجھے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں بات بات پر پکڑ ہوگی۔ نا کامیاب ہو تو یہاں کی سختیوں سے کہیں بڑھ کر سختیاں جھیلنی پڑیں گی اور کامیاب رہا تو ساری کلفتیں دھل جائیں گی اللہ کی خوشنودی اور اس کا دیدار نصیب ہوگا۔ ایسا شخص یاد رکھے کہ اللہ کا وعدہ آ رہا ہے، کوئی طاقت اسے پھیر نہیں سکتی۔ اس کی اعلیٰ توقعات پوری ہو کر رہیں گی اور اس کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی کی جائیں گی۔ اللہ سب کی باتیں سنتا اور جانتا ہے کسی کی محنت رائیگاں نہ کرے گا۔

◆ انسان کی طاعت و عبادت اسی کیلئے ہے | یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی کی طاعت سے کیا نفع اور معصیت سے کیا نقصان۔ وہ تو کلی طور پر بے نیاز ہے۔ ہاں بندہ اپنے پروردگار کی طاعت میں جس قدر محنت اٹھائے گا اس کا پھل دنیا و آخرت میں اسی کو ملے گا، پس مجاہدے کرنے والے یہ خیال کبھی نہ آنے دیں کہ ہم خدا کے رستہ میں اتنی محنت کر کے کچھ اس پر احسان کر رہے ہیں؟ (العیاذ باللہ) اس کا احسان ہے کہ خود تمہارے فائدہ کے لئے طاعت و ریاضت کی توفیق بخشے۔

من نہ کر دم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگاں جو دے کنم

◆ ایمان اور عمل صالح کی برکات | یعنی جہاں سے بے پروا اور بے نیاز ہونے کے باوجود اپنی رحمت و شفقت سے تمہاری محنت کو ٹھکانے لگاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی ایمان کی برکت سے نیکیاں ملیں گی اور برائیاں عاف ہوں گی۔" (موضح القرآن)۔

حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ

بھلائی سے رہنے کی اور اگر وہ تجھ سے زور کریں کہ شریک کرے میرا جس کی تجھ کو

بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۗ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا

خبر نہیں تو ان کا کہنا مت مان مجھی تک پھر آنا ہے تم کو سو میں بتلا دوں گا تم کو جو کچھ

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

تم کرتے تھے اور جو لوگ یقین لائے اور بھلے کام کئے

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ۗ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ

ہم ان کو داخل کریں گے نیک لوگوں میں اور ایک وہ لوگ ہیں کہ کہتے ہیں

أَمَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةً لِلنَّاسِ

یقین لائے ہم اللہ پر پھر جب اس کو ایذا پہنچے اللہ کی راہ میں کرنے لگے لوگوں کے ستانے کو

كَعَذَابِ اللَّهِ ۗ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِّنَ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ

برا برا اللہ کے عذاب کی اور اگر آئیے مدد تیرے رب کی طرف سے تو کہنے لگیں

إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۗ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ

ہم تو تمہارے ساتھ ہیں (تھے) کیا یہ نہیں کہ اللہ خوب خبردار ہے جو کچھ سینوں میں ہے

الْعَالَمِينَ ۗ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ

جہان والوں کے اور البتہ معلوم کرے گا اللہ ان لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اور البتہ معلوم کرے گا

الْمُنْفِقِينَ ۗ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا

جو لوگ دغا باز ہیں اور کہنے لگے منکر ایمان والوں کو

❖ **ماں باپ سے حسن سلوک** | یعنی تمام کائنات میں ایسی کوئی چیز ہے ہی نہیں جو خدا کی شریک ہو سکے۔ پھر اس کی خبر کسی کو کہاں سے ہوتی۔ جو لوگ شرکاء بٹھراتے ہیں محض جاہلانہ اوہام اور بے سند خیالات کی پیروی کر رہے ہیں۔ واقع کی خبر انہیں کچھ بھی نہیں۔

❖ **معصیت میں ماں باپ کی اطاعت کی ممانعت** | دنیا میں ماں باپ سے زیادہ حق کسی کا نہیں۔ پر اللہ کا حق ان سے زیادہ ہے۔ ان کی خاطر دین نہ چھوڑے۔ (موضح) حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی والدہ نے جو مشرک تھی بیٹے کے اسلام کی خبر سن کر عہد کیا کہ دانہ پانی کچھ نہ چکھوں گی نہ چھت کے نیچے آرام کروں گی، تا وقتیکہ سعد (معاذ اللہ) اسلام سے نہ پھر جائے چنانچہ کھانا پینا ترک کر دیا اور بالکل نڈھال ہو گئی۔ لوگ زبردستی منہ چیر کر کھانا پانی دیتے تھے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ گویا بتلا دیا کہ والدین کا اس طرح خلاف حق پر مجبور کرنا یہ بھی ایک ابتلاء و امتحان ہے، چاہئے کہ مومن کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہو۔

❖ **یعنی سب کو عدالت میں حاضر ہونا ہے اس وقت بتلا دیا جائے گا کہ اولاد اور والدین میں سے کس کی زیادتی تھی اور کون حق پر تھا۔**

❖ **نیک اولاد کا انعام** | یعنی جو اس قسم کی زبردست رکاوٹوں کے باوجود بھی ایمان اور نیکی کی راہ پر قائم رہے حق تعالیٰ ان کا حشر اپنے خاص نیک بندوں میں کرے گا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں یعنی اولاد نے اگر ناقص بات میں والدین کا کہا نہ مانا اور والدین ناقص پر قائم رہے تو اولاد کا حشر صالحین کے زمرہ میں ہوگا، ان والدین کے زمرہ میں نہ ہوگا گو طبعی و نسبی تعلقات کی بنا پر وہ اس سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ معلوم ہوا "الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ" میں حب دینی مراد ہے، حب طبعی مراد نہیں۔

❖ **ضعیف الایمان لوگوں کی حالت** | یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو زبان سے اپنے کو مومن کہتے تھے۔ مگر دلوں میں ایمان راسخ نہیں تھا۔ ان کو جہاں اللہ کے راستہ میں کوئی تکلیف پہنچی یا دین کی وجہ سے لوگوں نے ستایا تو اس آزمائش کو خدائی عذاب سمجھنے لگے۔ جس طرح آدمی عذاب الہی سے گھبرا کر جان بچانا چاہتا اور اپنے پہلے دعوؤں سے دستبردار ہونے لگتا ہے اور ناچاراً اعتراف کرتا ہے کہ میں غلطی پر تھا، یہ ہی حال ان ضعیفاء القلوب کا ہے۔ جہاں دین کے معاملہ میں کوئی سختی پہنچی بس گھبرا کر دعویٰ ایمان سے دستبردار ہونا شروع کر دیا اور زبان سے یا عمل سے گویا اقرار کرنے لگے کہ ہم اس دعوے میں غلطی پر تھے یا ایسا دعویٰ کیا ہی نہ تھا۔

❖ **یعنی اگر مسلمانوں کی کوئی کامیابی اور عروج دیکھیں تو باتیں بنانے لگیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے اور اب بھی تمہارے اسلامی بھائی ہیں۔ خصوصاً اگر مسلمانوں کو فتح ہو اور فرض کیجئے یہ لوگ کفار کا ساتھ دیتے ہوئے ان کے ہاتھ میں قید ہو جائیں، پھر تو نفاق و تملق کی کوئی حد نہ رہے۔**

❖ **اللہ دلوں کے حال جانتا ہے** | یعنی جیسے کچھ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اللہ کو سب معلوم ہے۔ کیا زبانی دعوے کر کے اللہ سے اپنے دلوں کا حال چھپا سکتے ہیں؟

❖ **اعمال سے مومن و منافق کی پہچان** | یعنی معلوم تو اسے پہلے ہی سے سب کچھ ہے لیکن اب تمہارے اعمال و افعال کو دیکھ لے گا کہ کون اپنے کو سچا مومن ثابت کرتا ہے اور کون جھوٹا دغا باز منافق ہے۔ **تنبیہ** | اس قسم کے مواضع میں "لَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ" کے معنی "لَيُبَيِّنَنَّ اللَّهُ" کے لینا ابن عباس سے منقول ہے کما فی تفسیر ابن کثیر۔

اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلِنَجِلْ خَطِيئَتَكُمْ وَمَا هُمْ بِحَمِلِينَ

تم چلو ہماری راہ اور ہم اٹھالیں تمہارے گناہ اور وہ کچھ نہ اٹھائیں گے

مِنْ خَطِيئَتِهِمْ مَنْ شَيْءٌ إِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ﴿۱۳﴾ وَلِيَحْمِلَنَّ

ان کے گناہ بے شک وہ جھوٹے ہیں اور البتہ اٹھائیں گے

أَنْتِقَالَهُمْ وَأَنْتِقَالًا مَّعَ أَنْتِقَالِهِمْ ز وَكَلْبَسَلْنَ يَوْمَ

اپنے بوجھ اور کتنے بوجھ ساتھ اپنے بوجھ کے اور البتہ ان سے پوچھ ہوگی

الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا

قیامت کے دن جو باتیں کہ جھوٹ بناتے تھے اور ہم نے بھیجا نوح کو

إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا

اس کی قوم کے پاس پھر رہا ان میں ہزار برس پچاس برس کم

فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۵﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَ

پھر پکڑا ان کو طوفان نے اور وہ گنہگار تھے پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور

أَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۶﴾ وَإِذْ هَمَّتْ

جہاز والوں کو اور رکھا ہم نے جہاز کو نشانی جہان والوں کے واسطے اور ابراہیم کو

إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

جب کہا اس نے اپنی قوم کو بندگی کرو اللہ کی اور ڈرتے رہو اس سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۷﴾ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اگر تم سمجھ رکھتے ہو تم تو پوجتے ہو اللہ کے سوائے

یعنی مسلمان کو چاہئے ایمان پر مضبوط رہے، نہ کوئی تکلیف و ایذا دہی اس کو طریق استقامت سے ہٹا سکے اور نہ کفار کی احمقانہ استمالت سے متاثر ہو، مثلاً کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم اسلام چھوڑ کر پھر اپنی برادری میں آلو اور ہماری راہ پر چلو، تمام تکلیفوں اور ایذاؤں سے بچ جاؤ گئے مفت میں کیوں مصیبتیں جھیل رہے ہو۔ اور اگر ایسا کرنے میں گناہ سمجھتے اور مواخذہ کا اندیشہ رکھتے ہو تو خدا کے ہاں بھی ہمارا نام لے دینا کہ انہوں نے ہم کو یہ مشورہ دیا تھا۔ اگر ایسی صورت پیش آئی تو ساری ذمہ داری ہم اٹھالیں گے، اور تمہارے گناہ کا بوجھ اپنے سر رکھ لیں گے۔

کما قال الشاعر۔۔ تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر۔

مسلمانوں کے اعمال کی جھوٹی ذمہ داری | یعنی جھوٹے ہیں، تمہارا بوجھ رتی برابر بھی ہلکا نہیں کر سکتے۔ ہاں اپنا بوجھ بھاری کر رہے ہیں۔ ایک تو ان کے ذاتی گناہوں کا بار تھا، اب دوسروں کے اغواء و اضلال کے بار نے اس میں مزید اضافہ کر دیا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”کوئی چاہے کہ رفاقت کر کے کسی کے گناہ اپنے اوپر لے لے، یہ نہیں ہوگا۔ مگر جس کو گمراہ کیا اور اس کے بہکائے سے اس نے گناہ کیا، وہ گناہ اس پر بھی اور اس پر بھی۔“ (موضح) جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ دنیا میں جو کوئی کسی کو (ناحق) قتل کرے، اس کے گناہ کا حصہ آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کو پہنچتا ہے جس نے اول یہ بری راہ نکالی۔

یعنی جو جھوٹی باتیں بناتے ہیں کہ ہم تمہارا بوجھ اٹھالیں گے، یہ خود مستقل گناہ ہے جس پر ماخوذ ہوں گے۔ آگے چند قصص کے ضمن میں متنبہ کیا گیا ہے کہ بچوں کے مقابلہ میں ہمیشہ سے جھوٹے اغواء اور شرارت کرتے رہے ہیں اور بچوں کو مدتوں تک امتحان و ابتلاء کے دور میں سے گذرنا پڑا ہے۔ مگر آخری نتیجہ انہی کے حق میں بہتر ہوا، منکر اور شریر لوگ خائب و خاسر رہے بچے کامیاب و سر بلند ہوئے۔ اشقیاء کے تمام مکانات تار عنکبوت سے زیادہ ثابت نہ ہوئے۔

حضرت نوح کی عمر ۹۵۰ سال | ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت نوح چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ ساڑھے نو سو برس دعوت و تبلیغ اور سعی و اصلاح میں مصروف رہے۔ پھر طوفان آیا، طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے اس طرح کل عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی۔

یعنی جب گناہوں اور شرارتوں سے باز نہ آئے تو طوفان نے سب کو گھیر لیا۔ بجز چند نفوس کے سب ہلاک ہو گئے۔ یعنی جو آدمی یا جانور جہاز پر سوار تھے ان کو نوح علیہ السلام کی معیت میں ہم نے محفوظ رکھا۔ سورہ ”ہود“ میں یہ قصہ مفصل گزر چکا۔

کشتی نوح نشان عبرت ہے | کہتے ہیں کہ حضرت نوح کا جہاز مدت دراز تک ”جو دی“ پر لگا رہا تا دیکھنے والوں کے لئے عبرت ہو اور اب جو جہاز اور کشتیاں موجود ہیں یہ بھی ایک نشانی ہے جسے دیکھ کر سفینہ نوح کی یاد تازہ ہوتی اور قدرت الہی کا نمونہ نظر آتا ہے۔ یا شاید یہ مراد ہو کہ کشتی کے اس قصہ کو ہم نے ہمیشہ کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”جس وقت یہ سورت اتری ہے حضرت کے بہت سے اصحاب کافروں کی ایذاؤں سے تنگ آ کر جہاز پر سوار ہو کر ملک حبشہ کی طرف گئے تھے، جب حضرت مدینہ ہجرت کر آئے تب وہ جہاز والے صحابہ بھی سلامتی سے آئے۔“ (موضح بتغییر یسیر) گویا نوح و سفینہ نوح کی تاریخ اس رنگ میں دہرائی گئی۔

أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ أَفْكَارًا لِذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ

یہی بتوں کے تھان اور بناتے ہو جھوٹی باتیں ♦ بے شک جن کو تم پوجتے ہو

دُونَ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ

اللہ کے سوا وہ مالک نہیں تمہاری روزی کے سو تم ڈھونڈو اللہ کے یہاں

الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۱۷﴾

روزی اور اس کی بندگی کرو اور اس کا حق مانو ♦ اسی کی طرف پھر جاؤ گے

وَأِنْ تَكْذِبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى

اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو جھٹلا چکے ہیں بہت فریقے تم سے پہلے اور رسول کا

الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۱۸﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ

ذمہ تو بس یہی ہے پیغام پہنچا دینا کھول کر ♦ کیا دیکھتے نہیں کیونکر

بَدَأَ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ سَاءَ ذَلِكُمْ عَلَى

شروع کرتا ہے اللہ پیدائش کو پھر اس کو دہرائے گا ♦ یہ اللہ پر

اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ

آسان ہے ♦ تو کہہ ملک میں پھرو پھر دیکھو کیونکر

بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ سَاءَ

شروع کیا ہے پیدائش کو پھر اللہ اٹھائے گا ♦ کچھلا اٹھان بے شک

اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ

اللہ ہر چیز کر سکتا ہے دکھ (عذاب) دے گا جس کو چاہے

جھوٹے اوہام کی پیروی | یعنی جھوٹے عقیدے تراشتے ہو اور جھوٹے خیالات و اوہام کی پیروی کرتے ہو، چنانچہ اپنے ہاتھوں سے یہ بت بنا کر کھڑے کر لیے ہیں۔ جنہیں جھوٹ موٹ خدا کہنے لگے۔

روزی اللہ کے پاس ہے | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”اکثر خلق روزی کے پیچھے ایمان دیتی ہے۔ سو جان رکھو کہ اللہ کے سوا روزی کوئی نہیں دیتا وہ ہی دیتا ہے۔ اپنی خوشی کے موافق۔“ لہذا اس کے شکر گزار بنو اور اسی کی بندگی کرو۔ وہیں تم کو لوٹ کر جانا ہے، آخر اس وقت کیا منہ دکھاؤ گے۔

رسول کے ذمے صرف پیغام دینا ہے | یعنی جھٹلانے سے میرا کچھ نہیں بگڑتا، میں صاف صاف تبلیغ و نصیحت کر کے اپنا فرض ادا کر چکا، بھلا برا سمجھا چکا، نہ مانو گے نقصان اٹھاؤ گے جیسے ”عاد“ و ”ثمود“ وغیرہ تم سے پہلے اٹھا چکے ہیں۔

اپنی ذات میں غور کرو | یعنی خود اپنی ذات میں غور کرو، پہلے تم کچھ نہ تھے، اللہ نے تم کو پیدا کیا اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دے گا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”شروع تو دیکھتے ہو، دوہرانا اسی سے سمجھ لو۔“

یعنی اللہ کے نزدیک تو کوئی چیز بھی مشکل نہیں۔ البتہ تمہارے سمجھنے کی بات ہے کہ جس نے بدون نمونہ کے اول ایک چیز کو بنایا، نمونہ قائم ہونے کے بعد بنانا تو اور زیادہ آسان ہونا چاہئے۔

زمین میں چل پھر کر دیکھو | یعنی اپنی ذات کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی پیدائش میں بھی غور کرو اور چل پھر کر دیکھو کہ کیسی کیسی مخلوق خدا نے پیدا کی ہے۔ اسی پر دوسری زندگی کو قیاس کر لو۔ اس کی قدرت اب کچھ محدود تو نہیں ہو گئی۔

وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَالْبَيْتَ تُقَلِّبُونَ ﴿۲۱﴾ وَمَا أَنْتُمْ

اور رحم کرے گا جس پر چاہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے اور تم

بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِمَّنْ

عاجز کرنے والے نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں اور کوئی نہیں تمہارا

دُونِ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

اللہ سے ورے حمایتی اور نہ مددگار اور جو لوگ منکر ہوئے

بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَئِكَ يَئِسُوا مِنْ رَحْمَتِي وَ

اللہ کی باتوں سے اور اس کے ملنے سے وہ ناامید ہوئے میری رحمت سے اور

أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ

ان کے لیے دردناک عذاب ہے پھر کچھ جواب نہ تھا اس کی قوم کا

إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنْ

مگر یہی کہ بولے اس کو مار ڈالو یا جلادو پھر اس کو بچا دیا اللہ نے

النَّارِ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ

آگ سے اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین لاتے ہیں اور ابراہیم بولا

إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِمَّنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ

جو ٹھہرائے ہیں تم نے اللہ کے سوا بتوں کے تھان سو دوستی (آپس کی دوستی سے)

بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ

کر کر آپس میں دنیا کی زندگانی میں پھر دن قیامت کے منکر ہو جاؤ گے

یعنی دوبارہ پیدا کر کے جسے اپنی حکمت کے موافق چاہے گا سزا دے گا اور جس پر چاہے گا اپنے فضل و کرم سے مہربانی فرمائے گا۔

خدا کے مجرم کیلئے کوئی پناہ نہیں | یعنی جس کو اللہ تعالیٰ سزا دینا چاہے وہ نہ زمین کے سوراخوں میں گھس کر سزا سے بچ سکتا ہے نہ آسمان میں اڑ کر، کوئی بلندی یا پستی خدا کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتی نہ کوئی طاقت اس کی حمایت اور مدد کو پہنچ سکتی ہے۔

کفار کی اللہ کی رحمت سے مایوسی | یعنی جنہوں نے اللہ کی باتوں کا انکار کر دیا اور اس سے ملنے کی امید نہیں رکھی (کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے قائل ہی نہ ہوئے) انہیں رحمت الہی کی امید کیونکر ہو سکتی ہے۔ لہذا وہ آخرت میں بھی محروم و مایوس ہی رہیں گے۔ یہ گویا ”مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ“ کا عکس ہوا۔

حضرت ابراہیمؑ کے زندہ جلانے کا فیصلہ | یعنی ابراہیمؑ کی تمام معقول باتیں اور دلائل و براہین سن کر جب ان کے ہم قوم جو اب سے عاجز ہوئے تو قوت کے استعمال پر اتر آئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ یا تو قتل کر کے ایک دم ان کا قصہ ہی تمام کر دو اور یا آگ میں جلاؤ شاید تکلیف محسوس کر کے اپنی باتوں سے باز آجائے تو نکال لیں گے ورنہ راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ جائے گا۔

یعنی انہوں نے مشورہ کر کے آگ میں ڈال دیا، مگر حق تعالیٰ نے آگ کو گلزار بنا دیا۔ جیسا کہ سورۃ ”انبیاء“ میں مفصلاً گزر چکا ہے۔

یعنی اس واقعہ سے سمجھا دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے سچے بندوں کو کس طرح بچا لیتا ہے۔ اور مخالفین حق کو کس طرح خائب و خاسر کرتا ہے۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ ہر چیز کی تاثیر اس کے حکم سے ہے۔ جب حکم نہ ہو تو آگ جیسی چیز جلا نہیں سکتی۔

یعنی آگ سے نکل کر پھر نصیحت شروع کر دی۔

بت پرستی کی اصل غرض و غایت | یعنی بت پرستی کو کون عظیمند جائز رکھ سکتا ہے، بت پرست بھی دل میں جانتے ہیں کہ یہ نہایت مہمل حرکت ہے۔ مگر شیرازہ قومی کو جمع رکھنے کے لئے ایک مذہب ٹھہرایا ہے کہ اس کے نام پر تمام قوم متحد و متفق رہے اور ایک دوسرے کے دوست بنے رہیں، جیسا کہ آج کل ہم یورپ کی عیسائی قوموں کا حال دیکھتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ بت پرستی کا شیوع و رواج اس بناء پر نہیں ہوا کہ وہ کوئی معقول چیز ہے بلکہ اندھی تقلید، قومی مروت و لحاظ اور تعلقات باہمی کا دباؤ اس کا بڑا سبب ہے۔ یا یہ غرض ہو کہ بت پرستی کی اصل جز آپس کی محبت اور دوستی تھی۔ ایک قوم میں کچھ نیک آدمی جنہیں لوگ محبوب رکھتے تھے انتقال کر گئے۔ لوگوں نے جوش محبت میں ان کی تصویریں بنا کر بطور یادگار رکھ لیں پھر تصویروں کی تعظیم کرنے لگے۔ وہی تعظیم بڑھتے بڑھتے عبادت بن گئی۔ یہ سب احتمالات آیت میں مفسرین نے بیان کئے ہیں۔ اور ممکن ہے ”مَوَدَّةَ بَيْتِكُمْ“ سے بت پرستوں کی اپنے بتوں سے جو محبت ہے وہ مراد ہو جیسا کہ دوسری جگہ ”أَنذَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ“ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَمَا أُولَٰئِكَ

ایک سے ایک اور لعنت کرو گے ایک کو ایک اور ٹھکانا تمہارا

النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ﴿۲۵﴾ قُلْ ۖ فَاَمِّنْ لَهُ لُوطُ م

آگ ہے اور کوئی نہیں تمہارا مددگار پھر مان لیا اس کو لوط نے

وَقَالَ اِنِّي مُهَاجِرٌ اِلَىٰ رَبِّي ط إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ

اور وہ (ابراہیم) بولا میں تو وطن چھوڑتا ہوں اپنے رب کی طرف بے شک وہ ہی ہے زبردست

الْحَكِيمِ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ اِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا

حکمت والا اور دیا ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب اور رکھ دی

فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَاَتَيْنَاهُ اَجْرًا فِي

اس کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب اور دیا ہم نے اس کو اس کا ثواب

الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَ

دنیا میں اور وہ آخرت میں البتہ نیکوں سے ہے اور

لُوطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اِنَّكُمْ لَتَنَآتُونَ الْفَآحِشَةَ

بھیجا لوط کو جب کہا اپنی قوم کو تم آتے ہو بے حیائی کے کام پر

مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اٰتٰنَكُمْ

تم سے پہلے نہیں کیا وہ کسی نے جہان میں کیا تم

لَتَنَآتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيْلَ ۗ وَتَأْتُونَ

دوڑتے ہو مردوں پر اور راہ مارتے ہو اور کرتے ہو

آخرت میں مشرکین اور شرکاء کی ایک دوسرے پر لعنت | یعنی یہ سب دوستیاں اور محبتیں چند روزہ ہیں۔ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن بنو گے اور بعض بعض کو لعنت کرو گے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”یعنی وہ شیطان جن کے نام کے تھان ہیں اللہ کے روبرو منکر ہوں گے کہ ہم نے نہیں کہا کہ ہم کو پوجو۔ تب یہ پوجنے والے ان کو لعنت کریں گے کہ ہماری نذر و نیاز لے کر وقت پر پھر گئے۔“ (موضح)

جو دوزخ کی آگ سے تم کو بچالے جیسے میرے پروردگار نے تمہاری آگ سے مجھ کو بچالیا۔

حضرت لوطؑ کا ایمان اور ہجرت | حضرت لوطؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے کسی مرد نے نہ مانا۔ البتہ لوطؑ نے فوراً بلا توقف تصدیق کی۔ دونوں کا وطن ”عراق“ میں شہر بابل تھا۔ خدا کے توکل پر وطن سے نکل کھڑے ہوئے اللہ نے ملک شام میں پہنچا کر بسایا۔ (تنبیہ) ”وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ الْخ“ میں دونوں احتمال ہیں۔ قائل ابراہیم ہوں یا لوط علیہما السلام۔

یعنی اسحاقؑ بیٹا اور یعقوبؑ پوتا دیا۔ جن کی نسل ”بنی اسرائیل“ کہلاتی ہے۔

اولاد ابراہیمؑ میں دائمی نبوت | یعنی حضرت ابراہیمؑ کے بعد بجز ان کی اولاد کے کسی کو کتاب آسمانی اور پیغمبری نہ دی جائے گی۔ چنانچہ جس قدر انبیاء ان کے بعد تشریف لائے ان ہی کی ذریت سے تھے۔ اسی لئے ان کو ”ابوالانبیاء“ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ پر دنیا اور آخرت کے انعامات | یعنی دنیا میں حق تعالیٰ نے مال، اولاد، عزت اور ہمیشہ کا نام نیک دیا، اور ملک شام ہمیشہ کے لئے ان کی اولاد کو بخشا۔ (کذافی الموضح) اور آخرت میں اعلیٰ درجہ کے صالحین کی جماعت میں (جو انبیائے اولوالعزم کی جماعت ہے) شامل رکھا۔

حضرت لوطؑ کی قوم کو نصیحت | یعنی یہ فعل شنیع تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ یہ ہی اس کی دلیل ہے کہ فطرت انسانی اس سے نفور ہے۔ ایسے خلاف فطرت و شریعت کام کی بنیاد تم نے ڈالی۔

راہ مارنے سے مراد ممکن ہے ڈاکہ زنی ہو، یہ بھی ان میں رائج ہوگی، یا اسی بدکاری سے مسافروں کی راہ مارتے تھے کہ ڈر کے مارے اس طرف ہو کر نہ نکلیں یا ”تَقَطُّعُونَ السَّبِيلَ“ کا مطلب یہ ہو کہ فطری اور معتاد راستہ کو چھوڑ کر توالد و تناسل کا سلسلہ منقطع کر رہے تھے۔

فِي نَادِيكُمْ الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ

اپنی مجلس میں برا کام پھر کچھ جواب نہ تھا اس کی قوم کا

إِلَّا أَنْ قَالُوا اعْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ

مگر یہی کہ بولے لے آہم پر عذاب اللہ کا اگر تو ہے

الصَّادِقِينَ ۳۱ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ

سچا بولا اے رب میری مدد کر ان شریر

الْمُفْسِدِينَ ۳۲ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ

لوگوں پر اور جب پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس

بِالْبُشْرَى قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُوا أَهْلَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ

خوش خبری لے کر بولے ہم کو غارت کرنا ہے اس بستی والوں کو

إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ۳۳ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا

بے شک اس کے لوگ ہو رہے ہیں گنہگار بولا اس میں تو لوط بھی ہے

قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ

وہ بولے ہم کو خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے ہم بچالیں گے اس کو اور اس کے گھر والوں کو

إِلَّا امْرَأَتَهُ زَكَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۳۴ وَلَمَّا أَنْ

مگر اس کی عورت کہ رہے گی رہ جانے والوں میں اور جب

قوم کی علانیہ بے حیائی شاید یہی بدکاری علانیہ لوگوں کے سامنے کرتے ہوں گے، اس بات کی شرم بھی نہ رہی تھی یا کچھ اور ٹھٹھے اور چھیڑ اور بے شرمی کی باتیں کرتے ہوں گے۔

حضرت لوط سے قوم کا استہزاء یعنی اگر تم سچے نبی ہو اور واقعی سچ کہتے ہو کہ ہمارے یہ کام خراب اور مستوجب عذاب ہیں

تو دیر کیا ہے وہ عذاب لے آئے۔ دوسری جگہ فرمایا ”وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ“ (اعراف۔ رکوع ۱۰) یعنی ان کی قوم کا جواب یہی تھا کہ لوط کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔ یہ بڑے پاک بننا چاہتے ہیں۔ شاید قوم میں سے بعض نے یہ بعض نے وہ جواب دیا ہوگا، یا ایک وقت میں ایک بات اور دوسرے میں دوسری کہی ہوگی۔ مثلاً اول عذاب کی دھمکیوں کا مذاق اڑایا، پھر آخری فیصلہ یہ کیا ہوگا، کہ انہیں بستی سے نکال دیا جائے بہر حال ثابت ہو گیا کہ وہ قوم نہ صرف اس فعل شنیع کی مرتکب اور بانی تھی، بلکہ اس کے جاری رکھنے پر اس قدر اصرار تھا کہ نصیحت کرنے والے پیغمبر کو اپنی بستی سے نکالنے پر تیار ہو گئے۔ ان کی فطرت اور طبائع اس قدر مسخ ہو چکی تھیں کہ خوف خدا کا کوئی شائبہ دلوں میں باقی نہ رہا تھا۔ عذاب کی دھمکیوں کا مذاق اڑاتے تھے اور پیغمبر کے مقابلہ پر آمادہ تھے۔ جرم کی یہی نوعیت ان کے ہلاک کرنے کے لئے کافی تھی۔ اور اگر اس کے ساتھ توحید کے بھی قائل نہ تھے تو کزو اور یلانیم چڑھا، سمجھئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ توحید کی دعوت حضرت ابراہیم کی طرف سے مشتہر ہو کر پہنچ چکی ہوگی۔ اس لئے لوط علیہ السلام خاص اسی فعل شنیع سے روکنے پر مامور ہوئے۔ اور ممکن ہے انہوں نے توحید وغیرہ کی دعوت بھی دی ہو۔ مگر اس کو یہاں نقل نہیں فرمایا۔ واللہ اعلم۔

❖ حضرت لوط کی بددعا | یہ ان کی طرف سے مایوس ہو کر فرمایا، شاید سمجھ گئے ہوں گے کہ ان کی آئندہ نسلیں بھی درست ہونے والی نہیں۔ وہ بھی انہی کے نقش قدم پر چلیں گی جیسے نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ ”إِنَّكَ إِن تَذَرَهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا“ (نوح۔ رکوع ۲۷) کذا قال النیشابوری فی تفسیرہ۔

❖ بشارت اور عذاب لانے والے فرشتے | لوط علیہ السلام کی دعا پر فرشتوں کو اس بستی کے تباہ کرنے کا حکم ہوا فرشتے اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے، ان کو بڑھاپے میں بیٹے کی بشارت سنائی اور اطلاع دی کہ ہم اس بستی (سدوم) کو تباہ و برباد کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ کیونکہ وہاں کے لوگ کسی طرح اپنی حرکات شنیعہ سے باز نہیں آتے۔ ان واقعات کی تفصیل سورۃ اعراف، ہود اور حجر وغیرہ میں گذر چکی ہے۔ تنبیہ | شاید ہلاکت کی خبر کے ساتھ بیٹے کی بشارت دینے کا مطلب یہ ہو کہ ایک قوم سے اگر خدا کی زمین خالی کی جائے والی ہے تو دوسری طرف حق تعالیٰ ایک عظیم الشان قوم ”بنی اسرائیل“ کی بنیاد ڈالنے والا ہے۔

بہ علیہ العلامة النیشابوری فی تفسیرہ۔

❖ حضرت ابراہیم کا حضرت لوط کے بارے میں اندیشہ | یعنی کیا لوط کی موجودگی میں بستی کو تباہ کیا جائے گا؟ یا انہیں وہاں سے علیحدہ کر کے تعذیب کی کارروائی عمل میں لائی جائے گی؟ غالباً حضرت ابراہیم کو ازراہ شفقت خیال آیا کہ لوط کی آنکھوں کے سامنے یہ آفت نازل ہوئی تو عجب نہیں کہ عذاب کا ہولناک منظر دیکھنے سے وحشت اور گھبراہٹ ہو، فرشتوں نے اپنے کلام میں کوئی استثناء کیا نہ تھا، اس سے ان کے ذہن میں یہ ہی شق آئی ہوگی کہ لوط کی موجودگی میں کارروائی کریں گے۔ واللہ اعلم۔

❖ فرشتوں کا جواب | یعنی فرشتوں نے اطمینان دلایا کہ ہم سب کو جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں اور جو ان میں خدا کے مجرم ہیں۔ تنہا لوط نہیں، بلکہ اس کے گھر والوں کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ سب کو عذاب کے موقع سے علیحدہ کر لیں گے صرف اس کی ایک عورت وہاں رہ جائے گی۔ کیونکہ اس پر بھی عذاب آنا ہے۔

جَاءَتْ رُسُلَنَا لُوطًا سَيِّئًا بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَ

پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لوٹ کے پاس ناخوش ہوا ان کو دیکھ کر اور تنگ ہوا دل میں

قَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ فَرَأَانَا مُنْجُوكَ وَ أَهْلَكَ

اور وہ بولے مت ڈر اور غم نہ کھا ہم بچائیں گے تجھ کو اور تیرے گھر کو

إِلَّا أَمْرًا تَكُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿۳۳﴾ إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلَا

مگر عورت تیری رہ گئی رہ جانے والوں میں ہم کو اتارنی ہے اس

أَهْلٍ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا

بستی والوں پر ایک آفت سے اس بات پر کہ وہ

يُفْسِقُونَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ

نافرمان ہو رہے تھے اور چھوڑ (باقی) رکھا ہم نے اس کا نشان نظر آتا ہوا سمجھ دار لوگوں

سَّاعِقِلُونَ ﴿۳۵﴾ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ

کے واسطے اور بھیجا مدین (مدین والوں) کے پاس ان کے بھائی شعیب کو

فَقَالَ يَوْمَ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا

پھر بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی اور تو قیامت کو رکھو بچھلے دن کی اور

تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ

مت پھر زمین میں خرابی مچاتے پھر اس کو جھٹلایا تو پکڑ لیا ان کو

الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَثِينَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَثَمُودًا

زلزلے (بھونچال) نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے اور ہلاک کیا عادی اور ثمود کو

حضرت لوطؑ کے مہمان فرشتے | فرشتے نہایت حسین و جمیل مردوں کی شکل میں وہاں پہنچے۔ حضرت لوطؑ نے اول پہچانا نہیں۔ بہت تنگدل اور ناخوش ہوئے کہ اب ان مہمانوں کی عزت قوم کے ہاتھ سے کس طرح بچاؤں گا۔ اگر اپنے یہاں نہ ٹھہراؤں تو اخلاق و مروت اور مہمان نوازی کے خلاف ہے۔ ٹھہراتا ہوں تو اس بدکار قوم سے آبرو کس طرح محفوظ رہے گی۔

یعنی اپنی قوم کی شرارت سے ڈریے مت۔ یہ کچھ نہیں کر سکتی اور ہمارے بچاؤ کے لئے غمگین نہ ہو، ہم آدمی نہیں، فرشتے ہیں، جو تجھ کو اور تیرے ہم مشرب گھر والوں کو بچا کر اس قوم کو غارت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ گذر چکا۔

قوم لوطؑ کی تباہی کے نشانات | یعنی ان کی الٹی ہوئی بستیوں کے نشان مکہ والوں کو ملک شام کے سفر میں دکھائی دیتے تھے۔

یعنی آخرت کی طرف سے غافل نہ بنو۔ اکیلے خدائے واحد کی پرستش کرو۔

حضرت شعیبؑ کی قوم کو نصیحت | خرابی مچانے سے شاید مراد ہے لین دین میں دعا بازی کرنا، سود بیٹہ لگانا، جیسا کہ ان کی عادت تھی۔ اور ممکن ہے رہزنی بھی کرتے ہوں۔ وقیل غیر ذلک۔

وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مَن مَّسَكِنِهِمْ تَفَّ وَزَيْنَ لَهُمْ

اور تم پر حال کھل چکا ہے ان کے گھروں سے ◆ اور فریفتہ کیا ان کو

الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّاهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَ

شیطان نے ان کے کاموں پر پھر روک دیا ان کو راہ سے اور

كَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ﴿٣٨﴾ وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَ

تھے ہوشیار ◆ اور ہلاک کیا قارون اور فرعون اور

هَامَانَ تَفَّ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ

ہامان کو اور ان کے پاس پہنچا موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر

فَأَسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ﴿٣٩﴾

پھر بڑائی کرنے لگے ملک میں اور نہیں تھے ہم سے جیت جانے والے ◆

فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذُنُوبِهِ ۗ فَمِنْهُمْ مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ

پھر سب کو پکڑا ہم نے اپنے اپنے گناہ پر ◆ اور کوئی تھا کہ اس پر ہم نے بھیجا

حَاصِبًا ۗ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَخَذْنَا الصَّبِيحَةَ ۗ وَمِنْهُمْ مَّنْ

پتھر اڑھوایا ◆ اور کوئی تھا کہ اس کو پکڑا چنگھاڑنے ◆ اور کوئی تھا کہ اس کو

خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ ۗ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَغْرَقْنَا ۗ وَمَا

دھنسا دیا ہم نے زمین میں ◆ اور کوئی تھا کہ اس کو ڈبا دیا ہم نے ◆ اور

كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ

اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے پر تھے وہ اپنا آپ ہی

یعنی ان کی بستیوں کے کھنڈر تم دیکھ چکے ہو ان سے عبرت حاصل کرو۔

یعنی دنیا کے کام میں ہشیار تھے اور اپنے نزدیک عقلمند تھے پر شیطان کے بہکائے سے نہ بچ سکے۔

ان قوموں کے غرور کا انجام | یعنی کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی حق کے سامنے جھکے اور کبر و غرور نے ان کی گردن نیچے نہ ہونے دی۔ پھر نتیجہ کیا ہوا؟ کیا بڑے بن کر سزا سے بچ گئے؟ یا العیاذ باللہ خدا کو تھکا دیا۔

یعنی ان میں سے ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا دی گئی۔

یہ قوم لوٹ ہے اور بعض نے ”عاد“ کو بھی اس میں داخل کیا ہے۔

یہ ”ثمود“ تھے اور اہل مدین بھی۔

یعنی قارون کو جیسا کہ سورہ قصص میں گذرا۔

یہ فرعون و ہامان ہوئے اور بعض نے قوم نوح کو بھی اس میں داخل کیا ہے۔

يُظْلِمُونَ ﴿۳۰﴾ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ

برا کرتے ﴿۳۰﴾ مثال ان لوگوں کی جنہوں نے پکڑے اللہ کو

اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بِئْتًا

چھوڑ کر اور حمایتی جیسے مکڑی کی مثال بنا لیا اس نے ایک گھر

وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا

اور سب گھروں میں بودا سو مکڑی کا گھر اگر ان کو

يَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِنْ

سمجھ ہوتی ﴿۳۱﴾ اللہ جانتا ہے جس جس کو وہ پکارتے ہیں

دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ط وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۳۲﴾

اس کے سوا کوئی چیز ہو ﴿۳۲﴾ اور وہ زبردست ہے حکمتوں والا ﴿۳۲﴾

وَنِلَّكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا

اور یہ مثالیں بٹھلاتے (چسپاں کرتے) ہیں ہم لوگوں کے واسطے اور ان کو سمجھتے وہی ہیں

إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿۳۳﴾ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

جن کو سمجھ ہے ﴿۳۳﴾ اللہ نے بنائے آسمان اور زمین

بِالْحَقِّ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۴﴾

جیسے چاہئیں ﴿۳۴﴾ اس میں نشانی ہے یقین لانے والوں کے لیے ﴿۳۴﴾

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں کہ کوئی نا انصافی یا بے موقع کام کرے، اس کی بارگاہ عیوب و نقائص سے ہلکی مبرا و منزہ ہے۔ ظلم تو وہاں متصور ہی نہیں، ہاں بندے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، یعنی ایسے کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ لامحالہ ان کے حق میں برا ہو۔

مشرکین کی مثال مکڑی کے گھر سے | یعنی گھر اس واسطے ہے کہ جان مال کا بچاؤ ہو، نہ مکڑی کا جالا کہ دامن کے جھٹکے سے ٹوٹ پڑے۔ یہ ہی مثال اس کی ہے جو اللہ کے سوا کسی کو اپنا بچانے والا اور محافظ سمجھے، بدون مشیت الہی کچھ بچاؤ نہیں کر سکتے۔

یعنی ممکن تھا سننے والا تعجب کرے کہ سب کو ایک ہی ذیل میں کھینچ دیا کسی کو مستثنیٰ نہ کیا۔ بعض لوگ بت کو پوجتے ہیں، بعض آگ پانی کو، بعض اولیاء انبیاء یا فرشتوں کو، سو اللہ نے فرما دیا کہ اللہ کو سب معلوم ہیں۔ اگر کوئی ایک بھی ان میں سے مستقل قدرت و اختیار رکھتا تو اللہ سب کی ایک قلم نئی نہ کرتا۔

یعنی اللہ کو کسی کی رفاقت نہیں چاہئے، وہ زبردست ہے، اور مشورہ نہیں چاہئے کیونکہ حکیم مطلق ہے۔

اللہ کی مثالوں کو عاقل ہی سمجھتے ہیں | مشرکین مکہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ”مکڑی“ اور ”مکھی“ وغیرہ حقیر چیزوں کی مثالیں بیان کرتا ہے جو اس کی عظمت کے منافی ہیں اس کا جواب دیا، کہ مثالیں اپنے موقع کے لحاظ سے نہایت موزوں اور مثل لہ پر پوری منطبق ہیں۔ مگر سمجھدار ہی اس کا مطلب ٹھیک سمجھتے ہیں۔ جاہل بے وقوف کیا جانیں۔ مثال کا انطباق مثال دینے والے کی حیثیت پر نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ جس کی مثال ہے اس کی حیثیت کو دیکھو، اگر وہ حقیر و کمزور ہے تو تمثیل بھی ایسی ہی حقیر و کمزور چیزوں سے ہوگی۔ مثال دینے والے کی عظمت کا اس سے کیا تعلق۔

یعنی نہایت حکمت سے بنایا، بیکار پیدا نہیں کیا۔

مخلوقات میں مومن کیلئے نشانیاں | یعنی جب آسمان و زمین اس اکیلے نے بنا دیئے تو چھوٹے چھوٹے کاموں میں اسے کسی شریک یا مددگار کی کیا احتیاج ہوگی۔ ہوتی تو ان بڑے کاموں میں ہوتی۔

رموزِ اوقافِ قرآن مجید

ہر ایک زبان کے اہل زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے کہیں نہیں ٹھہرتے۔ کہیں کم ٹھہرتے ہیں کہیں زیادہ۔ اس ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے۔ قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے۔ اسی لئے اہل علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کر دی ہیں جن کو رموزِ اوقافِ قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ان رموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

○ جہاں بات پوری ہو جاتی ہے، وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں۔ یہ حقیقت میں گولت ہے جو بصورت لکھی جاتی ہے اور یہ وقف تمام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ اب وہ تو نہیں لکھی جاتی، چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں۔

م یہ علامت وقف لازم ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیے۔ اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے۔ اسکی مثال اردو میں یوں سمجھنی چاہیے کہ مثلاً کسی کو یہ کہنا ہو کہ اٹھو، مت بیٹھو۔ جسمیں اٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے۔ تو اٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے۔ اگر ٹھہرا نہ جائے تو اٹھو مت بیٹھو ہو جائیگا جسمیں اٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے اور یہ قائل کے مطلب کیخلاف ہو جائے گا۔

ط وقف مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا اور بات کہنے والا ابھی اور کچھ کہنا چاہتا ہے۔

ح وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز علامت وقف مجوز کی ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص علامت وقف مرضص کی ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا چاہیے، لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔

معلوم رہے کہ ص پر ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

صلہ الوصل اولیٰ کا اختصار ہے، یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق قبل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے۔ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صل قد یوصل کی علامت ہے یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے کبھی نہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف یہ لفظ وقف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

میاسکتہ سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں کسی قدر ٹھہرنا چاہیے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے۔

وقفتا لمبے سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے لیکن سانس نہ توڑے۔

سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے۔ وقفہ میں زیادہ۔

لا کے معنی نہیں کے ہیں یہ علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر، عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں

ٹھہرنا چاہیے، آیت کے اوپر ہو تو اختلاف ہے بعض کے نزدیک ٹھہرنا چاہیے۔ بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہیے لیکن ٹھہرا جائے یا نہ

ٹھہرا جائے۔ اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اسی جگہ نہیں چاہیے جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔

ک کذک کی علامت ہے، یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں سمجھی جائے۔